مجالسِ حسنہ

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ
کے مجلسی ارشادات، قیمتی ملفوظات اور گراں مایہ ہدایات کا مجموعہ

مرتبہ

فیصل احمد ندوی بھٹکلی

ادارۂ احیاے علم ودعوت ۔ لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

بارِ اول

سلسلۂ مطبوعات (۲۳)

جمادی الاخری ۱۴۳۲ھ - مئی ۲۰۱۱ء

نام کتاب	:	مجالسِ حسنہ
نام مرتب	:	فیصل احمد ندوی بھٹکلی
صفحات	:	۸+۷۶۰=۷۶۸
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
قیمت	:	۳۳۰ روپے

ناشر

ادارۂ احیاے علم ودعوت - لکھنؤ

تقسیم کار

مکتبۃ الشباب العلمیہ

ندوہ روڈ، ٹیگور مارگ، لکھنؤ-۲۰

Mob.No: 09198621671,09696437283

www.abulhasanalinadwi.org

انتساب

میرے استاد و مرشد، جانشین مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے نام

جن کی ذاتِ بابرکات اس وقت مغتنمات میں سے ہے
جن کے ادبی کمال اور فنی مہارت سے قطعِ نظر
جن کے تقویٰ وروحانیت
جن کے اخلاص وللّٰہیت
جن کی دوررس نگاہ
جن کا اندازِ تربیت
جن کے اخلاق کی پاکیزگی
جن کے کردار کی خوبی
جن کے وسیع تجربات
اور جن کی اصابتِ رائے
سے
اس عہدِ دیجور
اور اس دورِ گراں خوابی
میں
بہت کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے
اللہ ان کا سایہ تادیر سلامت رکھے
ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد!

فیصل احمد ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

فہرستِ مضامین

انتساب	۱/۳
فہرستِ مضامین	۱/۴
مقدمہ	۴۴
تقریظ	۴۹
پیش لفظ	۵۸
صحبتِ صالح اور مجالس خیر: قرآن وحدیث اور سلفِ صالحین کے قول وعمل کی روشنی میں	۶۷
صاحبِ ملفوظات-ایک تعارف	۷۹

مجلس (۱)

قرآن مجید کے براہِ راست مطالعے کا فائدہ	۹۳
الفاظ کا مزاج اور ٹمپریچر	۹۳
قرآن مجید سے مناسبت کیسے پیدا ہو؟	۹۳
قرآن مجید کا ایک اعجاز: اس کے الفاظ کا صوتی آہنگ	۹۴
شاہ عبدالقادر کے ترجمے کا امتیاز	۹۴
شاہ صاحب کی صاحبزادی سے حضرت کی والدہ ماجدہ کا اس کی اجازت لینا	۹۴

مجلس (۲)

مولانا احمد علی لاہوری کے درسِ تفسیر کی خصوصیات	۹۶
مولانا لاہوری کا زہد وورع	۹۶
شاہی مسجد لاہور میں حضرت کے ساتھ پیش آیا ہوا ایک عجیب واقعہ	۹۷
سید احمد شہیدؒ کی مخالفت کی وجہ سے سوءِ خاتمہ کا ایک عبرت انگیز واقعہ	۹۷

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا لاہوری کی قبر سے گلاب کی خوشبو آنا ۹۸
حضرت کے اولین سفر لاہور کے وجوہات اور اس زمانے کے لاہور کی حیثیت اور مقام ۹۸
مشاہیرِ لاہور سے ملاقات ۹۸
رستمِ زمان گاما پہلوان سے ملاقات ۹۹
مولانا لاہوری کی حضرت پر شفقت اور حضرت سے انتہائی تعلق ۹۹
حضرت پر اللہ کا فضل خاص ۹۹
گھر کی حافظ خواتین اور ان کی با جماعت تراویح کا ذکر ۹۹
بھائی صاحب کی شفقت اور تعلیم و تربیت کا انتظام ۱۰۰
والدہ کی تربیت اور دعاؤں کا صلہ ۱۰۰
مولانا سید ضیاء النبی کی نماز کا ذکر ۱۰۰
مولانا سید عبد السلام ہنسوی سے مولانا عبد الشکور کی عقیدت ۱۰۱

مجلس (۳)

ہندوستان میں تصنیف و تالیف کے جدید اصول کا آغاز ۱۰۷
انڈکس کا فائدہ اور نقصان ۱۰۷
مستشرقین کی علمی کمزوری اور خامی ۱۰۷
سیرت نبوی سے متعلق مستشرقین کی ایک خطرناک سازش ۱۰۷
استشراق اور استعمار ۱۰۸

مجلس (۴)

سیرتِ نبوی کی اہمیت ۱۰۹
حضرت کے مطالعے کا آغاز اور بچپن میں کتابوں کا شوق ۱۰۹
کتاب ''رحمۃ للعالمین'' اور اس کی اثر انگیزی ۱۰۹
صاحبِ ''رحمۃ للعالمین'' کے کشف کا ایک عجیب واقعہ ۱۱۰

www.abulhasanalinadwi.org

بچپن میں حضرت کا مطالعاتی ذوق: کھانا کھاتے وقت پڑھنا ۱۱۰
ٹرین، بیل گاڑی اور ہوائی جہاز پر پڑھنا اور لکھنا ۱۱۰
جہاد میں مولوی مظفر حسین کشمیری کے گولی لگنا اور اثر نہ کرنا ۱۱۱
بالاکوٹ کا ذکر ۱۱۱
سید احمد شہیدؒ کی زندگی کے واقعات کی تاثیر اور اس سلسلے میں حضرت کے واقعات ۱۱۱

مجلس (۵)

حضورؐ کا خواب میں ایک صاحب کو ’’جب ایمان کی بہار آئی‘‘ پڑھنے کی تاکید کرنا ۱۱۴
سید صاحب کے دم قدم سے کلکتہ میں شراب خانوں کی ویرانی اور شراب فروشوں
کا سرکار کو ٹیکس دینے سے انکار ۱۱۴
سید صاحب کے قدم کی برکت ۱۱۵
مولانا سید ظاہر حسنیؒ کا فقہ وفتاویٰ میں مقام ۱۱۵
یہ دور شاہ ولی اللہ کا دور ہے ۱۱۵
دار العلوم دیوبند کا صد سالہ جلسہ اور اس میں حضرت کی تقریر ۱۱۵
دیوبندیت کی تعریف ۱۱۶
آج کل جلسے جلوس رسمی ہو گئے ہیں ۱۱۶
اسلام کے مقابلے میں امریکہ واسرائیل کا مشترکہ پلان ۱۱۶
اقوام وامم کے مابین امت مسلمہ کا امتیاز ۱۱۷
حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا خط ایک فوجی جرنیل کے نام ۱۱۷
مسلمانوں کا امتیاز اور ان کی فتح کا راز ۱۱۷
ایمانی صفات پیدا کرنے کی ضرورت ۱۱۸

مجلس (۶)

مولانا عبد الرحمٰن نگرامی ندویؒ کا ذکر ۱۲۱

www.abulhasanalinadwi.org

ملامحب اللہ بہاریؒ کی شخصیت اور معقولات میں ان کا مقام ۱۲۱
ملامحمود جونپوریؒ کی بلاغتِ قرآنی پر نظر اور ادبی مہارت ۱۲۱
شیخ علی المتقیؒ اور شیخ محمد طاہر پٹنیؒ کا ذکر ۱۲۱
اصطلاحات کا فن اور اس کی نزاکت اور علماے ہند کا اس میں کمال ۱۲۲
مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ کی تین بے نظیر کتابوں کا ذکر ۱۲۲
نزھۃ الخواطر کی آخری جلد کی حضرت کے ہاتھوں تکمیل اور اس کی مشکلات ۱۲۲
مولانا سید طلحہ حسنیؒ کا ادبی مقام ۱۲۳
علامہ تقی الدین ہلالیؒ کا نزھۃ الخواطر کی زبان کو سراہنا ۱۲۳
عربی کی کمزوری بدعات کی ترویج کی بنیادی وجہ ۱۲۴
نزھۃ الخواطر کی تنقیص وتحقیر کا انجام ۱۲۴
اہل اللہ کی گستاخی کا انجام ۱۲۴

مجلس (۷)

خمینی صاحب سے حضرت مولانا کی پہلی ملاقات اور دو علمی لطائف ۱۲۹
صحابہ کے بارے میں شیعوں کے عقیدے کی سنگینی ۱۳۰

مجلس (۸)

وزیر اعظم دیوے گوڑا کی ندوے آمد اور ندوے کی فضا ۱۳۲
مکتوباتِ نبویؐ کا اعجاز اور پیغمبرانہ اقدام کی عظمت ۱۳۲

مجلس (۹)

ختمِ نبوت کے عقیدے کی اہمیت، علامہ اقبالؒ کی نظر میں ۱۳۴
مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا مرزا قادیانی سے مباہلہ ۱۳۴
کتاب ''قادیانیت'' کی تالیف ۱۳۴
قادیانی فتنے کی خطرناکی ۱۳۵

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۰)

بعض کتبِ ملفوظات کا ذکر	۱۳۸
حضرت تھانویؒ کے ملفوظات کی جامعیت اور اہمیت	۱۳۸
علامہ سید سلیمان ندویؒ کی حضرت تھانویؒ کے در پر حاضری	۱۳۹
حضرت تھانویؒ کے یہاں لوگوں کے مقام ومنصب کی رعایت ولحاظ	۱۳۹
مولانا عبدالباری ندویؒ کی ذہانت	۱۴۰
حضرت تھانویؒ کی قراءت اور ان کے یہاں اوقات کی رعایت	۱۴۰
حضرت تھانویؒ کی وجاہت	۱۴۱
حضرت تھانویؒ کے ملفوظات کا ادبی مقام	۱۴۱
ڈاکٹر سید عبدالعلیؒ کی حضرت تھانویؒ کی مجالس میں حاضری اور اس کا اہتمام	۱۴۱
ایک حیرت انگیز اور عبرت ناک لطیفہ	۱۴۱
بزرگوں کے سامنے بات کرنے کی مذمت ایک تمثیلی حکایت کے ذریعے	۱۴۲

مجلس (۱۱)

ترقی کے اسباب	۱۴۸
دانے دانے پہ لکھا ہے کھانے والے کا نام	۱۴۸
اس سلسلے میں حضرت کا ایک واقعہ	۱۴۹
''ماذا خسر'' کی تصنیف میں غیبی مدد کا ایک واقعہ	۱۴۹
مولانا گیلانی، مولانا مدنی اور مولانا آزاد کے نزدیک نزہۃ الخواطر کی اہمیت	۱۵۰
''نزہۃ الخواطر'' کی آٹھویں جلد کی تکمیل کی دقتیں اور اللہ کی مدد	۱۵۱
یورپ میں جو کام اکادمی کرتی ہے وہ ہمارے یہاں ایک آدمی کرتا ہے	۱۵۳
اخلاص کبھی ضائع نہیں جاتا	۱۵۳

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۲)

حضرت کی ظرافت ۱۵۹

صحافت کا مقصد: اس کی اثر انگیزی او ذہن سازی ۱۵۹

مولانا ظفر علی خانؒ کی صحافت، ان کی نظمیں اور حضرت پر ان کا اثر ۱۶۰

قدیم وجدید صحافت ۱۶۲

مولانا ظفر علی خانؒ اور مولانا محمد علی جوہرؒ ۱۶۲

مجلس (۱۳)

شیخ خلیل عربؒ کی قرأت کا ذکر ۱۶۵

ہسپتال میں ایسی چیزیں رکھی جائیں جن سے اللہ یاد آجائے ۱۶۵

یمن میں حضرت کا استقبال اور وہاں کی تقریر ۱۶۶

قرآن سنتے وقت حضرت کا ادب ۱۶۶

شیخ خلیل عربؒ کو عربی کا ذوق ہی نہیں ذائقہ تھا ۱۶۷

شیخ محمد عربؒ اور شیخ حسین بن محسن انصاری یمانیؒ کا ذکر ۱۶۷

ڈاکٹر عبدالعلیؒ اور خلیل عرب صاحبؒ کا غیر مسلموں میں دعوت کا جذبہ اور اس کے لیے حضرت کو امبیڈکر کے پاس بھیجنا ۱۶۸

خلیل عرب صاحبؒ کا جذبۂ تبلیغ ودعوت اور ایثار ۱۶۸

امبیڈکر کے اسلام قبول نہ کرنے پر افسوس ۱۶۸

مجلس (۱۴)

ندوہ اور دیوبند کے تعصب سے پاک گھر کا ماحول ۱۷۱

بھائی صاحب کا شیخ الہندؒ اور مولانا کشمیریؒ سے حدیث پڑھنا اور عربی میں تقریر قلمبند کرنا ۱۷۱

دیوبند میں میرا قیام، مولانا مدنیؒ کی صحبت اور درس میں شرکت ۱۷۱

ندوے میں حضرت کی حدیث کی تعلیم اور رفقائے درس ۱۷۱

حضرت کی تدریس حدیث ۱۷۲

حضرت شیخؒ کا حضرت سے اپنی کتابوں پر مقدمے لکھوانا ۱۷۲

حضرت شیخؒ کی حضرت سے محبت ۱۷۲

حضرت شیخؒ کے کھانے کا معمول مدینہ طیبہ اور ہندوستان میں ۱۷۳

حضرت رائے پوریؒ، حضرت مولانا الیاسؒ اور حضرت شیخؒ کی ہمارے حضرت پر شفقت ۱۷۳

ندوے کے پچاسی سالہ جشن کے لیے حضرت شیخؒ اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ کا اہتمام ۱۷۳

جلسے کی صدارت کے لیے شیخ الازہر کا انتخاب ۱۷۳

عالم عرب میں مصر کی اہمیت ۱۷۴

مطبوعہ شکل میں ''ماذا خسر'' پر نظر پڑنے کا دلچسپ واقعہ ۱۷۴

مصر میں کتاب کی اشاعت اور مقبولیت ۱۷۵

موضوعِ کتاب کی ندرت اور اس کی اہمیت ۱۷۵

مجلس (۱۵)

حضرت سید احمد شہیدؒ کا مقام مولانا مدنیؒ کے نزدیک ۱۷۹

بزرگوں کی نگاہ میں سید صاحبؒ کا مقام اور ان کی نسبت کا احترام ۱۸۰

اہل اللہ کے یہاں سب سے بڑی چیز اطاعت ہے ۱۸۰

اطاعتِ شیخ کے سلسلے میں حضرت کا ایک واقعہ ۱۸۱

اطاعت سارے تصوف کا خلاصہ ہے ۱۸۱

مولانا احمد علی لاہوریؒ کی قوتِ کشفیہ ۱۸۱

مولانا لاہوریؒ کی فاقہ کشی اور پرہیزگاری ۱۸۲

مولانا لاہوریؒ کے درسِ حجۃ اللہ میں شرکت اور عبارت پڑھنے کا واقعہ ۱۸۲

صحتِ اعراب کی اہمیت اور عربی زبان کا امتیاز ۱۸۲

عبارت سنانے کی اہمیت ۱۸۳

www.abulhasanalinadwi.org

شہروں کے ناموں پر الف لام داخل کرنے میں احتیاط کی ضرورت	۱۸۴
عربی میں مخارج کی اہمیت	۱۸۴

مجلس (۱۶)

ہندوستانی مسلمانوں اور عربوں میں بعض صفات کا فرق اور اس کی وجہ	۱۸۷
عربوں کی مہمان نوازی کا ایک حیرت انگیز واقعہ	۱۸۷
دمشق میں ٹہلتے وقت پیش آیا ہوا ایک عجیب واقعہ	۱۸۸
عربوں کی مہمانی کے بعض انداز	۱۸۹
حضرت کے استغنا کا ایک واقعہ	۱۸۹
عربوں کا جود وسخا-ان میں بعثت محمدیہ کا ایک سبب	۱۹۰
حضرت شاہ علم اللہؒ اور شیخ سلطان بلیاویؒ	۱۹۰
حضرت آدم بنوریؒ کی ہجرت کے لیے شاہ جہاں کی تدبیر	۱۹۰
اورنگ زیبؒ کی خواجہ محمد معصومؒ سے بیعت	۱۹۱
اورنگ زیبؒ کا زہد	۱۹۱
اورنگ زیبؒ کی وصیت	۱۹۱

مجلس (۱۷)

داعی کے بعض اوصاف	۱۹۶
سید علوی مالکیؒ کے یہاں دعوت اور اشعار کا تبادلہ	۱۹۷
داعی کے لیے حالاتِ حاضرہ اور جدید ادب سے واقفیت کی ضرورت	۱۹۸

مجلس (۱۸)

تنہا سفر نہیں کرنا چاہیے، ترکی کے سفر کا حادثہ	۲۰۱
دنیا کے مختلف ممالک میں مختلف حیثیتوں سے قرآن کا معاملہ-ایک لطیفہ	۲۰۱

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۹)

مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مولانا حسین علی شاہؒ اور اصلاحِ عقائد ۲۰۳
مولانا لاہوریؒ کی علمائے دیوبند سے عقیدت ۲۰۳
مولانا لاہوریؒ کا اخلاص ۲۰۳
مولانا آزادؒ کی ذہانت ۲۰۳
موجودہ ترکی میں کمال اتاترک کے اثرات ۲۰۴
اتاترک نے سب سے زیادہ اسلام کو نقصان پہنچایا ۲۰۴
ترکی زبان میں حضرت کی کتابوں کا ترجمہ، اور وہاں کی اسلامی بیداری میں اس کا اثر ۲۰۵

مجلس (۲۰)

اسلام پر اعتماد بحال کرنے کی ضرورت ۲۰۷
احمد امین اور ''ماذا خسر'' کا مقدمہ ۲۰۷
حضرت کا جذبۂ تشکر اور اساتذہ کی احسان شناسی ۲۰۹
عربی زبان وادب میں علامہ تقی الدین ہلالیؒ کا مقام ۲۰۹
احمد الحسنیؒ کی عربی دانی ۲۰۹
استانبول کے سیمینار کا ذکر ۲۱۰
محنت کبھی ضائع نہیں ہوتی ۲۱۱
مولانا روم اور اقبال کا مقام ۲۱۱
''روائع اقبال'' کی تصنیف کا محرک ۲۱۲
نوٹنگھم میں ندوے کے طرز پر مدرسے کی بنیاد ۲۱۳
استقامت پر تقریر ۲۱۳
پہلی وحی کا تقاضا کہ یہ امت ہمیشہ علم سے جڑی رہے ۲۱۴

www.abulhasanalinadwi.org

خدا کے فضل کا ذکر ۲۱۵

مجلس (۲۱)

تبلیغی جماعت سے تعلق کا آغاز ۲۱۹
حجاز میں تبلیغی کام کا آغاز ۲۲۱
حجاز کے پڑھے لکھے لوگوں میں تبلیغی کام کا تعارف ۲۲۲
اہل بدعت کی طرف سے حکومت حجاز کو تبلیغی کام سے بدظن کرنے کی کوشش اور ناکامی ۲۲۲
بلادِ عرب میں علامہ سید سلیمان ندویؒ کا تعارف ۲۲۳
حضرت مولانا الیاس صاحبؒ سے قرب کے اسباب ۲۲۳
حضرت مولانا الیاس صاحبؒ پر دعوت کی دُھن اور ان کی متاثر کن صفات ۲۲۴

مجلس (۲۲)

بچپن میں حضرت مولانا کے محبوب شعراء ۲۲۸
بچپن میں حضرت کا کتابوں کا شوق اور کتب خانہ ۲۲۸
''یادِ ایام'' کی اہمیت اور خصوصیات ۲۲۹
ندوے کے شاندار سالانہ جلسے اور جلسۂ کانپور کا ذکر ۲۳۰
ندوے کا پچاسی سالہ شاندار جلسہ ۲۳۲
دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ جلسہ ۲۳۳
جماعتِ اہل حدیث کی خصوصیات ۲۳۳

مجلس (۲۳)

معاش کے لیے عربی سیکھنے کی مذمت ۲۳۶
تحریکِ پیامِ انسانیت کا پس منظر ۲۳۶
گاندھی جی اور دوسرے ہندو لیڈروں میں فرق ۲۳۷
تحریکِ پیامِ انسانیت کے سلسلے میں مولانا پاریکھؒ کی خدمات کا اعتراف ۲۳۸

www.abulhasanalinadwi.org

تحریکِ پیامِ انسانیت کو عام کرنے کی ضرورت	۲۳۸

مجلس (۲۴)

حضرت کے مطالعے کا آغاز اور ابتداءً پڑھی ہوئی کتابیں	۲۴۰
شعری مطالعہ اور ذوق شعری	۲۴۱
مصر و شام کے چوٹی کے ادباء	۲۴۱
حضرت کے دم قدم سے انقلاب	۲۴۱
حفیظ جالندھری اور دیگر ادباء و شعراء سے ملاقات	۲۴۲
اعلیٰ انگریزی تعلیم دلانے کے لیے اہل خاندان کا مشورہ	۲۴۲
کم عمری میں حضرت مولانا کی عربی دیکھ پروفیسر محمد شفیع کا مشورہ	۲۴۲
اختصاص کی اہمیت	۲۴۳

مجلس (۲۵)

اہل دنیا سے بے نیازی	۲۴۶
خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا قصہ	۲۴۶
شیخ سعید حلبیؒ کا واقعہ	۲۴۶
مولانا عبدالحی حسنیؒ کا انگریزوں کی طرف سے ندوے کو ملنے والی گرانٹ ختم کرنا	۲۴۷
ندوے کے پچاسی سالہ جشن کے موقع پر حضرت مولانا کے استغنا کے نمونے	۲۴۸
سید محمد حسنیؒ کے استغنا کا نمونہ	۲۵۰
استغنا کی تاثیر	۲۵۰
شاہ ابو سعیدؒ کا استغنا	۲۵۱
شاہ علم اللہؒ کے استغنا کا حال	۲۵۱
آج کی دنیا طلبی	۲۵۲
طلبہ کو استغنا کی تاکید	۲۵۲

www.abulhasanalinadwi.org

اقبال کا ''مردِ مومن'' ۲۵۲

مجلس (۲۶)

تحریکِ ندوہ کی بعض خصوصیات اور عالمِ عربی پر اس کا اثر ۲۵۶
مولانا محمد علی مونگیریؒ کے ذہن میں تحریک ندوہ کے تخیل کی اصل وجہ ۲۵۶
ایک سوال سے حضرت کا گریز اور مختلف مکاتبِ فکر کے بزرگوں کا احترام ۲۵۷
موجودہ دور کے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے وسیع اور متنوع مطالعے کی ضرورت ۲۵۷
امریکہ سے صاف صاف باتیں اور حضرت شیخ الحدیث کی قدر افزائی ۲۵۸
رابطۂ ادب اسلامی کا قیام اور اس کا پس منظر ۲۵۸
ادب پر بے دین لوگوں کی اجارہ داری اور چند اسلام پسند شعراء ۲۵۹
استشراق اور استعمار کا تعلق ۲۵۹
مستشرقین کے علم کی سطحیت ۲۶۰

مجلس (۲۷)

امام مہدی کے بارے میں سوال اور حضرت کا جواب ۲۶۳
علامہ شبلیؒ کا کارنامہ، تصنیف کا نیا ڈھنگ اور علمیت وادبیت کا جوڑ ۲۶۳
مزارِ شبلی کا کتبہ اور اس کے بارے میں حضرت مولانا کا نہایت صحیح مشورہ ۲۶۳
''سیرت النبی'' کا امتیاز ۲۶۴
''خطباتِ مدراس'' کی انفرادیت ۲۶۴
مستشرقین کا پُر فریب اندازِ تحریر ۲۶۵
احمد امین کی تاریخی کتابوں کا امتیاز ۲۶۵
احمد امین کی آرا سے حضرت مولانا کا اختلاف ۲۶۵
علمیت اور ادبیت کے امتزاج کی ضرورت ۲۶۶
دار المصنفین کی کتابوں کا امتیاز ۲۶۶

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت کی مختلف زبانوں کی تعلیم اور انگریزی کی تحصیل اور اس کا فائدہ ۲۶۶

''ماذا خسر'' کی تالیف کے دوران میں غیبی مدد کا ایک واقعہ ۲۶۷

دعوتی مقاصد کے تحت انگریزی زبان سیکھنے کی تاکید اور جدید طبقے کو مطمئن کرنے کی ضرورت پر زور ۲۶۸

مجلس (۲۸)

اپنے والد ماجد کی کتابوں کا ذکر ۲۷۱

''گل رعنا'' میں حضرت کے نام چھپنے کا لطیفہ ۲۷۱

مولانا محمد الحسنیؒ کی قوتِ تحریر اور وہبی صلاحیت ۲۷۲

مجلس (۲۹)

یوسف القرضاوی کا ذکر ۲۷۴

عربوں کی وسیع القلبی اور کریم النفسی ۲۷۴

عربوں کی مہمان نوازی ایک حیرت انگیز واقعہ ۲۷۵

مجلس (۳۰)

حضرت مولانا کا ہوائی جہاز پر درود شریف کا اہتمام اور اس کی وجہ ۲۷۷

مطالعہ اور محنت ۲۷۷

عربی زبان کی خصوصیت ۲۷۸

ڈاکٹر عبد العلیؒ اور ان کا اندازِ تربیت ۲۷۸

سید احمد شہیدؒ پر نوعمری میں حضرت مولانا کی کتاب کا مصر سے شائع ہونا ۲۷۹

ڈاکٹر عبد العلیؒ کے دورِ نظامت میں ندوے کی مالی مشکلات ۲۸۰

حضرت مولانا کا ہندو بیرون ہند کے متعدد آفرس کو ٹھکرانا ۲۸۱

ملا عبد الرحیم رامپوریؒ کا انگریزی حاکم کی پیش کش کو ٹھکرانا ۲۸۲

''پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ'' ۲۸۳

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولانا کا ندوے سے تنخواہ نہ لینے کے لیے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ
سے مشورہ کرنا اور مولانا الیاس صاحبؒ کا عجیب ارشاد ۲۸۴

مجلس (۳۱)

علامہ اقبالؒ کا ذکرِ خیر ۲۸۸
علامہ اقبالؒ کے بارے میں مولانا محمد الیاسؒ اور مولانا احمد علی لاہوریؒ کے بلند کلمات ۲۸۸
حضرت مولانا کی بعض تصنیفات اور ان کی ایمانی کیفیات ۲۸۹
''تاریخ دعوت وعزیمت'' کا امتیاز ۲۸۹

مجلس (۳۲)

بات کہنے کا سلیقہ ہونا چاہیے ۲۹۱
بھائی صاحب کی تعلیم وتربیت اور مختلف زبانوں کی تعلیم دلانا ۲۹۱
علماء کے لیے انگریزی سیکھنے کا مقصد ۲۹۲

مجلس (۳۳)

مہمان کے معزز ہونے کی ظاہری علامتیں ۲۹۳

مجلس (۳۴)

شیخ الازہر سے ملاقات اور مشورے ۲۹۴
جمال الدین افغانیؒ اور محمد عبدہٗ کے یہاں مغربی استعمار کی مخالفت ۲۹۴
محمد اسدؒ اور مولانا مودودیؒ کی تحریروں میں مغربی تہذیب کی مخالفت ۲۹۵
بچپن میں نواب نور الحسن خاںؒ کی کوٹھی میں قیام اور دنیاوی ٹھاٹ باٹ سے
مرعوبیت کا ختم ہونا ۲۹۵

مجلس (۳۵)

شاہ علم اللہؒ کی عظمت ومقام اہل اللہ کی نظر میں ۲۹۸

www.abulhasanalinadwi.org

والدہ صاحبہ کی حضرت مولانا الیاس صاحبؒ سے بیعت کی درخواست اور مولانا کی تواضع ۲۹۸
تواضع اور احسان مندی اہل اللہ کی مشترک صفات ۲۹۹
احسان ناشناسی اور ناقدری کا وبال ۲۹۹
اپنے بعض احسان شناسوں کا ذکر ۳۰۰
بچپن سے احسان شناسی کی تربیت ۳۰۰

مجلس (۳۶)

سید احمد شہیدؒ کا مقام اور مولانا عبدالحی بڈھانویؒ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ کی ان سے بیعت ۳۰۲
سید صاحبؒ کی تاثیر اور ان کے ہاتھ پر ہدایت پانے والوں کی تعداد ۳۰۲
سید صاحبؒ کا مقام حاجی عبدالرحیم ولایتیؒ کی نظر میں ۳۰۳
حاجی عبدالرحیم ولایتیؒ کی عظمت ومقام ۳۰۴
سید صاحبؒ کی تاثیر کا ایک عجیب واقعہ حضرت گنگوہیؒ کی زبانی ۳۰۴
''تقویۃ الایمان'' کی اہمیت وافادیت ۳۰۴
شاہ اسماعیل شہیدؒ کی شہادت ۳۰۵
سید احمد شہیدؒ کی قبر نامعلوم ہے ۳۰۵
دہلی کے بعض کبار اولیاء اللہ کا ذکر ۳۰۶

مجلس (۳۷)

سور المؤمن شفاء کا مطلب حضرت آدم بنوریؒ کے نزدیک ۳۰۹
حضرت مولانا کے خاندان کی خصوصیات ۳۰۹
کیا مدراس میں صحابی تمیم انصاریؓ کی قبر ہے؟ ۳۰۹
مولانا سید محمد امین نصیرآبادیؒ کا اصلاحی کارنامہ ۳۱۰
مولانا شاہ وصی اللہؒ کی حضرت مولانا پر شفقت ۳۱۰

www.abulhasanalinadwi.org

آنکھ کے علاج کے سلسلے میں مولانا وصی اللہ کا مشورہ اور اس کا حیرت انگیز اثر ۳۱۱
آنکھوں کی معذوری میں علمی کام ۳۱۱
امریکہ میں میں آنکھ کا آپریشن اور مولانا محمد عمر پالن پوریؒ کا صحیح مشورہ ۳۱۱
آپریشن کی کامیابی کے لیے حضرت شیخ کا اہتمام ڈاکٹروں کی رعایت اور نرسوں کی ہمدردی ۳۱۲
حضرت کی تواضع ۳۱۳
اپنے اور خاندان کے تذکرے سے اجتناب اور صحابہ اور سلف کے تذکرے کی تاکید ۳۱۳
توحید خالص اور سنتِ صحیحہ کی اشاعت کی تاکید ۳۱۳

مجلس (۳۸)

حضرت کا ابتدائی مطالعہ اور دلچسپ موضوعات ۳۱۶
مولانا عبدالحی حسنیؒ کا خاموش تصنیفی مزاج اور ''گل رعنا'' کا امتیاز ۳۱۷
''آبِ حیات'' اور ''گل رعنا'' کا تقابل ۳۱۷
حضرت مولانا کے بچپن کے ساتھی ۳۱۸
حاجی عبدالرشید ارشد کا جذبۂ دعوت اور حضرت مولانا سے ان کی عقیدت ۲۱۸
حضرت مولانا کی برکت اور ان کے دم قدم سے بدعت سے نفرت ۳۱۹

مجلس (۳۹)

علم ہماری روح ہے غذا ہے ۳۲۱
قرآن میں مدرسے کا ذکر ۳۲۱
مدارس کا اصل کردار ۳۲۱
ذہنی غلامی دور کرنے کی ضرورت ۳۲۲
''تاریخ دعوت وعزیمت'' کی اہمیت اور اس سلسلے کی تکمیل کی ضرورت ۳۲۲
ہر زمانے میں وقت کے فتنوں اور چیلنجوں کا مقابلہ کرنے والے پیدا ہوتے رہے ۳۲۲
اللہ کا فضل اور والدہ کی دعائیں ۳۲۳

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت کو حاصل ہوئے دو سب سے بڑے اعزازات ۳۲۳

دنیاوی اعزاز کی کوئی حیثیت نہیں ۳۲۴

زلزلے اور فسادات میں مسلمانوں کے ساتھ اللہ کی مدد ۳۲۴

اچھی توفیق کی دعائیں مانگو ۳۲۵

مجلس (۴۰)

بزرگوں کی صحبت کا اثر ۳۲۷

مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کے مجاہدے ۳۲۷

سید صاحبؒ کی نسبت کا احترام ۳۲۸

بزرگوں پر تنقید ہمارا شیوہ نہیں ۳۲۸

سید صاحب کی تاثیر ۳۲۸

مولانا کرامت علی جونپوریؒ کا دعوتی کارنامہ ۳۲۸

اختلاف کے ساتھ احترام ۳۲۹

دارالعلوم دیوبند اور مولانا مدنیؒ سے حضرت اور ان کے خاندان کا تعلق ۳۲۹

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے تفسیری حواشی کی عظمت اور اس کے بارے میں حضرت کی رائے ۳۲۹

شاہ عبدالقادرؒ کی خصوصیات اور ان کے ترجمۂ قرآنی کا امتیاز ۳۳۰

مجلس (۴۱)

بزرگوں سے استفادے کے شرائط ۳۳۲

حضرت رائے پوریؒ کی مجلس کا طرز ۳۳۲

حضرت رائے پوریؒ کی تواضع و بے نفسی ۳۳۲

نبی اور سیاسی لیڈر کا فرق - صاحبزادۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیمؑ
کے حادثۂ وفات کی روشنی میں ۳۳۳

سیرت نبوی کی بہت سی باتوں پر غور کرنا باقی ہے ۳۳۴

www.abulhasanalinadwi.org

تحقیق کے نتیجے میں اختلاف اور انکار کے درمیان فرق ۳۳۴
شاہ ولی اللہؒ اور ان کے عربی اسلوب کا امتیاز ۳۳۴
رعایتِ سجع وقافیہ کے سلسلے میں ایک دلچسپ لطیفہ ۳۳۵
مجلس (۴۲)
قصص وحکایات کی اہمیت اور ان کا فائدہ ۳۳۶
حضرت کی کتاب مختارات کی اہمیت عرب ادباء کی نظر میں ۳۳۶
برصغیر میں عربی زبان پر توجہ نہ کرنے کی وجہ ۳۳۷
انگریزی زبان سیکھنے کی ضرورت مولانا مونگیری کی نظر میں ۳۳۷
مستشرقین سے واقفیت، علامہ شبلی کی تحریک ندوہ میں شمولیت کی وجہ ۳۳۷
اللہ کے بھروسے پر کام شروع کرنے سے اللہ کی مدد ہوتی ہے ۳۳۸
مجلس (۴۳)
تقریر حمد وثنا سے شروع کرنی چاہیے ۳۳۹
یونانی فلسفہ اہل یونان کی میتھالوجی ہے ۳۳۹
علامہ سید سلیمان ندویؒ کی پختہ عربیت ۳۳۹
علامہ سید سلیمان ندویؒ کا پختہ علمی مزاج ومذاق ۳۴۰
عربی بولنے کے سلسلے میں مولانا مسعود علیؒ کا لطیفہ ۳۴۰
حضرت مولانا کے زمانہ تدریس کی طعام فیس اور موجودہ فیس سے تقابل اور استعجاب ۳۴۱
مجلس (۴۴)
حضرت مولانا کی سندِ حدیث ۳۴۳
علامہ تقی الدین ہلالیؒ کا "لاأدری" کہنا ۳۴۳
جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تصوف کی حقیقت پر حضرت مولانا کی تقریر ۳۴۴
حضرت مجدد الف ثانیؒ کی حمیت دینی اور اتباع شریعت ۳۴۴

www.abulhasanalinadwi.org

قومیتِ عربیہ کے خلاف تقریریں ۳۴۵
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی مکتوبات اور سفراء کا حسن انتخاب ۳۴۵

مجلس (۴۵)

حضرت مولانا کی صحیح بخاری سے دلچسپی اور نوویؒ، ابن حجرؒ اور خطابیؒ کی شروحِ
حدیث کی عظمت کا اعتراف ۳۴۸
چند اہم معاشرتی اور اصلاحی کتابوں کا ذکر ۳۴۸
امام بخاریؒ کی مثال نہیں ۳۴۹
مولانا گیلانیؒ کا علمی ودعوتی مقام اور ان کا عشقِ نبوی ۳۴۹
مولانا گیلانیؒ کی ظرافت ۳۵۰

مجلس (۴۶)

شاہ فیصل ایوارڈ کے سلسلے میں حضرت مولانا کا زاہدانہ رویہ ۳۵۲
حضرت کے والد صاحب کا زہد وایثار ۳۵۲
والد صاحب کی وفات کا حال اور ان کے بعض کمالات ۳۵۳

مجلس (۴۷)

نعمتِ الٰہی کا شکرادا کرنے اور نماز شکرانہ کی تاکید ۳۵۵
بعض اہل خیر کی سخاوت کا ذکر ۳۵۵
ہوٹل کے کرایوں پر اظہار تعجب اور صحابہ کے ایثار کا ذکر ۳۵۵
اللہ کے عربوں کو منتخب کرنے کے بعض اسباب ۳۵۶
عربوں میں اجتماعی منافقت نہیں ہوتی ۳۵۶
زمانۂ جاہلیت کے انتہائی ظلم کا ایک رومی واقعہ ۳۵۶
انگریزی کو پیسہ کمانے کا ذریعہ نہ بناؤ ۳۵۷

مجلس (۴۸)

یمن میں فوجیوں سے حضرت کا خطاب ۳۶۰

www.abulhasanalinadwi.org

مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہؒ ان کی اولاد اور سید صاحبؒ کا ملت پر احسان	۳۶۰
کہیں تو مثالی اسلامی معاشرہ ہو	۳۶۰
اسلامی اخلاق کے نمونے	۳۶۰
اسلامی اخلاق کا اثر	۳۶۲
یجعل لکم فرقانًا کا مطلب	۳۶۲
عرب ممالک میں کام کرنے کی ضرورت ہے	۳۶۲
مجلس (۴۹)	
''سیرت ٹیپو سلطان شہیدؒ'' بھٹکل کے لیے قابل فخر	۳۶۴
ٹیپوؒ کے خاندان کا حضرت مولانا کے خاندان سے ارادت کا تعلق	۳۶۴
حضرت مولانا کی ایک کرامت-ایک لطیفہ	۳۶۴
جنگِ آزادی کی ابتدا مسلمانوں نے کی	۳۶۵
شاہ علم اللہؒ کا مقام	۳۶۵
حضرت تھانویؒ کی احتیاط اور شہرت سے اجتناب	۳۶۵
مجلس (۵۰)	
حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا ورع	۳۶۷
حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا زہد	۳۶۷
حضرت ابوبکرؓ کا زہد وورع	۳۶۷
حضرت حسنؓ کی سخاوت	۳۶۸
شاہ علم اللہؒ کا رتبہ اور تکیہ کی مسجد کی خصوصیت	۳۶۹
بجلی گل ہونے پر استعجاب اور لوگوں کے حال پر شفقت	۳۷۰
مجلس (۵۱)	
غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تضرع اور اس فتح کی اہمیت	۳۷۱

Set No: 02 _ Majalise Hasna 2011

ایک خطرناک لطیفہ ۳۷۱

مجلس (۵۲)

حضرت کا کعبے کا دروازہ اپنے ہاتھ سے کھولنے کا اعزاز حاصل کرنا ۳۷۴
کعبے کی تاثیر اور دخول کعبہ کے وقت حضرت کی کیفیت ۳۷۵
حضرت کی تواضع ۳۷۵
شاہ سعودؒ کے پوتے سے ملاقات ۳۷۵

مجلس (۵۳)

حضرت یعقوب و یوسف علیہما السلام کا ذکر ۳۷۷
جیل میں یوسف علیہ السلام کی دعوت ۳۷۷
یوسف علیہ السلام کے درسِ توحید کا ایجاز و اعجاز ۳۷۸
یوسفؑ نے ساقی سے بادشاہ کے پاس اپنا تذکرہ کرنے کے لیے کیوں کہا؟ ۳۷۹
یوسفؑ کا جیل سے نکلنے میں جلدی نہ کرنا اور برأت ثابت کرنا ۳۷۹
یوسفؑ کا بھائیوں سے خطاب اور انجامِ تقویٰ کا بیان ۳۷۹
غیبی طور پر غذا پہنچنے کے بعض واقعات کا ذکر ۳۸۰
سید احمد شہیدؒ کے ساتھ غیبی مدد کا ایک عجیب واقعہ ۳۸۰

مجلس (۵۴)

حاجی عبدالواحد کا ذکر اور حضرت کا ان کو عربی پڑھانا ۳۸۳
مولانا احمد علیؒ کے درسِ تفسیر کا انداز اور حضرت کی محنت ۳۸۳
حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ اور حضرت مولانا کی ان کی خدمت میں حاضری ۳۸۴
دین پور کا عجیب دینی رنگ ۳۸۴
مولانا سید تاج محمود صاحب امروٹیؒ ۳۸۵

مجلس (۵۵)

ذکر کی حقیقت ۳۸۷

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولانا کے والد اور دادا کا موت کے وقت قلب جاری ہونا ۳۸۸
ندوۃ العلماء کے اکثر بانیان اور ابتدائی ارکان مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے بیعت تھے ۳۸۸
اپنی چند اہم سوانحی کتابوں کے پڑھنے کی تاکید ۳۸۹
مولانا عبدالحی حسنی کی براہ راست سید صاحب کے مرید سے ملاقات ۳۸۹
ہمارا مسلک وہی ہے جو شاہ ولی اللہ اور ان کی اولاد وخلفاء کا ہے ۳۸۹

مجلس (۵۶)

سورۂ کہف کا مضمون ۳۹۳
اصحاب کہف کا غار کہاں واقع ہے؟ ۳۹۳
موجودہ عیسائیت کا اصل بانی ۳۹۴
عربی زبان میں فضلائے ندوہ کی خدمات کا ذکر ۳۹۴
المیۂ فلسطین کے حقیقی اسباب ۳۹۵
جذبۂ جہاد کو فروزاں کرنے کے لیے سید احمد شہیدؒ کی کوشش ۳۹۵
جہاد والی حدیثوں کو اہتمام سے پڑھانے اور شوقِ شہادت پیدا کرنے کی ضرورت ۳۹۵

مجلس (۵۷)

مختلف مجددین و مصلحین کی نمایاں خصوصیات ۳۹۷
تاریخ دعوت وعزیمت لکھنے کی ضرورت اور شاہ عبدالقادر رائے پوری کا اس کے لیے اصرار ۳۹۷

مجلس (۵۸)

بھوپال اور بھوپال کی نوابیت کا ذکر ۴۰۰
نواب سلطان جہاں بیگم کی فیاضی اور سیرت النبی کے سلسلے میں ان کی امداد ۴۰۰
دعوت کے دو طریقے ۴۰۱
یمن میں حضرت کا فوجیوں سے خطاب ۴۰۱
مولانا عمران خان صاحب کا ذکر ۴۰۱

www.abulhasanalinadwi.org

دار العلوم ندوۃ العلماء میں حضرت کا درسِ حدیث ۴۰۲
دار العلوم ندوۃ العلماء پر تقسیم ملک کے اثرات اور موجودہ حالات سے موازنہ ۴۰۲
حکومت تک ایمان پہنچایا جائے ۴۰۲
سید احمد شہیدؒ کے امتیازی اوصاف ۴۰۳
انگریزی خطرے کا ادراک اور مہاراجہ گوالیار کے نام سید صاحبؒ کا خط ۴۰۳

مجلس (۵۹)

مولانا عبد الحی حسنی کا حدیث سے شغف اور تکیے پر درسِ حدیث کی خواہش ۴۰۵
مولانا سید ظاہر حسنی سے سید صاحب کا تعلق خاطر ۴۰۵
سید قطب الہدی حسنی کی لکھی ہوئی شاہ عبد العزیز کی تقریر ترمذی ۴۰۶
استغنا انبیاء کی میراث ہے ۴۰۶
استغنا کے بعض واقعات ۴۰۶
شاہ غلام علی دہلویؒ کا استغنا ۴۰۷
استغنا کی تاثیر ۴۰۷
حضرت کا وزیر اعلی بہوگنا جی کی ندوے کے لیے کی ہوئی پیش کش کو ٹھکرانا ۴۰۸
بہوگنا جی کا ذکرِ خیر ۴۰۸
مدرس اور مساجد کو حکومت کی امداد سے بالکل آزاد ہونا چاہیے ۴۰۸
عرب ممالک سے سوائے دعوت کے کسی قسم کا تعلق نہیں ہونا چاہیے ۴۰۹
مولانا احمد علی لاہوری کے درس کی بعض خصوصیات ۴۰۹
علامہ سید سلیمان ندوی کا مطالعۂ قرآن ۴۱۰

مجلس (۶۰)

تصوف کی اصل اور اس کے مقاصد اور اثرات ۴۱۲
کچھ لوگوں میں تصوف سے وحشت کے اسباب و وجوہ ۴۱۳

شیخ عبدالقادر جیلانی اور توحید ۴۱۴

مجلس (۶۱)

حضرت شیخ الحدیث کی شفقتوں کا ذکر ۴۱۶
اختلاط اور کثرتِ کلام کے نقصانات اور ان سے بچنے کی تاکید ۴۱۶
بزرگوں کے یہاں ہمارے حضرت کی محبوبیت کا ایک سبب ۴۱۷
بزرگوں کا فیض انتقال کے وقت بہت بڑھ جاتا ہے ۴۱۷
حضرت رائے پوریؒ کے امتیازی اوصاف ۴۱۷
تنقید میں بھی سخت زبان نہیں استعمال کرنا چاہیے-اس سلسلے میں حضرت کا ایک لطیفہ ۴۱۹
تعلیم یافتہ طبقے میں قادیانیت کے پھیلنے کی وجہ ۴۱۹
حضرت رائے پوریؒ کی حقیقت پسندی کی ایک مثال ۴۲۰
رائے پور کی خانقاہ میں ہمارے حضرت کے لیے اہتمام ۴۲۰
ماضی قریب کے بزرگوں کی یاد

مجلس (۶۲)

شکر کا مفہوم ۴۲۲
قرآن مجید کا ایک ایک لفظ معجزہ ہے-اس کی چند مثالیں ۴۲۲
شاہ عبدالقادر کے ترجمے کی بلاغت اور ترجمے کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے ان کا اہتمام ۴۲۳
ترجمۂ قرآن کے سلسلے میں شاہ ولی اللہ کا جرأت مندانہ اقدام اور ان کے صاحبزادگان کی کوششیں ۴۲۳
شاہ عبدالقادر کے ترجمے کی اشاعت ۴۲۳
جو عربی سمجھنے پر قادر ہو اس کو براہ راست قرآن سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے ۴۲۴
لفظ و زبان کے بارے میں احتیاط کی ضرورت ۴۲۴
نزھۃ الخواطر میں تعبیر کی خوبی ۴۲۵

www.abulhasanalinadwi.org

قرآن میں مخصوص قصص کا انتخاب اور اس کی وجہ ۴۲۵
حضرت ابراہیمؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نقطۂ اشتراک ۴۲۶
حضرت کے قصص النبیین کی تالیف کا محرک ۴۲۶

مجلس (۶۳)

روزے میں ایمان واحتساب کا مطلب ۴۲۹
بزرگوں کے یہاں تصحیح نیت کا اہتمام ۴۳۰
مسلمانوں کا مرض بدنیتی نہیں، بے نیتی ہے ۴۳۱
ہم تو روزہ رکھتے ہی اس لیے ہیں کہ روزہ کھولنے میں لطف آتا ہے ۴۳۱
مخلص اور غیر مخلص کا فرق ۴۳۲

مجلس (۶۴)

شاہ علم اللہؒ کا امتیازی وصف، کمال اتباعِ سنت ۴۳۳
شاہ علم اللہؒ کی دنیا سے بیزاری اور ارادۂ ہجرت ۴۳۳
حضرت خواجگی عریضیؒ اور ان کی تواضع ۴۳۴
ہمارے علماء اور ائمہ کو زہد کی زندگی اختیار کرنی چاہیے ۴۳۵

مجلس (۶۵)

حضرت رائے پوریؒ کے نزدیک ہمارے حضرت کا احترام ۴۳۶
حضرت رائے پوریؒ کی بے نفسی ۴۳۶
حضرت رائے پوریؒ کا مقام حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے نزدیک ۴۳۷
حضرت شیخ کی ہمارے حضرت پر شفقت ۴۳۷
حضرت شیخ کی ایک کرامت ۴۳۷
مولانا ابرار الحق صاحب اور مولانا قاری صدیق صاحب کا ذکرِ بلند ۴۳۸

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (٦٦)

رمضان میں حفاظ کا معاوضہ لینا بدعت ہے ۴۴۰
شاہ علم اللہ کے اخلاص کی برکت ۴۴۰

مجلس (٦٧)

مسلمان وطن پرست نہیں، وطن دوست ہوتا ہے ۴۴۱
حب الوطنی میں مسلمان سب سے آگے رہے ہیں ۴۴۱
روزے اور تقوے میں مناسبت ۴۴۱
غیر متعلق باتوں میں ذہن نہیں لگانا چاہیے ۴۴۲
سیرتِ نبوی کے واقعات میں غور کرنے کی ضرورت ہے ۴۴۲
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی کی ایک مثال ۴۴۳

مجلس (٦٨)

ہمارے حضرت کے ساتھ بزرگوں کی شفقتوں کے عجیب واقعات اوران کی نظر میں
حضرت کا مقام ۴۴۵
شاہ محمد یعقوب مجددی کے حکیمانہ ملفوظات ۴۴۶

مجلس (٦٩)

بچپن میں حضرت کا ایک کارنامہ ۴۴۸
بچپن میں حضرت مولانا کا کتابی ذوق ۴۴۸
بچپن کی پڑھی ہوئی چیزیں عین موقع پر یاد آجاتی ہے ۴۴۹
حضرت مولانا کے پردادا مولانا سید عبدالعلی کی پرہیزگاری ۴۴۹
''المرتضیٰ'' کی اہمیت شیخ الازہر کی نظر میں ۴۴۹
خلفاے ثلاثہ ساتھ حضرت علی کا سلوک ۴۴۹
خلفاے اربعہ کی ترتیب میں خدا کی حکمتیں ۴۵۰

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۷۰)

سیرتِ نبوی دعاؤں کے آئینے میں ۴۵۲
غیر مسلموں کو حضرت کی دعوت اور اس کے لیے والدہ کی دعا ۴۵۲
حضرت کی کتاب تزکیہ واحسان کی اہمیت اور تصوف کی حقیقت ۴۵۲

مجلس (۷۱)

''الفاروق'' کی اہمیت ۴۵۵
بچپن میں حضرت کی پڑھی ہوئی بعض ادبی کتابیں ۴۵۵
مولانا مسعود عالم اور مولانا ناظم صاحب کا ذکر ۴۵۵
اقبال اور اکبر پر حضرت کا عربی میں کام ۴۵۶
غزل گوئی میں جگر کا مقام ۴۵۶
حضرت کے بچپن میں مشاعروں کا رواج اور حضرت کا ان سے تعلق ۴۵۶
حضرت کا ایک اردو مسدس ۴۵۶

مجلس (۷۲)

ایک لطیف مزاح ۴۵۸
حضرات اکابر کی ندوے آمد اور حضرت رائے پوری کی آمد پر ذکر کا اہتمام ۴۵۸
مولانا عبدالحی کے دورِ نظامت کی بعض برکتیں ۴۵۸
ہمارے حضرت کا اضطراب وتضرع اور تواضع ۴۵۹

مجلس (۷۳)

مولانا منظور نعمانی کی بیماری اور حضرت کی بے چینی اور مولانا نعمانی کا انتقال ۴۶۰
مولانا نعمانی کی نمایاں خصوصیات کا ذکر اور ان کی قدر شناسی ۴۶۰
حضرت مولانا کا مولانا منظور صاحب اور مولانا مودودی کے ساتھ اشتراک ۴۶۱
سید احمد شہید پر حضرت کی کتاب اور اس کی مقبولیت ۴۶۲

www.abulhasanalinadwi.org

سید احمد شہیدؒ کی مقبولیت عند اللہ کا ایک ظاہری اثر ۴۶۲
مولانا منظور صاحب کے لیے فون پر ایصالِ ثواب کی تاکید ۴۶۲
مجلس (۷۴)
ضلع سہارنپور اور ضلع مظفر نگر میں سید احمد شہیدؒ کے اثرات ۴۶۴
حضرت خلیفہ غلام علیؒ کی عظمت و مقام اور ان کی بستی کا حال ۴۶۴
مجلس (۷۵)
استعمار و استشراق کا تعلق اور مستشرقین کی مکاری اور فریب کاری ۴۶۵
عالم اسلام میں حکمراں طبقے کو اسلام کی ابدیت پر یقین نہیں ۴۶۶
قرآن کریم نے یہود کو مغضوب علیھم کیوں کہا؟ ۴۶۶
قرآن مجید کی بعض لفظی خوبیاں ۴۶۷
مولانا دریابادیؒ اور ان کی تفسیر کا ذکر ۴۶۷
مجلس (۷۶)
مغربی تہذیب کے سلسلے میں حضرت مولانا کے اندر معتدل نقطۂ نظر پیدا ہونے
کے اسباب و عوامل ۴۶۹
مجلس (۷۷)
قادیانیت سے اصل خطرہ کس بات کا ہے؟ ۴۷۱
حج کی ایک مصلحت، امت کی وحدت کی حفاظت ۴۷۲
قادیانی کسی رعایت کے مستحق نہیں ۴۷۲
اہلِ سنت میں سے ہونا اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے ۴۷۲
موجودہ عیسائیت بالکل تحریف شدہ ہے ۴۷۳
سینٹ پال رومن امپائر کا ایجنٹ تھا ۴۷۳
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھانے کی حقیقت ۴۷۳

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۷۸)

شاہ اسماعیل شہیدؒ کی کتاب ''منصبِ امامت'' ۴۷۵

مفتی الٰہی بخشؒ کی کتاب ''ملہماتِ احمدیہ'' ۴۷۵

مجلس (۷۹)

سید احمد شہیدؒ سے متعلق حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے معلومات کی وسعت ۴۷۷

محسن کی احسان شناسی سے غیب سے فیصلے ہوتے ہیں ۴۷۷

استاد کے احترام کا ایک عجیب واقعہ ۴۷۸

بخاری شریف کی بے حرمتی کا وبال ۴۷۸

علی طنطاوی کی حضرت مولانا سے عقیدت ۴۷۸

مجلس (۸۰)

سید احمد شہیدؒ کا امتیازی وصف ۴۸۰

سید صاحب کی تربیت کا حیرت انگیز واقعہ ۴۸۰

مہر صاحب کی کتاب سید صاحب پر اور سید صاحب کا خواب میں جہاد کو نمایاں
کرنے کی ان کو تاکید کرنا ۴۸۱

چھٹی کے موقع پر طلبہ کو کچھ نصیحتیں ۴۸۲

''پاجا سراغ زندگی'' کی بڑے پیمانے پر اشاعت کی ضرورت ۴۸۲

بعض لوگوں کے دل کی جگہ پر بھی دماغ ہوتا ہے ۴۸۳

مجلس (۸۱)

صلیبی حملے کے پیچھے کوئی فکر، فلسفہ نہیں تھا ۴۸۴

سلطان صلاح الدین ایوبی کے اوصاف ۴۸۴

اس وقت کے علماء وصوفیہ کا کردار ۴۸۴

شیخ جمال الدین کا عجیب واقعہ اور تاتاریوں میں دعوتِ اسلام ۴۸۴

www.abulhasanalinadwi.org

موجودہ مغربی حملے کا مقصد ۴۸۵

عالم اسلام کے حکمراں طبقے کا حال اور وہاں کرنے کے کام ۴۸۵

عربوں کو سمجھانے کے لیے عربی پر عبور پیدا کرنا چاہیے ۴۸۶

مجلس (۸۲)

قادیانیت پر حضرت مولانا کی سنجیدہ کاوش ۴۸۸

اپنے ایمان کی ہر وقت فکر کرنی چاہیے ۴۸۹

مجلس (۸۳)

حق واضح ہونے کے باوجود قبول نہ کرنے کے موانع ۴۹۰

تزکیہ، انبیاء کا مشن ہے ۴۹۰

صحبتِ صالح سے محبوب ترین چیز کی قربانی آسانی ہوتی ہے۔ایک واقعہ ۴۹۰

تصوف، تزکیہ واحسان ہی کا نام ہے ۴۹۱

ایک مصنف کی ساری کتابیں ایک ساتھ شائع ہونے کا فائدہ اور نقصان ۴۹۱

ہماری حکومت کی بے حسی پر اظہار تأسف ۴۹۱

ہندوستان کے موجودہ حالات پر تشویش ۴۹۲

راجیو گاندھی کی تعریف ۴۹۲

مختلف سیاسی رہنماؤں سے ملاقات کا ذکر اور گاندھی جی کا احترام ۴۹۲

اندرا گاندھی کی رائے بریلی آمد اور ایک لطیفہ ۴۹۳

وزیر اعظم اندرا گاندھی سے ملنے میں حضرت کے گھر کی عورتوں کی عدم دلچسپی ۴۹۳

سیاست کاروں اور وزراء کا دامن داغ دار ہو چکا ہے ۴۹۳

مجلس (۸۴)

ایران کے اہل کمال ۴۹۵

فلسفۂ ادب کا ایک نکتہ اور کلیلہ ودمنہ کی اہمیت ۴۹۵

www.abulhasanalinadwi.org

درسِ نظامی پر ایران کے اثرات ۴۹۶
اکبری فتنہ اور ایران ۴۹۶
اکبر کے جانشینوں کی بتدریج دین داری ۴۹۶
ایران میں روحانیت نہیں ۴۹۷
اقبال کے کلام کی جان ان کے فارسی کلام میں ہے ۴۹۷
اقبال کا مقام اور ان کو ایران میں متعارف کرانے کی ضرورت ۴۹۷
اقبال، سید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود کو تعلیمی امور پر غور کرنے کی کے لیے
شاہِ افغانستان کی طرف سے دعوت ۴۹۸
شاعری کی تاریخ میں اقبال کی مثال نہیں ۴۹۸
اقبال کا عالم عربی میں تعارف ۴۹۹
روائع اقبال اور اس کی اہمیت ۴۹۹

مجلس (۸۵)

دینی حمیت پیدا کرنے اور معاشرے کی اصلاحی کے لیے اجتماعی کوششوں کی ضرورت ۵۰۳
تمام مجددین نے اصلاح معاشرہ کی کوشش اور اپنے زمانے کے فتنوں کا مقابلہ ۵۰۳
مجددین کا کام ختم نبوت کی ایک دلیل ہے ۵۰۴
خدا کا عذاب اچانک آتا ہے ۵۰۵
معاشرتی برائیاں عذاب الٰہی کو دعوت دیتی ہیں ۵۰۵
ظاہری دین داری کے باوجود معاشرے کے رسوم کی اصلاح پر توجہ نہیں دی جاتی ۵۰۵
زوالِ اندلس کا ایک بڑا سبب ۵۰۶
حضرت مولانا کا سفرِ اندلس اور اندلس میں روحانیت کا ذکر ۵۰۶
گائیڈ کا طرز عمل اور ہندستان سے اس کا موازنہ ۵۰۶
موجودہ اندلس میں حضرت نے سب سے پہلا جمعہ قائم کیا ۵۰۷

www.abulhasanalinadwi.org

اندلس کے حالات کے پیش نظر ایک شعر میں لطیف ترمیم ۵۰۷

اندلس میں دعوتی کام کی شدید ضرورت ہے ۵۰۸

ندوۃ العلماء میں سید صاحب کی مجالس کا ذکر ۵۰۸

مجلس (۸۶)

ہندوستانی مسلمانوں میں جذباتیت کا سبب ۵۱۱

ہندوستانی مسلمانوں میں انگریزوں سے نفرت کی وجہ ۵۱۱

اعتدال کیوں مشکل ہے؟ ۵۱۱

اللہ کو اپنی مخلوق پر کتنا پیار ہے ۵۱۲

جذباتیت سے استدلال کمزور پڑ جاتا ہے ۵۱۲

حضرت علیؓ کا خلفائے ثلاثہ کے ساتھ مخلصانہ برتاؤ ۵۱۲

خلفائے اربعہ پر چار اہم کتابیں ۵۱۴

ردِ شیعیت میں بہترین کتابیں ۵۱۴

صحابہ کرام کے بارے میں شیعوں کے عقیدے کی بے حقیقتی ۵۱۴

شیعوں کے اس عقیدے کی سنگینی ۵۱۵

شیعیت یہودیوں کی سازش ہے ۵۱۵

مجلس (۸۷)

حضرت مولانا کی اپنی محبوب کتابیں ۵۱۷

مسلمانوں کی ترقی سے دنیا کی ترقی ہے ۵۱۷

گوتم بدھ کا مقصد اور بدھ ازم کی موجودہ حالت ۵۱۸

عیسائیت میں بت پرستی کیسے آئی؟ ۵۱۸

تنہا اسلام ہی توحید و مساوات کا مذہب ہے اسلام میں شاہ و گدا کا کوئی فرق نہیں،
مثالوں کی روشنی میں ۵۱۸

www.abulhasanalinadwi.org

شیخ عزالدین بن عبدالسلام کی حق گوئی و بے باکی	۵۱۹
شیخ قطب الدین منور کی جرأت ایمانی	۵۲۰
حضرت ابوبکرؓ ہی خلافت کے سب سے زیادہ حق دار تھے	۵۲۰
شیعوں کی ضد	۵۲۱

مجلس (۸۸)

شیعوں کی ہنگامہ آرائی پر حضرت کی فکر اور بے چینی	۵۲۵
شیّبتنی ھود کا مطلب	۵۲۵
حضرت رائے پوریؒ کی دل سوزی اور دردمندی	۵۲۶
ایک بزرگ کا قول: قرآن کے عجائبات نے میری نیند اڑادی	۵۲۶

مجلس (۸۹)

انگریزی دور میں ریل کا نظام اور کرایہ	۵۲۷
اُس دور کی ارزانی اور آج کی گرانی	۵۲۷
انگریزی دور میں ریل کے چار کلاس اور ان کا حال	۵۲۸
حضرت تھانویؒ کے مواعظ اور ملفوظات پڑھنے کی تاکید	۵۲۸

مجلس (۹۰)

"الصراع" کی تالیف کا محرک اور مشرق و مغرب کے مزاج کا فرق	۵۲۹
اِس وقت کے دو چیلنج	۵۲۹
"الصراع" کی اہمیت	۵۳۰
انسان کو ترقی کے باوجود آدمی کی طرح چلنا نہیں آیا	۵۳۰
"الصراع" اور "ماذا خسر" میں مغربیت سے مقابلے کا پورا مواد ہے	۵۳۰
اکبر اور اقبال مغربیت کے سب سے بڑے باغی	۵۳۱

مجلس (۹۱)

حضرت شیخ الحدیث سے تعلق کی ابتدا اور ان کی شفقت	۵۳۲

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت پر ماں کی سی شفقت کرنے والے بزرگ ۵۳۳
بزرگوں سے سب سے زیادہ قریب کرنے والی کون سی چیز ہے ۵۳۴
بزرگوں سے استفادے کی شرط اور محرومی کا سبب ۵۳۴
کس چیز سے روحانی ترقی سب سے زیادہ ہوتی ہے ۵۳۴
مجلس (۹۲)
قرآن کی بلاغت کی ایک مثال ۵۳۵
قرآن کی بلاغت کو سمجھنے کے لیے تین چیزوں کی ضرورت ہے ۵۳۵
وماربك بظلام للعبيد کی بلاغت ۵۳۶
شاہ عبدالقادر کے ترجمے میں بلاغت قرآنی کا لحاظ ۵۳۶
قرآن کی صوتی کیفیات ۵۳۷
مجلس (۹۳)
مغربیت کو سمجھنے کے لیے بعض اہم کتابیں ۵۳۸
مغربیت سے مرعوب نہ ہونے میں ماحول کا اثر ۵۳۸
عیسائیت اور یہودیت محرف مذاہب ہیں ۵۳۹
''تاریخ دعوت وعزیمت'' کی تالیف کا محرک، کتاب کی اہمیت اور مریم جمیلہ کا اس سے تأثر ۵۳۹
مجلس (۹۴)
حضرت کو جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کی فکر ۵۴۳
افریقی ممالک اور اسپین میں فقہ مالکی کی مقبولیت کی انتہا ۵۴۳
حضرت کے سفر اندلس کی یادداشت اور کچھ تجاویز ۵۴۴
عدنانیوں اور قحطانیوں کا اختلاف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی طرف ہجرت کی ایک مصلحت ۵۴۴
اللہ کے غصے کو بھڑکانے والے کسی بھی قول وفعل سے ڈرتے رہنے کی ضرورت ۵۴۵

www.abulhasanalinadwi.org

اسپین کی فضا میں روحانیت اور اذان اور تلاوتِ قرآن کی آوازیں ۵۴۵
''استقرا'' کا اصول اندلس کی دین ہے ۵۴۵
اندلس میں دعوتی کام اور اشاعت اسلام کی ضرورت ۵۴۵
ہندوستان کو اندلس بنانے کا پلان ۵۴۶
ممبئ اور ممبئ کے اہلِ تعلق اور میزبانوں کا ذکر ۵۴۶

مجلس (۹۵)

عمان کے کچھ نوجوان اور حضرت کا ان سے خطاب ۵۵۰
ایک لطیفہ ۵۵۰

مجلس (۹۶)

ڈاکٹر ذاکر حسین اور پروفیسر رشید احمد صدیقی کا ''تذکرہ فضل رحمٰن'' سے تأثر ۵۵۲
ڈاکٹر ذاکر حسین کی شرافتِ نفس اور دین داری ۵۵۲
جامعہ ملیہ کی جبلی کے موقع پر مذہب وتمدن پر حضرت کا مقالہ ۵۵۲
مولانا شروانی کی حضرت سے محبت وتعلق ۵۵۳

مجلس (۹۷)

چند خدا ترس اور مجاہد سلاطین کا ذکر اور ان کے ایصالِ ثواب کے لیے حضرت کا اہتمام ۵۵۵
رابطۂ عالم اسلامی میں ایک اہم تقریر ۵۵۵
کبھی اللہ ناقابل تصور غیر معمولی کام لیتا ہے ۵۵۶
ملک عبداللہ شاہ اردن سے ملاقات ۵۵۶
شاہ فیصل کی ذہانت کا ایک لطیفہ ۵۵۷
جنرل ضیاء الحق کی دین داری اور حضرت مولانا سے انس وعقیدت ۵۵۷
اسرائیل کے سامنے جھک کر عربوں نے بہت بڑی غلطی کی ۵۵۸

مجلس (۹۸)

حضرت کے بچپن کا حال ۵۶۱

www.abulhasanalinadwi.org

حاجی ارشد صاحب کا دعوتی درد و جذبہ ۵۶۱
کاروانِ مدینہ کی تاثیر اور اہمیت ۵۶۱
نیویارک کے ندوہ ہاؤس کا ذکر ۵۶۲
کہیں جانے پر گھروں میں ٹھہرنے کا دعوتی فائدہ ۵۶۲
زبان سماعی ہے قیاس سے نہیں چلتی ۵۶۲

مجلس (۹۹)

ٹونک، مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی اور ٹونک کا محلّہ ''قافلہ'' ۵۶۴
مولانا محمود حسن خاں ٹونکی کا کارنامہ اور اس کے ضائع ہونے پر افسوس ۵۶۴
بچپن میں حضرت کے کھیل اور شکار ۵۶۴
حضرت کی کار ڈرائیونگ کا ایک لطیفہ ۵۶۵
مولانا عبدالحی حسنی کا ذوقِ حدیث اور ان کی کتاب تہذیب الاخلاق پر جامعہ
ازہر میں ڈاکٹریٹ ۵۶۵

مجلس (۱۰۰)

حضرت نظام الدین اولیاء کے حسنِ اخلاق کا ایک عجیب واقعہ ۵۶۷
صوفیائے کرام کے اخلاق اور عزیمت ۵۶۷
اشرافِ نفس سے بچنے کا ایک حیرت انگیز واقعہ ۵۶۸
بزرگوں سے سیکھنے کی باتیں ۵۶۸
وزیر اعلیٰ بہوگنا جی کا ندوہ کے لیے سالانہ امداد کا اعلان اور اس کو ٹالنے کے لیے
حضرت کی حسن تدبیر ۵۶۸
علم کو پیسہ کمانے کا ذریعہ بنانا علم کی تحقیر ہے ۵۶۹
مدارس اور مساجد کا حکومت سے امداد لینے کا انجام ۵۶۹

Set No. 05 – Majalise Hasna 2011

مجلس (۱۰۱)

بسا اوقات چھوٹے چھوٹے واقعات مستقبل کا فیصلہ کردیتے ہیں ۵۷۱

مجلس (۱۰۲)

آخری نبی کے لیے اللہ نے عربوں کا انتخاب کیوں کیا؟ ۵۷۲
اللّٰه أعلم حيث يجعل رسالته کا مطلب ۵۷۲
شامی سفیر کی عالی ظرفی اور خوش خلقی ۵۷۲
ہندوستانی اور عربی مزاج کا فرق ۵۷۳
جزیرۃ العرب میں یہود ونصاریٰ کی تعداد بڑھنے پر تشویش ۵۷۳

مجلس (۱۰۳)

مولانا احمد علی لاہوریؒ اور خواجہ عبدالحی فاروقی کا اندازِ تفسیر ۵۷۵
مولانا لاہوری کی بعض اصلاحی کوششیں ۵۷۵
مولانا لاہوری کا حضرت مولانا سے تعلق ۵۷۵

مجلس (۱۰۴)

شاہ ولی اللہ کی شخصیت اور ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کا اسلوب ۵۷۷

مجلس (۱۰۵)

''سیرت سید احمد شہید'' کی تصنیف کا محرک اور پس منظر ۵۷۹
زندگی کے لیے دینی تحریک کی ضرورت، تبلیغی واخوانی تحریک کی تاثیر وافادیت ۵۷۹
طالب علمی کے دور میں تحریک سے وابستہ ہونا چاہیے یا شخصیت سے ۵۷۹

مجلس (۱۰۶)

سلف صالحین اور بزرگوں سے حسن ظن کس طرح پیدا کیا جائے؟ ۵۸۱
شروع شروع میں نقد وجرح کی کتابوں سے احتیاط کرنی چاہیے ۵۸۱

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت سید ضیاء النبی صاحبؒ کا روحانی مقام اور قوتِ نسبت ۵۸۲
حضرت مولانا کو اپنے زمانے کے کبار اہل اللہ کی صحبت نصیب ہونا ۵۸۲
سلف سے حسن ظن اور موجودہ بزرگوں کی خوشنودی سے انابت کی توفیق اور برکت ہوتی ہے ۵۸۳
بزرگوں کی بے احترامی اور گستاخی کا وبال ۵۸۳

مجلس (۱۰۷)

تصوف کی حقیقت اور صوفیہ کا کردار ۵۸۶
ہندوستان میں صوفیہ کی کثرت کی وجہ ۵۸۷
کچھ لوگ بزرگوں کی عبارتوں میں خرد برد کر کے تکفیر و تضلیل کرتے ہیں ۵۸۷

مجلس (۱۰۸)

قاری صدیق احمد صاحب کا انتقال اور حضرت مولانا کا تاثر ۵۸۹
غالب، مومن، ذوق اور مرزا مظہر جانِ جاناں کا ذکر ۵۹۰
حضرت کی بچپن میں پڑھی ہوئی کچھ ادبی کتابیں ۵۹۱
مطالعے کی وسعت اور تنوع کا فائدہ ۵۹۱
ہر موضوع کا خاص اسلوب ہوتا ہے ۵۹۱
مولانا فتح محمد کے ترجمۂ قرآن کا ذکر ۵۹۱
زبان کی گرفت میں ماہر القادری اور مولانا دریابادی کا امتیاز ۵۹۲
ماہر القادری کی قابل رشک موت ۵۹۲
ماہر القادری کی نعت کی مسیحائی ۵۹۲
ماہر القادری کا حضرت مولانا سے تعلق ۵۹۳
جگر کے حضرت سے تعلقات اور ان کی دین پسندی ۵۹۳
مولانا مفتی محمد شفیع اور مولانا محمد تقی عثمانی کا ذکر ۵۹۳
مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور ان کی کتاب اظہار الحق ۵۹۴

www.abulhasanalinadwi.org

شیخ عبداللہ بن ابراہیم انصاری اور دوحہ میں منعقد سیرت کا تاریخی سمینار ۵۹۴

مجلس (۱۰۹)

دعوت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے دل ودماغ ہی پر نہیں بلکہ اعصاب پر چھائی ہوئی تھی ۵۹۹

احتساب کی اہمیت اور حضرت مولانا الیاس صاحب کے یہاں اس کا اہتمام ۶۰۰

احتساب کے سلسلے میں سید احمد شہیدؒ کی مثال ۶۰۱

ماذا خسر العالم نے ہمارے لیے وزیٹنگ کارڈ کا کام کیا ۶۰۱

دعوتی اور اصلاحی کام کے لیے پہلے سے کسی اعتماد کے ہونے کی اہمیت ۶۰۱

مجلس (۱۱۰)

تعریفی الفاظ اور حلیہ بیان کرنے کی دقت اور مولانا عبدالحی حسنی کا اس میں کمال ۶۰۳

زبان کے معاملے میں عربوں کی حس اور علامہ تقی الدین ہلالی کا ایک واقعہ ۶۰۳

حضرت ابراہیمؑ کے قول إنی سقیم کی بلاغت ۶۰۳

حضرت کے نزدیک محسنین کی نسبت کا احترام ۶۰۴

مجلس (۱۱۱)

موضوع کے لحاظ سے حضرت کے مطالعے کی تربیت بچپن اور جوانی میں ۶۰۵

مکتوباتِ امام ربانی اور مکتوبات شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کی اہمیت ۶۰۵

مصنف کے نظریات وخیالات اور اس کی نیت کا بھی قاری پر اثر پڑتا ہے ۶۰۵

مجلس (۱۱۲)

ادب واحترام کے بغیر محض ذہانت کبھی گمراہی کا باعث ہوتی ہے ۶۰۶

مجلس (۱۱۳)

خارجی بگاڑ داخلی بگاڑ کا سبب ہوتا ہے ۶۰۷

امام حسن البنا کی جامع شخصیت نے ہر طرح کے لوگوں کو جوڑا ۶۰۷

www.abulhasanalinadwi.org

زمانہ ہمیشہ کمال کے آگے جھک جاتا ہے ۶۰۸

کمال کے ساتھ زہد واستغنا اور ایثار کی ضرورت ۶۰۸

توکل پر غیب کے دروازے کھل جاتے ہیں ۶۰۹

اس سلسلے میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا واقعہ ۶۰۹

غیب سے روزی پہنچنے کے بعض واقعات ۶۱۰

گورنمنٹ آف انڈیا کا دارالعلوم ندوۃ العلماء کو ماڈل عربی کالج بنانے کی پیشکش اور ذمہ دارانِ ندوہ کا جواب ۶۱۰

استغنا وایثار کے سلسلے میں ذمہ دارانِ ندوہ کے بعض اوقات ۶۱۲

زہد وایثار کا اثر بہر حال پڑتا ہے ۶۱۲

طلبہ کو زہد وایثار کی خاص تاکید ۶۱۲

مجلس (۱۱۴)

صحبت، تعلیم سے زیادہ ضروری ہے ۶۱۴

اقبال، مولانا روم کی کس چیز سے متاثر تھے؟ ۶۱۴

شیخ خلیل عرب کے استادانہ کمال اور ان سے استفادے کا ذکر ۶۱۵

مجلس (۱۱۵)

مدارس اور مساجد کو گورنمنٹ کی امداد سے بالکل آزاد ہونا چاہیے ۶۱۶

مولانا محمد علی جوہر کا ذکر ۶۱۶

تحریکِ آزادی کا ہندوستانی فضا میں اثر اور انگریزوں سے جذباتی نفرت ۶۱۷

مجلس (۱۱۶)

امام حسن البنا شہیدؒ سے حضرت کا تاثر اور مصر میں ان کی تحریک کے اثرات ۶۱۸

حسن البنا شہید کی ڈائری اور اس پر حضرت کا مقدمہ ۶۱۸

حسن البنا شہیدؒ کی جامع شخصیت اور ان کے روحانی کمالات کا ذکر ۶۱۹

www.abulhasanalinadwi.org

آدمی جو کچھ بنتا ہے محض توفیق الٰہی سے بنتا ہے ۶۱۹
انقلاب کے لیے ذہنی وسعت، قوتِ ارادی اور بلند ہمتی کی ضرورت ۶۱۹
دعوت کی کامیابی کے لیے اہل علم کو متاثر کرنے کی ضرورت ۶۱۹
مجلس (۱۱۷)
بزرگوں کی اولاد میں بدعات کیوں فروغ پاتی ہیں؟ ۶۲۱
جب تک شرکِ صریح نہ ہو بدعتی امام کے پیچھے نماز ادا کی جا سکتی ہے ۶۲۱
مجلس (۱۱۸)
اعتراف اور قدردانی میں عربوں کی وسعت ظرفی اور ہندوستان والوں کی تنگ دلی ۶۲۲
علمائے ندوہ کی کشادہ ذہنی ۶۲۳
مجلس (۱۱۹)
ادب اور لٹریچر کی تاثیر سب سے بڑھی ہوئی ہے ۶۲۴
مجلس (۱۲۰)
سید احمد شہیدؒ کا توکل اور دعا کی قبولیت ۶۲۵
مہمانوں کے سلسلے میں حضرت کی فکر ۶۲۶
بزرگوں کو ایصالِ ثواب کرنے سے برکت ہوتی ہے ۶۲۶
سید صاحب کے سرحد کو مرکزِ جہاد کے طور پر منتخب کرنے کے بعض اسباب ۶۲۶
مجلس (۱۲۱)
سب سے ممتاز کرنے والی سید صاحب کی صفات ۶۲۸
مجلس (۱۲۲)
بزرگوں سے استفادے کی شاہ کلید ۶۲۹
اکابر و مشائخ کا آپس میں ایک دوسرے کا احترام کرنا ۶۲۹
حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کا آخری وقت میں حضرت رائے پوری کی مجلس میں حاضری کی تاکید کرنا ۶۲۹

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۲۳)

ایک بزرگ سے بیعت کا تعلق ہو تو کیا دوسرے بزرگ سے بیعت کی جا سکتی ہے؟ ۶۳۱

حضرت تھانوی اور مولانا احمد علی لاہوری کے مابین علمی وسیاسی اختلاف ۶۳۱

مجلس (۱۲۴)

سورۂ یوسف کو احسن القصص کیوں کہا گیا ہے؟ ۶۳۲

مجلس (۱۲۵)

موجودہ دور کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے فضلاے مدارس کو کس طرح تیاری کرنی چاہیے ۶۳۳

مجلس (۱۲۶)

آیت فإذا جاء وعد الآخرة جئنا بكم لفيفاً کا مطلب اور آیت کا اعجاز ۶۳۴

یہودیوں کی بنیاد ''رسالہ'' پر نہیں ''سلالہ'' پر ہے ۶۳۴

مجلس (۱۲۷)

ندوے نے تبلیغی دعوت کو سب سے پہلے قبول کیا ۶۳۵

مجلس (۱۲۸)

تصوف میں ہر شخص کے حالات کے مطابق مجاہدہ کرایا جاتا ہے ۶۳۶

نماز میں کس قسم کے خیالات کے آنے سے آدمی معذور ہے ۶۳۶

علامہ سید سلیمان ندوی کا اخلاص اور حضرت تھانوی کی قدر افزائی ۶۳۷

سید سلیمان ندوی کی عربی میں مہارت ۶۳۷

سید صاحب کا انتہائی علمی ذوق ۶۳۸

حقیقی علمی ذوق کسے کہتے ہیں؟ ۶۳۸

مجلس (۱۲۹)

حضرت کی والدہ کا اندازِ تربیت اور ان کا پختہ دینی مزاج ۶۳۹

شیخ سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ ۶۳۹
حضرت رائے پوری کے نزدیک ''تاریخ دعوت وعزیمت'' کی اہمیت ۶۳۹
تاتاری حملے کی خطرناکی اور اس کے حقیقی اسباب ۶۴۰
تاتاری قوم کا مسلمان ہونا اسلام کا کھلا معجزہ ہے ۶۴۱
تاتاریوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے میں علماء وصوفیہ کی دانش مندی ۶۴۲
مجلس (۱۳۰)
دعوت کے لیے استغنا کی ضرورت اور موجودہ طلبۂ مدارس کی صورت حال پر تشویش ۶۴۴
مجلس (۱۳۱)
حضرت مولانا کی تحریروں اور کتابوں کا مرکزی موضوع ۶۴۵
مجلس (۱۳۲)
صلحائے زمانہ سے تعلق کے بغیر کسی مدرسے ادارے اور تحریک میں برکت نہیں رہتی ۶۴۶
حضرت رائے پوریؒ کا اندازِ تربیت ۶۴۶
مجلس (۱۳۳)
بہوگنا جی کے لڑکے کی حضرت سے ملاقات اور حضرت کا ان کے والد کے احسان کو یاد کرنا ۶۴۸
حضرت کی ''وندے ماترم'' رکوانے کے لیے اپنی طاقت استعمال کرنے کی ان سے درخواست ۶۴۸
''قلب سلیم'' کا مطلب ۶۴۹
دل کے امراض کا علاج کیسے ہوتا ہے؟ ۶۴۹
استغنا کو اپنانے اور باطل تحریکات سے باخبر رہنے کی نصیحت ۶۴۹
مجلس (۱۳۴)
ایک گستاخانہ بات تقدیر بدل سکتی ہے ۶۵۱
مجلس (۱۳۵)
معتکفین کو نصیحت ۶۵۲

www.abulhasanalinadwi.org

بزرگوں کے لیے ایصالِ ثواب روحانی ترقی کا سبب ہوتا ہے	۶۵۲
اعتکاف دو طرح کا ہوتا ہے: جسمانی اور ذہنی	۶۵۳
لایعنی باتوں سے قلب پر سب سے زیادہ اثر پڑتا ہے	۶۵۳
قرآن پڑھتے وقت اللہ اور اس کے کلام کی عظمت کا تصور ہونا چاہیے	۶۵۴
استقامت کا مفہوم	۶۵۴

مجلس (۱۳۶)

بیعت کرنے والوں کو کن چیزوں کی پابندی کرنی چاہیے؟	۶۵۵
بیعت کرنے والوں کو کن کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے؟	۶۵۵
ایرانی سپہ سالار کے سامنے حضرت ربعی بن عامر کی تقریر اور اس کی معنویت	۶۵۶
اتحاد پر قرآن کا زور آیت "إلا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد كبير" کی روشنی میں	۶۵۷
قیمت اور قامت	۶۵۸

مجلس (۱۳۷)

عوام قرآن سے کس طرح استفادہ کر سکتے ہیں؟	۶۶۰
عربی جاننے والے قرآن سے کیسے استفادہ کریں؟	۶۶۰
" ثم إنكم بعد ذلك لميتون" موت کو اتنی تاکید سے بیان کرنے کی کیا وجہ ہے؟	۶۶۱

مجلس (۱۳۸)

ذکر کا اثر زیادہ ہوتا ہے یا صحبت کا	۶۶۲
تکیہ رائے بریلی کی خصوصیت، چار چیزوں کا اجتماع	۶۶۲
شاہ علم اللہ کی شاہ عبدالشکور مجذوب سے ملاقات اور ان کو نماز کی تاکید	۶۶۲
بریلیوں کے تبلیغی جماعت والوں پر مظالم	۶۶۳

مجلس (۱۳۹)

عراق کے دیہاتوں کی بے دینی اور عراقی مسلمانوں کی بے چینی	۶۶۴

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۴۰)

مولانا سید محمد امین نصیر آبادی کا ذکر ۶۶۶

مدینہ منورہ میں ایک عرب کا ندوہ سے متعلق عجیب خواب ۶۶۶

حضرت تھانوی کا روحانی مقام اوران کا اخلاص ۶۶۷

لکھنؤ میں حضرت تھانوی کی مجالس میں ڈاکٹر عبدالعلی کی شرکت اوران کے گھر حضرت کی تشریف آوری ۶۶۷

تقویۃ الایمان اور بریلوی حضرات ۶۶۷

بزرگوں کے مزارات سے روحانی ترقی ۶۶۸

مجلس (۱۴۱)

مولانا مسعود عالم ندویؒ اور جماعت اسلامی ۶۷۰

مجلس (۱۴۲)

مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ کا ذکر ۶۷۱

بزرگوں کے حالات وواقعات کی تاثیر ۶۷۱

مجلس (۱۴۳)

مدینہ منورہ میں حضرت حسنؓ کے مکان میں حضرت مولانا کا رات گزارنا ۶۷۲

عجمی شعراء میں عشق نبوی کی وجہ اوراس سلسلے میں شہیدی کا عجیب واقعہ ۶۷۲

جزیرۃ العرب کے درختوں پر نظر پڑنے پر سید احمد شہید کا شکرانے کی نماز ادا کرنا ۶۷۲

علامہ اقبال کا حرمین کا تخیلاتی سفر ۶۷۳

خدااور رسول کی محبت ساری چیزوں کی جڑ اور بنیاد ہے ۶۷۳

اختر شیرانی کے عشق نبوی کی مثال ۶۷۳

دینی غیرت وحمیت کی خدا کے یہاں بڑی قدر ہے ۶۷۴

مجلس (۱۴۴)

غیر مسلموں کو اسلام سے متاثر کرنے کے لیے داعیوں کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟ ۶۷۶
یورپین ممالک میں تعلیم حاصل کرنے والے مسلم نوجوانوں کو اپنی زندگی میں امتیاز پیدا کرنا چاہیے؟ ۶۷۶
صحابہ کی امتیازی شان اور دشمنوں کا اعتراف ۶۷۷
تصوف کی حقیقت اور اس سے بدکنے والوں پر حیرت ۶۷۷

مجلس (۱۴۵)

وسائل کی کثرت سے محنت، توجہ اور اہتمام میں کمی آتی ہے ۶۷۹

مجلس (۱۴۶)

شیخ اور استاد سے کس طرح استفادہ کیا جائے ۶۸۰

مجلس (۱۴۷)

حلب میں حضرت کا استقبال اور ایک بزرگ کو حضرت کی تقریر میں شرکت کا اشارۂ غیبی ۶۸۱
ایک ادیب کو پڑھنا چاہیے یا مختلف ادباء کو؟ ۶۸۱

مجلس (۱۴۸)

غیر مسلموں میں دعوت ۶۸۳
ہندوستان کو چلانے کے تین دائمی اصول ۶۸۳

مجلس (۱۴۹)

مستشرقین سامراجیوں کے آلۂ کار تھے ۶۸۴

مجلس (۱۵۰)

حضرت کے پسندیدہ شعراء ۶۸۵
اکبر مغربی تہذیب کے سب سے بڑے نقاد ۶۸۵
حضرت مولانا کا اکبر کو عالم عرب میں متعارف کرانا ۶۸۵

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۵۱)

ایک فن کی متعدد کتابیں پڑھنی چاہیے مگر متحد الخیال لوگوں کی ۶۸۷

مجلس (۱۵۲)

عربوں کو دعوت دینا سب سے بڑھ کر فخر اور شکر کی بات ۶۸۸

دعوتی مصروفیت مطالعے کی کمی کا باعث نہیں ہونی چاہیے ۶۸۸

مجلس (۱۵۳)

طلبہ کو حدیث سے اشتغال رکھنا چاہیے ۶۸۹

مجلس (۱۵۴)

مسلمانوں میں دین کا مخالف ہو تو کفار سے بدتر ہوتا ہے ۶۹۰

مجلس (۱۵۵)

سید احمد شہیدؒ کے حالات و واقعات کی تاثیر ۶۹۱

سب سے زیادہ توجہ کے مستحق قرآن و حدیث اور سیرت نبوی ہے ۶۹۱

اطاعت و انقیاد کی اہمیت ریاضات و مجاہدات سے بڑھ کر ہے ۶۹۱

مجلس (۱۵۶)

بھٹکل کے لیے دعا ۶۹۲

ہر ایک کا جاہ الگ ہوتا ہے اور حبِّ جاہ سب سے اخیر میں نکلتا ہے ۶۹۲

مجلس (۱۵۷)

تاریخ کا مطالعہ کس طرح کرنا چاہیے؟ ۶۹۳

ہر واقعے کا ایک درجہ اور توازن ہوتا ہے ۶۹۳

ربیعہ کے لوگوں کے انکار زکوۃ کی ایک وجہ قبائلی تعصب ۶۹۳

عربوں کی قبائلی تقسیم اور خاندانی تعصب ۶۹۴

اندلس کے زوال کا ایک اہم سبب دعوت سے غفلت ہے ۶۹۴

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۵۸)

شاہ عبدالقادرؒ کے ترجمۂ قرآن کا اعجاز ۶۹۵

قرآن کا ہر لفظ معجزہ ہے ربّنا و لا تحمّلنا ما لا طاقة لنا به کی مثال ۶۹۵

ہمارے سارے مدارس مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ کے مسلک پر قائم ہیں ۶۹۵

قرآن سے تعلق پیدا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ ۶۹۶

شانِ نزول کے سلسلے میں شاہ صاحب کا موقف اور اس کی حقیقت ۶۹۶

نسخِ قرآن کے سلسلے میں شاہ صاحب کا مسلک اور اس کی معنویت ۶۹۶

اردن کے تازہ سفر کے تاثرات ۶۹۶

مجلس (۱۵۹)

عرب ممالک میں دینی حمیت و غیرت کی کمی کی کیا وجہ ہے؟ ۶۹۸

مجلس (۱۶۰)

کوئی پڑھی ہوئی چیز بیکار نہیں ہوتی ۶۹۹

احمد امین اور علامہ شبلی کا سنجیدہ علمی ادبی اسلوب ۶۹۹

مجلس (۱۶۱)

ختمِ نبوت کا انعام اور چار طرح کا اتحاد ۷۰۱

قادیانیت کی حقیقت - انگریزوں کا خود کاشتہ پودہ ۷۰۱

قادیانیت کے بارے میں گورنر جنرل کا سرسید کو انتباہ (ایک انکشاف) ۷۰۲

فہرستِ مراجع ۷۰۳

انڈکس (اشاریہ) ۷۳۲

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہم العالی

ناظم ندوۃ العلماء وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علیٰ سید الأنبیاء والمرسلین،خاتم النبیین وعلیٰ اٰلہ وصحبہ أجمعین،ومن تبعھم بإحسان إلیٰ یوم الدین،أمابعد:

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس جو علمی، دینی ودعوتی باتوں پر مشتمل ہوتی تھیں،ان کے قابلِ استفادہ مضامین دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نوجوان استاد نے بڑی توجہ اور صحیح ترین انداز سے جمع کیے ہیں،اور مجالس حسنہ کے نام سے قارئین کے سامنے لا رہے ہیں، یہ ایک اچھی پیش کش ہے، اس طرح کی پیش کش سے انسان کے صلاح وفلاح کی باتیں سامنے آتی ہیں۔

انسان کے نام کے متعلق ایک خیال تو یہ ہے کہ یہ لفظ انس یعنی انسیت سے بنا ہے،اور ایک خیال یہ ہے کہ نسیان یعنی بھول سے بنا ہے،ان میں سے جو بات بھی اصل ہو اس سے بحث نہیں ہے،لیکن یہ دونوں صفتیں انسان میں پائی جاتی ہیں،حضرت آدم علیہ السلام سے جب نافرمانی کی غلطی ہوئی تھی اور انھوں نے توبہ کی تھی،ان سے غلطی کے سلسلے میں اللہ نے فرمایا فَنَسِیَ وہ بھول گئے تھے،تو انسانِ اوّل سے جو بھول ہوئی تھی اس کا تذکرہ خود اللہ تعالیٰ نے کیا،لیکن اللہ تعالیٰ کے فرمانے میں یہ بھی ہے کہ انسان بھول جائے تو توبہ سے بھول معاف ہوجاتی ہے،اور قرآن مجید میں دعا میں بھی یہ بات کہی گئی ہے کہ ربنا لاتؤاخذنا إن نسینا أو أخطأنا اس طریقے سے ہم کو بھول کا علاج بتادیا گیا،لیکن جہاں

www.abulhasanalinadwi.org

تک انس اور انسیت کا تعلق ہے تو وہ صفت انسان کی فطرت میں داخل ہے، وہ انسیت کے بغیر نہیں رہ سکتا اور انسیت اس کو حاصل نہ ہو تو وہ زندگی میں بڑا خلا اور بے کلی محسوس کرتا ہے، انسان کی معاشرتی زندگی انسیت ہی کے تعلق سے مربوط ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے بڑی مصلحت رکھی ہے، اس لیے کہ انسان کو جس سے انسیت ہوتی ہے اس کے احوال سے متاثر ہوتا ہے اور اپنی زندگی کی تشکیل میں اس سے مدد لیتا ہے، اور جس سے انس ہوتا ہے اس کی رفاقت کو پسند کرتا ہے، اور اس رفاقت میں ایک دوسرے کے اخلاق وصفات کو غیر شعوری طور پر اپنا لیا جاتا ہے، اسی لیے اس کی تاکید کی گئی ہے کہ آدمی صحبت ورفاقت اچھے اخلاق وصفات والے کی اختیار کرے، اور ایسے ماحول میں رہے جہاں سیرت وکردار کو اختیار کرنے کا معمول ومزاج ہو، اور ایسا ماحول نہ ملے تو ایسے افراد کو تلاش کرے جو اچھے اخلاق اور سیرت کے ہوں ان کی صحبت میں کچھ نہ کچھ وقت گزارے، تاکہ ان کے اچھے اخلاق سے فیض حاصل کر سکے، بلند انسانی اخلاق کی فکر اور ان سے فائدہ اٹھانے پر ہی انسانی معاشرہ اچھا بنتا ہے، اور اگر اس کی فکر نہ کی جائے تو معاشرہ انسانی خوبیوں کا نہیں ہوتا، اور انسانی خوبیوں سے انسان جتنا دور ہوگا اتنا ہی وہ حیوانیت سے قریب ہوگا، انسانیت سوز اور گمراہ پسند لوگوں کو قرآن مجید میں کالأنعام بل هم أضل سے تعبیر کیا گیا، یعنی وہ لوگ چوپایے اور جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے زیادہ پست اور ذلیل ہیں، ضرورت ہر زمانے میں یہ رہی ہے کہ انسانی معاشرے کو بہتر اور اچھا بنایا جائے، لیکن جب برائی پسند لوگوں کو دوسروں پر اثر ڈالنے کی طاقت حاصل ہو جاتی ہے، اور لوگ ان کی طاقت سے متاثر ہو کر ان سے کم طاقت والے ان کے سیرت وکردار سے متاثر ہو جاتے ہیں، اور اس طریقے سے معاشرے کو خراب کر دیا جاتا ہے، یہ ہر دور میں رہا ہے، اور اسی کی اصلاح کے لیے اللہ رب العالمین نے اعلیٰ اخلاق وکردار کی صفت عطا کیے جانے والے لوگوں کو اصلاح کے کام میں لگایا، جو حضور ﷺ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے انجام پاتا رہا، حضور ﷺ کو انسانی خوبیوں اور ہدایت ربانی کی صفات کا ایسا حامل بنایا کہ آپ کے ذریعے ہزاروں

www.abulhasanalinadwi.org

انسانوں کی زندگی میں انقلاب آ گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آنے والے سب انسان آپ کے نمونے کو سامنے رکھیں اور اپنی زندگی کو بہتر بنائیں، اور آپ کی امت کے لوگوں کو آپ کی نیک صحبت سے متاثر کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہا۔

اور اس سلسلے کا فائدہ یہ ہوا کہ انسانی معاشرے میں اسلامی سیرت و کردار جو کہ رب العالمین کا پسندیدہ اور ہدایت کردہ سیرت و کردار ہے، وہ اعلیٰ صفات کے لوگوں کے ذریعے قائم ہوتا رہا، اور ان کے فیضِ صحبت سے بہت خیر کے نمونے، سیرت و کردار کے بڑے اچھے نمونے سامنے آتے رہے، انسانوں کے مزاج میں فطری طور پر اللہ تعالیٰ نے اس بات کی طلب بھی رکھی ہے، چناں چہ اچھی سیرت و کردار کے لوگ جہاں بھی ہوئے وہاں کے لوگ ان کی طرف مائل ہوئے، اور ان سے مستفید ہوئے، اس طرح صحبت سے انسان کو اپنی زندگیاں اچھے طریقے پر ڈھالنے کا موقع ملتا رہا، اور ایسے اچھے لوگ جو دنیا سے چلے گئے ان کے اقوال ان کے احوال کتابوں میں جمع کر دیے گئے، اب ان سے بھی یہ فیض مدتِ دراز تک کافی پھیلا، اسی کو دیکھتے ہوئے اہل قلم اس کا اہتمام کرتے ہیں کہ بزرگوں کے اقوال و احوال کی اشاعت کی جائے، تاکہ وسیع حلقے و دائرے میں اس کا فائدہ پہنچے۔

نیک سیرت و صفاتِ حسنہ کے حامل لوگوں کے حالات پیش کرنے کا یہ کام ہم کو مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے پاس بھی اچھا خاصا ملتا ہے، انھوں نے امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ کے احوال و اقوال و افکار پر کتاب مرتب کی، جس سے لوگ بہت فائدہ اٹھا رہے ہیں، اس کے علاوہ تاریخ اسلام کی عظیم مصلح و مجدد شخصیتوں کے احوال کو پیش کیا، جو تاریخ دعوت و عزیمت کے نام سے سامنے آیا، اور پھر اپنے عہد کی بزرگ اور مصلح شخصیتوں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ، حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوریؒ اور حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے حالات پر کتابیں تصنیف کیں، حضرت سید احمد شہید کے مؤثر احوال پر ایک کتاب إذا هبت ريح الإيمان تیار کی، جو اردو میں ''جب ایمان کی بادِ بہاری چلی'' کے نام سے شائع ہوئی ہے؛ اور پھر اپنی صحبت میں

www.abulhasanalinadwi.org

رہنے والوں کو ایمان افروز و روح پرور اور زندگی میں صلاح کی باتوں سے مستفید کیا۔ مولانا کی سیرت بزرگوں کی صحبت اور اپنے اساتذہ کی تربیت کی وجہ سے خود قابلِ تقلید صفات کی حامل بن چکی تھی، اور ان کا جو مطالعہ تاریخ کی اعلیٰ شخصیتوں کا تھا اس کا نچوڑ ان کی گفتگو میں ان کی صحبت پانے والوں کو ملتا تھا، اور دار العلوم ندوۃ العلماء میں اور اسی طرح اپنے وطن دائرۂ شاہ علم اللہ تکیہ رائے بریلی میں خاص طور پر اس کا زیادہ موقع ملتا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا کے مختلف علاقوں اور طبقات کو دیکھا اور پرکھا، اور بڑی شخصیات سے ملے اور دعوتی و تبلیغی دوروں میں عمومی لوگوں کو بھی دیکھا اور ان میں کام کیا، اصلاحِ حال کی جو شکلیں ہیں ان کو اخذ کیا، اور یہ سب باتیں اپنی مجلسوں میں اہلِ مجلس کے سامنے لاتے رہے، اس طرح حضرت مولاناؒ کے ملفوظات میں جو تنوع اور انسانوں کے طبائع کے اختلاف کو دیکھتے ہوئے اور دنیا کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے وہ مفید گوشے سامنے آئے جو اس کیفیت کے ساتھ ایک ہی شخصیت کے ملفوظات میں نہیں ملتے، حضرت مولانا کی مجالس کی یہ باتیں جو اس مجموعے میں پیش کی گئی ہیں، اپنی الگ خصوصیت رکھتی ہیں، ان سے صرف اصلاحِ سیرت ہی نہیں، بلکہ صحیح ذہن سازی کا فائدہ بھی ہوتا ہے، خاص طور پر تعلیمی مرحلے میں جو افراد ہیں، ان کے ذہن کی تشکیل میں یہ مجموعہ بڑی افادیت رکھتا ہے۔

اس موقع سے عزیز مکرم مولوی فیصل احمد بھٹکلی ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء نے خصوصیت سے فائدہ اٹھایا، اور نقل کرنے میں پوری ذہانت اور دیانت کا خیال رکھتے ہوئے ڈیڑھ سو سے زیادہ مجالس مرتب کی، اور اقوال و ہدایات اور ملفوظات کا بہترین مجموعہ تیار کر دیا، جس میں بڑی نادر اور مفید باتیں جمع ہو گئیں، اور مزید کام انھوں نے یہ کیا کہ ان کی تحقیق بھی کی، اور مفید نوٹ چڑھائے جس سے کتاب کی حیثیت خاصی بڑھ گئی۔

مولوی فیصل صاحب نے حوالوں اور قابلِ وضاحت باتوں کی وضاحت کا بھی اہتمام کیا ہے اور ہر مجلس کے آخر میں ان کو جگہ دی ہے، اور ابتدائے کتاب میں صحبت کی اہمیت و افادیت پر مشتمل بڑا مفید مضمون بھی پیش کیا ہے، اور صاحبِ ملفوظات کی نشو و نما

www.abulhasanalinadwi.org

کے مراحل، حالاتِ زندگی اور ان کے علمی ودینی کام کا بھی بہت اچھا تعارف کرایا ہے، صحبت کی افادیت اور صاحبِ ملفوظات کے حالاتِ زندگی کے موضوع کو شروع میں پیش کردینے سے آگے کے مندرجات کی اہمیت وافادیت قارئین کے ذہن میں بڑھ جاتی ہے، اس طرح ملفوظات کا یہ مجموعہ جو''مجالس حسنہ'' کے عنوان سے صاحبِ ملفوظات کے نام کی رعایت کے ساتھ سامنے ہے اچھے فوائد کا حامل بن گیا ہے، مولوی فیصل احمد بھٹکلی نے یہ کام خاموشی سے اور بڑی محنت وتحقیق سے انجام دیا ہے، ان کی تصنیفی وتحقیقی صلاحیت کا اندازہ پہلے سے تھا کہ ان کی مختلف علمی وتاریخی اور دینی موضوعات پر کئی کتابیں اور رسائل سامنے آچکے ہیں، اس سے ان کی صلاحیت ولیاقت کا مزید اندازہ ہوا، اللہ تعالیٰ ان کی علمی کاوشوں کو قبول فرمائے اور ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے، ان کو یہ خصوصیت بھی حاصل رہی کہ انھوں نے صاحبِ ملفوظات کو قریب سے دیکھا اور ان سے اپنا اصلاحی تعلق بھی قائم کیا، ان کی دعائیں تھیں جس کی برکات ظاہر ہو رہی ہیں۔

۲۱/۵/۱۴۳۲ھ — محمد رابع حسنی ندوی

۲۶/۴/۲۰۱۱ء — ندوۃ العلماء لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

تقریظ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وشمائل کے تذکرے میں سیرت نگاروں نے آپ کی مجالس کا بہت تفصیل سے تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: "آپ ﷺ کی مجلس علم ومعرفت، حیاوشرم اور صبر وامانت داری کی مجلس تھی، نہ اس میں آوازیں بلند ہوتیں، نہ کسی کے عیوب بیاں کیے جاتے تھے، نہ کسی کی عزت پر حملہ ہوتا تھا، نہ کمزوریوں کی تشہیر کی جاتی تھی، سب ایک دوسرے کے مساوی تھے، صرف تقوے کے لحاظ سے ان کو ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہوتی تھی، اس میں لوگ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں کے ساتھ رحم دلی، شفقت کا معاملہ کرتے تھے، آپ ﷺ ہمہ وقت کشادہ رو اور انبساط وبشاشت کے ساتھ رہتے تھے، بہت نرم اخلاق اور نرم پہلو تھے، نہ سخت طبیعت کے تھے، نہ سخت بات کہنے کے عادی تھے، نہ چلا کر بولنے والے اور نہ عامیانہ مبتذل بات کرنے والے، نہ کسی کو عیب لگانے والے، نہ تنگ دل بخیل، جو بات آپ کو پسند نہ ہوتی اس سے تغافل کرتے (نبی رحمت، ص:۱۷۷)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی پوری زندگی اخلاق نبوی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی، ان کی مجلس علم ودین اور شرم وحیا کی مجلس تھی، اس میں تھوڑی دیر کے لیے کوئی بیٹھتا تو نیک جذبہ لے کر اٹھتا، اچھے اور خیر کے کاموں کو انجام دینے اور انسانوں کے ساتھ ہمدردی وخیر خواہی اور دوسروں کے کام آنے کا جذبہ لے کر جاتا۔

اس راقم نے شعور وعقل کے ساتھ ۱۹۵۶ء سے وفات ۱۹۹۹ء تک کسی حد تک سفر وحضر، صحت ومرض، رنج ومسرت اور خلوت وجلوت میں حضرت کو دیکھا، ہم نے ہر حال میں ان کو زندگی کے تمام مراحل میں سنت نبوی ﷺ کے مطابق پایا۔ ہم تو خورد ونیاز مند تھے اور وہ بلند وبالا اعلیٰ اخلاق کے حامل انسان، لیکن مولانا کے بے تکلف دوست اور بچپن کے رفیق وعزیز مولانا سید ابوبکر حسنی مرحوم (سابق پروفیسر جواہر لال نہرو یونی ورسٹی) کی شہادت ہے کہ مولانا

www.abulhasanalinadwi.org

کی سب سے بڑی کرامت یہ دیکھی کہ وہ کسی حال میں بھی کسی کی غیبت نہیں کرتے تھے۔

حضرت جب بھی دارالعلوم کے مہمان خانے میں رہتے، عصر بعد مہمان خانے کے لان پر کرسیوں پر نشست ہوتی، ایک چبوترے پر فرش ہوتا، اس پر طلباء اور کرسیوں پر شہر سے یا باہر سے آنے والے لوگ بیٹھتے یا پھر اساتذہ ہوتے، کبھی حکومت کے عہدے دار، صحافی، وکلاء سماجی وسیاسی کارکن، سیاسی قائدین اور تجار ہوتے۔ مہمانوں کو چائے پیش کی جاتی، ہر ایک سے حضرت بڑے اہتمام سے ملتے اور ملکی وملی مسائل پر زیادہ تر گفتگو ہوتی۔

حضرت کی دوسری مجلس عشاء کے بعد ہوتی، مرکزی ہال میں دارالعلوم کے طلباء اور تین چار اساتذہ ہوتے، پورا ہال بھر جاتا، اکثر اساتذہ کی طرف سے اور کبھی طلباء کی طرف سے علمی، دینی، تاریخی موضوعات پر سوالات کیے جاتے، حضرت بڑی بشاشت اور خوش دلی سے سوالوں کا جواب دیتے، بسا اوقات ان کی تحریروں کے بارے میں استفسار ہوتا، کبھی حضرت کی طالب علمانہ زندگی اور کبھی عالم اسلام کی شخصیات، دعوتی اور دینی تحریکات کے بارے میں سوالات ہوتے، کبھی کسی خاص واقعہ یا کسی حادثے سے متعلق سوالات کیے جاتے۔ اسی طرح علمی اور ادبی کتابوں کے بارے میں استفسار ہوتا، جو طلباء فارغ ہونے کے قریب ہوتے، وہ آئندہ کے بارے میں مشورے لیتے۔ اساتذہ کا سوال علمی مطالعہ اور استعداد کی ترقی اور طلباء کی علمی رہنمائی اور تربیت کے بارے میں ہوتا۔

حضرت کا ادبی ذوق بڑا بلند اور پاکیزہ تھا، اردو، عربی اور فارسی کے منتخب ہزاروں اشعار نوک زباں تھے، علامہ اقبالؒ ان کے محبوب شاعر تھے، جب ان کا ذکر آتا تو اقبال کے ساتھ وہ اپنی مفصل اور آخری ملاقات کا تذکرہ کرتے یا پھر ان کے فارسی اور اردو کلام سادہ طریقے سے پڑھتے۔ دوسرے شعراء میں غالب، حالی، مولانا ظفر علی خاں، اکبر الہ آبادی اور جگر مرادآبادی کے اشعار کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے۔ حالی کی مسدس ان کو زبانی یاد تھی، طلباء میں اگر کوئی اچھا پڑھنے والا ہوتا تو اس سے نعتیہ کلام سنتے لیکن پھر وہ رات آنکھوں میں گزر جاتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ذکر سے آنکھیں نم ہو جاتیں، کبھی ایسا

www.abulhasanalinadwi.org

بھی ہوتا کہ کسی دردناک واقعے یا انسانیت کش فسادات سے ان پر ایسا اثر ہوتا کہ پوری رات بے چینی میں گزرتی، کبھی کبھی ہم سے یہ فرماتے کہ کوئی اچھی خبر سناؤ، بعد میں اس کی تردید کردینا، حضرت کی بے چینی و بے کلی دیکھ کر محسوس ہوجاتا کہ شاعر نے مولانا ہی کی ترجمانی کے لیے یہ شعر کہا ہے:

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

ملک کے اخلاقی وسیاسی زوال کا ذکر ہوتا تو فرماتے کہ پورا ملک لاوارث ہورہا ہے۔ان کی مجلس میں نئی نسل کی دینی تعلیم اور برادرانِ وطن میں ''پیام انسانیت'' کا اہمیت کے ساتھ ذکر ہوتا۔

دینی تعلیم کی فکرمندی نے حضرت کی علمی ودعوتی جدوجہد کے بڑے حصے کو گھیر رکھا تھا، شدید گرمی اور سخت سردی میں وہ دینی تعلیم کے موضوع پر ہونے والے جلسوں میں شرکت کے لیے ہروقت تیار رہتے، اپنی صحت کی پروانہ کرتے۔۱۹۵۹ء سے حضرت مولانا دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش کے صدر رہے، اس منصب پر وہ اپنی وفات تک رہے۔ ہمیشہ اس کی ماہانہ اور سالانہ فیس اہتمام سے ادا کرتے، اکثر ہنگامی طور پر بھی بڑی رقم سے مدد کرتے، فیصل ایوارڈ اور دبئی کے ایوارڈ کا پورا حصہ دینی مدارس کو دے دیا۔

حضرت مولانا اپنی مجلس میں بیٹھنے والے طلباء کو فراغت کے بعد دینی تعلیم کے مدارس قائم کرنے کی ترغیب دیتے، اسی کے ساتھ ان پر زور دیتے کہ مدارس ومساجد کو سرکاری امداد اور دباؤ سے آزاد رکھنے کی کوشش کریں۔

حضرت مولانا پیام انسانیت ہی کو ہندوستان کے فرقہ وارانہ کشمکش کا حل سمجھتے، اور فرماتے تھے کہ جب تک ملک میں معتدل حالات نہ پیدا ہوں گے اس وقت تک ہمارا ملک ہمہ جہت ترقی نہیں کرسکتا۔فرماتے تھے کہ اتنی بڑی اقلیت کو اس کے بنیادی حقوق کے بارے میں مضطرب اور بے چین رکھنا سب سے بڑی نادانی ہے۔

ہندوستان کے آزاد ہونے کے بعد ۱۹۵۲ء سے ہی حضرت مولانا نے یوپی کے بڑے بڑے شہروں کے ٹاؤن ہالوں میں ہندو مسلمانوں کے مشترک جلسوں سے خطاب

www.abulhasanalinadwi.org

کرنا شروع کر دیا تھا۔ لکھنؤ، الہ آباد، جونپور، بنارس، گورکھپور، اور سیوان وغیرہ میں کی گئی تقریروں کا مجموعہ اردو اور ہندی میں پیام انسانیت اور مقام انسانیت کے نام سے بار بار چھپا، مولانا کی ایسی ہی ایک تقریر سن کر آر ایس ایس کے ایک بڑے ذمہ دار نے کہا تھا: ''آپ کو ہم سے زیادہ اس ملک کی فکر ہے''۔

حضرت مولانا کی مجلس میں علم، دین، اخلاق اور شرم وحیا کی باتیں ہوتیں، طلباء کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے کبھی ان کو محنت ویکسوئی سے علم حاصل کرنے کی تلقین بھی فرماتے، لیکن حکم دینے سے گریز کرتے۔ بلکہ بزرگوں کی علمی زندگی کے واقعات اس انداز سے سناتے کہ طلباء واساتذہ سب پر اثر پڑتا۔ تاریخی اور علمی وادبی کتابوں کا ذکر ہوتا، تو ان کتابوں کی خوبیوں اور فنی وعلمی خصوصیات کی طرف اشارے بھی کرتے۔ ایک طالب علم نے تین سال مجلس میں شرکت کے بعد اپنی یادداشت میں دو سو سے زائد کتابوں کا ذکر کیا، جن کے متعلق مولانا کی مجلس میں گفتگو ہوئی تھی۔

مولانا اپنی مجلسوں میں مثبت وتعمیری باتوں پر زور دیتے اور خود ان کی علمی اور عملی جدوجہد سے اس کی شہادت ملتی ہے۔

ایک صاحب نے ۱۹۵۸ء میں اپنے اخبار کے ہفت روزہ ضمیمے میں حضرت کے خلاف قسطوں میں مقالات لکھنے شروع کیے۔ مولانا سے ان کے اہل تعلق اور نیازمندوں نے جواب لکھنے کی اجازت طلب کی، لیکن مولانا نے سختی سے منع کر دیا۔ اسی طرح ایک صاحب نے ان کے خلاف ایک ضخیم کتاب تیار کر کے اشاعت سے پہلے مولانا کی خدمت میں بھیجی، مولانا نے اس پر ایک نظر ڈالی، پھر جو صاحب کتاب لائے تھے اُن سے فرمایا کہ میرا اسلام ان سے کہیے گا، اگر وہ ایسی دس جلدیں بھی لکھ دیں گے تو انشاء اللہ ان کا جواب نہ دیں گے۔

حضرت کی مجلس میں ایک صاحب کا ذکر آیا کہ وہ مسلسل آپ کے خلاف مضامین لکھ رہے ہیں، مولانا نے خاموشی سے سن لیا اور کوئی جواب نہیں دیا، جب پھر دوبارہ ان کی مخالفت کا ذکر آیا تو حضرت نے اس قرآن آیت کو پڑھ کر گویا جواب دے دیا: وقل اعملوا

www.abulhasanalinadwi.org

فسیری اللّٰہ عملکم ورسولہ، ثم تردون إلی عالم الغیب والشھادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون۔ مجلس میں کسی نے ان کے مخالف لکھنے کا نام لینے کی جرأت نہیں کی، اس لیے کہ شرکائے مجلس کو اچھی طرح معلوم تھا کہ یہاں کسی کی غیبت کا تصور بھی نہیں کیا جاتا۔

مجلس کے درمیان کوئی مہمان آجاتا تو مولانا فوراً ان سے ملتے اور سب سے پہلے ان کے کھانے اور آرام کے ساتھ رات گزارنے کے بارے میں ذمہ داروں کو ہدایت دیتے، ناشتہ اور دوپہر کے کھانے میں اہتمام سے مہمانوں کو بلاتے اور اگر ضرورت ہوتی تو الگ سے ان کو وقت دیتے۔ کبھی کبھی اس مجلس میں لطیفے بھی ہوتے اور سب ہنستے مسکراتے، لیکن مجلس سے اٹھنے والا نیک اور پاکیزہ جذبہ، عزم صادق اور روایتی زندگی کو تبدیل کرنے کا ارادہ کرکے اٹھتا۔ ملک کے بعض علاقوں میں مدارس کے قائم کرنے والے ندوی فضلاء نے ان مدارس کے قیام کے اسباب کا تذکرہ کرتے ہوئے یہی کہا کہ ہم نے حضرت مولانا کی مجلس سے یہ جذبہ پایا تھا۔

حضرت مولانا اپنی مجلس میں اس بات پر بہت زیادہ زور دیتے تھے کہ اعتدال اور توازن کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے، فرماتے تھے کہ اعتدال کا اختیار کرنا سب سے مشکل کام ہے، اس لیے کہ اس میں انسانی نفس کی تسکین کا سامان نہیں ہوتا، مولانا ان لوگوں کو پسند نہیں کرتے تھے، جو خون کا بحر احمر جاری کرنے اور سروں کا قطب مینار بنانے کی دھمکی اپنی تقریروں میں دیتے تھے۔

حضرت مولانا مسلم تنظیموں کے ذمہ داروں کو مشورہ دیتے تھے کہ وہ ملت کے مسائل کو سڑکوں پر نہ لائیں بلکہ اگر ان کا تعلق حکومت وقانون سے ہو تو قانونی اور عدالتی طریقۂ کار اختیار کریں۔ اشتعال انگیز بیانات سے پرہیز کریں، ورنہ دوسرا فریق بھی اشتعال انگیزی سے کام لے گا۔ تعمیر ملت کے لیے یہ ضروری ہے کہ انتہائی خاموشی اور اخلاص سے تعمیری انداز میں کام کیا جائے۔ اس کی کوشش نہ کی جائے کہ کسی معاملے کو حل کرنے کا سہرا اپنے سر باندھا جائے، یا اپنی جماعت کو کریڈٹ دیا جائے۔ مولانا کی مجلسی

گفتگو میں قرآن وحدیث سے متعلق ان پہلوؤں کا زیادہ تذکرہ ہوتا تھا جن کا تعلق سیرت واخلاق کی تشکیل اور عقیدۂ توحید سے ہے۔

پابندی سے نماز کی ادائیگی اور روزانہ قرآن کی تلاوت پر حضرت مولانا زور دیتے تھے، مجلس کے ختم پر کبھی طلباء سے فرماتے: ''نوجوانو! خوب محنت کرو، اپنی استعداد بناؤ، نماز فجر سے کچھ پہلے اٹھنے کی کوشش کرو''۔

مجلسی گفتگو میں مولانا کا لہجہ نرم اور پرسکون ہوتا، درمیان میں خاموش بھی ہوجاتے، کوئی مہمان ہوتا تو اس کی بات کو توجہ سے سنتے، اگر کوئی اپنی بات پر اصرار کرتا تو مولانا خاموش ہوجاتے، مولانا مخالف باتوں کو توجہ واہتمام سے سنتے، اس کا جواب اختصار وجامعیت سے دیتے، جواب میں جذباتی لہجہ اختیار نہ کرتے اور نہ ہی آواز بلند کرتے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضری اور استفادے کے لیے مولانا اسحاق جلیس ندوی مرحوم طلبہ پر زور دیتے، مرحوم سوالات بھی بتاتے کہ یہ سوال کرنا، اس طرح پوچھنا، ہمیں یاد ہے کہ درجہ سوم میں پڑھتے تھے اس زمانے میں تاریخ دعوت وعزیمت کا پہلا حصہ دارالمصنفین سے شائع ہوا تو برادرم مولانا شمس الحق اور ہم نے کتاب کا مطالعہ کیا اور باہمی مذاکرہ بھی کیا، چنانچہ ایک روز عصر بعد کی مجلس میں ڈرتے ڈرتے کتاب ہی سے متعلق سوال کیا۔ حضرت نے بڑے اہتمام اور شفقت سے اس کا جواب دیا، اس سے حوصلہ ہوا، پھر فرمایا کہ آیا کرو، لطیفے کے طور پر ذکر فرمایا کہ سید صاحب (مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ) ہم سے فرماتے تھے کہ مولوی علی صاحب طلبہ ہماری مجلس میں نہیں آتے، اس کی کیا وجہ ہے، ہم نے عرض کیا کہ آپ طلبہ سے ان کی کتابوں سے متعلق سوالات کرتے ہیں، صرف ونحو کے مسائل پوچھتے ہیں، طلبہ اس سے گھبراتے ہیں، سید صاحب نے فرمایا کہ اچھا اب وعدہ کرتے ہیں کہ طلبہ سے سوالات نہیں کریں گے، کچھ دن تو ایسا رہا، پھر سید صاحب بھول گئے، جب طلبہ ہوتے تو سید صاحب سے رہا نہیں جاتا، طلبہ سے پوچھ لیتے کہ یہ کون صیغہ ہے اور کس باب سے ہے، اس کی نحوی ترکیب کیا ہے؟

www.abulhasanalinadwi.org

عصر بعد کی مجلس میں طلبہ کی حاضری کچھ عرصہ تک رہی، کھیل اور الاصلاح کی وجہ سے یہ حاضری کم ہوگئی، لیکن عشاء کے بعد یہ مجلس ہونے لگی۔

۱۹۶۳ء سے حضرت نے رمضان المبارک تکیہ پر گزارنا طے کیا تو اس سال ہمارے درجہ کے طلبہ فارغ ہو رہے تھے، حضرت مولانا معین اللہ صاحب ندوی کے مشورے اور ایماء سے ہم طلبہ کی جماعت نے تکیہ پر رمضان کے مبارک ایام گزارنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ دن بھر قرآن مجید یاد کرتے اور رات کو تراویح سناتے، انیس یا بیس پارے حضرت تراویح میں سناتے رہے، جب تک صحت نے ساتھ دیا، تہجد میں بھی قرآن پڑھا کرتے، براہِ راست تلاوت اور نمازوں میں قرآن مجید پڑھنے کا انداز بڑا دلکش ہوتا، فرطِ تاثر سے کبھی آواز بھرا جاتی، عام دنوں میں مولوی مولوی نثار الحق ندوی مرحوم کو ایک پارہ زبانی سنانے کا اہتمام کرتے، عشاء بعد مجلس مسجد ہی میں ہوتی، اور جب بنگلہ کی توسیع ہوگئی تو مجلس وہاں ہونے لگی، راقم نے آخری سالوں میں ان مجالس کو محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے، یہ مجلسیں دار عرفات کے ترجمان میں شائع ہو رہی ہیں، امید ہے جلد کتابی شکل میں یہ مقالات شائع ہو جائیں گے۔

عزیز گرامی قدر مولوی فیصل احمد ندوی بھٹکلی کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، جب انھوں نے ایک دن اچانک یہ خبر مسرت سنائی کہ وہ حضرت مولانا کی مجلس گفتگو کو مرتب کر رہے ہیں تو دل سے دعائیں نکلیں اور کئی دن تک مسلسل اِنھیں اس کارنامے پر مبارکباد دیتے رہے، اس لیے کہ جس زمانے کی یہ مجالس ہیں ان دنوں ان مجالس کا بڑا اہتمام ہوتا تھا، جب تک حضرت کا قیام دار العلوم میں ہوتا، پابندی سے یہ مجلس ہوتی، عام طور پر حضرت کے دائیں جانب برادرم مولوی شمس الحق صاحب ندوی اور راقم الحروف ہوتے، کبھی ہم دونوں مشورہ کر لیتے کہ آج موضوع کیا ہو، مولانا محمد برہان الدین صاحب بھی شریک مجلس ہوتے، ایسا بھی ہوا کہ حضرت مولانا ہم سے فرمادیتے کہ آج یہ سوال کرنا،

www.abulhasanalinadwi.org

یہ اس وقت ہوتا جب جب حضرت اس بات کی ضرورت محسوس کرتے کہ یہ پہلو طلبہ کے سامنے ہونا چاہیے، ایسا بھی ہوتا کہ حاضرین مجلس جس بات کے مشتاق ہوتے، حضرت اپنی گفتگو میں اس کی طرف توجہ دلاتے۔ کبھی شمس الحق صاحب یا یہ راقم غیر حاضری پر مجبور ہوتے تو ایک دوسرے کو حاضری کے اہتمام کی تاکید کی جاتی ـــــ حضرت کی وفات کے بعد ان مجالس کے بارے میں یہ خیال رہا کہ وہ ضائع ہوگئیں، ہم خود کو ملامت کرتے تھے کہ اس وقت کیوں نہ ان مجالس کو نوٹ کر لیا گیا، پھر جب مولوی فیصل ندوی سلمہ نے یہ خوش خبری سنائی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی کا ایک ملفوظ یاد آ گیا، جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ "مخلص کا سفینہ طوفان میں ہو کر بھی ساحل سے ہم کنار ہو جاتا ہے، اس کے برعکس غیر مخلص کا سفینہ ساحل پر ہوتے ہوتے بھی غرق ہو جاتا ہے"۔ ان مجالس حسنہ کی بازیابی اور اشاعت اللہ کے اس بندے کے غایت اخلاص کی دلیل ہے، جس شخص نے اسلامی کتب خانے میں مدفون بزرگوں اور مصلحین ومجددین کی سیرت وسوانح اور کارناموں کو کھنگال کر ان سے دعوت دین کا کام لیا جو ایک تجدیدی کارنامہ ہے، قرآنی روح، سیرت نبوی کے پیغام، عقائد وعبادات، معاملات اور علم کلام کو نئے لباس اور عصر حاضر کی طاقتور زبان، دلکش اور اچھوتے اسلوب میں پیش کیا، اب خود اس کے کارناموں کو علم وتحقیق کا موضوع مشرق ومغرب میں بنایا جا رہا ہے۔

عزیز گرامی مولوی فیصل احمد ندوی محتاج تعارف نہیں، وہ دارالعلوم میں ایک مثالی طالب علم رہے، اس دور میں حضرت رحمۃ اللہ کی شفقت اور توجہ کے مرکز بنے، جب فارغ ہوئے تو عالم عربی کی دانشگاہوں میں داخلے کا ارادہ کیا، انھوں نے اس سلسلے میں اپنے مربیوں خصوصاً حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ سے مشورہ کیا، تو انھوں نے یہیں رہ کر علمی استفادے کی رائے دی، جوان کے جذبات کے خلاف تھی، لیکن انھوں نے اس مشورے پر

www.abulhasanalinadwi.org

سرِ تسلیم خم کر دیا، اور پوری خوش دلی اور انشراحِ قلب کے ساتھ اپنے کام میں منہمک ہو گئے، بہت کم مدت میں ان کے قلم سے تاریخ، سیرت اور دعوت و تربیت کے موضوع پر بڑی مفید کتابیں نکلیں، خصوصاً سیرت نبوی پر عالمی سطح پر انعامی مقابلے میں وہ سرخرو ہوئے، یہ سب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں اور خصوصی توجہ کا صدقہ ہے۔ نئی نسل جن لوگوں نے حضرت مولانا کو نہیں دیکھا ہے، یا ان کی باتوں نہیں سنا ہے، اس مجلس کو پڑھ کر بڑی حد تک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ان کو سراپا نظر آئے گا، اور جن حضرات نے دیکھا ہے، وہ اپنے کو اس مجلس میں بیٹھا ہوا پائیں گے، اور یہ تصدیق کریں گے کہ اس مجلس کے مرتب نے بڑے سلیقے، غیر معمولی محنت اور انتہائی دیانت داری اور پوری ذمہ داری سے اس نازک کام کو انجام دیا ہے، مرتب نے بڑی دیدہ ریزی سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ایک جملے کی سند تلاش کر کے گلدستے کی شکل دی ہے، بزرگوں کی مجالس اور ملفوظات کی فہرست میں یہ ایک بڑا قیمتی اور نیا اضافہ ہے، دعوت و تربیت، علم و تحقیق، تصنیف و تالیف اور تدریس و تعلیم کا کام کرنے والوں کے لیے یہ منارۂ نور ہے، ندوۃ العلماء جس قدیم صالح اور جدید نافع کی جامعیت کا داعی ہے، یہ کتاب اس کی شارح و ترجمان اور عملی نمونہ ہے۔

/

نذر الحفیظ ندوی

ندوۃ العلماء لکھنؤ

۷/۶/۱۴۳۲ھ مطابق ۱۱/۵/۲۰۱۱ء

www.abulhasanalinadwi.org

پیش لفظ

نومبر ۱۹۸۰ء میں-جب میری عمر پانچ سال کی تھی-جامعۃ الصالحات بھٹکل کی نئی عمارت (واقع سلطانی محلّہ بھٹکل) کے افتتاح کے موقع پر میں نے سب سے پہلے حضرت مولانا علی میاں کا نام سنا، گھر میں-جو اسی محلے میں واقع تھا-اور ہر جگہ یہی چرچا تھا کہ مولانا علی میاں آئے ہوئے ہیں، مولانا علی میاں آئے ہوئے ہیں، اس حد تک کہ میرے چھوٹے سے دماغ میں اسی وقت یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ مولانا علی میاں کسی بہت بڑی شخصیت کا نام ہے، بچوں کی طرح اس وقت جامعۃ الصالحات جانا اور آئس کریم کھانا بھی یاد ہے، مگر حضرت مولانا کی کوئی تقریر یا پروگرام کا کوئی اور نقشہ ذہن میں نہیں ہے، میرے لیے اس شاندار پروگرام کا پیغام اور حاصل صرف یہی تھا کہ مولانا علی میاں ایک اونچی ہستی ہے، یہ حضرت مولانا سے میرا پہلا تاثر اور میرے ذہن ودماغ پر حضرت کا پہلا نقش ہے، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مولانا پہلی بڑی شخصیت ہیں جن سے میں واقف ہوا، یا کسی حد تک ذہن پر جن کا نقش قائم ہوا۔

پھر جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں داخلے کے بعد وہاں کے اساتذہ سے بار بار حضرت مولانا کا ذکرِ خیر سننا اور مستقل حضرت کی کتابوں پر نظر پڑنا اور تعلیم میں آگے بڑھنے کے ساتھ مطالعے میں بھی جو بتدریج ترقی ہوتی گئی اور حضرت کی متعدد کتابوں کو پڑھنے کے جو مواقع بفضلہٖ تعالیٰ حاصل ہوتے رہے، اس نے پہلے تاثر کو قوی سے قوی تر کردیا، اور نقشِ اول پر ایک مستحکم، پاے دار، اور لازوال عقیدت کی عمارت کھڑی کردی، پھر وقتاً فوقتاً بھٹکل تشریف لانے پر حضرت کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کرتا رہا، تا آں کہ سفرِ لکھنؤ کا بگل بجا، اور کیا تھا کہ حدی خوانِ شوق کے جلو میں تیز گامی کے ساتھ میں لکھنؤ پہنچ گیا!

مجھ پر اللہ تعالیٰ کے جو احسانات ہیں اس کا کوئی حساب وشمار نہیں، اور کون بندہ اس سے مستثنیٰ ہے، وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا، مگر مجھ پر خدائے رحیم وکریم کے

www.abulhasanalinadwi.org

احسانات کچھ زیادہ ہی ہیں، ان عظیم احسانات میں جن پر میرا رویاں رویاں بارگاہ ایزدی میں سربسجود ہے، ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی حیات میں تعلیم کے لیے دارالعلوم ندوۃ العلماء پہنچایا اور اس سے بڑھ کر حضرت کا قُرب اور آپ کی صحبت سے کچھ مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔

۱۹۹۵ء کے اوائل میں میرا داخلہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ہوا اور ۱۹۹۹ء کے آخری دن حضرت نے عالمِ جاودانی کی طرف کوچ کیا، اس طرح پورے پانچ سال دن رات حضرت کو دیکھنے، آپ کی بودوباش پر نظر کرنے، مجالس میں شریک ہونے، انداز واطوار اور اخلاق وکردار سے واقف ہونے کے مواقع ملتے رہے، اور میں اس ساعت ہمایوں کو غنیمت بلکہ باعثِ سعادت سمجھتا رہا، اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا رہا۔

روزانہ حضرت کی دو مجلسیں لگتیں: ایک بعد نمازِ عصر مہمان خانے کے برآمدے میں، اس میں مہمانانِ گرامی اور اساتذہ شریک ہوتے، اس میں حضرت عموماً خاموش رہتے یا خصوصی مہمان سے ہم کلام، یا پھر ڈاک پر نظر ڈالتے، کچھ دیر میں یہ مجلس برخواست ہوتی اور حضرت نمازِ مغرب کی تیاری میں مصروف!

اصل مجلس عشاء کی نماز کے بعد مہمان خانے کے اندرونی ہال میں کھانے سے فارغ ہوتے ہی لگتی، اس میں زیادہ تر طلبہ رہتے اور بعض اساتذہ بالخصوص مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی، مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی ازہری اور مولانا شمس الحق صاحب ندوی، اور مہمان ہوتے تو وہ بھی اکثر شریک ہوجاتے تھے۔

حضرت کی مجالس کا انداز یہ ہوتا کہ حضرت بالعموم خاموش رہتے، اساتذہ میں سے کسی نے سوال کردیا، تو اس کے جواب میں کچھ باتیں ارشاد فرماتے، اور پھر بات میں بات نکل آتی، اور مجلس مفید سے مفید تر ہوجاتی تھی، اور کبھی کبھی -اور ایسا بہت کم ہوتا- حضرت خود ہی بات شروع کردیتے، اور خاص خاص مناسبتوں کے موقعوں پر اس کا زیادہ مشاہدہ ہوتا،

www.abulhasanalinadwi.org

مثلاً کسی بڑی شخصیت کے انتقال پر، کسی معزز اور خاص مہمان کی آمد پر، اور یہ مجلس عموماً ۲۵-۳۰ منٹ کی ہوتی تھی، اور کبھی پورا گھنٹہ بھی لگ جاتا۔اندر کھانا چل رہا ہوتا اور طلبہ باہر سراپا شوق وانتظار ہوتے، جیسے ہی کھانے سے فارغ ہوکر دروازہ کھلا، طلبہ دوڑ پڑتے، اور حضرت سے قریب سے قریب جگہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے، اکثر اندرونی ہال پورا بھر جاتا اور کبھی دائیں بائیں کمروں میں بھی گنجایش نہ ہوتی، اخیر اخیر میں لاؤڈ اسپیکر کا انتظام کرنا پڑا، تا کہ باہر کے لوگ بھی مستفید ہوں، کبھی تعداد اتنی بڑھ جاتی کہ مجلس دالان میں لگتی۔

مجھے یاد نہیں کہ باقاعدہ ان مجالس کی اہمیت کسی نے بتائی ہو، البتہ کچھ کچھ یاد پڑتا ہے، لکھنؤ آتے ہوئے جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے ہمارے اساتذہ نے جو نصیحتیں کی تھیں ان میں حضرت مولانا سے فائدہ اٹھانے اور ان کی مجلسوں میں شریک ہوتے رہنے کی بھی ہدایت تھی، ابتدائی کچھ مہینے میں نے پوری پابندی نہیں کی، البتہ اکثر حاضر ہوتا تھا، مگر چند مہینوں کے بعد جو میں نے ان مجالس کا اہتمام شروع کیا تو اخیر تک رہا، میرا معمول یہ تھا کہ میں کھانا کھلانے میں شریک ہوجاتا اور دسترخوان بڑھاتے ہی سب سے قریب بیٹھنے کی کوشش کرتا، اور مجلس کے ختم ہونے پر حضرت آرام کے لیے اٹھتے تو میں دیر تک خدمت میں رہتا، جتنا میں حضرت کو قریب سے دیکھتا گیا، حضرت کی عقیدت اور محبت دل میں گھر کرتی گئی، اور آپ کی عظمت رگ وریشے میں سماتی گئی، اب میں حضرت سے باقاعدہ وابستہ ہوگیا، میری خواہش ہوتی کہ زیادہ سے زیادہ حضرت کی خدمت میں حاضری دوں اور آپ کو دیکھتا رہوں اور آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھاتا رہوں؛ چناں چہ مغرب وعشاء کے درمیان بھی حاضری دیتا اور خالی گھنٹوں میں بھی حاضر ہوتا، کچھ عرصے میں حضرت مجھے پہچاننے لگے، پھر نام سے جاننے لگے، پھر کچھ کچھ کام لینے لگے، کبھی تفصیل سے خیریت معلوم کرتے، گھر کے حالات دریافت کرتے، اور مختلف مناسبتوں سے- جن کی تفصیل میں جانا مناسب نہیں معلوم ہوتا- بہت بہت دعائیں دیتے، مجھے محسوس ہوتا کہ حضرت کی مجھ پر

www.abulhasanalinadwi.org

خصوصی توجہات ہیں، جس کے اثرات، میں صاف طور پر محسوس کرتا تھا، وہ بھی کیسے مبارک ایام تھے جب مجھ جیسا حقیر حضرت کی توجہات سے محظوظ ہوتا تھا!!

میرے حضرت کے خصوصی تعلق کو حضرت کے خادمِ خاص اور رفیقِ سفر وحضر محترمی حاجی عبدالرزاق صاحب اور مہمان خانے سے متعلق دوسرے حضرات جانتے تھے، اس لیے میرے لیے کوئی روک ٹوک نہیں تھی، میں کسی بھی وقت آجا سکتا تھا۔ میں نے یہ کچھ تفصیل بادلِ ناخواستہ بیان کی، تاکہ ان مجالس کے مرتب کرنے والے کے حضرت کے ساتھ تعلقات سے اس کے مرتب کے جذبے کا احساس ہو، اور ان مجالس کی اہمیت اجاگر ہو۔

رفتہ رفتہ ان مجالس کی اہمیت اور افادیت مجھ پر کھلتی گئی اور محسوس ہوا کہ اگر ان کو قیدِ تحریر میں لاکر محفوظ نہ کیا گیا تو بہت سی علمی اور دعوتی باتیں ضائع ہوجائیں گی اور پھر کفِ افسوس ملنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوگا، یہیں سے میرے اندر ان کے لکھنے کا خیال پیدا ہوا، اور دوسرے سال سے میں نے ایک حد تک اس کا التزام کیا، طریقہ یہ تھا کہ مجلس میں ساری باتیں غور سے سنتا تھا اور اس کو یاد رکھنے کی کوشش کرتا تھا، وہاں ایک حرف بھی نہیں لکھتا تھا، کمرے واپس آکر اسی ترتیب کے ساتھ پوری مجلس لکھتا، اور ایسا بھی ہوتا کہ مجلس برخاست ہونے پر مہمان خانے سے باہر آکر کچھ اشارے ایک پرزے پر لکھ لیتا، اب مجھے اطمینان ہوجاتا کہ ان اشاروں کی مدد سے میں کسی بھی وقت اس مجلس کو حضرت کے انھیں الفاظ میں لکھ سکتا ہوں۔

یہ مجالس حضرت مولانا کے پیغام کا خلاصہ اور ان کی فکر ودعوت کا حاصل ہیں، حضرت کی زندگی کے بھی بعض موثر واقعات اس میں آئے ہیں، جو کسی تحریر وتقریر میں نہیں آئے، اس میں تصوف وسلوک کی باتیں بھی ہیں، اہلِ دل کی حکایتیں بھی، علم وتحقیق کے گُر بھی ہیں، اور دعوت وتبلیغ کے اصول بھی، ادب کی رموز ونکات بھی ہیں اور تاریخی حقائق وواقعات بھی، غرض

رنگ برنگ کے پھول اس چمن میں کھلتے اور مہکتے نظر آئیں گے، اور حقیقت میں: ع

گلہاے رنگارنگ سے ہے زینتِ چمن

ماضی قریب کے بزرگوں اور داعیوں میں حضرت سید احمد شہید کا ذکر مجالس میں چھایا رہتا، اور اپنے مشائخ اور بڑوں میں حضرت مولانا سب سے زیادہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب راے پوری اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی کا ذکر کرتے تھے، پھر حضرت تھانوی، حضرت مدنی، علامہ سید سلیمان ندوی اور مولانا گیلانی وغیرہ کا، بالخصوص حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے اخلاص واحتساب اور دعوت میں فنائیت، حضرت راے پوری کی تواضع وبے نفسی اور حالات حاضرہ کے تقاضوں سے واقفیت، حضرت لاہوری کا زہد وورع، اور ان تمام حضرات کی اور حضرت شیخ الحدیث کی شفقتوں کا تذکرہ مجلس میں بار بار ہوتا، اسی طرح شعراء میں علامہ اقبال کا اکثر تذکرہ ہوتا۔

اور جو چیز مجلس میں حضرت پر سب سے زیادہ غالب رہتی، وہ دعوت ہے، بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقے کے دل ودماغ میں اسلام پر اعتماد بحال کرنے کی ضرورت پر سب سے زیادہ زور دیتے تھے، اور جس چیز کی سب سے زیادہ تاکید کرتے تھے، وہ زہد اور استغنا ہے، طلبہ کو خاص طور پر خطاب کر کے بار بار اور بہت زور دے کر فرماتے: استغنا کو اپنا شعار بناؤ، زہد کو اختیار کرو، کسی قیمت پر نہ بکو، پھر اس قسم کے متعدد واقعات سناتے۔

میں نے اس کی کوشش کی ہے کہ حضرت کے الفاظ ہی نقل کروں، اور میں پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں، کم از کم اسّی فیصد الفاظ پورے حضرت کے ہیں، جو حضرت نے اس وقت مجلس میں ارشاد فرمائے تھے(۱) جہاں مجھے الفاظ میں تردد ہوا ہے حاشیے میں میں

(۱) استاذِ محترم مولانا نذر الحفیظ صاحب نے بھی رمضان کی مجلسیں مرتب کی ہیں، ہماری مرتب کردہ مجالس=

www.abulhasanalinadwi.org

نے اس کی طرف اشارہ کردیا ہے۔ ہمارے خیال میں مجلس کے الفاظ کا التزام زیادہ مفید اور موثر ہوتا ہے، اس لیے کہ خاص سیاق اور خاص کیفیات کے ساتھ الفاظ بھی مخصوص ہوتے ہیں، جن کو محفوظ ہونا چاہیے یا کم از کم علمی امانت سے یہ زیادہ قریب تر ہے۔

میں نے مجالس کو نقل کرنے میں امانت کے ساتھ علمی لحاظ سے مفید تر بنانے کی پوری کوشش کی ہے:

۱- تکرار کو حذف کیا اور جہاں پیچھے یہ بات گزر چکی ہے اس کی طرف اشارہ کردیا ہے، کہیں کہیں کسی خاص فائدے کے پیش نظر تکرار کو باقی رکھا گیا ہے۔

۲- مسلسل باتوں کو کاٹ کر عنوانات لگائے ہیں، تاکہ ہر عنوان کے تحت مستقل بات ہو، اس سے اس کی افادیت میں دو چند اضافہ ہوا ہے۔

۳- آیات کی تخریج وترجمہ کیا ہے۔

۴- احادیث کی تخریج وتحقیق کی ہے۔

۵- اشعار کی بھی تخریج کی کوشش کی ہے۔

۶- جن اشخاص کے نام آئے ہیں ان کے مختصر حالات لکھے ہیں۔ اس طرح چار سو پندرہ اشخاص کے مستند حالات ان حواشی میں آگئے ہیں، احوال کے ساتھ ان مآخذ کی بھی نشان دہی کی گئی ہے۔

۷- جن کتابوں کا ذکر ان میں آیا ہے، ان میں سے اکثر اہم کتابوں کا ایک حد تک تعارف کرنے کی کوشش کی ہے۔

= اور مولانا کی تحریر کردہ مجالس میں بنیادی فرق یہی ہے کہ مولانا نے حضرت کے مفہوم کو مرتب انداز سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے، یعنی اگر حضرت یہ بات لکھتے تو کس طرح پیش کرتے، مولانا نذر الحفیظ صاحب کے شایانِ شان یہی تھا، اس لیے کہ مولانا، حضرت مولانا کی کتابوں کے ماہر ہیں، اور حضرت کے اسلوبِ تحریر کو اچھی طرح جانتے ہیں، ہم جیسے مبتدیوں کے لیے یہی مناسب ہے کہ الفاظ ہی نقل کردیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

۸-حضرت نے ان مجالس میں جو باتیں ارشاد فرمائی ہیں، خواہ وہ واقعاتی نوعیت کی ہوں یا فکر ونظر سے ان کا تعلق ہو، حضرت کی دیگر کتابوں سے ان کی تصدیق وتائید اور توضیح ہوتی ہو تو ان کی نشان دہی کی ہے۔

۹-بزرگوں سے متعلق تاریخی نوعیت کے جن واقعات اور احوال کا اس میں ذکر آیا ہے، ان کے اصل مصادر تک رسائی کی کوشش کی گئی ہے۔

۱۰-حضرت کی باتوں کی دوسرے علماء اور بزرگوں کے یہاں نظیر ملتی ہو تو ان کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے، مگر ایسا بہت کم ہوا ہے۔

۱۱-اگر کہیں تسامح ہوا ہے تو اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اور مستند مآخذ کی روشنی میں صحیح بات پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ہر مجلس کے حواشی مسلسل نمبروں کے ساتھ مجلس کے اختتام پر دیے گئے ہیں۔

یہ کام بہت پہلے ہونا چاہیے تھا، حضرت کے سانحۂ ارتحال کے ساتھ ہی معاً اس کی اشاعت کا خیال آیا تھا، مگر حضرت کے ذوق کو دیکھتے ہوئے اس کی یوں ہی اشاعت کچھ مناسب نہیں معلوم ہوئی، اس لیے میں نے فوراً اس کی تحقیق کا کام شروع کر دیا تھا، مگر مجھے بہت جلد اندازہ ہوا کہ یہ کام طویل وقت چاہتا ہے، اور میں ذہناً ان دنوں اس کے لیے فارغ نہیں تھا، اس لیے مجھے چند دنوں کے بعد قلم روک دینا پڑا، اب حضرت کے انتقال کو گیارہ سال ہونے کو آئے تو اس کی اشاعت اور اس کو منظر عام پر لانے کا شدت سے داعیہ پیدا ہوا، اور اب تک اپنی کوتاہی کا احساس ہوا، جس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں، پھر میں اس کی تحقیق وترتیب میں لگ گیا، اور پانچ مہینے شبانہ روز محنت کی اللہ نے توفیق دی، اس کے نتیجے میں یہ کتاب اس شکل میں آپ کے سامنے ہے، والحمد للہ علیٰ ذلک۔

اس میں جو باتیں آئی ہیں اس پر دراصل قارئین کو ہمارے اساتذہ: مولانا برہان

www.abulhasanalinadwi.org

الدین سنبھلی(۱)، مولانا نذرالحفیظ ندوی(۲) اور مولانا شمس الحق ندوی(۳) کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اکثر باتیں ان حضرات کے سوالات کے نتیجے میں سامنے آئیں، بالخصوص مولانا نذرالحفیظ صاحب کا کہ وہ اکثر حاضرین کی رعایت سے اور طلبہ کے لیے مفید مطلب سوالات کرتے، اور ہم لوگ ان کے مجلس میں ہونے اور سوال کرنے سے زیادہ خوش ہوتے کہ اب زیادہ کام کی باتیں سننے کو ملیں گی، وہ کبھی حضرت کی ذاتی زندگی اور سیرت وکردار کے متعلق کوئی ایسا سوال کر دیتے، جس کی تفصیل میں حضرت تواضعاً جانا نہیں چاہتے تھے، مگر

(۱) مشہور عالم دین وفقیہ، فاضل دارالعلوم دیوبند، صدر شعبۂ تفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، رکن عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ، المجمع الفقھی کے نائب صدر، مرکزی دارالقضاء اتر پردیش کی قاضی کونسل کے صدر اور متعدد علمی اداروں کے رکن، مولانا تفسیر وحدیث میں دست گاہ رکھتے ہیں، اور فقہ کے بڑے ماہر ہیں، متعدد کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں قضایا فقھیة معاصرة، معاشرتی مسائل، جدید طبی مسائل، رویت ہلال کا مسئلہ، موجودہ زمانے کے مسائل کا شرعی حل، وغیرہ شامل ہیں۔ گزشتہ سال مولانا کو عربی کا صدر جمہوریۂ ہند کا ایوارڈ حاصل ہوا۔

(۲) ندوۃ العلماء سے فضیلت کے بعد کلیۃ التربیہ، عین شمس یونی ورسٹی قاہرہ سے ۱۹۷۹ء میں بی-ایڈ کیا، اور جامعہ ازہر سے ۱۹۸۲ء میں عربی ادب وتنقید میں ایم-اے کی ڈگری حاصل کی، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں عربی ادب کے استاد اور اس وقت وہاں عمید کلیۃ اللغۃ العربیہ ہیں، مغربی میڈیا اور عالم اسلام کے حالات پر گہری نظر رکھتے ہیں، ان کی کتابوں میں: الزمخشری کاتباً وشاعراً، ابوالحسن الندوی کاتباً ومفکراً، اور سب سے مشہور ''مغربی میڈیا اور اس کے اثرات'' ہے، جس کے اردو میں متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، اور عربی، بنگالی اور انگریزی میں بھی اس کی اشاعت ہو چکی ہے، مولانا عربی ادب میں صدر جمہوریۂ ہند کے ایوارڈ یافتہ ہیں، مولانا ان دو چار لوگوں میں سے ہیں جن پر حضرت مولانا کو اپنی کتابوں اور پیغام کو سمجھنے کے سلسلے میں سب سے زیادہ اعتماد تھا۔

(۳) استاد تفسیر وادب دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ومدیر تعمیر حیات لکھنؤ (۱۹۷۹ء سے اس کی ادارت میں شریک ہیں) حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ سے قریبی تعلق تھا، مولانا کی متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں، ان میں شرق اوسط کی ڈائری (ترجمہ مذکرات سائح فی الشرق الاوسط از حضرت مولانا علی میاںؒ) تدبر حدیث (ترجمہ دراسات تربویۃ فی الحدیث النبوی از ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی) حضور ﷺ استاد ومربی (ترجمہ الرسول المعلم ﷺ از شیخ عبدالفتاح ابوغدہ) اور مضامین کے بعض مجموعے: جن میں صداقت وعزیمت کے تابندہ نقوش، اور چراغ راہ، وغیرہ ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

سوال کی وجہ سے اس کا جواب عموماً دے دیتے تھے، پھر احساس ہو جاتا تو مولانا نذر الحفیظ صاحب سے مخاطب ہو کر لطیف ملامت آمیز انداز میں فرماتے: تم نے تو ساری بات کہلوادی، حضرت تو اضعاً اپنا ذاتی ذکر پسند نہ کرتے، الا یہ کہ اس میں کوئی دعوتی فائدہ ہو، اس طرح کے سوالات پر کبھی ہاتھ کے اشارے سے منع کرتے، اور کبھی اعراض کر جاتے۔

اخیر میں مخدومی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے کہ انھوں نے اپنی بے پناہ مصروفیتوں کے باوجود مقدمہ لکھ کر ان مجالس کی اہمیت کو اجاگر کیا، اور اس کام کو سراہا، نیز مولانا نذر الحفیظ صاحب کا بھی نہایت ممنون ہوں جنھوں نے تقریظ لکھ کر ہمت افزائی فرمائی، ساتھ ساتھ مولانا نے ان مجالس کی کیفیت، ان کی ادبی ودعوتی اہمیت اور حضرت کے پیغام کا خلاصہ پیش کیا ہے، جس سے ان مجالس کے پڑھنے والوں کی اچھی رہنمائی کی امید ہے، اسی طرح اپنے ان عزیز رفقاء اور برادران کا شکر ادا کیے بغیر نہیں رہا جاسکتا، جن کا اس کتاب کی تیاری میں بیش قیمت تعاون حاصل رہا، برادر عزیز مولوی محمد زیاد عجائب ندوی اور رفیق عزیز مولوی محمد مستقیم محتشم ندوی کہ انھوں نے کتاب کی کمپوزنگ اور سیٹنگ میں بڑی محنت کی، بالخصوص مولوی مستقیم نے اخیر میں بے پناہ تعاون کیا، نیز برادر عزیز مولوی محمد سفیان کے ایم ندوی متعلم علیا ثانیہ دار العلوم ندوۃ العلماء اور عزیزی مولوی محمد یعقوب وامدا ندوی متعلم علیا ثانیہ دار العلوم ندوۃ العلماء کہ ان دونوں نے پروف ریڈنگ میں بڑا ساتھ دیا، اللہ تعالیٰ ان سب کو خوب سے خوب جزا عطا فرمائے اور اس کتاب کو خلق کے لیے نافع بنائے اور قبول فرمائے۔

فیصل احمد ندوی

مدرس دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۵/ جمادی الاخری ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۹ مئی ۲۰۱۱ء

www.abulhasanalinadwi.org

صحبتِ صالح اور مجالسِ خیر

(قرآن وحدیث اور سلفِ صالحین کے قول وعمل کی روشنی میں)

انسان کی فطرت میں اللہ نے تاثر کا مادہ رکھا ہے، وہ کسی بھی چیز سے متاثر ہوجاتا ہے، شکل وصورت سے متاثر ہوتا ہے، حسن وجمال سے متاثر ہوتا ہے، فضل وکمال سے متاثر ہوتا ہے، انعام واحسان سے متاثر ہوتا ہے، عادات واطوار سے متاثر ہوتا ہے، انداز وکردار سے متاثر ہوتا ہے، تو عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی ایسی چیزوں سے متاثر ہونے کے اسباب اختیار کرے، جن سے اس کی زندگی پر مثبت اثرات مرتب ہوں!

انسان جس ماحول میں پروان چڑھتا ہے، جس معاشرے میں سانس لیتا ہے، جن لوگوں کے ساتھ نشست وبرخاست رکھتا ہے ان سے متاثر ہوتا ہے، بہت مشہور بات ہے: ''صحبتِ صالح ترا صالح کند، صحبتِ طالح ترا طالح کند'' یعنی اچھے کی صحبت تم کو اچھا بنادے گی اور برے کی صحبت تم کو بُرا بنادے گی۔ صحبت اور معیت کو آدمی کے بناؤ اور بگاڑ میں بڑا دخل ہوتا ہے، بُری صحبت شریف زادوں اور علماء اور بزرگوں کی اولادوں اور ان سے نسبت رکھنے والوں کو بھی غلط راستے پر ڈال دیتی ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے نیک نام باپ دادوں اور عالی مقام خاندان کی بدنامی کا باعث ہوتے ہیں؛ اس کے برخلاف اچھی صحبت برے سے برے انسان کو صالح اور باخدا اور بڑے سے بڑے مجرم کو متقی اور پرہیزگار بنادیتی ہے، اور تقویٰ وعمل والے لوگوں کے فیضِ صحبت سے کمزور سے کمزور آدمی کے اندر بھی اپنی کمزوریوں پر غالب آنے کا حوصلہ پیدا ہوجاتا ہے، اسی لیے قرآن وحدیث میں اچھی صحبت کی بڑی تاکید آئی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (التوبہ، آیت: ۱۱۹) یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو، اور راست بازوں کی معیت اختیار کرو، نیز ارشاد باری ہے: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ

www.abulhasanalinadwi.org

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهُ (الکھف، آیت:۲۸) یعنی روکے رکھو اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جو صبح وشام اپنے رب کو اس کی رضا جوئی کی خاطر پکارتے ہیں۔

اور حدیث شریف میں نہایت دل نشیں مثال سے اچھی اور بری صحبت کے اثرات کو ذہن نشین کرایا گیا ہے:

عـن أبي موسى الأشعري رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه و سلم قـال:إنـما مثل الجليس الصالح و الجليس السوء كحامل المسك و نافخ الكير، فحامل المسك إما أن يحذيك، و إما أن تبتاع منه، و إما أن تجد منه ريحاً طيبةً، و نافخ الكير إما أن يحرق ثيابك، و إما أن تجد ريحاً خبيثةً(۱)

''اچھے ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مشک اٹھائے ہوئے ہو (یہ اچھے ساتھی کی مثال ہوئی) اور کوئی آگ کی بھٹی دھونکنے والا ہو (یہ برے ساتھی کی مثال ہے) پس مشک والا تم کو یا تو مشک دے دے گا یا تم خود اس سے خریدو گے یا پھر کم سے کم تم اس سے پاکیزہ خوشبو پاؤ گے، اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمھارے کپڑے جلادے گا یا پھر تم بدبو پاؤ گے''۔

اور ایک حدیث میں اچھی صحبت کی تاکید اس طرح کی گئی ہے:

عن أبي هريرة رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه و سلم قال: الرجل على دين خليله، فلينظر أحدكم من يخالل(۲)

یعنی آدمی اپنے دوست کے دین اور اس کی روش پر ہوتا ہے، پس تم میں سے ہر شخص کو یہ ضرور دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کررہا ہے!

---

(۱) بخاری کتاب البيوع، باب في العطار وبيع المسك، ح:۲۱۰۱، و كتاب الذبائح والصيد، باب المسك، ح:۵۵۳٤، ومسلم كتاب البر والصلة والأدب، باب استحباب مجالسة الصالحين ومجانبة قرناء السوء، ح:۲٦۲۸

(۲) ابوداؤد، كتاب الأدب، باب من يؤمر أن يجالس، ح:٤۸۳۳ وترمذى كتاب الزهد، ح:۳۳۷۸

www.abulhasanalinadwi.org

اور مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: المرء على دين خليله فلينظر أحدكم من يخالط (١)

یعنی آدمی اپنے دوست کے طریقے پر ہوتا ہے، پس تم میں سے ہر شخص کو غور کرنا چاہیے کہ اس کی صحبت کس سے ہے!

اور طرح طرح سے اچھی صحبت کی تاکید کی گئی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ہم جن کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں ان میں سب سے اچھا شخص کون ہے؟ فرمایا: من ذكر بالله رؤيته، وزاد في علمكم منطقه، وذكر بالآخرة عمله (١) یعنی جس کے دیدار سے تمھیں اللہ یاد آئے، جس کی گفتگو تمھارے قلم میں اضافہ کرے اور جس کا عمل تمھیں آخرت یاد دلائے۔ یہ حدیث بھی قابل غور ہے جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: لا تصاحب إلا مومناً، ولا يأكل طعامك إلا تقي (٣) یعنی کسی مومن ہی کی صحبت اختیار کرو اور تمھارا کھانا پرہیزگار لوگ ہی کھائیں۔ مطلب یہ ہے کہ تمھارا اٹھنا بیٹھنا اگر اچھے لوگوں کے ساتھ نہیں ہے تو تمھاری دعوتوں میں بھی ایسے لوگ شریک ہوں گے، اور اگر تمھاری صحبت اچھے لوگوں سے ہے تو تمھارے کھانے میں بھی ایسے اچھے لوگ ہی شریک ہوں گے، پھر یہ کہ آدمی جن کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا اور کھاتا پیتا ہے، اس کی عادتیں غیر محسوس طور پر اس کے اندر منتقل ہوتی ہیں، پس تمھیں چاہیے کہ اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرو، انھی لوگوں کے ساتھ کھاؤ پیو، تاکہ ان کی عادتوں اور اخلاق کا تم پر اثر پڑے۔

---

(١) مسند احمد ٢/٣٠٣

(٢) المنتخب من مسند عبد بن حميد، ح: ٦٣٠

(٣) ابوداود، كتاب الأدب، باب من يومر أن يجالس، ح: ٤٨٣٢، وترمذی، كتاب الزهد، باب ماجاء في صحبة المومن، ح: ٢٣٩٥

www.abulhasanalinadwi.org

اور صلحاء اور یادِ الٰہی میں مشغول رہنے والوں کی مجلسوں میں بیٹھنے کی تاکید کی گئی ہے:

عن أبي رزين أنه قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم ألا أدلك على ملاك هذا الأمر، تصيب به خير الدنيا والآخرة؟ عليك بمجالس أهل الذكر، وإذا خلوت فحرّك لسانك مااستطعت بذكر الله، وأحبب في الله، وأبغض في الله، يا أبارزين هل شعرت أن الرجل إذا خرج من بيته زائراً أخاه شيعه سبعون ألف ملك كلهم يصلون عليه، ويقولون: ربنا إنه وصل فيك فصله، وإن استطعت أن تعمل جسدك في ذلك فافعل(۱)

حضرت ابورزین کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا میں تمھیں اس دین کی اساس اور اس کی روح اور خلاصہ نہ بتاؤں، جس کے ذریعے تم دنیا وآخرت کی بھلائی حاصل کر سکتے ہو؟ ذکر اور یادِ الٰہی میں مشغول رہنے والوں کی مجلسوں میں بیٹھا کرو، اور جب تنہائی ملے تو جہاں تک ہو سکے ذکرِ الٰہی سے اپنی زبان کو حرکت دو، اور اللہ کے لیے کسی سے محبت کرو اور اللہ ہی کے لیے کسی سے بغض رکھو، اے ابورزین! کیا تمھیں پتا ہے کہ جب آدمی اپنے بھائی سے ملاقات کے لیے گھر سے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے پیچھے چلتے ہیں اور سب کے سب اس کو دعا دیتے ہوئے کہتے ہیں: اے پروردگار! اس نے تیری وجہ سے تعلقات قائم رکھے ہیں تو تو اس کو جوڑ دے، اور اگر تم اپنے کو اس میں لگا سکو اور اس بات پر عمل کر سکو تو ضرور کرنا۔

اور "مجالس الذکر" کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری فرماتے ہیں: اس میں علماء واولیاء اور واعظین کی مجالس شامل ہیں جن کی مجلسیں ذکر الٰہی سے مملو ہوتی ہیں، اور جن میں صحیح عقائد، شرعی احکام اور مالی اور بدنی عبادات اور حلال وحرام اور ترغیب وترہیب اور اس جیسی باتیں ہوتی ہیں (۲)۔

---

(۱) شعب الإيمان للبيهقي (۱۱/۳۲۹، ح:۸۶۰۸)

(۲) مرقاۃ (۹/۲۲۷-۲۲۸)

www.abulhasanalinadwi.org

اور اللہ کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنے والوں کی فضیلت اس مشہور حدیث سے بھی معلوم ہوتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

قال اللّٰه تعالىٰ: وجبت محبتي للمتحابين فيّ، والمتجالسين فيّ والمتزاورين فيّ والمتباذلين فيّ(۱)

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری محبت لازم ہے ان لوگوں کے لیے جو میری وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، میری وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں"۔

اہل اللہ اور صلحاء کی زیارت اور ملاقات اور ان کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کے لیے سفر کرکے اور مشقت جھیل کر جانا چاہیے۔

عن أبي هريرة قال قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: من عاد مريضاً أو زار أخاً له في الله ناداه منادٍ أن طبت وطاب ممشاك وتبوأت من الجنة منزلاً(۲)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی بیمار کی عیادت کرے یا محض اللہ کے لیے اپنے بھائی کی زیارت کرے تو ایک پکارنے والا بہ آوازِ بلند کہتا ہے کہ تجھے مبارک ہو، اور تیرا چلنا مبارک اور خوش گوار ہو، اور تجھے جنت میں ٹھکانہ نصیب ہو!۔"

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی کسی دوسری بستی میں اپنے بھائی کی زیارت کے لیے گیا تو اللہ تعالیٰ

---

(۱) موطأ، كتاب الشعر، باب ماجاء في المتحابين في الله، ص:۶۵۷، ومسند احمد ۵/۲۳۳

(۲) ترمذی، ابواب البر والصلة، ماجاء فی زیارة الإخوان، ح:۲۰۰۸

www.abulhasanalinadwi.org

نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھادیا جو اس کا انتظار کرتا تھا، جب وہ شخص اس کے پاس سے گزرا، تو فرشتے نے پوچھا: تم کہاں جارہے ہو؟ اس نے کہا: اس بستی میں میرا فلاں بھائی رہتا ہے، اس کے پاس جارہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا: کیا اس کا تم پر کوئی احسان ہے جس کی وجہ سے تم یہ تکلیف اٹھارہے ہو اور اس کا بدلہ اتارنے جارہے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، صرف اس لیے جارہا ہوں کہ میں اس سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں، فرشتے نے کہا: میں تیری طرف اللہ کا فرستادہ ہوں (اور یہ بتانے کے لیے آیا ہوں کہ) اللہ تعالیٰ (بھی) تجھ سے محبت کرتا ہے جیسے تو اس سے صرف اللہ کے لیے محبت کرتا ہے(۱)۔

صحبتِ صالح کی اسی اہمیت اور اچھی مجلسوں کی اسی تاثیر اور افادیت کے پیشِ نظر صحابہ وتابعین اور سلفِ صالحین اس کی بڑی تاکید کرتے تھے اور اس کا ان کے یہاں بڑا اہتمام پایا جاتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جالسوا التوابين فإنهم أرق شيئ أفئدة (۲) توبہ کرنے والوں اور اللہ کی طرف کثرت سے رجوع کرنے والوں کی مجلسوں میں بیٹھا کرو، اس لیے کہ ان کے دل بہت نرم ہوتے ہیں، یعنی اس سے تمھارے دل کے اندر بھی نرمی پیدا ہوجائے گی۔

علمائے ربانیین کی مجلسوں کی ترغیب دیتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آدمی گناہوں کا پہاڑ سر پر لیے گھر سے نکلتا ہے، پھر جب علم کی کوئی بات اس کے کان میں پڑتی ہے تو اس کے اندر خوف پیدا ہوتا ہے اور وہ گناہوں سے باز آجاتا ہے اور گھر اس حال میں لوٹتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا، پس علماء (۳) کی مجلسوں سے کبھی الگ نہ ہونا،

---

(۱) صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والأدب، باب فضل الحب في الله، ح: ٢٥٦٧

(۲) حلیۃ الاولیاء (۱/۵۱)

(۳) قرآن مجید کی اصطلاح اور سلف کے عرف میں عالم سے وہ شخص مراد ہوتا ہے جو قرآن وحدیث کا گہرا علم رکھتا ہو، اور تقویٰ وعمل میں ممتاز اور معرفتِ الٰہی سے سرفراز ہو، نرا کتابی علم کسی حد وشمار میں نہیں، اور اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

اللہ نے رُوے زمین پر کوئی ایسی جگہ نہیں پیدا کی جو اللہ کے نزدیک علماء کی مجلسوں سے زیادہ قابلِ عزت ہو(۱)۔

نیز فرماتے ہیں، اگر تین باتیں نہ ہوں تو میں مرجانا پسند کروں: اگر اللہ کے لیے اپنی پیشانی کا زمین پر رکھنا نہ ہو، یا ان مجلسوں میں بیٹھنا نہ ہو، جن میں چھنٹی ہوئی اچھی باتیں بیان ہوتی ہیں، جیسے اچھی کھجوریں چھانٹی جاتی ہیں، یا اللہ کے راستے میں چلنا نہ ہو(۲)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: یابنی! رأس الدین صحبة المتقین ، وتمام الإخلاص اجتناب المحارم، وخیر المقال ماصدّقه الفعال، اقبل عذر من اعتذر إلیك، واقبل العفو من الناس، وأطع أخاك وإن عصاك، وصِلْه وإن جفاك(۳)

بیٹے! دین کا جوہر اور اس کی اصل اہل تقویٰ کی صحبت ہے، پورا اخلاص یہ ہے کہ آدمی گناہوں سے بچے، اور بہترین بات وہ ہے جس کی عمل تصدیق کرے (یعنی جس بات پر عمل کیا جائے) جو معذرت کرے اس کا عذر قبول کرو، لوگوں سے درگزر کا معاملہ کرو، اپنے بھائی کی بات مانو، اگرچہ وہ تمھاری بات نہ مانے اور اس سے تعلقات استوار رکھو، اگرچہ وہ بے رخی اختیار کرے۔

آدمی کی سمجھ داری کی بابت بیان کرتے ہوئے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اہل علم کی صحبت میں بیٹھنا سمجھ داری اور دانائی کی بات ہے(۴)۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: کوئی شخص ایسا نہیں ہوتا کہ اس سے کوئی محبت کرنے والا اور کوئی نفرت کرنے والا نہ ہو، جب یہ بات ہے تو آدمی کو اللہ کی اطاعت کرنے والوں کی

---

(۱)تنبیه الغافلین لأبی اللیث السمرقندی(۱/۳۲۲)

(۲)حلیۃ الاولیاء(۱/۵۱)

(۳) کنز العمال(۱۶/ ۲۶۹، رقم: ۳۹۹)

(۴)حلیۃ الاولیاء(۱/۲۱۱)

www.abulhasanalinadwi.org

صحبت میں رہنا چاہیے(۱)۔

حماد بن واقد الصفار کہتے ہیں کہ میں ایک دن مالک بن دینار کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ وہ تنہا بیٹھے ہیں اوران کے پہلو میں کتا اپنی ناک زمین پر رکھے ہوئے ہے، میں اس کو ہٹانے لگا تو فرمایا: چھوڑ دو، یہ بُرے ہم نشین سے بہتر ہے، یہ مجھے تکلیف نہیں دیتا(۲) یعنی برے شخص کی صحبت نقصان کا باعث ہوتی ہے، اس سے تو بہتر یہ ہے کہ آدمی کتے کے ساتھ رہے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں: صالحین کی صحبت سے زندگی پاکیزہ ہوتی ہے (۳)۔

میمون بن مہرانؒ کہتے ہیں: العلماء هم ضالتي في كل بلدة، وهم بغيتي، ووجدت صلاح قلبي في مجالسة العلماء (۵) یعنی علماء میرا گم شدہ مال ہیں ہر شہر میں اور وہی مجھے مطلوب ہیں، میں نے اپنے قلب کی حالت کی درستی علماء کی صحبت میں پائی ہے۔

امام سفیان ثوریؒ علی بن الحسین السلیمیؒ کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اہل دنیا، اہل حرص اور شیاطین کے بھائیوں (۶) کی صحبت تمھارے دل کی حالت بگاڑ دے گی (۷)۔

امام شعبیؒ فرماتے ہیں جو محلے کی مجلس (۸) سے دور رہے اس کا علم بڑھتا ہے اور اس کا عمل پاکیزہ ہوتا ہے (۸)۔

---

(۱) ایضاً (۹/ ۱۱۷)

(۲) حلیۃ الاولیاء (۲/ ۳۸۴)

(۳) ایضاً (۹/ ۳۵۹)

(۴) ایضاً (۴/ ۸۵)

(۵) یعنی وہ لوگ جو اللہ کی اطاعت سے ہٹ کر اپنا مال خرچ کریں۔

(۶) حلیۃ الاولیاء (۷/ ۴۷)

(۷) یعنی وہ مجلسیں جو محلے کی چوپال اور مختلف نشست گاہوں میں جمتی ہیں، جہاں ایران توران کی باتیں ہوتی ہیں۔

(۸) حلیۃ الاولیاء (۴/ ۳۱۸)

www.abulhasanalinadwi.org

عبدالواحد بن زیادؒ فرماتے ہیں: اہل دین کی صحبت میں بیٹھو، اگر وہ نہ ملیں تو مروت والوں (۱) کی صحبت اختیار کرو، اس لیے کہ وہ اپنی مجلسوں میں فحش گوئی نہیں کرتے (۲)۔

امام سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں: کہا جاتا تھا کہ حکماء (۳) کی ہم نشینی اختیار کرو، اس لیے کہ ان کے ساتھ بیٹھنا غنیمت ہے، ان کی صحبت بے آزار ہے، اور ان کی دوستی باعثِ عزت ہے۔ (۴)

ابوالعباس بن عطاء فرماتے ہیں: جب تمھارا نفس تمھارے قلب کی طرف متوجہ نہ ہو تو حکماء کی صحبت سے اس کو درست کرو، جو شخص حکمت کے نور سے منور ہونا چاہے تو اسے چاہیے کہ عقل وفہم والوں سے ملے، نیز فرمایا: اپنے دل کو ذاکرین کی مجلسوں سے قریب کرو، تاکہ وہ غفلت سے باز آجائے، اور اپنی ذات کو صالحین کی خدمت میں لگاؤ، امید ہے کہ صلحاء کی خدمت کی برکت سے رب العالمین کی طاعت کی اس کے اندر عادت پیدا ہوجائے گی (۵)۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: ورع اور پرہیزگاری کے حامل اور اہل تقویٰ کی مجلسوں میں بیٹھو، اللہ تمھارے دین کا معاملہ درست کردے گا، اور اپنے دینی معاملے میں ان لوگوں سے مشورہ کرو جو اللہ سے ڈرنے والے ہوں، اور نیکیوں میں سبقت کرو، اللہ تمھارے اور تمھارے گناہوں کے درمیان حائل ہوجائے گا (۶)۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چار باتوں سے عقل میں اضافہ ہوتا ہے: فضول اور بیکار باتوں سے اجتناب، مسواک کا اہتمام، نیک لوگوں کی صحبت اور علماء کی ہم نشینی (۷)۔

---

(۱) یعنی وہ لوگ جن کے اندر اعلیٰ انسانی قدریں ہوں۔

(۲) حلیۃ الاولیاء (۶/۱۶۰)

(۳) یعنی علم وحکمت اور عقل وفطانت والے۔

(۴) حلیۃ الاولیاء (۷/۲۸۴)

(۵) ایضاً (۱۰/۳۰۳)

(۶) ایضاً (۷/۸۵)

(۷) زاد المعاد ۴/ ۴۰۹، والآداب الشرعیۃ ۲/ ۳۹۰

www.abulhasanalinadwi.org

اسی طرح سلف کا معمول تھا کہ اپنے علم وفضل پر نظر کیے بغیر اہل دل اور اصحابِ قلوب کی مجلسوں میں حاضر ہوتے تھے، حضرت سفیان ثوریؒ اپنے عہد کے ممتاز ترین محدث وفقیہ اور شہرۂ آفاق عابد وزاہد اور صاحبِ دل تھے، مگر بایں مقام بلند وہ حضرت رابعہ بصریہ کی خدمت میں حاضری دیتے اور ان کی باتوں سے فائدہ اٹھاتے (۱)۔

اچھے لوگوں کی صحبت میسر نہ آنے پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ وہ تو ایک گم شدہ مال ہے جو ملتا نہیں (۲)۔ نیز اپنے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرماتے تھے: صحابہ کی مجلسوں میں بیٹھنے والوں کی صحبت اٹھانے کے بعد اب تمھاری صحبت سے میں آزمائش میں ہوں، مجھ سے بڑھ کر کس کی مصیبت ہوگی؟ اس پر ان کے شاگرد یحییٰ بن اکثم نے کہا: اے ابو محمد! تو پھر وہ لوگ جو صحابہ کے بعد آپ کی صحبت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں وہ آپ سے بڑھ کر مصیبت میں ہیں (۳)۔

اور خود حضرت سفیان ثوریؒ کی مجلس کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ لوگ ان کی مجلس میں بیٹھ کر دنیا بھول جاتے تھے اور ان میں زہد پیدا ہوتا تھا (۴)۔

امام احمدؒ اپنی اس محدثانہ شان اور فقیہانہ آن بان کے ساتھ اور زہد وورع میں بے مثال اور شہرت وعزت کی چوٹی پر پہنچنے کے باوجود حضرت بشر حافیؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کی صحبت سے فائدہ اٹھاتے، امام احمدؒ سے کہا گیا کہ بشر بن حارث (بشر حافی) آپ کی طرف آنا چاہتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا: نہیں، شیخ کو تکلیف نہ دو، ہم اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ ان کے پاس جائیں۔ نیز امام احمد فرماتے ہیں کہ بشر میں ایک انس تھا یعنی ان کی صحبت میں بہت جی لگتا تھا، نیز فرماتے ہیں کہ میں کبھی ان سے بات نہیں کر سکا (۵)۔

---

(۱) صید الخاطر، فصل ۲۵ (ص: ۹۲) نیز دیکھیے سیر أعلام النبلاء (۸/۲۴۱-۲۴۲)

(۲) حلیۃ الاولیاء (۷/۵۲)

(۳) تاریخ بغداد (۱۴/۱۹۲)

(۴) دیکھیے حلیۃ الاولیاء (۸/۳۴۹) نیز سیر أعلام النبلاء (۷/۲۶۹)

(۵) الآداب الشرعیة لابن مفلح (۲/۲۶۰)

www.abulhasanalinadwi.org

اس بات کو نقل کر کے شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بشر سے بات کرنے کے بجائے ان کی صحبت، دیدار اور ان کی مجلس کی خوشبو سونگھنے پر اکتفا کرتے تھے(۱)۔

امام احمدؒ ان کی اتنی تعظیم کرتے تھے کہ فرماتے تھے اگر بشر حافی نہ ہوتے اور ہمارے لیے ان کے استغفار کی ہمیں امید نہ ہوتی تو ہم بیکار ہوتے(۲)۔

اہل دل اور اصحابِ تقویٰ کی صحبت کو بہر صورت غنیمت سمجھنا چاہیے، خواہ وہ عمر میں چھوٹا اور علم میں بہت معمولی ہو، حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں بھی یہ بات موجود ہے، فرماتے ہیں: صحبتِ صالحہ چاہے اپنے سے چھوٹوں ہی کی ہو بہت غنیمت ہے(۳)۔

بلکہ حضرت اویس قرنیؒ کی حدیث سے بھی اس پر دلیل ملتی ہے، حضرت عمرؓ جیسے صحابی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دیکھو، اویس قرنی یمن سے تمھارے پاس آئیں گے، ان کی بزرگی کا یہ حال ہے کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھا کر کوئی بات کہیں تو اللہ ان کی قسم ضرور پوری کرے گا، اگر تم ان سے اپنی مغفرت کی دعا کرواسکو تو ضرور ایسا کرنا(۴)۔

چوں کہ تقویٰ اور معرفت کا اثر بہر حال پڑتا ہے، حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: اہل تقوی سردار ہیں، فقہاء قائد ہیں، اور ان کی مجلسیں علم وعمل میں زیادتی کا باعث ہیں(۵)۔

لہٰذا کسی بھی اچھی صحبت کو غنیمت سمجھنا چاہیے، ہمارے بزرگوں نے ہمیشہ اس پر عمل کیا ہے، حضرت سید احمد شہیدؒ کے بارے میں اس طرح کی متعدد مثالیں ہیں۔

---

(۱) صفحات من صبر العلماء علی شدائد العلم والتحصیل، ص:۲۹۱

(۲) الآداب الشرعیة (۲/۲۵)

(۳) حسن العزیز، جلد دوم، ص:۸۳

(۴) یہ ایک طویل حدیث ہے دیکھیے صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل اویس القرنی، ح:۲۵۴۲ (۴) الزھد للإمام أحمد (ص:۲۰۶، رقم:۸۹۱) وأخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر کما فی مجمع الزوائد (۲/۱۸۹)

(۵) الزھد للإمام أحمد (ص:۲۰۶، رقم:۸۹۱) وأخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر کمافی مجمع الزوائد (۲/۱۸۹)

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ (متوفی: ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۲۹ء) اپنے عہد کے بہت مشہور اور ممتاز عالم تھے، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے قابل اعتماد شاگرد، جن کو شاہ صاحب اپنی نیابت کا مستحق سمجھتے تھے، اس مقام بلند کے باوجود انھوں نے سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کی صحبت اختیار کی، جب کہ سید صاحب عمر میں ان سے تقریباً چالیس سال چھوٹے اور علم ظاہر میں ان سے کوئی نسبت نہیں رکھتے تھے۔

مولانا عبدالحی بڈھانویؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ دونوں کا پایہ علم میں بہت بلند تھا، دونوں عبقری ذہن ودماغ کے مالک تھے، یہاں تک شاہ عبدالعزیز جیسے ان کے استاد جو خود علامۂ زمانہ تھے، اول الذکر کو شیخ الاسلام اور موخر الذکر کو حجۃ الاسلام کہا کرتے تھے، اور دونوں سید صاحب سے عمر میں بڑے تھے، مگر سید صاحب سے بیعت کر کے سایے کی طرح ان سے چمٹے رہے، اور آخر وقت تک ان کی غلامی اختیار کیے رہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سب کے سب اساطینِ علم میں تھے، ان کے علمی کمالات کے سامنے اکثر علماء بونے نظر آتے تھے، جن میں سے ہر شخص پر ہندوستان کو فخر ہے، تاہم انھوں نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا دامن تھاما، اور ان کی صحبت سے مستفید ہوتے رہے، جب کہ حاجی صاحب نے علم ظاہر کے لحاظ سے درسیات کی بھی تکمیل نہیں کی تھی۔

اس کی دسیوں مثالیں ہیں، تفصیل سے بات بڑھ جائے گی، سمجھنے والوں کے لیے اتنی مقدار کافی ہے، إنّ فی ذلك لعبرة لأولی الأبصار۔

www.abulhasanalinadwi.org

صاحبِ ملفوظات

ایک تعارف

مفکر اسلام، مجددِ ملت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی اپنے عہد کے سب سے مشہور عالمِ دین تھے، وہ ایک بے نظیر داعی، جلیل القدر روحانی مربی، دقیق النظر مفسر، بے مثال ادیب، یگانہ مورخ اور عظیم مصنف تھے۔ رائے بریلی کے قطبی حسنی سادات سے ان کا تعلق تھا۔

ولادت: ٦/محرم ۱۳۳۲ھ مطابق ۵/ دسمبر ۱۹۱۳ء(۱) تکیہ کلاں ضلع رائے بریلی، یوپی۔

تعلیم: اردو فارسی کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، پھر شیخ خلیل عرب سے عربی زبان وادب کی پوری تعلیم حاصل کی، اور علامہ تقی الدین ہلالی مراکشی سے اس میں کمال بہم پہنچایا۔ ۱۹۲۹ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخلہ لے کر حضرت مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی سے علمِ حدیث کی تحصیل کی، اور حدیث کی اکثر اہم کتابیں حرفاً حرفاً پڑھیں، اور صحیح بخاری کو درس میں دوسال شرکت کی، اور مکرر اس کا درس لیا۔ اس کے بعد لاہور جا کر حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے پورے قرآن کا درس لیا۔

تدریس اور ندوۃ العلماء میں ذمہ داریاں: ۱۹۳۴ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بحیثیتِ استاذِ تفسیر وادب تقرر ہوا، اور ۱۹۴۵ء تک اس سے وابستہ رہے۔ ۱۹۴۹ء میں

---

(۱) حضرت مولانا نے کاروانِ زندگی میں ۱۹۱۴ء لکھا ہے مگر حضرت کو بھی اخیر میں صحیح تاریخ ولادت کا علم ہوگیا تھا، جیسا کہ ہم نے خود حضرت سے سنا، مولانا بلال حسنی صاحب نے دوسرے خاندانی ثبوتوں کی بنیاد پر مذکورہ بالا تاریخ ہی لکھی ہے۔ (دیکھیے سوانح مفکر اسلام، ص:۷۹)

www.abulhasanalinadwi.org

ندوۃ العلماء کے نائب معتمد تعلیمات اور علامہ سید سلیمان ندوی کی وفات کے بعد ۱۹۵۳ء میں معتمد بنائے گئے۔ ۱۹۶۱ء میں آپ کے برادر بزرگ مولانا حکیم سید عبدالعلی صاحب کی وفات کے بعد ندوۃ العلماء کی نظامت کے لیے آپ کا انتخاب ہوا، اور تادمِ مرگ آپ اس کے ناظم رہے۔ آپ نے اپنے دورِ نظامت میں ندوۃ العلماء کو ترقی کے بامِ عروج پر پہنچایا، اور بانیوں کے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کیا۔

اکابر اور بزرگوں سے تعلق اور ان سے استفادہ: ۱۹۴۰ء کے آغاز میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی (م ۱۹۴۴ء) سے ربط و تعلق ہوا، ان کی صحبت و رفاقت نے جذبۂ تبلیغ و دعوت کو مہمیز کیا، اور زندگی میں انقلابِ عظیم برپا کیا۔

اولاً تو حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے اشارے سے ان کے شیخ و مرشد حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوری سے بیعت ہوئے، مگر تربیت و سلوک کا تعلق حضرت مولانا لاہوریؒ سے ہی رہا، اور ان کی صحبت سے بہت فائدہ اٹھایا، تقسیم ہند کے بعد حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری سے ربط و تعلق بڑھایا، دونوں بزرگوں نے اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا، اور حضرت کے بارے میں بلند کلمات ارشاد فرمائے، دونوں کا انتقال ۱۹۶۲ء میں ہوا، ان کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کو اپنا مشیر بنایا، اور تمام بزرگوں اور اہل دل کی خدمت میں حاضری دیتے اور استفادہ کرتے رہے، اور سب کا اعتماد حاصل کیا۔

وفات: بروز جمعہ ۲۲/ رمضان ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱/ دسمبر ۱۹۹۹ء۔

مدفن: حظیرۂ شاہ علم اللہ، تکیہ کلاں، رائے بریلی۔

اہم تصانیف: حضرت مولانا اپنے عہد کے ایک بہت بڑے مصنف بھی تھے، یہ حضرت کی خصوصیت ہے کہ ایسی دعوتی مشغولیت کے ساتھ تصنیف و تالیف کو جمع فرمایا! صرف فکری کتابیں ہی نہیں، بلکہ علمی اور تحقیقی کتابیں بھی تصنیف فرمائیں، اہم کتابوں میں انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، مسلم ممالک میں اسلامیت و مغربیت کی کشمکش، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، ارکان اربعہ، کاروانِ مدینہ، تاریخ دعوت و عزیمت (۵ جلدیں)،

www.abulhasanalinadwi.org

المرتضی، سیرت سید احمد شہید، پرانے چراغ (۳ حصے)، نقوش اقبال، ہندوستانی مسلمان- ایک تاریخی جائزہ وغیرہ، اور تقریری مجموعوں میں: پاجا سراغ زندگی، دعوتِ فکر وعمل، مغرب سے صاف صاف باتیں، نئی دنیا امریکہ سے صاف صاف باتیں، پیام انسانیت، مقام انسانیت، اور بیسیوں اہم تقریریں، جن میں سے بہت سی تقریریں خطبات علی میاں (۸ حصے) میں آ گئی ہیں۔

عہدے: ناظم ندوۃ العلماء، صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، صدر عالمی رابطۂ ادب اسلامی، رکن اساسی رابطۂ عالم اسلامی، رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند، رکنِ تاسیسی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، صدر دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش، رکن المجمع العلمی دمشق، رکن اسلامک سینٹر اکسفورڈ، ان کے علاوہ دسیوں اداروں کے رکنِ رکین اور سربراہ تھے۔

اعزازات: شاہ فیصل ایوارڈ (جو عالم اسلام کا سب سے بڑا ایوارڈ ہے)، سلطان برونائی ایوارڈ، دبئی کا عالمی ایوارڈ، اور بھی متعدد چھوٹے بڑے ایوارڈس ملے، اور دنیا میں ایک مسلمان کو بڑی سے بڑی جو عزت مل سکتی ہے وہ آپ کو حاصل ہوئی، حرم شریف کے خطیب نے خطبۂ جمعہ میں آپ کا نام لے کر آپ کی عبارتیں پیش کیں، میدان بدر میں آپ کی کتاب السیرۃ النبویۃ کا درس ہوا اور خود حضرت نے اس کا مشاہدہ کیا، کعبۂ مقدسہ میں نہ صرف آپ کا داخلہ ہوا بلکہ آپ کے کہنے سے بہت سے لوگوں کو یہ شرف حاصل ہوا اور اخیر میں کلید کعبہ آپ کو عطا کی گئی کہ آپ اپنے دست مبارک سے اس کو کھولیں۔

اصلاحی وتجدیدی کارنامے: حضرت کے اصلاحی وتجدیدی کارناموں کے بہت سے پہلو ہیں، ملکی سطح پر بھی اور عالمی سطح پر بھی، جن پر تفصیل سے لکھے جانے کی ضرورت ہے، مگر اس مختصر مضمون میں ہم صرف چند اہم پہلوں کی طرف اشارہ ہی کر سکتے ہیں۔

حضرت کا سب سے بڑا کارنامہ مغربی فکر وتہذیب کی کھلی تنقید اور عالم اسلام کو اس کے چنگل سے آزاد کرنے اور اسلامی تعلیمات کے ہر زمانے میں قابلِ عمل ہونے اور اسلام پر اعتماد بحال کرنے کی کوشش ہے، حضرت خود بھی فرماتے تھے کہ ہماری دعوت کا

www.abulhasanalinadwi.org

خلاصہ یہی ہے کہ عالم اسلام تمام افکار و نظریات سے دست بردار ہو کر اسلام پر اپنا اعتماد بحال کرے؛ حضرت اس کو ذہنی و فکری ارتداد قرار دیتے تھے، جو دبے پاؤں عالم اسلام میں پھیلتا جا رہا تھا، اور اس کو حضرت ابو بکرؓ کے زمانے کے ارتداد سے زیادہ خطرناک سمجھتے تھے۔

دوسرا بڑا تجدیدی کارنامہ قومیت عربیہ کے فتنہ کے سرکوبی اور اس کے خلاف اعلانِ جنگ ہے جب کہ بڑے بڑے عرب علماء اور ادباء اس کے سحر انگیز نعروں سے مسحور اور اس طوفانِ بلاخیز کی رَو میں بہے چلے جا رہے تھے، آپ نے عربوں کو للکار کر کہا:

محمد عربی سے ہے عالم عربی

تم کو جو کچھ ملا ہے محمد ﷺ کے واسطے سے ملا ہے، اگر محمد عربی ﷺ کو عالم عربی کے نقشے سے الگ کیا جائے تو ایک منٹ کے لیے عربوں کا وجود باقی نہیں رہ سکتا:

از دمِ سیراب آں اُمی لقبؐ
لالہ رست از ریگ صحرائے عرب

تیسرا تجدیدی کارنامہ ادبِ اسلامی کا انکشاف، ادب کی صحیح ترجمانی اور اس کے ذریعے سے پیدا ہونے والے خطرات کی نشاندہی ہے، فرماتے ہیں: کبھی فلسفہ کے راستہ سے الحاد و تشکیل کا سیلاب مسلمانوں کے علمی و فکری طبقے میں آتا تھا، اس کے بعد سائنس (خاص طور پر علوم طبیعیہ) کے راستے سے تعلیم یافتہ طبقے میں آنے لگا، اور کہیں کہیں نفسیات (سائیکالوجی) اجتماعیات (سوشیالوجی) اور اقتصادیات و سیاسیات کے راستے سے آتا تھا، اب بہت سی جامعات اور دانش گاہوں میں ادب کے ذریعے سے آرہا ہے(۱)۔

اس لیے اگر اس کے مقابلے میں سد سکندری نہ کھڑی کی گئی تو اس کی رو میں اس طبقے کے بہہ جانے کا خطرہ ہے، اس کے لیے حضرت کی کوششیں عالم آشکارا ہیں، نیز حضرت نے مخصوص ادیبوں کی ادب پر اجارہ داری کے خلاف بھی طاقتور آواز اٹھائی اور تحریک چلائی، جس کا ادبی حلقے پر بڑا اثر پڑا۔

---

(۱) کاروانِ زندگی، دوم (ص:۳۲۸)

www.abulhasanalinadwi.org

اسی طرح ملکی سطح پر ہمیشہ ملک کی کشتی کی ناخدائی کی اور ہر فتنے اور چیلنج میں مجدد کا کردار ادا کیا، خطرات سے آگاہ کیا، ظلم کے خلاف آواز اٹھائی، ملک پر مسلمانوں کے احسانات کو برملا بیان کیا، معاشرتی مسائل ہوں یا تعلیمی امور ہوں، شاہ بانو کیس میں نفقۂ مطلقہ کے سلسلے میں وہ موقف اختیار کیا کہ حکومت کو جھکنا پڑا، موقع موقع سے خطوط لکھ لکھ کر وزرائے اعظم کو متنبہ کیا اور ان سے ملاقات کر کے اسلام کے صحیح موقف کی ترجمانی کی؛ یکساں سول کوڈ کے خلاف آواز اٹھائی، ''وندے ماترم اور سرسوتی وندنا'' کے فتنے نے جب بال و پر نکالے تو حضرت اس کے لیے سینہ سپر ہو گئے اور مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ اگر یہ بات واپس نہیں لی جاتی تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو سرکاری اسکولوں سے نکال دیں، حکومت نے اس کو اپنے خلاف وارننگ سمجھا، بہت سنجیدگی سے لیا اور نہ صرف تحریک ختم کی، بلکہ وزیر تعلیم کو برطرف کر دیا۔

ائمۂ مساجد اور اساتذۂ مدارس کو حکومت کی طرف سے تنخواہ کا جو سلسلہ شروع ہوا تو اس کے خلاف میدان میں اتر آئے اور اس کے پس پردہ خطرات اور آزمائشوں سے مسلمانوں کو متنبہ کیا۔

آر ایس ایس اور شدت پسند ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف ملک کی فضا کو مسموم کرنے کی جو مسلسل کوششیں کی جارہی تھیں، ان کے مقابلے کے لیے تحریک ''پیام انسانیت'' چلائی اور انسان دوستی، امن وآشتی اور بھائی چارے کا سبق دیا۔

ہر موقع پر طاقتور اسلوب میں مضامین لکھے اور سحر بیان تقریروں سے کام لیا، اور ہمیشہ "أفضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر"(۱) کا کردار ادا کیا۔

امتیازات وخصوصیات: حضرت کے بہت سے امتیازی اوصاف ہیں جن کو ہم ان کی شخصیت کی تشکیل کے عناصر سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں، جہاں تک قریب رہ کر میں نے

(۱) یہ حدیث ہے (دیکھیے مسند احمد ۴/۳۱۴-۳۱۵، سنن أبی داؤد، ح:۴۳۴۴، ترمذی، ح:۲۱۷۴، سنن ابن ماجہ، ح:۴۰۱۱ و ۴۰۱۲، یعنی سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ ظالم طاقت کے سامنے حق بات کہی جائے)

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت کو سمجھا اور جن اوصاف میں میں نے حضرت کو سب سے ممتاز پایا اس کو بیان کرنے کی کوشش کرتا ہوں:۔

۱-حضرت کا سب سے بنیادی اور سب سے نمایاں وصف ذہنی وفکری وسعت وآفاقیت ہے، کسی بھی تحریک میں اپنے کو محدود نہیں رکھا، نہ کسی مخصوص علاقے کا اپنے کو نمائندہ سمجھا، نہ کسی مخصوص فکر اور طرز دعوت پر اصرار کیا، اس میں حضرت کے وسیع ومتنوع مطالعے کا بڑا دخل ہے۔

۲-دوسرا نمایاں وصف اعتدال وتوازن ہے، خاص طور پر ذہنی وفکری اعتدال، کبھی حضرت کسی معاملے میں انتہا پسندی کے شکار نہیں ہوئے، اور افراط وتفریط سے ہمیشہ اپنے دامن کو بچائے رکھا، کسی تحریک سے وابستگی اختیار کی ہو تو اسی اعتدال اور توازن کے ساتھ، کسی نظریے کو اپنایا ہو تو اسی انداز سے، کسی فکر وخیال کا اظہار کیا ہو تو اسی طرز پر، یہ اللہ کا حضرت پر خاص فضل تھا، حضرت فرماتے تھے کہ اللہ کی توفیق کے بعد بھائی صاحب کی تربیت اور ندوے کے ماحول سے ہمارے اندر یہ بات پیدا ہوئی۔

۳-احسان شناسی: جذبۂ احسان شناسی میں حضرت بلا کسی کی تنقیص کے سب سے ممتاز نظر آتے ہیں، دوسرے علماء کے سلسلے میں اس طرح کی بات نہ سنی گئی نہ کتابوں میں دیکھی گئی-کم سے کم ہماری معلومات کی حد تک-جس کا ذرا بھی احسان ہو اس کے لیے بچھ جاتے تھے، اور اسی جذبۂ احسان شناسی کی وجہ سے اس کی اولاد اور اس سے نسبت رکھنے والوں کا بھی آخری درجے احترام کرتے تھے، اور ان کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے تھے، حضرت جن علماء ومجاہدین کو امت کے محسنین میں شمار کرتے تھے روزانہ نام لے لے کر ہر طبقے کے لیے الگ الگ یٰس شریف پڑھ کر ایصالِ ثواب کرتے، محدثین کے لیے الگ، فقہاء ومجتہدین کے لیے الگ، مجاہدین کے لیے الگ، ہم سمجھتے ہیں کہ "لئن شکرتم لأزیدنکم" (۱) کے مطابق حضرت کی ترقی میں اس چیز کو بڑا دخل ہے، اس سلسلے میں اگر ہم

(۱) سورۂ ابراہیم، آیت: ۷، یعنی اگر تم شکرادا کروگے تو میں تمھیں بڑھاؤں گا۔

www.abulhasanalinadwi.org

واقعات نقل کریں تو یہ مستقل مضمون ہو جائے!

۴- ادب و تعظیم: ادب و تعظیم کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے اور سلف اس کا بڑا اہتمام کرتے تھے، اس سے بڑی برکتیں حاصل ہوتی ہیں اور اندرون پر اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں، حضرت کو اس معاملے میں بھی ہم نے بہت ممتاز پایا، علماے امت اور اپنے بزرگوں کا جس ادب و عظمت سے نام لیتے اس کو جاننے والے جانتے ہیں، اسی طرح شعائر اللہ کا بھی بڑا ادب ملحوظ رکھتے، باادب تلاوت کرتے، بلکہ قرآن سنتے وقت بھی بڑا ادب ملحوظ رکھتے، اذان ہوتی اور ٹیک لگائے ہوتے تو سیدھے بیٹھ جاتے۔

۵- اخلاص وللّٰہیت اور نام نمود سے دوری میں بھی حضرت بہت ممتاز تھے، حضرت کے یہاں تصحیحِ نیت پر بڑا زور تھا، اس سلسلے میں حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت محمد مولانا الیاس صاحب کاندھلویؒ کا خاص طور پر ذکر کرتے، یہ باتیں آپ آگے پڑھیں گے، اسی طرح اپنے والد ماجد کا بھی ذکر کرتے ہوئے فرماتے کہ بڑی بڑی کتابیں لکھ گئے، مگر قریبی دوستوں تک کو خبر نہیں ہوئی۔

۶- حسنِ خلق، حسنِ سلوک اور مدارات: حضرت سے ملنے والا ہر شخص اس کی شہادت دے گا، اپنے دشمنوں، بدسلوکی اور ایذا رسانی کرنے والوں کے ساتھ بھی اس طرح ملتے اور ایسا اچھا اس کے ساتھ سلوک کرتے کہ سیرت نبوی کا پرتو صاف نظر آتا۔

۷- تواضع و بے نفسی: اس معاملے میں بھی حضرت چوٹی پر تھے، اس سلسلے میں اپنے شیخ مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری کا بہت تذکرہ کرتے، اپنا تذکرہ پسند نہ کرتے، مجلس میں کوئی ایسا سوال ہوتا جس کے جواب میں حضرت کی لامحالہ بڑائی ظاہر ہوتی تو اس سے اعراض کر جاتے، اکثر ہاتھ کے اشارے سے اور کبھی زبان سے صاف روک دیتے (اس سلسلے کی بعض باتیں آگے آئیں گی) تنہائی میں کبھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو ایک سے زائد موقعوں پر دیکھا کہ حضرت "لست بشیئ لست بشیئ" کی رٹ لگا رہے ہیں، پاؤں پھیلا کر مجلس میں تو بیٹھتے ہی نہیں تھے، اگر دو چار مخصوص لوگوں کے سامنے مجبوری

www.abulhasanalinadwi.org

میں اس کی ضرورت پیش آتی تو معذرت کرنے لگتے جب کہ حضرت ٹانگوں کے مستقل مریض تھے، اور چارزانو بیٹھے شاید کسی نے کبھی دیکھا ہو، میں نے پانچ سال میں کبھی اس طرح نہیں دیکھا، مجھے بڑا تعجب ہوا، ایک دن میں نے مولانا عبداللہ حسنی صاحب سے اس کا ذکر کیا تو وہ بھی فرمانے لگے کبھی حضرت اس طرح بیٹھتے ہی نہیں تھے، مولانا عبداللہ حسنی صاحب تو گھر کے فرد ہیں یعنی چالیس چالیس پچاس پچاس سال سے ساتھ رہنے والوں نے بھی اس طرح کبھی بیٹھے نہیں دیکھا۔

۸- دل سوزی و دردمندی: ہم نے حضرت مولانا الیاس صاحب کو نہیں دیکھا، حضرت ہی کی زبانی ان کی دردمندی اور دل سوزی کی کیفیات سنی ہیں، تقریباً انھی کیفیات کا ہم حضرت کی زندگی میں مشاہدہ کرتے، عالم اسلام کے حالات سے تڑپ جاتے، ہندوستانی مسلمانوں پر پڑنے والی افتاد سے بے چین ہو ہو جاتے، اور حضرت کی خاص کیفیت ہو جاتی، جس کو قریب رہنے والے جانتے تھے، جس نے دو چار دن بھی حضرت کی صحبت میں گزارے ہوں وہ اس کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

۹- زہد و استغنا: حضرت اس وصف میں یقیناً سب سے ممتاز تھے، حضرت کی پوری زندگی زہد و استغنا سے عبارت تھی، اس سلسلے میں اپنے شیخ حضرت مولانا احمد علی لاہوری کا خاص طور پر ذکر کرتے، مجالس میں تصحیحِ نیت کے ساتھ سب سے زیادہ زور استغنا ہی پر تھا، اس سلسلے کے متعدد آپ واقعات آگے پڑھیں گے، دنیا کا حضرت کے یہاں گزر ہی نہیں تھا، ایک فی صد بھی دنیا کی محبت کی گنجایش نہیں تھی، حضرت کا ابتدائی دور بڑی تنگی کا تھا، اس میں بھی بڑی بڑی پیشکش ٹھکرائی، "أتته الدنیا وهی راغمة" (۱) کے متعدد مناظر ہم نے دیکھے اور سنے، کبھی دنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا، ہم یہاں تک کہہ سکتے ہیں کوئی حضرت کی صحبت و تربیت کا دعویٰ کرتے اور زہد و استغنا کی صفت اس میں نہ ہو تو وہ جھوٹا اور مکار ہے یا

---

(۱) یہ حدیث کے الفاظ ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو دنیا سے بے رغبتی اختیار کر کے آخرت کی فکر اوڑھ لیتا ہے تو دنیا ناک رگڑ کر اس کے پاس آتی ہے۔ دیکھیے ترمذی، ح:۲۴۶۵، ابن ماجہ، ح:۴۱۰۵

www.abulhasanalinadwi.org

غیر مخلص اور بے توفیق، اس سلسلے کے دسیوں واقعات بیان کیے جا سکتے ہیں۔

۱۰- دعوت میں فنائیت: حضرت کا خمیر دعوت سے اٹھا تھا، حضرت سراپا دعوت تھے، اس سلسلے میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا خاص طور پر تذکرہ کرتے اور جذبۂ احسان شناسی کے ساتھ فرماتے کہ "اللہ کا ہم پر بڑا فضل ہوا کہ نوجوانی میں حضرت مولانا الیاس صاحب کو دیکھنے اور ان کی خدمت میں وقت گزارنے اور ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا، اگر مولانا الیاس صاحب کی صحبت ہمیں نہ ملتی تو بہ ظاہر ہم صرف ایک مصنف بن کر رہ جاتے اور وہ دعوتی کام نہ ہوتا جس کی اللہ نے ہمیں توفیق دی"۔ حضرت کا ہر کام دعوتی جذبے سے ہوتا، کوئی کتاب لکھتے، کوئی تقریر کرتے، کسی سے بات کرتے، غرض ہر وقت دعوت سوار رہتی۔

حضرت کو پڑھنے والوں نے حضرت کو ایک مصنف، مورخ اور ادیب سمجھا، سننے والوں نے ایک پُر جوش خطیب قرار دیا، مگر قریب سے دیکھنے والوں نے حضرت کو ایک بہت بڑا زاہد اور روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز دیکھا، لیکن حضرت نے اس حیثیت سے کبھی اپنے کو ظاہر ہونے نہیں دیا۔

حضرت مشائخ عصر اور بزرگوں کی نظر میں: کسی بھی عالم و داعی کے معتمد علیہ اور عند اللہ قبول ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ زمانے کے بزرگوں اور اہلِ قلوب نے ان پر اعتماد کا اظہار کیا ہو اور ان کے اخلاص اور مقام بلند کی شہادت دی ہو، ہمارے حضرت اس معاملے میں بھی تمام علماء اور داعیوں سے ممتاز نظر آتے ہیں، بیس سال کی عمر میں حضرت تھانوی جیسے بلند قامت اور محتاط بزرگ نے حضرت کو "مجمع الکمالات" کے لقب سے سرفراز کیا(۱) حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی جنھیں "گوہرِ تاباں" "معدنِ سیادت" "مخدوم و محترم" "سیدی و سید

(۱) حضرت کے نام آئے ہوئے بزرگوں اور مشائخ کے خطوط راقم نے خود دیکھے ہیں، اور ان میں سے کچھ اہم خطوط "حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی اکابر و مشاہیر امت کی نظر میں" نامی کتاب مرتبہ مولانا ممشاد علی قاسمی میں نقل ہوئے ہیں، قاری کی سہولت کے لیے آگے ان خطوط میں سے جو خطوط دوسری جگہ شائع نہیں ہوئے ہیں ان کے لیے اسی کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے)

www.abulhasanalinadwi.org

عالم‘‘ سے خطاب کرتے تھے(۱) اور تنہا انھی کو اپنی بات کا سمجھنے والا(۲) اور اپنی دعوت کا بار اٹھانے والا قرار دیتے تھے(۳)، اور ان کے ساتھ تعظیم واحترام کا یہ عالم تھا کہ بایں مقام بلند بحالت پیری یہ کہتے ہوئے چائے کی پیالی لے کر اوپر تشریف لائے کہ لاؤ میں ان کی چائے لے جاؤں گا، اور یہ کہتے ہوئے بدست خود پیش کی کہ اجی حضرت! ابھی تک ہم لوگ حضرت سید صاحب کی تجدید کے سایے میں ہیں(۴)۔

حضرت کے شیخ ومربی حضرت مولانا احمد علی لاہوری ان کو اپنی اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتے تھے اور ان کی ترقی کو اپنے بچوں کی ترقی سے زیادہ بہتر ومفتخر سمجھتے تھے اور ان کے رفعِ درجات کے لیے ارض حرم میں مسجد خیف میں غیر معمولی اہتمام سے دعا کی اور قبولیت کی بشارت سے بھی ہمکنار ہوئے(۵)۔

حضرت کے دوسرے مرشدِ روحانی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نے ان میں ایسی بات محسوس کی کہ قبل از بیعت چاروں سلسلوں میں اجازت سے مشرف فرمایا(۶) اور حضرت اقدس، سیدی ومولائی سے مخاطب فرماتے تھے(۷)۔ اور حضرت کو اپنی خانقاہ کا دولہا قرار دیتے تھے(۸)، اور حضرت کے انتظار میں ماں کی طرح فرطِ محبت وشفقت سے چپاتیاں لیے بیٹھتے تھے(۹)، حضرت مولانا حسین احمد مدنی ہمارے حضرت کو

---

(۱) ملاحظہ ہو مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس بنام حضرت مولاناؒ طبع اول ص:۵۵، ۵۹، ۶۷

(۲) کاروان زندگی اول، ص:۲۹۳

(۳) ملاحظہ ہو مکاتیب ص:۲۱

(۴) کاروان زندگی اول، ص ۲۸۱، کاروان زندگی میں نقل کیا ہے کہ حضرت مولانا الیاس صاحب نے مولانا کہہ کر خطاب کیا تھا، مگر حضرت کی زبانی ہم نے ویسے ہی سنا ہے جیسے اوپر نقل کیا ہے۔

(۵) پرانے چراغ اول، ص:۱۶۱ و مکتوبات شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری، ص:۵۱ و ۵۳

(۶) کاروانِ زندگی اول، ص:۳۵۳، اور قبل از بیعت والی بات حضرت کی زبانی سنی۔

(۷) ملاحظہ ہو: اکابر ومشاہیر امت کی نظر میں، ص:۹۲

(۸) یہ بات میں نے محترم مولانا عبداللہ مغیثی اجراڑوی سے سنی، انھوں نے رمضان ۱۴۱۹ھ کے کسی دن تکیہ رائے بریلی کی مسجد میں تقریر کرتے ہوئے یہ بات فرمائی تھی۔

(۹) کاروانِ زندگی اول، ص:۳۵۷، اور حضرت کی زبان سے بار بار یہ بات سنی۔

www.abulhasanalinadwi.org

تجدید ملت کے لائق سمجھتے تھے اور ان سے اس کے آرزو مند تھے(۱) اور ایک دفعہ ان سے ایک مناسبت سے فرمایا آپ جہاں بھی جاتے ہیں انقلاب برپا کر دیتے ہیں(۲)، علامہ سید سلیمان ندوی جیسا علامۂ وقت اپنے اس شاگرد کو ایک بڑا عالم قرار دیتے تھے(۳) اور یہ فرماتے تھے کہ آپ کی نسبت سے مجھے بزرگی ملتی ہے(۴) اور جنھیں حجاز و مصر کی فضائیں حضرت کی دعوت کے نغموں سے مسحور نظر آئیں(۵)۔

مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نے پہلی ہی ملاقات میں اپنے ہاتھ سے لقمے بنا کر حضرت کے منھ میں رکھے(۶) اور حضرت کے استقبال میں ناشتہ لے کر کبھی خود اسٹیشن پہنچ جاتے(۷) اور حضرت کی آنکھ کے آپریشن پر کرب و بے چینی میں بستر پر کروٹیں بدلتے خیریت معلوم کرتے(۸) اور حضرت کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ میں نے سب کے دل دیکھ لیے، لیکن علی میاں جیسا آئینہ کہیں نظر نہیں آیا(۹)۔

مفتی محمد شفیع حضرت کو ''موفق من اللہ'' سمجھتے تھے(۱۰) اور مولانا سید محمد یوسف

---

(۱) اکابر و مشاہیر امت کی نظر میں، ص:۱۰۲

(۲) خود حضرت کی زبان سے یہ بات سنی، بزرگوں اور اہل اللہ کی زبان سے ایسے الفاظ بے معنی اور کسی وقتی تاثر کا نتیجہ نہیں ہوتے، بلکہ ایک مستقل اہمیت اور اپنے پس منظر میں بہت کچھ رکھتے ہیں۔

(۳) تذکرہ سلیمان، ص:۲۸۲

(۴) پرانے چراغ اول، ص:۴۸

(۵) یادرفتگاں، ص:۵۰، حاشیہ، حضرت کے والد ماجد مولانا عبدالحی حسنیؒ کے تذکرے کے ضمن میں۔

(۶) پرانے چراغ اول، ص:۱۶۵

(۷) ایضاً ص:۱۷۲

(۸) یہ بات میں نے خود حضرت کی زبانی سنی۔

(۹) روایت محترم مولانا سید ابوبکر حسنی ندوی، راقم نے انھی الفاظ میں ان سے براہ راست یہ روایت سنی، مولانا مشاد علی قاسمی نے اپنی کتاب حضرت مولانا...... اکابر و مشاہیر امت کی نظر میں، ص:۲۱۹ پر صوفی عبدالرب صاحب کے حوالے سے اسی طرح کی بات نقل کی ہے۔

(۱۰) اکابر و مشاہیر کی نظر میں، ص:۱۳۳

www.abulhasanalinadwi.org

بنوری "آیۃ من آیات اللہ" قرار دیتے تھے(۱)۔

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی حضرت کے وجود کو باعثِ رشک وغبطہ فرماتے اور حضرت کی ذات سے اپنے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر ہوتے محسوس کرتے تھے(۲)۔

مولانا عبدالماجد دریابادی کو ہمارے حضرت تاروں کی جھرمٹ میں مانندِ آفتاب نظر آتے تھے اور حضرت سے اپنی ترقی باطن کے لیے توجہ خاص کی درخواست کرتے تھے(۳) اور اپنی نماز جنازہ کے لیے ان کے حق میں وصیت کر گئے(۴)۔

حضرت شاہ محمد یعقوب مجددی بھوپالی نے حضرت کے انتظار میں اسٹیشن پر سخت سردی کی رات کاٹی اور اس کو ایک مبارک رات قرار دیا(۵)، اور ایک موقع پر کسی وجہ سے اسٹیشن نہ پہنچ سکنے کو انتہائی گستاخی پر محمول کیا اور معذرت پیش کی(۶)۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی حضرت سے تعلق کو "وسیلۂ نجات" (۷) اور ان کی ذات کو "مجموعۂ حسنات" قرار دیتے تھے(۸)، اور اپنے لیے حضرت سے دعاؤں کی سخت احتیاج ظاہر کرتے تھے(۹) اور اپنی متعدد کتابوں پر اکابر کی موجودگی میں خورد سالی کے باوجود باصرار حضرت سے مقدمے لکھوائے(۱۰) اور اپنی ذات پر ہمارے

---

(۱) ایضاً، ص: ۲۵۲

(۲) پرانے چراغ اول، ص ۹۲ و کاروان زندگی اول، ص: ۴۱۵

(۳) معاصرین، ص: ۲۱۷-۲۱۸

(۴) معاصرین و آپ بیتی، ص: ۳۳۱، جدید ایڈیشن

(۵) دیکھیے اکابر و مشاہیر امت کی نظر میں، ص: ۲۲۲، اصل واقعہ حضرت کی زبان سے بھی سنا۔

(۶) ایضاً، ص: ۲۲۱

(۷) ایضاً، ص: ۱۳۵

(۸) علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات، اول، ص: ۲۸۳

(۹) اکابر و مشاہیر کی نظر میں، ص: ۱۳۵

(۱۰) أوجز المسالك، لامع الدراری، الکوکب الدری، عمرات النبی ﷺ اور اپنے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کی مشہور کتاب بذل المجهود پر۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت کے احسانات کو لا تعد و لا تحصی (یعنی ناقابل شمار) فرماتے تھے (۱)۔

حضرت مولانا محمد احمد پھولپوری ہمارے حضرت کی خیریت معلوم نہ ہونے سے مضطرب و متفکر رہتے تھے اور حضرت کا خط نہ آنے کو اپنی غلطی کا خمیازہ سمجھتے تھے اور اس پر معافی کے طالب ہوتے تھے، اور حضرت سے تعلق باقی رہنے کے لیے بارگاہِ ایزدی میں دعا گو رہتے تھے (۲) اور فرماتے تھے کہ حضرت مولانا علی میاں اللہ کے محبوب ہیں، اللہ نے ان کو علم کے پردے میں چھپا رکھا ہے، اگر وہ اپنے آپ کو ظاہر کردیں تو دوسرے پیروں کو مرید نہ ملیں (۳)۔

رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی حضرت کو خود اپنا امیر و رہبر سمجھتے تھے اور تبلیغ کی امارت کا انھیں کو حقدار گردانتے تھے (۴)۔

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی عقیدت و محبت سے ہمارے حضرت کا ہاتھ چومتے تھے (۵) اور حضرت کی عقیدت و عظمت کو تمام بزرگوں سے بڑھ کر قرار دیتے تھے، اس کو سرمایۂ حیات سمجھتے اور آخر تک اس کے باقی رہنے کی تمنا کرتے تھے اور حضرت کی موجودگی میں ایک نماز جنازہ کی امامت کو ''نازیبا حرکت'' سے تعبیر کرتے تھے اور ندامت سے معافی کے طلب گار ہوتے تھے (۶)۔

---

(۱) آپ بیتی (حضرت شیخ) نمبر۴، ص:۱۷۳، (جلد اول، ص:۴۹۳)

(۲) حضرت مولانا کے نام حضرت پھولپوری کے ایک خط سے یہ ساری باتیں معلوم ہوتی ہیں، ملاحظہ ہو...... اکابر و مشاہیر امت کی نظر میں، ص:۲۲۷)

(۳) اکابر و مشاہیر امت کی نظر میں، ص:۲۲۶، میں نے مولانا کلیم صدیقی سے ان الفاظ میں یہ روایت سنی ہے: ''اللہ نے مولانا علی میاں کو ان کے علم کے پردے میں چھپا لیا ہے، اگر لوگوں کو ان کے دل کا حال معلوم ہو جائے تو پیروں کو مرید نہ ملیں''۔

(۴) اکابر و مشاہیر کی نظر میں، ص:۴۸

(۵) راقم نے خود اس کا مشاہدہ کیا ہے۔

(۶) راقم نے اصل خط دیکھا ہے، مولانا ممشاد علی قاسمی کی کتاب میں اس کا عکس موجود ہے، ص:۲۳۳

www.abulhasanalinadwi.org

علامۂ زمانہ، داعی اجل ڈاکٹر یوسف القرضاوی حضرت سے محبت کو ایمان کی علامت قرار دیتے تھے(۱)۔

جن کے فضائل کا یہ عالم ہو، جن کی بزرگی کا یہ حال ہو، آیئے ہم بھی ان کی مجلسوں سے مستفید ہوں، ان کے ملفوظات سے مشامِ جان کو معطر کریں اور ان کی ہدایات کو مشعلِ راہ بنائیں!!

---

(۱) راقم نے خود یوسف القرضاوی کی زبان سے سنا، فرمایا "حب الشیخ من علامات الإیمان" کیسٹ موجود ہے، کوئی بھی سن سکتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجالسِ حسنہ

مجلس (۱)

۲۵/۱۱/۱۴۱۶ھ مطابق ۱۴/۴/۱۹۹۶ء

قرآن مجید کے براہِ راست مطالعے کا فائدہ

فرمایا: جب عربی سمجھنے کی کچھ استعداد پیدا ہو جائے تو قرآن مجید براہِ راست پڑھنا چاہیے، اس سے نئے نئے نکتے ظاہر ہوتے ہیں جو کسی کتاب میں نہیں ہوتے۔ تفسیروں سے مدد تو لینی چاہیے مگر اس پر انحصار نہیں ہونا چاہیے۔ جب عربی سمجھنے کی استعداد پیدا ہو تو مجرد تلاوت کرنی چاہیے، اس سے نئے نئے مضامین کھلتے ہیں، یہ قرآن کا اعجاز ہے لاتنقضی عجائبہ (۱)۔

الفاظ کا مزاج اور ٹمپریچر

فرمایا: الفاظ کا بھی مزاج اور ٹمپریچر ہوتا ہے اور یہ چیز لغات اور معاجم میں نہیں ہوتی، ڈکشنریوں سے حاصل نہیں ہوسکتی، بلکہ یہ تو اہل زبان یا اہل قلوب کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔

قرآن مجید سے مناسبت کیسے پیدا ہو؟

فرمایا: ذہن پر پہلے سے کسی چیز کا غلبہ نہ ہو، ذہن صاف کھلا ہوا سادہ تختی کی طرح ہو، تو قرآن مجید اپنا اثر ضرور ڈالتا ہے اور اس سے مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔

قرآن مجید کا ایک اعجاز، اس کے الفاظ کا صوتی آہنگ

فرمایا: یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ اس میں الفاظ کا صوتی اثر ہوتا ہے۔ اس کے آہنگ میں

www.abulhasanalinadwi.org

خاص معنویت ہوتی ہے، إن هؤلاء متبّر (۲) اس جگہ ھالك وغیرہ سے وہ بات حاصل ہو ہی نہیں سکتی، متبّر یعنی جھاڑ وپھر جانے والی ہے۔ اسی طرح فدمدم علیهم (۳): ان کو پٹرا کر دیا۔

پھر فرمایا: جس طرح اردو میں ٹ، ڈ وغیرہ آنے سے معنی میں قوت پیدا ہوتی ہے، عربی میں بھی لفظ کی ثقالت سے یہی قوت پیدا ہوتی ہے۔ یہ کوئی قاعدہ نہیں، نفسیاتی بات ہے۔

شاہ عبدالقادر کے ترجمے کا امتیاز

اردو میں شاہ عبدالقادر صاحب (۴) کو اس میں بڑا کمال حاصل ہے، وہ ترجمے میں اس کا لحاظ رکھتے ہیں، ان کا ترجمہ بالکل منفرد ہے۔ مثلاً: فلا یغررك تقلبهم فی البلاد (۵)، اس کا مطلب زمخشری (۶) تک پوری طرح واضح نہیں کر سکے، تقلب کو تغلب کے معنی میں لیا ہے (۷) مگر شاہ عبدالقادر صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے ''دور دورہ''، یہ مفہوم اسی لفظ سے حاصل ہو سکتا ہے۔

اور بعزة فرعون (۸) کا ترجمہ کیا ہے: فرعون کے اقبال سے! یہی لفظ درباریوں میں استعمال ہوتا ہے، جادوگر فرعون کی عزت کرنا چاہتے تھے تو اس موقع پر اردو میں اقبال سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں ہو سکتا۔

شاہ صاحب کی صاحبزادی سے حضرت کی والدہ ماجدہ کا اس کی اجازت لینا

فرمایا: شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ ہمارے گھر میں بچپن سے پڑھا جاتا تھا۔ ہماری والدہ مرحومہ (۹) جب حج کو گئی تھیں تو ان کی صاحبزادی سے اجازت بھی لی تھیں۔ ہم بھی اس ترجمے کو اکثر دیکھا کرتے تھے، جس سے بڑا فائدہ ہوا۔

حواشی مجلس (۱)

(۱) یعنی اس کے عجائبات کی انتہا نہیں، وہ کبھی ختم نہیں ہوتے۔ ایک حدیث میں قرآن مجید کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے۔ دیکھیے ترمذی: کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل القرآن، ح:۲۹۰۶، ودارمی: کتاب فضائل القرآن، باب فضل من قرأ القرآن، ح:۳۳۲۶

www.abulhasanalinadwi.org

(۲) الأعراف: ۱۳۹

(۳) الشمس: ۱۴

(۴) شاہ عبدالقادر دہلوی: حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزند ارجمند، جنھوں نے سب سے پہلے اردو زبان میں قرآن مجید کا بامحاورہ ترجمہ کیا، وفات: ۱۲۳۰ھ (حیات ولی، ص: ۶۳۵-۶۴۱ نزہۃ الخواطر ۷/ ۳۲۶-۳۲۸)

(۵) المؤمن: ۵، اسی کے قریب آیت سورۃ آل عمران میں بھی ہے لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ (آل عمران: ۱۹۶)

(۶) زمخشری (ابوالقاسم محمود بن عمر جار اللہ الزمخشری): مشہور مفسر اور امام نحو و بلاغت، تفسیر کشاف کے علاوہ ان کی کتاب اساس البلاغہ بھی بے نظیر ہے، وفات: ۵۳۸ھ (وفیات الاعیان ۵/ ۱۶۸-۱۷۴)

(۷) ہم نے زمخشری کی تفسیر کشاف سے مراجعت کی تو وہاں تغلب کا لفظ نہیں ملا، بلکہ انھوں نے لمبی عبارت میں اس کا مطلب واضح کرنے کی کوشش کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا ملکوں میں چلنا پھرنا، داد عیش دینا، ان کی تجارت کی چمک دمک اور مادی نعمتوں سے بہرہ ور ہونا کہیں تم کو دھوکے میں نہ ڈالے کہ ان کی حالت کو تم قابل وقعت سمجھو۔ (دیکھیے کشاف ۱/ ۴۴۷ و ۴/ ۱۴۶) بلکہ ہم نے متعدد تفسیریں دیکھیں، وہی مطلب بیان کیا ہے جو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اور حیرت ہے کہ شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی یہ "دور دورہ" لفظ استعمال نہیں کیا، بلکہ اردو کے معروف ترجموں میں سے کسی میں یہ تعبیر نہیں ملی۔ تو بہ ظاہر یہ اللہ کی طرف سے ہمارے حضرت کو الہام کیا ہوا لفظ ہے جو اس موقع کے لیے موزوں ترین ہے۔ جب اس کی بلاغت پر حضرت نے نظر کی تو یہ خیال آیا ہوگا کہ یہ شاہ صاحب کی تعبیر ہے۔ واللہ اعلم!!

(۸) الشعراء: ۴۴

(۹) محترمہ خیر النساء بہتر، بڑی نیک صفت اور اللہ والی خاتون، حافظ قرآن، علوم دینیہ سے بہرہ ور، شعر گوئی پر قادر اور تربیت میں یکتا تھیں۔ طویل عمر پائی اور اپنے صاحبزادۂ بلند اقبال (یعنی ہمارے حضرت) کی علمی و عملی ترقیوں، دعوتی سرگرمیوں اور عالمی عزت و شہرت کی بلندیوں کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر کے ۹۳ سال کی عمر میں ۱۹۶۸ء میں دنیا کو الوداع کہا (تفصیل کے لیے دیکھیے حضرت کی کتاب ذکر خیر)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۲)

۲۴/۱۲/۱۴۱۶ھ مطابق ۱۳/۵/۱۹۹۶ء

مولانا احمد علی لاہوریؒ کے درسِ تفسیر کی خصوصیات

آج حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ (۱) کا تذکرہ آیا، غالباً مولانا نذر الحفیظ صاحب نے ان کے متعلق سوال کیا تھا کہ ان کے درسِ تفسیر کا کیا طریقہ تھا؟ فرمایا:

۱- ہر رکوع کا خلاصہ مخصوص الفاظ میں لکھا ہوا تھا، اس کو یاد کرایا جاتا تھا۔

۲- سیاستِ حاضرہ کی روشنی میں درس ہوتا تھا۔ اس کے مطابق بات کی تشریح کی جاتی کہ موجودہ ماحول میں اس سے کیا روشنی ملتی ہے۔

۳- ربطِ آیات کا بھی خاص اہتمام تھا۔

اور سب سے اہم بات جو ان کی تفسیر کا خاصّہ ہے (۲) دو چیزیں ہیں: ایک خالص عقیدۂ توحید، پنجاب کے عوام کو ان کے درسِ تفسیر سے جتنا فائدہ پہنچا کسی کے درس سے نہ پہنچا ہوگا، لوگوں کے عقائد اسی سے محفوظ رہے۔

دوسری چیز ذکر اللہ، تعلق مع اللہ، محبتِ الٰہی، عشقِ نبوی، اخلاص اور تزکیۂ نفس ہے۔ ہمیں مولانا کے درس سے یہی سب سے بڑا فائدہ ہوا، یعنی ان کی صحبت سے۔

مولانا لاہوری کا زہد وورع

فرمایا: وہ بڑے اللہ والے تھے، بڑے متقی اور انتہائی محتاط اور پرہیز گار۔

ایک دفعہ رمضان میں جب میں وہاں مقیم تھا، مولانا نے فرمایا: آج کھانا ہمارے ساتھ کھانا؛ مگر مولانا بھول گئے، گھر میں فاقے چل رہے تھے، بعد مغرب نوافل سے فارغ ہوئے، تو مجھے دیکھ کر فرمایا کہ میں گھر میں کہنا بھول گیا، خیر چلیے، جو موجود ہو کھالیں گے، میری خاطر دہی کا انتظام کیا، پنجاب کی دہی بہت مشہور تھی۔ گھر میں صرف روٹی اور دال

www.abulhasanalinadwi.org

تھی۔ جب کھانے پر بیٹھے تو فرمانے لگے: مولوی ابوالحسن! ہم سے تو یہ دال اچھی ہے، جس مقصد کے لیے پیدا کی گئی تھی، اس کو اس نے پورا کیا۔ کھانے کے بعد اندازہ ہوا کہ یہ آج کوئی غیر معمولی بات پیش نہیں آئی ہے، ہمیشہ کا یہ معمول ہے، جب کہ رمضان میں تو غریب سے غریب شخص کے یہاں بھی کھانے کا اہتمام ہوتا ہے (۳)۔

مولانا تبلیغی دورے بھی فرماتے تھے، مگر اپنے ہی کرایے پر جاتے، اور ایسا کھانا تیار کر کے ساتھ لے جاتے تھے، جو کچھ دنوں تک رہ سکے (۴)۔ ایک دفعہ بعض احباب کی دعوت پر پونہ تشریف لائے اور دو دن کا کھانا ساتھ لے آئے، لاہور کہاں اور پونہ کہاں! مولانا فرماتے تھے کہ جہاں تبلیغ، تقریر یا اصلاحی کام کرنا ہو، وہاں کا شربت پی لینے سے بھی بعض اوقات اس پر اثر پڑ جاتا ہے۔

پھر حضرت نے لاہور کے زمانۂ قیام میں اپنے ساتھ پیش آئے دو واقعات کا ذکر فرمایا۔

شاہی مسجد لاہور میں حضرت کے ساتھ پیش آیا ہوا ایک عجیب واقعہ

فرمایا: ہم لاہور کی مسجد شاہی (۵) میں تھے، اچانک کوئی مغلوب العقل شخص مسجد میں داخل ہوا، اور اس زور سے ہمارا ہاتھ پکڑا، ایسا لگا کہ جیسے وہ توڑنا چاہتا ہے، ہم کچھ نہیں کر سکے، ہمیں بڑی گھبراہٹ ہوئی، وہاں کوئی تھا بھی نہیں، اللہ نے کرم فرمایا کہ اس نے خود ہی ہاتھ چھوڑ دیا۔

سید احمد شہیدؒ کی مخالفت کی وجہ سے سوءِ خاتمہ کا ایک عبرت انگیز واقعہ

اسی زمانۂ قیام کا ایک عبرت ناک واقعہ یہ ہے کہ ہم شاہی مسجد سے باہر آ رہے تھے، اتنے میں ایک فوجی گھوڑے پر سوار تیزی سے آتے ہوئے دکھائی دیا، اس نے اپنا گھوڑا روکتے ہوئے کہا: مولوی جی، مولوی جی! ذرا رک جایئے، ہم نے کہا: کیا بات ہے؟ کہنے لگا: یہ بتایئے کہ آج کل کہیں جہاد تو نہیں ہو رہا ہے؟ اس وقت ہمارے علم میں باقاعدہ جہاد کہیں نہیں ہو رہا تھا۔ ہم نے کہا: معلوم نہیں ہے، لیکن یہ تو بتاؤ کہ یہ بات تم کیوں پوچھ

www.abulhasanalinadwi.org

رہے ہو؟ اس نے کہا: ہماری دادی نے بتایا کہ ہمارے دادا کا جب انتقال ہو رہا تھا تو ان کی زبان سے کلمہ ادا نہیں ہو رہا تھا۔ بار بار کوشش سے بھی کلمہ نہیں نکل رہا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے میں نے کسی اللہ کے نیک بندے سے لڑائی کی تھی۔ ہم نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ حضرت سید احمد شہیدؒ (۶) کے مقابلے میں رنجیت سنگھ نے جو فوج بھیجی تھی اس میں وہ اس کی طرف سے سید صاحب کے خلاف لڑ رہے تھے۔ جب سے میں نے یہ سنا ہے طے کر لیا ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے گھوڑے کی پیٹھ پر جان دوں گا (۷)۔

مولانا لاہوریؒ کی قبر سے گلاب کی خوشبو آنا

فرمایا: مولانا احمد علیؒ کی قبر سے گلاب کی خوشبو آتی ہے۔ انتقال کے کئی سال بعد جب ہم لاہور گئے، تو ہمیں لوگوں نے بتایا۔ ہم نے جا کر دیکھا تو صاف گلاب کی خوشبو محسوس ہوئی (۸) جب کہ ہمیں کشف وغیرہ سے مناسبت کم ہے، حالاں کہ قبر کے آس پاس کہیں گلاب کا پودا نہیں تھا۔ کیمیسٹوں کی ایک جماعت اس کی تحقیق کرنے کے لیے آئی تھی۔ امام بخاریؒ (۹) کی قبر کے سلسلے میں بھی اس قسم کی بات منقول ہے (۱۰)-(۱۱)۔

حضرت کے اولین سفرِ لاہور کے وجوہات اور اس زمانے کے لاہور کی حیثیت اور مقام

اس سوال پر کہ ابتداءً لاہور جانے کا سبب کیا ہوا؟

فرمایا: ہماری عمر چودہ پندرہ سال کی تھی، ہم نے امتحان میں امتیازی کامیابی حاصل کی تھی (۱۲)۔ اس پر ہماری پھوپھی اہلیۂ مولانا سید طلحہ صاحب (۱۳) نے والدہ صاحبہ کو لکھا کہ علی کو چھٹیوں میں لاہور بھیج دیجیے، ہم رائے بریلی اسٹیشن سے سوار ہوئے، اس وقت رائے بریلی سے لاہور کا کرایہ نو دس روپے تھا۔

مشاہیرِ لاہور سے ملاقات

فرمایا: لاہور اس زمانے میں برِ صغیر کا سب سے بڑا علمی، ثقافتی، ادبی اور صحافتی

www.abulhasanalinadwi.org

مرکز تھا۔ ہر فن کے ماہرین اور بڑے بڑے لوگ موجود تھے: علامہ اقبال (۱۴)، مولانا ظفر علی خان (۱۵)، حفیظ جالندھری (۱۶)، حافظ محمود خان شیرانی (۱۷)، شاداں بلگرامی (۱۸) اور علامہ تاجور نجیب آبادی (۱۹) وغیرہ۔

رستمِ زمان گاما پہلوان سے ملاقات

رستمِ زمان گاما پہلوان (۲۰) بھی اس وقت تھا، ہمارے پھوپھا نے ان سے بھی ہمیں ملایا، اس نے کہا: ورزش کیا کرو، میری طرح ہو جاؤ گے۔

مولانا لاہوری کی حضرت پر شفقت اور حضرت سے انتہائی تعلق

فرمایا: مولانا احمد علی کو ہم سے انتہائی تعلق تھا، بڑی شفقت فرماتے تھے، ایک خط میں لکھا، مجھے آپ کی ترقی سے اتنی خوشی ہوتی ہے جتنی خود اپنے لڑکے مولوی حبیب اللہ (۲۱) کی ترقی سے بھی نہیں ہوتی (۲۲)۔

حضرت پر اللہ کا فضلِ خاص

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے پوچھا: حضرت! یہ کشف کی بنا پر تھا یا پھر کوئی اور وجہ؟ فرمایا: تعلق اور مناسبت کی بات ہے، ہم پر اللہ کا بڑا کرم ہوا، ورنہ ہم کیا تھے، یتیم تھے، ہوسکتا ہے کہ کسی ہوٹل میں نوکر ہوتے یا یہ بھی نہ ہوتا، مگر اللہ نے شفیق بھائی اور دعائیں کرنے والی ماں عطا فرمائی تھی، شاعرہ بھی تھیں، منظوم مناجات میں بھی انھوں نے ہمارے لیے بہت دعائیں کی ہیں (۲۳)۔

گھر کی حافظ خواتین اور ان کی باجماعت تراویح کا ذکر

پھر فرمایا: ہمارے گھر کی مستورات میں پانچ بیبیاں حافظ تھیں: والدہ، خالہ، خالہ زاد بہن، پھوپھی اور ممانی، باجماعت عورتوں کی تراویح ہوتی تھی، اس کے لیے فرنگی محل سے فتویٰ حاصل کیا گیا تھا (۲۴)۔

مکتبۃ العلامۃ عبدالحی الحسنی
قائم عرفات رائے بریلی یو۔پی

بھائی صاحب کی شفقت اور تعلیم وتربیت کا انتظام

فرمایا: بھائی صاحب سے بہت سے لوگوں نے کہا کہ علی میاں کو انگریزی پڑھائی جائے، آئی-سی-ایس ہو جائے گا۔ یہ اس زمانے میں کسی ہندوستانی کے لیے دنیوی ترقی کی معراج سمجھی جاتی تھی، اس سے آگے بڑھ کر آدمی ڈپٹی کلکٹر اور پھر کلکٹر ہو جاتا تھا، اور جو طالب علم ذہین ہوتا، اس کے سلسلے میں ایسا ہی مشورہ دیا جاتا (۲۵)، مگر بھائی صاحب (۲۶) نے جواب دیا: میاں جو تعلیم دلواتے ہم وہی دلوا رہے ہیں۔ (یا یہ فرمایا: میاں نے جو تعلیم شروع کی تھی ہم اس کو پورا کریں گے) اشارہ والد صاحب (۲۷) کی طرف تھا، والد صاحب کو وہ میاں کہتے تھے۔

۹۹۵
۱۴۲۹ھ

پھر مولانا نے فرمایا: بھائی صاحب نے ہماری تعلیم کا ایسا انتظام کیا کہ پہلے اردو اور اس کے ساتھ کچھ فارسی پڑھائی اور گلستاں، بوستاں تک پہنچ کر روک دیا، ورنہ ہمارے خاندان میں فارسی آخر تک پڑھائی جاتی تھی، ہم میں فارسی کی اتنی صلاحیت پیدا ہوگئی کہ بزرگوں کے مکتوبات وملفوظات اور عام کتبِ تاریخ کا مطالعہ کرسکیں، پھر اس کے بعد انگریزی پڑھائی۔

والدہ کی تربیت اور دعاؤں کا صلہ

فرمایا: یہ بات ہم آج کہہ رہے ہیں (۲۸) کہ جب ہم کچھ لکھنے کے قابل ہوئے تو والدہ نے کہا: علی! جب تم کوئی چیز لکھا کرو تو پہلے یہ دعا پڑھا کرو: اللّٰهم آتني بفضلك أفضل ما تؤتي عبادك الصالحين (۲۹)، "اے اللہ! اپنے فضل سے مجھے وہ چیز عطا فرما جو تو اپنے صالح بندوں کو عطا فرماتا ہے بہتر سے بہتر" (۳۰) اور ہم نے اس کی پابندی کی۔ آج ہم میں تھوڑی بہت جیسی بھی قابلیت لوگ محسوس کرتے ہیں، خدا کے فضل کے بعد سب والدہ صاحبہ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

مولانا سید ضیاء النبیؒ کی نماز کا ذکر

فرمایا: ہمارے نانا مولانا سید ضیاء النبی صاحبؒ (۳۱) بڑے صاحبِ نسبت

www.abulhasanalinadwi.org

بزرگ تھے، ہمارے والد صاحب کا بیعت وارادت کا تعلق انھی سے تھا۔ مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ نے (۳۲) جو حضرت تھانویؒ (۳۳) کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے بیان کیا کہ میں نے ان کی طرح کسی کو نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

مولانا سید عبدالسلام ہنسویؒ سے مولانا عبدالشکورؒ کی عقیدت

مولانا سید عبدالسلام ہنسویؒ (۳۴) کا ذکر آیا، جو شاہ ضیاء النبیؒ کے رشتہ داروں میں تھے اور اپنے وقت کے بڑے بزرگ تھے، فرمایا: میں نے مولانا عبدالشکور صاحب کاکوروی فاروقیؒ (۳۵) کو کسی کا اتنا عقیدت مند نہیں دیکھا جتنا ان کا، جب بھی کسی بزرگ کا تذکرہ آتا تو وہ موقع پاکران کا ذکر شروع کردیتے تھے۔

مجلس کے اختتام پر یہ آیت: "وكان أمر الله قدراً مقدوراً" (۳۶) زبان پر تھی۔

حواشی مجلس (۲)

(۱) شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری: ماضی قریب کے کبار اولیاء اللہ میں تھے، مولانا عبیداللہ سندھی کے زیر سایہ تعلیم وتربیت حاصل کی۔ شاہ خلیفہ غلام محمد دین پوری اور مولانا سید تاج محمود امروٹی سے بیعت واجازت حاصل تھی، ملک کی آزادی کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ترجمہ وحواشی قرآن مجید کے علاوہ آپ کے کئی رسائل ہیں۔ وفات: ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۲/فروری ۱۹۶۲ء، لاہور۔ (تذکرہ علمائے پنجاب، جلد اول ص: ۹۸-۱۰۳، پرانے چراغ اول، ص: ۱۳۴-۱۶۳، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مردمومن از عبدالحمید خان، سوانح حیات سید العارفین شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری از ڈاکٹر لال دین اخگر ایم-اے، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری اور ان کے خلفاء از قاری فیوض الرحمٰن ایم۔ اے، رسالہ خدام الدین کا امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوری نمبر، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے حیرت انگیز واقعات از حاکم علی)

(۲) پرانے چراغ میں تحریر فرماتے ہیں: مولانا کے درس کے تین اہم بڑے مرکزی مضمون تھے: عقیدۂ توحید کی وضاحت اور اس پر زور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے طرز پر۔ دوسرا مرکزی مضمون: اہل اللہ کے موثر اور

www.abulhasanalinadwi.org

دلآویز واقعات...... تیسرا مرکزی مضمون: جذبۂ جہاد، بغض فی اللہ اور انگریزوں سے شدید دشمنی اور نفرت کا مضمون (دیکھیے پرانے چراغ اول ص ۱۴۱-۱۴۲)

(۳) دیکھیے پرانے چراغ اول ص: ۱۵۶

(۴) پرانے چراغ میں لکھتے ہیں: مولانا تبلیغی دورے بھی فرماتے تھے، لیکن اس میں ان کے شرائط اتنے سخت تھے کہ بعض اوقات مہینوں ان کی نوبت نہ آتی تھی، اس میں ایک شرط یہ تھی کہ اپنے ہی کرایے سے تشریف لے جائیں گے، اس کے لیے بعض اوقات مہینوں انتظار کرنا پڑتا تھا۔ دوسری شرط یہ تھی کہ جب تک وہاں قیام رہے گا، اپنا ہی کھانا کھائیں گے (دیکھیے پرانے چراغ اول ص ۱۵۴)

حضرت لاہوری کے سوانح نگار جناب عبدالحمید خان لکھتے ہیں: حضرت نے کسی کانفرنس یا جلسے میں شرکت کے لیے کبھی کوئی رقم قبول نہیں کی، مدارس عربیہ کے جلسوں میں شرکت کے لیے جب تشریف لے جاتے تو کرایہ اپنا ادا کرتے، اگر کرایہ نہ ہوتا تو شرکت ہی نہ فرماتے، البتہ اپنی جماعت کی استدعا پر کسی جلسے میں شرکت کے لیے تشریف لے جاتے تو اس کے لیے بھی ان کی دل جوئی کرتے ہوئے بعض اوقات صرف کرایہ ہی لیتے، باقی تمام رقم منتظم کے حوالے کردیتے (مردمومن ص ۱۶۴)۔ صاحب ''مردمومن'' نے اس قسم کے کئی واقعات ذکر کیے ہیں۔ دیکھیے ص ۱۶۳-۱۶۵

(۵) لاہور کی شاہی مسجد، جامع مسجد دہلی کے طرز پر شاہجہاں نے بنوائی تھی، غیر منقسم ہندوستان کی عظیم مساجد میں اس کا شمار ہوتا تھا، مولانا لاہوری نے حضرت مولانا کا قیام اسی مسجد میں رکھا تھا، یہاں حضرت نے بڑے بڑے مجاہدے کیے۔

(۶) حضرت سید احمد شہیدؒ: مجدد ملت، بے نظیر داعی توحید و سنت، امام اصلاح و جہاد، قائد تحریکِ آزادی ہند، سکھوں کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے بالاکوٹ میں شہید ہوئے۔ تاریخ شہادت: ۲۴ر ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ/ ۷ر مئی ۱۸۳۱ء (تفصیل کے لیے دیکھیے سیرت سید احمد شہید از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، سید احمد شہید از مولانا غلام رسول مہر)

(۷) اس واقعے سے ذرا وہ لوگ عبرت حاصل کریں، جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے خلاف وقتاً فوقتاً زہر افشانی کرتے رہتے ہیں۔ اس ولی اللہ، مجاہد فی سبیل اللہ، مجددِ ملت، ناشرِ سنت، ماحیِ بدعت، مجاہدِ آزادی، شہید فی سبیل اللہ کو انگریزوں کا ایجنٹ اور ملک کا دشمن قرار دیتے ہیں اور ان کی تحریک کو باطل ثابت کرنے کے لیے اپنے زعم میں دلائل فراہم کرتے ہیں۔ اس قسم کے واقعات ان لوگوں کے لیے قدرت کا تازیانہ ہیں۔ یہ تو اللہ نے دنیا ہی میں دکھا دیا، مرنے کے بعد جو ہونا ہے وہ الگ۔ حدیث میں آتا ہے اللہ فرماتا ہے من عادی لی ولیًا فقد آذنته بالحرب (بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، رقم: ٦٥٠٢) یعنی جو میرے کسی ولی کے ساتھ دشمنی رکھے، میرا اس سے اعلانِ جنگ ہے۔ اولیاء اللہ کے

www.abulhasanalinadwi.org

بارے میں زبانِ طعن دراز کرنا ایمان کھو بیٹھنا ہے۔ ذرا اپنے انجام پر غور کریں اور خاتمہ کی فکر کریں!!
(۸) آپ کے سوانح نگار نے بھی اس کا ذکر کیا ہے (ملاحظہ ہو مرد مومن، ص: ۲۲۰)
(۹) امام بخاری: (ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری) امیر المومنین فی الحدیث، مصنف اصح الکتب بعد کتاب اللہ۔ وفات: ۲۵۶ھ (رجال کی تمام کتابوں میں آپ کے حالات ملتے ہیں، بالخصوص طبقات الشافعیہ میں سبکی نے بہت تفصیل سے آپ کے حالات لکھے ہیں (۲/۲۱۲-۲۴۱) اردو میں مولانا عبدالسلام مبارکپوری نے ''سیرت البخاری'' کے نام سے ایک مفصل اور جامع کتاب لکھی ہے۔
(۱۰) ملاحظہ ہو طبقات الشافعیة الکبریٰ للسبکی ۲/۲۳۳، سیر أعلام النبلاء ۱۲/ ۴۶۷، ھدی الساری مقدمة فتح الباری، ج ۲/ص: ۱۳۱۸
(۱۱) اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت کے ساتھ بھی یہ معاملہ فرمایا کہ آپ کی قبر سے خوشبو آتی تھی، متعدد لوگوں نے ہم سے بیان کیا، مولانا عبداللہ حسنی صاحب نے یہاں تک کہا کہ کسی کسی وقت وہ خوشبو اتنی پھیل جاتی ہے کہ مسجد کے صحن تک میں محسوس ہوتی ہے۔ ۸/شوال ۱۴۲۰ھ کو یعنی حضرت کے انتقال کے پندرہ دن بعد مولانا عبداللہ صاحب نے ہم سے یہ بات بیان کی تھی۔ دوسرے دن ہم تکیہ حاضر ہوئے تو زہے قسمت ہمیں یہ خوشبو محسوس نہیں ہوسکی، شاید پندرہ دن کے بعد موقوف ہوگئی ہو۔ واللہ اعلم
(۱۲) دیکھیے: کاروانِ زندگی اول، ص: ۱۰۴
(۱۳) مولانا سید طلحہ حسنی: جید عالم اور عربی زبان وادب کے بڑے ماہر تھے، تاریخ اسلام پر گہری نظر تھی، پروفیسر اورینٹل کالج لاہور، وفات: ۲۵/ستمبر ۱۹۷۰، کراچی (تفصیل کے لیے دیکھیے نزہۃ الخواطر ۸/ ۲۱۷-۲۱۹ و پرانے چراغ اول ص: ۲۲۹-۲۵۶، یہ تذکرہ بہت دلچسپ، معلومات آفریں اور ہمت افزا ہے طلبہ کو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے، نیز دیکھیے یادرفتگاں جلد دوم از ماہر القادری، ص ۲۶۶-۲۶۷)
(۱۴) علامہ اقبال: اسلامی مفکر، عظیم شاعر اور فلسفی، بعض حیثیتوں سے اردو کے سب سے بڑے شاعر، وفات: ۲۱/ اپریل ۱۹۳۸ء، لاہور (اقبال پر اتنا زیادہ لکھا گیا ہے جتنا شعراء میں سوائے غالب کے کسی پر نہیں لکھا گیا اور اب شاید غالب سے زیادہ)
(۱۵) مولانا ظفر علی خاں: برصغیر کے نامور صحافی، اردو کے قادر الکلام اسلام پسند شاعر، ادیب، مترجم، پُر جوش خطیب، سیاسی رہنما اور مجاہدِ آزادی، مدیر اعلیٰ روزنامہ زمیندار لاہور۔ شعری کتب: بہارستان، چمنستان، نگارستان (مجموعہ کلیات ظفر، ۸۲۸ صفحات) ان کے ترجموں میں سب سے مشہور ڈریپر کی ''معرکۂ مذہب وسائنس'' ہے۔ وفات: ۲۷/نومبر ۱۹۵۶ء، کرم آباد (ضلع گوجرانوالہ) (دیکھیے عظمت رفتہ، ص: ۲۴۲-۲۴۹، از ضیاء الدین احمد برنی، جدید شعرائے اردو، ص: ۳۵۶-۳۶۶، از ڈاکٹر عبدالوحید، مولانا ظفر علی خاں بحیثیت صحافی از ڈاکٹر نظیر حسین زیدی، تفصیل کے لیے دیکھیے مولانا ظفر علی

www.abulhasanalinadwi.org

خاں احوال وآثار، از ڈاکٹر نظیر حسین زیدی، ظفر علی خاں از شورش کاشمیری)

(۱۶) حفیظ جالندھری (ابوالاثر، محمد حفیظ) نامور اردو شاعر، پاکستان کے قومی ترانے کے خالق، افسانہ نگار۔ شعری کتب: شاہنامۂ اسلام (۴/جلدیں) سوز وساز، نغمہ زار، تلخابۂ شیریں، حفیظ کے گیت اور نغمے (۴/جلدیں) نثری کتب: ہفت پیکر (افسانے)، چیونٹی نامہ، نثرانے۔ وفات: ۲۱/دسمبر ۱۹۸۲ء، لاہور (نقوش شخصیات نمبر، ص:۳۲۳-۳۲۸، جدید شعرائے اردو، ص۵۸۳-۵۹۲، سوعہد ساز شخصیات، ص:۲۱۲-۲۱۶، خفتگانِ خاک لاہور ص۴۳۶)

(۱۷) حافظ محمود خاں شیرانی: بابائے تحقیق اور عظیم نقاد تھے، اردو میں تحقیق کے اولین معلمین میں ان کا شمار ہوتا ہے، سابق لکچرار اردو پنجاب یونی ورسٹی اورینٹل کالج لاہور، تصانیف: پنجاب میں اردو، تنقید شعر العجم، مقالات شیرانی وغیرہ، وفات: ۱۵/فروری ۱۹۴۶ء، ٹونک۔ (رجال اقبال، ص: ۴۳۵-۴۳۷، بیسویں صدی کے اردو مصنفین (نصف اول، ص ۴۷۰-۴۷۴)، تذکرہ ماہ وسال، ص: ۳۴۹، وفیات مشاہیر اردو، ص: ۵۴۹، موخر الذکر کتاب میں وفات: لاہور لکھا ہے جو غلط ہے، حافظ محمود شیرانی پر خاصا لکھا جا چکا ہے، ان کے پوتے ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی نے حافظ محمود شیرانی (کتابیات) کے نام سے اس کی تفصیلات جمع کی ہیں (مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۱ء)

(۱۸) شاداں بلگرامی (سید اولاد حسین) شاعر، ادیب، محقق اور نقاد تھے، مدرسہ عالیہ رامپور میں فارسی کے استاد تھے، پھر معلم ادبیات فارسی، اورینٹل کالج لاہور۔ تصنیفات: تنقید مثنوی گلزار نسیم، رسالہ فلسفہ زبان وفلسفہ خواب، شرح درنادرہ، شرح نورس ظہوری، فرہنگ حاجی بابا اصفہانی، وفات: ۱۹۴۸ء، رامپور (تذکرہ ماہ وسال، ص: ۲۱۷، وفیات مشاہیر اردو، ص: ۳۳۱، وفیات مشاہیر بہار، ص: ۵)

(۱۹) علامہ تاجور نجیب آبادی (احسان اللہ خان درانی): نامور عالم وشاعر، مشہور ادیب وصحافی، دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل، استاد دیال سنگھ کالج، لاہور، مدیر ماہ نامہ مخزن لاہور (۲۰-۱۹۱۷ء) مدیر معاون ماہ نامہ ہمایوں لاہور (اجرا: ۱۹۲۲ء) وفات: ۳۰/ جنوری ۱۹۵۱ء، لاہور (تذکرۂ علمائے پنجاب ۱/ ۵۸-۶۴، خفتگانِ خاک لاہور ص: ۱۳۰، جدید شعرائے اردو، ص: ۴۹۸-۵۰۶، نقوش لاہور آپ بیتی نمبر جلد دوم، ص: ۱۴۵۰-۱۴۵۴، یارانِ کہن، ص: ۲۰۱-۲۱۱)

(۲۰) گاما پہلوان (غلام محمد): برصغیر کے عظیم پہلوان، سیکڑوں مقابلوں میں ناقابل شکست رہے۔ ۱۹۱۰ء میں دیوہیکل زیسکو پہلوان کو ہرا کر عالمی شہرت پائی اور ''رستم زمان'' کا خطاب حاصل کیا، وفات: ۲۳/مئی ۱۹۶۰ء، لاہور (خفتگانِ خاکِ لاہور، ص: ۳۹۸، نقوش لاہور نمبر، جلد اول، ص: ۷۴۸-۷۴۹، عظمتِ رفتہ، ص: ۲۶۰-۲۶۱، سوعہد ساز شخصیات، ص: ۴۴۸-۴۴۹، وفیاتِ نامورانِ پاکستان، ص: ۶۶۲)

(۲۱) مولانا حافظ حبیب اللہ لاہوری: دارالعلوم دیوبند کے فاضل، اور اپنے والد کے خلیفۂ مجاز تھے، اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

والد کے نقش قدم پر نہایت عابد وزاہد اور مرتاض تھے، زندگی کے آخری پچیس سال حرمین میں گزارے، اس عرصے میں کبھی وہاں سے باہر نہیں گئے، وفات: ۱۹۷۲ء، مکہ مکرمہ (پرانے چراغ اول، ص: ۱۴۵ حاشیہ، خدام الدین امام الاولیاء نمبر، ص: ۵۹-۶۱ و ۶۳-۶۷، تذکرۂ علمائے پنجاب اول، ص: ۱۵۷-۱۵۸)

(۲۲) پورا خط ملاحظہ ہو پرانے چراغ اول ص: ۱۶۱

(۲۳) ان کچھ دعاؤں کے لیے ملاحظہ ہو، کلید بابِ رحمت، ص: ۳۱، مثلاً کہتی ہیں:

مری اولاد کو تو یاالٰہی اتنی ہمت دے کہ ہو قوت بازو خبر لیں ہم ضعیفوں کی
انھیں کے علم اور اقبال کی شہرت جہاں میں ہو ہے شہرت جیسی عالم میں نبیؐ کے ہمنشینوں کی
ابوبکرؓ وعمرؓ عثمانؓ علیؓ میں جتنے جوہر تھے وہی جوہر ہوں ان میں اور وہی فطرت کریموں کی
ترے دربار سے بہتر کی بھی امید برآئے علی ٹھنڈک ہو آنکھوں کی علی راحت ہو سینوں کی

نیز دیکھیے ص: ۱۵، ص: ۳۳، ۳۴، ۴۱، ۴۷، ۴۸، ۵۱، ۵۴، اور ۳۲/ اشعار پر مشتمل اپنی اولاد کی طرف سے ایک طویل مناجات کہی ہے، جس میں سب کچھ مانگا ہے (دیکھیے ص: ۴۲-۴۳) ان دعاؤں کو دیکھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے حضرت مولانا کو جو کمالات اور ترقیاں عطا فرمائیں، وہ سب والدہ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

(۲۴) دیکھیے کاروان زندگی اول، ص: ۴۶

(۲۵) چناں چہ مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے بھی اپنے تعلیمی سفر کی روداد "میری طالب علمی" (ص: ۶) اور اپنی تقریر (جو "آپ کون ہیں کیا ہیں آپ کی منزل کیا ہے؟" کے نام سے شائع ہوئی ہے) میں بھی اس قسم کے اپنے واقعے کا ذکر کیا ہے (دیکھیے ص: ۱۲)

(۲۶) یعنی مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنی: قدیم وجدید کی جامعیت کی نادر مثال، دارالعلوم ندوۃ العلماء اور دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل، یونانی طب وحکمت کے ماہر معالج اور انگریزی کے باکمال ڈاکٹر تھے۔ ۲۱-۱۹۶۱ء مسلسل تیس سال ندوۃ العلماء کے ناظم رہے۔ وفات: ۷/ مئی ۱۹۶۱ء، لکھنؤ تدفین: تکیہ کلاں، رائے بریلی (ضمیمہ حیاتِ عبدالحی یا تذکرہ مولوی حکیم ڈاکٹر عبدالعلی حسنی)

(۲۷) یعنی مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی: ندوۃ العلماء کے سابق ناظم، ہندوستان کے عظیم مؤرخ، نزہۃ الخواطر، الثقافۃ الإسلامیۃ فی الھند اور گل رعنا وغیرہ کے مصنف اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے والد بزرگوار تھے۔ وفات: ۲/ فروری ۱۹۲۳ء، وفات: لکھنؤ، تدفین: تکیہ، رائے بریلی (حیات عبدالحی از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

(۲۸) کاروانِ زندگی میں بھی حضرت نے یہ بات لکھی ہے۔ (دیکھیے حصہ اول ص ۸۴)

(۲۹) یہ دعاے ماثور ہے، مگر وہاں بفضلك کا لفظ نہیں ہے، دیکھیے صحیح ابن خزیمۃ، ح: ۴۵۳،

www.abulhasanalinadwi.org

صحیح ابن حبان، ج۱۰/ ۴۹۶، ح:۴۶۴۰، السنن الکبریٰ للنسائی، ج۶/ ۲۸، ح:9921، عمل الیوم واللیلة لابن السنی، ح:۱۰۶

(۳۰) ترجمے کے الفاظ حضرت ہی کے ہیں، حضرت نے انھی الفاظ میں ترجمہ کیا تھا۔

(۳۱) حضرت شاہ سید ضیاء النبی حسنیؒ: حضرت کے والد مولانا حکیم عبدالحی نے انھیں قطب الاقطاب، برکة الدنیا وسر الوجود ولبّ لباب العرفان کے القاب سے یاد کیا ہے۔ وفات: ۱۳۲۶ھ 1908ء (نزهة الخواطر-الإعلام بمن في تاريخ الهند من الأعلام ۸/ ۲۱۱)

(۳۲) مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ: اعظم گڑھ کے ایک گاؤں معروف بہ ''چھاؤں'' کے رہنے والے، اپنے ہم عصروں میں زہد وورع میں بہت ممتاز تھے۔ مشہور تصانیف: معرفت الٰہیہ، معیت الٰہیہ، براہین قاطعہ، صراطِ مستقیم، ملفوظات حضرت تھانوی۔ وفات: ۱۲/ اگست ۱۹۶۳ء، کراچی (بزم اشرف کے چراغ، ص: ۱۰۴-۱۰۷، خفتگانِ کراچی، ص ۱۳۶-۱۳۷)

(۳۳) حکیم الامت مجددِ ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ: جلیل القدر مفسر، عظیم فقیہ، بے نظیر داعی و مصلح، بے مثال روحانی مربی اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے مصنف تھے، چھوٹی بڑی نو سو سے زیادہ کتابیں لکھیں، اور ایک عالم پر اپنی دعوت و تربیت اور اصلاح کے اثرات چھوڑے۔ وفات: ۲۳/ جولائی ۱۹۴۳ء، تھانہ بھون (تفصیل کے لیے دیکھیے اشرف السوانح، سیرت اشرف، فہرست تالیفات حکیم الامت، ان کے علاوہ حضرت تھانوی پر بیس سے زیادہ کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔

(۳۴) مولانا سید عبدالسلام ہنسویؒ: علم وعمل کے جامع اور زہد وورع میں ممتاز تھے۔ وفات: ۱۲۹۹ھ (۱۸۸۲ء) (نزهة الخواطر ۷/ ۲۹۲-۲۹۴)

(۳۵) امام اہلِ سنت حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی کاکورویؒ: اپنے عہد کے نہایت ممتاز عالم اور داعی جنھوں نے خاص طور پر لکھنؤ اور آس پاس کے علاقوں میں شیعیت کی تردید اور دفاعِ صحابہ میں بے نظیر کارنامہ انجام دیا، وفات: ۲۳/ اپریل ۱۹۶۲ء، لکھنؤ (تفصیل کے لیے دیکھیے امام اہل سنت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی- حیات وخدمات از عبدالحی فاروقی۔

(۳۶) الأحزاب، آیت: ۳۸

مجلس (۳)

۱۴۱۶/۱۲/۲۸ھ مطابق ۱۹۹۶/۵/۱۷ء

ہندوستان میں تصنیف وتالیف کے جدید اصول کا آغاز

فرمایا: ہندوستان میں کتابوں کی تصنیف وتالیف میں جدید اصول کے مطابق حوالہ دینے کا التزام سب سے پہلے علامہ شبلی نے کیا، ورنہ اس سے پہلے اس کا رواج نہیں تھا، اگر کہیں حوالہ ہوتا تو متن ہی میں کہیں کہیں، ورنہ باقاعدہ حوالہ دینے کا مطلق رواج نہیں تھا، یہ اصل میں مستشرقین کی ایجاد ہے۔ علامہ شبلی نے انھی سے لیا۔

انڈکس کا فائدہ اور نقصان

فرمایا: انڈکس (اشاریہ) کا فائدہ بھی ہے نقصان بھی، فائدہ یہ ہے کہ کام کرنے والوں کا وقت ضائع نہیں ہوتا۔ نقصان یہ ہے کہ آدمی اسی پر اکتفا کرتا ہے۔ نئی بات اس کی نظر سے نہیں گزرتی۔

مستشرقین کی علمی کمزوری اور خامی

پھر مستشرقین کی خامیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: مستشرقین کے یہاں نہ تنوع ہوتا ہے نہ توسع، بلکہ کسی چیز میں لگ جاتے ہیں تو بس اسی میں مٹ جاتے ہیں، اس سے ہٹ کر کچھ بھی معلومات نہیں ہوتی (۱)۔

سیرتِ نبوی سے متعلق مستشرقین کی ایک خطرناک سازش

فرمایا: مستشرقین کی ایک بہت بڑی سازش یہ ہے کہ انھوں نے اپنی کتابوں کے ذریعے یہ بات عام کی کہ جاہلیت میں عربوں کے اندر ایک بے چینی تھی، انقلاب کے لیے بالکل تیار تھے، محمد (ﷺ) کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے وقت کو پہچانا، اس کی صحیح شناخت

www.abulhasanalinadwi.org

کی، پھر بڑا زور دے کر فرمایا: یہ ایسی سازش تھی کہ اس سے اسلام کے پورے ذخیرے پر پانی پھر جاتا ہے، اس کا کوئی کمال ہی نہیں رہتا، ہم اس کے جواب کے لیے بے چین تھے، ہم انھی کی کتابوں میں اس کی تردید ڈھونڈ رہے تھے، یہ بات ہم کو سر ولیم میور کی کتاب Life of Mohammad میں ملی، یہ یوپی کا گورنر بھی رہ چکا ہے، اس نے مغربی مصنفین کے برخلاف لکھا ہے: عرب میں کوئی بے چینی نہیں تھی وہ بالکل مطمئن تھے (۲)۔

اور ایک دوسری کتاب میں ہمیں یہ ملا کہ یہودی اور عیسائی بھی ان کو توحید پر قائم رکھنے میں ناکام رہے تھے۔

استشراق اور استعمار

یہ اصلاً انگریزوں کی سازش تھی کہ جب تک ذہن غلام نہ ہو، اس وقت تک ان پر سیاسی تسلط قائم نہیں رکھ سکتے، اس لیے انھوں نے اس کے لیے بہت حکمت سے کام لے کر استشراق کا شعبہ کھولا۔ فقہ اور حدیث کی تدوین وغیرہ کے سلسلے میں وہ زہر پھیلا کر مسلمانوں کو تذبذب وارتیاب کے جال میں گرفتار کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اب مستشرقین کا وہ غلبہ نہیں، اس لیے کہ انھیں کسی سیاسی قوت کی پشت پناہی حاصل نہیں ہے۔

حواشی مجلس (۳)

(۱) اب یاد پڑتا ہے کہ اس وقت یہ بھی فرمایا تھا کہ لندن میں بعض مستشرقوں سے ہماری ملاقات ہوئی ہے جس سے ہمیں ان کی علمی حیثیت کا اندازہ ہوگیا یعنی ان کے یہاں نہ توسع ہوتا ہے نہ تنوع (پروف دیکھتے وقت ہمیں آج (مورخہ ۲۵/۱۱/۱۴۳۱ھ) یہ بات یاد آئی، اس لیے امانتاً حاشیے میں درج کرلیا۔ واللہ اعلم

(۲) دیکھیے Life of Mohammad Vol.1,P.ccxxxv-vi : Sir William Muir(London.1885)، حضرت مولانا نے ولیم میور کی یہ بات نبی رحمت میں نقل کی ہے دیکھیے (ص ۷۵-۷۶، اشاعت سوم ۱۹۸۸ء)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۴)

۲۹/۱۲/۱۴۱۶ھ مطابق ۱۸/۵/۱۹۹۶ء

سیرتِ نبوی کی اہمیت

فرمایا: سیرت دراصل وہ منبع اور سرچشمہ ہے، جس سے زندگی کے ہر گوشے میں رہنمائی ملتی ہے، اور اس سے کسی بھی دینی موضوع پر لکھنے کے لیے راستہ ہموار ہوتا ہے۔

حضرت کے مطالعے کا آغاز اور بچپن میں کتابوں کا شوق

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا کہ آپ نے سب سے پہلے سیرت کا مطالعہ...... بات پوری ہونے سے پہلے مطلب سمجھ کر فرمایا: ہم نے سیرت میں سب سے پہلی کتاب سیرت خیر البشر (۱) پڑھی، پھر سیرت پڑھنے کا ذوق پیدا ہوا۔ لاٹوش روڈ (لکھنؤ کا مشہور بازار ہے) پر مولوی کلیم احمد بہرائچی ندوی کا ایک تجارتی مکتبہ تھا، اس کا نام تھا شبلی بک ڈپو، وہاں ہم نے کسی مکتبہ کی فہرست دیکھی، ہمیں فہرستیں دیکھنے کا بڑا شوق تھا، ہم اس کے بہت عادی تھے، تقریباً اس کے حافظ ہوجاتے تھے کہ کونسی کتاب کہاں سے چھپی ہے؟ اس کا، بعد میں جب کچھ لکھنے کا موقع ملا تو بڑا فائدہ ہوا۔

کتاب ''رحمۃ للعالمین'' اور اس کی اثر انگیزی

ہم نے اس فہرست میں ایک کتاب دیکھی، سیرت رحمۃ للعالمین مصنفۂ قاضی محمد سلیمان منصور پوری (۲)، ہم نے وہ کتاب منگوائی، وی۔ پی آئی تو گھر میں چھڑانے کے لیے پیسے نہیں تھے، ہم رونے لگے اور رونا بہت سے موقعوں پر کام آتا ہے بہت سے نازک سے نازک موقعوں پر بھی، غزوۂ بدر میں رونے کی وجہ سے کئی نوعمر صحابہ کو شرکت کی اجازت ملی۔ تو ہمارے چچا سید اسماعیل صاحب (جو سید صاحب کی اولاد میں سے تھے) نے ہمیں دیکھا، ان کو رقت آئی تو انھوں نے پیسے دے کر وی پی چھڑائی، ہماری خوشی کی انتہا نہیں تھی،

www.abulhasanalinadwi.org

ہم نے اس کتاب کو پڑھنا شروع کیا، ہمیں اس وقت سے اب تک یاد نہیں کہ کسی کتاب کا ہم پر اتنا اثر ہوا ہو جتنا اس کتاب نے اثر ڈالا، اس کے مصنف بڑے صحیح العقیدہ تھے، ان کا اخلاص اور خصوصاً ان کا ذاتِ نبوی سے عشق، اس چیز نے بہت متاثر کیا (۳)۔

صاحب ''رحمۃ للعالمین'' کے کشف کا ایک عجیب واقعہ

اتفاق سے ان دنوں کانپور میں ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ (۴) ہونے والا تھا، اس میں ڈاکٹر ذاکر حسین (۵)، مولانا محمد علی جوہر (۶)، مولانا شاہ سید سلیمان پھلواروی (۷) وغیرہ، ان مشاہیر میں سے متعدد شخصیتوں کی یہیں پہلی بار زیارت ہوئی، انھی میں قاضی سلیمان منصور پوری مصنف رحمۃ للعالمین بھی تھے، انھوں نے ہمارے بھائی ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب سے کہا: ہم نے آپ کے چھوٹے بھائی کے لیے رحمۃ للعالمین بھیجی تھی، پہنچی یا نہیں؟ کتاب تو خیر نہیں پہنچی، مگر غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ان سے کوئی تعارف بھی نہیں تھا، دیکھا بھی پہلی دفعہ یہیں تھا، پھر انھوں نے یہ کیوں کر کہا، یہ ان کے کشف کی بات معلوم ہوتی ہے۔

بچپن میں حضرت کا مطالعاتی ذوق: کھانا کھاتے وقت پڑھنا

فرمایا: والدہ مرحومہ کی آنکھ کا اس زمانے میں میڈیکل کالج میں آپریشن ہوا تھا، ہم بھی وہاں تھے، وہیں بیٹھ کر ہم پڑھتے، پھر مولانا نذرالحفیظ کے دریافت کرنے پر فرمایا: مطالعے کا بہت ذوق تھا، کھاتے وقت بھی کتاب ساتھ لیتے اور پڑھتے، خصوصاً رات کے کھانے میں اور وہ بھی لالٹین کے زمانے میں، اس زمانے میں ہمارے اطراف میں بجلی نہیں آئی تھی، والدہ صاحبہ کو اس سے شکایت تھی، وہ اس طرح پڑھنے سے روکتی تھیں۔

ٹرین، بیل گاڑی اور ہوائی جہاز پر پڑھنا اور لکھنا

فرمایا: ہم ڈاک خانے جاتے تو کتاب لے جاتے، تاکہ انتظار کا وقت مطالعے میں گزرے۔ ریل پر ہم نے بہت پڑھا ہے، اس کے ہم بہت عادی تھے، خصوصاً احمد امین (۸)

www.abulhasanalinadwi.org

کی "فجر الاسلام"، "ضحی الاسلام" سب ہم نے ریل ہی پر ختم کیں، ان کتابوں پر لکھا ہوا ہے کہ فلاں کتاب فلاں وقت ریل پر ختم ہوئی اور فلاں کتاب ڈاک خانے میں، ریل پر ہم نے بہت کچھ لکھا بھی ہے۔

ایک مرتبہ سہارنپور سے آتے ہوئے جگہ نہیں ملی، تو وہیں دروازے کے پاس بیٹھ کر لکھنے لگے، ہم نے قصص النبیین کا کچھ حصہ اس وقت لکھا تھا۔

جہاد میں مولوی مظفر حسین کشمیری کے گولی لگنا اور اثر نہ کرنا

مولانا شمس الحق صاحب نے کہا: آپ نے تو بیل گاڑی پر بھی لکھا ہے؟ حضرت مولانا نے مسکراتے ہوئے کہا کہ ناجائز تو نہیں ہے؟ یہ مولوی مظفر حسین کشمیری (۹) کے ساتھ کا واقعہ ہے، وہ کشمیر کے رہنے والے تھے، یہاں بھی مدرس ہو گئے تھے، انھی کا واقعہ ہے کہ جہاد کشمیر میں جب وہ مجاہدین کے ساتھ تھے، ان کو ایک گولی لگی، گولی جسم سے پار ہو کر نکلی، مگر ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ مولانا نے پھر فرمایا: لکھا تو ہم نے ہوائی جہاز پر بھی ہے، "ملة إبراهيم وحضارة الإسلام" جہاز پر لکھا جو ندوۃ المجاہدین کالی کٹ کیرلا میں پڑھا گیا (۱۰)۔

بالاکوٹ کا ذکر

کشمیر کا تذکرہ آیا تو رخ بالاکوٹ کی طرف پھر گیا، فرمایا: وہاں ہم دو دفعہ گئے ہیں، خاص روحانیت محسوس ہوتی ہے۔

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا: آپ کی تحریر شہدائے بالاکوٹ کا مقام و پیغام آپ کی مؤثر ترین تحریروں میں خاص مقام رکھتی ہے، جواب دیا: جی ہاں۔

سید احمد شہیدؒ کی زندگی کے واقعات کی تاثیر اور اس سلسلے میں حضرت کے واقعات

فرمایا: سید صاحب کی زندگی کے واقعات میں جو تاثیر ہے بہت کم لوگوں کے واقعات میں وہ تاثیر ہوگی، بائیں جانب والے کمرے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ہم یہاں بیٹھے لالٹین میں وقائع احمدی (۱۱) کا مطالعہ کر رہے تھے (اس زمانے میں ندوے میں

www.abulhasanalinadwi.org

بجلی نہیں آئی تھی) تو طبیعت کی عجیب کیفیت تھی، دعا کی طرف میلان تھا، دل چاہتا تھا کہ ابھی دعا مانگیں۔اسی طرح ایک دفعہ ہم رائے بریلی جارہے تھے، راستے میں وقائع احمدی یا منظورۃ السعداء(۱۲) دیکھ رہے تھے، اور سیرت سید احمد شہید کے لیے اس سے کچھ نوٹس بھی لے رہے تھے، سامان لے کر اسٹیشن پر اترے، تو یکے والے نے پوچھا: میاں صاحب! کہاں چلنا ہے؟ ہم خاموش تھے، کوئی جواب نہیں دے سکے، ایک رقت طاری تھی، طبیعت دعا کی طرف مائل تھی، یہ نسبت کی بات ہے(۱۳)، ورنہ اشعار پڑھنے یا اچھلنے کودنے کی طرف بھی طبیعت مائل ہوسکتی تھی۔

حواشی مجلس (۴)

(۱) یہ مشہور قادیانی رہنما امیر جماعت احمدیہ محمد علی لاہوری کی کتاب ہے، ۱۳۴۶ھ میں لاہور سے شائع ہوئی۔

(۲) قاضی سلیمان منصور پوری: سیرت نگار، اور علوم دین کے مبصر عالم تھے، تورات وانجیل پر فاضلانہ وناقدانہ نگاہ رکھتے تھے۔ریاست پٹیالہ میں سیشن جج تھے۔وفات: یکم محرم ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء (یادرفتگاں از علامہ سید سلیمان ندوی، ص: ۱۰۶-۱۰۷، تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں، ص ۳۹۴-۴۰۰، مشہور پاکستانی عالم ومحقق مولانا محمد اسحاق بھٹی نے ان کے حالات میں پوری کتاب لکھی ہے بنام ''سیرت مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

(۳) کاروانِ زندگی اول (ص:۹۶) اور کاروان مدینہ (ص: ۲۰) میں بھی اس واقعے کا مختصراً ذکر کیا ہے۔یہاں کچھ باتیں نئی ہیں جوان کتابوں میں موجود نہیں۔

(۴) یہ ندوۃ العلماء کا بائیسواں اجلاس تھا، جو ۵-۶-۷/نومبر ۱۹۲۶ء کو زیرصدارت حاذق الملک حکیم اجمل خاں منعقد ہوا تھا (ملاحظہ ہو تاریخ ندوۃ العلماء دوم، ص: ۲۱۴)

(۵) ڈاکٹر ذاکر حسین خان: مشہور ومعروف شخصیت، ۱۹۲۶ء میں جرمنی سے اعلیٰ ڈگری حاصل کرکے آئے تھے، اسی سنہ میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کی پرنسپلی سے پبلک اور ملی زندگی کا آغاز کرتے ہوئے، وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، گورنر بہار، نائب صدر جمہوریہ اور اخیر میں صدر جمہوریہ بنے (۱۳/مئی ۱۹۶۷ء سے انتقال تک) وفات: ۳/مئی ۱۹۶۹ء، دہلی (وفیات ماجدی، ص: ۱۸۰-۱۸۵، پرانے چراغ دوم، ص: ۶۲-۸۶، تذکرہ معاصرین از مالک رام، ۱/ ۹۸-۱۰۷، تفصیل کے لیے دیکھیے ہمارے ذاکر صاحب از رشید احمد صدیقی، ڈاکٹر ذاکر حسین-شخصیت اور کارنامے، مرتب: پروفیسر گوپی چند نارنگ)

www.abulhasanalinadwi.org

(۶) مولانا محمد علی جوہر: آکسفورڈ کے تعلیم یافتہ، تحریک آزادی اور تحریک خلافت کے مشہور راہنما، مسلمانانِ ہند کے عظیم قائد، ملت کے پاسبان، اردو اور انگریزی کے بے باک صحافی، اردو کے شاعر اور سحر بیان خطیب۔ وفات: ۴/ جولائی ۱۹۳۱ء، لندن، تدفین: بیت المقدس (تفصیل کے لیے دیکھیے محمد علی: ذاتی ڈائری کے چند ورق از مولانا دریابادی، سیرت محمد علی از رئیس احمد جعفری، علی برادران از رئیس احمد جعفری، مولانا محمد علی - ایک مطالعہ (مجموعۂ مضامین) مرتبۂ عبداللطیف اعظمی (مولانا محمد علی پر اس مجموعے میں بعض نادر مضامین ہیں)۔ مولانا محمد علی جوہر - شخصیت اور خدمات (مجموعۂ مضامین) مرتبۂ سید نظر برنی، مولانا محمد علی جوہر پر اور بھی متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں)

(۷) شاہ سلیمان پھلواروی: اپنے زمانے کے مشہور عالم و صوفی، واعظ و خطیب، شیخ طریقت، ندوۃ العلماء کے بنیادی اور باا ثر اراکین میں تھے، وفات: ۳۱/ مئی ۱۹۳۵ء، پھلواری (نزھۃ الخواطر ۸/ ۱۸۳-۱۸۵، یادِ رفتگاں، ص: ۱۵۶-۱۶۲، تذکرۂ علمائے بہار، ج ۱/ ص: ۱۱۱-۱۱۲، نقوش آپ بیتی نمبر، ج ۲/ ص: ۱۵۱۵-۱۵۳۰، اصحاب علم و فضل، ص: ۸۷-۱۰۳)

(۸) ڈاکٹر احمد امین: مصر کے مشہور فاضل، ماہر ادیب اور وسیع النظر مورخ، وفات: ۱۹۵۴ء (الأعلام ۱/ ۱۰۱)

(۹) سید مظفر حسین کشمیری ندوی: دار العلوم ندوۃ العلماء کے سابق استاد، تحریکِ آزادیِ کشمیر کے رہنما، ریٹائرڈ ڈائریکٹر امور دینیہ آزاد کشمیر، مستقل رکن پبلک سروس کمیشن آزاد کشمیر، رکن اسلامی نظریاتی کونسل آزاد کشمیر، وفات: ۹/ نومبر ۲۰۰۱، راولپنڈی (وفیاتِ نامورانِ پاکستان، ص: ۸۳۳)

(۱۰) یہ مقالہ دراصل خطبۂ صدارت ہے جو ندوۃ المجاہدین کالی کٹ کیرلا کے سالانہ اجلاس میں پڑھا گیا۔ یہ جلسہ ۱۸/ شعبان ۱۳۸۰ھ مطابق ۵/ فروری ۱۹۶۱ء کو ہوا تھا، اسی زمانے میں مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ نے اس کو شائع کیا تھا۔ اردو میں اس کا ترجمہ "اسلام مکمل دین، مستقل تہذیب" کے عنوان سے کچھ اضافوں کے ساتھ مجلس تحقیقات ہی سے چھپ چکا ہے۔ (کاروانِ زندگی اول ص: ۴۶۴)

(۱۱) وقائع احمدی: سید صاحب کے واقعات پر مشتمل نواب وزیر الدولہ (نواب ٹونک) کی اردو میں لکھوائی ہوئی کتاب ہے، مولف سید حیدر علی ہیں، ندوۃ العلماء کے کتب خانے میں ۷۷۲۴ صفحات پر محیط اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ حضرت شاہ نفیس الحسینی صاحبؒ نے "وقائع سید احمد شہید" کے نام سے سید احمد شہید اکیڈمی لاہور سے اس کا خوبصورت عکسی ایڈیشن شائع کیا ہے۔

(۱۲) منظورة السعداء فی أحوال الغزاة والشهداء: سید صاحب کے حالات پر مولانا سید جعفر علی نقوی کے قلم سے ضخیم فارسی کتاب ہے، ندوۃ العلماء کے کتب خانے میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ اس کا اردو ترجمہ انھی کے خانوادے کے مشہور فاضل مولانا عبید اللہ اسعدی نے کیا ہے جو ابھی شائع نہیں ہوا۔

(۱۳) یعنی حضرت سید صاحب کو دعا سے خاص مناسبت تھی، وہ اکثر و بیشتر بڑی آہ وزاری کے ساتھ دعا مانگا کرتے تھے، یہ اسی کا اثر ہے۔

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۵)

۱۴۱۶/۱۲/۳۰ھ مطابق ۱۹۹۶/۵/۱۹ء

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں ایک صاحب کو "جب ایمان کی بہار آئی" پڑھنے کی تاکید کرنا

فرمایا: الہ آباد سے ایک صاحب (جو مولانا شاہ وصی اللہ صاحب کے مسترشدین میں سے ہیں) آئے ہوئے تھے، فرمانے لگے: میں نے خواب دیکھا، جمعہ کی نماز پڑھ کر لوگ جمع ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، آپ نے بکس سے ایک کتاب نکالی اور کہا کہ اس کو پڑھا کرو، دیکھا تو وہ کتاب تھی: "جب ایمان کی بہار آئی" (۱)۔

سید صاحب کے دم قدم سے کلکتہ میں شراب خانوں کی ویرانی اور شراب فروشوں کا سرکار کو ٹیکس دینے سے انکار

پھر حضرت نے فرمایا: "بارہا ایمان کے جھونکے چلے ہیں، لیکن ایسی باد بہاری کبھی نہیں چلی" (۲)، یہ واقعہ ہے کہ جہاں سے بھی سید صاحب گزرے وہاں دینی ہوائیں چلنے لگیں، پھر کلکتہ کے قیام کے دوران میں شراب والوں کے ٹیکس کا واقعہ سنایا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب سید صاحب اپنے قافلے کے ہمراہ حج کے ارادے سے کلکتہ پہنچے اور وہاں کچھ دن قیام کیا، لوگ آتے اور گناہوں سے توبہ کرتے، شراب فروشوں پر یہ اثر پڑا کہ یکلخت ان کی دکانیں بند ہوگئیں، انھوں نے انگریزی سرکار سے شکایت کی کہ ہم ٹیکس نہیں دیں گے، جب سے ایک بزرگ یہاں آئے ہیں ہمارا بازار ٹھپ پڑ گیا ہے، عام لوگوں نے نشہ آور چیزوں سے توبہ کی ہے، چناں چہ سرکار نے حکم نامہ جاری کیا کہ جب تک سید صاحب کلکتہ میں رہیں گے ٹیکس نہیں لیا جائے گا، اگر ان کے جانے کے بعد پھر شراب کی خرید وفروخت شروع ہوئی تو پھر ٹیکس ادا کرنا ہوگا (۳)۔

www.abulhasanalinadwi.org

سید صاحب کے قدم کی برکت

مولوی طفیل احمد منگلوری (۴) نے ایک دفعہ بتایا کہ منگلور (۵) جانے کے دو راستے ہیں، جس سے سید صاحب گزرے، وہاں مساجد آباد اور خرابات بند ہیں، لیکن دوسرا راستہ ویسا ہی ہے۔

مولانا سید ظاہر حسنی کا فقہ وفتاویٰ میں مقام

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے پوچھا کہ مولانا سید ظاہر صاحب (۶) سید صاحب کے خلفاء میں سے تھے؟ فرمایا: ہاں، وہ ہمارے دادا کے حقیقی نانا تھے، بڑے جید عالم تھے، ان کے فتاویٰ رائے بریلی سے لے کر باندہ تک، بلکہ اس کے آس پاس کی ریاستوں: غازی پور، اعظم گڑھ اور جون پور وغیرہ میں بھی سکۂ رائج الوقت کی طرح چلتے تھے، ان دیار میں فقہ وفتاویٰ کے آپ سب سے بڑے مرجع تھے، سب یہی پوچھتے تھے، سید ظاہر صاحب نے کیا کہا؟ اس سلسلے میں انھوں نے کیا فتویٰ دیا؟ ان کی ایک کتاب ہے ''خیر المسالک''، جو چھپ چکی ہے (۷)۔

یہ دور شاہ ولی اللہ کا دور ہے

فرمایا: یہ دور دراصل حضرت شاہ ولی اللہ صاحب (۸) کا دور ہے، یہ انھی کا فیض ہے، آج جتنے مدارس اور جتنی تحریکات ہیں، سب کا تعلق انھی سے ہے۔

دار العلوم دیوبند کا صد سالہ جلسہ اور اس میں حضرت کی تقریر

فرمایا: دار العلوم دیوبند کا صد سالہ جلسہ (۹) ہو رہا تھا، ہم بھی شریک تھے، ہماری تقریر عربی میں طے تھی، بہت سے عرب مہمان آئے ہوئے تھے، ڈاکٹر عبداللہ زائد (۱۰) صدارت کر رہے تھے، ہم نے دیکھا کہ میدانِ عرفات کی طرح مجمع ہے، انسانوں کا ایک جنگل، ان کے سامنے عربی میں تقریر کی جائے تو صرف مظاہرہ ہوگا، جلسے میں ابھی تک کوئی

www.abulhasanalinadwi.org

پیغام پیش نہیں کیا گیا تھا، بلکہ دار العلوم کی تاریخ وغیرہ بیان کی جارہی تھی، ہم نے سوچا کہ ان آئے ہوئے لوگوں کو کوئی پیغام لے کر جانا چاہیے، ہم نے پہلے عربوں سے معذرت کی، پھر اردو میں تقریر شروع کی اور اس زبردست مجمع کو وہ ذمہ داری یاد دلائی جو نہ صرف اس ملک میں اپنے ملی تشخص کو باقی رکھنے کے سلسلے میں، بلکہ اس میں داعیانہ اور قائدانہ کردار ادا کرنے کے سلسلے میں ان پر عائد ہوتی ہے۔

دیوبندیت کی تعریف

اخیر میں ہم نے کہا کہ دیوبندیت چار چیزوں کا مجموعہ ہے: ۱- توحید کامل اور دینی غیرت وحمیت، ۲- اتباعِ سنت، ۳- تزکیہ واحسان، ذکر اور تعلق مع اللہ کی فکر، ۴- اِعلائے کلمۃ اللہ کا جذبہ اور کوشش ۔ پاکستان کے صوبۂ سرحد کے وزیر اعلیٰ مولانا مفتی محمود صاحب (۱۱) میری تقریر کے معاً بعد کھڑے ہوئے اور میری تائید میں مختصر تقریر کی اور فرمایا کہ دیوبندیت کی تعریف میں جو کہا گیا وہ سو فیصد صحیح ہے (۱۲)۔

اس تقریر کا بڑا اثر ہوا اور سب نے بہت پسند کی (۱۳)۔

آج کل جلسے جلوس رسمی ہو گئے ہیں

فرمایا: آج جلسے جلوس رسمی ہو گئے ہیں، رسمی طور پر کچھ امور انجام پاتے ہیں، ضابطے کی کچھ تقریریں ہوتی ہیں اور ضابطے کی کچھ تجویزیں پاس ہوتی ہیں اور بس، ابھی رابطۂ عالم اسلامی کا جلسہ (۱۴) ہوا تھا، اس میں بھی یہی کچھ ہوا، ہم بھی شریک تھے، شیخ عبدالعزیز بن باز (۱۵) کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے، دیکھا کہ بینر پر کلمة الأعضاء للأستاذ أبي الحسن علي الحسني الندوي لکھا ہوا ہے، ہم نے کہا: لوگوں کو اصل خطرے سے آگاہ کرنا ہے۔

اسلام کے مقابلے میں امریکہ واسرائیل کا مشترکہ پلان

پھر ہم نے تقریر میں کہا: امریکہ اور اسرائیل اصولی طور پر ایک دوسرے کے بالکل

www.abulhasanalinadwi.org

متضاد اور مخالف ہیں، اس تضاد کے باوجود کہ ایک عیسیٰ کو ابن اللہ کہتا ہے اور دوسرا ان پر اتہام عائد کرتا ہے اور الزام لگاتا ہے، اس کے باوجود دونوں اس پر متفق ہیں کہ اس وقت اگر کوئی خطرہ ہے تو وہ اسلام ہے اور دونوں مل کر اس کو مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دوسرے دن وہاں اخبار میں چھپا کہ استاد ابوالحسن علی ندوی نے مملکت سعودیہ کا قرض ادا کیا (۱۶)۔

اقوام وامم کے مابین امت مسلمہ کا امتیاز

فرمایا: لوگ سوچتے نہیں، اور سمجھتے ہیں کہ اصل طاقت ایٹم بم کی ہے، جب کہ اللہ صاف فرماتا ہے: "وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ، وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ (۱۷)۔ تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے۔ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ پر بہت زور دیتے ہوئے فرمایا: یہی ہمارا امتیاز ہے، یہ چیز ان کے پاس نہیں ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا خط ایک فوجی جرنیل کے نام

پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے خط کا تذکرہ کیا جو انھوں نے اپنے ایک فوجی جرنیل کو لکھا تھا جس میں انھوں نے مسلم فوج کی امتیازی خصوصیت یہ بتائی ہے کہ ان کے پاس ایمان ہے، اللہ کا خوف ہے، اس کی ذات سے امیدیں ہیں، وہ گناہوں سے بچتے ہیں، اگر یہ چیزیں نہ ہوں اور دشمن اور تم گناہوں میں برابر ہو جاؤ تو تمھارا کیا امتیاز رہے گا، جب کہ وہ تعداد میں بھی تم سے زیادہ ہیں تو وہ لامحالہ غالب آئیں گے۔ فرمایا: بڑا عجیب خط ہے، اس سے ان کی شخصیت کا بھی پتا چلتا ہے، اس خط کی بڑے پیمانے پر اشاعت کی ضرورت ہے (۱۸)۔

مسلمانوں کا امتیاز اور ان کی فتح کا راز

ہرقل نے ایک دفعہ مسلمانوں سے مقابلے کے لیے فوج بھیجی، مگر فتح نہیں ہو رہی تھی، جب مسلمانوں کا امتیاز تلاش کیا گیا اور اس کا سبب ڈھونڈا گیا تو معلوم کہ ھم باللیل

www.abulhasanalinadwi.org

رھبان وبالنھار فرسان۔ رات میں ان کو دیکھو تو کہو کہ یہ تو صرف عبادت کرنے والے ہیں، کہاں جہاد کرسکیں گے، مگر دن میں یہی گھوڑوں کی پشت پر نظر آتے ہیں، اس کی باتیں سن کر ہرقل نے کہا تھا، اگر تمھاری باتیں سچ ہیں تو ان کا اقتدار یہاں تک پہنچے گا جہاں میرے قدم ہیں (۱۹)۔

فرمایا: تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہرقل کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔

ایمانی صفات پیدا کرنے کی ضرورت

پھر طلبہ سے خاص طور پر مخاطب ہو کر حضرت نے فرمایا: اب عربوں کو اس طرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہے، اب مسلمانوں میں وہ صفات پیدا کرنے کی ضرورت ہے: ایمان، تعلق مع اللہ، اخلاص، جواں مردی، اللہ کی راہ میں جانبازی، شوق الی الشہادۃ، شوق الی الجہاد، شوق الی الجنۃ، یہ صفات اگر پیدا ہو جائیں تو مسلمان کہیں مغلوب نہیں ہو سکتے!

حواشی مجلس (۵)

(۱) حضرت سید احمد شہیدؒ پر حضرت مولانا کی نہایت موثر کتاب، جس کا جدید ایڈیشن "جب ایمان کی باد بہاری چلی" کے نام سے شائع ہوا ہے، یہ خواب ان لوگوں کے لیے تازیانۂ عبرت ہے جو سید صاحب کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں۔

(۲) اس کی تصدیق کے لیے "سیرت سید احمد شہید" یا کم از کم "جب ایمان کی بہار آئی" کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

(۳) وقائع احمدی، ص:۹۱۱ (قلمی)، یا سیرت سید احمد شہید اول، ص: ۳۱۸۔

(۴) مولوی سید طفیل احمد صاحب منگلوری: علی گڑھ میں تعلیم حاصل کی، تاریخ اور سیاسیات پر گہری نظر تھی، اپنی تصنیف "مسلمانوں کا روشن مستقبل" کی وجہ سے کافی شہرت پائی۔ وفات: ۳/مارچ ۱۹۴۶ء ان پر ذوالقرنین، بدایوں کا "یادگار طفیل نمبر" نکلا تھا۔ (تذکرہ ماہ وسال ص: ۲۵۲)

(۵) "منگلور"، ضلع سہارنپور (یوپی) کا ایک قصبہ

(۶) مولانا سید ظاہر حسنی، اپنے وقت کے بہت مشہور پختہ کار، باوقار اور پرہیزگار عالم وفقیہ تھے۔ وفات: ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء (نزہۃ الخواطر ۷/ ۲۸۶-۲۸۷، کاروان ایمان وعزیمت ص ۱۰۲، خانوادۂ علم الٰہی

www.abulhasanalinadwi.org

ص ۱۴۹-۱۵۴)

(۷) یہ سلوک وطریقت میں ۲۶ صفحات پر مستقل ایک مفید ومختصر فارسی رسالہ ہے جو ۱۳۰۴ھ میں مطبع انوار احمدی لکھنؤ سے چھپا تھا، اب اس کا اردو ترجمہ مولانا عتیق احمدی بستوی (استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء) کے قلم سے سید احمد شہید اکیڈمی رائے بریلی نے شائع کیا ہے۔

(۸) شاہ ولی اللہ : حکیم الاسلام، مجدد ملت، ناشرِ سنت، بے مثال داعی، جلیل القدر مفکر، عظیم مفسر، بلند پایہ محدث، وسیع النظر فقیہ، متکلم اور نباضِ زمانہ تھے۔ حجۃ اللہ البالغہ، إزالۃ الخفاء، الفوز الکبیر جیسی عظیم وو قیع کتابوں کے مصنف۔ ان کی عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ ان کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کے تمام علمی، دعوتی اور سیاسی کارناموں کا سرا انھیں تک پہنچتا ہے۔ وفات: ۲۹/ محرم ۱۱۷۶ء-۲۱/ اگست ۱۷۶۲ء، دہلی (تفصیل کے لیے دیکھیے حیات ولی، تاریخ دعوت وعزیمت حصہ پنجم، شاہ ولی اللہ پر مختلف حیثیتوں سے اردو، عربی، انگریزی میں بیسیوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں)

(۹) یہ جلسہ ۳-۴-۵/ جمادی الاولی ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۱-۲۲-۲۳/ مارچ ۱۹۸۰ء منعقد ہوا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کاروانِ زندگی دوم ص ۳۰۱-۳۱۱

(۱۰) ڈاکٹر عبداللہ زائد (عبداللہ بن عبداللہ بن عبید الزائد): وہ مختلف اوقات میں ریاض میں کلیۃ الشریعۃ للمعہد العالی للقضاء کے وکیل، ریاض اور مدینہ منورہ میں المعہد العالی للدعوۃ والإعلام کے مدیر، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں مدیر الإدارۃ العامۃ اور ۱۳۹۸-۱۴۰۱ھ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے وائس چانسلر رہے، پھر کلیۃ الشریعہ میں استاد، ان کی کتابوں میں إلی عقلاء الدنمارك والعالم وغیرہ ہیں، اس وقت مدینہ منورہ میں مقیم ہیں۔ عمر ستر سال ہے، پیدائش: ۱۳۶۱ھ (تفصیل کے لیے دیکھیے www.olamaashareah.net)

(۱۱) مولانا مفتی محمود، ڈیرہ اسماعیل صوبہ سرحد (حال پختون خواہ) پاکستان کے باشندے تھے، مدرسہ شاہی مراد آباد اور دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل، نامور ومتبحر عالم دین، خلیفہ مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری، شیخ الحدیث وصدر مفتی ومہتمم مدرسہ قاسم العلوم ملتان، بے باک داعی اور اسی کے ساتھ ایک ماہر سیاست دان بھی تھے، انھوں نے پاکستان کے دینی وسیاسی فضا پر انمٹ اثرات چھوڑے، وہ قومی وصوبائی اسمبلی کے موثر ترین رکن تھے، پھر حزب اختلاف کے قائد رہے (۱۹۶۲ء)، پھر صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے برسر اقتدار آئے (یکم مئی ۱۹۷۲ء تا ۲۱/ فروری ۱۹۷۲ء) اور ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات کے موقع پر پاکستان کی تمام سیاسی جماعتوں کے قومی اتحاد وتحریک نظام مصطفیٰ کے سربراہ رہے، وفات: ۱۴/ اکتوبر ۱۹۸۰ء، کراچی (نقوش رفتگاں ۱۴۰-۱۵۰، مفصل حالات کے لیے ملاحظہ ہو، مولانا مفتی محمود- حیات وخدمات از نعیم آسی، مسلم اکادمی، وزیر پورہ سیالکوٹ، مفتی محمود ایک قومی راہنما،

www.abulhasanalinadwi.org

ترتیب: محمد فاروق قریشی، مفتی محمود سے ملئے، مرتبہ مولانا قطب الدین عابد)

(۱۲) ملاحظہ ہو، کاروانِ زندگی دوم، ص:۳۱۱

(۱۳) یہ پوری تقریر بہت موثر اور ولولہ انگیز ہے، الگ رسالے کی شکل میں شائع ہو چکی ہے، نام ہے رسالے کا ''زندہ رہنا ہے تو میر کارواں بن کر رہو''۔ اس کے علاوہ اس کا کیسٹ بھی دستیاب ہے جو سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ بہت سے لوگوں کا یہ تاثر تھا کہ یہ تقریر اس جلسے کا ماحصل ہے اور بعض لوگوں نے یہاں تک کہا: اگر مولانا کی یہ تقریر نہ ہوتی تو یہ سفر فضول تھا۔

(۱۴) یہ جلسہ ۸-۱۲/ شعبان ۱۴۱۶ھ کو ہوا تھا۔

(۱۵) شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز: عصر حاضر کے مشہور ترین عالم وفقیہ، سعودیہ کے مفتی اعظم، وہاں کی ھیئۃ کبار العلماء کے صدر، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے آغاز میں اس کے نائب رئیس پھر ۱۳۹۵ھ (۱۹۷۵ء) تک اس کے رئیس (شیخ الجامعہ)، سعودیہ کی تمام اہم تنظیموں اور اداروں کے رکن، متعدد کتابوں کے مصنف، ۱۴۰۲ھ میں شاہ فیصل ایوارڈ سے سرفراز ہوئے، وفات: ۱۹۹۹ء (إتمام الأعلام، ص:۲۳۹)

(۱۶) لیکن کاروانِ زندگی میں لکھا ہے کہ خاص احباب نے اس پر اپنی مسرت اور تسکین کا اظہار کیا، لیکن اخبارات میں وہ نہیں آنے پائی۔ یہ تقریر "ارتباط مسير الإنسانية ومصيرها بقيام المسلمين بواجبهم ودورهم في تكوين وحدة المسلمين ودعوتهم" کے عنوان سے مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ اردو کے لیے دیکھیے کاروانِ زندگی حصہ ششم، ص ۲۱۵-۲۲۱

(۱۷) النساء: ۱۰۴، ترجمہ: دشمن کے تعاقب میں کمزوری نہ دکھاؤ، اگر تم دکھ اٹھاتے ہو تو آخر وہ بھی تو تمھاری ہی طرح دکھ اٹھا رہے ہیں اور تم اللہ سے اس چیز کے امیدوار ہو جس کے وہ امیدوار نہیں ہیں۔

(۱۸) پورا خط ملاحظہ ہو: سيرة عمر بن عبدالعزيز لأبي محمد عبدالله بن عبدالحكم، بتعليق أحمد عبيد، ص:٦٧، الطبعة السادسة، عالم الكتب۔ یہ پورا خط حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مختارات ۲/ ۵۰ میں بھی درج کیا ہے۔

(۱۹) دیکھیے البداية والنهاية ۹/ ۱۵۱ (وقعة قنسرين سنة ۱۵)

صحیح بخاری میں دوسرے پس منظر میں ہرقل کے یہ الفاظ منقول ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ابوسفیان سے مفصل سوالات کرنے کے بعد ہرقل نے کہا تھا: فإن كان ما تقول حقاً فيملك موضع قدميّ هاتين (دیکھیے صحیح بخاری، كتاب بدء الوحي، ح:۷)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (٦)

۱/۱/۱۴۱٦ھ مطابق ۲۰/۵/۱۹۹٦ء

مولانا عبدالرحمٰن نگرامی ندوی کا ذکر

آج مجلس میں مولانا عتیق احمد بستوی (۱) موجود تھے، انھوں نے مولانا عبدالرحمٰن نگرامی ندوی (۲) کا ذکر کیا، ان کے بارے میں بات کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا: بڑے جینیس (عبقری) شخص تھے، ۲٦، ۲۷ سال کی عمر میں انتقال کیا، اگر زندہ رہتے تو اور کیا کیا کارنامے انجام دیتے!

اسی مناسبت سے ہندوستان کے اور بہت سے باکمالوں کا ذکر آیا۔

ملا محب اللہ بہاری کی شخصیت اور معقولات میں ان کا مقام

فرمایا: ملا محب اللہ بہاری (۳) نے سُلّم اور مُسلّم (۴) جیسی پایے کی کتابیں لکھ کر پورے ہندوستان کو اس میں مشغول رکھا، دونوں کتابیں بڑی شان کی ہیں، ان کی بہت سی شروحات لکھی گئی ہیں۔

ملا محمود جونپوری کی بلاغت قرآنی پر نظر اور ادبی مہارت

ملا محمود جونپوری (۵) کی بلاغت پر کتاب ''الفرائد'' (٦) دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی، بلاغتِ قرآنی پر ان کی نظر اور عربی ادب میں مہارت حیرت انگیز ہے، تعجب ہوتا ہے اس دور میں جب حریری والا پُر تکلف اسلوب رائج تھا، ایسی عربی کیسے لکھی! ایسا خیال انھیں کیسے آیا! اس کا ایک اقتباس ہم نے مختارات میں دیا ہے (۷)۔

شیخ علی المتقی اور شیخ محمد طاہر پٹنی کا ذکر

شیخ علی المتقی (۸) اور شیخ محمد طاہر پٹنی (۹) بھی بڑے جید علماء میں سے تھے، ان کی

www.abulhasanalinadwi.org

کتابیں بھی بڑے پایے کی ہیں، شیخ علی المتقی کی کتاب ''کنز العمال'' کی اہمیت کا ہر شخص قائل ہے(۱۰)، شیخ طاہر پٹنی کی ''مجمع بحار الأنوار'' (۱۱) لغتِ حدیث پر ایک بے نظیر کتاب ہے جس کا بڑے بڑے علماء نے اعتراف کیا ہے۔

اصطلاحات کا فن اور اس کی نزاکت اور علمائے ہند کا اس میں کمال

اصطلاحات پر ہندوستان میں دو کتابیں لکھی گئی ہیں: ایک دستور العلماء (۱۲) ملا عبدالنبی احمد نگری (۱۳) کی اور دوسری کشاف اصطلاحات الفنون (۱۴)، مولانا محمد اعلیٰ تھانوی (۱۵) کی۔ اصطلاحات کا فن انتہائی نازک ہے، اگر کہیں ذرا سی چوک ہو جائے تو کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے اور پوری عمارت ڈھیر ہو جاتی ہے۔ یہ کام آسان نہیں، وہ بھی کسی ہندوستانی کے قلم سے، ہم جب پہلی دفعہ شام گئے تو علامہ بہجۃ البیطار نے ہمارے تعارف میں کہا: یہ اس ملک کے رہنے والے ہیں جہاں کشاف اصطلاحات الفنون جیسی کتاب لکھی گئی۔

مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی کی تین بے نظیر کتابوں کا ذکر

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا: لیکن عرب میں ان سب کتابوں کا تعارف الثقافة الإسلامية في الهند ہی کے ذریعے ہوا، فرمایا: ہاں، وہ تو ایک ڈائرکٹری ہے، صرف ونحو سے لے کر تصوف، معارف وحقائق کسی فن پر اپنے نزدیک کوئی کتاب نہیں چھوڑی جو ہندوستان میں لکھی گئی ہو، سب کا تذکرہ کیا ہے، نزہۃ الخواطر کی طرح وہ بھی بالکل منفرد کتاب ہے۔ کسی عرب ملک کی بھی ایسی تفصیلات نہیں ملتیں، اس کا پورا نام ہے: عوارف المعارف بأنواع العلوم والمعارف۔ یہ کتاب ہم نے شائع ہونے کے لیے دمشق کی المجمع العلمی میں بھیجی تھی۔ انھوں نے اس کا نام الثقافة الإسلامية في الهند رکھا، دو دفعہ شائع ہو چکی ہے، اتفاق سے تینوں کتابوں کا نام بدل دیا گیا (۱۶)۔

نزہۃ الخواطر کی آخری جلد کی حضرت کے ہاتھوں تکمیل اور اس کی مشکلات

فرمایا: نزہۃ الخواطر کی آخری جلد شائع کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، وہ بالکل

www.abulhasanalinadwi.org

نامکمل تھی، کسی کا سنۂ وفات باقی ہے کیوں کہ والد صاحب کے انتقال کے وقت وہ صاحبِ تذکرہ زندہ تھے یا مصنف کو ان کے سنۂ وفات کا علم نہ ہوسکا تھا؛ کسی کے حالات ناتمام اور ناقص ہیں؛ کہیں صاحبِ تذکرہ کا صرف نام لکھا ہے، اسی طرح بہت سے لوگوں کے تراجم ادھورے تھے، جیسے: مولانا مدنی (۱۷) مولانا آزاد (۱۸) اور علامہ سید سلیمان ندوی (۱۹) وغیرہ، مولانا گیلانی (۲۰) نے تکمیل کے لیے بار بار اصرار کیا، کئی مرتبہ خطوط لکھے، مگر ہم بہت متردد تھے کہ والد صاحب کے قلم سے قلم کیسے ملائیں، ہم تو ادبی چیزیں لکھنے کے عادی تھے، پھر کس کے لیے کونسا لفظ استعمال کریں، علامہ لکھیں یا نہیں؛ امام، فاضل وغیرہ القاب تول تول کر اور بہت احتیاط سے لکھنا تھا، ہم نے اللہ کے نام سے یہ کام شروع کیا، کتاب مکمل ہوکر شائع ہوئی۔

مولانا سید طلحہ حسنی کا ادبی مقام

اس میں جن شخصیات کا تذکرہ تھا، ان میں سے اس وقت صرف ایک شخصیت یعنی ہمارے پھوپھا مولانا سید طلحہ صاحب زندہ تھے۔ یہ بڑے فاضل وادیب تھے۔ ہم نے انھیں کتاب بھیجی، وہ ہمارے استاد بھی تھے، صرف ونحو اور لغت وادب اور بلاغت کی باریکیوں پر ان کی گہری نظر تھی، ہم ان کی رائے جاننا چاہتے تھے، تاکہ معلوم ہو کہ ہم اس میں کتنے کامیاب ہوئے ہیں۔ انھوں نے تعریف کی اور سراہا، صرف ایک جگہ انھوں نے گرفت کی اور بڑی اچھی گرفت کی، کہ ہم نے کسی کے تذکرے میں لکھا تھا: و کان له ید طولی...... انھوں نے کہا: کہ یہ لفظ اس مفہوم میں مُعرّف استعمال ہوتا ہے، تنکیر سے وہ بات حاصل نہیں ہوتی، و کان له الید الطولی اس کا استعمال ایسے ہی ہے، ورنہ اس میں قوت نہیں پائی جاتی۔

علامہ تقی الدین ہلالی کا نزھۃ الخواطر کی زبان کو سراہنا

اس کے علاوہ ہم نے علامہ تقی الدین الہلالی (۲۱) کو بھی کتاب دکھائی، ہم نے آٹھوں جلدیں لفظ بہ لفظ انھیں سنائیں، انھوں نے اس کی عظمت کا اعتراف کیا، اس کی

www.abulhasanalinadwi.org

زبان کو بہت سراہا اور فرمایا کہ اس میں اعلیٰ درجے کا ادب ہے۔

عربی کی کمزوری بدعات کی ترویج کی بنیادی وجہ

اس موقع پر انھوں نے ایک عجیب بات فرمائی کہ عربی کی کمزوری بدعات کی ترویج کا سبب ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ بریلویت ہندوستان میں تیزی سے پھیلی (۲۲)۔

نزھۃ الخواطر کی تنقیص وتحقیر کا انجام

فرمایا: یہاں ندوۃ العلماء میں ایک صاحب تھے، ہم نام نہیں لیں گے، بڑی اچھی استعداد تھی، اچھا لکھتے بھی تھے، ندوے میں جو اسٹرائک ہوئی اس میں انھوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انھوں نے محض ہمیں تکلیف پہنچانے کی نیت سے والد صاحب کی شان میں گستاخی کی اوران کی کتاب کی تنقیص کی، نزھۃ الخواطر کے بارے میں کہا: اس میں ہے کیا، کان یکون کے سوا! اس سے بہتر تھا کہ حکیم صاحب کوئی نسخہ لکھ دیتے! ہم نے جب یہ سنا تو ہماری زبان سے نکلا: اس شخص سے کوئی علمی اور دینی کام نہیں ہوگا، چناں چہ ایسا ہی ہوا، حالاں کہ قابل آدمی تھے، آج ایک معمولی کلرک کی حیثیت سے کسی دفتر میں کام کررہے ہیں۔

اہل اللہ کی گستاخی کا انجام

اس پر حضرت مولانا نے طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: یہ تم سب طلبہ کے سننے کی بات ہے جو کسی اللہ کے نیک اور مخلص بندے کی شان میں گستاخی کرے گا، اس کی تنقیص کرے گا (ہم تنقید نہیں کہتے کہ ایک دائرے میں اس کا حق ہے اور اس کی گنجایش ہے) اس کا کبھی بھلا نہیں ہوسکتا، بلکہ کبھی تو سوئے خاتمہ کا خوف ہوتا ہے۔ (أعاذنا اللّٰه منه)

ہم نے واقعہ سنایا تھا کہ ہم شاہی مسجد پنجاب میں تھے، پھر اس فوجی کا واقعہ سنایا جو پیچھے (مجلس (۲)، ص: ۹۷ میں) گزر چکا ہے، پھر فرمایا: بڑی سخت بات ہے۔ اللہ فرماتا ہے: من عادیٰ لی ولیاً فقد آذنته بالحرب (۲۳)۔ اور دعا پڑھی: ربنا اغفر لنا

www.abulhasanalinadwi.org

ولإخواننا الذین سبقونا بالإیمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین آمنوا ربنا إنك رؤوف رحیم (۲۴) ۔ پھر فرمایا: الحمدللہ بزرگوں کی صحبت سے ہمیں اس کی توفیق ملی۔

حواشی مجلس (٦)

(۱) مولانا عتیق احمد بستوی قاسمی: فاضل دارالعلوم دیوبند، استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء، سکریٹری اسلامی فقہ اکیڈمی، رکن تاسیسی آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ، رکن تاسیسی آل انڈیا ملی کونسل، بانی وصدر معہد الشریعہ لکھنؤ، فقہ ان کا خاص موضوع ہے، فقہ سے متعلق متعدد کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں زکوٰۃ کے مصارف، موجودہ مشکلات کا حل، ہندوستان اور نظام قضاء، اسلام کا نظام میراث، ہندوستان میں نفاذ شریعت وغیرہ شامل ہیں۔

(۲) عبدالرحمٰن نگرامی ندوی: نہایت ذہین، باصلاحیت، سلیم الفطرت، صاحبِ عزیمت، خوش خصال اور خوش اخلاق نوجوان عالم دین۔ وفات: ۱۶/ مارچ ۱۹۲۶ء (یادرفتگاں از سید سلیمان ندوی (ص ٦٠-٦٢) معاصرین از دریابادی (ص ۲۲۳-۲۲۷) وفیاتِ ماجدی (٦٦-٦٧) برادر محترم مولانا فیضان نگرامی ندوی نے خواتین سے متعلق ان کے مقالات مرتب کر کے شائع کیے ہیں۔

(۳) ملامحب اللہ بہاری: ہندوستان کے مشہور معقولی عالم، اورنگ زیب کے معتمد علیہ، اس کے عہد میں لکھنؤ اور پھر حیدرآباد کے قاضی، فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں شریک، رفیع القدر بن شاہ عالم بن عالمگیر کے اتالیق، اور شاہ عالم معظم شاہ کے عہد میں پورے ملک کی صدارت عظمیٰ کے منصب پر فائز۔ وفات: ۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۷ء (مآثر الکرام (ص:۲۱۱) تذکرہ علمائے ہند (ص ۳۴۹-۳۵۰) نزہۃ الخواطر (٦/ ۲۵۷-۲۵۹) تذکرہ علمائے بہار اول (ص ۲۵۰)

(۴) سُلّم یعنی سلم العلوم منطق اور مسلم یعنی مسلّم الثبوت اصول فقہ میں ہیں۔ دونوں کتابیں آج تک درس نظامی میں داخل ہیں، ان کی شروحات وحواشی کے لیے دیکھیے الثقافة الإسلامية فی الهند (علی الترتیب، ص: ۲۵۹-۲٦۱ و ص: ۱۲٦)

(۵) ملامحمود جونپوری: علوم حکمیہ وادبیہ میں بے نظیر، بعض کے بقول: ہندوستان میں حکمت اور معانی وبیان میں ان کا ثانی پیدا نہیں ہوا، اور صاحب تذکرہ علمائے ہند کے بقول: اگر سرزمین جونپور ان کے وجود کی بنا پر شیراز پر فخر کرے تو بجا ہے۔ وفات: ۱۰٦۲ھ/ ۱٦۵۲ء (مآثر الکرام (ص: ۲۰۲) سبحة المرجان (ص: ۱۴۲-۱۷۰) ابجد العلوم (۳/ ۲۲۹) تذکرہ علمائے ہند (ص ۴۱۴) حدائق الحنفیۃ (ص ۴۳) نزہۃ الخواطر (۵/ ۴۲۹-۴۳۱) تاریخ شیراز ہند جونپور (ص: ۴۲۹، ۵٦۵، ٦۸۸-٦۹۰)

(٦) یہ قاضی عضدالدین الایجی (متوفی: ۷۵٦ھ) کی الفوائد الغیاثیة کی شرح ہے، پورا نام الفرائد فی

شرح الفوائد ہے، قومی پریس کانپور سے ۱۳۳۱ھ میں شائع ہوئی تھی، کچھ عرصے پہلے ازہر سے ایک فاضل نے اس پر ڈاکٹریٹ کی ہے۔ مولانا نذر الحفیظ صاحب نے جب حضرت سے یہ بات بیان کی تو حضرت نے تعجب کے ساتھ کہا کہ ایک ہندوستانی کی کتاب اور ازہر جیسے جامعہ میں اس پر ڈاکٹریٹ ہو!

(۷) مختارات ج ۲/ص ۱۱۸ بعنوان تأثير البيئة والصناعة في الأدب

(۸) شیخ علی المتقی برہان پوری، عالم کبیر، محدثِ جلیل، سلوک ومعرفت میں بہت آگے اور زہد وتقویٰ میں امتیازی شان کے حامل، عمر کا اکثر حصہ مکہ مکرمہ میں گزارا اور جنت المعلاۃ میں مدفون ہوئے۔ وفات: ۹۷۵ھ/ ۱۵۶۷ء (النور السافر (ص ۴۲۱-۴۲۶) أخبار الأخيار (ص: ۵۲۳-۵۴۳، اردو ترجمہ) نزھۃ الخواطر ۴/ ۲۰۹-۲۱۷ وغیرہ، نیز دیکھیے گجرات پر لکھی ہوئی متعدد کتابیں۔

(۹) شیخ محمد بن طاہر پٹنی گجراتی، عالم شہیر، محدثِ بے نظیر، علم حدیث میں وہ کمال حاصل کیا کہ بقول بعض: علمائے گجرات میں سے کوئی علم حدیث میں ان کے مقام کو نہیں پہنچ سکا، ۹۸۶ھ/ ۱۵۷۸ء میں مہدویوں کے ہاتھوں شہادت پائی۔ (النور السافر (ص ۴۷۵-۴۷۶) تذکرہ علمائے ہند (ص ۳۷۶-۳۷۸) نزھۃ الخواطر (۴/ ۲۶۵-۲۷۶) اور گجرات پر لکھی ہوئی متعدد کتابیں، نیز تذکرہ علامہ شیخ محمد بن طاہر پٹنی از سید ابوظفر ندوی (ندوۃ المصنفین ۱۹۵۴ء)

(۱۰) یہ کتاب دراصل سیوطی کی کتاب جمع الجوامع یعنی الجامع الکبیر (جس میں انھوں نے اکثر احادیث حروف تہجی کی ترتیب پر جمع کی ہیں) اور الجامع الصغیر کی فقہی ابواب پر مرتب شدہ ہے، جس کی وجہ سے کتاب سے استفادہ آسان ہوگیا ہے، ۱۶/ جلدوں میں شائع ہوئی ہے اور دو جلدیں فہارس اطراف الحدیث کی ہیں، اس طرح کل اٹھارہ جلدیں ہیں (موسسۃ الرسالہ بیروت، دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد کا عکسی ایڈیشن) ابھی حال میں بیت الافکار الدولیہ (سعودی عرب) نے باریک خط میں دو جلدوں میں شائع کیا ہے۔

شیخ ابوالحسن البکری الشافعی اس کتاب کی عظمت واہمیت کی وجہ سے کہا کرتے تھے: إن للسيوطي منّة على العالمين وللمتقي منّة عليه (أخبار الأخيار وعنه في نزهة الخواطر) یعنی سیوطی کا دنیا جہاں والوں پر احسان ہے اور متقی کا خود ان پر احسان ہے۔

(۱۱) یہ غریب الحدیث پر بہت سی کتابوں کی جامع ہے، اس کا ایک اچھا ایڈیشن مدینہ منورہ سے مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کی نظر ثانی کے بعد شائع ہوا ہے۔

(۱۲) یہ کتاب دائرۃ المعارف حیدرآباد سے ۱۳۳۹ھ میں شائع ہوئی تھی، تین جلدوں پر مشتمل ہے جو متوسط تقطیع کے ۱۳۰۰ سے زائد صفحات پر آئی ہے۔ یہ کتاب عربی میں ہے اور ایک جلد میں اس کا ضمیمہ ہے جو فارسی میں ہے، مکتبۃ لبنان ناشرون نے اس کا ۱۹۹۷ء میں ایک نہایت خوبصورت ایڈیشن ڈاکٹر علی دحروج کی تحقیق کے ساتھ شائع کیا ہے جس میں اصطلاحات کا انگریزی میں ترجمہ بھی ہے، یہ کام

www.abulhasanalinadwi.org

ڈاکٹر محمد العجم نے انجام دیا ہے اور ڈاکٹر عبداللہ الخالدی نے فارسی حصے کو عربی میں منتقل کیا ہے، یہ سب کام ڈاکٹر رفیق العجم کی نگرانی میں ہوا ہے، ان کا مقدمہ بھی ہے۔

(۱۳) ملا عبدالنبی بن عبدالرسول عثمانی احمد نگری، احمد نگر کے قاضی، بڑے عالم و فاضل شخص تھے، اپنے زمانے کے مشاہیر میں تھے، بیشتر درسی کتابوں پر ان کے مفید حواشی ہیں۔ مولانا عبدالحی حسنی نزھۃ الخواطر میں لکھتے ہیں: ابدع أبناء العصر في النحو والمنطق یعنی فن نحو و منطق میں اپنے معاصرین میں سب سے فائق تھے، بارھویں صدی ہجری کے آخر تک زندہ تھے، تعیین کے ساتھ سنہ وفات کا پتا نہیں۔ ملاحظہ ہو، تذکرہ علمائے ہند (ص ۲۸۵) نزھۃ الخواطر (۶/ ۱۷۱-۱۸۰)

(۱۴) یہ اس موضوع پر سب سے جامع اور مفصل کتاب ہے، پہلی دفعہ ۱۸۶۲ء میں ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ نے اس کو شائع کیا جو جہازی سائز کے ۱۵۶۴ صفحات پر مشتمل چار جلدوں میں ہے، پھر اس کے بعد ہند و بیرون میں اس کا عکس شائع ہوتا رہا۔ حضرت مولانا رحمہ اللہ وقتاً فوقتاً اس کی اہمیت جتاتے رہتے تھے چناں چہ حضرت ہی کی تجویز سے سہیل اکیڈمی لاہور نے پاکستان میں پہلی دفعہ اس کا عکس شائع کیا۔ دارلکتب العلمیہ بیروت نے بھی اس کا ایک ایڈیشن شائع کیا ہے جس پر لکھا ہے: وضع حواشيه احمد حسن بسج جس پر حواشی برائے نام ہیں، یہ صاحب، مصنف سے قطعی ناآشنا ہیں، نام تک غلط لکھا ہے محمد اعلی کے بجائے محمد علی لکھا ہے اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب سبق الغایات فی نسق الآیات کو ان کی طرف منسوب کیا ہے، اس کا ایک خوبصورت ایڈیشن مکتبہ لبنان نے شائع کیا ہے۔

(۱۵) مولانا محمد اعلیٰ تھانوی بڑے باکمال عالم تھے، علوم عربیہ کے ساتھ ہیئت و ریاضیات میں بھی بڑا درک تھا۔ تھانہ بھون کے فاروقی خاندان سے تعلق تھا، عالمگیر ثانی اور شاہ عالم ثانی کے زمانے میں تھانہ بھون کے قاضی رہے۔ وفات: ۱۱۹۱ھ مطابق ۱۷۷۷ء تھانہ بھون (مفصل حالات کے لیے ملاحظہ ہو مجلّہ فکر و نظر، اکتوبر - دسمبر ۱۹۸۹ء، مضمون از مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی)

(۱۶) اپنے والد مرحوم حضرت مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی رحمہ اللہ کی تین مایۂ ناز کتابیں مراد ہیں: ایک "نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر" اس کا نام بدل کر الإعلام بمن في تاريخ الهند من الأعلام رکھا گیا ہے۔ دوسری عوارف المعارف بأنواع العلوم والمعارف ہے، جس کا نیا نام الثقافة الإسلامية في الهند ہے۔ تیسری کتاب جنة المشرق ومطلع النور المُشرق ہے جس کا تبدیل شدہ نام الهند في العهد الإسلامي ہے۔ الثقافة الإسلامية في الهند کا ترجمہ مولانا ابوالعرفان ندوی کے قلم سے دارالمصنفین نے شائع کیا ہے بنام "اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں" اور مؤخر الذکر کتاب کا ترجمہ "ہندوستان اسلامی عہد میں" کے نام سے مولانا شمس تبریز خان صاحب نے کیا ہے۔

(۱۷) مولانا مدنی (مولانا حسین احمد مدنی): مشہور و معروف عالم دین، دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث، عظیم روحانی مربی اور سیاسی رہنما۔ وفات: ۵/ دسمبر ۱۹۵۷ء، دیوبند۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے شیخ الاسلام مولانا

حسین احمد مدنی ایک سوانحی وتاریخی مطالعہ از فرید الوحیدی، مولانا مدنی پر اور متعدد کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔

(۱۸) مولانا آزاد (مولانا ابوالکلام آزاد) سحر نگار ادیب، شعلہ بیاں خطیب، بے باک صحافی، جنگ آزادی کے زبردست قائد، آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم، اور انتہائی ذہین وطباع اور عبقری علماء میں تھے۔ وفات: ۲۳/ فروری ۱۹۵۸ء، دہلی (مولانا آزاد پر مختلف حیثیتوں سے دسیوں کتابیں لکھی جاچکی ہیں، مثلاً دیکھیے مولانا ابوالکلام آزاد شخصیت اور کارنامے، مرتبہ خلیق انجم (اردو اکادمی دہلی ۱۹۸۶ء) مولانا ابوالکلام آزاد فکر ونظر کی چند جہتیں از ضیاء الحسن فاروقی (مکتبہ جامعہ دہلی ۱۹۹۴ء) ابوالکلام آزاد احوال وآثار مرتبہ مسعود الحسن عثمانی (مولانا آزاد میموریل اکیڈمی، لکھنؤ ۱۹۷۷ء وغیرہ)

(۱۹) علامہ سید سلیمان ندوی: محقق دوراں، علامۂ زمانہ، فاضل یگانہ، مؤرخ کبیر، ادیب شہیر، خلیفۂ حضرت تھانوی، معتمد تعلیمات دار العلوم ندوۃ العلماء، سابق قاضی ریاست بھوپال، مدیر ''معارف'' اعظم گڑھ، اور دسیوں علمی وادبی، تاریخی کتابوں کے مصنف، جن میں سیرت النبی، تاریخ ارض القرآن، عرب وہند کے تعلقات وغیرہ ہیں۔ وفات: ۲۳/ نومبر ۱۹۵۳ء، کراچی (پرانے چراغ، اول، ص: ۱۹-۶۲، حیات سلیمان از مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی، تذکرۂ سلیمان از مولانا ڈاکٹر غلام محمد بی-اے، اس کے علاوہ سید صاحب پر دسیوں کتابیں لکھی جاچکی ہیں)

(۲۰) مولانا گیلانی (مولانا سید مناظر احسن گیلانی) نہایت مشہور عالم، ممتاز فاضل، صاحب دل اور گوناگوں کمالات کے حامل اور عظیم مصنف۔ وفات: ۵/ جون ۱۹۵۶ء، گیلانی، بہار۔ (حیات مولانا گیلانی، پرانے چراغ اول، ص: ۶۲-۹۴، وفیات ماجدی، ص: ۸۹-۹۳، معاصرین از مولانا دریابادی، ص: ۱۸۲-۱۸۳، مولانا مناظر احسن گیلانی: ادب اسلامی کا ایک نمایندہ درتابندہ از راقم السطور)

(۲۱) علامہ تقی الدین الہلالی: عربی زبان وادب میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔ ۱۹۳۰ء میں ہندوستان آئے، اور ایک عرصے تک ندوے میں ادب عربی کے استاد کی حیثیت سے مقیم رہے۔ اس کے علاوہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سمیت مختلف جامعات میں تدریسی خدمت انجام دی۔ چالیس کے قریب کتابیں لکھیں، تقریباً سوسال کی عمر پائی۔ وفات: ۱۹۸۷ء (علماء ومفکرون عرفتهم (محمد المجذوب ۱/۱۹۳-۲۲۷)، تتمة الأعلام للزركلي (محمد خير رمضان يوسف ۲/۵۵-۵۶)، إتمام الأعلام، ص: ۳۴۶)

(۲۲) علامہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ عربی زبان کی معرفت سے کتاب وسنت کا فہم اور سلف کی باتوں کو سمجھنا آسان ہوتا ہے، اس لیے بچپن ہی سے اس کی عادت ڈالنی چاہیے (اقتضاء الصراط المستقیم، ص: ۲۳۹) اور غالباً علامہ ابن تیمیہ نے کہیں اس سے زیادہ صراحت سے لکھا ہے کہ اس کے برخلاف عربی زبان میں کمزوری ہو تو اس سے بدعات فروغ پاتی ہیں، واللہ اعلم۔

(۲۳) یہ حدیث مع تخریج وترجمہ پیچھے گزر چکی ہے (دیکھیے مجلس (۲) ص: ۱۰۲)

(۲۴) سورۃ الحشر: ۱۰

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۷)

۱۴۱۶/۱/۷ھ مطابق ۱۹۹۶/۵/۲۶ء

کل رات حضرت مولانا مدظلہ احاطۂ شوکت علی میں محرم کی مناسبت سے تقریر کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ یہ سلسلہ شیعوں کے مقابلے میں حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی صاحب نے شروع کیا تھا، اس وقت سے آج تک ان ایام میں مدح صحابہ پر یہاں تقریریں ہوتی ہیں، جن میں منتخب علماء کو مدعو کیا جاتا ہے، حضرت بھی ہر سال اس موضوع پر خطاب فرماتے ہیں۔ ایک تقریر ''مناقب و مدح صحابہ کے جلسوں کا پیغام'' کے نام سے طلبۂ بھٹکل دارالعلوم ندوۃ العلماء نے شائع کی ہے۔

آج اسی مناسبت سے موضوع مجلس ''شیعیت'' رہا۔

خمینی صاحب سے حضرت مولانا کی پہلی ملاقات اور علمی لطائف

فرمایا: ہم مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے، مولانا مودودی (۱) اور مولانا منظور صاحب نعمانی (۲) بھی موجود تھے۔ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک صاحب نمودار ہوئے، ہم چوں کہ لکھنؤ کے رہنے والے ہیں، اس لیے سمجھ گئے کہ یہ شیعہ مجتہد ہیں، معلوم ہوا کہ یہ امام خمینی (۳) ہیں جو اسی جلسے کے لیے تشریف لائے ہیں، مفتی امین الحسینی (۴) ان کو جانتے تھے، وہ کچھ سال ایران میں رہ چکے تھے، اس زمانے میں خمینی صاحب سے بھی تعارف ہوا تھا، مفتی صاحب ان کے استقبال کے لیے اٹھے، اور بیٹھے ہوئے تمام ارکان کا تعارف کرایا، یہ مولانا مودودی ہیں، یہ فلاں ہیں، اور ہمارے بارے میں کہا: یہ استاذ ابوالحسن علی الحسنی الندوی ہیں، تو انھوں نے کہا: نعم نعم، أعرفه من خلال كتابه ”ردة ولا أبا بكر لها“، يا ليته سماه ردة ولا أبا حسن لها۔ ہم نے کہا: ليس هكذا يقول العرب، يقول العرب: ردة ولا أبا بكر لها، وقضية ولا أبا حسن لها۔

دوسرا لطیفہ یہ پیش آیا، چوں کہ رابطہ کے ارکان کے لیے بیت اللہ کا دروازہ کھولا جاتا ہے، ہم سب وہاں گئے، لیکن مطاف میں بہت بھیڑ تھی، مولانا مودودی باب السلام کے پاس چلے، ہم اور مولانا منظور صاحب بھی وہیں گئے، ادھر خمینی صاحب بھی تھے، جب طواف کرنے لگے تو انھوں نے اپنے خاص ایرانی لہجے میں دعا کی: ربنا اغفرلنا و لاخواننا الذین سبقونا بالإیمان...... (حضرت نے بھی انھی کے لہجے میں پڑھ کر سنایا) پھر حضرت نے فرمایا: وہ اتنا ہی کہتے تھے، آگے نہیں پڑھتے تھے، ہم نے زور سے کہا: "و لا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین آمنوا" مولانا مودودی کہنے لگے: آپ نے چپت لگا ہی دی۔ چوں کہ ان کے دل میں کینہ ہے صحابہ کا، اس لیے وہ یہ دعا کرنا ہی نہیں چاہتے۔

صحابہ کے بارے میں شیعوں کے عقیدے کی سنگینی

فرمایا: ہم نے کل تقریر میں اسی پر بات کی، ہم نے کہا: شیعوں کا جو یہ عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد تمام صحابہ باستثنائے چند، نعوذ باللہ مرتد ہو گئے تھے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنی مدت آپ کے ساتھ رہیں، آپ کی باتوں کو صحیح جانتے رہیں، مگر جب آپ کا انتقال ہو جائے تو پھر جائیں!! اگر کوئی کہے کہ عالم علی اور اصغر علی اور محمد علی تاجرانِ عطر کے عطر میں خرابی ہے، یہ عطر ٹھیک نہیں ہے تو اس کو کیا کہا جائے گا، اگر کوئی کہے...... کی مٹھائی خراب ہے، تو آپ لوگ اس کو کیا کہیں گے، اسی طرح ہم نے مثالیں دے کر سمجھایا، اگر کوئی کہے کہ صحابہ مرتد ہو گئے، ان کے ایمان میں کھوٹ ہے، تو اسے کیا کہا جائے گا، اگر ہم نعوذ باللہ یہ کہیں کہ صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایمان سے پھر گئے تو ہم اسلام کی تبلیغ کس طرح کر سکتے ہیں، لوگ کہیں گے کہ ہم اس مذہب کو کیسے صحیح سمجھیں، جس کے ماننے والے اس کے بانی کی وفات کے ساتھ ہی اس سے پھر گئے اور انھوں نے اس کو صحیح نہیں سمجھا، بانی مذہب کے ساتھ رہنے کے باوجود ان کا یہ حال ہے تو ہم اس کو کس طرح مان سکتے ہیں، ہم نے پوچھا: اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہے؟

www.abulhasanalinadwi.org

حواشی مجلس (۷)

(۱) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی: مشہور مفکر و داعی، متکلم اسلام، ادیب اور مفسر قرآن، عظیم مصنف، بانی جماعت اسلامی (آغاز ۱۹۴۱ء) سب سے پہلا شاہ فیصل ایوارڈ حاصل کرنے والے (۱۹۷۹ء) وفات: ۲۲/ستمبر ۱۹۷۹ء، امریکہ، تدفین: لاہور (تفصیل کے لیے دیکھیے، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی حیات و خدمات مختصر مختصر (از احمد ابوسعید، حیدرآباد) ایک شخص ایک کارواں (مرتبۂ مجیب الرحمٰن شامی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، نئی دہلی) ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، اشاعت خاص بہ سلسلۂ یوم ولادت مولانا مودودی ۱۹۰۳ء-۲۰۰۳ء)

(۲) مولانا محمد منظور نعمانی، مشہور عالم، مناظر، داعی اور مصنف، دارالعلوم دیوبند، ندوۃ العلماء، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور رابطہ عالم اسلامی کے رکن تھے، حدیث پر اچھی نظر تھی، معارف الحدیث، اسلام کیا ہے؟، دین و شریعت، وغیرہ مشہور کتابیں ہیں۔ وفات: ۴/مئی ۱۹۹۶ء، لکھنؤ (پرانے چراغ سوم، ص: ۲۰۱-۲۱۰ (جدید ایڈیشن) پس مرگ زندہ، ص: ۳۹۵-۴۶۴، الفرقان اشاعت خاص بیادگار حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، اپریل تا اگست ۱۹۹۶ء)

(۳) آیت اللہ خمینی (روح اللہ الموسوی): مشہور شیعہ مجتہد اور ایرانی انقلاب کے قائد، وفات: ۱۹۸۹ء (إتمام الأعلام (ص ۱۵۳) تکملة معجم المولفين (ص ۱۸۷)

(۴) مفتی امین حسینی (الحاج مفتی محمد امین الحسینی) فلسطین کے رہنے والے عظیم مجاہد اور فلسطینی مسلمانوں کے قائد، وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے فلسطین میں بڑھتی ہوئی یہودی آبادی کے خطرے سے دنیا کو متنبہ کیا اور عمر بھر محبوب و مقدس سرزمین فلسطین اور قبلۂ اول کے لیے سینہ سپر رہے۔ وفات: ۱۹۷۴ء، بیروت (الأعلام ۶/ ۴۵، من أعلام الدعوة والحركة الإسلامية المعاصرة، ص: ۱۲۵-۱۴۲، علماء الشام في القرن العشرين، ص: ۳۱۸-۳۴۹، نیز دیکھیے پرانے چراغ دوم، ص: ۸۹-۱۰۰)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۸)

۱۷/۲/۱۴۱۶ھ مطابق ۴/۷/۱۹۹۶ء

وزیر اعظم دیوے گوڑا کی ندوے آمد اور ندوے کی فضا

آج ہندوستان کے نئے وزیر اعظم مسٹر دیوے گوڑا حضرت مولانا سے ملاقات کے لیے ندوے آئے اور ملاقات کر کے چلے گئے، اگرچہ اکثر طلبہ وزیر اعظم کی حیثیت سے ان کو دیکھنے کے آرزومند تھے، اس لیے بہت سے طلبہ دیر سے انتظار میں کھڑے تھے، مگر آنے میں جب تاخیر ہوئی تو ان میں سے اکثر اپنے کمروں میں چلے گئے، مگر اس کا زیادہ چرچا تھا، نہ خوشی کے شادیانے بج رہے تھے، اسی مناسبت سے مولانا نذر الحفیظ صاحب نے حضرت کو یاد دلایا کہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب شروانی (۱) نے اپنے گنج مراد آباد کے سفرنامے میں لکھا ہے کہ جب وہ وہاں گئے تھے اس سے ایک روز قبل نواب خورشید جاہ بہادر وہاں آئے تھے۔ مولانا لکھتے ہیں: مگر وہ جب خانقاہ پہنچے تو اس کا کوئی تذکرہ نہیں تھا (۲)، حضرت نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا، اسی طرح آج وزیر اعظم یہاں آ کر چلے گئے، مگر اس کا چرچا نہیں (۳)۔

مکتوباتِ نبوی کا اعجاز اور پیغمبرانہ اقدام کی عظمت

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے عرض کیا کہ آپ نے ''نبی رحمت'' میں مکتوباتِ نبوی کے سلسلے میں لکھا ہے کہ اس طرح بادشاہوں کو وہی مخاطب کر سکتے ہیں جن کی نگاہوں میں ان کی وقعت نہ ہو، فرمایا: ہاں، لوگ غور نہیں کرتے، محض خط سمجھ کر سرسری گزر جاتے ہیں، سوچنے کی بات یہ ہے کہ آپ ﷺ خط میں ابتدا اپنی ذات سے کرتے ہیں، جس سے یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ ہماری نگاہ میں تمھاری کوئی وقعت نہیں، کوئی حیثیت نہیں، پھر عظیم الروم اور عظیم فارس جیسے الفاظ سے مخاطب کرتے ہیں، جب کہ وہ ملک الملوک اور شاہنشاہ سمجھے جاتے تھے، یعنی تم روم کے (یا فارس کے) بڑے آدمی سمجھے جاتے ہو، تمھاری حیثیت اپنی جگہ مسلم ہے، ایسا نہیں کہ تم پر کسی کا بس نہ چلے، اور تم پر نظر رکھنے والا کوئی نہ ہو اور تم ہی شہنشاہ

www.abulhasanalinadwi.org

اور خود مختار ہو، ایسا نہیں، تو اتنے بڑے بڑے بادشاہوں کو اس طرح وہی مخاطب کر سکتا ہے جو اللہ کا رسول ہو، اس کی طرف سے مامور ہو، اس کی نگاہوں میں بادشاہوں کی کوئی حیثیت نہ ہو، تو اس طرح بھی گویا آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت پر مہر تصدیق ثبت ہوتی ہے۔

حواشی مجلس (۸)

(۱) مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی: اپنے عہد کے نہایت مشہور فاضل، بلند پایہ مؤرخ، اور اردو کے بڑے ادیب و انشا پرداز، ندوۃ العلماء کے اساسی اراکین میں تھے، اور اس کے پُر جوش وکیل و داعی تھے۔ محمڈن کالج کو مسلم یونیورسٹی میں تبدیل کرنے میں آپ کی کوششوں کو بڑا دخل ہے۔ ۱۹۱۸ء سے ۱۹۳۰ء تک ریاست حیدر آباد کے صدر الصدور امور مذہبی رہے۔ جامعہ عثمانیہ کے قیام اور اس کے تخیل میں بھی آپ نے نمایاں کردار ادا کیا، آپ ہی اس کے پہلے وائس چانسلر تھے۔ دار المصنفین کے دائمی صدر بھی تھے۔ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ وفات: ۱۱/ اگست ۱۹۵۰ء، بھموری، ضلع علی گڑھ (نزھۃ الخواطر ۸/ ۱۱۱-۱۱۶ و وفیات ماجدی، ص: ۹۴-۱۰۲، پرانے چراغ، حصہ دوم، ص: ۲۳-۴۳، تفصیل کے لیے دیکھیے: صدر یار جنگ از مولانا شمس تبریز خاں)

(۲) مولانا شروانی لکھتے ہیں: حیدر آباد کے امیر کبیر نواب خورشید جاہ بہادر جو ۵۲ لاکھ کے معافی دار ہیں، میرے پہنچنے سے صرف ایک روز پہلے وہاں آئے تھے، مگر ان کا ذکر بھی نہ تھا اور نہ کوئی وقعت ان کی کسی کے ذہن میں معلوم ہوتی تھی، حالاں کہ کانپور اور لکھنؤ ان کے تذکروں کے صدا سے گونج رہے تھے اور ہر ایک سوسائٹی (خواہ اعلیٰ ہو یا ادنیٰ) ان کے تذکروں کو اپنے جلسوں کا دلچسپ مبحث بنائے ہوئے تھی، پھر یہ کس کا اثر تھا، آیا (گنج) مراد آباد کے پانی کا؟ ہرگز نہیں، وہاں کی خاک کا؟ ہرگز نہیں، وہاں کے در و دیوار کا؟ ہرگز نہیں، حضرت کے ہاتھ پاؤں کا؟ ہرگز نہیں، حضرت کے بالوں کا؟ ہرگز نہیں، البتہ اُس کیفیت کا اثر تھا جو حضرت کے قلب میں تھی۔ (مقالات شروانی، ص: ۲۱، نیز تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی میں بھی یہ مضمون شامل ہے، ص: ۱۱۱-۱۱۲)

(۳) ندوہ جہاں مختلف النوع طلبہ رہتے ہیں اور جو جدت پسند مشہور ہے، وہاں وزیر اعظم کی آمد کا چرچا ہونا تو کوئی تعجب کی بات نہیں تھی، مگر اس کے باوجود جو فضا قائم رہی، حضرت کی توجہ اور قلبی کیفیت کے اثر کے سوا اس کو کیا کہا جائے!!

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۹)

۲۲/۲/۱۴۱۷ھ مطابق ۹/۷/۱۹۹۶ء

آج مجلس میں ہمارے ایک رفیق درس مولوی عابد حسین مظفر نگری ندوی نے پاکستان کی طبع شدہ قادیانیت کے رد میں لکھی ہوئی مولانا منظور چنیوٹی (۱) کی کتاب ''چودہ میزائل'' حضرت کی خدمت میں پیش کی، حضرت نے اس پر ایک نظر ڈالی اور رکھ دی، مگر آج کا موضوع قادیانیت رہا۔

ختم نبوت کے عقیدے کی اہمیت، علامہ اقبال کی نظر میں

فرمایا: علامہ اقبال نے قادیانیوں کے سلسلے میں ایک بات فرمائی ہے بڑے پتے کی بات ہے۔ انھوں نے کہا: دین کی بقا قرآن مجید اور حدیث شریف سے ہے اور امت کی بقا ختم نبوت کے عقیدے سے ہے (۲)۔ اگر علامہ اقبال ان کی حمایت کرتے تو یہ تحریک اسی وقت بڑا زور پکڑتی اور اس کو بڑی تقویت حاصل ہوتی، اور لمحہ بھر میں پھیل جاتی، ان کے لیے ایک بڑی دلیل ہاتھ آجاتی، مگر وہ اس کے سخت مخالف تھے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کا مرزا قادیانی سے مباہلہ

فرمایا: مولانا ثناء اللہ امرتسری (۳) پوری زندگی بڑی شدت کے ساتھ ان کا مقابلہ کرتے رہے، گویا وہ اسی کے لیے وقف تھے، حتی کہ مباہلہ کیا کہ ہم میں سے جو حق پر نہیں، باطل پر ہے وہ مر جائے اور جو حق پر ہے وہ زندہ رہے، مرزا غلام احمد قادیانی تو چند دنوں میں مر گیا (۴) اور مولانا اس کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے، ہم نے بھی ان سے ملاقات کی ہے۔

کتاب ''قادیانیت'' کی تالیف

فرمایا: ہم نے یہ کتاب ''قادیانیت'' جو لکھی، یہ حضرت مولانا عبد القادر صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

رائے پوریؒ (۵) کے حکم سے لکھی۔ حضرت ہی کی برکت تھی کہ صرف ۲۴ دن میں کتاب پوری ہوئی، ایک کمرے میں کتابیں مہیا کردی گئی تھیں، ہم اسی میں دن بھر مشغول رہتے تھے، نہ کھانے کی فکر تھی نہ کسی اور چیز کا ہوش تھا، بس نماز کے لیے نکلتے۔ موضوع ہمارے مذاق کے بالکل موافق نہیں تھا، ہمیں عام موضوعات میں صرف دو چیزوں میں لطف آتا ہے: ایک جس میں معلومات ہوں، خصوصاً تاریخی معلومات، دوسرے وہ جس میں ادبیّت ہو، اور یہ موضوع دونوں سے خالی، بالکل خشک۔

قادیانی فتنے کی خطرناکی

فرمایا: ہم نے پوری تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا، لیکن اس سے بڑا اور خطرناک کوئی فتنہ نہیں ہوا، یہ انتہائی خبیث ترین فتنہ ہے...... عربی میں اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں تھی، حضرت اس کی شدید ضرورت محسوس کرتے تھے، لاہور میں مذاکراتِ اسلامی میں شرکت کے لیے کچھ عرب حضرات آئے ہوئے تھے (۶)، ان میں معروف دوالیبی (۷) بھی تھے، انھوں نے اس کے لیے بہت سے لوگوں سے درخواست کی، مگر کوئی تیار نہیں ہوا، ہمارے حضرت کو اس کی خبر ملی، انھوں نے کہا: علی میاں آئیں تو ان سے لپٹ لیں گے (۸)۔

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے عرض کیا: آپ نے اس پر ایک مقالہ بھی لکھا تھا القادیانیة ثورة علی الرسالة المحمدیة؟

فرمایا: ہاں، یہاں ہندوستان میں کچھ حلقوں کی طرف سے ان کی تائید شروع ہوگئی تھی اور اخبارات بھی اس مسئلے کو اٹھا رہے تھے کہ یہ اقلیت میں ہیں، ان کے لیے رعایت ہونی چاہیے، عربی اخبارات میں کچھ اس قسم کی باتیں آنے لگی تھیں، تب ہم نے یہ مقالہ لکھا۔

فرمایا: سب سے پہلے مرزا صاحب نے جس کتاب میں صراحت سے نبوت کا دعویٰ کیا، وہ ان کی ایک عربی کتاب تھی، جس کا نام انھوں نے تحفة الندوة رکھا۔ انھوں نے تقریباً اسّی (۸۰) رسالے ندوہ کی مخالفت میں لکھے۔ ہم نے یہ کتاب لکھی تو مرزا صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

کے صاحبزادے مرزا بشیر الدین محمود کو بھی جو اس وقت زندہ تھے، یہ کتاب بھیجی اور اس کے سرورق پر لکھا: ''بجوابِ تحفۃ الندوۃ تاخیر کی معذرت کے ساتھ''

ہم نے کتاب کا نام القادیانی والقادیانیۃ رکھا ہے ان کو اس پر تعجب ہوا۔ انھوں نے لکھا کہ اگر ہم کوئی کتاب لکھیں اور الندوی والندویۃ رکھیں تو مولانا برا نہیں مانیں گے؟ ہم نے کہا: نہیں (۹)۔

پھر اخیر میں طلبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ہماری یہ کتاب (اردو میں یا عربی میں) آپ کو ضرور پڑھنا چاہیے، قادیانیت سے واقف رہنا چاہیے، کہیں بھی اس سے واسطہ پڑ سکتا ہے اس لیے بہت چوکنا رہنا چاہیے۔

حواشی مجلس (۹)

(۱) مولانا منظور احمد چنیوٹی: پاکستان کے ممتاز عالم دین، اور ختم نبوت کے عالمی مبلغ، جنرل سکریٹری انٹرنیشنل ختم نبوت تحریک، سابق رکن پنجاب اسمبلی، وفات: ۲۷/ جون ۲۰۰۴ء، چنیوٹ (وفیات ناموران پاکستان، ص: ۸۵۲)

(۲) دیکھیے حرفِ اقبال، ص: ۱۳۶-۱۳۷ (بحوالہ قادیانیت-تحلیل وتجزیہ، ص: ۱۵۴-۱۵۵)

(۳) مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، نہایت مشہور اور متبحر عالم، مفسر قرآن اور مناظرہ کے تو امام تھے، قادیانیوں، آریہ سماجیوں اور عیسائیوں سب کے ساتھ مناظرہ کیا اور فاتح رہے، اور ان کے رد میں دسیوں لاجواب کتابیں لکھیں۔ وفات: ۱۵/ مارچ ۱۹۴۸ء، سرگودھا، پاکستان (یادِ رفتگاں از علامہ سید سلیمان ندوی ص ۳۶۹-۳۷۳، بزم ارجمنداں از محمد اسحاق بھٹی، ص: ۱۳۷-۱۹۴، تفصیل کے لیے دیکھیے: سیرت ثنائی از مولانا عبدالمجید سوہدروی (مطبوعۂ سوہدرہ، پنجاب) تذکرۂ ابو الوفاء (از عبدالرشید عراقی سوہدروی) فتنۂ قادیانیت اور مولانا ثناء اللہ امرتسری از صفی الرحمٰن اعظمی (بنارس ۱۹۷۹ء) نیز ان پر دو کتابیں اور ہیں جو ہم نے نہیں دیکھیں: حیات ثنائی از مولانا محمد داؤد راز دہلوی، نقوش ابوالوفاء از ابو یحییٰ امام خان نوشہروی (دیکھیے برصغیر پاک وہند میں علمائے اہل حدیث کے علمی کارنامے از عبدالرشید عراقی، ص: ۱۱۳-۱۱۴)

(۴) بہ تاریخ ۲۶/ مئی ۱۹۰۸ء، مباہلے کا اشتہار مرزا صاحب کی طرف سے ۱۵/ اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع

www.abulhasanalinadwi.org

ہوا تھا، یعنی تیرہ مہینے دس دن کے بعد ہی مرزا کی عبرت ناک موت ہوئی، اور مولانا چالیس سال بعد راہی ملکِ بقا ہوئے۔

(۵) حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری: خلیفۂ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری، اپنے وقت کے کبار مشائخ واولیاءاللہ میں سے تھے، تواضع، بے نفسی، حقیقت پسندی اور حالات کے تقاضوں سے واقفیت میں مشائخ عصر میں ممتاز تھے۔ وفات: ۱۶/ اگست ۱۹۶۲ء (سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری از مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی)

(۶) اس کی مزید کچھ تفصیل مجلس (۶۱) میں آرہی ہے، دیکھیے ص: ۴۱۸

(۷) محمد معروف الدوالیبی: مشہور شامی عالم وداعی اور سیاسی رہنما، عالمی شہرت یافتہ قانون داں، دوبار شام کے وزیراعظم رہے، حزب الشعب کے قائد تھے، شاہ فیصل نے ان کو اپنا مشیر خصوصی بنایا تھا۔ وفات: ۱۱/ جنوری ۲۰۰۴ء، ریاض، تدفین: جنۃ البقیع (البعث الإسلامی، جلد: ۴۹، شمارہ: ۶، مئی ۲۰۰۴ء، تعمیر حیات ۱۰/ فروری ۲۰۰۴ء)

(۸) اس پورے واقعے کی تفصیل آگے ضمن مجلس (۶۱) میں آرہی ہے، دیکھیے ص: ۴۱۸

(۹) گزشتہ سال بھی ایک دفعہ اس واقعے کا ذکر آیا تھا، اس پر مولانا برہان الدین صاحب نے کہا تھا کہ شاید ان کو تعجب اس لیے ہوا ہو کہ انھوں نے القادیانیۃ کو القادیانی کا مؤنث سمجھا، اس لیے تعجب کرنے لگے ہوں، حضرت مولانا نے اس پر فرمایا تھا: ہاں یہی بات ہوگی، ہمارا ذہن اس طرف نہیں گیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۰)

۲۵/۲/ ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۲/ ۷/ ۱۹۹۶ء

آج بعد نمازِ مغرب حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی دامت برکاتھم (۱) حضرت مولانا کی ملاقات کے لیے تشریف لائے تھے، ان کے ساتھ ان کے بعض مریدین بھی تھے، دس پندرہ منٹ گفتگو کر کے تشریف لے گئے تو مجلس لگتے ہی حضرت مولانا مدظلہ مولانا برہان الدین صاحب سے فرمانے لگے کہ قاری صدیق صاحب آئے تھے، ان کے کسی مسترشد نے ان کے ملفوظات اور مکتوبات کو جمع کیا ہے (۲)، وہ صاحب ہم سے مقدمہ لکھوانا چاہتے ہیں، بڑے اچھے اصلاحی ملفوظات ہیں۔

بعض کتبِ ملفوظات کا ذکر

پھر فرمایا: حضرت نظام الدین اولیاءؒ (۳) کے ملفوظات کا نام خوب رکھا گیا ہے ''فوائد الفؤاد'' (۴) اور اسی طرح تصوف کی ایک کتاب کا نام ہے ''قوت القلوب'' (۵)۔

حضرت تھانویؒ کے ملفوظات کی جامعیت اور اہمیت

مولانا برہان الدین صاحب نے کہا: اس دور میں حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں جو بات ہے وہ کہیں نہیں، ان کے بے ساختہ ملفوظات میں بھی وہ علمی نکتے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے، پھر ایک مجلس کا قصہ سنایا کہ ایک شخص نے حضرت سے پوچھا: حضرت شادی کرنے کی استعداد نہیں ہے، کیا کروں؟ ایک شخص نے کہا: (جیسا کہ بعض لوگوں کو بیچ میں بولنے کی عادت ہوتی ہے) حدیث میں آیا ہے کہ روزہ رکھنا چاہیے (۶) تو تم روزے رکھو۔ اس نے کہا: میں نے روزے بھی رکھ کر دیکھ لیے، مگر وہ کیفیت دور نہیں ہوئی، اب

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت تھانوی نے اس شخص سے جس نے جواب دیا تھا کہا: اب جواب دو۔ وہ شخص پریشان ہوگیا، اور اس کو بڑی ندامت ہوئی، پھر حضرت تھانوی نے جواب دیا (یہاں نازک موقع تھا کہ اگر اس کو کوئی اطمینان بخش جواب نہیں دیا جاتا تو وہ حدیث کے سلسلے میں شک میں مبتلا ہو جاتا کہ ایک بات حدیث میں کہی گئی ہے مگر صحیح نہیں، لیکن حضرت نے اس کا اشکال دور کیا) دیکھو یہاں حدیث میں "فلیصم" نہیں ہے، بلکہ فعلیہ بالصوم آیا ہے اور علیٰ الزام کے لیے آتا ہے، یعنی جب تک وہ کیفیت دور نہ ہو، یہ کرتے رہو، تو جب تک تمھاری خواہش ختم نہ ہو جائے اور تمھارے جذبات سرد نہ ہو جائیں، اس وقت تک روزے رکھو۔ حضرت مولانا نے فرمایا: بالکل صحیح فرمایا، اس طرف عموماً ذہن نہیں جاتا، پھر فرمایا: کیا ان کا علمی استحضار تھا!

فرمایا: اس آخری دور میں جس اہتمام سے حضرت تھانوی کے ملفوظات مرتب کیے گئے (۷)، کسی کے نہیں کیے گئے۔ اس میں جامعیت بھی ہے عملیت بھی۔ فرمایا: ہم بھی اس کو پڑھنے کے لیے کہتے ہیں (۸)، اور یہی حال ان کی عام تصنیفات کا ہے، ہر تصنیف میں تاثیر اور نافعیت ہے۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ کی حضرت تھانویؒ کے در پر حاضری

فرمایا: علامہ سید سلیمان ندویؒ کو بھی داد دینی چاہیے، اتنا بڑا شخص عالم اسلام میں جس کی شہرت تھی، وہ حضرت تھانویؒ کے پاس طلب کے لیے جاتے ہیں۔ کیسا اخلاص تھا ان کا! معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو بھی اس کا احساس ہوا تھا، حضرت نے بڑی قدر فرمائی، حتی کہ ان کی شان میں قصیدہ کہا، جس کا مطلع ہے:

از سلیماں گیر اخلاصِ عمل　　داں تو ندوی را منزہ از دغل (۹)

حضرت تھانوی کے یہاں لوگوں کے مقام ومنصب کی رعایت ولحاظ

فرمایا: حضرت تھانوی کے یہاں ہر ایک کے مقام ومنصب کا لحاظ کیا جاتا تھا،

www.abulhasanalinadwi.org

کلموا الناس علی قدر عقولهم (۱۰) پر پورا عمل تھا، پھر مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی (۱۱) اور مولانا عبدالباری صاحب ندوی (۱۲) جیسے حضرات کا ان کے علاوہ اور کہیں تسکین پانا بھی مشکل تھا، کہیں دوسری جگہ کا رخ کرتے تو متنفر ہونے کا زیادہ خدشہ تھا، ایک سے بڑھ کر ایک ذہین!

مولانا عبدالباری ندوی کی ذہانت

اس پر ایک لطیفہ سنایا: نواب سید شمس الحسن صاحب (۱۳) جو نواب سید علی حسن خان (۱۴) (جو ہمارے والد صاحب کے بعد ندوے کے ناظم بھی رہ چکے ہیں) کے صاحبزادے تھے، ان کے جگر صاحب (۱۵) سے روابط تھے، جب وہ لکھنؤ آتے تو انھی کے یہاں بھوپال ہاؤس میں قیام کرتے۔ ایک دفعہ ان کا وہاں قیام تھا، انھی دنوں مولانا سید سلیمان ندوی یہیں ندوے کے مہمان خانے میں مقیم تھے، مولانا عبدالباری ندوی بھی تشریف رکھتے تھے۔ نواب سید شمس الحسن صاحب ملنے آئے، باتوں باتوں میں جگر صاحب کا تذکرہ آ گیا، یہ وہ زمانہ تھا کہ جگر صاحب اپنی پرانی عادتِ مے خوری سے توبہ کر چکے تھے، نواب صاحب کہنے لگے: ابھی کل کی بات ہے کہ جوش صاحب (۱۶) ہمارے یہاں آئے اور بہ اصرار جگر صاحب کو لے گئے (یہ ان کے پرانے دوستوں میں سے تھے) وہ اپنی توبہ پر قائم نہیں رہ سکے۔ جب وہ واپس آئے تو دروازہ بند کر کے بہت روئے، اس پر مولانا عبدالباری نے بے ساختہ کہا: معلوم ہوتا ہے کہ جگر خراب ہے دل اچھا ہے (۱۷)۔ دیکھیے کیسی ذہانت کی بات ہے؛ مگر اللہ نے حضرت تھانویؒ کو ان سے بڑھ کر ذہین بنایا تھا۔

حضرت تھانویؒ کی قرأت اور ان کے یہاں اوقات کی رعایت

مولانا برہان صاحب نے کہا: مولانا عبدالماجد صاحب فرماتے تھے کہ حضرت تھانویؒ قرآن پاک اس درد سے ایسے انداز سے پڑھتے کہ آدمی محو ہو جائے، اس پر فرمایا: ہم جس زمانے میں گئے تھے اس وقت حضرت نماز نہیں پڑھاتے تھے، کوئی دوسرے صاحب یہ

www.abulhasanalinadwi.org

فرض انجام دیتے تھے، ان کے یہاں اوقاف کی بڑی رعایت تھی، مثلاً ذلك مثلهم في التوراة (۱۸) پر وقف کرتے پھر ومثلهم في الإنجيل كزرع أخرجه شطأه پڑھتے، دونوں کے درمیان کچھ فرق بھی صاف معلوم ہوتا ہے اور تحقیق بھی یہی بتاتی ہے (۱۹)۔

حضرت تھانویؒ کی وجاہت

مولانا برہان صاحب نے کہا: آپ ہی نے فرمایا تھا کہ وجاہت بھی بہت بڑھی ہوئی تھی کہ بادشاہ معلوم ہوتے تھے، فرمایا: ہاں، بڑے وجیہ تھے، مولانا برہان صاحب سے پوچھا: آپ نے حضرت کی زیارت نہیں کی؟ مولانا برہان صاحب نے کہا: ہم تو اس وقت بہت چھوٹے تھے، پانچ چھ سال کے رہے ہوں، البتہ ہمارے والد صاحب حضرت کے خاص آدمیوں میں تھے۔

حضرت تھانوی کے ملفوظات کا ادبی مقام

مولانا برہان صاحب نے عرض کیا: مولانا محبّ اللہ لاری (۲۰) (سابق مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے کئی بار بیان کیا کہ علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے تھے کہ حضرت تھانویؒ کے ملفوظات ادبیت کے لیے بھی پڑھا کرو، حضرت مولانا نے تعجب کے انداز میں فرمایا: سید صاحب کہیں تو پھر کیا کہنا، کوئی بات ضرور ہے! (۲۱)

ڈاکٹر سید عبدالعلیؒ کی حضرت تھانویؒ کی مجالس میں حاضری اور اس کا اہتمام

فرمایا: حضرت ۱۹۳۸ء میں علاج کے لیے لکھنؤ آئے، مولوی گنج میں قیام تھا، بھائی صاحب حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب اس طرح پابندی سے روزانہ عصر سے پہلے جاتے اور مغرب کے بعد واپس آتے جس طرح کوئی طالب علم اسکول جاتا ہے، حضرت بھی بڑا خیال فرماتے تھے، ایک دفعہ بھائی صاحب سے مکان پر آنے کی خواہش ظاہر فرمائی اور بعد عصر پیادہ پا تشریف لائے (۲۲)۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایک حیرت انگیز اور عبرت ناک لطیفہ

فرمایا: اسی زمانے کا ایک حیرت انگیز اور عبرت ناک لطیفہ ہے، ہم ابوبکر (۲۳) سے ملاقات کے لیے کانپور گئے ہوئے تھے، وہ اس وقت وہاں حلیم کالج میں پڑھاتے تھے۔ ہم فجر کی نماز کے لیے ایک مسجد میں گئے، نماز شروع ہوئی تو دیکھا امام صاحب نے تلاوت شروع کی، مگر وہ قرآن ہے ہی نہیں، عربی کی کوئی عبارت پڑھ رہے ہیں قرآن کے لہجے میں، نماز ختم ہوئی تو ہم نے اعلان کیا کہ نماز دوبارہ ہوگی، امام صاحب حضرت تھانوی کو گالیاں دیتے ہوئے اپنے حجرے میں گئے، حالاں کہ حضرت کا اس سے کیا تعلق! جس نے اعلان کیا اس کو کچھ کہنا چاہیے (۲۴)، پھر حیرت کے ساتھ فرمایا: کانپور جیسے شہر میں اس طرح کے واقعات ہوں کہ عربی کی کوئی عبارت قرآن کی جگہ نماز میں پڑھی جائے اور عوام کو بیوقوف بنایا جائے، پتا نہیں کتنی جگہوں پر ایسا ہوتا ہوگا، ہم نے تو ایک ہی جگہ دیکھا! اس پر مولانا برہان صاحب نے کہا: دیہاتوں میں تراویح کے اندر ایسے بہت واقعات سننے میں آتے ہیں۔ حضرت مسکرا دیے، لیکن آخر تک کانپور والے واقعے پر حیرت وتعجب کا اظہار کرتے رہے۔

بزرگوں کے سامنے بات کرنے کی مذمت ایک تمثیلی حکایت کے ذریعے

فرمایا: ۱۹۵۶ء میں جب ہم دمشق گئے، جہاں کلیۃ الشریعہ میں ہمارے محاضرات ہوتے تھے، اس میں شہر کے بہت سے لوگ حاضر ہوتے تھے، ایک ریٹائرڈ فوجی بھی آتا تھا، اس نے ایک دن ہم سے کہا: یہاں ایک بزرگ ہیں، آپ کو ان کے پاس جانا چاہیے، جب بار بار اصرار کیا تو ہم تیار ہوئے، جا کر دیکھا تو وہ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے مریدین مسترشدین ان کے آس پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ ہمیں یہ بات بہت بری معلوم ہوئی کہ ایک بزرگ کے پاس بیٹھ کر ان کی باتیں سننے کے بجائے اس طرح آپس میں باتیں کر رہے ہیں، ان بزرگ نے ہمیں قریب بلایا اور کہا: آج شیخ ابوالحسن

www.abulhasanalinadwi.org

کا خطاب ہوگا، ہم نے کہا: ہم استفادے کے لیے آئے ہیں، جب انھوں نے کئی دفعہ کہا تو ہم تیار ہوئے، ہم نے ان لوگوں کی حالت کو سامنے رکھ کر کہا: ہم آپ کو ایک واقعہ سناتے ہیں: ایک جوہری تھا، وہ اپنے کام کے لیے گیا، وہاں لوگوں نے اسے باتوں میں مشغول رکھا، شام کو جب وہ واپس جانے لگا تو اس نے مزدوری مانگی، لوگوں نے کہا: تم نے کام کہاں کیا کہ مزدوری دیں! پھر ہم نے کہا: کہیں آپ لوگ بھی اس طرح نہ ہوں، کسی بزرگ کے پاس آئیں اور باتوں میں مشغول ہوں اور ان سے استفادہ نہ کریں، گویا ہم نے شیخ کی ترجمانی کی تھی، اس کے بعد وہ ہماری قیام گاہ آنے لگے۔ یہ شیخ حارون العسل (۲۵) تھے، بڑے عارف شخص تھے، مصطفیٰ سباعی (۲۶) بھی ان کے پاس جاتے تھے۔

حواشی مجلس (۱۰)

(۱) قاری صدیق احمد باندوی: مشہور عالم وداعی و مصلح، وفات: ۲۸/ اگست ۱۹۹۷ء، لکھنؤ، تدفین: ہتھورا (باندہ) (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تذکرۃ الصدیق ۲/ جلدیں از مولانا عبیداللہ اسعدی، حیات صدیق از مفتی محمد زید مظاہری ندوی، صدیق دوراں از سید محمد غفران ندوی (نبیرۂ حضرت قاری صاحبؒ)

آگے ان کی وفات کے موقع پر مجلس میں حضرت نے جو ارشاد فرمایا تھا اس کا بیان آئے گا۔ دیکھیے مجلس (۱۰۸) ص: ۵۸۹

(۲) غالباً یہ مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی تھے، حال استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، اس وقت وہ مدرسہ عربیہ باندہ میں استاد تھے، انھوں نے افاداتِ صدیق، مجالس صدیق کے نام سے دو کتابیں مرتب کر کے شائع کی ہیں، دونوں پر حضرت کا مقدمہ ہے اور دونوں مقدموں میں ۲۴/ صفر ۱۴۱۷ھ کی تاریخ پڑی ہوئی ہے۔

(۳) حضرت نظام الدین اولیاء: سلطان المشائخ، نظام الأولیاء، محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، برصغیر کے مشہور شیخ طریقت ہیں، اور زبردست داعی، ان کی وجہ سے لاکھوں لوگوں کو ہدایت ملی، اور تجدید واصلاح کا عظیم الشان کام انجام پایا۔ (تاریخ دعوت وعزیمت حصہ سوم، ص: ۵۲-۱۰۱، بزم صوفیہ، ص: ۲۱۸-۲۷۷) ان کے علاوہ دسیوں کتابوں میں آپ کے حالات ہیں)

(۴) فوائد الفؤاد: حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کے مجموعۂ ملفوظات میں سب سے مشہور ومقبول اور سب

www.abulhasanalinadwi.org

سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے جس کو حضرت کے مسترشد خاص اور مرید باختصاص امیر حسن علاء سنجری معروف بہ خواجہ حسن دہلوی (م ۷۳۸ھ) نے مرتب کیا ہے، اس کے قلمی نسخے برٹش میوزیم لندن میں موجود ہیں۔ یہ کتاب متعدد بار مختلف مطبعوں سے شائع ہو چکی ہے۔ ۱۳۱۲ھ میں پہلی دفعہ غلام احمد بریاں نے اس کو اردو کا جامہ پہنایا تھا، اس کے ٹھیک اسّی سال بعد ۱۳۹۳ھ (۱۹۷۳ء) میں پروفیسر محمد سرور نے کلاسیکل زبان میں اس کا اردو ترجمہ کیا اور اس پر مفید حواشی لکھے۔

(۵) قوت القلوب: یہ ابو طالب مکی کی کتاب ہے، تصوف وسلوک کی بہت مشہور اور بڑی اہم کتابوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ابو طالب مکی چوتھی صدی ہجری کے مشہور صوفی وزاہد گزرے ہیں، ۳۸۶ھ میں انتقال ہوا، ان کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو، وفیات الأعیان ۴/۳۰۳، سیر أعلام النبلاء ۱۶/۵۳۶ وغیرہ

(۶) مشہور حدیث کی طرف اشارہ ہے، جس کے الفاظ ہیں: یا معشر الشباب! من استطاع منكم الباءة فليتزوج، فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم يستطع فعليه بالصوم، فإنه له وجاء (بخاری، کتاب الصوم، باب الصوم لمن خاف على نفسه العزبة، ح:۱۹۰۵، وكتاب النكاح، ح:۵۰۶۵ و۵۰۶۶ ومسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه، ح:۱۴۰۰)

(۷) حضرت تھانویؒ کے ملفوظات کے متعدد مجموعے ہیں، بیس سے زیادہ، جن میں الافاضات الیومیہ، ۱۰/ جلدوں میں اور حسن العزیز، ۴/ ضخیم جلدوں میں ہے، اور ان اکثر مجموعوں کا خلاصہ ''کمالاتِ اشرفیہ'' میں ہے جو مولانا محمد عیسیٰ الہ آبادی (م ۱۹۴۴ء) نے مرتب کیا ہے اور نہایت مفید ہے۔ ابھی حال میں ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان نے تمام مجموعوں کو ایک ساتھ تقریباً تیس جلدوں میں شائع کیا ہے۔ مثال نہیں ملتی کہ کسی کے ملفوظات اتنی بڑی تعداد میں جمع ہوئے ہوں!

(۸) ہم نے بارہا مجلسوں میں اور خاص کر بیعت کے وقت حضرت کو حضرت تھانویؒ کے رسائل پڑھنے کی تاکید کرتے دیکھا اور سنا۔

(۹) اس کے بعد کا شعر ہے:

اے دلت معمور از اسرارِ حق　　　اے دلت مخمور از آثارِ حق

پورا قصیدہ ملاحظہ ہو: تذکرہ سلیمان از مولانا ڈاکٹر غلام محمد صاحب، ص ۱۶۳-۱۶۴، ادارہ نشر المعارف، کراچی، ۱۹۸۴ء

(۱۰) یہ حضرت علیؓ کا مقولہ ہے۔ آگے ہے: أتحبون أن يكذب الله ورسوله، حضرت مولانا نے انھی الفاظ میں المرتضیٰ میں نقل کیا ہے (ص: ۱۷۰) اور ایسا لگتا ہے کہ حضرت مولانا نے حضرت علیؓ کے یہ منتخب جملے نہج البلاغہ سے نقل کیے ہیں، مگر نہج البلاغہ میں ہمیں یہ جملہ اس طرح نہیں ملا، البتہ امام بخاریؒ نے

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت علیؓ سے ان الفاظ میں اس کو نقل کیا ہے: حدثوا الناس بما یعرفون، أتحبون أن یکذب اللّٰہ ورسولہ (صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوماً دون قوم، کراھیة أن لا یفھموا) البتہ بعض کتابوں میں حضرت علیؓ کے حوالے سے صرف کلّموا الناس علی قدر عقولھم والا ٹکڑا نقل کیا گیا ہے، اور بعض روایتوں سے اس کی تائید ہوتی ہے، جس میں ہے: أمرنا أن نکلم الناس علی قدر عقولھم (دیکھیے: کنز العمال ۱۰/۲۴۲) نیز حضرت ابن مسعودؓ سے ان الفاظ میں یہ بات منقول ہے: ما أنت بمحدث قوماً حدیثاً لا تبلغہ عقولھم إلا کان لبعضھم فتنة (مقدمہ صحیح مسلم باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع)

(۱۱) مولانا عبدالماجد دریابادی: اردو کے مشہور صاحب طرز ادیب وصحافی، نقاد اور مفسر قرآن۔ وفات: ۶/جنوری ۱۹۷۷ء، دریاباد (تفصیل کے لیے دیکھیے آپ بیتی ودیگر کتب)

(۱۲) مولانا عبدالباری ندوی: مشہور عالم وفاضل، فلسفۂ قدیم وجدید کے ماہر، خلیفۂ حضرت تھانویؒ۔ وفات ۲/جنوری ۱۹۷۶ء، لکھنؤ (بزم اشرف کے چراغ ص: ۲۷۱-۲۸۳) پرانے چراغ دوم ص: ۱۱۵-۱۲۹ معاصرین از دریابادی، ص ۱۶۳-۱۶۶، تفصیل کے لیے دیکھیے حیات عبدالباری ندوی از مولانا محمود حسنی ندوی)

(۱۳) نواب سید شمس الحسن صاحب، اردو شاعر وادیب، تلمیذِ جگر مرادآبادی، کارکن تحریک پاکستان، سکریٹری یوپی مسلم لیگ۔ وفات: ۲۸/فروری ۱۹۸۴ء، کراچی (وفیات ناموران پاکستان ص ۳۹۹)

(۱۴) نواب سید علی حسن خان، نواب سید صدیق حسن خان کے صاحبزادے، عربی کے عالم، فارسی کے ماہر اور اردو کے مشاق اہل قلم تھے، اردو وفارسی میں شعر گوئی پر قادر، ایک عرصے تک ندوۃ العلماء کے ناظم رہے (۲/دسمبر ۱۹۲۳ء-۹/جون ۱۹۳۶ء) وفات: ۱۹/نومبر ۱۹۳۶ (یادرفتگاں از سید سلیمان ندوی ۱۷۵-۱۷۷) تاریخ ندوۃ العلماء دوم، ص: ۲۴۱، کاروانِ رفتہ میں مولانا اسیر ادروی نے تاریخ وفات ۵/نومبر لکھی ہے (ص: ۲۰۰) جو غلط ہے)

(۱۵) جگر مرادآبادی (سید علی سکندر بن سید علی نظر): اردو کے مشہور اور عظیم شاعر، وفات: ۹/ستمبر ۱۹۶۰ء، گونڈہ (وفیات مشاہیر اردو (ص: ۱۸۸) پرانے چراغ اول، ص: ۳۵۸-۳۶۷، نیز دوماہی اکادمی لکھنؤ، جگر مرادآبادی نمبر، شمارہ جنوری تا جون ۱۹۹۲ء)

(۱۶) جوش ملیح آبادی (شبیر حسن خان): اردو کے نامور شاعر، وفات: ۲۲/فروری ۱۹۸۲ء، اسلام آباد (وفیات نامورانِ پاکستان ص: ۲۴۱، جوش نے ''یادوں کے برات'' کے نام سے آپ بیتی لکھی ہے، جو زبان کا تو اعلیٰ نمونہ ہے مگر واہیات کا مجموعہ ہے)

(۱۷) پرانے چراغ اول، ص: ۳۷۲

(۱۸) الفتح: ۲۹

(۱۹) وضاحت اس کی یہ ہے کہ محمد رسول اللّٰہ والذین معہ أشداء علی الکفار سے سیماھم فی وجوھھم من أثر السجود۔ یہ مثال تورات میں ہے تو ذلك مثلھم فی التوراۃ پر وقف ہونا چاہیے۔ کزرع أخرج شطأہ انجیل کی مثال ہے تو مثلھم فی الإنجیل سے اس کو ملا کر پڑھنا چاہیے، یہ الگ بات ہے۔ تورات وانجیل کے متعدد مقامات پر اس طرح صحابہ کی تمثیلیں بیان کی گئی ہیں۔ دیکھیے آیت زیر بحث کی تفسیر تفہیم القرآن، تدبر قرآن اور تفسیر ماجدی وغیرہ میں۔

(۲۰) مولانا محب اللہ لاری ندوی، حضرت مولانا علی میاں صاحب کے رفیق درس، پولٹیکل سائنس میں ایم اے (علیگ) طویل عرصے تک دار العلوم کے مہتمم رہے (۱۹۶۹-۱۹۹۳) بڑے اچھے منتظم، بڑے متواضع، باوقار اور نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ وفات: ۲۹/نومبر ۱۹۹۳ء، لکھنؤ (پرانے چراغ سوم، ص: ۲۴۱-۲۴۴، جدید ایڈیشن، ص: ۲۶۵-۲۶۸)

(۲۱) حضرت سید صاحب کی یہ بات واقعی عجیب لگتی ہے، لیکن گہرائی میں اترنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کی یہ بات مبنی برعقیدت نہیں بلکہ مبنی برحقیقت ہے اور ان کے گہرے ادبی شعور اور کثرتِ مطالعہ کی دلیل ہے، حسن عسکری اور شمس الرحمٰن فاروقی جیسے وسیع مطالعہ رکھنے والے عظیم نقادوں نے بھی حضرت تھانوی کے ادبی شعور اور تنقیدی بصیرت کا اعتراف کیا ہے (دیکھیے حقانی القاسمی کا مضمون، اردو کے عظیم نقاد، مشمولہ ''دار العلوم دیوبند - ادبی شناخت نامہ'' ص: ۱۱۵-۱۲۴، نیز سہ ماہی حسن تدبیر حکیم الامت نمبر (ص: ۲۵۹-۲۶۸) میں بھی شامل ہے)

(۲۲) دیکھیے پرانے چراغ اول ص: ۱۲۵، حیات عبد الحی، ضمیمہ ص ۳۸۳، یہ ۱۵/ستمبر ۱۹۳۸ء کا واقعہ ہے، دیکھیے (حضرت تھانوی کا) سفرنامۂ لاہور ولکھنؤ الملقب بہ الفصل للوصل، ص: ۱۳۱

(۲۳) مولانا سید ابوبکر حسنی ندویؒ: حضرت مولانا علی میاں کے چچازاد بھائی ہوتے تھے، اس وقت حلیم مسلم کالج کانپور میں پڑھاتے تھے، ۱۹۴۹ء میں آل انڈیا ریڈیو دہلی کے شعبۂ عربی سے وابستہ ہوکر خدمات انجام دیں، کچھ عرصے کے بعد جواہر لال یونی ورسٹی کے شعبۂ عربی سے منسلک ہوئے، یہاں سے ریٹائرڈ ہوکر مدرسہ فلاح المسلمین رائے بریلی سے وابستگی اختیار کی، مولانا ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامیہ اور مجلس نظامت کے رکنِ رکین تھے، وفات: ۱۴/دسمبر ۲۰۰۲ء، رائے بریلی (خانوادۂ علم اللہی، ص: ۳۱۵-۳۱۷)

(۲۴) شاید اس نے سمجھا ہو کہ یہ کوئی وہابی عالم ہے اور حضرت تھانوی ان کے نزدیک وہابیوں کے سردار تھے ہی، اس لیے اس نے سمجھا ہو کہ یہ شخص جس نے اعلان کیا مولانا تھانوی کا پروردہ ہے، اس لیے اس نے حضرت کو برا بھلا کہا ہو!

(۲۵) شیخ حارون العسل (احمد الحارون الحجار الحسینی): دمشق کے مشہور ومقبول صوفی اور بہت بڑے عارف، شیخ احمد کبیر الرفاعی کی نسل سے تھے، رسمی تعلیم کے لحاظ سے تو تقریباً اُمی تھے، مگر تمام شرعی وعصری

علوم میں وہبی طور پر عجیب وغریب کمال حاصل تھا، مجاہد بھی تھے، جہاد کے لیے فلسطین بھی گئے اور اپنے وطن میں بھی استعمار کے خلاف جہاد میں زبردست حصہ لیا، وہ بڑے صاحبِ کرامات بزرگ تھے، اور لوگ ان کے بڑے عقیدت مند تھے، وفات: ۱۹۶۲ء (تاریخ علماء دمشق ۲/۷۵۳، نثر الجواهر والدرر ۱/۱۹۰-۱۹۴، نیز دیکھیے راقم کا سفرنامۂ شام ص ۴۲-۴۳، تفصیل کے لیے دیکھیے الشیخ أحمد الحارون سیرته و کراماته، تالیف: محمد عبدالرحیم، دارالایمان، دمشق)

(۲۶) ڈاکٹر شیخ مصطفیٰ السباعی: مشہور شامی عالم وداعی اور مجاہد اور شعلہ بیان خطیب، وہ شام میں اخوانیوں کے قائد تھے۔ انھوں نے جہاد فلسطین کی حمایت اور جوش جہاد کو فروزاں کرنے کے لیے سیکڑوں طاقتور مقالے لکھے اور پُر جوش تقریریں کیں۔ ۱۹۴۸ء کے جہاد میں بنفس نفیس حصہ لیا اور شامی دستے کی قیادت کی۔ انھی کی کوششوں سے دمشق میں کلیۃ الشریعۃ قائم ہوا۔ انھوں نے اپنی کتاب "السنة و مكانتها فی التشریع الاسلامی" میں حدیث نبوی پر کیے جانے والے اعتراضات کا مدلل اور مسکت جواب دیا ہے اور سنت کا پُر زور دفاع کیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی کتابیں لکھیں۔ وفات: ۱۹۶۴ھ (بدر محمد بدر: من أعلام الحركة الاسلامية، ص: ٢٥٤-٢٦٣، محمد الجذوب: علماء و مفكرون عرفتهم، ١/٣٧٩-٤١٢، من أعلام الدعوة والحركة الإسلامية المعاصرة، ص: ٥٣٧-٥٥٤، علماء الشام فی القرن العشرين، ص: ٢٥٥-٢٨٢، النهضة الإسلاميه فی سير أعلامها المعاصرين ٣/٤٦٧-٤٨٠، تفصیل کے لیے دیکھیے: مصطفى السباعى الداعية المجدد بقلم الدكتور عدنان محمد زرزور، مصطفى السباعى الداعية الرائد والعلام المجاهد تاليف عبد الله محمود الطنطاوی۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۱)

۲۶/۲/۱۴۱۷ھ مطابق ۱۳/۷/۱۹۹۶ھ

ترقی کے اسباب

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا: حضرت! بسا اوقات طالب علم ذہین بھی ہوتا ہے اور محنتی بھی، مگر ترقی نہیں کرتا، اور بعض طلبہ نہ ذہین ہوتے ہیں نہ زیادہ محنتی، مگر اللہ ان کو بڑا بنا دیتا ہے، اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت نے جواب دیا: اس کے بہت سے اسباب ہیں: والدین کی دعا، اکل حلال، تقویٰ، اساتذہ کا احترام، گناہوں سے اجتناب وغیرہ۔ آدمی اپنی محنت اور ذہانت سے کچھ نہیں بنتا، کتنے لوگ ایسے دیکھے جو انتہائی ذہین تھے اور محنتی بھی تھے، مگر کچھ ترقی نہ کر سکے، ہر جگہ ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا، آج کوئی ان کا نام تک نہیں جانتا۔ سب سے بڑی چیز اللہ کا فضل اور اسی کی توفیق ہے، اس کے بغیر آدمی کچھ نہیں بن سکتا۔

دانے دانے پہ لکھا ہے کھانے والے کا نام

اکل حلال کا ذکر آیا تو فرمایا: رزق پہنچانے کے بہت سے واقعات کتابوں میں ملتے ہیں، مگر افغانستان کے سفیر شیخ محمد صادق مجددی (۱) (یہ حضرت مجدد صاحب کی براہِ راست اولاد میں سے ہیں) نے اپنا واقعہ سنایا، ایسا کہیں سنا نہ پڑھا، حکومت افغانستان، روسی حکومت کے پاس کوئی پیغام پہنچانے کے لیے ان کو روس بھیجنا چاہتی تھی کہ یہ ایسا پیغام ہے جس کو نہ فون پر پہنچایا جا سکتا ہے نہ کسی اور ذریعے سے، اس لیے آپ کا جانا ہی ضروری ہے۔ یہ راضی ہو گئے، مگر چوں کہ روس میں حکومت کمیونسٹوں کی تھی اور یہ صالح شخص تھے، انھوں نے سوچا کہ وہاں حلال غذا ملنی مشکل ہے، مشتبہ تو ضرور ہوگی، لہٰذا دو چار دنوں کے لیے جب تک وہاں قیام کرنا تھا، کھانا تیار کر کے لے گئے، تاکہ وہاں کی کوئی چیز کھانی نہ پڑے (۲)۔ اس زمانے میں افغانستان سے ماسکو تک کے لیے براہِ راست جہاز نہیں تھا،

www.abulhasanalinadwi.org

تاشقند میں جہاز بدلنا پڑتا تھا، جب وہ تاشقند پہنچے تو وہاں دیکھا کہ دو عورتیں مری ہوئی چڑیا زمین سے اٹھا رہی ہیں اور اس کا پَر الگ کر کے صاف کر رہی ہیں۔ تو انھوں نے ان سے کہا: یہ جائز نہیں ہے۔ ان عورتوں نے کہا: لیکن ہمارے لیے جائز ہے، وہ سمجھ گئے کہ کیا صورت حال ہے یعنی وہ حالت اضطراری فمن اضطر (۳) کے دائرے میں آچکی ہیں۔ ان سے یہ چیز دیکھی نہیں گئی، فوراً گئے اور اپنا پورا توشہ دان ایڈی کانگ (۴) کے ہاتھ سے ان کو بھیجا کہ آگے اللہ حافظ ہے، جوں ہی انھوں نے کھانا ان کے لیے بھیجا، اچانک ٹیلیفون بجنے لگا، اٹھایا تو افغان حکومت کا فون تھا، مسٹر صادق مجددی کہاں ہیں؟ ان سے فون پر کہا گیا کہ آپ کو اب ماسکو جانے کی ضرورت نہیں، وہ کام ہوگیا ہے، آپ واپس آجائیں۔ پھر حضرت مولانا نے فرمایا: دیکھو صرف ان کو غذا پہنچانے کے لیے اللہ نے انھیں افغانستان سے تاشقند بھیجا تھا، وہ بھی کیسی عمدہ شاہی غذا! پتا نہیں وہ عورتیں اولیاء اللہ کی اولاد میں سے رہی ہوں گی، وہاں بہت سے اولیاء گزرے ہیں: خواجہ نقشبند (۵)، خواجہ عبید اللہ احرار (۶)، حضرت خواجہ باقی باللہ (۷) سب وہیں کے تھے، پھر یہ شعر پڑھا۔ ع

چو فقر اندر لباس شاہی آمد   بہ تدبیرِ عبید اللّٰہی آمد (۸)

اس سلسلے میں حضرت کا ایک واقعہ

فرمایا: ہم ایک دفعہ بمبئی سے آرہے تھے، مولوی مرتضیٰ مرحوم (۹) ساتھ تھے، آنکھ کا آپریشن اسی زمانے میں ہوا تھا، بمبئی کے بہت سے مخلصین محمد بھائی (۱۰)، صوفی عبدالرحمٰن (۱۱) وغیرہ نے مختلف قسم کے کھانے ساتھ کر دیے تھے مگر سب سخت قسم کا تھا، ہم آنکھوں کی تکلیف کی وجہ سے اس کو کھا نہیں سکتے تھے، کوئی نرم چیز کھانے کی ساتھ نہیں تھی، ہم چاول چاہتے تھے، ہمیں اس کی ضرورت تھی، مگر اسٹیشن پر چاول کہاں ملتے، وہی سخت روٹیاں! ہم سکینڈ کلاس میں تھے، گاڑی کسی اسٹیشن پر رکی، اچانک جمال میاں (۱۲) ہماری بوگی میں داخل ہوئے، ان کے ساتھ ناشتہ دان تھا۔ اس وقت آنے کی وجہ پوچھی تو کہنے

www.abulhasanalinadwi.org

لگے: جی چاہا کہ آپ کے ساتھ کھانا کھاؤں، دیکھا تو اس میں چاول تھے۔ ہم نے پوچھا: آپ تو اودھ کے رہنے والے ہیں اور وہاں چاول کا زیادہ استعمال نہیں، یہ آپ کے ساتھ چاول کیسے! انھوں نے بتایا: ہم نے بھی خود اس کو نہیں لیا تھا، کسی نے ساتھ کر دیے ہیں۔

ماذا خسر کی تصنیف میں غیبی مدد کا ایک واقعہ

فرمایا: ہم مدینہ طیبہ میں تھے، ماذا خسر العالم کا لکھا ہوا حصہ ہمارے ساتھ تھا، تقریباً پوری کتاب لکھ چکے تھے، کچھ اضافے کر رہے تھے، ہمیں ان چیزوں کی تلاش تھی کہ فلاسفۂ یونان نے اخلاقیات کی جو اصطلاحات وضع کی ہیں ان کی صحیح عربی تعبیرات کیا ہیں، انگریزی میں یہ چیزیں ہمارے پاس تھیں، مگر عربی میں ان کا کوئی ماخذ ہمارے پاس نہیں تھا، ہم یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ عربی میں ان اصطلاحات کو کس طرح ادا کیا جاتا ہے، اس موضوع پر کتاب کہاں ملے گی، ہم گھر سے باہر تھے، گھر گئے تو ہمشیرہ صاحبہ نے بتایا کہ علی! تم کو ایک عرب صاحب بہت دیر تک پکارتے رہے، جب کوئی جواب نہیں ملا تو دراز سے ایک کتاب اندر ڈال گئے، دیکھا تو بالکل اسی موضوع پر مصری فاضل استاد جاد المولی (۱۳) کی لکھی ہوئی کتاب تھی (۱۴)، بعد میں ترک دوست سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگے، ہم مطالعہ کر رہے تھے، خیال پیدا ہوا کہ شاید آپ کے کام کی ہوگی، اس لیے آپ کی قیام گاہ پہنچادی (۱۵)۔

مولانا گیلانی، مولانا مدنی اور مولانا آزاد کے نزدیک نزہۃ الخواطر کی اہمیت

اسی طرح کا واقعہ نزہۃ الخواطر کی آٹھویں جلد کی تکمیل کے وقت پیش آیا، ہمیں اس کی تکمیل کا بالکل ارادہ نہیں تھا، مولانا گیلانی اس کتاب کے بڑے قدر دانوں میں تھے، انھوں نے اس کے لیے بہت اصرار کیا، دائرۃ المعارف العثمانیہ سے اس کے طبع ہونے کی تحریک کی اور اس کے لیے بڑی کوششیں کیں، اور اپنی نگرانی میں اس کی طباعت کا آغاز بھی کیا۔ کچھ جلدیں دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد سے شائع کیں، پھر حیدر آباد کے پولس ایکشن کی وجہ سے یہ سلسلہ رک گیا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایک دفعہ مولانا حسین احمد مدنی یہاں تشریف لائے، اپنے خاص انداز میں پوچھا: آپ کے والد صاحب کی کتاب میں ہمارے بزرگوں کا تذکرہ ملے گا؟ میں نے کہا: صدی کی تعیین کرلیں تو شاید مل جائے۔ مولانا نے کتاب دیکھی تو بڑی قدر کی، بڑی اہمیت دی، اور فرمایا: آپ نے اس خزانے کو اپنے پاس چھپا رکھا ہے، دوسروں کو بھی اس سے فائدہ اٹھانے دیجیے! ہم نے کہا: اس کو کیسے شائع کریں؟ فرمایا: ہم اس کا انتظام کرتے ہیں، ابھی جمعیت علمائے ہند کا دہلی میں جلسہ ہونے والا ہے، وہاں ہم مولانا آزاد سے اس سلسلے میں بات کریں گے، آپ دہلی چلیں، ہم آپ کے سامنے ان سے کہیں گے، چناں چہ ہم دہلی گئے، مولانا آزاد اس وقت وزیر تعلیم تھے، ان سے ملاقات ہوئی، وہ بھی اس کتاب کی اہمیت اور قدر و قیمت سے واقف تھے، جب اس کا تذکرہ آیا تو اس کو شائع کرنے پر رضامندی ظاہر کی اور ہم سے کہنے لگے: بھائی اس کو شائع ہونا ہے، بھائی اس کو شائع ہونا ہے، کئی بار فرمایا۔ ہم نے پوچھا: یاددہانی کی تو ضرورت نہیں ہے؟ تو فرمایا: نہیں، چناں چہ ایسا ہی ہوا، انھوں نے کتاب منگوائی اور چھپنے کے لیے دائرۃ المعارف حیدرآباد بھجوائی، بقیہ جلدیں بھی دائرۃ المعارف سے طلب کی گئیں، وہ چوں کہ وزیر تعلیم تھے، اس لیے آسانی سے یہ مرحلہ طے ہوگیا اور پوری کتاب چھپ کر شائع ہوگئی۔

نزہۃ الخواطر کی آٹھویں جلد کی تکمیل کی دقتیں اور اللہ کی مدد

آٹھویں جلد ناقص تھی، دائرۃ المعارف کے ڈائرکٹر ڈاکٹر عبدالمعید خان (۱۶) نے اصرار کیا کہ میں ان ناقص تراجم کو مکمل کرکے کتاب طباعت کے قابل بنادوں۔ بڑے تردد کے بعد ہم نے اس ہفت خواں کو سر کرنے پر آمادگی ظاہر کی، جب اس کام کا آغاز کیا تو بڑی دقتیں پیش آئیں، خصوصاً سنین کے سلسلے میں بڑی عرق ریزی کرنی پڑی، ہم رات دن اسی میں لگے رہتے تھے، جن لوگوں کے سنینِ وفات معلوم نہیں تھے ہم نے ان کی فہرست تیار کی، پہلے اس کو بعض اخبارات اور رسائل میں شائع کیا، اور پھر اس کو ملک کے بہت سے

www.abulhasanalinadwi.org

بزرگوں اور اہل علم کے پاس بھیجا، ان بزرگوں میں حضرت شیخ الحدیث (۱۷) حضرت مولانا مدنی بھی تھے کہ ان حضرات کے سنینِ وفات کا علم ہو تو آگاہ فرمائیں، ان بزرگوں نے بڑی مدد فرمائی، خصوصاً حضرت شیخ الحدیث سے بڑی مدد ملی۔

ہم تکیہ (رائے بریلی) میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جموں کے مولوی عبدالرحمٰن (۱۸) آئے، انھوں نے باتوں باتوں میں پوچھا: مولانا آج کل آپ کیا کام کر رہے ہیں؟ ہم نے کہا: نزھۃ الخواطر کی تکمیل کر رہے ہیں، مگر سنینِ وفات کے سلسلے میں بڑی دقت پیش آرہی ہے، مثلاً ہم نے اس سلسلے میں مولانا عبیداللہ پائلی (۱۹) کا نام لیا، جن کی کتاب "تحفۃ الہند" (۲۰) ہے، جس کو پڑھ کر مولانا عبیداللہ سندھی (۲۱) مسلمان ہوئے تھے، ان کے سنۂ وفات کی تلاش ہے۔ کہنے لگے: عجیب بات ہے، ابھی ہم آرہے تھے کہ راستے میں "شحنۂ ہند" (۲۲) کا ایک پرانا فائل بکتے دیکھا، تو ہم نے خرید لیا، اس میں ایک مضمون ہے جس میں ان کے حالات ہیں اور ان کے انتقال کی پوری تفصیل ہے، ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی، پتا نہیں ہم نے اس کو کس لیے خریدا تھا!

یہ شہر میں اترے تھے اور ہم سے ملنے تکیہ آئے تھے، ان کے ساتھ اس وقت یہ پرچہ نہیں تھا، ہم نے ایک صاحب کو مامور کیا کہ ان کے ساتھ لگے رہنا، یہ جہاں بھی جائیں ان کے ساتھ جانا، جب تک کہ وہ پرچہ نہ دیں۔ چناں چہ اس میں مولانا عبیداللہ پائلی کی تاریخِ وفات اور انتقال کی پوری تفصیل مل گئی (۲۳)۔

اسی طرح افسر الاطباء حکیم عبدالعلی صاحب (۲۴) کے سنۂ وفات کی بھی ضرورت تھی۔ یہ لکھنؤ کے بہت بڑے طبیب تھے، بہت تلاش کیا نہیں ملی، اچانک خیال آیا کہ والد صاحب نے لکھا ہے: کہ جس دن میڈیکل کالج کا افتتاح ہوا، اس کے افتتاحی جلسے میں وائسرائے اور دوسرے انگریز افسران بھی آئے ہوئے تھے، جہاں وہ بھی مدعو تھے، وہاں اعلان کیا گیا تھا کہ آج افسر الاطباء حکیم عبدالعلی صاحب کا انتقال ہوا، طب کا ایک دور ختم ہوا

www.abulhasanalinadwi.org

اور دوسرا دور شروع ہوا (۲۵)، فوراً ہم نے ایک آدمی بھیجا کہ میڈیکل کالج جاؤ، دیکھو وہاں پتھر پر اس کے افتتاح کی کیا تاریخ لکھی ہوئی ہے، اس کو نوٹ کر کے لاؤ، چناں چہ یہ مسئلہ بھی حل ہوگیا۔ اسی طرح ہم نے بعض دوستوں کو مزاروں کے کتبات پڑھ کر معلومات بہم پہنچانے کی تکلیف دی تھی تو والد صاحب نے اس میں کیا محنت کی ہوگی، اس وقت اس کا اندازہ ہوا!۔

یورپ میں جو کام اکادمی کرتی ہے وہ ہمارے یہاں ایک آدمی کرتا ہے

مولانا صبغۃ اللہ بختیاری (۲۶) جو دارالعلوم دیوبند میں ہمارے رفیق درس تھے، وہ فرماتے تھے کہ یورپ میں اکادمی جو کام کرتی ہے وہ ہندوستان میں ایک آدمی کرتا ہے، اکادمی اور آدمی (یعنی اس کی صوتی یکسانیت واضح کرنا چاہتے تھے) میں کہتا ہوں کہ اکادمی بھی نہیں کرپاتی، ایک ایک کام میں دسیوں سال لگاتی ہے، مگر کوئی موقر علمی کام سامنے نہیں آتا، جب کہ حکومتیں اتنا خرچ کرتی ہیں، اس کے لیے اتنے خارجی معاونین و مددگار متعین ہوتے ہیں، والد صاحب کا کوئی مددگار بھی نہیں تھا، خود ہی کتابیں فراہم کرنا، خود ہی لکھنا، خود ہی صاف کرنا، مطب کے مستقل مشاغل، لکھتے ہوئے بھی کوئی آئے تو اس کو دیکھنا، پھر ندوے کی نظامت کے فرائض الگ۔

اخلاص کبھی ضائع نہیں جاتا

پھر خاص طور پر طلبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم بھی ان سب چیزوں سے عبرت لو، اخلاص سے دین کے کاموں میں لگے رہے، معاش کا کفیل اللہ ہے۔ اخلاص ضائع نہیں جاتا، اخلاص کی کشتی ڈوبتے ڈوبتے ساحل پر آلگتی ہے، اور نام و نمود، ریا و شہرت کی کشتی ساحل پر پہنچ کر بھی ڈوب جاتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حواشی مجلس (۱۱)

(۱) محمد صادق مجددی: کابل کے مجددی خاندان کے گل سرسبد اور نورالمشائخ مشہور بہ ملا شور بازار کے چھوٹے بھائی، افغانستان کے انقلاب میں ان کا بڑا ہاتھ تھا، وہ ہر سال بیت المقدس میں اعتکاف کرتے تھے، عرصے تک بہ یک وقت کئی عرب ملکوں کے سفیر رہے، اس عہدے سے سبکدوش ہونے کے بعد مدینہ طیبہ میں خانہ نشین ہوگئے تھے، وہ رابطہ عالم اسلامی کی مجلس تاسیسی کے رکن تھے، وفات: ۱۹۷۶ء، مدینہ منورہ، تدفین: جنۃ البقیع (شرق اوسط کی ڈائری، ص: ۳۹۸)

(۲) اس پر حضرت نے کہا: ایسی بہت سی چیزیں ہوتی ہیں، نام لیں گے تو ان کے منہ میں پانی آئے گا (طلبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)

(۳) قرآن کی آیت: فمن اضطر غیر باغ و لاعاد فلا إثم علیہ (سورۂ بقرہ: ۱۷۳) کی طرف اشارہ ہے یعنی مردہ اور دوسری حرام کردہ چیزیں جائز تو نہیں ہیں، مگر ہاں جو اتنا مجبور ہو جائے کہ جان کے لالے پڑے ہوں، تو اس کے لیے جائز ہے دو شرطوں کے ساتھ: ایک یہ کہ اس کی خواہش اور رغبت نہ ہو اس چیز کے کھانے کی، دوسرے یہ کہ حد سے تجاوز نہ کرے، سد رمق تک کھائے، یعنی اتنی مقدار جس سے جان بچ جائے، تفصیل تفسیروں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

(۴) ایڈی کانگ (Aid-De-Camp) حاکم یا افسر اعلیٰ کے تحت حکم بردار افسر، یا اس کا مصاحب۔

(۵) خواجہ نقشبند یعنی حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند (محمد بن محمد بخاری حسینی) سرخیل صوفیہ، سلسلۂ نقشبندیہ کے بانی اور کبار اولیاء میں سے تھے۔ مولد و مدفن قصر عارفان ہے جو بخارا سے ایک فرسنگ پر ہے۔ آپ سے ایک خلق نے روحانی فیض اٹھایا، وفات: ۷۹۱ بعمر ۷۳ سال۔ نقشبند کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا اور ان کے والدین کا پیشہ کمخواب بافی اور نقش ونگاری کا تھا۔ (حالات کے لیے ملاحظہ ہو: نفحات الانس از مولانا جامی ص ۳۴۵ تا ۳۴۹ (نول کشور ۱۹۱۵ء لکھنؤ) ورشحات از ملا علی بن حسین الکاشفی، ص: ۵۳-۵۷ (نول کشور کانپور، ۱۹۱۲ء) وخزینۃ الاصفیاء از غلام سرور لاہوری، ص ۵۲۴-۵۲۶)

(۶) خواجہ عبید اللہ احرار، خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار سلسلۂ نقشبندیہ کے مشائخ کبار میں سے تھے، بچپن ہی سے عجیب وغریب حالات کا ظہور رہا۔ مولانا جامی کے معاصر تھے، مگر اس کے باوجود جامی نے نہایت شاندار القاب اور بڑے بلند کلمات سے آپ کا ذکر کیا ہے، وفات: ۸۹۵ھ بعمر ۸۹ سال، مدفن: سمرقند (نفحات الانس ص ۳۶۴-۳۷۰، رشحات، ص: ۲۲۰-۳۲۱، خزینۃ الاصفیاء، ص: ۵۵۳-۵۵۶، نیز دیکھیے عبید اللہ احرار، از مولانا محمد تقی انور علوی کاکوروی (تکیہ کاظمیہ کاکوروی، لکھنؤ)

(۷) حضرت خواجہ باقی باللہ (رضی الدین محمد ابو المؤید عبد الباقی بن عبد السلام بدخشی کابلی ثم دہلوی المشہور

بہ باقی باللہ) حضرت مجدد الف ثانی کے پیر طریقت، ولایت وروحانیت کے بڑے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، پیدائش اور ابتدائی تعلیم کابل میں حاصل کرنے کے بعد ماوراء النہر کے علاقے کا سفر کیا، اور وہاں کے مشائخ سے روحانی استفادہ کیا، پھر ہندوستان وارد ہوئے اور لاہور میں ایک سال ٹھہر کر دہلی تشریف لائے اور مستقل قیام اختیار کیا اور افادۂ خلق میں مشغول ہوگئے۔ آپ ہی کے ذریعے سلسلۂ نقشبندیہ کو ہندوستان میں فروغ حاصل ہوا، وفات: ۱۰۱۲ھ بعمر ۴۰ سال (خزینۃ الاصفیاء (ص ۵۷۳) حدائق الحنفیہ (ص ۳۹۸-۳۹۹) تذکرہ علماے ہند (ص ۲۴۳) نزہۃ الخواطر (۵/۲۱۴-۲۱۸، مگر اس میں سنہ وفات: ۱۰۱۴ھ لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے) نیز دیکھیے رود کوثر (ص ۱۹۰-۲۱۱)، حضرت مجدد الف ثانی از مولانا سید زوار حسین (ص: ۱۳۲-۱۳۸) مفصل حالات کے لیے دیکھیے حیات باقیہ از مولانا حافظ محمد رحیم بخش دہلوی (افضل المطابع دہلی ۱۳۳۲) خواجہ باقی باللہ از مولانا نسیم احمد فریدی (مکتبہ الفرقان لکھنؤ)

(۸) یہ مولانا عبدالرحمٰن جامی کا شعر ہے، انھوں نے اپنی مشہور انام کتاب "یوسف وزلیخا" میں حمد ونعت کے اشعار کے بعد حضرت خواجہ عبیداللہ احرار کی منقبت میں چند اشعار کہے ہیں جس کا یہ شعر بہت مشہور ہوا، مگر اس میں لباس شاہی کے بجائے قبائے شاہی ہے۔ (ملاحظہ ہو یوسف وزلیخا ص: ۱۸، مطبع مصطفائی ۱۳۱۶ھ)

(۹) مولانا سید مرتضیٰ حسینی، پچاس سال ندوے کی خدمت کی جن میں بیشتر زمانہ ندوے کے کتب خانے کے ناظم رہے۔ حضرت سید احمد شہید کے خلیفہ اور ان سے متعلق مشہور کتاب منظورۃ السعداء فی احوال الغزاۃ والشہداء کے مصنف مولانا سید جعفر علی کے خانوادے سے ان کا نسبی تعلق تھا، اس وجہ سے مولانا مرتضیٰ صاحب اور ان کے پورے خاندان کو حضرت مولانا اور ان کے پورے خاندان سے گہرا تعلق رہا، ندوۃ العلماء کے کتب خانے کو گویا مالا مال کیا، اس کے علاوہ وہ بڑے انتظامی صلاحیت کے مالک تھے، وفات: ۴/ نومبر ۱۹۹۵ء، لکھنؤ (پرانے چراغ حصہ سوم، ص: ۳۶۷-۳۷۵ (جدید ایڈیشن) علماے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی تصنیفی خدمات ۵/ ۱۰۸-۱۱۳)

(۱۰) محمد بھائی: اصل نام غلام محمد، مالک بمبئی اندھرا ٹرانسپورٹ، ان چند لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے ہمارے حضرت کی بہت خدمت کی اور بہت آرام پہنچایا، حضرت جب کبھی بمبئی جاتے انھی کے یہاں قیام فرماتے تھے۔

(۱۱) صوفی عبدالرحمٰن: بمبئی کے مشہور بزرگ تھے، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ سے خلافت حاصل تھی، ہمارے حضرت سے بہت ربط وتعلق تھا، کئی لڑکے ندوی فاضل ہیں، وفات: ۲۱/ جولائی ۲۰۰۴ء، بمبئی۔

(۱۲) جمال میاں (مولانا جمال الدین عبدالوہاب فرنگی محلی): حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے صاحبزادے ہیں۔ ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئے، فرنگی محل میں اپنے خاندان کے بزرگوں: مولانا عنایت اللہ،

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا صبغۃ اللہ، مفتی عبدالقادر وغیرہ سے درسیات کی تکمیل کی، پھر لکھنؤ یونی ورسٹی سے فاضل ادب کیا، ۱۹۳۰ء کے آس پاس جب وہ بالکل نوعمر تھے مسلم لیگ سے وابستہ ہوئے اور اس وقت سے آزادی تک اس کے پلیٹ فارم سے بڑے گرم اور پُر جوش خطیب رہے، ایک زمانے میں اصفہانی چائے کے بڑے تاجر رہے، تقسیم کے بعد مشرقی پاکستان ہجرت کی، اور سقوط ڈھاکہ کے بعد کراچی منتقل ہوئے۔ ہزاروں اشعار زبان زد ہیں، انگریزی سے بھی واقف ہیں، ابھی حیات ہیں، صاحبِ فراش ہیں۔ (بشکریہ برادر محترم مولانا ابوالحسن نظام الدین فرنگی محلی ندوی)

(۱۳) جاد المولیٰ (محمد احمد جاد المولیٰ) مصری عالم وادیب، اکسفورڈ میں عربی زبان کے استاد، مصری وزارت تعلیم میں عربی زبان کے چیف انسپکٹر، المجمع اللغوی کے سپروائزر، نیز جامع ازہر میں اخلاقیات کے مدرس رہے، وفات: ۱۹۴۴ء (الأعلام (۲۳/۶) معجم المؤلفین (۵۵/۳-۵۶)

(۱۴) اخلاقیات پر ان کی دو کتابیں ہیں: الأخلاق والفضائل الإسلامیة اور الخلق الکامل (۴ حصے) ان میں سے کوئی کتاب ہوگی۔

(۱۵) ملاحظہ ہو کاروانِ زندگی حصہ اول ص ۲۵۹

(۱۶) ڈاکٹر عبدالمعید خان: حیدرآباد کے ایک معزز خاندان علوی سادات سے ان کا تعلق تھا، ان کے والد مولانا عبدالغفور خان نامی اپنے عہد کے بڑے فاضل اور معروف شاعر تھے، اور ان کے اجداد حیدرآباد میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہ چکے ہیں، ڈاکٹر عبدالمعید خان بہت اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بہت بڑے فاضل تھے، دارالعلوم حیدرآباد میں ابتدائی تعلیم حاصل کر کے جامعہ عثمانیہ سے انٹرمیڈیٹ اور عربی ادب میں ایم-اے کیا، وکالت اور قانون کی بھی کچھ تعلیم حاصل کی، پھر حکومت حیدرآباد کی اسکالرشپ پر مصر جا کر جامعۃ القاہرہ سے مشہور ادیب ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی نگرانی میں الأساطیر العربیة قبل الإسلام پر ڈی لٹ کی ڈگری حاصل کی، (ان کا یہ رسالہ ۱۹۳۷ء میں احمد امین کے مشہور ادارے لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر قاہرہ سے شائع ہوا) پھر کیمبرج جا کر پی-ایچ-ڈی کی، وہ عربی کے بڑے فاضل اور اعلیٰ تحقیقی ذوق کے حامل تھے، جامعہ عثمانیہ میں صدر شعبۂ عربی کے ساتھ ملک بھر کے متعدد علمی اور تحقیقی اداروں کی رکنیت سے سرفراز رہے، ۱۹۶۹ء میں کیمبرج یونی ورسٹی نے ایک سال کے لیے ویزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے مدعو کیا، بعض اعذار کی بنا پر انھوں نے اس سے معذرت کی، اور اس کے بجائے ۱۹۷۰ء میں اٹاوا یونی ورسٹی امریکہ میں وزیٹنگ پروفیسری قبول کی، مگر بیماری کی وجہ سے دس مہینے کے اندر ان کو واپس آنا پڑا، ان کا سب سے بڑا کارنامہ دائرۃ المعارف العثمانیہ کے ڈائرکٹر (۱۹۶۱-۱۹۷۰ء) کی حیثیت سے ان کی خدمات ہیں، انھوں نے اپنے عہد میں دائرے کو نادر کتابوں کی فراہمی اور اہم کتابوں کی تحقیق واشاعت کی حیثیت سے ترقی کی چوٹی پر پہنچایا، اور خود بھی بعض کتابوں کو ایڈیٹ کیا، اور متعدد فاضلانہ

www.abulhasanalinadwi.org

مقالات لکھے، وہ تقریباً ۳۴ سال تک علمی دنیا کی مشہور میگزین ''اسلامک کلچر'' کے ایڈیٹر رہے، صدر جمہوریہ ہند نے ۱۹۶۷ء میں تاحیات وظیفے کے ساتھ Hounor in Arabic کا سرٹیفکٹ عطا کیا، اسی کے ساتھ وہ بڑے دین دار، خوش اخلاق اور سلسلۂ قادریہ میں بیعت بھی تھے، وفات: ستمبر ۱۹۷۳ء، حیدرآباد۔(علماء العربية ومساهماتهم في العهد الآصف جاهي ص: ۳۱۰-۳۲۰)

(۱۷) حضرت شیخ الحدیث (مولانا محمد زکریا کاندھلوی): اپنے عہد کے نہایت مشہور عالم، محدث اور شیخ طریقت، مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث، شیخ الحدیث کے لقب سے ایسی شہرت پائی کہ یہ لقب ان کے لیے بمنزلۂ علم بن گیا، بیسیوں چھوٹی بڑی مفید کتابیں لکھیں، بالخصوص ان کی کتب فضائل نے ایک عالم کو فائدہ پہنچایا، وفات: ۲۴/ مئی ۱۹۸۲ء، مدینہ منورہ (سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب از مولانا علی میاں، اس کے علاوہ تقریباً بیس کتابیں حضرت شیخ پر لکھی جا چکی ہیں)

(۱۸) مولوی عبدالرحمٰن جموی: صوبہ جموں کے پونچھ علاقے کے رہنے والے تھے، ممبر پارلیمنٹ بھی تھے، مسلکاً اہل حدیث تھے، زندگی کے آخری ایام تک شہر جموں میں مسجد اہل حدیث کے امام وخطیب رہے، مگر ملی اتحاد کے زبردست حامی تھے، مولانا آزاد کی فکر سے متاثر، اور ان کے قریبی دوستوں میں تھے، اور حضرت مولانا علی میاں کے بڑے قدرداں تھے۔ مولانا بڑے صاحب علم، وسیع المعلومات اور جید عالم تھے، قوتِ حافظہ غیر معمولی تھا، وفات: ۲۱/ نومبر ۱۹۹۰ء (بشکریہ جناب عبدالرحمٰن کوندو صاحب)

(۱۹) مولانا عبیداللہ پائلی، ہندو خاندان میں پیدا ہوئے، ۱۲۶۴ھ (مطابق ۱۹۴۸ء) میں مالیر کوٹلہ میں اسلام قبول کیا اور نہایت قوت وصلابت کے ساتھ اس پر جمے رہے، سنت نبوی پر عمل کے انتہائی حریص تھے، ہندو مذہب کی حقیقت پر ''تحفۃ الہند'' کے نام سے ایک نہایت مفید اور موثر کتاب لکھی، جس کو پڑھ کر بہت سے لوگوں کے لیے قبولِ اسلام کی راہ کھلی، وفات: ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۳ء) (نزہۃ الخواطر ۸/ ۳۲۲-۳۲۳)

(۲۰) تحفۃ الہند: یہ کتاب بہت پہلے ہندوستان میں چھپی تھی، پھر اس پر جیسا کہ سنا ہے پابندی لگی، اب پاکستان سے خوبصورت شائع ہوئی ہے۔

(۲۱) مولانا عبیداللہ سندھی: انقلابی شخصیت کے مالک، مشہور مجاہد آزادی، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے دست راست اور معتمد خاص، جید عالم ومفسر اور ماہر متکلم تھے، سیالکوٹ کے ایک سکھ خاندان میں پیدا ہوئے، پندرہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، ابتدائی تعلیم کے بعد دارالعلوم دیوبند میں علوم کی تکمیل کی۔ وفات: ۲۳/ اگست ۱۹۴۴ء، دین پور (ضلع بھاولپور، پاکستان)۔ (نزہۃ الخواطر ۸/ ۳۲۳-۳۲۸، علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے، ج ۱/ ص ۲۲۱-۲۳۶، مولانا عبیداللہ سندھی، حالات زندگی تعلیمات اور سیاسی افکار از پروفیسر محمد سرور، مولانا سندھی کی سرگزشت کابل از مولانا عبداللہ لغاری مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، الولی خصوصی شمارہ بیاد امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

(اکتوبر-نومبر ۱۹۹۰ء)

(۲۲) شحنۂ ہند: ۲۰/ جنوری ۱۹۸۳ء کو میرٹھ سے نکلنا شروع ہوا، احمد حسین شوکت اس کے ایڈیٹر تھے، ۱۸۹۸ء تک نکلتا رہا، یہ ہفت روزہ تھا، بڑی شان کا اخبار تھا، سیاست دانوں اور شعراء سے شوکت صاحب کے وسیع تعلقات تھے۔ (امداد صابری نے تاریخ صحافت جلد سوم، ص: ۲۵۵-۲۹۲ میں اس کا مفصل تذکرہ کیا ہے)

(۲۳) گویا اللہ نے انھیں اسی کے لیے کشمیر سے بھیجا تھا۔

(۲۴) افسر الاطباء حکیم عبد العلی: لکھنؤ کے نامی گرامی طبیب تھے، جن کے طب کا ایک عالم میں شہرہ تھا، نواب رامپور اور نواب واجد علی شاہ اور نواب شاہ جہاں بیگم ملکۂ بھوپال کے معالج خاص رہ چکے تھے، ایک ایک وقت میں پانچ سو زیادہ مریضوں کا مجمع رہتا تھا۔ حافظ قرآن تھے اور علمائے فرنگی محل مولانا عبد الحی فرنگی محلی، مولانا محمد نعیم فرنگی محلی اور مولانا فضل اللہ فرنگی محلی سے درسیات کی تکمیل کی تھی۔ وفات: ۱۳۲۳ء مطابق ۱۹۰۵ء، لکھنؤ، (مفصل حالات کے لیے تذکرہ خاندانِ عزیزی، ص: ۹۹-۱۰۷)

(۲۵) مولانا عبد الحی حسنی کے الفاظ ہیں: ظننت أن الطب اليوناني قد مات بوفاته حتى قام مقامه الطب الغربي (نزہۃ الخواطر، ج ۸/ص ۲۷۹) یعنی ان کی وفات سے طب یونانی کا خاتمہ ہوا اور مغرب کی ڈاکٹری نے اس کی جگہ لی۔

(۲۶) مولانا سید صبغۃ اللہ حسینی بختیاری: جنوبی ہند کے مشہور عالم، رائے چوٹی ضلع کڈپہ اندھرا پردیش کے علمی و دینی گھرانے سے تعلق تھا، قرآنیات خاص موضوع تھا، رائے چوٹی اور آس پاس پوری قوت کے ساتھ، دعوت اور خاص طور پر تزکیہ واحسان کی طرف دعوت کا کام کیا، جامعہ دار السلام عمر آباد اور باقیات صالحات ویلور میں سالہا سال تفسیر وحدیث کا درس دیا، وفات: ۱۱/ مئی ۱۹۹۳ء (ان کے پوتے مولانا سید کمال اللہ بختیاری ندوی نے ان کے "قرآنی مقالات" کو اسی نام سے جمع کیا ہے، اس کے شروع میں مولانا بختیاری کا مفصل تعارف کرایا ہے۔ ص ۲۴-۴۴)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۲)

۲۷/۲/۱۴۱۷ھ مطابق ۱۴/۷/۱۹۹۶ء

حضرت کی ظرافت

ابھی دستر خوان بڑھایا ہی جار ہا تھا اور حضرت مولانا مدظلہ ہاتھ دھورہے تھے، دانت بھی صاف کرنے کے لیے نکال لیے تھے کہ طلبہ پہنچ گئے اور قریب سے قریب جگہ حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگے، مولانا نذر الحفیظ صاحب اور مولانا عتیق صاحب آئے تو ان سے کہا: ہم دانت نکال کر دھورہے تھے اور یہ طلبہ دیکھ رہے تھے، ہم نے کہا:

قد أحوجت فمي إلى أسنان

ایک عرب شاعر (۱) نے جو بہت بوڑھا ہوگیا تھا اور صاف سنائی نہیں دیتا تھا، بہت پہلے کہا تھا:

إن الثــمــانيــن وبُـلِّـغْتَهـا   قد أحوجت سمعي إلى ترجمان (۲)

ہم نے اس کو بدل کر اس طرح کہا:

إن الثــمــانيــن وبُـلِّـغْتَهـا   قد أحوجت فمي (۳) إلى أسنان

۱۷/ جولائی یعنی ۳۰/صفر یا یکم ربیع الاول کو ندوۃ العلماء کی مجلس شوریٰ کی سالانہ میٹنگ ہونے والی تھی، اس کے لیے مہمانوں (اراکین) کی آمد کا سلسلہ دو چار دنوں سے شروع ہوگیا تھا، انھی میں بنگلور کے مشہور روزنامہ سالار کے چیف ایڈیٹر جناب مقصود علی خان صاحب (۴) بھی آئے ہوئے تھے، انھوں نے حضرت مولانا سے عرض کیا کہ حضرت! طلبہ نے ہم سے کہا ہے کہ کل ہم ہندوستانی صحافت کے موضوع پر ان سے کچھ خطاب کریں، حضرت فرمائیں کہ صحافت کا کیا مقصد ہو؟ تاکہ ہم اسی کی روشنی میں طلبہ سے بات کریں۔

صحافت کا مقصد: اس کی اثر انگیزی اور ذہن سازی

حضرت نے فرمایا: صحافت کا مقصد ذہن تیار کرنا اور صحیح معلومات فراہم کرنا اور

www.abulhasanalinadwi.org

ان سے صحیح نتائج اخذ کرنا ہے، صحافت ذہن سازی کا کارخانہ ہے، صحافت بالکل پاک ہو، بے داغ اور بے غبار ہو، کوئی سیاسی یا معاشی فائدہ پیش نظر نہ ہو، دوسری چیزوں سے دماغ خراب کیا جاتا ہے، لیکن صحافت سے دماغ کے ساتھ مزاج بھی خراب کیا جاتا ہے، اس سے سوچنے اور غور کرنے کی کیفیت ہی بدل جاتی ہے۔

مقصود علی خان صاحب استفساری انداز میں کہہ رہے تھے کہ صحافیوں کا ایسا اثر ہوتا ہے وہ جس طرح چاہے چیزوں کو پیش کر سکتے ہیں، یہ اصل وقائع نگاری ہے جس کی روشنی میں مستقبل کا مورخ تاریخ لکھتا ہے، وہ بات کر ہی رہے تھے کہ مولانا نذرالحفیظ صاحب نے حضرت کو یاددلایا کہ ایک پریس کانفرنس میں آپ نے صحافیوں اور اخبار والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فارسی کا مصرع ترمیم کے ساتھ پڑھا تھا۔ ع

زیرِ قلمت ہزار جان ست

حضرت نے فرمایا: اچھا یاد دلایا، ان کے سوال کا جواب بھی ہوگیا۔ پھر فرمایا: شاعر نے اپنی محبوبہ کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ ع

زیرِ قدمت ہزار جان ست

ہم نے اسی میں کچھ ترمیم کی اور اس کو رپورٹروں اور اخبار والوں کے سامنے اس طرح پیش کیا: (۵)

زیرِ قلمت ہزار جان ست

بات بالکل یہی ہے، پورا معاشرہ اور اس کا نظام صحافیوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے، وہ جسے چاہیں اٹھادیں اور جس کو چاہیں گرادیں۔

مولانا ظفر علی خان کی صحافت، ان کی نظمیں اور حضرت پر ان کا اثر

جناب مقصود صاحب نے کہا: آج کوئی اخبار الہلال، البلاغ اور زمیندار کے معیار کا نہیں، فرمایا: جی ہاں اور ہمدرد بھی (٦)۔ زمیندار مولانا ظفر علی خان نکالتے تھے، تقریباً ہر پرچے میں ان کی چبھتی ہوئی دلچسپ نظمیں ہوتی تھیں جس میں انگریزی حکومت پر

تنقید ہوتی تھی، مہر صاحب (۷) اس کا اداریہ لکھتے اور سالک صاحب (۸) مزاحیہ۔

مولانا ظفر علی خان بڑے قابل، بڑے ہی ذہین شخص تھے، میں زندگی میں سب سے پہلے جس شخصیت سے متاثر ہوا ہوں، وہ ظفر علی خان تھے۔ بچپن میں مولوی اسمٰعیل میرٹھی (۹) کا تیار کیا ہوا اردو کا نصاب پڑھا، اسی سلسلے کی ان کی ایک کتاب ''سفینۂ اردو'' ہے، اس میں مولانا ظفر علی خان کی نظم راجہ دسترتھ کی کہانی ہے جو خوب مزے لے لے کر پڑھی، اس کا مطلع یہ تھا: ع

ابر تھا چھایا ہوا اور فصل تھی برسات کی
تھی زمیں پہنے ہوئے وردی ہری بانات کی

ان کی دوسری نظم جس کا مضمون یہ تھا: ایک یہودی کو میدانِ جنگ میں حضرت علیؓ نے پچھاڑ دیا، اس نے منہ پر تھوک دیا تو حضرت علی اٹھ گئے اور اس کو چھوڑ دیا، پھر نظم کے کچھ اشعار سنائے، جب اس شعر پر پہنچے ع

مقابل چاند تھا تھوکا اسی پر طبیعت کے پرانے اقتضا سے

تو کہا سوچنے کی بات یہ ہے کہ منہ پر تھوکنا جس سے حضرت علیؓ کی توہین معلوم ہوتی ہے اس کو کس طرح ادا کیا ہے! (۱۰)

بڑے اچھے نعت گو شاعر تھے، ہم نے لاہور میں ان کی زیارت کی ہے اور ان کی تقریر بھی سنی ہے، پنجاب میں رہ کر اتنی اچھی اردو لکھتے تھے اور اس میں شاعری کرتے تھے کہ حیرت ہوتی ہے۔ دراصل جب وہ علی گڑھ یونی ورسٹی میں پڑھتے تھے، علامہ شبلی اسی زمانے میں وہاں استاد تھے، ان سے ضرور استفادہ کیا ہوگا (۱۱)۔ اخیر دور میں مہر و سالک زمیندار سے الگ ہو گئے تھے اور انھوں نے اپنا ایک اخبار لاہور ہی سے ''انقلاب'' کے نام سے نکالا تھا، اس کے بعد مولانا ظفر علی خان نے زمیندار کا سب سے پہلا جو افتتاحیہ لکھا تو اس میں یہ شعر بھی تھا:

مہر و سالک کے انقلاب کو دیکھ انقلابات ہیں زمانے کے

قدیم وجدید صحافت

مقصود صاحب نے پوچھا: انگریزوں نے تعلیم وصحافت کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا، اس کی وجہ حضرت کی نظر میں کیا ہے؟ فرمایا: جی ہاں، انھوں نے تعلیم وصحافت کو اپنے ہاتھ میں لیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ تعلیم سے بنیاد ہی سے بچوں کی ذہن سازی کی جاتی ہے، اور صحافت سے بھی عام لوگوں کی بہ نسبت یہی کام لیا جاتا ہے، اس دور میں یہ تمام چیزیں ان کے ہاتھ میں تھیں، مگر اس وقت کی صحافت اس سے زیادہ خطرناک ہے۔ انگریزوں میں یہ بات تھی کہ وہ اپنے لوگوں کو حقائق سے بھی آگاہ کرنا اور صحیح معلومات پہنچانا چاہتے تھے، اب اس کا نام ونشان تک نہیں۔

مولانا ظفر علی خان اور مولانا محمد علی جوہر

مولانا عتیق احمد صاحب بستوی نے کہا: یہ لوگ مولانا ظفر علی، مولانا محمد علی وغیرہ انگریزی پڑھ کر بھی مولانا ہوگئے؟ فرمایا: ہاں، اس میں کوئی شک نہیں کہ انھوں نے خالص انگریزی تعلیم پائی تھی، مولانا ظفر علی خان نے علی گڑھ سے ایم-اے کیا اور مولانا محمد علی نے علی گڑھ کے بعد آکسفورڈ میں بھی تعلیم پائی، مگر کس طرح نکلے، ان کی دینی حس کتنی بیدار تھی، مولانا محمد علی کی قبر بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ کے پاس ہے، لندن میں وفات ہوئی اور قبر بیت المقدس میں، ان کی قبر پر کسی نے (۱۲) انھی کا یہ شعر لکھ کر آویزاں کیا ہے:

جیتے جی تو کچھ نہ دکھلائی بہار　　　مر کے جوہر آپ کے جوہر کھلے

جو بالکل حقیقتِ حال ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حواشی مجلس (۱۲)

(۱) یہ شعر ابوالمنہال عوف بن محلم الخزاعی الشیبانی کا ہے۔ ۲۲۰ھ کے آس پاس اس کا انتقال ہوا۔ (اس کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو، فوات الوفیات، ۲/ ۱۱۹، الاعلام ۵/ ۲۷۸)

(۲) شاعر کہتا ہے: میں اسّی سال کا ہو چکا ہوں (خدا تمھیں بھی اس عمر تک پہنچائے) میری سماعت میں کچھ فرق آ گیا ہے، اب مجھے ترجمان کی ضرورت ہے۔ حضرت نے معنی خیز تبدیلی کی کہ اب میرے منہ کو مصنوعی دانتوں کی ضرورت ہے۔

(۳) فم مذکر ہے، فعل مذکر ہونا چاہیے، حضرت نے کوئی شاعری نہیں کی تھی، بلکہ مزاحاً شعر میں اس طرح تبدیلی فرمائی تھی۔ غالباً قد احوجّ پڑھیں تو تبدیلی بھی ہو اور شعر کے وزن سے قریب تر بھی ہو۔

(۴) جناب میر مقصود علی خاں، روزنامہ سالار (بنگلور) کے چیف ایڈیٹر، نیک طینت اور اسلامی مزاج کے حامل صحافی تھے، بنگلور کے متعدد رفاہی وملی اداروں کے ذمہ دار، حضرت تھانویؒ کے بڑے عقیدت مند تھے، تبلیغی جماعات کے اجتماعات کی دینی ودعوتی اہمیت کے ساتھ سماجی اہمیت کے بہت قائل تھے، ایم پی بھی رہ چکے ہیں، ندوۃ العلماء کے رکن شوریٰ تھے، وہ عصر حاضر کے دینی واجتماعی ثقافت کا نمونہ تھے، عثمانیہ یونی ورسٹی میں مولانا عبدالباری ندوی اور مولانا گیلانی سے شرف تلمذ حاصل کیا تھا، وفات: ۳۰/ اگست ۱۹۹۹ء، بنگلور (ذاتی معلومات، نیز دیکھیے کاروان زندگی حصہ ہفتم ۳۲۸-۳۲۹)

(۵) ۲۰/ نومبر ۱۹۷۳ء کو ندوۃ العلماء لکھنؤ میں آل انڈیا اردو ایڈیٹر کانفرنس ہوئی تھی، اس میں حضرت نے ایڈیٹروں کے سامنے غزلیہ مصرعے میں نہایت معنی خیز تبدیلی کر کے پیش کیا تھا، دیکھیے پرانے چراغ دوم، ص: ۴۲۲-۴۲۳ ضمن تذکرہ مولانا اسحاق جلیس ندوی (کاروانِ زندگی میں اس واقعے کا ذکر آنے سے رہ گیا ہے)

(۶) الہلال اور البلاغ مولانا آزاد کے اخبار تھے، الہلال کا پہلا شمارہ ۱۳/ جولائی ۱۹۱۲ء کو نکلا تھا، جب انگریز حکومت نے اس پر پابندی لگائی تو مولانا نے البلاغ کے نام سے اس کو جاری کیا۔ زمیندار مولانا ظفر علی خان کا اخبار تھا، یہ پہلے ہفتہ وار تھا، ان کے والد مولوی سراج الدین احمد نے لاہور سے جنوری ۱۹۰۳ء میں اس کو نکالا تھا، اور دسمبر ۱۹۰۹ء میں اپنی وفات تک اس کو نکالتے رہے، مولانا ظفر علی خان کے پُر جوش انداز بیان اور ان کی دلچسپ نظموں نے اس کو اتنا موثر اور مقبول بنا دیا کہ آخر انھیں اس کو روزانہ نکالنا پڑا، چناں چہ ۱۵/ اکتوبر ۱۹۱۱ء سے وہ روزنامے کی شکل میں شائع ہونے لگا، ہمدرد مولانا محمد علی جوہر نکالتے تھے، ان سب اخباروں نے ایک آگ لگا دی تھی اور پورے ہندوستان کی فضا میں ایک ابال پیدا کر دیا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

(۷) مہر: مولانا غلام رسول مہر، صاحبِ نظر مورخ اور سوانح نگار، بلند پایہ ادیب وانشا پرداز، نامور مصنف ومحقق اور کہنہ مشق صحافی تھے، نیز غالب واقبال کے رمز آشنا اور شارح اور مولانا آزاد کے معتمد علیہ تھے، وفات: ۱۶/نومبر ۱۹۷۱ء، لاہور (پرانے چراغ دوم، (ص ۱۹۱-۲۰۲) رجالِ اقبال (ص ۴۷۳-۴۷۶) وفیاتِ ناموران پاکستان (ص ۵۸۹-۵۹۰)

(۸) سالک یعنی عبدالمجید سالک، نامور صحافی، اردو شاعر وادیب، مزاحیہ نگار، افسانہ نویس، خاکہ نگار، ادارۂ زمیندار سے منسلک تھے، پھر مہر کے ساتھ مل کر انقلاب نکالا، تحریک آزادی سے وابستہ تھے۔ وفات: ۲۷/ستمبر ۱۹۵۹ء، لاہور (نقوش آپ بیتی نمبر، جلد اول، ص: ۷۰۳-۷۱۴، نقوش شخصیات نمبر، ص: ۶۲۵-۶۳۰، جدید شعرائے اردو (ص ۶۱۷-۶۲۶) معاصرین اقبال کی نظر میں (ص ۴۹۵-۵۰۴) عظمت رفتہ (ص ۲۵۰-۲۵۳)، سوعہد ساز شخصیات، ص: ۳۲۷-۳۲۹، یادرفتگاں (ماہرالقادری، جلد اول ص ۲۵۸-۲۶۰)

(۹) مولوی اسماعیل میرٹھی: مشہور ومقبول ادیب وشاعر اور اردو کی درسی کتابوں کے مصنف، وفات: یکم نومبر ۱۹۱۷ء) (یادرفتگاں از مولانا سید سلیمان ندوی، ص: ۳۷، گل رعنا، ص: ۴۸۰-۴۸۷، تلامذۂ غالب، ص: ۳۳-۴۰، از مالک رام (مرکز تصنیف وتالیف، نکودر، پنجاب) تفصیل کے لیے دیکھیے حیات اسماعیل (اسماعیل میرٹھی حیات وخدمات) از ڈاکٹر سیفی پریمی (مقالہ برائے پی-ایچ-ڈی، دلی یونی ورسٹی ۱۹۶۹ء) مکتبۂ جامعہ، ۱۹۷۶ء- نیز مولانا اسماعیل میرٹھی کے صاحبزادے مولانا محمد اسلم میرٹھی نے بھی حیات اسماعیل کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ (مطبوعۂ دہلی، ۱۹۳۹ء) اسی سے منتخب کرکے مالک رام نے ان کے حالات نقل کیے ہیں۔

(۱۰) ظفر علی خان کی نظموں سے تاثر کی مزید کیفیت پرانے چراغ کے اپنی ہمشیرہ پر لکھے ہوئے مضمون سے معلوم ہوتی ہے۔ حصہ دوم، ص: ۳۴۳-۳۴۴

(۱۱) ان سے صرف استفادہ ہی نہیں کیا تھا بلکہ ان کے تربیت یافتہ بھی تھے، جیسا کہ ان کے سوانح نگار نے لکھا ہے۔

(۱۲) پرانے چراغ حصہ دوم میں مولانا محمد علی کے تذکرے میں لکھا ہے کہ یہ شعر ہمارے ہندوستانی بزرگ دوست فاروقی صاحب مقیم قاہرہ نے آویزاں کیا ہے (ص: ۱۹)

مجلس (۱۳)

۲۹/۲/۱۴۱۷ھ مطابق ۱۶/۷/۱۹۹۶ء

آج مجلس میں قاری محمد قاسم صاحب خطیب جامع مسجد پیریمیٹ مدراس (چنائی) جو اصلاً بھوپال کے باشندے ہیں، مجلس میں موجود تھے، ندوۃ العلماء کی مجلس شوریٰ کی میٹنگ میں شرکت کے لیے آئے ہوئے تھے۔ وہ اپنے مخصوص لہجے سے پہچانے جاتے ہیں، حضرت مولانا ان کی قرأت بہت پسند کرتے ہیں اور جب وہ آتے ہیں تو اکثر ان سے سنانے کی فرمائش کرتے ہیں، اور رمضان میں بعد نمازِ ظہر کیسٹ سے روزان کا ایک پارہ سننے کا معمول ہے۔

شیخ خلیل عرب صاحب کی قرأت کا ذکر

حضرت نے ان سے پوچھا: آپ نے شیخ خلیل عرب (۱) کی زیارت کی ہے؟ انھوں نے نفی میں جواب دیا۔ کہا: آپ تو زیارت کر سکتے تھے، پھر فرمایا: عرب صاحب قرآن بڑے سوز کے ساتھ عجیب انداز میں پڑھتے تھے، ممکن نہیں تھا کہ کوئی ان کی قراءت سنے اور متاثر نہ ہو! وہ ہمارے محلے کی مسجد میں نماز پڑھاتے تھے، بہت کم ایسا ہوتا کہ سورت مکمل کر پاتے ہوں، رقت طاری ہو جاتی اور وہ رکوع میں چلے جاتے، سورۂ فرقان کا آخری رکوع اور سورۂ آل عمران کا آخری رکوع کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔

ہسپتال میں ایسی چیزیں رکھی جائیں، جن سے اللہ یاد آجائے

ایک اور صاحب بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے کہا: حضرت نے جس ہسپتال کا سنگِ بنیاد رکھا تھا وہ تکمیل کو پہنچ رہا ہے، دو تہائی حصہ مکمل ہو چکا ہے، صرف اس کے فاؤنڈیشن میں ایک کروڑ روپیہ صرف ہوا ہے، حضرت مولانا انتہائی استعجاب کے ساتھ ان

کی طرف دیکھتے رہے اور کہا: ایک کروڑ! پھر فرمایا: اس میں ایسی چیزیں بھی رکھیے جن سے اللہ یاد آجائے، جیسے: یاشافی یااللہ، انھوں نے کہا: آپ نے تقریر میں بھی یہ بات ارشاد فرمائی تھی، یہ ہم نے ریکارڈ کر رکھی ہے، وہ محفوظ ہے۔

یمن میں حضرت کا استقبال اور وہاں کی تقریر

ہسپتال کا ذکر آیا تو رخ ڈاکٹر کی طرف پھرا، فرمایا: ہم جب یمن گئے تو ہم نے تقریر میں کہا: ایک ڈاکٹر کسی مریض کے بارے میں کہہ دے کہ اچھا ہے تو اسی کی بات مانی جاتی ہے، مگر اس کی کوئی ضمانت نہیں کہ وہ اچھا رہے گا، دوہی دن میں پھر بیمار ہو سکتا ہے، مگر اللہ کے رسول ﷺ نے آپ لوگوں کے بارے میں کہا کہ ایمان یمن کا ہے، فقہ یمن کی ہے، حکمت یمن کی ہے، یمن والے نرم دل ہیں۔ أتاكم أهل اليمن، أرق أفئدة، وألين قلوباً، الإيمان يمان، والفقه يمان، والحكمة يمانية (۲)۔ جب اللہ کے رسول ﷺ نے یہ بات کہی تو یہ غلط نہیں ہو سکتی، ہمیشہ کے لیے اس کو باقی رہنا ہے، آپ لوگوں کو اس کی کوشش کرنی چاہیے۔ وہاں بچے ہمارے استقبال میں نظم پڑھتے تھے:

نمشي على العيون والمقل

یامرحباً بأبی الحسن　　　یا مرحباً بأبی الحسن

یعنی ہم آنکھیں اور پلکیں بچھاتے ہیں، خوش آمدید ہو۔ ان کو نہیں معلوم تھا کہ ہمارے استاد یہیں کے تھے، پھر ہم نے کہا: ہم تو آپ لوگوں کے شاگرد ہیں، ہمارے استاد شیخ خلیل عرب آپ ہی کے یہاں کے تھے، خالص یمنی۔

قرآن سنتے وقت حضرت کا ادب

پھر کچھ دیر خاموشی کے بعد قاری قاسم صاحب سے کہا: ایک رکوع سنایئے رات میں برکت کے لیے، قاری صاحب نے سورہ فرقان کا آخری رکوع ہی شروع کیا، حضرت

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا بہت خوش ہوئے اور مسکراتے ہوئے داد دی (الفاظ سے نہیں انداز سے) حضرت تکیہ لگائے بیٹھے تھے، جب انھوں نے قرأت شروع کی تو تکیہ چھوڑ کر سیدھے ہوگئے اور دو زانو باادب بیٹھ گئے اور قرأت ختم ہونے تک بالکل اسی طرح بیٹھے رہے۔ جب قرأت ختم ہوئی تو فرمایا: خلیل عرب صاحب کا انداز بھی کچھ اس سے ملتا جلتا تھا۔

شیخ خلیل عرب کو عربی کا ذوق ہی نہیں ذائقہ تھا

پھر فرمایا: اللہ کو ہم سے کچھ کام لینا تھا تو ایسا استاد عطا فرمایا۔ ہندوستان سے لے کر عرب تک ایسا لطیف ذوق رکھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ ہم کہا کرتے ہیں کہ ایک ذوق ہوتا ہے ایک ذائقہ۔ ان کو زبان کا ذائقہ تھا، ذوق اور ذائقہ میں فرق ہے، ذائقہ حسی چیز ہے، جب قرآن کی آیت یا کوئی اچھا شعر پڑھتے تو ایسا لطف لیتے، ارے ظالم! ارے ظالم! کیا غضب کیا ارے ظالم! (۳) اگر کوئی باہر سے سنے تو کہے کہ انھیں کیا ہوگیا ہے، ابھی تو اچھے تھے!!

شیخ محمد عرب اور شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی کا ذکر

ہمارے والد صاحب ادب میں ان کے والد شیخ محمد عرب (۴)، اور حدیث میں ان کے دادا شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی (۵) کے شاگرد تھے، یہ بڑے پایے کے محدث تھے۔ ہمارے استاد مولانا حیدر حسن خان ٹونکی (٦) جو یہاں دار العلوم مہتمم رہ چکے ہیں، وہ ان کے شاگرد تھے، وہ کہتے تھے کہ تقریباً پوری فتح الباری ان کو یاد تھی۔ اور ہم خلیل عرب کے شاگرد، شاگرد کیا، پروردہ اور تربیت یافتہ، شروع سے اخیر تک انھی سے پڑھا۔ فَعَلَ فَعَلَا کی گردان سے لے کر نہج البلاغۃ اور دلائل الإعجاز تک انھی سے پڑھا۔ عربیت میں وہی ہمارے اول سے آخر تک استاد ہیں، بعد میں شیخ تقی الدین الہلالی آئے جو یہاں دار العلوم میں ادب کے بڑے استاد کی حیثیت سے تھے، ہم نے ان سے بھی استفادہ کیا، مگر ہم خلیل عرب صاحب سے پڑھ چکے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ڈاکٹر عبدالعلی اور خلیل عرب کا غیر مسلموں میں دعوت کا جذبہ اور اس کے لیے حضرت کو امبیڈکر کے پاس بھیجنا

فرمایا: عرب صاحب اور بھائی صاحب کو غیر مسلموں میں تبلیغ کا بڑا ذوق اور بڑی فکر تھی، بھائی صاحب نے ہم کو امبیڈکر کے پاس دعوتِ اسلام دینے کے لیے بھیجا تھا، ہم چوبیس پچیس سال کے نوجوان، لوگ بمبئی میں تعجب کرتے تھے کہ یہ اور امبیڈکر سے ملاقات کریں گے! ہم ان کے گھر گئے، معلوم ہوا باہر ہواخوری (walk) کے لیے نکلے ہیں، تھوڑی دیر میں آ گئے۔ ہم انتظار کے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے اور بہت سے بڑے بڑے لوگ بھی انتظار میں تھے، ہم نے کہا: اب ان لوگوں کی موجودگی میں ہم کو کیا پوچھیں گے، نوجوان اور پھر کپڑے بھی زیادہ اعلیٰ نہیں، مگر انھوں نے ہمیں کو بلایا کہ بالا خانے پر آ جائیے، ہم گئے تو دیکھا قرآن رکھا ہوا ہے انگریزی میں ترجمے کے ساتھ، اس میں نشانی رکھی ہوئی تھی گویا اتنا پڑھ چکے ہیں (۷)۔

خلیل عرب صاحب کا جذبۂ تبلیغ و دعوت اور ایثار

عرب صاحب نے جاتے ہوئے کان میں ہم سے کہا تھا: وہ پوچھیں کہ اگر ہم مسلمان ہو جائیں تو ہمارا رشتہ مسلمانوں میں ہو جائے گا؟ (جو اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں ان کو تو اصلاً یہی فکر رہتی ہے) تو کہنا عرب کا ایک انصاری خاندان ہے وہ تیار ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا: دیکھو، ان کو اس قدر فکر تھی تبلیغ کی، یہ معمولی بات نہیں ہے!

امبیڈکر کے اسلام قبول نہ کرنے پر افسوس

قاری قاسم صاحب نے عرض کیا: سنا ہے کہ وہ اسلام سے بہت قریب ہو گئے تھے، اس سے بہت متاثر تھے (۸)، پھر کیوں مسلمان نہیں ہوئے؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: گاندھی جی وغیرہ کی کوشش تھی کہ وہ اسلام قبول نہ کریں، اگر وہ اسلام قبول کریں گے تو بہت سے لوگ

ان کے پیچھے ہو جائیں گے، اگر تبدیلی مذہب کریں تب بھی ہندو مذہب کے قریب ہی کوئی مذہب، مثلاً: بدھ مذہب یا جین مذہب قبول کریں، انھوں نے بدھ مذہب قبول کیا، اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا، اگر اسلام قبول کرتے تو ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ اسلام میں داخل ہوتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں خود ان کو اس پر افسوس ہوا تھا وہ اس سلسلے میں سوچتے تھے۔ بنگلور سے انگریزی میں دلت وائس نکلتا ہے، شیکھر (۹) نام کے کوئی شخص اس کے ایڈیٹر ہیں، ہم سے بھی ان کے تعلقات ہیں، خط وکتابت کرتے ہیں، ان کے اس قسم کے مضامین نکل رہے ہیں کہ امبیڈکر نے جو بدھ مذہب قبول کیا، یہ ان کا اقدام صحیح نہیں تھا۔

حواشی مجلس (۱۳)

(۱) شیخ خلیل عرب صاحب: عربی زبان وادب میں حضرت مولانا کے اصل استاد، عربی زبان کی تدریس اوراس کا ذوق پیدا کرنے میں بے نظیر تھے، لکھنؤ یونی ورسٹی میں عربی ادب کے استاد تھے (۳۶-۱۹۲۲ء) عقائد صحیحہ کے اشاعت اور تبلیغ اسلام کی دھن تھی، تقسیم کے بعد کراچی منتقل ہوئے اور وہیں ۲۶/ اگست ۱۹۶۶ء کو انتقال لکھا۔ (پرانے چراغ اول، ص: ۲۰۷-۲۲۸)

(۲) بخاری کی ایک روایت کے الفاظ ہیں: أتاكم أهل اليمن، هم أرق أفئدة وألين قلوباً، الإيمان يمان والحكمة يمانية ، ح: ۴۳۸۸، اوردوسری روایت کے الفاظ ہیں: أتاكم أهل اليمن، أضعف قلوباً وأرق أفئدة، الفقه يمان والحكمة يمانية (ح: ۴۳۹۰) اور مسلم کی ایک روایت کے الفاظ ہیں: جاء أهل اليمن هم أرق أفئدة، الإيمان يمان والفقه يمان والحكمة يمانية (ح: ۸۲) اور دوسری روایت: أتاكم أهل اليمن، هم أضعف قلوباً وأرق أفئدةً، الفقه يمان، والحكمة يمانية (ح: ۸۴) مسلم کی ایک روایت میں یہی الفاظ ہیں: أرق أفئدة اور ألين قلوباً کی تقدیم وتاخیر کے ساتھ (كتاب الإيمان، باب تفاصيل أهل الإيمان فيه ورجحان أهل اليمن فيه، ح: ۵۲) یہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے۔

(۳) اس موقع پر حضرت مولانا اکثر خلیل عرب صاحب کے حوالے سے بحتری کے یہ اشعار پڑھتے تھے:

بلونا ضرائب من قد نرى　　　فما إن رأينا لفتح ضريبا

هو المرء أبدت له الحادثا　　　ت عزماً وشيكاً، ورأياً صليبا

www.abulhasanalinadwi.org

تـنـقـل فی خُـلـقَي سؤدد   سـمـاحـاً مـرجىً و بأساً مهيبا
فـكـا لسيف إن جئـته صارخاً   و كـالبـحـر إن جئـتـه مستثيبا

(۴) شیخ محمد عرب: مشہور محدث شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی کے فرزند رشید، حدیث وادب میں درک تھا، اپنے والد کے ساتھ یمن سے بھوپال آئے تھے، ندوے میں استاد رہ چکے ہیں۔ وفات: ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۶ء) (نزہۃ الخواطر ۸/ ۴۱۱)

(۵) شیخ حسین بن محسن انصاری الخزرجی الیمانی: یمانی الاصل، علامہ امام شوکانی کے صاحبزادے کے شاگرد، یمن میں کئی سال علمی ودینی خدمات انجام دینے کے بعد بھوپال تشریف لائے اور اسی کو وطن بنالیا، ایک عالم میں ان کے علم حدیث کا شہرہ ہوگیا، ہر جگہ سے لوگوں نے آکر ان سے حدیث پڑھی۔ وفات: ۱۳۲۷ھ (۱۹۰۹ء) (نزہۃ الخواطر ۸/ ۱۲۱-۱۲۶)

(۶) مولانا حیدر حسن خان ٹونکی: دارالعلوم ندوہ کے سابق مہتمم اور شیخ الحدیث، حدیث میں بڑا درک تھا، حضرت حاجی امداداللہ صاحب کے خلیفہ تھے، وفات: جولائی ۱۹۴۲ء، ٹونک (حالات کے لیے ملاحظہ ہو، نزہۃ الخواطر ۸/ ۱۳۷-۱۴۰، کاملان ٹونک (ریاست ٹونک کے چند علماء وفضلاء) حصہ اول (ص ۷۵-۸۰) پرانے چراغ اول (۱۸۳-۲۰۶ جدید)، دید وشنید (ص: ۶۲-۹۲)، چند تصویر بتاں (ص ۲۹-۶۳)، یادرفتگاں (سید سلیمان ندوی) ص: ۲۳۰، برادر محترم مولوی محمد عامر صدیقی ٹونکی ندوی نے ان کے حالات میں عربی میں ایک مفصل کتاب لکھی ہے جو مولانا آزاد عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک راجستھان سے شائع ہوچکی ہے)

(۷) اس کی تفصیل کے لیے دیکھیے کاروانِ زندگی اول، ص: ۱۵۶-۱۶۳

(۸) ایک کتابچہ امبیڈکر اور اسلام کے نام سے پہلے کئی سال پہلے دیکھا تھا، جس میں اسلام کے بارے میں ان کے خیالات اور اسلام سے ان کے تاثر کا ذکر ہے۔

(۹) ان کا پورا نام راج وی۔ ٹی شیکھر ہے، اچھے آدمی ہیں، مسلمانوں کے بارے میں بہت نرم گوشہ رکھتے ہیں، حضرت مولانا کے نام انھوں نے جو خطوط لکھے ہیں ان میں سے بعض ۱۹۹۴ء کے آس پاس روزنامہ سالار بنگلور میں شائع ہوئے تھے، جن سے مسلمانوں کے ساتھ ان کی ہمدردی اور برہمنوں کے مقابلے میں دلت مسلم اتحاد کی خواہش عیاں ہوتی ہے۔ هداه الله إلى صراط مستقيم

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۴)

۱/۳/ ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۸/ ۷/ ۱۹۹۶ء

ندوہ اور دیو بند کے تعصب سے پاک گھر کا ماحول

فرمایا: ہمارے گھر میں ندوہ اور دیو بند کا کوئی تعصب نہیں تھا، جب کہ والد صاحب ابتدا ہی سے ندوے سے متعلق ہو گئے تھے، اور اس کے بڑے داعی سمجھے جاتے تھے، مگر بھائی صاحب نے جب ندوے میں تعلیم مکمل کی تو والد صاحب نے ان کو حضرت شیخ الہند (۱) اور مولانا انور شاہ کشمیری (۲) سے حدیث پڑھنے کے لیے دیو بند بھیجا۔

بھائی صاحب کا شیخ الہند اور مولانا کشمیری سے حدیث پڑھنا اور عربی میں تقریر قلمبند کرنا

وہاں انھوں نے باقاعدہ تعلیم حاصل کی اور سند بھی لی، درس کی تقریر عربی میں قلمبند کی تھی، ان حضرات نے اس کو پسند بھی کیا تھا، یہ تقریر یہاں ہمارے پاس تھی، کسی نے پڑھنے کے لی اور آج تک واپس نہیں آئی، اس کا ہمیشہ افسوس رہے گا، بڑے کام کی چیز تھی۔

دیو بند میں میرا قیام، مولانا مدنی کی صحبت اور درس میں شرکت

اسی طرح بھائی صاحب نے ندوے کے بعد ہمیں مولانا مدنی کے پاس دیو بند بھیجا، ہم نے وہاں داخلہ تو نہیں لیا، اور نہ داخلہ مقصود تھا، بلکہ بھائی صاحب کا منشا یہ تھا کہ میں مولانا مدنی کی صحبت میں چند دن رہوں، ہم نے چار ماہ وہاں رہ کر بخاری اور ترمذی کے درس میں شرکت کی۔

ندوے میں حضرت کی حدیث کی تعلیم اور رفقائے درس

فرمایا: ہم نے یہاں ندوے میں مولانا حیدر حسن خان صاحب سے حدیث

www.abulhasanalinadwi.org

پڑھی، دو سال بہ تکرار ان سے بخاری شریف کا درس لیا ہے، پہلے سال ہمارے ساتھ مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی (۳) اور مولانا عبدالغفار نگرامی ندوی (۴) وغیرہ (۵) تھے۔ مولانا عمران خان ندوی (۶) دوسرے سال ملے۔

حضرت کی تدریس حدیث

مولانا نذرالحفیظ صاحب نے پوچھا: آپ نے حدیث پڑھائی بھی ہے؟ فرمایا: ہاں کچھ پڑھائی ہے، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف اور بخاری شریف بھی کچھ دن (۷)، مگر افسوس، حدیث سے تدریسی اشتغال نہیں رہ سکا۔

حضرت شیخ کا حضرت سے اپنی کتابوں پر مقدمے لکھوانا

لیکن حضرت شیخ (۸) نے اپنی کتابوں پر ہم سے مقدمے لکھوائے: أوجز المسالك، جزء حجة الوداع و عمرات النبی ﷺ وغیرہ۔ ہم نے معذرت کی کہ حضرت مناسبت نہیں ہے، کہنے لگے: دیکھو مولوی صاحب! مشورہ نہ دو، لکھنا ہو تو لکھو۔

حضرت شیخ کی حضرت سے محبت

حضرت شیخ کو ہم سے انتہائی محبت تھی، عجیب وغریب شفقت فرماتے تھے، ایک دفعہ ہم سہارنپور گئے ہوئے تھے، بہٹ ہاؤس میں قیام تھا، حضرت شیخ کا گویا عام لنگر لگتا تھا، ہمارے لیے خصوصیت فرماتے تھے، ان دنوں ہمیں خیال آیا کہ کچھ روزے ہمارے ذمے ہیں، اس لیے ہم نے روزہ رکھا، حضرت شیخ کو معلوم ہوا تو کہا: دیکھو علی میاں! گھر جا کر روزے رکھنا۔

ایک بار نظام الدین گئے، حضرت شیخ بھی وہاں موجود تھے، ہم کو اس زمانے میں گھٹنوں میں تکلیف تھی، یہ ہماری پرانی بیماری ہے، اس لیے ہم گوشت سے احتیاط کرتے تھے، حضرت شیخ سے ہم نے کہا کہ گوشت سے پرہیز ہے۔ پہلے تو ہم نہیں کہتے تھے کہ بزرگوں کے یہاں کوئی چیز کھانے سے انشاء اللہ نقصان نہیں ہوگا۔ حضرت شیخ نے کسی سے

کہہ کر تر کاری کا انتظام کرلیا، پھر جب تک ہم وہاں رہے خود بھی گوشت نہیں کھایا۔

حضرت شیخ کے کھانے کا معمول مدینہ طیبہ اور ہندوستان میں

حجاز کے پہلے سفر میں جب ہمارا مدینہ طیبہ میں قیام تھا تو حضرت شیخ ہی حقیقت میں ہمارے میزبان تھے اور وہی ہمارے سرپرست۔ ہم کھانے کے وقت میں اکثر موجود نہیں ہوتے تھے (۹)، حضرت شیخ جب ہندوستان میں ہوتے تو دوپہر کا کھانا کھاتے تھے اور شام کا برائے نام، مگر مدینہ طیبہ میں معمول بدل جاتا تھا، دوپہر کا کھانا معمولی اور شام کے کھانے میں اہتمام ہوتا، ہماری اکثر دعوتیں ہوتیں، جامعہ اسلامیہ کے اساتذہ اور دوسرے لوگ دعوتیں کرتے، اس لیے حضرت کے یہاں ہم اکثر کھانے میں شریک نہیں ہوسکتے تھے۔

حضرت رائے پوریؒ، حضرت مولانا الیاسؒ اور حضرت شیخ کی ہمارے حضرت پر شفقت

فرمایا: حضرت شیخ کے بعض خدام نے ہم کو بتایا کہ آپ کے نہ ہونے سے حضرت کھانے میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتے، انتہائی شفقت تھی، بالکل والدین کی طرح۔ نمبر اول پر ہمارے مرشد حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری پھر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب (۱۰) پھر حضرت شیخ الحدیث۔

ندوے کے پچاسی سالہ جشن کے لیے حضرت شیخ اور مولانا انعام الحسن صاحب کا اہتمام

ندوے کے پچاسی سالہ جشن کے لیے اہتمام سے دعائیں ہوئیں، حضرت شیخ اور مولانا انعام الحسن صاحب (۱۱) نے اس کی کامیابی کے لیے بہت دعائیں کی تھیں، مولانا انعام الحسن صاحب نے اس کے لیے اعتکاف بھی فرمایا تھا، اور الحمدللہ اس کا اثر محسوس ہوا۔

جلسے کی صدارت کے لیے شیخ الازہر کا انتخاب

جلسے کا ذکر آیا تو اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمانے لگے: جلسے کی صدارت کے

www.abulhasanalinadwi.org

لیے بہت غور کیا گیا، اگر کسی مشہور عرب عالم کو بنایا جائے تو مشکل یہ ہے کہ اکثر شرعی داڑھیاں نہیں ہوتیں، تو ایسا صحیح العقیدہ، صحیح ذوق اور صحیح اسلامی فکر والا شخص ملنا بہت مشکل تھا جو اس جلسے کی صدارت کر سکے۔ اللہ مولانا منظور صاحب نعمانی کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے کہا: شیخ الازہر (۱۲) اس کے لیے مناسب ہیں۔ شیخ الازہر کی حیثیت بہت بڑی ہوتی ہے، گورنر کی طرح ہوتا ہے اور تنخواہ بھی غالباً اتنی ہی ملتی ہے، تو ہم نے شیخ الازہر کو دعوت دی، انھوں نے اس کو قبول کیا۔ یہاں آنے کے بعد انھوں نے ہم سے کہا کہ یہاں کے بزرگوں سے ملایئے۔ ہم نے کہا: سب زمین کے اندر ہیں، کہنے لگے: خیر وہیں لے چلیے۔

عالم عرب میں مصر کی اہمیت

فرمایا: حج میں جانے کے بعد ہمیں خیال پیدا ہوا کہ حجاز میں اگر دعوتی کام کرنا ہے تو اس کو مصر سے آنا چاہیے، مصر کی وہاں وہی اہمیت تھی جو یہاں انگریزی دور میں ''ولایت'' کو تھی، لوگ کہتے تھے: فلاں چیز ولایت سے آئی ہے، فلاں مال ولایت کا ہے، اس لیے ہم نے سوچا کہ مصر گئے بغیر کام نہیں چلے گا، وہاں جانا ضروری ہے۔ ہم نے بھائی صاحب کو لکھا، انھوں نے کچھ رقم بھیجی، حضرت شیخ الحدیث نے کچھ رقم بھیجی، محض اللہ کا فضل کہ ہمارے تعارف کے لیے ہماری کتاب (۱۳) موجود تھی، اس نے ہمارے لیے ''ویزیٹنگ کارڈ'' کا کام کیا۔ یہ کتاب ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئی تھی لیکن ہمیں اس کے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی تھی۔

مطبوعہ شکل میں ماذا خسر پر نظر پڑنے کا دلچسپ واقعہ

پہلی مرتبہ اس پر نظر پڑنے کا بھی دلچسپ واقعہ ہے۔ جب دوسری مرتبہ ۱۹۵۰ء میں اللہ نے حج کی توفیق نصیب فرمائی تو مکے میں طویل قیام رہا، انھی تاریخوں میں جب میں نے مصر کے سفر کا ارادہ کیا تو شام کو بھی اس میں شامل کر لیا۔ اسی ارادے سے شام کا ویزا لینے شامی سفارت خانے میں گیا۔ مولوی معین اللہ ندوی (۱۴) اور مولوی عبدالرشید ندوی (۱۵) ساتھ تھے، شام کا ویزا مل گیا تو میں نے شامی سفیر سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔

www.abulhasanalinadwi.org

حسن اتفاق کہ اس عہدے پر اس وقت استاد جواد المرابط (۱۶) متعین تھے جو خود ایک فاضل وادیب تھے، اور المجمع العلمی العربی دمشق کے رکن بھی تھے، انھوں نے ہم کو اوپر بلایا۔

مصری ادباء سے متعلق باتیں ہو رہی تھی، ہم ان کی تعریف کر رہے تھے کہ عقاد (۱۷) ایسے ہیں، احمد امین کا اسلوب یہ ہے، انھوں نے کہا: لیکن ہندوستانی علماء ومصنفین میں جو بات ہے، ان کی تحریروں میں جو اثر انگیزی اور دل آویزی ہے وہ کہیں نہیں، ہم نے پوچھا: کیا بات ہے؟ کہنے لگے: ابھی میں مصر گیا تھا، وہاں ایک مکتبہ میں کسی ہندوستانی عالم کی ایک کتاب رکھی ہوئی تھی، ماذا خسر المسلمون، ماذا خسر العالم، وہ نام پوری طرح لے نہیں پا رہے تھے۔ ہم نے پوچھا: آپ کے پاس وہ کتاب ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں ہے۔ وہ الماری میں ڈھونڈنے لگے، ہم دل میں دعا کر رہے تھے کہ خدا کرے کہ مل جائے، یہ کتاب ابھی ہم تک نہیں پہنچی تھی، ایک ہی مہینے پہلے شائع ہوئی تھی۔ ہم نے اس کو مطبوعہ شکل میں نہیں دیکھا تھا، ہوسکتا ہے ناشر نے اس کا کوئی نسخہ ہمیں بھیجا ہو اور سفر میں ہونے کی وجہ سے ہمیں نہ مل سکا ہو۔ انھوں نے کتاب نکالی، ہم نے پوچھا: آپ اس کے مصنف سے ملنا چاہتے ہیں؟ وہ سمجھے ہوں کہ حج کرنے کے لیے آئے ہوں گے، انھیں اس کا وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ وہ خود جس سے بات کر رہے ہیں وہ اس کا مصنف ہے۔ انھوں نے کہا: ہاں ضرور ملنا چاہتے ہیں، ہم نے کہا: وہ ہم ہی ہیں۔

مصر میں کتاب کی اشاعت اور مقبولیت

مصر میں وہ کتاب شائع ہو کر مہینہ بھر میں وہاں عام ہوگئی تھی اور قبولیت حاصل کر لی تھی، جب طلبہ ہم سے ملتے تو یہ کہتے ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے تھے: أنــــا مـــن تلامیذ ماذا خسر العالم، أنا من تلامیذ ماذا خسر العالم، گویا سب اس کو پڑھ چکے تھے۔

موضوعِ کتاب کی ندرت اور اس کی اہمیت

فرمایا: یہ محض اللہ ہی کا فضل ہے، اسی کی توفیق ہے کہ اس نے ہم سے ایسی کتاب

لکھوائی، ہمارے ذہن میں یہ موضوع ڈالا، لوگ صرف یہی سوچتے تھے کہ دنیا کی ترقی سے مسلمانوں پر کیا اثرات پڑے ہیں اور اس کے تنزل سے مسلمان کتنے متاثر ہوئے ہیں، کوئی یہ سوچتا ہی نہیں تھا، کسی کا ذہن اس طرف جاتا ہی نہیں تھا کہ مسلمانوں کی ترقی سے دنیا کو کیا فائدہ پہنچا تھا اور ان کے تنزل سے اس کو کیا نقصان ہورہا ہے، کسی نے اس پر کچھ نہیں لکھا تھا، یہ محض اللہ ہی کا کرم ہے، اسی کا فضل اور اسی کا احسان ہے کہ اس نے ہم سے یہ کتاب لکھوائی، اس کتاب کے ذریعے عالمِ عرب میں ہمارا تعارف بھی ہوا، اور یہ بھی اللہ کا فضل کہ یہ کتاب مصر سے شائع ہوئی، اس لیے لوگوں نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔

حواشی مجلس (۱۴)

(۱) حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی: برصغیر کے بہت مشہور عالم ومحدث اور تحریک آزادی کے عظیم قائد ومجاہد، وفات: ۱۸/ ربیع الاول، ۱۳۳۹ھ، ۳۰/ نومبر ۱۹۲۰ء، دیوبند (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، حیات شیخ الہند از مولانا سید اصغر حسین صاحب، مولانا محمود حسن حیات اور علمی کارنامے از اقبال حسن خاں)

(۲) مولانا انور شاہ کشمیری: بہت مشہور و متبحر عالم اور بے نظیر محدث تھے، خصوصاً قوت حافظہ میں محدثین سلف کی یادگار تھے۔ وفات: ۳/ صفر ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۹/ مئی ۱۹۳۳ء، دیوبند (تفصیل کے لیے دیکھیے نفحة العنبر في حياة امام العصر الشيخ أنور تالیف مولانا محمد یوسف بنوری، الانور از عبدالرحمٰن کونڈو، مولانا انور شاہ کشمیری حیات اور علمی کارنامے از ڈاکٹر قاری محمد رضوان، نقش دوام از مولانا انظر شاہ کشمیری)

(۳) مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی: ندوے کے باکمال فاضل، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سابق استاد، (۱۹۳۴ء-۱۹۴۳ء) جامعہ ملیہ میں شعبۂ دینیات کے ناظم (۱۹۵۱ء-۱۹۷۲ء) کئی کتابوں کے مصنف، الندوہ دور سوم کے (۱۹۴۰ء-۱۹۴۲ء) حضرت مولانا کے ساتھ شریک مدیر، اسی طرح اخبار ''تعمیر'' لکھنؤ، (اجرا: ۱۹۴۸ء) کے شریک مدیر، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیمات (۵/ اکتوبر ۱۹۷۲ء تا انتقال) وفات: ۲۴/ اگست ۱۹۷۹ء (پرانے چراغ حصہ دوم، ص ۲۵۱-۲۶۴) چند تصویر بتاں (ص ۹-۲۷)

(۴) مولانا عبدالغفار نگرامی ندوی: پختہ عالم دین، سالہا سال دارالعلوم ندوۃ العلماء میں مدرس اور نگراں رہے، مجاز بیعت از مولانا سید بدر علی شاہ (م ۱۹۳۵ء) (خلیفۂ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی)

www.abulhasanalinadwi.org

مہمات النحو والصرف کے نام سے ایک اہم کتاب لکھی ہے، نیز ضیاء البدر کے نام سے اپنے شیخ کے حالات میں کتاب تصنیف کی ہے، وفات: ۲۴/ فروری ۱۹۹۸ء، لکھنؤ (ذاتی معلومات نیز دیکھیے کاروانِ زندگی ہفتم، ص: ۸۲)

(۵) پہلے سال کے ساتھیوں میں مصطفیٰ کریم ندوی ایم-ایس-سی (علیگ) اور رئیس احمد جعفری ندوی بھی تھے، ملاحظہ ہو دید وشنید (ص ۶۴)، مولانا محبّ اللہ لاری ندوی بھی حضرت کے رفقائے درس میں تھے- معلوم نہیں پہلے سال کے یا دوسرے سال کے- جیسا کہ پرانے چراغ میں ان کے تذکرے میں ذکر کیا ہے-

(۶) مولانا محمد عمران خان ندوی: بہترین فاضل، بڑے اچھے منتظم، اور تبلیغ کے پرجوش داعی تھے، عرصے تک دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم رہے، تاج المساجد میں مولانا کی کوششوں سے تبلیغی اجتماع کا آغاز ہوا تھا، جو نصف صدی سے زائد عرصے سے ہر سال بلاناغہ ہو رہا ہے- وفات: ۱۸/ اکتوبر ۱۹۸۶ء، بھوپال (پرانے چراغ سوم، ۲۰۹-۲۲۶ (جدید ایڈیشن، ص: ۲۴۷-۲۶۰)، ذکر جمیل، ص: ۱۸-۲۲، تفصیل کے لیے دیکھیے حیات عمران از ڈاکٹر مسعود الرحمٰن خان بھوپالی ندوی)

(۷) یہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا ناصر علی صاحب ندوی لکھنویؒ کی جماعت تھی، جب وہ عالمیت کے آخری سال میں تھے، اس وقت حضرت نے کچھ دن بخاری کا درس دیا تھا، مولانا لقمان خان ندوی بھوپالی اور مولانا سید لقمان اعظمی ندوی اسی درجے میں تھے-

(۸) یعنی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی-

(۹) یعنی دعوتی مصروفیتوں کی وجہ سے ادھر ادھر رہتے تھے، یا پھر کہیں دعوت ہوتی تھی-

(۱۰) حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کاندھلوی: عالم ربانی، عظیم و بے نظیر داعی، تبلیغی جماعت کے بانی مبانی، امت کی بدحالی پر ماہی بے آب اور ملت کے لیے سراپا سوز واضطراب، وفات: ۱۳/ جولائی ۱۹۴۴ء، دہلی (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو حضرت مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی)

(۱۱) حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ: تبلیغی جماعت کے امیر ثالث اور عالمی شہرت ومقبولیت کے مالک، جن کے جنازے کا مجمع غالباً ہندوستان کی تاریخ کا سب سے بڑا مجمع تھا، وفات: ۱۰/ محرم ۱۴۱۶ھ- جون ۱۹۹۵ء، دہلی (علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات ۲/ ۱۴۸-۱۵۰، تفصیل کے لیے دیکھیے احوال وآثار (کاندھلہ) کا خصوصی شمارہ مرتبہ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی اور کتاب حضرت جی (۳/ جلدیں از مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری)

(۱۲) اس وقت شیخ الازہر شیخ عبدالحلیم محمود تھے، جو نہایت پختہ عالم تھے، گہرے دینی مزاج سے متصف

اورصوفیانہ مزاج کے حامل تھے، چالیس کے قریب کتابیں لکھیں، وفات: ۱۹۸۷ء(إتمام الإعلام ص:۲۲۲، تکملة معجم المؤلفین(ص ۲۷۲-۲۷۶)

(۱۳) یعنی حضرت کی کتاب ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین اس سے پہلے مصر ہی سے شائع ہوچکی تھی۔

(۱۴) مولانا معین اللہ ندوی اندوری: حضرت مولانا کے ابتدائی دور کے شاگرد اور زندگی بھر کے رفیق، ابتداءً دارالعلوم ندوۃ العلماء میں استاد پھر ناظر شعبۂ تعمیر وترقی اور اخیر میں سالہا سال نائب ناظم رہے، بہترین منتظم تھے، ندوے کی ظاہری ترقیاں اکثر انھیں کی مرہون منت ہیں، طبیعت میں بڑا اصلاح اور مزاج داعیانہ تھا، وفات: ۲۳/اگست ۱۹۹۹ء، اندور (کاروانِ زندگی حصہ ہفتم (ص ۳۱۹-۳۲۷) پرانے چراغ حصہ سوم جدید ایڈیشن (ص:۳۶۱-۳۶۵)

(۱۵) مولانا عبدالرشید ندوی اعظمی: حضرت مولانا کے دورِ اول کے شاگرد، دعوت وتبلیغ کی عملی مشق کے سلسلے میں جو پہلا وفد حجاز گیا تھا اس کے رکن تھے، ابتدائی دور میں بیرونی اسفار میں حضرت مولانا کے ساتھ رہے، مصر میں کئی مہینے قیام بھی کیا، پھر گوشہ نشیں ہوگئے، وفات: ۸/اگست ۲۰۰۴، لکھنؤ (البعث ج ۵۰/شمارہ:۱، ستمبر-اکتوبر ۲۰۰۴ء، تعمیر حیات، شمارہ: ۱۰/اگست ۲۰۰۴ء)

(۱۶) جواد المرابط: دمشق کے رہنے والے ہیں، بڑے فاضل ہیں، مختلف سیاسی مناصب پر فائز رہے، سعودیہ اور پاکستان میں سفیر بھی رہے، متعدد اہم کتابوں کے مصنف ہیں، مثلاً: المعجزات النبویة بین الروایات الصحیحة وتشکیك المستشرقین، البرعی الیمنی- الشاعر الفقیه، العرب من وراء اللهب، القائد الذی بداخلك، بلاد أشرقت علیها الشمس وغیرہ۔ ۱۹۰۵ء میں پیدائش ہوئی اور ابھی حیات ہیں۔

(۱۷) عباس محمود العقاد: مصر کے مشہور صاحب طرز ادیب، بلکہ امام ادب، اسّی سے زیادہ ادب کی مختلف اصناف پر کتابیں لکھیں، وفات: ۱۹۶۴ء (الأعلام ۳/ ۲۶۶)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۵)

۲/۳/۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹/۷/۱۹۹۶ء

حضرت سید احمد شہیدؒ کا مقام مولانا مدنی کے نزدیک

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے عرض کیا: حضرت! کل آپ کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث کے تعلق کا ذکر آیا تھا تو کونسی چیز ان بزرگوں اور اکابر سے قریب ہونے کا سبب بنتی ہے؟ کیا چیز باعثِ کشش اور جاذب ہوتی ہے؟

فرمایا: سب سے زیادہ جس چیز نے ہم کو ان بزرگوں کے قریب کیا، وہ حضرت شاہ علم اللہ (۱) اور سید صاحب (۲) کی نسبت ہے۔ ان کو جب معلوم ہوتا کہ ہم سید صاحب کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں تو بس یہی چیز ان کے لیے کافی تھی، یہ حضرات، سید صاحب کا کتنا احترام کرتے تھے اور سید صاحب کا ان کے نزدیک کیا مقام تھا، اس کا اندازہ اس واقعے سے لگا سکتے ہیں کہ ایک دفعہ مولانا حسین احمد مدنیؒ یہاں لکھنؤ میں مولانا عبد الباری کی کوٹھی پر ٹھہرے ہوئے تھے، ہم حاضر ہوئے اور سیرت سید احمد شہید کا مسودہ پیش کیا، ہم نے لکھا تھا کہ صوفیہ پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ لوگ گوشہ نشیں اور خلوت گزیں ہوتے تھے، حالات کا انھیں علم نہیں ہوتا تھا، حالات کے تقاضوں سے وہ بے خبر ہوتے تھے، یہ الزام بالکل بے بنیاد ہے۔ حضرت سید احمد شہیدؒ نے اپنی پوری زندگی جہاد میں گزاری، پھر سید احمد شریف سنوسی (۳) اور عبد الحمید بن بادیس (۴) بھی تصوف ہی کے میدان کے تھے۔ سنوسی نے اٹالیوں سے جنگ کی اور برقہ اور طرابلس کو آزاد کیا، یہ سب اسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے (۵)۔ مولانا مدنی چوکنا ہو گئے اور فرمایا: ہاں، ہم نے مکہ میں شیخ سنوسی کی زیارت کی ہے، بن بادیس سے بھی میں ملا ہوں۔ ہم نے سب نام ساتھ لکھے تھے، مولانا مدنی نے اپنے ہاتھ سے حضرت سید احمد شہیدؒ کا نام الگ سے دوسری سطر میں لکھا کہ ان کی ذات بالکل منفرد اور سب سے بلند ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

بزرگوں کی نگاہ میں سید صاحب کا مقام اوران کی نسبت کا احترام

فرمایا: ہمارے چچازاد بھائی سید احمد حسنی (۶) ایک دفعہ دہلی آئے ہوئے تھے، اس زمانے میں شملہ میں ریڈیو اسٹیشن پر ان کا تقرر ہوا تھا، وہ وہاں انگریزوں کو عربی بھی پڑھاتے تھے، اس غیر دینی ماحول کا ان کی صورت و وضع پر کچھ اثر تھا، ہم نے کہا: یہاں ایک بہت بڑے بزرگ ہیں مولانا محمد الیاس صاحب، ان سے ملاقات کرواور دعا کی درخواست کرو، حضرت کی آخری علالت تھی، تمام اکابر: حضرت رائے پوری، حضرت شیخ الحدیث، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی (۷)، حافظ فخر الدین صاحب (۸) وہاں مقیم تھے، یہ بالکل آخری وقت تھا، کہا نہیں جاسکتا تھا کہ کب حادثہ پیش آجائے۔ ہم نے ان حضرات سے ان کا تعارف کرایا کہ یہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے حقیقی نواسے کے پوتے ہیں۔ پھر وہ رخصت ہوئے، ہم ان کی طرف سے معذرت کرنے والے تھے کہ ان کا یہ لباس انگریزوں کی صحبت...... ہم آگے کہنا ہی چاہتے تھے کہ ان حضرات نے کہا کہ بس، سید صاحب سے نسبت کافی ہے، پھر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، اور آگے کچھ کہنے کی اجازت نہیں دی، اور ایسا اشارہ کیا کہ میں خاموش ہوگیا (۹)، تو ہمارا تعارف ہی کرایا جاتا تھا کہ یہ سید صاحب کے خاندان کے ہیں، پھر کیا تھا کہ بزرگوں کی ہماری طرف کشش ہوجاتی تھی، ورنہ:

کہاں ہم اور کہاں یہ نکہتِ گل   نسیم صبح تیری مہربانی

اہل اللہ کے یہاں سب سے بڑی چیز اطاعت ہے

فرمایا: سب سے بڑی چیز ان حضرات کے یہاں جو دیکھی جاتی ہے وہ اطاعت ہے، بات ماننا؛ وہ دیکھتے ہیں کہ انشراح سے بات مانتا ہے یا بے دلی سے۔ کسی سے فیض حاصل کرنے کے لیے اطاعتِ کامل ضروری ہے، یعنی پورے انشراحِ قلب کے ساتھ بات مانے، پھر دل میں کوئی تنگی نہ ہو، اور بعد میں افسوس نہ ہو کہ یہ بات ہم نے نہ مانی ہوتی، جو نیم دلی سے بات مانتا ہے اس کو پورا فیض حاصل نہیں ہوسکتا اور اگر کوئی بے دلی سے مانتا ہے تو وہ

www.abulhasanalinadwi.org

کچھ حاصل نہیں کرسکتا، محروم رہتا ہے، مجاہدے سے خوش دلی کے ساتھ بات ماننے، اپنے شیخ سے استاد سے یا کسی بڑے سے پورا فائدہ اٹھانے کے لیے بات ماننا بالکل ضروری ہے۔

اطاعتِ شیخ کے سلسلے میں حضرت کا ایک واقعہ

ہمارے ساتھ قصہ پیش آیا، ہوا یہ کہ کسی معزز شخص نے (ہم نام نہیں لیں گے) ہم سے کہا کہ حجاز میں تبلیغی کام کے لیے آپ کی ضرورت ہے، ہم آپ کے لیے حج کا انتظام کرتے ہیں اور انھوں نے اس کا پورا انتظام کیا، ہم اپنے مرشد حضرت رائے پوری سے مشورے کے لیے حاضر ہوئے۔ حضرت نے فرمایا: اگر ہم روک دیں تو کوئی ناگواری تو نہیں ہوگی؟ ہم نے کہا: انشاء اللہ بالکل نہیں ہوگی، تو حضرت نے منع کیا، پھر ہمارا چہرہ دیکھا کہ چہرے سے سب کچھ معلوم ہوجاتا ہے، خوش دلی ہے یا ناگواری ہے۔ ہمیں اللہ کے فضل سے کوئی ناگواری نہیں ہوئی، اب ہمارے ذہن میں بھی نہیں تھا کہ ہم حج کو جائیں گے، اس پر کچھ دن گزرے، ایک دن ہم بس سے سہارنپور سے رائے پور جارہے تھے، جب بہٹ پہنچے تو ایک کار نظر آئی، جس میں حضرت تشریف رکھتے تھے، رائے پور سے سہارنپور کی طرف آرہے تھے، ہم بالکل مخالف سمت میں تھے، حضرت کو دیکھ کر ہم بس سے اترے، حضرت نے پوچھا: علی میاں! ہمارا خط پہنچا، جس میں ہم نے آپ کو اطلاع دی تھی کہ ہم حج کے لیے جارہے ہیں، آپ تیار رہیں! (۱۰)

اطاعت سارے تصوف کا خلاصہ ہے

فرمایا: ان حضرات کے یہاں بات ماننے کی بڑی قدر ہوتی ہے، مجاہدات کی اتنی قدر نہیں ہوتی جتنی اطاعت کی ہوتی ہے۔ سارے تصوف کی اصل اور اس کا خلاصہ یہی ہے، اور یہ ایک تاریخی چیز ہے، اس کا سرا سیرت نبوی سے جڑتا ہے۔ صحابہ کا بات بات پر سمعنا و أطعنا اسی کو بتاتا ہے، ہم کمزور آدمی مجاہدہ تو کر نہیں سکتے تھے، لیکن الحمد للہ بات ماننے کی اللہ نے ہمیشہ توفیق دی۔

مولانا احمد علی لاہوریؒ کی قوتِ کشفیہ

مولانا احمد علیؒ کے یہاں بھی یہی بات تھی، وہ بہت بڑے شخص تھے، ان کا کشف بہت بڑھا ہوا تھا۔ ایک خاتون آئی اور کہنے لگی کہ ہمارا لڑکا لندن میں رہتا تھا، اطلاع آئی ہے کہ اس کا انتقال ہوگیا ہے، دعا فرمائیں۔ مولانا نے کہا: کیا دعا کریں وہ تو حرام موت مرا ہے، پھر تھوڑی دیر بعد خبر آئی کہ اس نے خودکشی کی، ماں کو بھی اس کی اطلاع نہیں تھی۔

مولانا لاہوری کی فاقہ کشی اور پرہیزگاری

بڑی مجاہدانہ زندگی تھی، سامنے مدرسہ تھا جہاں ہم پڑھتے تھے، کل پچاس ساٹھ طلبہ تھے۔ مدرسے میں طلبہ کھا رہے ہیں لیکن مولانا کے گھر میں فاقہ ہے، مدرسے کی ایک چیز بھی استعمال نہیں کرتے تھے، پھر کھانے پر بلانے کا واقعہ سنایا جو پیچھے گزر چکا ہے(۱۱)۔

مولانا لاہوری کے درسِ حجۃ اللہ میں شرکت اور عبارت پڑھنے کا واقعہ

ایک سوال کے جواب میں فرمایا: ہم نے وہاں تفسیر کے اسباق حجۃ اللہ وغیرہ پڑھا، مولانا کو اطمینان نہیں تھا کہ ہم حجۃ اللہ سمجھ سکیں گے، کیوں کہ ہمارے یہاں دارالعلوم میں فلسفہ ومنطق اور کلام زیادہ نہیں پڑھایا جاتا تھا، اور اس کتاب کے سمجھنے کا بہت کچھ انحصار اسی پر ہے، اس لیے ہمارا نام نہیں لکھا گیا تھا، چار پانچ دن ہم سماعت ہی میں رہے۔ ایک دن علامہ حسین میر کاشمیری (۱۲) نے مولانا سے کہا: (وہ بھی وہاں پڑھتے تھے ذہین تھے) حضرت! آج علی میاں عبارت پڑھیں گے، چوں کہ میں نے عرب اساتذہ سے پڑھا تھا اور ندوے کی تعلیم کا اثر تھا، اس لیے عبارت اچھی پڑھتا تھا، عبارت پڑھی تو بہت خوش ہوئے، اور نام لکھوایا۔

صحتِ اعراب کی اہمیت اور عربی زبان کا امتیاز

پھر فرمایا: عبارت صحیح پڑھنا بہت ضروری ہے، اس سے نہ صرف یہ پتا چلتا ہے کہ عبارت صحیح ہے، بلکہ یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ کتنا سمجھا ہے، سمجھ کر پڑھ رہا ہے یا یوں ہی

www.abulhasanalinadwi.org

بے سمجھے۔ پھر طلبہ سے مخاطب ہو کر کہا: عبارت صحیح پڑھنے کی مشق کرو، عربی اس معاملے میں تمام زبانوں سے منفرد ہے، وہ بڑی غیور ہے، وہ زیر وزبر کی غلطی بالکل برداشت نہیں کرتی، مرفوع پڑھنے کی جگہ آپ نے منصوب پڑھ دیا تو بس ساری تقریر پر پانی پھر گیا، اس لیے عبارت بالکل صحیح ہونی چاہیے۔

عبارت سنانے کی اہمیت

فرمایا: ہم جب دمشق گئے (۱۳)، وہاں یونی ورسٹی میں ہم کو مقالہ پڑھنا تھا، ہم نے مقالے کا عنوان رکھا: كارثة فلسطين وعواملها الأساسية، آج ہمیں پہلی دفعہ اتنے بڑے اور پڑھے لکھے مجمع کے سامنے مقالہ پڑھنا تھا، وہاں بڑے بڑے لوگ تھے، محمد المبارک (۱۴)، مصطفیٰ السباعی (یہ شام کے چوٹی کے علماء میں تھے) علامہ بہجۃ البیطار (۱۵) جیسے (۱۶)، اس لیے ہم نے سوچا کہ پڑھنے سے پہلے کسی کو سنانا چاہیے۔ ہم نے علامہ بہجۃ البیطار سے کہا تو وہ کہنے لگے: نہیں، آپ کو اس کی ضرورت نہیں، ہم آپ کی کتاب ماذا خسر العالم پڑھ چکے ہیں، ہم نے کہا: نہیں، سن لیجیے (کتاب لکھ لینا دوسری بات ہے اور پڑھنا اور چیز ہے، یہ ہم اب کہہ رہے ہیں) ہم نے سنایا، الحمدللہ کہیں ٹوکنے کی ضرورت نہیں ہوئی، لیکن انھوں نے کہا: آپ الف لام داخل کرنے میں بڑے محتاط ہیں، شہروں کے ناموں پر بالکل صحیح آپ نے داخل کیا ہے، ورنہ ہندوستانی اس میں بہت غلطی کرتے ہیں، پھر انھوں نے ایک لطیفہ سنایا کہ ایک ہندوستانی عالم مکّے سے مدینے جا رہے تھے، کسی عرب عالم سے جن سے ان کے تعلقات تھے، انھوں نے کہا: أنا أذهب من المكة إلى مدينة فهل لكم حاجة (میں مکہ سے مدینہ جا رہا ہوں، آپ کی کوئی ضرورت تو نہیں ہے؟) انھوں نے جواب دیا: نعم، حاجتي الوحيدة أن تأخذ الألف واللام من المكة وتضعهما على مدينة (ہاں میری ایک ضرورت ہے کہ آپ مکہ سے الف لام نکال کر مدینہ پر لگا دیں)۔

www.abulhasanalinadwi.org

شہروں کے ناموں پر الف لام داخل کرنے میں احتیاط کی ضرورت

اس پر حضرت مولانا نے طلبہ سے مخاطب ہو کر کہا: شہروں کے ناموں پر الف لام داخل کرنے میں بہت احتیاط کرنی چاہیے، اس کے لیے کوئی قاعدہ نہیں، یہ سب سماعی ہیں۔ مدینے پر داخل ہوگا مکّے پر نہیں، عراق پر داخل ہوگا فلسطین پر نہیں، شام پر داخل ہوگا من الشام کہیں گے لیکن سوریہ پر داخل نہیں ہوگا، حالاں کہ یہ اسی ملک کا نام ہے لیکن من سوریا کہیں گے، اور اس کے لیے کوئی قاعدہ نہیں، عربوں سے جس طرح سنا گیا ہے، اسی طرح کہنا پڑے گا۔

عربی میں مخارج کی اہمیت

یہ زبان بڑی غیور ہے، مخارج کا بھی لحاظ ہونا چاہیے: ث، س، ص، سب قریب قریب ہیں، مگر سین کی جگہ ''ث'' پڑھ دیا، یا ''ث'' کی جگہ ''ص'' پڑھ دیا تو عرب اس کو برداشت نہیں کر سکیں گے، اگر بات سنیں گے بھی تو ناگواری کے ساتھ۔

حواشی مجلس (۱۵)

(۱) حضرت شاہ علم اللہ: حضرت مولانا کے خاندانی بزرگ، حضرت سید احمد شہیدؒ کے جدامجد، اپنے عہد کے بہت بڑے متبعِ سنت، متقی، پرہیزگار اور عبادت گزار، بلند مقام اور رفیع المرتبت شیخ طریقت تھے، حضرت مجدد الف ثانی کے جلیل القدر خلیفہ حضرت سید آدم بنوری سے اجازت وخلافت حاصل تھی، وفات: ۱۰۹۶ھ (۱۶۸۵ء) تکیہ، رائے بریلی (تفصیل کے لیے تذکرہ حضرت شاہ علم اللہ حسنی از مولانا محمد الحسنی)

(۲) یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ: مجدد روزگار، آیۂ کردگار، داعی توحید وسنت، ماحی بدعت، امام المجاہدین، امیر المومنین، قائد تحریک آزادی ہند، سکھوں کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے بالاکوٹ میں شہید ہوئے، تاریخ شہادت: ۲۴/ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ-۶/مئی ۱۸۳۱ء (سیرت سید احمد شہید از مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، سید احمد شہید از غلام رسول مہر)

(۳) سید احمد شریف السنوسی: الجزائر کے مشہور سنوسی خاندان کی عظیم المرتبۃ شخصیت، صاحبِ طریقت

اور زبردست مجاہد تھے، جنھوں نے میدانِ جہاد میں اٹالیوں کے چھکے چھڑا دیے تھے، جب اٹالیوں نے طرابلس اور برقہ پر حملہ کیا، یہ پورا علاقہ خلافت عثمانیہ کے ماتحت تھا، خلیفہ عثمانی محمد سادس نے ان کی بڑی قدر کی، یہاں تک کہ انھیں وزارت عطا کی گئی، خلافت عثمانیہ کے زوال کے بعد حجاز ہجرت کی، ملک عبدالعزیز بن سعود نے ان کا بڑا اکرام کیا، وہ انھی کی ضیافت میں مکے اور مدینے میں قیام پذیر رہے، یہاں تک کہ ۱۳۵۱ھ-۱۹۳۳ء میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا، (الأعلام ۱/ ۱۳۵) نیز طرابلس کے جہاد اور سنوسی کے حالات کے لیے دیکھیے: حاضر العالم الإسلامی ۲/ ۶۴-۱۶۵و۳/ ۳۷۴-۳۸۵

(۴) عبدالحمید بن بادیس: ان کا تعلق بھی الجزائر سے تھا، وہ ایک جلیل القدر عالم، عظیم مفکر اور بہت بڑے مجاہد اور سیاسی لیڈر تھے، اس کے ساتھ روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، پوری زندگی انھوں نے فرانسیسیوں سے جہاد کرتے ہوئے گزاری، ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء میں انتقال کیا۔ (مفصل اور جامع حالات کے لیے دیکھیے عبدالحمید بن بادیس - العالم الربانی والزعیم السیاسی، تالیف مازن صلاح مطبّقانی، دارالقلم دمشق، ط۱، ۱۹۸۹ء)

(۵) دیکھیے سیرت سید احمد شہید جلد دوم ص ۵۴۸-۵۴۹

(۶) حضرت سید احمد شہیدؒ کے حقیقی نواسے مولانا سید محمد اسحاق کے صاحبزادے سید محمد اسماعیل کے لڑکے تھے، ان کو عربی زبان میں اہل زبان کی طرح روانی اور قدرت حاصل تھی، ندوے میں انھوں نے تدریس کی خدمت بھی انجام دی ہے، تقسیم ہند کے زمانے میں لاہور چلے گئے اور پاکستانی وزارت خارجہ اور سفارت خانے میں ملازم ہوئے، بعد میں ان کا تعلق سعودی سفارت خانہ واقع اسلام آباد سے ہو گیا تھا، وفات: ۱۶/ دسمبر ۱۹۸۹ء، لاہور (مفصل حالات کے لیے دیکھیے پرانے چراغ سوم ص ۲۵۵-۲۶۸، جدید ایڈیشن، ص: ۳۲۵-۳۳۶)

(۷) مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی: نہایت ممتاز عالم دین، مصنف اعلاء السنن (۲۰ جلدیں) وغیرہ، تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن، قیام پاکستان کے بعد مشرقی پاکستان میں پاکستان کا قومی پرچم انھیں نے لہرایا، حضرت تھانوی کے بھانجے تھے اور ان کے مجاز بھی، وفات: ۴/ دسمبر ۱۹۷۴ء، کراچی (خفتگانِ کراچی ص ۱۳۶، علمائے مظاہر سہارنپور اور ان کی تصنیفی خدمات ۳/ ۲۷۶-۲۹۸)

(۸) حافظ فخر الدین دہلوی: اصلاً گنگوہ کے رہنے والے تھے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے خلیفہ ومجاز تھے، ان کا کشف بڑھا ہوا تھا، مستقل حضرت مولانا الیاس صاحب کے ساتھ نظام الدین میں رہتے تھے، ریلوے میں ملازم تھے، وفات: غالباً ۱۹۵۳ء (بشکریہ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی)

(۹) دیکھیے: پرانے چراغ سوم، ص: ۳۳۲ (جدید ایڈیشن)

(۱۰) دیکھیے کاروانِ زندگی حصہ اول، ص: ۳۵۴

www.abulhasanalinadwi.org

(۱۱) دیکھیے مجلس (۲) ص:۹۶-۹۷

(۱۲) علامہ حسین میر کاشمیری: ممتاز صحافی، مزاحیہ شاعر، مدیر ہفت روزہ ''ریلوے ورکر'' لاہور، سابق نیوز ایڈیٹر، انچارج روزنامہ زمیندار لاہور، وفات:۱۹۶۲ء، لاہور (وفیات ناموران پاکستان ص ۲۶۷)

پرانے چراغ کے حاشیے میں حضرت مولانا ان کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ لاہور کے ایک مشہور مزاح نگار، صحافی وشاعر اور شہر کے مشہور مجلسی شخصیت تھے، جن کے روابط تمام علماء وقائدین، بالخصوص مجلس احرار کے رہنماؤں سے تھے، شہر میں علامہ صاحب کے نام سے مشہور تھے (پرانے چراغ حصہ اول، ص ۱۴۳ حاشیہ)

(۱۳) یہ ۱۹۵۱ء کی بات ہے جب حضرت مولانا نے شرق اوسط کا طویل سفر کیا تھا، اسی ضمن میں دمشق بھی تشریف لے گئے تھے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: شرق اوسط کی ڈائری، اور مختصر معلومات کے لیے ملاحظہ ہو: کاروانِ زندگی اول، ص:۳۸۳-۳۹۱)

(۱۴) محمد المبارک (محمد بن عبدالقادر المبارک) مشہور اسلامی مفکر، ادیب، داعی، مربی اور سیاسی قائد، مختلف علمی اور سیاسی عہدوں پر فائز رہے، شام کے وزیر امور عامہ ومواصلات پھر وزیر زراعت رہے (۱۹۴۹-۱۹۵۲ء) کلیۃ الشریعہ دمشق کے عمید، کلیۃ الاداب میں لکچرار، پھر مختلف عرصوں میں جامعۃ ام درمان، الجامعۃ الأردنیہ، جامعۃ الملک عبدالعزیز جدہ، کلیۃ الشریعہ مکہ مکرمہ میں کلیدی عہدوں پر سرفراز رہے، متعدد فکری، دعوتی، ادبی ولغوی کتابیں تصنیف کیں، وفات:۱۹۸۱ء، مدینہ منورہ، (إتمام الأعلام، ص۳۸۱-۳۸۲) تکملۃ معجم المولفین (ص۵۱۵-۵۱۶) علماء الشام فی القرن العشرین، ص:۲۰۰-۲۰۹

(۱۵) علامہ بھجۃ البیطار (محمد بھجۃ بن محمد بھاء الدین) اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم، محقق، ادیب، لغوی، شام اور سعودیہ میں متعدد علمی منصبوں پر فائز رہے، وفات:۱۹۷۶ء (إتمام الأعلام، ص۳۴۳-۳۴۴، نثر الجواھر والدرر، ۲/ ۱۰۹۵، علماء الشام فی القرن العشرین، ص:۱۶۶-۱۷۱)

(۱۶) دیکھیے کاروانِ زندگی اول ص ۳۸۸، مگر وہاں شیخ محمد المبارک کا نام نہیں ہے، یہ ۲۳/ جولائی ۱۹۵۱ء کی بات ہے۔

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۶)

۳/۳/۱۴۱۷ھ مطابق ۲۰/۷/۱۹۹۶ء

ہندوستانی مسلمانوں اور عربوں میں بعض صفات کا فرق اور اس کی وجہ

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا: ہندوستانی مسلمانوں میں وہ صفات مہمان نوازی وغیرہ کیوں نہیں ہیں جو عربوں میں ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا: ہندوستانی مسلمانوں میں ہندوؤں سے اختلاط اور میل جول کی وجہ سے وہ صفات نہیں رہیں۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کسی محلے میں صرف مسلمان ہی ہوں، لیکن عربوں میں ایسی بات نہیں، سب انھی کے لوگ ایک ہی قوم کے ساتھ رہتے ہیں، اس لیے وہ صفات باقی رہیں، مہمان نوازی، مال خرچ کرنا وغیرہ۔

عربوں کی مہمان نوازی کا ایک حیرت انگیز واقعہ

ایک عجیب وغریب واقعہ ہے، شریفِ مکہ نے سنا کہ ایک اصیل گھوڑا فروخت ہو رہا ہے بہت ہی عمدہ اور قیمتی، اس کو خواہش ہوئی کہ اسے خریدیں، اپنے نوکر کو اس کے مالک کے پاس بھیجا، وہ جا کر بھاؤ تاؤ کرنے لگا تو اس نے قیمت بہت زیادہ بتائی، طے نہیں ہو پائی، نوکر کو تردد ہوا، اس لیے خریدے بغیر شریفِ مکہ سے جا کر پوری بات بتادی، شریف مکہ کو اور لالچ ہوئی، اس نے دوسرے دن کہا: اب جاؤ اور وہ جو قیمت مانگے دے دو اور اس گھوڑے کو لے آؤ، جب وہ اس کے پاس آیا تو کچھ مہمان آئے ہوئے تھے، مالک نے اسے بھی کھانے پر بٹھایا، کھانے کے بعد اس نے کہا: شریف مکہ نے بھیجا ہے کہ اس کو جس قیمت پر آپ کہیں لے آؤ، اس نے کہا: آپ نے دیر لگائی، یہ وہی گھوڑا ہے جس کا آپ نے ابھی گوشت کھایا ہے، مہمانوں کے لیے ہم نے اس کو ذبح کیا۔ اس پر حضرت مولانا نے فرمایا: اتنا اصیل اور قیمتی گھوڑا شریف مکہ بھی مشکل سے اس کو خرید سکتا تھا، اور یہ اسے بھی کچھ

www.abulhasanalinadwi.org

کم قیمت پر دینے کے لیے راضی نہیں ہوا تھا، مگر مہمان کے لیے اس کو ذبح کر دیا، یہ ہے عربوں کی سخاوت اور مہمان نوازی!!

دمشق میں ٹہلتے وقت پیش آیا ہوا ایک عجیب واقعہ

فرمایا: جب ہم دمشق یونی ورسٹی کی دعوت پر دمشق گئے تھے، اس وقت کا واقعہ ہے(۱)۔ صبح کے وقت ہواخوری ہماری قدیم عادت تھی، وہاں بھی ہم صبح کے وقت ٹہلنے کے لیے نکل جاتے تھے، وہاں اس وقت ٹہلنے کی بالکل عادت نہیں، رات میں دیر تک کام کرتے رہتے ہیں اور صبح کی نماز پڑھ کر سو جاتے ہیں۔ ہم ایک دن ٹہلنے نکلے تو کچھ دور نکل گئے، پولیس چوکی پر پہنچے، وہاں مسلمان فاتحین کے ناموں کے بورڈ لگے ہوئے تھے، سلطان محمد فاتح (۲)، سلطان صلاح الدین ایوبی (۳)۔ اس وقت وہاں اسلامیت تھی، اس کے کچھ آثار نظر آتے تھے، ہم ان بورڈوں کو غور سے دیکھنے لگے، پولیس والا شک کی نظر سے ہمیں دیکھنے لگا، سمجھا ہوگا کہ کوئی یہودی جاسوس ہے، قریب آ کر ہم سے اس کی وجہ پوچھنے لگا۔ ہم نے کہا: ہمیں تاریخی ذوق ہے، اس لیے ہم انھیں غور سے دیکھ رہے تھے، وہ تاریخ کیا جانے؟ اس نے پوچھا: پاسپورٹ پاس ہے؟ ہم نے کہا: نہیں، ہم قرآن کی آیات پڑھنے لگے، تاکہ وہ سمجھے کہ ہم مسلمان ہیں، مگر اس نے نہیں چھوڑا، قریب تھا کہ وہ ہمیں تھانہ لے جائے پھر کسی کو کچھ خبر نہ ہو، ہم نے کہا: ہم حاجی ہیں، تب اس نے چھوڑا، اور کہا: پاسپورٹ آپ کو ساتھ رکھنا چاہیے۔

یاسیدی ما خلقت لھٰذا

خیر ہم یہ کہہ رہے تھے کہ ہم ٹہل کر جب واپس جاتے تو ناشتہ لگا رہتا تھا، بالکل زینوں کے پاس ہی، ایک دفعہ پہنچے تو ایسا نہیں تھا، ہمارے میزبان شیخ عبدالوہاب الصلاحی (۴) دوسری کوٹھی میں رہتے تھے، ہم نے کہا: ہم خود ناشتہ بنالیں گے، ساری چیزیں موجود ہیں، ہم کوشش کرنے لگے، مگر کچھ بن ہی نہیں رہا تھا، ہمیں کبھی اس کی عادت نہیں تھی، جب کچھ دیر بعد وہ آئے تو ہم نے ساری کیفیت سنادی، انھوں نے کہا: یـــا سیـــدی!

www.abulhasanalinadwi.org

ما خُلقت لهذا (ارے مولانا! آپ اس کے لیے پیدا نہیں ہوئے)۔

عربوں کی مہمانی کے بعض انداز

فرمایا: دوسری دفعہ ہم حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری کے ساتھ حج کے لیے گئے تو وہاں چار ساڑھے چار مہینے ٹھہرنا ہوا۔ اس عرصے میں بہت سے عرب علماء وفضلاء سے تعارف ہوا، ان میں شیخ صالح قزاز (۵) بھی تھے، جو بعد میں رابطہ کے جنرل سکریٹری بھی بنائے گئے، تبلیغی جماعت کے افراد بھی ہمارے ساتھ رہتے تھے، ہمارا قیام رباط بھوپال میں تھا۔ عرب حضرات ہم لوگوں کی دعوت کرتے اور ہم بھی جب ان کو بلاتے تو وہ آتے۔ بہت سے عربوں نے ہماری دعوت کی تھی، مگر شیخ صالح قزاز نے ابھی نہیں بلایا تھا۔ ایک دن وہ کہنے لگے: آپ نے غار ثور کی زیارت کی ہے؟ ہم نے نفی میں جواب دیا، انھوں نے کہا: میں اس کا انتظام کرتا ہوں، ہم نے اور سات آٹھ تبلیغی جماعت کے ساتھیوں کو اس کے لیے تیار کرلیا، جب ہم غار کے پاس پہنچے اور پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا تو شیخ کے خدام فاصلے فاصلے پر موسمی پھلوں سے ضیافت کرتے۔ اوپر پہنچے تو تھک گئے تھے، نیچے آنے لگے تو بھوک کا شدت سے احساس ہوا، اترے تو دیکھا دسترخوان لگا ہوا ہے اور عمدہ قسم قسم کا کھانا چُنا ہوا ہے، ہم نے کھایا اور وہیں نماز پڑھی۔ ہم نے کہا: انھوں نے ایسی ضیافت کا انتظام کیا کہ روحانی اور جسمانی دونوں ضیافت ہوگئی (۶)۔

حضرت کے استغنا کا ایک واقعہ

اسی طرح جب ہم کو وہاں سعودی ریڈیو پر تقریر کرنے کے لیے کہا گیا تو تقریر کرنے کے بعد کچھ رقم دی گئی، ہم نے معذرت کی، شیخ محمد سرور الصبان (۷) اس کے نگراں تھے، انھوں نے کہا: تم لوگوں کو طریقہ معلوم نہیں، ہم شیخ کو دیں گے، اس کے لیے انھوں نے ایک انوکھا طریقہ اختیار کیا۔ ہم سے کہنے لگے: آپ نے طائف دیکھا ہے؟ ہم نے جب کہا: نہیں تو کہنے لگے: دیکھنا چاہتے ہیں؟ ہم نے کہا: ضرور، انھوں نے اس کا انتظام کرلیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

طائف میں اچھا ہوٹل ہمارے لیے ریزرو کرالیا، اور امیر الطائف کو کہلا بھیجا۔ ہم وہاں گئے، مولوی معین اللہ، مولوی عبدالرشید، مولوی عبداللہ (۸) اور رابع (۹) ہمارے ساتھ تھے، تو امیر طائف نے ہماری دعوت کی، بعد میں شیخ سرور نے بتایا کہ آپ ہی کے پیسے سے اس سفر کا انتظام کیا گیا تھا۔

عربوں کا جود وسخا، ان میں بعثت محمدیہ کا ایک سبب

پھر فرمایا: مال کی اہمیت نہ ہونا عربوں میں جتنا دیکھا ایسا کہیں نہیں پایا، اس کی قیمت ہی ان کے پاس کچھ نہیں، جود وسخا، سماحت، ضیافت ان کا قومی خاصہ ہے، یہ بھی ایک سبب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو عرب میں بھیجا گیا، اللّٰہ أعلم حیث یجعل رسالته (۱۰)۔

شاہ علم اللہ اور شیخ سلطان بلیاوی

مجلس میں ڈاکٹر عباد الرحمٰن نشاط صاحب بھی موجود تھے، یہ جامعہ ام القریٰ میں انگریزی زبان کے استاد ہیں، امریکہ سے انھوں نے اعلیٰ ڈگری حاصل کی ہے، حضرت مولانا مدظلہ کے مجاز بھی ہیں، حضرت نے طلبہ سے ان کا تعارف کرایا کہ ام القریٰ میں انگریزی شعبے کے صدر ہیں، امریکہ سے اعلیٰ ڈگری حاصل کی ہے، حضرت سلطان بلیاوی (۱۱) آپ کے اجداد میں سے ہیں۔ ہم نے کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ حضرت سید آدم بنوریؒ (۱۲) کے دو سب سے بڑے خلفاء تھے: حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی اور شیخ سلطان بلیاوی، بلیا ہی میں ان کا مزار ہے، بلیا یہ نہیں جو یوپی میں ہے بلکہ بہار کا بلیا۔ اچھا ان دونوں میں بڑی مشابہت بھی تھی، دونوں جگہوں پر دریا کے کنارے مسجدیں ہیں، اور دونوں کی قبریں بھی دریا کے قریب ہیں۔ مولانا عبدالماجد دریابادی ہمارے یہاں تکیہ آئے ہوئے تھے، مسجد سے متصل دریا کو دیکھ کر کہنے لگے: دریاباد تو یہ ہے۔

حضرت آدم بنوریؒ کی ہجرت کے لیے شاہ جہاں کی تدبیر

ایک سوال کے جواب میں فرمایا: حضرت آدم بنوریؒ نے ہجرت کی تھی، واقعہ یہ

www.abulhasanalinadwi.org

ہوا کہ جب یہ لاہور آئے تو ہر طرف علماء اور عوام کا مجمع تھا، لوگ ان کو گھیرے ہوئے رہتے تھے، جب شاہ جہاں کو یہ حال معلوم ہوا کہ تو اس کو خوف ہوا، شیخ کی اتنی مقبولیت ہے، کہیں یہ چیز ہماری حکومت کے لیے خطرہ نہ بن جائے؛ اس لیے اس نے یہ تدبیر کی کہ شیخ کی خدمت میں کچھ رقم بھیجی اور تھوڑی دیر کے بعد شاہ جہاں کا قاصد آ کر کہنے لگا کہ اب آپ پر حج فرض ہوگیا ہے، شیخ اب کیا کر سکتے تھے، حج کے لیے تیار ہو گئے، خدام اور دوسرے لوگوں نے بہت روکا کہ آپ اتنے لوگوں کو چھوڑ کر جا رہے ہیں، شاہ جہاں کو بھی کچھ لوگوں نے سمجھایا کہ آپ بہت بڑے خیر سے ہندوستان کو محروم کر رہے ہیں، مگر شیخ نے کچھ نہیں سنا اور حج کے لیے تشریف لے گئے (۱۳)، وہیں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے، ہم کئی بار ان کے مزار پر حاضر ہو چکے ہیں۔

اورنگ زیب کی خواجہ محمد معصوم سے بیعت

حضرت مجدد الف ثانی کا سلسلہ ان کے لڑکے خواجہ محمد معصوم (۱۴) اور حضرت بنوری سے چلا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ (۱۵) بھی اسی بنوری سلسلے سے تھے (۱۶)، اورنگ زیب (۱۷) حضرت خواجہ محمد معصوم کو بہت مانتا تھا، خواجہ صاحب بھی اورنگ زیب کو جب وہ شہزادہ تھا، شہزادۂ دین پناہ لکھتے تھے اور واقعی میں وہ دین پناہ ثابت ہوئے۔ ایک دفعہ بادشاہ ہونے کے بعد اورنگ زیب عالم گیر نے ان کو بلایا، وہ تو نہیں آئے، اپنے کسی مرید کو بھیجا۔ اورنگ زیب خواجہ محمد معصوم سے بیعت بھی تھے۔

اورنگ زیب بہت بڑا شخص تھا، ان پر اس حیثیت سے کام بہت کم ہوا، علامہ شبلی (۱۸) کی کتاب ''اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر'' اور دوسری بعض تحریریں اور بس۔ علی طنطاوی (۱۹) ان کو بہت مانتے ہیں، ان کو سادس الخلفاء الراشدین کہتے ہیں (۲۰)، یعنی چار خلفائے راشدین، پھر حضرت عمر بن عبد العزیز (۲۱) اور اورنگ زیب چھٹے نمبر پر۔

www.abulhasanalinadwi.org

اورنگ زیب کا زہد

اورنگ زیب کی زندگی بھی کیسی عجیب سبق آموز تھی، ایک دفعہ ایک شخص کی دعوت کی، وہ بہت خوش ہوا کہ آج بادشاہ کے یہاں کھانا ہے، بہت سی نعمتیں ملیں گی، وہ جب کھانے بیٹھا تو اپنے گھر سے بھی معمولی چیزیں نظر آئیں، گھر میں اس سے اچھی ملتی ہیں، یہ دیکھ کر وہ حیرت میں پڑ گیا (۲۲)۔

اورنگ زیب کی وصیت

اورنگ زیب کا جب انتقال ہونے لگا تو اس نے وصیت کی کہ میرے پاس دو قسم کی رقم ہے: ایک وہ جو میں قرآن شریف لکھتا تھا اس کی یہ رقم ہے، دوسرے یہ کہ میں ٹوپیاں سی کر بیچتا تھا، تو جو رقم قرآن مجید کی ہے اس کو صدقہ کیا جائے اور جو ٹوپیوں کی ہے اس سے میری تجہیز و تکفین کا انتظام کیا جائے (۲۳)۔

اس پر حضرت مولانا نے فرمایا: دیکھو اتنا بڑا حکمراں ہونے کے باوجود تجہیز و تکفین کا بوجھ بھی بیت المال پر نہیں رکھا، خود اپنے پیسے سے اس کا انتظام کیا!

حواشی مجلس (۱۶)

(۱) اپریل ۱۹۵۶ء میں حضرت مولانا دمشق تشریف لے گئے تھے، اپریل تا جون متعدد محاضرات ہوئے۔ (دیکھیے: کاروانِ زندگی اول، ص: ۴۲۲-۴۳۲)

(۲) سلطان محمد الفاتح: تاریخ اسلام کی عظیم ترین شخصیت، عثمانی خلیفہ، فاتح قسطنطنیہ، جس نے قسطنطنیہ کو فتح کرنے کا بے نظیر کارنامہ انجام دیا (یہ تاریخ ۲۰/ جمادی الاولیٰ ۸۵۷ھ مطابق ۲۹/مئی ۱۴۵۳ء)، وفات: ۸۸۶ھ، ۱۴۸۱ء (تفصیل کے لیے دیکھیے السلطان محمد الفاتح فاتح القسطنطنية وقاهر الروم، تاليف: الدكتور عبدالسلام عبدالعزيز فهمي (دارالقلم دمشق)

(۳) سلطان صلاح الدین ایوبی: اسلام کے قابل فخر بطل جلیل، مجاہد اسلام، فاتح بیت المقدس، وفات: ۵۸۹ھ (سلطان صلاح الدین ایوبی پر متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں، مختصر اور جامع حالات

www.abulhasanalinadwi.org

وکارناموں کے لیے دیکھیے تاریخ دعوت وعزیمت حصہ اول، ص: ۲۶۱-۲۸۶)

(۴) عبدالوھاب الصلاحی: عالم دین، شیخ طریقت، بانی معہد دارالعلوم الشرعیہ دمشق، وفات: ۱۹۶۲ء۔ (نثر الجواھر والدرر (۱/۸۵۰)

(۵) شیخ محمد صالح قزاز: مکہ مکرمہ کے نامی گرامی علماء اور اعیان وروٴساء میں تھے، رابطہ عالم اسلامی کے دوسرے سکریٹری جنرل، وفات: ۱۹۸۹ء (پرانے چراغ سوم ص: ۳۹-۵۰، جدید ایڈیشن: ۳۹-۴۸) إتمام الأعلام (ص۳۷۲)

(۶) دیکھیے پرانے چراغ سوم (ص: ۴۰-۴۲، جدید ایڈیشن: ۴۰-۴۱)

(۷) شیخ محمد سرور الصبان: بہت بڑے فاضل اور عبقری شخصیت کے مالک، ادیب وشاعر، بقول زرکلی: رائد الأدب الحديث في الحجاز (حجاز میں جدید ادب کے معمار ورہنما) مختلف عہدوں سے ترقی کرتے ہوئے وزیر مالیات ہوئے، رابطہ عالم اسلامی کے سب سے پہلے سکریٹری جنرل، وفات: ۱۹۷۲ء (الأعلام (۶/۱۳۴) نثر الجواهر والدرر (۲/۱۱۸۴-۱۱۸۶)

(۸) یعنی ڈاکٹر مولانا عبداللہ عباس ندوی: سابق استاد جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ ومعتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء، ادیب وقلم کار، عربی، اردو، انگریزی کے ماہر، تینوں زبانوں میں تصنیفات ہیں، وفات: ۱/جنوری ۲۰۰۶ء، مکہ مکرمہ (تفصیل کے لیے دیکھیے تعمیر حیات خاص نمبر اور عبقرية عبدالله عباس الندوي)

(۹) یعنی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی: حضرت مولانا ابوالحسن ندوی کے خواہرزادے اور جانشین، عربی کے ممتاز اور مشہور فاضل، جزیرۃ العرب اور اس کے جغرافیہ کے بڑے واقف کار، ''جزیرۃ العرب'' اور ''رہبر انسانیت ﷺ'' سمیت متعدد کتابوں کے مصنف، پچاس سال سے زیادہ عرصے سے ندوۃ العلماء کے تدریسی اور انتظامی امور سے منسلک ہیں، سابق عمید کلیۃ اللغہ، پھر مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء ونائب ناظم ندوہ، حال ناظم ندوۃ العلماء وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، اللہ آپ کا سایہ تادیر سلامت رکھے۔

(۱۰) الأنعام: ۱۲۵

(۱۱) حضرت سلطان بلیاوی: اپنے عہد کے مشہور اور بلند پایہ مشائخ میں سے تھے، حضرت سید آدم بنوری کے کبار خلفاء میں تھے، زہد وورع میں بہت ممتاز اور دنیا سے بالکل بے نیاز تھے، ان کی درویشی، بے نیازی، تقویٰ اور پرہیزگاری پر اہل سلوک کو بھی رشک آتا تھا، تواضع وانکساری کی آخری حد پر تھے، مریدوں کا چھوٹا چھوٹا کام بھی خود کر لیتے تھے، جو ایک دفعہ مل لیتا، زندگی بھر کے لیے آپ کا ہو جاتا تھا، آپ کی صحبت بڑی پُر تاثیر تھی، علم میں بھی آپ کا پایہ بہت بلند تھا، ۱۰۸۵ھ تک حیات ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (دیکھیے مناقب الحضرات: ص ۳۰۰-۳۰۶، از خواجہ محمد امین بدخشی، خانقاہ فتحیہ آزاد کشمیر، ۲۰۰۲ء)

www.abulhasanalinadwi.org

(۱۲) حضرت شیخ سید آدم بنوری: حضرت مجدد الف ثانی کے کبار خلفاء میں تھے، ایک خلق نے ان سے فیض اٹھایا، منقول ہے کہ چار لاکھ مسلمان ان سے بیعت تھے، نیز ان کی خانقاہ ایک ہزار آدمیوں سے کبھی خالی نہیں ہوتی تھی، اتباعِ سنت اور دفعِ بدعت میں مشہور تھے، شریعت وطریقت میں کمال استقامت رکھتے تھے، وفات: ۱۰۵۳ھ، مدینہ منورہ (حضرات القدس، ص: ۳۶۴-۳۶۶، حالات مشائخ نقشبندیہ، ص: ۳۰۳-۳۰۵، نزہۃ الخواطر ۵/۳-۴)

(۱۳) حضرات القدس اور حالات مشائخ نقشبندیہ میں ذرا مختلف انداز سے یہ واقعہ مذکور ہے، یعنی ان کے ساتھ جماعت کثیر دیکھ کر بادشاہ کی ناگواری اور فکرمندی کا ذکر ہے، مگر حج میں بھیجنے کے لیے اختیار کی گئی تدبیر کا ذکر نہیں ہے، صرف اتنا ہے کہ بادشاہ نے حضرت کو حکم دیا کہ آپ مکہ معظّمہ چلے جائیں۔

(۱۴) خواجہ محمد معصوم: حضرت مجدد الف ثانی کے خلف الصدق وخلیفۂ اعظم، ایک عالم کو آپ نے فیض پہنچایا، نو لاکھ آدمیوں نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی، اور سات ہزار حضرات کو انھوں نے خلافت دی، وفات: ۱۰۷۰ھ (حضرات القدس، ص: ۲۴۱-۲۷۳، حالات مشائخ نقشبندیہ، ص: ۳۱۲-۳۴۸، تذکرۂ علماء ہند، ص: ۴۰۲، نزہۃ الخواطر ۵/ ۴۳۹-۴۴۱)

(۱۵) شاہ ولی اللہ: حکیم الاسلام، مجدد ملت، ناشر سنت، عظیم داعی، جلیل القدر مفکر، مفسر، محدث، فقیہ، متکلم اور نباض زمانہ، ان کی عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ ان کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کے تمام علمی، دعوتی اور سیاسی کارناموں کا سرا انھیں تک پہنچتا ہے۔ وفات: ۲۹/محرم ۱۱۷۶ھ-۲۱/اگست ۱۷۶۲ء (تفصیل کے لیے دیکھیے حیات ولی اللہ، تاریخ دعوت وعزیمت حصہ پنجم)

(۱۶) شاہ ولی اللہ کو اپنے والد شاہ عبدالرحیم سے اجازت حاصل تھی، ان کو حافظ سید عبداللہ سے ان کو حضرت سید آدم بنوری سے۔

(۱۷) اورنگ زیب عالم گیر: شہنشاہ ہند، جس نے پورے کروفر کے ساتھ پچاس سال حکومت کی، اور بہت سی حیثیتوں سے احیائے خلافت راشدہ کی کوشش کی، وفات: ۱۷۰۷ء

(۱۸) علامہ شبلی نعمانی: نامور مورخ، مشہور ادیب وادیب گر، علم کلام کے ماہر، قدیم وجدید کے جامع، محسنِ ندوہ، متکلمِ اسلام۔ علامہ شبلی نعمانی کا سب سے بڑا وصف ان کی ملی غیرت تھا۔ وفات: ۱۸/نومبر ۱۹۱۴ء (حیات شبلی از مولانا سید سلیمان ندوی) اس کے علاوہ شبلی پر کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔

(۱۹) علی طنطاوی: عہد حاضر کے مشہور اور اسلامی ادیب، عالم دین اور فقیہ بھی تھے، بیسیوں ادبی اور اسلامی، تاریخی، دینی کتابیں لکھیں، خدمت اسلام پر شاہ فیصل ایوارڈ سے سرفراز ہوئے، وفات: ۱۹۹۹ء مکہ مکرمہ (إتمام الأعلام ص: ۲۹۱-۲۹۲، علماء الشام فی القرن العشرین، ص: ٤١١-٤٢٩، علماء ومفكرون عرفتهم ۱۸۹/۳-۲۳۱) ذکریات کے نام سے ۸ جلدوں

www.abulhasanalinadwi.org

میں خودنوشت سوانح لکھی۔

(۲۰)دیکھیے رجال من التاریخ، ص:۲٦، جہاں انھوں نے اورنگ زیب کو بقیۃ الخلفاء الراشدین لکھا ہے، مگر حضرت مولانا ہمیشہ علی طنطاوی کے حوالے سے سادس الخلفاء الراشدین کہتے تھے۔

(۲۱)خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز: جنھوں نے ڈھائی سال کی مختصر مدت خلافت میں حکومت کا رخ یکسر تبدیل کیا، اور دنیا کو خلافت راشدہ کا عہد یاد دلایا، وفات: ۱۰۱ھ (تاریخ اسلام اور رجال حدیث کی تمام کتابیں، نیز سیر أعلام النبلاء (۱۱۴/۵-۱۴۸)سیرة عمر بن عبدالعزیز لابن ابی الحکم وغیرہ اور اردو میں سیرت عمر بن عبدالعزیز از مولانا عبدالسلام ندوی)

(۲۲)

(۲۳)اورنگ زیب کے سکریٹری حمیدالدین خاں نے اپنی کتاب احکام عالمگیری میں یہ بات لکھی ہے، دیکھیے ص:۴۳(اردو ترجمہ)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۷)

۱۲/۳/۱۴۱۷ھ مطابق ۲۹/۷/۱۹۹۶ء

داعی کے بعض اوصاف

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا: آپ نے بین العالم و جزیرۃ العرب حجاز کے زمانۂ قیام میں لکھی؟

فرمایا: اس کا ایک دلچسپ قصہ پیش آیا، ہم پہلے ۱۹۴۷ء میں حجاز جا چکے تھے، زیادہ تعارف نہیں ہوا تھا، داعی کے لیے جن کو دعوت دے، ان سے تعارف، ان کے دلوں میں احترام یا کم از کم اعتماد ہونا چاہیے۔ حافظ سید محمود (۱) سے کچھ تعارف ہو گیا تھا، ایک دن انھوں نے احمد عبد الغفور عطار (۲) سے ملایا، یہ بڑے اچھے ادیب تھے، جدید ادب پر ان کی گہری نظر تھی، اصلاً بنگالی ہیں، انھوں نے بستان بخاری میں دعوت کی، وہاں انھوں نے بہت سے عمائدین کو بلایا تھا، محسن باروم (۳) وزیر تعلیم، علی حسن فدعق (۴) وزیر مالیات، رشید الفارسی (۵) اور سعید العامودی (۶) جو الحج کے مدیر تھے، وغیرہ سے ملایا، ان سے تعارف ہوا، انھوں نے ہمارا امتحان لیا، جدید ادب عربی کے تعلق سے بہت سے سوالات کیے، عقاد، طٰہٰ حسین (۷) اور احمد امین وغیرہ سے ہم کتنے واقف ہیں، ان کے متعلق ان کے اسلوب کے متعلق ہماری کیا رائے ہے؟ انھوں نے یہ ساری باتیں معلوم کرنے کی کوشش کی۔ اس پر حضرت نے فرمایا: ایک داعی کے لیے صرف خلوص اور اچھی بات کہنا کافی نہیں ہوتا، بلکہ جدید ادب سے اور حالات حاضرہ سے واقفیت بھی ضروری ہے۔ غرض ہم نے جوابات دیے، اس وقت معلوم نہیں ہوا کہ انھوں نے پاس کیا یا نہیں، یا کتنے نمبر دیے، بعد میں جب انھوں نے شیخ سرور صبان سے جو ریڈیو کے ڈائرکٹر تھے، درخواست کی کہ ہمیں ریڈیو پر تقریر کرنے کا موقع دیا جائے، اس وقت معلوم ہوا کہ انھوں نے پاس کیا، غرض ہم نے تقریر کی، من العالم إلی جزیرۃ العرب، اس میں ہم نے عالم کی زبانی جزیرۃ العرب سے شکایت کی

www.abulhasanalinadwi.org

ہے کہ ہم کو آپ سے ایمان ملا، اخلاص ملا، اخلاق ملے، اب صرف تیل ملتا ہے، اب بھی اسی ایمان وایقان اور ایمانی صفات کی ضرورت ہے۔ انھوں نے معاوضہ پیش کیا، مگر ہم نے طے کرلیا تھا کہ کوئی مالی فائدہ حاصل نہیں کریں گے، پھر طائف کے سفر کا واقعہ جس کا انتظام شیخ سرور صبان نے کیا تھا، سنایا۔ جس کا اس سے پہلے والی مجلس میں ذکر آچکا ہے۔

دوبارہ جب ہمیں تقریر کرنے کے لیے کہا گیا تو ہم نے اس کا عنوان من جزيرة العرب إلى العالم رکھا۔ اس میں جزیرۃ العرب نے عالم کو جواب دیا ہے کہ اب بھی ہم وہی ایمان واخلاص دے سکتے ہیں، یہی دونوں تقریریں بين العالم وجزيرة العرب کے نام سے رسالے کی شکل میں شائع ہوئیں (۸)۔

سید علوی مالکی کے یہاں دعوت اور اشعار کا تبادلہ

پھر اسی زمانۂ قیام کا واقعہ سنایا کہ سید علوی مالکی (۹) نے (جو وہاں کے مشہور عالم تھے جن کا حرم شریف میں درس بھی ہوتا تھا) ہماری دعوت کی، مولانا سراج الحق مچھلی شہری (۱۰) کو بھی جن کا ان سے تعلق تھا، مدعو کیا، دعوت نامے کے طور پر ایک پرزہ بھیجا، جس میں کچھ اشعار تھے، ایک قطعہ ہمیں یاد رہ گیا:

أمولانا أبا الحسن المفدىٰ　　أزف إليك آيات الثناء

....　　بتشريف غداً عند الغداء

ومولانا سراج الحق معكم　　لنحظى بالضياء وباللقاء

ہم نے کہا کہ اس کا جواب بھی شعر میں ہونا چاہیے، اب ہم نے رات بھر سوچا، اور اسی قافیہ وردیف میں ایک قطعہ لکھ کر بھیجا، وہ بہت محظوظ ہوئے اور فوراً نوٹ کرنے کے لیے کہا، اب ہمیں یاد نہیں کہ ہم نے کیا لکھا تھا، ہوسکتا ہے کہ ان کے لڑکے کے پاس اب بھی موجود ہو۔

یہاں سے دروازہ کھلا، پھر ماذا خسر نے راستہ اور صاف کردیا۔ ذلك تقدير العزيز العليم (۱۱)۔

www.abulhasanalinadwi.org

داعی کے لیے حالاتِ حاضرہ اور جدید ادب سے واقفیت کی ضرورت

فرمایا: آج ہمارے مدارس میں اس کی بڑی کمی ہے، حالات حاضرہ اور جدید ادباء سے واقفیت بالکل نہیں ہے۔ الحمدللہ یہاں دارالعلوم میں ہم، مولانا مسعود عالم (۱۲) اور مولانا ناظم صاحب (۱۳) ادب ہی پر گفتگو کرتے، یہی ہمارا موضوعِ سخن تھا، ہندوستانی ادباء سے زیادہ عرب ادباء سے متعلق گفتگو ہوتی، دارالعلوم کی تعلیم اور پھر اس صحبت کا بڑا فائدہ ہوا۔ ہمارے طلبہ وفضلاء کو اس کی بڑی ضرورت ہے کہ عالم عربی کے ادب سے، اس کے طبقاتِ رجال سے واقفیت ہو، ان کے نظریات، رجحانات، ان کے ذوق اور اسلوب کا علم ہو، اور وہاں ان کے بارے میں عام تاثر کیا ہے، اس سے آگاہی ضروری ہے، اگرچہ ان سے اتفاق نہ ہو، مگر واقفیت ضرور ہو۔ دعوت میں اس سے بڑی مدد ملتی ہے، کسی معمولی آدمی کی زیادہ تعریف کی یا کسی بڑے شخص کی معمولی تعریف کی تو سب پر پانی پھر جائے گا اور بات کا کوئی وزن نہیں رہے گا، آج مدارس میں اس کی کمی ہے۔

حواشی مجلس (۱۷)

(۱) حافظ سید محمود: وہ مطبعۃ الحکومۃ کے نائب مدیر تھے، صوبہ سرحد سے ان کا کچھ نسلی تعلق تھا۔ (کاروانِ زندگی اول ص ۳۶) محمود الحافظ سے وہ جانے جاتے تھے، ان کے جد امجد پشاور سے دمشق ہجرت کر کے گئے تھے، پھر ملک عبدالعزیز کے دور میں محمود الحافظ مکہ مکرمہ آ گئے، جہاں وہ گورنمنٹ پریس کے مدیر ہوئے، ان کے صاحبزادے محمد محمود الحافظ نے ندوے میں پڑھا ہے، پھر وہ رابطہ عالم اسلامی میں مدیر المشاریع ہوئے۔ (بشکریہ مولانا نذر الحفیظ ندوی)

(۲) احمد عبدالغفور عطار: حجاز کے مشہور اسلامی ادیب اور بہت بڑے فاضل اور محقق، مشہور جریدہ عطاظ کے بانی مدیر، بیسیوں محققانہ کتابیں لکھیں، وفات: ۱۹۹۱ء (علماء ومفكرون عرفتهم ۲/ ۶۹-۹۴، موسوعة أعلام القرن الرابع عشر والخامس عشر ۲/ ٤٦٥-٤٧٠، إتمام الأعلام ص٤٣، نثر الجواهر والدرر ۲/ ۱۷۱۸-۱۷۲۲، تكملة معجم المؤلفين ٤٦-٥١، من أعلام الدعوة والحركة الإسلامية المعاصرة، ص: ٥٧٥-٥٨٢)

www.abulhasanalinadwi.org

(۳) محسن باروم (سید محسن احمد باروم): مکہ مکرمہ سے ان کا تعلق تھا، سعودیہ کے کبار ادباء وفضلاء میں تھے، حکومت کے مختلف عہدوں پر کام کیا، وزیر تعلیم بھی رہے، تعلیم وتربیت ان کا خاص موضوع تھا، بائیس نصابی کتابوں کی تیاری میں شریک رہے، کتابوں کی نشر واشاعت کے لیے دار الشروق اور دار المعرفہ کے نام سے جدہ میں دو ادارے قائم کیے، جامعۃ الملک عبد العزیز کے امین عام بھی رہے، وفات: ۲۱/ اپریل ۲۰۰۸ء (منتدی الحوار الإسلامی اور انٹرنیٹ پر متعدد سائٹس میں ان کے بارے میں معلومات موجود ہیں)

(۴) علی حسن فدعق: مکہ مکرمہ کے مشہور ادباء میں تھے، قانون کے ماہر تھے، مالیات اور متعدد محکموں میں کام کیا، متعدد جرائد سے بھی ان کا تعلق تھا، وفات: ۱۹۹۶ء (إتمام الأعلام ص ۲۸۹)

(۵) رشید الفارسی: مکہ کے معروف آدمی تھے، ابتدا میں حضرت مولانا سے متعارف ہونے والے اور قدر کرنے والے، علاج کے لیے لکھنؤ بھی آئے اور ندوۃ العلماء میں کئی روز قیام کیا۔ (بشکریہ حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم)

(۶) سعید العامودی: محمد سعید بن عبد الرحمٰن العامودی: مکہ کے ادیب وصحافی، شاعر وقصہ نگار اور مورخ، نشر واشاعت کے میدان میں بھی خاصا کام کیا اور حجاز کی تاریخ سے متعلق بہت سے مخطوطات شائع کیے، أعلام المکیین وغیرہ کتابیں لکھیں، وفات: ۱۹۹۱ء (إتمام الأعلام ص: ۳۶۴)، تکملۃ معجم المولفین، ص ۴۸۹)

(۷) طہ حسین: عربی کا مشہور اور بلند پایہ ادیب، وفات: ۱۹۷۳ء (الأعلام ۳/ ۲۳۱)

(۸) مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ سے۔

(۹) سید علوی مالکی بن عباس مالکی الحسنی: مکہ مکرمہ کے نہایت مشہور اور مقبول عالم، جن کا حرم شریف میں عام درس ہوتا تھا، اور گھر میں خاص لوگوں کو درس دیتے تھے، جس میں مختلف موضوعات کی تعلیم دیتے، ہر ہفتے ریڈیو پر بھی ان کی تقریر نشر ہوتی تھی، تقریباً بیس کتابیں لکھیں، وفات: ۱۹۷۱ء، مکہ مکرمہ (الأعلام ۴/ ۲۵۰، نثر الجواہر ۲/ ۸۷۴-۸۷۵)

(۱۰) مولانا سراج الحق مچھلی شہری: حضرت تھانویؒ کے متوسلین میں سے تھے، اور اخیر میں حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب کے خصوصی مقربین میں ہو گئے تھے، ذی استعداد اور انگریزی داں عالم اور ایک اچھے شاعر، وفات: ۱۹۷۷ء (معاصرین از دریابادی، ص ۲۲۸، مولانا کے پوتے محترم مولانا مفتی خبیب صاحب (استاد مظاہر علوم سہارنپور وقف) سے ہم نے دریافت کیا کہ آپ کے جد امجد وہاں مقیم تھے؟ انھوں نے کہا: مستقل طور پر مقیم تو نہیں تھے، البتہ آٹھ نو دفعہ ان کا حج کے لیے جانا ہوا، مکہ اور مدینہ دونوں جگہ طویل طویل ان کا قیام ہوتا تھا، وہاں کے علماء اور مشائخ سے اچھے روابط تھے، مولانا بدر عالم میرٹھی

www.abulhasanalinadwi.org

مہاجر مدنی سے ان کے گہرے تعلقات تھے، مولانا میرٹھی اخیر میں مفلوج ہو گئے تھے، ترجمان السنہ کے آخری حصے کی تکمیل میں مولانا سراج الحق صاحب نے مولانا بدر عالم صاحب کا خاصا تعاون کیا (اس کا ذکر مقدمے میں بھی موجود ہے۔ (فیصل) ان معلومات کے لیے ہم مفتی خبیب صاحب کے ممنون ہیں)

(۱۱) سورۂ یٰس: ۳۸

(۱۲) مولانا مسعود عالم ندوی: دار العلوم ندوۃ العلماء کے سابق استاد اور عربی زبان کے مایۂ ناز ادیب وصحافی، مستقل تصنیفات کے علاوہ مولانا مودودی کی دسیوں کتابوں کو عربی میں منتقل کیا، وفات: ۱۶/ مارچ ۱۹۵۴ء، کراچی (پرانے چراغ اول، ص: ۳۱۷-۳۵۷، من أعلام الدعوة والفكرة الإسلامية المعاصرة، ص: ۱۸۳-۱۸۹، تفصیل کے لیے دیکھیے: مولانا مسعود عالم ندوی حیات وکارنامے از ڈاکٹر عبد الحمید فاضلی)

(۱۳) مولانا محمد ناظم ندوی: عربی زبان کے ممتاز ادیب وشاعر، سابق استاد دار العلوم ندوۃ العلماء وسابق استاد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ بھاولپور، پاکستان (۱۹۶۰ء-۱۹۶۳ء) وفات: ۱۰/ جون ۲۰۰۰ء، کراچی۔ (وفیات ناموران پاکستان، ص: ۸۷۳، محمد ایوب دربھنگوی ندوی ایفل (سابقہ سیفل) حیدرآباد سے ان پر ایم۔فل کا مقالہ لکھ رہے ہیں)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۸)

۱۳/۳/ ۱۴۱۷ھ مطابق ۳۰/ ۷/ ۱۹۹۶ء

تنہا سفر نہیں کرنا چاہیے، سفر ترکی کا حادثہ

ترکی کے سفر کا واقعہ سنایا کہ ساتھ میں کوئی نہیں تھا، اور نہ وہاں کسی سے تعارف تھا، کچھ پتے اور ایک آدھ تعارفی خطوط ساتھ تھے، ہم ایک صاحب کے کہنے سے ایک مدیر مجلّہ سے ملنے کے لیے ان کے دفتر گئے، انھوں نے وہ خط کھول کر پڑھا، جس میں ہمارا تعارف اور چار سو روپے کی ہُنڈی تھی، پھر یہ سب اوراق جن پر پتے لکھے ہوئے تھے اور وہ خط جس میں ہُنڈی تھی اپنے ہاتھ سے چاک کر دیا، ہم بالکل حیران اور پریشان دیکھتے رہ گئے، اور کچھ سمجھ میں نہ آیا، اور اتنا ہم پر اثر پڑا، یاد نہیں کہ کسی سفر میں کبھی ایسی مصیبت پیش آئی ہو، اب ہمارے ساتھ کسی کا پتا نہیں تھا، اور خرچ کے لیے کچھ پیسے بھی نہیں تھے، پھر اللہ نے مدد کی، اور جان پہچان کے لوگ ملتے گئے (۱)۔

پھر فرمایا: ایسا مشکل اور دشوار سفر کبھی نہیں ہوا، اکیلا بالکل سفر نہیں کرنا چاہیے (۲)۔

دنیا کے مختلف ممالک میں مختلف حیثیتوں سے قرآن کا معاملہ ایک لطیفہ

ترکی کے ایک اور سفر (۳) کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ایک پروگرام میں ہمارے ایک طرف ایک ممتاز ترک ادیب و اہل قلم تھے، دوسری طرف مشہور عرب مصنف اور اسلامی مفکر محمد قطب (۴) تھے، برجستہ ہم نے اقبال کا یہ شعر پڑھا:

عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے　　شکوہِ ترکمانی، ذہن ہندی، نطق اعرابی (۵)

اور شکوہ ترکمانی کہتے ہوئے ترک ادیب کی طرف اور نطق اعرابی کہتے ہوئے محمد قطب کی طرف اشارہ کیا، اور ذہن ہندی کہتے ہوئے اپنی طرف اشارہ کیا، مگر وضاحت کی میں خود نہیں، لیکن اس قوم کا نمایندہ ہوں جس کو اللہ نے خاص ذہن سے نوازا، اور اس سے اس

نے اسلام کی خدمت کا کام لیا(۶) پھر اس کا عربی میں ترجمہ کیا، انھوں نے اس سے بڑا لطف لیا، اس پر ترک عالم نے کہا: نزل القرآن في الحجاز، وقرئ في مصر، وحُفِظ في المغرب، وكتب في تركيا، وفهم في الهند، لو عُمِل به(۷)۔

حواشی مجلس (۱۸)

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیے ترکی میں دو ہفتے، ص: ۲۴-۳۶

(۲) حدیث میں اسی وجہ سے تنہا سفر کرنے کی کراہت آئی ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: لو يعلم الناس ما في الوحدة ما أعلم ماسار راكب بليلٍ وحده (صحيح بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب السير وحده، ح: ۲۹۹۸)

(۳) یہ سفر جون ۱۹۸۶ء میں پیش آیا تھا۔ (دیکھیے کاروانِ زندگی سوم، ص: ۱۶۱ و بعد)

(۴) محمد قطب: عصر حاضر کے بہت بڑے اسلامی مفکر، عظیم اسلامی شخصیت سید قطب کے حقیقی بھائی، مصر میں جب اسلام پسندوں کے لیے برا وقت آیا تو مکہ مکرمہ ہجرت کی، دسیوں عظیم اسلامی فکری کتابیں لکھیں، جن میں جاهلية القرن العشرين، الإنسان بين المادية والإسلام، منهج الفن الإسلامي، شبهات حول الإسلام، مفاهيم ينبغي أن تصحح، المسلمون والعولمة، من قضايا الفكر الإسلامي المعاصر، وغیرہ شامل ہیں، بعض کتابوں کا اردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس وقت مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں، پیدائش: ۱۹۱۹ء (موسوعة ويكيبيديا الحرة وغيره)

(۵) اقبال کی مشہور نظم ''طلوعِ اسلام'' کا شعر ہے (بانگ درا، ص: ۲۰۶، دیکھیے: کلیات اقبال، ص: ۲۱۸)

(۶) کاروانِ زندگی سوم، ص: ۱۶۵

(۷) غالباً اسی موقع کی یہ بات ہے، مطلب یہ ہے کہ قرآن حجاز میں نازل ہوا، مصر میں پڑھا گیا، مغرب (یعنی مراکش و آس پاس) میں حفظ کیا گیا، ترکی میں اس کی کتابت کی گئی، اور ہندوستان میں سمجھا گیا، کاش اس پر عمل بھی کیا جاتا (لو عمل به والا ٹکڑا ہمیں حضرت سے سنا ہوا یاد نہیں پڑتا، مولانا بلال حسنی صاحب نے بتایا کہ حضرت یہ بھی فرماتے تھے)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۹)

۱۴/۳/۱۴۱۷ھ مطابق ۳۱/۷/۱۹۹۶ء

مولانا احمد علی لاہوری اور مولانا حسین علی شاہ اور اصلاحِ عقائد

پنجاب میں مولانا احمد علی اور مولانا حسین علی شاہ (۱) کے ذریعے اصلاحِ عقائد کا جو کام ہوا، وہ کہیں نہیں ہوا۔ حسین علی شاہ صاحب مغربی پنجاب میں رہتے تھے، شاہ اسماعیل (۲) کے مسلک پر بڑی شدت سے قائم تھے۔

مولانا لاہوری کی علماے دیوبند سے عقیدت

فرمایا: مولانا احمد علی نے ایک خط میں ہمیں لکھا کہ حضراتِ دیوبند کے مسلک سے کبھی نہ ہٹنا (۳)، وہ علمائے دیوبند سے بڑے متاثر تھے، خصوصاً آخر میں مولانا مدنی کے ساتھ بڑی عقیدت ہوگئی تھی، ہماری تفسیر کی سند ان ہی کے ہاتھ سے تقسیم کی گئی تھی۔

مولانا لاہوری کا اخلاص

مولانا کہیں جاتے تو کسی کو استقبال کرنے نہیں دیتے تھے، لوگ اسٹیشن پر موجود ہیں، انتظار کر رہے ہیں، مگر مولانا پیچھے سے آہستہ الگ گاڑی سے نکل گئے اور داعی کے یہاں پہنچ گئے، کہیں نہیں جاتے تھے جب تک کہ خود اپنے خرچ سے نہ ہو۔

پھر قبر سے گلاب کی خوشبو آنے کا ذکر کیا (۴)، فرمایا: ہم نے صاف اس کا جھونکا محسوس کیا، جب کہ دور دراز تک گلاب کی کوئی باڑی نہیں تھی۔ جمعہ کے روز انتقال ہوا، جنازے میں بہت بھیڑ تھی، کہتے ہیں کہ ایسا مجمع وہاں کبھی نہیں دیکھا گیا۔

مولانا آزاد کی ذہانت

حضرت مولانا، مولانا آزاد کی خدمات کا بڑا اعتراف کرتے تھے، اسی مناسبت

www.abulhasanalinadwi.org

سے مجلس میں مولانا آزاد کا ذکر آیا۔ فرمایا: مولانا آزاد بڑے ذہین تھے، وہ قاہرہ ہوتے ہوئے لندن جارہے تھے، قاہرہ ہوائی اڈے پر مصری صحافی انٹرویو لینے آئے، ایک نے پوچھا: کیا آپ دوبارہ تشریف لانا چاہیں گے؟ جواب میں فرمایا: ولا تقولن لشيئ إني فاعل ذلك غداً إلا أن يشاء الله (۵)۔ بعض انگریزی اخبار والوں نے ہندوستان کی غذائی مشکلات کا ذکر کیا اور اس کے متعلق کچھ پوچھنا چاہا تو انگریزی میں جواب دیا کہ یہ ہمارا خانگی معاملہ ہے(۶)۔

پھر فرمایا: مولانا احمد علی اپنے ایک لڑکے مولوی انور (۷) کو یہاں تعلیم کے لیے بھیجنا چاہتے تھے۔ ان کے ایک لڑکے مولوی حبیب اللہ، جو مغلوب الحال تھے، وہ یہاں آئے ہیں۔

موجودہ ترکی میں کمال اتاترک کے اثرات

ترکی کے سفر سے کل رات واپسی ہوئی تھی، اس لیے آج کا موضوع ترکی ہی تھا، ترکی کے سیاسی وسماجی اور اخلاقی صورت حال وغیرہ کے متعلق گفتگو رہی۔ فرمایا: ترکی میں آج تک کمال اتاترک (۸) کا اثر ہے کہ گھروں میں اس کی تصاویر لٹکائی جاتی ہیں، اور اس کی لگائی گئی پابندیاں آج تک وہاں قائم ہیں، مثلاً کوئی ٹوپی نہیں پہن سکتا اور نہ پگڑی باندھ سکتا ہے، بلکہ ہیٹ پہنے گا۔

اتاترک نے سب سے زیادہ اسلام کو نقصان پہنچایا

اس قسم کی باتیں کرتے ہوئے فرمایا کہ کمال اتاترک نے اسلام کو جو نقصان پہنچایا، شاید ہی کسی نے اسلامی تاریخ میں اتنا نقصان پہنچایا ہو، وہ سمجھتا تھا کہ اسلام کا دور اب ختم ہوگیا، ترکی کو اگر ترقی کرنا ہے تو اسے کسی ترقی یافتہ یورپین ملک کے دوش بدوش چلنا چاہیے، جو مغربی تہذیب کو پوری طرح اپنائے ہوئے ہو، اس نے ہزاروں علماء کو قتل کیا، وہاں لوگوں نے بتایا کہ پچپن ہزار علماء کو اس نے قتل کیا اور پھانسی پر چڑھایا۔

www.abulhasanalinadwi.org

آج بھی عورتیں بالکل بے پردہ ہیں، مگر عوام میں دینی بیداری کے آثار ہیں، رسم الخط پر اتاترک نے جو پابندگی عائد کی تھی اس کا اثر اب تک ہے کہ پورے ترکی میں کہیں بھی اللہ کا نام تک عربی رسم الخط میں نظر نہیں آتا (۹)، قسطنطنیہ کی آبادی اس وقت دو کروڑ ہے اور پورے ترکی کی ساٹھ کروڑ۔

ترکی زبان میں حضرت کی کتابوں کا ترجمہ، اور وہاں کی اسلامی بیداری میں اس کا اثر

فرمایا: ترکی نے ہماری کتابوں سے بڑی دلچسپی لی، اس کا بڑا اہتمام کیا، کسی زبان میں ہماری اتنی کتابیں ترجمہ نہیں ہوئیں جتنی ترکی میں ہوئیں، ہماری انتیس کتابوں کا ترجمہ ترکی میں ہو چکا ہے۔ یوسف قراچہ (۱۰) نے بتایا کہ وزرات خارجہ کی ایک خفیہ رپورٹ میں ہم نے دیکھا: ترکی میں جو اسلامی انقلاب کے آثار نظر آرہے ہیں اس کا ایک اہم سبب آپ کی کتاب تاریخ دعوت وعزیمت ہے۔

حواشی مجلس (۱۹)

(۱) مولانا حسین علی شاہ واں بچھرانوی: مولانا گنگوہی، مولانا مظہر نانوتوی اور مولانا احمد حسن کانپوری کے شاگرد، تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف کے ماہر، ان تمام موضوعات پر تصنیفات ہیں، مولانا گنگوہی کی بخاری اور مسلم کی تقریر عربی میں لکھی تھی، واں بچھراں ضلع میانوالی، پنجاب کے رہنے والے تھے، اپنے علاقے میں توحید وسنت اور تعلیمات قرآن کی اشاعت اور رد بدعت میں کارہائے نمایاں انجام دیے، اور اس سلسلے میں مشکلات ومصائب کا سامنا کیا، خود کھیتی باڑی کر کے طلباء کے جملہ اخراجات اپنی جیب سے ادا کرتے، کبھی کسی سے چندہ نہ لیتے، وفات: ۱۳۶۳ھ-۱۹۴۳ء (نزہۃ الخواطر ۸/۱۳۳-۱۳۴، تذکرۂ علمائے پنجاب اول،ص: ۱۵۹-۱۶۲، تفصیل کے لیے دیکھیے مولانا حسین علی (واں بچھراں) شخصیت-کردار-تعلیمات از میاں محمد الیاس)

(۲) شاہ اسمٰعیل شہید دہلویؒ: نہایت مشہور وباکمال عالم وداعی اور مجاہد، دعوتِ توحید، عمل بالسنّت اور ردِ

بدعت میں فردِ فرید تھے، ان کی کتاب تقویۃ الایمان نے لاکھوں لوگوں کے عقائد درست کیے اور ان کی اصلاح کی، سکھوں کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھ بالاکوٹ میں جام شہادت نوش کیا، بہ تاریخ ۲۴/ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۶/ مئی ۱۸۳۱ء (نزہۃ الخواطر، ۷/ ۶۶-۱۷ اور دیگر کتب، نیز سید صاحب کی سیرت اور تحریک جہاد سے متعلق کتب)

(۳) مرقومہ ۲/ مارچ ۱۹۵۵ء، پورا خط ملاحظہ ہو، خدام الدین کا حضرت لاہوری نمبر، ص: ۴۷۵

(۴) اس کا ذکر گزر چکا ہے، دیکھیے ص: ۹۸

(۵) سورۂ کہف، آیت: ۲۳، مطلب یہ ہے کہ کسی کام کے بارے میں جو کل کرنا ہے یہ نہ کہو کہ یہ میں کل کروں گا، مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

(۶) پرانے چراغ میں اس ملاقات کا ذکر کیا ہے، مگر یہاں زیادہ وضاحت ہے، جو پرانے چراغ میں نہیں، نیز وہاں قاہرہ کے بجائے ''المناظہ'' لکھا ہے، (پرانے چراغ حصہ دوم، ص: ۶۵)

(۷) مولانا انور (مولانا عبیداللہ انور ابن مولانا احمد علی لاہوری): دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی، مولانا اسعد مدنی ابتدائی دور میں آپ کے رفقائے درس میں تھے، تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ عرصے مدرسہ مظہر العلوم کراچی میں تدریسی خدمت انجام دی، پھر لاہور میں دس سال درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھا، اپنے عظیم والد کے مجاز اور ان کے انتقال کے بعد ان کے جانشین قرار پائے، اور انھی کے نقش قدم پر رہے، جمعیۃ علمائے پاکستان کے نائب امیر اور امن کمیٹی کے صدر تھے، وفات: ۲۸/ اپریل ۱۹۸۵ء، لاہور (ہفت روزہ خدام الدین امام الاولیاء حضرت لاہوری نمبر، ص: ۶۱-۶۲ و ۶۷-۷۰، مشاہیر علمائے دیوبند، ص: ۳۵۰-۳۵۴)

(۸) کمال اتاترک (مصطفیٰ کمال پاشا) جدید ترکی کا بانی، ۱۹۲۴ء میں خلافت اسلامیہ کو ختم کرنے والا تاریخ اسلامی کا سب سے بڑا مجرم، وہ اصلاً یہودی تھا، وفات: ۱۹۳۸ء۔

(۹) اب حالات تیزی سے بدل رہے ہیں، اور اسلامی بیداری میں بہت اضافہ ہو رہا ہے، موجودہ حکومت اسلام پسند ہے، جیسا کہ حالات پر نظر رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے۔

(۱۰) یوسف صالح قراچہ: غیور ترکی عالم دین، فاضل ندوۃ العلماء، ۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۲ء تک تین سال دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کی، حضرت مولانا سے بہت تعلق تھا، اب علمائے ندوہ سے مخلصانہ تعلق رکھتے ہیں، کبھی کبھی ندوہ آتے بھی ہیں، حضرت مولانا کی متعدد کتابوں کا ترکی میں ترجمہ کیا ہے، وہاں کی اسلامی بیداری میں پس پردہ بڑا کام کیا، اور کر رہے ہیں، موجودہ وزیر اعظم طیب اردوگان ان کے شاگرد اور صدر عبداللہ گل ان کے ہم وطن اور قریبی دوست ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۲۰)

۱۸/۴/۱۴۱۷ھ مطابق ۳/۹/۱۹۹۶ء

اسلام پر اعتماد بحال کرنے کی ضرورت

ترکی کی تقریر کے حوالے سے حضرت مولانا نے فرمایا: آج اسلام پر اعتماد بحال کرنے کی ضرورت ہے کہ اس میں آج بھی پوری صلاحیت ہے جو پہلے تھی، جدید تعلیم یافتہ طبقے میں یہی کمی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام ایک مذہب ہے جس نے پہلے اچھے کارنامے انجام دیے، دختر کشی کو روکا، اچھی اخلاقی تعلیم دی، برائیوں کو ختم کیا؛ لیکن آج اس کی ضرورت نہیں، اس میں صلاحیت نہیں رہی، زمانہ بہت ترقی کر چکا ہے، اسلام زمانے کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ آج اسی کے مقابلے کی ضرورت ہے، اسلام کی صلاحیت ثابت کرنے کی ضرورت ہے۔ دفاعی اور معذرت والا طرز اور اس قسم کا اسلوبِ نگارش کافی نہیں، سنجیدہ اور ہجومی اسلوب میں سمجھانے کی ضرورت ہے۔

احمد امین اور ماذا خسر کا مقدمہ

فرمایا: ہم جس طرح ہندوستان میں علامہ شبلی کو سمجھتے تھے، اسی طرح عالم عربی میں ڈاکٹر احمد امین کو سمجھتے تھے، یعنی ان کا اسلوب استدلالی ہوتا ہے جو جدید تعلیم یافتہ طبقے کے لیے مفید ہے، اسی بنیاد پر جب ہم نے ماذا خسر لکھی تو خیال ہوا کہ احمد امین سے مقدمہ لکھوایا جائے اور ان کی جمعیت سے اس کو شائع کیا جائے، جدید حلقے میں اس کا اثر ہوگا، اور دعوتی فائدہ حاصل ہوگا؛ چناں چہ ہم نے ان کو لکھا، انھوں نے اطمینان کے لیے دریافت کیا کہ آپ نے انگریزی سے بھی فائدہ اٹھایا ہے؟ ہم نے انھیں انگریزی مراجع کی فہرست جو کافی طویل تھی بھیجی، اس سے وہ متاثر ہوئے۔ ہم نے ان کو کتاب بھیجی، ان کا جواب آیا کہ کمیٹی نے اس کی اشاعت کا فیصلہ کیا ہے، ہمیں یہ خط آیا تو حضرت رائے پوری، مولانا

www.abulhasanalinadwi.org

منظور صاحب نعمانی وغیرہ یہاں تشریف فرما تھے، ہم ندوے کے مہمان خانے سے نکل کر کہیں جانے کے لیے کار پر سوار ہورہے تھے، رابع دوڑتے ہوئے آئے، ماموں جی مصر سے ڈاکٹر احمد امین کا خط آیا ہے، ہمیں خط دیکھ کر ایسی خوشی ہوئی کہ اتنی خوشی کم کسی موقع پر ہوئی ہوگی۔ حضرت کو بھی محسوس ہوا، حضرت نے مولانا منظور صاحب سے پوچھا کہ علی میاں اتنے خوش کیوں ہیں؟ مولانا منظور صاحب نے بتایا کہ احمد امین کا خط ہے کتاب کی اشاعت کے متعلق۔

پھر فرمایا: احمد امین نے مقدمہ لکھا، مگر وہ کتاب کے شایانِ شان نہیں تھا۔ احمد امین نے یا اس لیے کہ وہ موضوع سے پوری طرح متفق نہیں تھے یا انجان مصنف کی زیادہ تعریف جس کو دیکھا بھی نہیں، ان کو مناسب نہیں معلوم ہوئی کہ وہ خود ان کی حیثیت کو کم کرنے والی بات تھی کہ بغیر دیکھے کسی شخص کی تعریف کریں۔

ہم نے یہ کتاب اردن کے بادشاہ ملک عبداللہ (۱) کو پیش کی، جب ہم وہاں گئے تھے، وہاں سے ہم لبنان گئے، تین دن کے بعد واپس آئے تو وہ پوری کتاب پڑھ چکے تھے، بڑے متاثر تھے، ہمیں تعجب ہوا کہ ایک بادشاہ مملکت انھوں نے اتنی جلدی کتاب کیسے پڑھ لی۔

انھوں نے احمد امین کے مقدمے کے بارے میں فرمایا: أساء إلی الکتاب۔ کتاب کو اس نے نقصان پہنچایا (۲)، حجاز میں بھی احباب کا یہی تاثر تھا کہ مقدمے نے کتاب کی اہمیت کو کم کر دیا ہے، بہت سے لوگوں نے اس کا جواب بھی لکھا، خود احمد امین کے شاگرد شکری فیصل (۳) نے احمد امین پر تبصرہ کیا اور انھی کے رسالے میں یہ شائع بھی ہوا۔ ڈاکٹر یوسف موسیٰ (۴) کا بھی یہی کہنا تھا کہ احمد امین کے مقدمے میں کوئی جان نہیں ہے (۵)۔ پھر ہمیں دوبارہ مصر کے سفر میں خیال ہوا کہ سید قطب (۶) سے اس پر مقدمہ لکھنے کی فرمائش کرنی چاہیے، ہم نے سنا تھا کہ انھوں نے کتاب پڑھ لی ہے اور اس کو بہت پسند بھی کیا ہے، اور ہم سے ملنا چاہتے ہیں، پھر انھوں نے طاقتور مقدمہ لکھا، جس نے کتاب کی اہمیت اور قدر بڑھادی۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت کا جذبۂ تشکر اور اساتذہ کی احسان شناسی

فرمایا: یہ محض اللہ ہی کا فضل ہے، اسی کا کرم ہے، ورنہ ہم ایک دیہات کے رہنے والے۔ ترکی میں ہمارے اعزاز میں جو جلسہ ہوا (۷)، اس میں بھی ہم نے یہ بات کہی کہ ہم ایک چھوٹے سے دیہات تکیہ رائے بریلی کے رہنے والے ہیں جہاں دریا بہتا ہے، محض اللہ کی توفیق ہمارے ساتھ رہی۔ والدین کی دعائیں، بھائی صاحب کی شفقت اور اساتذہ کی خصوصی نظر کہ انھوں نے بڑے اہتمام اور فکر سے ہمیں پڑھایا، (خصوصاً خلیل عرب صاحب، انھوں نے کتابوں کا جو انتخاب کیا، وہ بے نظیر ہے، اسی طرح وہ ہماری ہمت افزائی کرتے، جب انشاء میں کوئی اچھا جملہ دیکھتے تو ہمیں انعام دیتے) یہ سب غیب سے انتظام تھا، پھر بھائی صاحب نے ہمیں انگریزی پڑھوائی، یہ ان کی وسعت نظری کی دلیل ہے۔ انگریزی ہمیں بہت کام آئی۔

عربی زبان وادب میں علامہ تقی الدین ہلالی کا مقام

تعلیم کی مناسبت سے علامہ تقی الدین ہلالی کا بھی تذکرہ کیا کہ ان سے ہم نے دیوان نابغہ سبقاً سبقاً پڑھا ہے، اور نحو کی کسی کتاب (غالباً شرح شذور الذھب) کے درس میں بھی شرکت کی ہے۔ لغوی تحقیق اور صرف ونحو کے قواعد پر ان کی بڑی گہری نظر تھی، اس میں ان کی مثال نہیں تھی۔ امیر البیان علامہ شکیب ارسلان (۸) اور علامہ سید رشید رضا مصری (۹) کے درمیان کسی لفظ کے سلسلے میں اختلاف ہوتا کہ اہل عرب نے اس کا استعمال کس طرح کیا ہے تو وہ علامہ ہلالی ہی سے رجوع کرتے اور انھی کو حکم بناتے۔

احمد الحسنی کی عربی دانی

ہم نے، مولانا مسعود عالم، مولانا ناظم اور مولانا ابو اللیث (۱۰) نے ان سے فائدہ اٹھایا، سب سے زیادہ فائدہ احمد الحسنی مرحوم نے اٹھایا، وہ چھوٹے تھے، گھر میں آتے جاتے رہتے تھے، بازار سے سودا وغیرہ بھی لاتے تھے، پھر شیعہ مجتہد کے سامنے ان کی عربی

میں برجستہ تقریر کا لطیفہ سنایا، دارالعلوم کے چند ممتاز طلبہ اور اساتذہ نے ان کی طرف سے منعقد مقابلے میں عربی میں تقریریں کیں، تو پھر ان کے سامنے کسی کا رنگ نہیں جما، شرکاے مجلس میں ایک صاحب کو جو شیعہ مجتہد کے ساتھ آئے ہوئے تھے، یہ بات بڑی گراں گزری، میرے پہلو میں اس وقت احمد بیٹھے ہوئے تھے، وہ نسبتاً چھوٹے تھے، اور ہم لوگ بھی ان کی تقریری صلاحیت سے واقف نہیں تھے، انھوں نے جب احمد سے تقریر کی فرمائش کی تو انھوں نے معذرت کی، اور ہم لوگوں نے بھی کہا کہ جلسہ ختم ہو گیا، اب کسی تقریر کی ضرورت نہیں، انھوں نے یہ سمجھ کر کہ احمد تقریر کرنے پر قادر نہیں ہیں، مگر وہ اصرار کرتے رہے، یہ سوچ کر وہ تقریر کریں گے تو دارالعلوم ندوۃ العلماء سے آئے ہوئے طلبہ اور اساتذہ کی قادر الکلامی اور طلاقت لسانی سے جو اثر پیدا ہو گیا ہے وہ کم ہو جائے گا، ہم لوگوں نے ان کا اصرار دیکھتے ہوئے مجبوراً احمد سے کہا کہ پھر اللہ کا نام لے کر کچھ کہہ ہی دو، انھوں نے ایسی برجستہ اور زوردار تقریر کی کہ ساری محفل پر اس کا جادو چل گیا اور وہ صاحب خفیف ہو کر رہ گئے (۱۱)۔ پھر کہا: ان کو بڑی اچھی عربی پر قدرت تھی، وہ اہل زبان کی طرح بالکل رواں عربی میں تقریر کر لیتے تھے۔ مولانا نذر الحفیظ کے سوال پر کہ ان کی کوئی عربی تحریر موجود ہے؟ فرمایا: ان کو اس کا موقع نہیں ملا، حالات نے اور صحبت نے اس کا موقع نہیں دیا، مگر عربی پر بے حد قدرت تھی، لاہور میں مولانا ظفر علی خان کی صدارت میں احمد حسنی کی تقریر کے لیے ایک جلسہ رکھا گیا، ہم جب لاہور گئے تھے تو ہم نے بھی اس کا اشتہار دیکھا، اس میں لکھا تھا کہ آج کون کہتا ہے کہ ابو الفضل (۱۲) اور فیضی (۱۳) پیدا نہیں ہوتے، لوگ آئیں اور ایک ہندوستانی کی عربی میں تقریر سنیں (۱۴)!

استانبول کے سمینار کا ذکر

یہ محض اللہ ہی کا فضل ہے؛ ورنہ ہمارے اعزاز میں سمینار رکھا جائے اور وہ بھی استانبول جیسے شہر میں ہم پر مقالات لکھے اور پڑھے جائیں! اس میں عربوں کی احسان

www.abulhasanalinadwi.org

شناسی اور وسعتِ قلبی کو بھی بڑا دخل ہے۔ سب جلسہ چلانے والے، اس کا انتظام کرنے والے عرب ہی تھے، اس میں بہت سے مقالے پڑھے گئے (۱۵)، لیکن ہمیں سب سے زیادہ حیرت علامہ یوسف قرضاوی (۱۶) کے مقالے سے ہوئی، پورے عالم اسلام میں ان کی مثال نہیں، ان جیسا متبحر عالم نہیں، وسعتِ فکر اور دقتِ نظر اور تبحرِ علمی میں ان کی کوئی نظیر نہیں، انھوں نے ہماری کتابوں کے بیں عناصر بیان کیے کہ اس میں یہ خوبی ہے، یہ خوبی ہے، ہم بھی شاید اس طرح بیان نہیں کر سکتے (۱۷)۔

محنت کبھی ضائع نہیں ہوتی

پھر طلبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: یہ تم طلبہ کے لیے بشارت کی بات ہے کہ اللہ محنت کبھی ضائع نہیں کرتا، "وَاَنْ لَّیْسَ لِلاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی، وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی"، پھر زور دے کر دو دفعہ پڑھا: ثُمَّ یُجْزَاهُ الْجَزَآءَ الاَوْ فٰی (۱۸)۔ اس کا پورا بدلہ بھی دیتا ہے۔ اس میں تمھارے لیے بشارت ہے، محنت اور کوشش شرط ہے، اسلام کی صلاحیت پر پورا یقین اور پھر لوگوں کے دلوں میں اس کو جاگزیں کرنے کی ضرورت ہے۔

مولانا روم اور اقبال کا مقام

مولانا جلال الدین رومی (۱۹) پر ترکی میں جو تقریر کی تھی اس کا تذکرہ آیا، فرمایا: ہم قونیہ جا چکے ہیں جہاں ان کا مزار ہے۔ ہم دو شاعروں سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے، جن کی کوئی نظیر نہیں: ایک مولانا جلال الدین رومی اور دوسرے ڈاکٹر اقبال۔ اور اقبال نے مولانا رومی کا بہت اعتراف کیا ہے۔ ع

پیرِ رومی مرشدِ روشن ضمیر　　کاروانِ عشق و مستی را امیر (۲۰)

ان کی مثنوی پڑھنی چاہیے، بالکل الہامی کلام ہے، قاضی تلمذ حسین صاحب (۲۱) نے اس کو اردو میں بھی منتقل کیا ہے (۲۲)۔ مولانا عبدالماجد صاحب کی اسلام کی طرف بازگشت میں بھی اس کا اثر ہے، اکبر الہ آبادی (۲۳) نے ان کو اس کا مشورہ دیا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

پھر فرمایا: ہم نے اقبال کی زیارت کی ہے، بلکہ ہمارا شمار تو اب ان لوگوں میں ہے جن کو اب انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے، جنھوں نے علامہ اقبال کو دیکھا، اب بہت کم لوگ ان کے دیکھنے والوں میں رہ گئے ہیں۔ انھوں نے ہم کو اپنے کلام کے ترجمے کی اجازت بھی دی ہے، پتا نہیں مروت میں دیا ہو، ہم بہت کم عمر تھے، ہماری عمر سولہ سترہ سال کی تھی، اور پہلی دفعہ جب ان کی زیارت کی تھی تو ہم چودہ سال کے تھے، ہم نے ان کے ایک قصیدے چاند کا عربی میں ترجمہ کیا تھا، ہم نے اس کو ان کے سامنے پیش کیا، ان کو یقین نہیں آیا کہ ہم نے اس کا ترجمہ کیا ہے، بار بار پوچھتے تھے: کیا آپ نے کیا ہے؟ وہ عربی سے واقف تھے، انھوں نے اورنٹیل کالج پنجاب میں عربی پڑھائی بھی ہے۔ اطمینان کے لیے انھوں نے ہم سے کئی سوالات کیے، یمن کے شاعروں سے متعلق وغیرہ (۲۴)۔

روائع اقبال کی تصنیف کا محرک

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا: ہم دو تین سال قبل سعودی ریڈیو سے کوئی پروگرام سن رہے تھے، اس میں ایک شخص روائع اقبال کی عبارتیں پڑھ پڑھ کر علامہ اقبال کا تعارف کرا رہا تھا۔

یہ سن کر حضرت کی ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ظاہر ہوئی، پھر کہا: بعض لوگوں کو اس کے صفحے کے صفحے زبانی یاد ہیں۔ مفتی خلیلی (۲۵) جو مسقط کے مفتی ہیں، ایک دعوت میں ہم ان کے ساتھ شریک تھے تو وہ روائع اقبال کے صفحے کے صفحے زبانی سنانے لگے۔ پھر فرمایا: روائع اقبال کی تصنیف بھی وقت کی اہم ضرورت تھی۔ شیخ علی طنطاوی کا ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ ہم علامہ اقبال کے بارے میں بہت کچھ سنتے ہیں، لیکن ان کو صحیح طور پر جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں، شیخ ابوالحسن علی ندوی اس کام کو کریں تو بڑا اچھا ہو، اس پر ہم میں بھی تحریک پیدا ہوئی، اور یہیں ہم نے لکھنا شروع کیا، پھر رائے بریلی لے گئے۔

ابھی ہم نے لندن میں اقبال کے شعر جو پڑھے تھے وہ بالکل حسب حال تھے:

کلیسا کی بنیاد رہبانیت تھی — سماتی کہاں اس فقیری میں پیری
خصومت تھی سلطانی وراہبی میں — کہ وہ سربلندی ہے یہ سربزیری
سیاست نے مذہب سے پیچھا چھڑایا — چلی کچھ نہ پیرِ کلیسا کی پیری
ہوئی دین ودولت میں جس دم جدائی — ہوس کی امیری ہوس کی وزیری
دوئی ملک ودیں کے لیے نامرادی — دوئی چشمِ بصیرت کی نابصیری
یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا — بشیری ہے آئینہ دارِ نذیری
اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی
کہ ہوں ایک جنیدی واردشیری (۲۶)

نوٹنگھم میں ندوے کے طرز پر مدرسے کی بنیاد

کچھ دیر سکوت کے بعد فرمایا: لوگ وہاں نوٹنگھم میں ایک مدرسہ کھولنا چاہتے ہیں جس میں ندوے کا نصاب پڑھایا جائے۔ بہت بڑی عمارت ہے، ایک اسپتال تھا جس کو انھوں نے مدرسے کے لیے خریدا ہے، اسپتال کی عمارت وہ بھی لندن میں، ایک کروڑ کی عمارت ہوگی۔ اگر یہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں تو بڑا کام ہوگا!

استقامت پر تقریر

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا: مولانا واضح صاحب (۲۷) کہہ رہے تھے کہ آپ نے وہاں اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ (۲۸) پر جو تقریر کی، اس کا بڑا اثر ہوا، پروفیسر خورشید احمد (۲۹) بھی شریک تھے، وہ بڑے متاثر ہوئے، وہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے ایسی تشریح نہیں سنی، آج پہلی دفعہ معلوم ہوا ہے۔

فرمایا: ہاں پہلے سے کوئی مضمون ہمارے ذہن میں نہیں تھا، قاری کی تلاوت سے ہم نے لیا تھا، اوراب ہم اسی کے عادی ہوگئے ہیں، پہلے ہم سوچا کرتے تھے کہ کیا کہنا ہے، ذہن پر زور ڈالتے تھے مگر ذہن کام نہیں کرتا تھا، پھر ذہن میں آیا کہ قاری جو تلاوت کرے

www.abulhasanalinadwi.org

گا، انشاء اللہ اسی سے ہم اپنی بات نکال لیں گے۔ تو ہم نے ان آیات کی روشنی میں کہا کہ پوری تاریخ اس کے گرد گھومتی ہے، انھی دو طبقوں میں تقسیم ہوتی ہے: جن کو ہدایت ملی اور انھوں نے ربنا اللّٰہ کہا مگر اس پر قائم نہیں رہے۔ اور وہ لوگ جن کو ہدایت ملی اور انھوں نے ربنا اللہ کہا اور اس پر قائم رہے۔ پوری انسانی تاریخ شروع سے آج تک انھی دو قسم کے لوگوں میں بٹی ہوئی ہے۔

پہلی وحی کا تقاضا کہ یہ امت ہمیشہ علم سے جڑی رہے

فرمایا: وہاں کسی مدرسے کی افتتاحی تقریب تھی، ہم نے تقریر اس طرح سے شروع کی: نبی ﷺ کی بعثت کی وجہ سے پانچ سو سال بعد زمین کا آسمان سے تعلق قائم ہوا تھا۔ اگر اس وقت پوچھا جاتا کہ زمین والوں کو کیا پیغام دیا جائے تو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ پڑھنے کا اور تعلیم کا پیغام دیا جائے۔ سوچنے کی بات ہے کہ نبی امی، امیوں میں بھیجا جارہا ہے، هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا (۳۰)، اور یہود ان کو امی کہہ کر خاطر میں نہیں لاتے تھے: قالوا لَیْسَ عَلَیْنَا فِی الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌ (۳۱)، سراپا امی نبی سراپا امی قوم میں، امی سرزمین پر، جہاں ڈھونڈنے سے دو چار قلم نہیں مل سکتے تھے، غار حراء میں سب سے پہلی وحی جو نازل ہوئی، وہ اقرأ ہے، پڑھنے کی تعلیم ہے، لیکن اسی کو خدا کے ساتھ اس کے نام کے ساتھ جوڑا گیا ہے: اقرأ باسم ربك الذی خلق، تو جو علم اس کے نام کے بغیر ہوگا وہ کامیابی تک اور ہدایت تک نہیں پہنچا سکتا، اور یہاں انگلستان میں بدقسمتی سے ایسا ہی ہوا، علم کا خدا کے ساتھ جوڑ نہیں رہا، اس لیے ہدایت سے محروم رہے۔ تو سب سے پہلی وحی میں پڑھنے کی اور علم سیکھنے کی تعلیم دینا اس بات کو بتاتا ہے کہ یہ امت جہاں بھی رہے گی اور جس زمانے میں بھی، علم اس کے ساتھ رہے گا، اور رہنا چاہیے، پہلی وحی کا یہی تقاضا ہے۔ علم سے رشتہ اس کا ہمیشہ جڑا رہے گا ٹوٹ نہیں سکتا۔

پھر فرمایا: یہ ایک بالکل وارد خطاب تھا، ہم نے اس کو سوچا بھی نہیں تھا (۳۲)۔

www.abulhasanalinadwi.org

خدا کے فضل کا ذکر

فرمایا: ہم جب یہاں سے پڑھ کر نکلے تھے تو ہم نے سوچا بھی نہیں تھا کہ کبھی لندن جائیں گے، یہ محض اللہ ہی کا فضل ہے۔ ہم لندن گئے وہاں خطاب کیا، تقریریں کیں، تقریر ہی نہیں بلکہ ان کی سرزنش کی، ان کی ملامت کی۔ آکسفورڈ میں تقریر کا موقع ملا، کیمبرج میں تقریر کا موقع ملا، لندن یونی ورسٹی میں تقریر کا موقع ملا، جرمنی میں تقریر کی، یہ سب محض اللہ کا فضل ہے، ورنہ ہم کیا تھے، اس میں کسی چیز کا دخل نہیں، محض خدا کا فضل ہے!

حواشی مجلس (۲۰)

(۱) ملک عبداللہ (عبداللہ بن الحسین الحسنی الہاشمی) مملکت اردن، "المملكة الأردنية الهاشمية" کے بانی و سربراہ، سلطنت عثمانیہ کے خلاف خروج میں اپنے والد شریف حسین کے ساتھ شریک رہے، عرب اسرائیل جنگ میں یہود کی خاطر بعض علاقوں سے اپنی فوج ہٹالی تھی، چناں چہ ایک فلسطینی نوجوان نے تاک کر جمعہ کے دن مسجد اقصیٰ میں ان پر برسرِ عام گولی چلائی، یہ ۱۹۵۱ء کا واقعہ ہے، ملک عبداللہ عربی ادب کا بھی اچھا ذوق رکھتے تھے۔ (الأعلام: ۴/۸۲)

حضرت مولانا اپنے سفرنامے میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں: انھوں نے اس طرح کی زندگی گزاری جس نے تنقید و تردید کے در کھول دیے، بہت سے لوگ ان کے حقیقی مقاصد کو سمجھنے سے قاصر اور عرب کے مسئلے میں ان کی پوزیشن اور موقف کے بارے میں مشکوک رہے ہیں۔ (شرق اوسط کی ڈائری، ص: ۴۳۳)

(۲) حضرت نے اپنے سفرنامے میں اس بات کا ذکر کیا ہے۔ (دیکھیے شرق اوسط کی ڈائری، ص: ۴۲۳)

(۳) شکری فیصل (ڈاکٹر شکری بن عمر فیصل) بلند پایہ ادیب و محقق، اسلام پسند اسکالر، متعدد علمی، ادبی اکیڈمیوں سے وابستہ تھے، مختلف جامعات میں درس دیا، اخیر میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں استاد ہوگئے تھے، وفات: ۱۹۸۵ء (إتمام الأعلام، ص ۱۸۹) نثر الجواهر والدرر (۲/۱۸۴۲-۱۸۴)

(۴) یوسف موسیٰ (ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ): عظیم اسلامی اسکالر و فلسفی، جامعہ ازہر سمیت مختلف جامعات میں فلسفہ و اخلاق اور علوم شرعیہ کا درس دیا، اخیر میں جامعہ عین شمس میں رئیس قسم الشریعہ کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوئے، ان کی سب سے مشہور اور عظیم کتاب: "الإسلام وحاجة الإنسانية إليه" ہے جس پر حضرت مولانا علی میاںؒ کا مقدمہ ہے، اس کتاب کا انگریزی، فرنچ، اسپینش اور اردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے، اس کے علاوہ اسلام اور فلسفہ و اخلاق اور تاریخ فقہ اسلامی کے موضوع پر دسیوں کتابیں لکھیں، وفات: ۱۹۶۳ء (بحوالہ Biblioislam.net) (تفصیل کے لیے دیکھیے محمد يوسف موسى - الفقيه

www.abulhasanalinadwi.org

الفيلسوف والمصلح المجدد، تاليف: الدكتور محمد الدسوقي، دارالقلم دمشق)
(۵) اسی تاثر کی وجہ سے انھوں نے ماذا خسر پر خود بھی مقدمہ لکھا، اور کھل کر اعتراف کیا۔
(۶) سید قطب: مشہور اسلامی مفکر وداعی وادیب، نقد وادب میں بھی ان کا پایہ بہت بلند تھا، فی ظلال القرآن اور دسیوں اعلیٰ، اہم اور بے نظیر کتابوں کے مصنف، الإخوان المسلمون سے وابستہ تھے، ۱۹۶۶ء میں مصر کی مغربیت زدہ بلکہ مغرب کی آلۂ کار حکومت نے ان کو پھانسی دی۔ (الأعلام ۱۴۲/۳، تفصیل کے لیے دیکھیے: سيد قطب من الميلاد إلى الاستشهاد، اور سید قطب پر متعدد کتابیں موجود ہیں)
(۷) یہ جلسہ ۹/ اگست ۱۹۹۶ء کو استنبول میں منعقد ہوا تھا، اس کی تفصیل حضرت مولانا نے کاروانِ زندگی میں لکھی ہے (دیکھیے کاروان زندگی جلد ششم، ص: ۲۸۶-۲۹۰)
(۸) امیر شکیب ارسلان: عصر حاضر کے مشہور اسلام پسند ادیب ومؤرخ اور ماہر سیاسیات۔ انھیں ''امیر البیان'' کہا جاتا تھا۔ ترکی اور فرنچ پر بھی دسترس تھی۔ فرانسیسیوں کے خلاف عملاً جہاد میں حصہ لیا۔ خلافت اسلامیہ کی حفاظت اور بقا، اور عربوں میں صحیح اسلامی بیداری پیدا کرنے کے لیے بڑی کوشش کی۔ ان کی سب سے مشہور تصنیف "حاضر العالم الاسلامی" پر ان کی تعلیقات ہے، اس کے علاوہ دسیوں کتابیں اور سیکڑوں مقالات ہیں، بلکہ عصر حاضر کے ادباء میں سب سے زیادہ لکھنے والوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ وفات: ۱۹۴۶ء (شكيب أرسلان داعية العروبة والاسلام، تالیف: احمد الشرباصی، اس کے علاوہ بھی ان کی سیرت پر کتابیں ہیں، دیکھیے الأعلام ۱۷۳/۳-۱۷۵)
(۹) علامہ سید رشید رضا مصری: مشہور عالم وادیب، داعی اور مصلح۔ شیخ محمد عبدہ کے شاگرد رشید اور جانشین تھے۔ حدیث وتفسیر اور تاریخ وادب، تمام فنون میں درک تھا۔ مجلّہ ''المنار'' نکالتے تھے، جو اس وقت توحید وسنت کا سب سے بڑا ترجمان سمجھا جاتا تھا۔ ''تفسیر المنار'' کے نام سے تفسیر بھی لکھی جو مکمل نہیں کر سکے۔ اس کے علاوہ بھی کئی کتابیں ہیں۔ وفات: ۱۹۳۵ء (الأعلام ۱۲٦/٦، أعلام و أصحاب أقلام، تاليف أنور الجندى، ص: ۱۵۳-۱۶۰، علماء الشام فى القرن العشرين، ص: ۸۵-۹۵)
(۱۰) مولانا ابو اللیث (اصلاحی) ندوی: (اصل نام شیر محمد تھا، علامہ سید سلیمان ندوی نے ابو اللیث کر دیا تھا، اسی سے مشہور ہوئے) پختہ استعداد اور صاحبِ عزیمت عالم دین، دار العلوم ندوۃ العلماء کے سابق استاذ، جماعت اسلامی ہند کے امیر، ۱۹۴۷ء کے بعد نازک اور پُر آشوب دور میں جماعت اسلامی ہند کی امارت سنبھالی، جماعت اسلامی کے امیر ہونے کے باوجود متعدد علمائے دیوبند سے تعلقات تھے، وفات: ۵/ دسمبر ۱۹۹۰ء (پرانے چراغ سوم، ص: ۲۲۷-۲۳۲، (جدید ایڈیشن، ص: ۲۶۱-۲۶۴) تفصیل کے لیے دیکھیے: مولانا ابو اللیث اصلاحی ندوی - حیات وخدمات از طارق فارقلیط فلاحی)
(۱۱) دیکھیے پرانے چراغ سوم (ص ۲۶۰-۲۶۱، جدید، ص: ۳۲۹-۳۳۰)
(۱۲) ابو الفضل اور فیضی: ملا مبارک ناگوری کے دو باکمال فرزند، دونوں علامۂ زمانہ اور نادرۂ روزگار تھے،

www.abulhasanalinadwi.org

ابوالفضل دربار اکبری میں منصب وزارت پر فائز تھا، انتہائی ذہین وذکی اور ادب وانشاء میں بے نظیر، مشہور کتابوں میں ''آئین اکبری''، ''اکبر نامہ'' وغیرہ ہیں، وفات: (قتل): ۱۰۱۱ھ/۱۶۰۲ء (تذکرہ علمائے ہند (۹۵-۹۶) نزہۃ الخواطر (۵/ ۲۸-۳۰)

(۱۳) فیضی (ابوالفیض فیضی): ابوالفضل سے عمر میں بڑا تھا، ادب وشاعری کی چوٹی پر تھا، یہاں تک کہ دربار اکبری سے ملک الشعراء کا خطاب ملا، عربی زبان پر بے پناہ قدرت حاصل تھی، یہاں تک کہ ''سواطع الالہام'' کے نام سے قرآن کی بے نقط تفسیر لکھ ڈالی، اسی طرح علم اخلاق میں ''موارد الکلم'' کے نام سے ایک غیر منقوط کتاب لکھی، وفات: ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء۔ (تذکرہ علمائے ہند (ص ۹۴-۹۵) نزہۃ الخواطر (۵/ ۳۰-۳۵)

دونوں اپنے باپ کے ساتھ اکبر کو گمراہ کرنے اور اس کے زمانے میں فتنۂ اکبری کو ہوا دینے میں پیش پیش تھے (تفصیل کے لیے دیکھیے تاریخ دعوت وعزیمت حصہ چہارم، ص: ۶۹-۱۰۷)

(۱۴) دیکھیے پرانے چراغ سوم (ص ۲۶۱-۲۶۲، جدید ایڈیشن، ص: ۳۶۰)

(۱۵) ان میں پیش کیے گئے مقالات میں سے ۱۹ منتخب وقیع مقالات کا مجموعہ ۶۳۰ صفحات پر مشتمل مکتبہ العبیکان (سعودی عربیہ) نے شائع کیا ہے، بنام ''الشيخ أبو الحسن الندوي- بحوث ودراسات''

(۱۶) یوسف القرضاوی: اصلاً مصر کے رہنے والے ہیں اور اس وقت سالہا سال سے قطر میں مقیم ہیں اور وہاں کے مفتی اعظم ہیں، مجتہدانہ شان رکھنے والے فقیہ، نہایت بے باک خطیب وداعی، بیسیوں وقیع کتابوں کے مصنف، جن میں سب سے مشہور فقہ الزکاۃ ہے، پیدائش: ۱۹۲۶ء (دیکھیے علماء ومفكرون عرفتهم ۱/ ٤٦١-٤٩٠، تفصیل کے لیے دیکھیے: عصام تلیمہ کی کتاب یوسف القرضاوي- فقيه الدعاة وداعية الفقهاء) حال ہی میں فقه الجهاد کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں ان کی شاندار کتاب آئی ہے۔

(۱۷) ان کے مقالے کا عنوان ہے: ركائز الفقه الدعوي عند العلامة أبي الحسن الندوي

(۱۸) سورۃ النجم: ۳۹-۴۱

(۱۹) مولانا جلال الدین رومی: مشہور عارف اور صوفی شاعر، ان کی کتاب ''مثنوی'' دنیا کی مقبول ترین اور مشہور ترین کتابوں میں ہے، بلا مبالغہ اس نے لاکھوں کو متاثر کیا اور ہزاروں اس کے ذریعے تزکیہ واحسان کی طرف مائل اور معرفت کے اسرار ورموز سے واقف ہوئے، وفات: ۶۷۲ھ (سوانح مولانا روم از شبلی نعمانی، صاحب المثنوی از قاضی تلمذ حسین، یہ سب سے مفصل اور محققانہ کتاب ہے، نیز تاریخ دعوت وعزیمت اول، ص: ۳۳۵-۴۰۰)

(۲۰) یہ شعر مثنوی پس چہ باید کرد کی تمہید کا پہلا شعر ہے، ص: ۷ (دیکھیے کلیات اقبال فارسی، ص: ۸۰۳)

(۲۱) قاضی تلمذ حسین گورکھپوری: بڑے فاضل، ادیب وشاعر اور نامور اہل قلم تھے، ۱۹۰۹ء کے آس پاس کچھ عرصے دار العلوم ندوۃ العلماء میں انگریزی پڑھائی، ۱۹۱۳ء میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کی طرف سے انسپکٹر مدارس بنائے گئے، پھر اس کے بعد سپرنٹنڈنٹ کے عہدے پر فائز ہوئے، ستمبر ۱۹۱۷ء میں جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن میں مترجم مقرر ہوئے، اور ایک طویل عرصے تک دار الترجمہ سے متعلق رہے،

اور تاریخ وسیاسیات سے متعلق ہیں سے زیادہ وقیع انگریزی کتابوں کو اردو میں منتقل کیا، اور بعض اہم کتابیں لکھیں، وفات: ۱۹۴۶ء، گورکھپور (بیسویں صدی کے اردو مصنفین (نصف اول) ص: ۱۱۳-۱۱۷)

(۲۲) اب یاد نہیں کہ حضرت مولانا نے کیا فرمایا تھا، مگر ہماری کاپی میں اسی طرح لکھا ہے، اس لیے کہ قاضی تلمذ حسین کی مثنوی پر دو کتابیں ہیں: مرآۃ المثنوی (جو گیارہ سو صفحات پر آئی ہے) تو اس کا ایک جامع انتخاب ہے، آخر میں فرہنگ ہے، وہ بھی فارسی میں ہے، اور دوسری کتاب نقد المثنوی، یہ کہیں نظر نہیں آئی، معلوم نہیں چھپی بھی تھی یا نہیں۔

(۲۳) اکبرالہ آبادی (سید اکبر حسین اکبر) مشہور ظریف شاعر، جو اپنی دین داری میں بھی بہت ممتاز تھے۔ اکبر نے اپنے مخصوص ظریف انداز میں مغربی تہذیب کی جو مذمت کی ہے وہ انھیں کا حصہ ہے۔ وفات: ۹/ستمبر ۱۹۲۱ء، الہ آباد (تفصیل کے لیے دیکھیے حیات اکبرالہ آبادی از سید عشرت حسین (صاحبزادۂ اکبر) گل رعنا ص: ۴۸۷-۴۹۶ خمخانہ جاوید اول، ص ۳۸۱، اکبرنامہ از مولانا دریابادی، مرتبہ محمد ہاشم قدوائی)

(۲۴) اقبال سے حضرت مولانا کے تعلق اور ان سے ملاقاتوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے نقوش اقبال، ص: ۲۸-۳۲

(۲۵) مفتی خلیلی (احمد بن حمد بن سلیمان الخلیلی): عمان کی مشہور شخصیت، وزارت عدل اور وزارت اوقاف میں خدمت انجام دینے کے بعد ۱۹۷۵ء سے سلطنت عمان کے مفتی عام ہیں، اور ۱۹۸۷ء سے عمان کے تمام اسلامی اداروں کے مدیر عام بھی ہیں، پیدائش: ۱۹۴۲ء (دیکھیے انٹرنیٹ پر الموسوعة الحرة)

(۲۶) بال جبرئیل بہ عنوان دین وسیاست، ص: ۹۹ (دیکھیے کلیات اقبال، ص: ۳۳۹)

(۲۷) مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی: حضرت مولانا کے خواہرزادے اور مولانا محمد رابع صاحب کے برادرِ خورد، فراغت کے بعد آل انڈیا ریڈیو سے منسلک ہوکر بڑی ترقی کی، ۱۹۷۳ء میں حضرت شیخ کے حکم سے نوکری ترک کی، اور بحیثیت استاد ادب دارالعلوم ندوۃ العلماء سے وابستہ ہوئے، اوائل ۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۶ء کے آغاز تک کلیۃ اللغۃ کے عمید رہے، اس وقت سے اب تک دارالعلوم کے معتمد تعلیمات ہیں، مولانا عربی ادب اور تنقید میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، نیز عالم اسلام کے حالات اور مغربی افکار وخیالات سے واقفیت میں بے نظیر ہیں، پیدائش: ۱۹۳۳ء۔

(۲۸) سورۂ حم السجدۃ: ۳۰

(۲۹) پروفیسر خورشید احمد: نامور فاضل، صاحب قلم، ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور کے مدیر، اور کئی کتابوں کے مصنف، لاہور میں مقیم ہیں۔

(۳۰) سورۃ الجمعہ: ۲

(۳۱) سورۂ آل عمران: ۷۵

(۳۲) حضرت الہامی کہنا چاہتے تھے، مگر تواضع مانع بنا اور ذرا سوچ کر لفظ ''وارد'' کہا۔

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۲۱)

۱/۵/۷ ۱۴۱ھ مطابق ۱۶/۹/۱۹۹۶ء

تبلیغی جماعت سے تعلق کا آغاز

آج مولانا محمد غزالی صاحب ندوی بھٹکلی (۱) (مقیم مرکز تبلیغ بنگلہ والی مسجد، نظام الدین، نئی دہلی) اور ان کے ساتھ فاروق بھائی جو بنگلور میں تبلیغی جماعت کے ذمہ داروں میں سے ہیں، حضرت مولانا سے ملاقات کے لیے ندوے آئے ہوئے تھے، مجلس میں یہ حضرات موجود تھے۔ حضرت مولانا نے نام لے کر مولانا غزالی صاحب کو قریب بلایا۔ مولانا نذر الحفیظ صاحب نے اس مناسبت سے آج سوال تبلیغ سے متعلق ہی کیا کہ آپ کی مولانا الیاس صاحب سے ملاقات کی ابتدا کیسے ہوئی؟ یہ سوال ہونا تھا کہ حضرت مولانا نے پوری کتاب کھول دی۔ فرمایا: خاکسار (۲) کے نام سے ایک تحریک شروع ہوگئی تھی، جس کے قائد علامہ مشرقی (۳) تھے، وہ اگرچہ علامہ مشرقی سے مشہور تھے، مگر ذہن وفکر کے لحاظ سے وہ پورے مغربی تھے، اس تحریک کا بہت برا اثر پھیل رہا تھا، اس وجہ سے مولانا منظور صاحب کو خیال پیدا ہوا کہ نوجوانوں میں اور خصوصاً تعلیم یافتہ نوجوانوں میں دین کا ذوق پیدا کرنے کے لیے خاکسار تحریک کے مقابلے میں کوئی دینی تحریک شروع کرنی چاہیے۔ انھوں نے ہم سے اس کا تذکرہ کیا، ہم نے کہا: اس کے لیے کسی اچھے انگریزی جاننے والے کی ضرورت ہے، ہمارے ایک دوست ہیں پنجاب میں عبدالواحد صاحب (۴)، انگریزی پر بڑی قدرت رکھتے ہیں، اور اچھے دینی ذوق کے آدمی ہیں، وہ اس کام کے لیے موزوں ہیں۔ پھر مولانا نے فرمایا: ان کو انگریزی پر اچھی قدرت تھی، انگریزوں کے زمانے میں پورے پنجاب میں فرسٹ آئے تھے۔

ہم تینوں نے سفر شروع کیا، پنجاب گئے، لاہور میں مولانا مودودی سے ملے، سہارنپور، گنگوہ، نانوتہ، دیوبند وغیرہ گئے۔ سہارنپور میں شیخ موجود نہیں تھے، پھر رائے پور گئے

www.abulhasanalinadwi.org

اور مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری کے سامنے پوری بات رکھ دی، ہم رائے پور ہی کو مرکز بنانا چاہتے تھے کہ یہاں کوئی جگہ مل جائے، مولانا نے کہا: ہم جگہ دے سکتے ہیں، لیکن پہلے آپ دہلی جائیں، وہاں مولانا الیاس صاحب سے مل کر ان کے کام کا نہج دیکھیں۔ ہم چاہتے ہی یہی تھے کہ کوئی مناسب تحریک مل جائے تو اسی میں شامل ہوکر کام کریں۔ مولانا منظور صاحب کو سنبھل یا بریلی سے تار آیا کہ ان کے کوئی عزیز بیمار ہیں، لہٰذا وہ چلے گئے۔ ہم دونوں دہلی پہنچے، مولانا الیاس صاحب سے ملے، مولانا میوات جانے والے تھے، ہمیں بھی ساتھ لے گئے، وہاں ہم نے کام کا نہج دیکھا، بہت متاثر ہوئے، یہ طریقہ کامیاب معلوم ہوا، واپس آئے تو یہاں کام شروع کیا، طلبہ کو لے کر آس پاس کے علاقوں میں نکل جاتے اور گشت کرتے، مولوی معین اللہ پیش پیش رہتے تھے، اساتذہ بھی ساتھ ہوگئے مولانا عمران خان ندوی نے بہت دلچسپی لی اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پھر ہمارا بار بار دہلی آنا جانا ہوا، مولانا سے روابط بڑھ گئے، مولانا بھی بڑی محبت سے پیش آتے تھے، یہاں بھی تشریف لائے، جب یہاں آئے تو ہم سے کہا کہ مولوی ابوالحسن (وہ ہمیں مولوی ابوالحسن کہا کرتے تھے) ہمیں ایسی جگہ لے جایئے جہاں سے پورا دارالعلوم نظر آئے۔ ہم ان کو دارالعلوم کی عمارت کے اوپر لے گئے۔ مولانا دیکھ کر بہت خوش ہوئے، ماشاء اللہ ماشاء اللہ کہتے جارہے تھے اور پوچھا: میں کیا خدمت کرسکتا ہوں؟ ہم نے کہا اور یہ محض اللہ ہی کی توفیق ہے کہ ایسی بات نکلوائی۔ ہم نے کہا کہ آپ مظاہر علوم کو جس نظر سے دیکھتے ہیں ندوۃ العلماء کو بھی اسی نظر سے دیکھیں۔ اگر ہم چاہتے تو کہہ سکتے کہ اتنے روپے کی ضرورت ہے اور وہ اسی وقت مل جاتے۔ حضرت کے ساتھ بڑے بڑے تاجر بھی تھے، حاجی نسیم صاحب بٹن والے، قریشی صاحب وغیرہ تھے، اگر ہم کہتے تو اسی وقت یہ رقم مل جاتی اور اس طرح کہنے کا بڑا موقع تھا، کیوں کہ اس وقت دارالعلوم کی مالی حالت بھی بہت کمزور تھی، کئی کئی مہینے کی تنخواہیں رکی ہوئی تھیں، بھائی صاحب، حامد صاحب دوکانداروں کے پاس جاجا کر چندہ کرتے تھے۔

یہ بات بیان کرنے کے بعد حضرت مولانا نے فرمایا: ابھی دو دن قبل سہارنپور

www.abulhasanalinadwi.org

سے مولوی طلحہ (۵) کا خط آیا ہے، اس میں انھوں نے اس واقعے کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ آپ نے حضرت سے اس طرح فرمایا تھا، اب ہم آپ سے عرض کرتے ہیں کہ آپ جس نظر سے دارالعلوم ندوۃ العلماء کو دیکھتے ہیں مظاہر علوم کو بھی اسی نظر سے دیکھیں! اس پر سب مسکرا دیے۔ اسی قسم کا واقعہ حضرت رائے پوری کا سنایا کہ حضرت یہاں تشریف لاتے تھے تو ہم سے ایک دفعہ کہا: ہم کو پورے دارالعلوم کا چکر لگایئے، اس کے بعد حضرت مولانا نے فرمایا: اس وقت سے الحمدللہ دیوبند اور ندوے میں جو خلیج تھی، پٹ گئی یا ہلکی ہوگئی۔ یہاں سے لوگ جانے لگے اور وہاں سے آنے لگے۔

پھر سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ہم نظام الدین جاتے تو مولانا یوسف صاحب (٦) کے کمرے میں ٹھہرتے تھے، وہ بھی ہمیں وہیں ٹھہراتے تھے، مولانا بڑا اچھا علمی و تصنیفی ذوق رکھتے تھے، ان کے پاس بڑی اچھی علمی و تاریخی کتابیں تھیں، جس کا ہم نے مطالعہ کیا۔ مولانا انعام الحسن صاحب بھی وہیں رہتے تھے، ہم نے اپنا مضمون المد والجزر في تاريخ الإسلام (۷) وہیں لکھا۔ مولانا یوسف صاحب کے پاس البداية والنهاية (۸) تھی، اس کا مطالعہ کیا، اسی کے اقتباسات لے کر ہم نے یہ مضمون تیار کیا تھا۔

حجاز میں تبلیغی کام کا آغاز

مولانا یوسف صاحب نے جب چاہا کہ حجاز میں یہ کام پھیلے تو اس کے لیے ہمیں تیار کیا۔ حج کا زمانہ قریب آ گیا تھا، ہم نے کہا: ہماری والدہ بھی جا رہی ہیں، ہم ان کے ساتھ جائیں گے، پھر اہلیہ (۹) کو بھی ساتھ لیا۔ حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا: تم گھر والوں کو لے جا رہے ہو، کہیں دعوت کے کام میں حرج نہ ہو، اس لیے محمد ثانی (۱۰) کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ ہم وہاں گئے، رمضان کا پہلا روزہ راستے میں رکھا، دوسرا روزہ وہاں جا کر رکھا۔ ہم مدینہ منورہ چلے گئے، مدینے کے آس پاس گلیوں میں گھومتے، کام کا تعارف کراتے، کچھ لوگ ساتھ ہو گئے، کچھ عرب نوجوان بھی متاثر ہوئے، مگر زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے۔ تقریباً

www.abulhasanalinadwi.org

پندرہ ذی قعدہ تک ہم وہاں کام کرتے رہے۔کام کا تعارف عام لوگوں میں خاصا ہو گیا۔

حجاز کے پڑھے لکھے لوگوں میں تبلیغی کام کا تعارف

پھر جب وہاں کے لوگوں میں خصوصاً ہندوستانی جو وہاں بسے ہوئے تھے، کام کا مزید تعارف ہو، اور کام میں وسعت پیدا ہوئی تو مولانا یوسف صاحب نے ہمیں دوبارہ روانہ کیا۔ان لوگوں نے خود لکھا تھا کہ مولوی ابوالحسن کو بھیج دیں تو اچھا ہو، ہم وہاں گئے، مگر اہل علم کے طبقے میں کام کا تعارف نہیں ہو رہا تھا، وہ لوگ سمجھتے تھے کہ نماز روزے کے لیے کہتے ہیں، یہ تو ہم بھی کرتے ہیں۔وہ لوگ یہ نہیں سمجھتے تھے اس کام میں ایسی قوت ہے جو پوری زندگی میں انقلاب پیدا کر سکتی ہے۔

ایک دن محمود الحافظ (۱۱) صاحب نے کہا: یہ اصلاً ہندوستانی تھے، ہم آپ کو ایک شخص سے ملاتے ہیں، پھر وہ ہمیں احمد عبدالغفور عطار کے پاس لے گئے، یہ اصلاً بنگالی تھے، دو تین نسل سے وہاں رہتے تھے، عربی زبان پر پوری قدرت تھی، عربی کے اچھے ادیب و محقق و ناقد تھے، کئی چیزیں ان کی تحقیق سے شائع ہو چکی تھیں۔پھر حضرت نے وہ پوری تفصیل سنائی جو مجلس (۱۷) ص:۱۹۶ پر گزر چکی ہے، مگر آج مزید باتیں بھی سامنے آئیں، کافی شرح و بسط کے ساتھ بات فرمائی۔پھر فرمایا: اس کے بعد اہل علم کے طبقے میں بھی اس کام کا تعارف ہوا، ہم نے شیخ محسن باروم اور علی حسن فدعق سے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ جماعت میں نکلیں، وہ بھی نکلے اور متاثر ہوئے۔

اہل بدعت کی طرف سے حکومت حجاز کو تبلیغی کام سے بدظن کرنے کی کوشش اور ناکامی

اس کے بعد فرمایا: اسی اثنا میں کچھ بدعتی قسم کے لوگوں نے سوچا کہ اس کام کا خاتمہ کیا جائے تو ہمارے خلاف بہت سی باتیں شیخ عمر بن حسن آل الشیخ (۱۲) کے کان میں

www.abulhasanalinadwi.org

ڈالیں (۱۳)، یہ شیخ محمد بن عبدالوہاب (۱۴) کی اولاد میں سے ہیں، وہ اس وقت ان امور کے ذمے دار تھے۔ ان سے شکایت کی گئی کہ آپ لوگ بدعات کے خلاف جہاد کررہے ہیں، مگر یہ لوگ بدعت پھیلا رہے ہیں۔ شیخ نے کہا: ہم تحقیق کریں گے۔ ان کے لوگوں نے کہا: شیخ ابوالحسن موجود ہیں، ان سے پوچھ لیجیے۔ ہم نے کہا: کمال ہے، وہابی ہونے کے جرم میں ہم لوگ نکالے جاتے ہیں! ہم پر وہابیت کا الزام عائد کیا جاتا ہے، آپ بھی ہم کو اسی جرم میں یہاں سے ہٹائیں گے! ہم نے مزید کہا کہ آپ ہم سے حرم شریف میں قسم لے سکتے ہیں! تب انھیں اطمینان ہوا، اور کوئی ناخوشگوار بات پیش نہیں آئی۔ وہ ہم سے پہلے سے متاثر تھے، ہمارے رسائل جو اس وقت تک شائع ہوئے تھے، المد والجزر في الإسلام، إلى ممثلي البلاد الإسلامية...... اس کی اشاعت کا باعث وہی ہوئے تھے، ان رسائل کی خوب اشاعت ہوئی اور بڑا فائدہ ہوا۔

حرم شریف میں بھی تقریریں ہوئیں۔ مولانا عبیداللہ (۱۵) کی بھی تقریریں حرم شریف میں ہوئیں، اور لوگ اس کام میں جڑنے لگے اور بدعتی لوگوں کی کوشش ناکام ہوئی۔

عرب میں سید سلیمان ندویؒ کا تعارف

فرمایا: سید صاحب ہمارے بعد وہاں گئے، ہم کو خط میں لکھا کہ تم نے ہمارا پہلے ہی تعارف کرادیا ہے، اس سے ہم کو بڑی آسانی ہوئی۔

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ سے قرب کے اسباب

مولانا نذرالحفیظ صاحب نے دوسرا سوال کیا کہ سب سے زیادہ کس چیز نے آپ کو مولانا الیاس صاحبؒ سے قریب کیا؟

فرمایا: ایک تو حضرت سید احمد شہیدؒ سے ہمارا خاندانی تعلق، ان کو حضرت سید صاحب سے جو لگاؤ تھا، وہ گویا موروثی تھا۔ پورا خاندانِ کاندھلہ، حضرت مفتی الٰہی بخش (۱۶) کا خاندان حضرت سید احمد شہید کے کارناموں اور ان کے کمالات کا معترف اور قدردان اور

www.abulhasanalinadwi.org

احسان مند تھا۔ حضرت سید صاحب کاندھلہ پہنچے تو مفتی الٰہی بخش باوجود یہ کہ اپنا علمی مقام رکھتے تھے اور عمر میں بھی بڑے تھے اور براہِ راست حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب (۱۷) کے شاگرد بھی تھے، ان سے ان کو اجازت بھی حاصل تھی، حضرت سید صاحب سے بیعت ہوئے اور اپنے تمام لڑکوں کو مرید کرایا۔

ہماری کتاب سیرت سید احمد شہید جب شائع ہوئی تو کسی نے اس کو حضرت مولانا الیاس صاحب کی خدمت میں پیش کیا، حضرت نے اس پر نظر ڈالی، ہم سے بعد میں فرمانے لگے: مولوی ابوالحسن! تمھاری کتاب سے ہماری معلومات میں اضافہ نہیں ہوا، یہ سب ہم اپنی دادیوں اور نانیوں سے سن چکے تھے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ دہلی میں بہت سے بڑے بڑے لوگ موجود تھے، بڑے علماء تھے اور اپنے طور پر دین کا کام کر رہے تھے، مگر ان کا نظام الدین سے ربط نہیں ہوا تھا، ہم مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی (۱۸) اور مولانا سعید احمد اکبرآبادی (۱۹) وغیرہ کو وہاں لے گئے، کام کا تعارف کرایا، اور خود ندوے کے اساتذہ مولانا عمران خان ندوی، مولانا عبدالغفار نگرامی جو یہاں پڑھاتے تھے، ان سب سے کام کا تعارف کرا کے وہاں لے گئے، اس سے حضرت بہت خوش ہوئے اور خصوصی تعلق پیدا ہو گیا۔

پھر حضرت مولانا نے فرمایا: علمی طبقے میں کام کرنے کے لیے ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو ان کے اندر اس کی وقعت پیدا کر سکیں، اس کے لیے ضرورت ہے وسیع مطالعے اور زبان پر قدرت کی۔

حضرت مولانا الیاسؒ پر دعوت کی دھن اور ان کی متاثر کن صفات

مولانا نذرالحفیظ صاحب نے سوال کیا کہ حضرت کی کس چیز نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟

فرمایا: دعوت کا غلبہ، ایمان واحتساب، اخلاص، دین کا فہم اور حکمت کہ کس سے کس

www.abulhasanalinadwi.org

موقع پر کیا بات کی جائے، دعوت کا ایسا غلبہ کہ گویا اس کی دھن سوار تھی، ہر وقت اسی کی فکر رہتی تھی، نہ کوئی سیاست کی جھلک اور نہ کسی قسم کے سیاسی منافع کی توقع، ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

آج مجلس میں جس تسلسل کے ساتھ جتنی دیر حضرت نے گفتگو کی، اس طرح کبھی نہیں ہوا، طبیعت بالکل کھلی ہوئی تھی، انداز خطیبانہ اور آواز مقررانہ تھی، پورے نشاط، جوش اور قوت کے ساتھ بول رہے تھے، ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ تقریر فرما رہے ہیں۔ اس وجہ سے آج معمول سے کافی طول کھینچا، ہمیشہ ۲۵۔۳۰ منٹ مجلس ہوتی تھی، آج تقریباً ۴۵ منٹ تک مجلس جاری رہی، اور ہمیشہ عموماً اکثر وقت سکوت و تفکر کی نذر ہوتا تھا، آج مسلسل گفتگو ہوتی رہی۔

بھٹکل کے دوسرے مہمان مولانا ناصر الاسلام صاحب ندوی (۲۰) اور ان کے برادر بزرگ اور گلبرگہ کے بھی چند مہمان تشریف رکھتے تھے۔ مجلس برخاست ہوئی تو سب کا چہرہ کھل رہا تھا۔

حواشی مجلس (۲۱)

(۱) مولانا محمد غزالی ندوی بھٹکلی: تبلیغی جماعت کے مشہور مبلغ و داعی، ۱۹۶۷ء میں دار العلوم ندوۃ العلماء سے فراغت حاصل کی، ۱۹۷۷ء سے پوری بے نفسی کے ساتھ مسلسل تبلیغی مرکز بنگلہ والی مسجد نظام الدین میں مقیم ہیں، اور خاص طور پر عربوں میں کام سے متعلق ہیں۔ ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی کے رکن ہیں۔

(۲) ۱۹۳۱ء میں اس تحریک کی بنیاد پڑی، یہ عجیب و غریب قسم کی خطرناک تحریک تھی، اس کے بنیادی اصولوں میں یہ بات تھی کہ خدا پر مکمل ایمان رکھا جائے، چاہے وہ یہودیت کے مطابق یہوداہ ہو، عیسائیوں کے مطابق عقیدۂ تثلیث ہو، ہندوؤں کے پُرانوں کے مطابق پرم آتما ہو، یا بدھسٹوں کا پھایا ہو، یا مسلمانوں کا اللہ، اسی طرح رسول کی مکمل اطاعت، چاہے وہ موسیٰؑ ہوں، عیسیٰؑ ہوں، کرشنا ہوں، بدھا ہوں، یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، اسی وجہ سے خاکسار تحریک مسلمانوں ہی میں محدود نہ تھی، بلکہ اس تحریک کے ممبر یہودی، عیسائی، بدھسٹ، برہمو سماجی اور وہ تمام لوگ بن سکتے تھے، جو مذہب اور خدا پر یقین رکھتے تھے، علامہ مشرقی نے جرمنی کی فاشزم کو اپنے سامنے بطور نمونہ رکھا تھا، خاکی رنگ کا لباس، داہنے بازو پر اخوت کا بیج اور ہاتھ میں بیلچہ ان کا شعار قرار پایا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: تاریخ دعوت و جہاد برصغیر کے تناظر میں، از عبید اللہ فہد فلاحی (ص: ۱۸۶ تا ص: ۱۹۵)

www.abulhasanalinadwi.org

(۳) علامہ مشرقی (عنایت اللہ خان مشرقی): خاکسار تحریک کے بانی، ممتاز ریاضی داں، دانشور، فلسفی، پرنسپل ٹریننگ کالج پشاور، تذکرہ، قول فیصل، مولوی کا غلط مذہب جیسی متعدد گمراہ کن کتابیں لکھیں، وفات: ۲۷/ اگست ۱۹۶۳ء، لاہور (وفیات ناموران پاکستان، ص: ۵۷۲)

(۴) حاجی عبدالواحد صاحب، ایم-اے: اسلامی فکر وخیال کے حامل انگریزی کے بڑے ماہر، حضرت مولانا کے ابتدائی دوستوں میں تھے، حضرت مولانا سے عربی پڑھی، اور حضرت نے انگریزی میں ان سے استفادہ کیا۔

(۵) مولوی طلحہ: یعنی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے صاحبزادۂ گرامی قدر اوران کے روحانی جانشین مولانا محمد طلحہ کاندھلوی، جو مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے موجودہ سرپرست ہیں۔

(۶) مولانا محمد یوسف کاندھلوی: محدث اور زبردست داعی اور ملت کے لیے ماہی بے آب، بقول مولانا علی میاں: ایمان بالغیب کی دعوت کے شغف اور انہماک اور تاثیر کی وسعت وقوت میں بے نظیر۔ حیاۃ الصحابۃ جیسی عظیم کتاب کے مصنف، وفات: ۲/ اپریل ۱۹۶۵ء، لاہور، تدفین: دہلی (تفصیل کے لیے سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی از مولانا محمد ثانی حسنی)

(۷) اسی زمانے میں یہ رسالے کی شکل میں شائع ہوا اور بہت موثر ثابت ہوا، اور مسلسل شائع ہو رہا ہے۔

(۸) حافظ ابن کثیر کی مشہور تاریخی کتاب جس کا نہایت عمدہ اور غالباً سب سے بہتر ایڈیشن حال میں ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی کی تحقیق وتخریج کے ساتھ دار عالم الکتب ریاض (سعودیہ) سے ۲۱/ جلدوں میں شائع ہوا ہے۔

(۹) اہلیہ: سیدہ طیب النساء، حضرت مولانا کی حقیقی ماموں زاد بہن بھی تھیں، فیاضی، خوش اخلاقی اور زہد وایثار میں ممتاز تھیں، وفات: ۵/ دسمبر ۱۹۸۹ء، تکیہ کلاں رائے بریلی (خانوادۂ علم اللہی، ص: ۳۳۸-۳۴۲)

(۱۰) محمد ثانی: (مولانا محمد ثانی حسنی ندوی) حضرت مولانا کے خواہرزادے اور حضرت مولانا محمد رابع صاحب کے بڑے بھائی، ادیب وشاعر اور مورخ، ترانۂ ندوہ کے خالق، کئی کتابوں کے مصنف، حضرت شیخ الحدیث کے خلیفہ ومجاز، ماہنامہ رضوان (لکھنؤ) کے بانی مدیر، وفات: ۱۶/ فروری ۱۹۸۲ء، لکھنؤ، تدفین: رائے بریلی (پرانے چراغ حصہ سوم، ۲۷۵-۲۹۴، جدید، ص: ۳۴۳-۳۵۹، یہی مضمون خانوادہ علم اللہی کے جدید ایڈیشن میں بھی شامل ہے) علمائے مظاہر سہارنپور اوران کی تصنیفی خدمات ۲/ ۳۱۹-۳۲۷)

(۱۱) محمود الحافظ کہا یا حافظ سید محمود، کاروانِ زندگی میں موخر الذکر نام سے ذکر کیا ہے۔

(۱۲) شیخ عمر بن الحسن آل الشیخ: وہ قاضی القضاۃ اور مملکت سعودیہ کے شیخ الاسلام شیخ عبداللہ بن الحسن کے حقیقی بھائی اور ریاض کی ھیئۃ الأمر بالمعروف والنھی عن المنکر کے رئیس تھے، وہ ولی عہد مملکت امیر سعود کے بڑے معتمد اور مشیر تھے۔ (کاروانِ زندگی اول، ص: ۳۳۹)

(۱۳) کاروانِ زندگی میں بھی مختصراً اس بات کا ذکر کیا ہے۔ (دیکھیے حصہ اول، ص: ۳۳۹)

www.abulhasanalinadwi.org

(۱۴) شیخ محمد بن عبدالوہاب: بارھویں صدی کے مشہور مصلح، توحید خالص اور سنت صحیحہ کے بہت بڑے داعی، یکے از مجددین، وفات: ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء (زعماء الاصلاح، ص: ۱۰-۲۳، الأعلام: ۶/ ۲۵۷، شیخ محمد بن عبدالوہاب پر دسیوں کتابیں لکھی جاچکی ہیں، مثلاً دیکھیے مولانا مسعود عالم ندوی کی کتاب شیخ محمد بن عبدالوہاب وغیرہ۔

(۱۵) مولانا عبیداللہ بلیاوی: مشہور مبلغ اور داعی، تبلیغی جماعت کے اہم ترین کارکن، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے تربیت یافتہ، حجاز میں حضرت مولانا علی میاں کے ساتھ اول اول تبلیغی جماعت کو متعارف کرانے والے، نہایت متواضع تھے، وفات: ۱۵/فروری ۱۹۸۹ء، دہلی (پرانے چراغ سوم، ص۱۷۷، جدید ایڈیشن، ص: ۱۰۷-۱۱۶) علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی تصنیفی خدمات، ج ۴/ص: ۱۲۱-۱۲۸، تبلیغی جماعت اور اس کی اہم شخصیات، ص: ۱۱۵-۱۱۳)

(۱۶) مفتی الٰہی بخش: اپنے عہد کے مشہور اور بہت ممتاز اور باکمال عالم و مفتی، حضرت شاہ عبدالعزیز کے معتمد ترین شاگرد، جامع العلوم، خاتم مثنوی مولانا روم، مختلف علوم و فنون میں عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں سو سے زیادہ کتابیں لکھیں، وفات: ۱۲۴۵ھ، کاندھلہ (دیکھیے مختصر تذکرہ حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی از مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی)

(۱۷) شاہ عبدالعزیز دہلوی: حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزند اکبر اور ان کے جانشین تھے، عبقری ذہن و دماغ کے مالک تھے، تمام علوم میں پورا کمال حاصل تھا۔ وفات: ۷/شوال ۱۲۳۹ھ مطابق ۱۲/مئی ۱۸۲۴ء، دہلی (حیات ولی، ص: ۵۸۶-۶۲۸، نزھۃ الخواطر ۷/ ۲۹۷-۳۰۶)

(۱۸) مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی: فاضل دیوبند اور مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی مفتی دارالعلوم دیوبند کے صاحبزادے، اپنے عہد کے مشہور و معتبر عالم، ملی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے، ندوۃ المصنفین (دہلی) کا قیام بھی ان کا اہم ترین کارنامہ ہے، وفات: ۱۲/ مئی ۱۹۸۴ء، دہلی (پرانے چراغ سوم، ص ۹۹-۱۱۲، جدید ایڈیشن، ص: ۱۴۱-۱۵۲، کاروان رفتہ، ص ۱۹۱-۱۹۲)

(۱۹) مولانا سعید احمد اکبرآبادی: اپنے عہد کے مشہور عالم و مصنف، ندوۃ المصنفین کے بانیوں میں سے تھے اور اس کے ترجمان ماہنامہ ''برہان'' کے مدیر، علمائے دیوبند میں سب سے پہلے انگریزی کے امتحانات دینے والے، سابق صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، وفات: ۲۴/مئی ۱۹۸۵ء، کراچی (معارف جلد ۱۳۶، جولائی ۱۹۸۵ء، فکر و نظر ناموران علی گڑھ نمبر، مارچ ۱۹۹۱ء، پرانے چراغ جلد سوم ص: ۱۴۵-۱۴۸ (جدید ایڈیشن، ص: ۲۱۱-۲۱۴) خفتگانِ کراچی، ص: ۴۹-۵۰، از پروفیسر محمد اسلم)

(۲۰) مولانا ناصرالاسلام ندوی: جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے سابق استاد اور حال وہاں کے ناظر کتب خانہ، ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد ایک سال پورا حضرت مولانا کی خدمت میں گزارا اور تحریر وغیرہ میں معاونت کی۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۲۲)

۴/۵/ ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹/۹/ ۱۹۹۶ء

بچپن میں حضرت مولانا کے محبوب شعراء

مولانا نذرالحفیظ صاحب نے سوال کیا: بچپن میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب کونسا شاعر تھا؟

فرمایا: مولانا حالؔی (۱) کہ گھر میں ان کی مسدس بڑے شوق کے ساتھ پڑھی جاتی تھی، اور مولانا ظفر علی خان کہ زمیندار کے ہر شمارے میں اور کم از کم سنڈے ایڈیشن میں ان کی کوئی نہ کوئی دلچسپ نظم یا غزل شائع ہوتی تھی، ہم اس کو بڑے شوق سے پڑھتے تھے، ہم ان کے حمایتی ہو گئے تھے۔ حکیم عبدالقوی صاحب (۲) (مولانا عبدالماجد صاحب کے بھتیجے) وہ بھی خلیل عرب صاحب کے پاس پڑھنے آتے تھے، ہم دیوار کے پاس کھڑے ہو کر باتیں کرتے، وہ مولانا محمد علی کو ترجیح دیتے۔ مولانا عبدالماجد کے اثر سے وہ ان سے متاثر تھے اور اچھی طرح واقف تھے، مولانا عبدالماجد کے مولانا محمد علی سے گہرے روابط تھے۔ وہ ہمدرد کی ادارت میں بھی تھے، ہم اس وقت تک مولانا محمد علی سے اتنے واقف نہیں تھے، ہم مولانا ظفر علی خاں کی حمایت کرتے۔ پھر ہم علامہ اقبال سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔

بچپن میں حضرت کا کتابوں کا شوق اور کتب خانہ

فرمایا: ہم کو کتابیں خریدنے کا بڑا شوق تھا، اس زمانے میں کتاب فروش گلیوں میں آواز لگاتے پھرتے تھے: ’’ہرنی نامہ‘‘، ’’معجزات اہل بیت‘‘، ’’دائی حلیمہ‘‘، ہم والدہ یا ہمشیرہ سے کچھ پیسے لے کر خریدتے۔ پھر فرمایا: ہم کتابیں جمع کرتے، صحن میں کھلی الماری تھی، ہم اس میں کتابیں رکھتے، والد صاحب کے پاس کتابیں آتیں، بہت سے حضرات بھیجتے رہتے تھے، والد صاحب جن کی ضرورت نہ ہوتی، ان کو الگ رکھتے تھے، ہم ان سے لے کر جمع کرتے اور الماری میں رکھتے، اس طرح ہم نے اپنا چھوٹا سا کتب خانہ سجایا تھا اور

www.abulhasanalinadwi.org

اس پر لکھا تھا ’’کتب خانہ ابوالحسن علیؒ‘‘ (۳)۔ پھر فرمایا: کتابوں سے انس بہت اچھی چیز ہے اور یہ چیز ہمارے لیے موروثی تھی، طلبہ اور فضلاء کو کتابوں کا ایک اچھا ذخیرہ اپنے پاس رکھنا چاہیے، صرف کتاب خوانی بالکل کافی نہیں، بلکہ کتابیں خود خریدنی چاہیے، اب اس کا رواج نہیں رہا۔

فرمایا: ہمارا خاندانی کتب خانہ بھی بڑا قیمتی تھا، یہ اب یہاں آچکا ہے (۴)، اس میں بڑے اچھے قیمتی مخطوطات تھے، جیسے ہمارے دادا (۵) کی کتاب مہر جہاں تاب (۶)۔

ہمارے خاندانی بزرگوں میں مولانا سید قطب الہدیٰ صاحب (۷) تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد، ان کے پاس اچھی کتابیں تھیں، انھوں نے خود اپنے ہاتھ سے پوری ترمذی شریف لکھی تھی، اب یہاں کتب خانے میں ہے۔ ان کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی، انھوں نے اپنی وہ کتابیں مولانا سید ظاہر صاحب کو جو ہمارے دادا کے نانا تھے دی تھیں، ان پر حضرت سید صاحب کے اور دوسرے خاندانی بزرگوں کے دستخط ہیں۔ یہی بعد میں ہمارا کتب خانہ بنا۔ بھائی صاحب کو شکایت تھی کہ ہم خاندانی کتابوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے، ہم اس زمانے میں زیادہ تر مصر وشام کی چھپی ہوئی کتابیں پڑھتے تھے، بھائی صاحب نے والدہ کو لکھا کہ علی ان خاندانی کتابوں کو نہیں دیکھتے، ان کا مقصد یہ تھا کہ کتابوں کی صفائی بھی ہو اور ہم کچھ پڑھ بھی لیں، ’’کوئلوں کی دلالی میں ہاتھ کالے‘‘ اردو کا محاورہ ہے، کوئلے کی جو دلالی کرتا ہے اس کے ہاتھ کالے ہو جاتے ہیں، اسی طرح جو کتابوں کو الٹ پلٹ کرے گا، اس کو کچھ نہ کچھ فوائد ضرور حاصل ہوں گے، تو ہمیں بھی بڑا فائدہ ہوا، بہت سی نئی چیزیں سامنے آئیں، ہمارے یہاں جو راستہ مطب کی طرف جاتا تھا وہاں صحن میں دو چار الماریاں تھیں، ہم نے کتابیں صاف کر کے وہاں قرینے سے رکھیں۔

’’یادِ ایام‘‘ کی اہمیت اور خصوصیات

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا: آپ نے ذکر کیا تھا کہ آپ کو تاریخ نویسی کا

www.abulhasanalinadwi.org

ذوق ''یادِ ایام'' سے پیدا ہوا؟ فرمایا: صحیح ہے۔ یہ ادبی اسلوب میں مختصر تاریخ نویسی کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ والد صاحب نے اتنا ہی ذکر کیا ہے کہ گجرات کی کیا کیا خصوصیات ہیں، سب سے پہلے وہاں کون کونسے بڑے بڑے صحابہ وتابعین کے قدم پڑے، پھر وہاں کیسے کیسے لوگ پیدا ہوئے، وہاں کے علماء اور امراء نے کیا کیا کارنامے انجام دیے، مثلاً علامہ محمد طاہر پٹنی جیسے لوگ (جن کی کتاب مجمع بحار الانوار بالکل منفرد کتاب ہے)۔ اس کتاب کی تالیف سہرا مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی کے سر بندھتا ہے، ہوا یہ کہ مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی جو محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کے ذمہ دار تھے، انھوں نے سورت میں اس کا سالانہ اجلاس رکھا (۸)۔ ان کو معلوم تھا کہ والد صاحب تاریخ ہند میں ممتاز مقام رکھتے ہیں تو انھوں نے والد صاحب کو لکھا کہ آپ گجرات والوں کے لیے کوئی چیز لکھیں جو جلسے میں پڑھ کر سنائی جائے۔ والد صاحب نے گجرات کی مختصر تاریخ لکھ کر بھیجی۔ مسودہ مولانا شروانی نے دیکھا تو لکھا: آپ کے حسب ونسب کے شرف کے ساتھ آپ کا علمی کمال آج ہم پر ظاہر ہوا، اگر میں وہاں ہوتا تو آپ کے پاؤں چومتا۔ پھر والد صاحب بھی سورت پہنچے، مگر طبیعت کچھ ناساز تھی، اس لیے خود نہیں پڑھ سکے۔

ندوے کے شاندار سالانہ جلسے اور جلسۂ کانپور کا ذکر

پھر فرمایا: ندوے کے سالانہ جلسے بڑی شان کے ساتھ ہوتے تھے، ہندوستان کے ہر مرکزی شہر میں اس کو منعقد کیا جاتا، والد صاحب کے بعد پھر یہ جلسے نہیں ہوئے۔ صرف دو جلسے ہوئے: ایک یہاں لکھنؤ میں اور ایک کانپور میں، حلیم مسلم کالج میں یہ جلسہ ہوا تھا۔ لکھنؤ کے جلسے میں مولانا محمد علی (۹) شریک تھے۔ اللہ بھائی صاحب کو جزائے خیر دے کہ کانپور کے جلسے میں ہمیں بھی ساتھ لے گئے، وہ اس وقت نائب ناظم تھے، وہ وہاں ٹھہر نہیں سکتے تھے، ان کو چوں کہ مطب کرنا ہوتا تھا، اس لیے واپس آ گئے، مگر ہمیں وہاں کسی مہمان خانے میں چھوڑ دیا۔ ہم نے اس وقت خلیل عرب صاحب سے عربی پڑھنی شروع کر دی تھی، کچھ بول

www.abulhasanalinadwi.org

لیتے تھے۔ایک عرب شیخ سعد براده (۱۰) جو شیخ عبدالجلیل براده (۱۱) کے صاحبزادے تھے، آئے ہوئے تھے، عبدالجلیل براده مدینے کے مشہور ادیب تھے، شنقیطی (۱۲) جو مصر کے امامِ ادب سمجھے جاتے ہیں، کے شاگرد تھے۔اس زمانے میں ہندوستان میں عربی بولنے کا رواج اتنا نہیں تھا، ان کو جب ضرورت ہوتی استنجا وغیرہ کی تو ہم ہی راستہ بتاتے۔ہم کو بھائی صاحب نے ایک خوبصورت قیمتی شروانی پہنا رکھی تھی، اس پر ہر جگہ ملبوس العافیہ ملبوس العافیہ لکھا ہوا تھا، یہ سورت میں کسی عرب نے والد صاحب کو دی تھی۔اس جلسے میں ہندوستان کے چوٹی کے لوگ آئے ہوئے تھے، مولانا محمد علی، مولانا ظفر علی خاں، ڈاکٹر ذاکر حسین، قاضی سلیمان منصور پوری، شاہ سلیمان پھلواروی، مولانا سید سلیمان ندوی وغیرہ، ڈاکٹر ذاکر حسین پہلی دفعہ جرمنی سے آئے تھے، ہم یوں بھی ایسی شروانی پہنے ہوئے تھے کہ لوگوں کی نگاہیں اٹھتی تھیں کہ کون لڑکا ہے جو اتنی خوبصورت اور قیمتی شروانی پہنے ہوئے ہے۔ہماری عمر اس وقت ۱۲-۱۳ سال کی تھی، لیکن ہمیں عربی بولنے کی مشق تھی، ڈاکٹر ذاکر حسین کو ہمیں دیکھنے کی خواہش ہوئی کہ دیکھیں، یہ کون لڑکا ہے، انھوں نے ہمارا امتحان لیا، کچھ سوالات کیے۔وہ جلسہ بڑا یادگار رہا، چار سلیمان جمع ہوئے تھے: قاضی سلیمان صاحب منصور پوری، شاہ سلیمان پھلواروی، مولانا سید سلیمان ندوی اور ایک کوئی اور سلیمان تھے (۱۳) تو شاہ سلیمان صاحب پھلواروی کہنے لگے، یہاں چار سلیمان بیٹھے ہوئے ہیں، لیکن ان میں کوئی سلیمان بن داؤد نہیں سوائے ایک کے، اشارہ خود اپنی طرف تھا، ان کے والد کا نام داؤد تھا، بڑے ذہین اور ظریف شخص تھے۔ایسے جلسے پھر نہیں ہوئے، اس سے بڑا فائدہ ہوتا تھا۔ہندوستان کے ہر اہم اور بڑے شہر میں اس کو منعقد کرنے کا اہتمام کیا جاتا، لوگوں کو بات پہنچ جاتی اور ندوے کا تعارف ہوتا، اتنے بڑے پیمانے پر اور وہ بھی ایسی ڈسپلن کے ساتھ منظم طریقے پر کہ نہ کوئی شور نہ ہڑبونگ۔مولانا حبیب الرحمٰن شروانی اس کے لیے بڑی کوشش کرتے تھے، بعد میں وہ کہتے تھے کہ اب یہ جلسے کیوں نہیں ہوتے۔اس زمانے میں چوں کہ تنظیمیں بہت کم تھیں، تحریک خلافت بھی ختم ہو چکی تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

ندوے کا پچاسی سالہ شاندار جلسہ

اس کے بعد پھر حضرت نے فرمایا کہ پھر ساری کسر پچاسی سالہ جشن نے نکالی، مولوی عبداللہ (۱۴) نے اس کے لیے تحریک کی تھی، قاعدے کے لحاظ سے اور پندرہ سال انتظار کرنا چاہیے تھا، مگر پھر شاید موقع نہیں ملتا، اتنا بڑا مجمع کبھی اکٹھا نہ ہوا ہوگا، ہر طرف کے لوگ تھے، مصر سے، شام سے، حرمین سے عرب علماء آئے تھے، تین چار سو عرب تھے، اور پھر صدارت شیخ الازہر کی، اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ وہ زمانہ بھی ایمرجنسی (۱۵) کا تھا، بڑا خطرہ تھا کہ جلسے میں رکاوٹ پیش آ جائے اور باہر سے لوگوں کو آنے نہ دیا جائے، کیوں کہ سیاسی اعتبار سے حکومت کے حق میں یہ اچھا نہیں تھا کہ باہر سے لوگ آئیں اور وہ بھی کچھ ذمہ دار قسم کے لوگ اور یہاں کے حالات کا مشاہدہ کریں اور پھر واپس جا کر اس پر تبصرے کریں، اخبارات میں تبصرے شائع ہوں، جس سے پوری دنیا میں حکومت ہند کے خلاف جذبات بھڑک جائیں اور نفرت پھیل جائے۔ اس لیے بہت ممکن تھا کہ حکومت اس کا موقع نہ دے اور اس پر پابندی لگائے۔ اسی اثنا میں ایک شخص نے آ کر کہا: مولانا آپ کو کچھ اندازہ نہیں، اتنا بڑا جلسہ کرنے جا رہے ہیں، باہر سے لوگ نہیں آئیں گے، وزارتِ خارجہ نے اعلان کیا ہے کہ کسی کو ویزا نہیں دیا جائے گا۔ ہمیں فکر ہوئی، ہم نے مولوی عبداللہ عباس کو فوراً دہلی بھیجا، اس زمانے میں ہمارے ایک دوست سفارت خانے میں تھے کہ ان سے معلوم کر کے صحیح صورت حال سے آگاہ کریں، ہمیں ٹیلیفون سے اطلاع دینا، کسی کو فون پر نہ بلانا، اگر خبر صحیح ہے تو کہنا: بیمار کی طبیعت اچھی نہیں، اور خبر غلط ہے تو کہنا: بیمار کی طبیعت اچھی ہے، اور کچھ نہ کہنا۔ اس زمانے میں دار العلوم میں صرف ایک ہی فون تھا سلیمانہ ہوسٹل کے پہلے کمرے میں، ایک طالب علم دوڑتے ہوئے آیا کہ فون آیا ہے، آپ کو بلا رہے ہیں۔ ہم سمجھ گئے۔ مولوی عبداللہ نے کہا: بیمار کی طبیعت اچھی ہے۔ ہم نے فون رکھ دیا، کچھ نہیں بولے، اب ہمیں اطمینان ہوگیا، پھر بڑی دھوم کے ساتھ شاندار جلسہ ہوا۔ اکابرین اس کی

کامیابی کے لیے دعائیں کر رہے تھے، خصوصاً شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب اور مولانا انعام الحسن صاحب۔ نظام الدین جانے کے بعد مولانا انعام الحسن صاحب نے کہا: ہمارے گھر کی عورتوں نے اس کے لیے ختم پڑھے اور اس کے لیے دعائیں کیں۔ حضرت شیخ الحدیث کو بڑی فکر تھی، سوتے میں بھی پوچھتے تھے کہ علی میاں کی کیا حالت ہے؟ جلسے کی کیا خبر ہے؟ شیخ الحدیث کے اس فکر و اہتمام کی خاص وجہ تھی، وہ ہم نہیں بتائیں گے۔

ہم نے نصابِ تعلیم پر جو مقالہ پڑھا، وہ لاجواب تھا، ہم نے ایک انگریز کا قول نقل کیا کہ مغربی نصاب تعلیم مشرق والوں کے لیے ہلاکت ہے، ہم نے یہ ایک انگریزی کتاب میں پڑھا تھا۔ استقبالیہ بھی بہت اچھا تھا۔

دار العلوم دیوبند کا صد سالہ جلسہ

پھر دار العلوم دیوبند کا جلسہ ہوا، ہم اس میں شرکت کے لیے جا رہے تھے، حجاز سے اسی وقت آئے تھے، راستے میں معلوم ہوا کہ اندرا گاندھی جلسے میں شرکت کر رہی ہیں۔ ہم نے کہا: اب ہم نہیں جائیں گے۔ ہم نے میرٹھ میں دیکھا کہ اس کا ہیلی کاپٹر واپس جا رہا ہے، تب ہم گئے۔ پھر وہاں اپنی کی ہوئی تقریر کا خلاصہ سنایا، جو مجلس (۵) ص: ۱۱۵-۱۱۶ میں گزر چکا ہے۔

جماعت اہل حدیث کی خصوصیات

پھر فرمایا: اسی طرح تقسیم کے بعد ہم ایک مرتبہ پاکستان گئے۔ جماعت اہل حدیث کی طرف سے، ہمیں سپاس نامہ پیش کیا گیا (۱۶)۔ مولانا داؤد غزنوی (۱۷) حیات تھے، انھوں نے خود پڑھا، یہ ہمارے لیے بڑی سعادت کی بات تھی۔ ہم نے یہ کہا: آپ کے اسلاف میں مولانا اسماعیل شہید اور حضرت سید احمد شہید تھے، ہم نے کہا: جماعت اہل حدیث چار چیزوں کا مجموعہ ہے: ۱- توحید، ۲- خالص سنت کی دعوت اور ردِّ بدعت، ۳- جہاد اور پھر ایک بات ہم نے کہی۔ مولانا داؤد غزنوی نے تائید فرمائی۔

حواشی مجلس (۲۲)

(۱) مولانا حالی (مولانا الطاف حسین حالؔی): مشہور شاعر وادیب اور نقاد، مرزا غالب کے شاگرد تھے۔ مشہور کتابوں میں مسدس حالی، مقدمہ شعر و شاعری، حیات جاوید (سرسید کی سوانح حیات) حیات سعدی اور یادگارِ غالب وغیرہ ہیں۔ ان کی کتاب مسدس حالی نے وہ شہرت پائی جو بہت کم کتابوں کے حصے میں آئی۔ وفات: ۳۱ر دسمبر ۱۹۱۴ء (مصنفینِ اردو، از سید زوار حسین، ص: ۱۰-۲۳، حالی از مالک رام، فکر و نظر حالی نمبر (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اکتوبر ۱۹۹۱)، یادگار حالی (تذکرۂ خواجہ الطاف حسین حالی) از صالحہ عابد حسین)

(۲) حکیم عبدالقوی دریابادی: مولانا عبدالماجد دریابادی کے بھتیجے اور داماد، مولانا دریابادی کے انتقال کے بعد عرصے تک ان کا اخبار "صدق جدید" سنبھالا اور ان کی بعض کتابوں کو مرتب کیا، وفات: ۱۹۹۲ء، لکھنؤ (پرانے چراغ سوم، ص ۲۳۳-۲۴۰، جدید ایڈیشن، ص: ۲۸۵-۲۹۲)

(۳) دیکھیے کاروانِ زندگی حصہ اول، ص ۶۸-۶۹

(۴) یعنی کتب خانۂ علامہ شبلی ندوۃ العلماء لکھنؤ میں، جو وہاں محفوظ مستعار کتب خانوں میں ایک وقیع کتب خانہ ہے۔

(۵) یعنی مولانا حکیم سید فخر الدین خیالی، بڑے مورخ، عظیم شاعر، طبیب حاذق اور بلند مقام بزرگ تھے، اردو فارسی عربی تینوں زبانوں میں کتابیں لکھیں اور تینوں زبانوں میں کلام کے نمونے موجود ہیں۔ سب سے مشہور کتاب مہر جہاں تاب ہے، وفات: ۱۹۰۸ء (نزہۃ الخواطر ۸/ ۳۷۶-۳۸۰، گل رعنا، ص ۵۴۴-۵۴۶، نیز دیکھیے حیات عبدالحی، ص ۳۲-۴۴) ڈاکٹر حافظ ہارون رشید نے ان پر مستقل کتاب لکھی ہے: "حکیم سید فخر الدین خیالی اور ان کے تذکرہ ریختہ گویانِ ہند کی تنقیدی تدوین"

(۶) عظیم کتاب جس میں علوم وفنون کا تعارف، دنیا کا جغرافیہ و تاریخ، انبیاء، صحابہ، علماء و حکماء، مشائخ اور شعراء کے حالات ہیں، مکمل تعارف کے لیے دیکھیے گل رعنا (ص ۵۳۵)

(۷) مولانا سید قطب الہدی: بڑے عالم، محدث وفقیہ، شاہ عبدالعزیز دہلوی کے شاگرد اور شاہ غلام علی دہلوی کے مجاز تھے، نہایت خوش خط تھے، تقریباً چالیس نفیس اور نایاب کتب حدیث و تفسیر نقل کیں۔ وفات: ۱۲۲۶ھ بعمر ۴۲ سال۔ (نزہۃ الخواطر ۷/ ۴۲۷، خانوادۂ علم اللہی (ص ۸۹-۹۴)

(۸) سورت میں یہ اجلاس ۱۹۱۹ء میں منعقد ہوا تھا۔

(۹) یعنی مولانا محمد علی جوہر۔

(۱۰) شیخ سعدیؔ زادہ

www.abulhasanalinadwi.org

(۱۱) شیخ عبدالجلیل برّادہ: حجاز کے مشہور ادیب وشاعر اور محقق زبان، وفات: ۱۲۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء (الأعلام ۳/ ۲۷۵)

(۱۲) شنقیطی یعنی شیخ علامہ محمد محمود التر کُزی الشنقیطی: اپنے زمانے کے مشہور امامِ ادب ولغت، بقولِ زرکلی: علامة عصره في اللغة والأدب، اصلاً شنقیط (موریطانیہ) کے رہنے والے تھے، مصر میں مقیم ہوگئے تھے، پھر مکہ گئے اور امیر مکہ شریف عبداللہ سے روابط قائم کیے اور مکہ اور مدینہ آتے جاتے رہے اور علمی افادے میں مشغول رہے، سلطنت عثمانیہ نے ان کو مدعو کیا اور نادر عربی مخطوطات کی تلاش میں لندن، پیرس اور اندلس بھیجا، بعد میں سلطان سے تعلقات اچھے نہیں رہے تو مدینہ واپس تشریف لائے اور اخیر میں پھر قاہرہ اقامت اختیار کی اور وہیں انتقال کیا، وفات: ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء (الأعلام ۷/ ۸۹-۹۰) نثر الجواہر والدرر (۲/ ۱۴۷۰-۱۴۷۱)

(۱۳) یہ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری تھے جیسا کہ علامہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے اور اس پورے لطیفے کا ذکر کیا ہے (دیکھیے یادرفتگاں ص: ۱۶۰) مولانا سلیمان اشرف بہاری: مشہور اور باکمال علماء میں سے تھے، مسلم یونیورسٹی میں دینیات کے استاد اور شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے چیرمین تھے، وفات: ۲۵/ اپریل ۱۹۳۹ء، علی گڑھ (دیکھیے یادرفتگاں ۱۸۹-۱۹۱، تذکرہ علمائے بہار، ج ۱/ص: ۱۱۲، گنج ہائے گرانمایہ ص: ۱۹-۵۱، سہ ماہی فکر ونظر، خصوصی اشاعت، ناموران علی گڑھ تیسرا کارواں، جلد دوم، ص: ۴۳-۵۴)

(۱۴) مولوی عبداللہ یعنی مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی۔

(۱۵) ۱۹۷۵ء کا زمانہ، اندرا گاندھی کا دورِ اقتدار، جب پورے ملک میں ایمرجنسی لگی ہوئی تھی، ذرا سے شک وشبہے پر پکڑ دھکڑ عام تھی۔

(۱۶) ۱۹۵۵ء کی گرمیوں میں لاہور کا یہ سفر ہوا تھا، جامعہ سلفیہ (شیش محل روڈ لاہور) میں حضرت کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد ہوئی تھی، جس میں حضرت کو سپاس نامہ پیش کیا گیا تھا۔ (دیکھیے کاروانِ زندگی، اول، ص ۴۰۹-۴۱۰)

(۱۷) مولانا سید داؤد غزنوی: برصغیر کے مشہور علمی ودینی غزنوی خاندان کے ایک ممتاز فرد تھے، علم وفضل، درس وتدریس، ادب وصحافت، تقریر وخطابت، تمام جوہران کی شخصیت میں نمایاں تھے، تحریک آزادی کے پُرجوش داعی، اور پنجاب میں تحریک خلافت کے بہت بڑے قائد تھے، وفات: ۱۶/ دسمبر ۱۹۶۳ء، لاہور (تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں، ص: ۳۴۵-۳۴۸، تاریخ صحافت اردو، حصہ پنجم، ص: ۱۱۰۱-۱۱۰۴، سوعہد ساز شخصیات، ص: ۶۷-۷۳، جنھیں میں نے دیکھا، ص: ۱۰۳-۱۰۸، نقوش عظمت رفتہ، ص: ۱۱-۱۲۲) ان کے صاحبزادے مولانا ابوبکر غزنوی نے ان کے حالات میں ایک کتاب لکھی ہے۔ ''مولانا داؤد غزنوی'' اس کا نام ہے۔

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۲۳)

۶/۵/۱۴۱۷ھ مطابق ۱۶/۹/۱۹۹۶ء

معاش کے لیے عربی سیکھنے کی مذمت

کل جمعیۃ شباب الاسلام کے تحت اس کے صدر مولانا سید سلمان حسینی ندوی (۱) کے زیر نگرانی منعقد ہونے والے ماہانہ تربیتی کیمپ میں شرکت کے لیے ہم کُرسَت (ضلع اناؤ) گئے ہوئے تھے، اس لیے مجلس میں شریک نہیں رہ سکے۔ مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب (۲) آئے ہوئے تھے، معلوم ہوا کہ انھوں نے ترکی کے سفر کے متعلق سوال کیا تو حضرت نے پوری تقریر کی، ہمارے بعض ساتھیوں نے کہا: ایسی تقریر مجلس میں کبھی نہیں کی، خود حضرت مولانا نے بھی کہا کہ آج ہم نے پاریکھ صاحب کی خاطر تقریر ہی کر ڈالی، ورنہ مولوی نذرالحفیظ کوئی سوال کرتے اور ہم جواب دے کر خاموش ہو جاتے۔ پھر طلبہ کو مخاطب کر کے عربی زبان میں مہارت پیدا کرنے کی نصیحت کی اور جو عربی، محض معاش کے لیے سیکھتے ہیں، دبئی اور سعودیہ کے چکر میں رہتے ہیں، علی گڑھ جا کر ایم-اے، بی-اے کرتے ہیں، ان کی سخت مذمت کی اور افسوس کا اظہار کیا۔

تحریکِ پیامِ انسانیت کا پس منظر

آج بھی مولانا پاریکھ صاحب موجود تھے، چوں کہ پاریکھ صاحب پیام انسانیت کے ایک بہت بڑے مبلغ ہیں اور اس میں حضرت مولانا کے دست راست ہیں، اس مناسبت سے مولانا نذرالحفیظ نے یہی سوال کیا کہ تحریک پیام انسانیت کا خیال آپ کو کیسے آیا؟

فرمایا: ہم حجاز سے جس دن لوٹے، اسی دن گاندھی جی کا قتل ہوا تھا (۳)، اور پورے ہندوستان کی فضا بدلی ہوئی تھی، ایک خوف و ہراس کا عالم طاری تھا۔ ادارۂ تعلیمات اسلام میں ہر ہفتے ہمارا درسِ قرآن ہوتا تھا، وہاں بھی لوگ ہمیشہ سے کم آئے۔ ہمیں فکر پیدا

www.abulhasanalinadwi.org

ہوئی کہ ہندوؤں میں مسلمانوں سے نفرت کا جذبہ بڑھتا جارہا ہے، جو ملک کے لیے بڑا خطرناک ہے، اس لیے کوئی ایسی تحریک ہونی چاہیے، جس کے ذریعے ان کو اتحاد و اتفاق اور بھائی چارگی کی تعلیم دی جائے اور یہ منافرت کا جذبہ ختم ہوجائے۔ اس وقت ہندوستان میں بڑے بڑے لوگ تھے، لیکن کسی نے اس کو سوچا نہیں تھا، حالاں کہ یہ بہت ضروری اور فوری کرنے کا کام تھا، سچی حب الوطنی کا تقاضا تھا (۴)۔ پھر جمشید پور اور راوڑکیلا کا فساد ہوا، جس میں چار پانچ ہزار مسلمانوں کو ذبح کیا گیا۔ فساد زدہ علاقے کا جائزہ لینے کے لیے ڈاکٹر سید محمود (۵) گئے، پھر مولانا منظور نعمانی گئے، انھوں نے واپس آ کر کہا: جب تک آپ خود نہیں جائیں گے، پوری طرح احساس نہیں ہوگا۔ چناں چہ ہم گئے، مسلمانوں کے ساتھ جو درندوں جیسا سلوک کیا گیا تھا، اس کا اپنی آنکھوں مشاہدہ کیا، ہم نے وہاں کھیتوں میں تربوز اور خربوزے کی طرح مسلمانوں کے سر دیکھے تو اس تحریک کا شدید تقاضا پیدا ہوا۔ واپسی پر ہم نے ایک خط لکھا، بڑا اثر انگیز خط تھا، ڈاکٹر آصف قدوائی (۶) نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا، ہم نے اس کو ہندو لیڈروں اور ذمہ داروں کے پاس بھیجا، لیکن کہیں سے اطمینان بخش جواب نہیں آیا، بہت سے لیڈروں سے خود ملے، اچاریہ ونوبا بھاوے جی جو گاندھی کے جانشین تھے، ان سے کچھ امید تھی، ان سے بھی ملے، لیکن کہیں سے کچھ امید نہیں بندھی، کسی میں اس کا جذبہ ہی نہیں تھا (۷)۔

گاندھی جی اور دوسرے ہندو لیڈروں میں فرق

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا: گاندھی جی کے بعد ہندوؤں میں ایسے لوگ کیوں نہیں ملتے؟

فرمایا: ان کی مذہبی تعلیم کا اثر ہے۔ وہ یہ چاہتے ہی نہیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتفاق پیدا ہو اور محبت سے رہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ سب ہندو بن جائیں، وہ ہندوستان کو ہندو اسٹیٹ بنانا چاہتے ہیں۔ گاندھی جی اپنی خامیوں کے باوجود اس سلسلے میں نمونے

کے انسان تھے، وہ چاہتے تھے کہ سب آپس میں اتحاد واتفاق سے رہیں، منافرت نہ ہو،، آپس میں دشمنی نہ ہو، لیکن ان کی تعلیمات پر کسی نے عمل نہیں کیا۔

تحریکِ پیامِ انسانیت کے سلسلے میں مولانا پاریکھ صاحب کی خدمات کا اعتراف

مولانا پاریکھ صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس تحریک کو عام کرنے میں آپ سے بڑا کام ہوا، آپ اس کے مبلغ بن گئے، اور لازمی حصہ ہو گئے۔

تحریکِ پیامِ انسانیت کو عام کرنے کی ضرورت

فرمایا: آج اس تحریک کو عام کرنے کی شدید ضرورت ہے، اس کے بغیر مسلمان ہندوستان میں اطمینان سے نہیں رہ سکتے، اس کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے اور اس کے پیغام کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔

حواشی مجلس (۲۳)

(۱) مولانا سید سلمان حسینی ندوی: حضرت مولانا کے برادر بزرگ مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی کے نواسے، دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد جامعۃ الامام (ریاض، سعودی عرب) جاکر مزید تعلیم حاصل کی، اور شیخ عبدالفتاح ابوغدہ سے خصوصی استفادہ کیا، مولانا جمعیت شباب اسلام کے بانی اور صدر، جامعۃ الامام احمد بن عرفان الشہید (کٹولی، ملیح آباد) کے بانی وناظم، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں حدیث کے اعلیٰ استاد اور کلیۃ الشریعہ کے وکیل اور کلیۃ الدعوۃ والاعلام کے عمید، اور مسلم پرسنل لابورڈ کے رکن تاسیسی اور عالم اسلام کے متعدد دعوتی اداروں سے وابستہ ہیں، مولانا ایک زبردست داعی، بلا کے خطیب، تفسیر وحدیث کے ماہر، اور عربی زبان پر بے پناہ قدرت رکھتے ہیں۔

(۲) مولانا عبدالکریم پاریکھ: تحریک پیام انسانیت کے مشہور داعی اور خطیب، ۱۹۵۰ء میں حضرت مولانا سے تعلق قائم ہوا، جو روز بروز بڑھتا رہا، تحریکِ پیام انسانیت میں ان کے قوت بازو اور کامیاب ترجمان تھے، حضرت کے مجاز بیعت بھی تھے، ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی اور مجلس نظامت کے رکن، مسلم پرسنل لابورڈ کے رکن رکین اور اخیر میں خازن، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کورٹ کے ممبر اور مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ کے معزز رکن تھے، قرآن کریم کا ترجمہ کرنے کے ساتھ متعدد کتابیں لکھی ہیں، وفات: ۱۱/ستمبر ۲۰۰۷ء، ناگپور (تعمیر حیات، شمارہ ۱۰/ستمبر ۲۰۰۷ء اور شمارہ ۲۵/ستمبر ۲۰۰۷ء، اس میں مولانا محمد رابع

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب، پروفیسر وصی احمد صدیقی کے مضامین اور ندوۃ العلماء میں منعقد تعزیتی جلسے کی رپورٹ ہے)

(۳) یعنی ۳۰/جنوری ۱۹۴۸ء کو۔

(۴) اس موقع پر حضرت مولانا نے ''نشانِ راہ'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا، اس کو ضرور دیکھنا چاہیے۔(شائع کردہ از مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ)

(۵) ڈاکٹر سید محمود: مشہور مجاہد آزادی، وزیر تعلیماتِ حکومت بہار، سابق وزیر مملکت برائے امور خارجہ حکومت ہند، دارالمصنفین کی مجلس انتظامی کے رکن رکین اور نواب حبیب الرحمٰن خان شروانی کے بعد اس کے مستقل صدر، اسلامی حمیت اور ایمانی غیرت سے معمور ملی قائد، مسلم مجلس مشاورت کے اولین صدر، وفات: ۲۸/ستمبر ۱۹۷۱ء، دہلی (پرانے چراغ اول، ص: ۳۷۷-۴۲۸، مزید تفصیل کے لیے دیکھیے سید صباح الدین عبدالرحمٰن کی کتاب ''ڈاکٹر سید محمود''، دارالمصنفین)

(۶) ڈاکٹر محمد آصف قدوائی: ''مقالات سیرت'' کے مصنف (جو مجلس تحقیقات ونشریات اسلام سے شائع ہونے والی سب سے پہلی کتاب ہے)، انگریزی زبان کے ممتاز اہل قلم اور ادیب، جنھوں نے مستقل معذوری کے باوجود لیٹے لیٹے حضرت مولانا علی میاں کی سب سے مشہور و مقبول کتاب ماذا خسر العالم سمیت متعدد کتابوں کا نہایت کامیاب اور شاندار انگریزی میں ترجمہ کیا، اسی طرح مولانا منظور نعمانی صاحبؒ کی بعض کتابوں کا بھی ترجمہ کیا، وفات: ۱۹۸۹ء، لکھنؤ (پرانے چراغ حصہ سوم، ص: ۱۸۹-۱۹۶، جدید ایڈیشن، ص: ۲۶۹-۲۷۴)

(۷) ان فسادات اور اس کے بعد حضرت مولانا کے جذبات وتاثرات اور اس سلسلے کی تفصیلات کے لیے دیکھیے کاروانِ زندگی اول، ص: ۴۹۶-۵۰۵

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۲۴)

۷/۵/۱۴۱۷ھ مطابق ۲۲/۹/۱۹۹۶ء

حضرت کے مطالعے کا آغاز اور ابتداءً پڑھی ہوئی کتابیں

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا: بچپن میں آپ کے مطالعے کا کیا طریقہ تھا اور یومیہ اوسط کیا تھا؟

فرمایا: یہ بتانا مشکل ہے، کتابی ماحول میں آنکھ کھولی تھی، گھر میں لکھنے پڑھنے کا معمول تھا۔ سب سے پہلے والد صاحب کی کتاب ''استفادہ'' (۱) ہاتھ لگی (اس میں انھوں نے گنج مراد آباد کے سفر کی روداد، وہاں کے حالات اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی سے ملاقات کی تفصیلات لکھی ہیں) اس کو پڑھا، پھر ''رحمۃ للعالمین'' (۲) کا مطالعہ کیا، اس کتاب نے بہت اثر کیا، یہ کتاب دل میں اتر گئی، پڑھا اور بار بار پڑھا۔ پھر سیرت میں ''خطباتِ مدراس'' (۳) سے بہت متاثر ہوئے، یہ کتاب قوتِ استدلال اور تاثیر میں سب سے بڑھی ہوئی ہے۔ پھر علامہ شبلی کی کتابیں خصوصاً الفاروق بہت پسند آئی، مولانا محمد حسین آزاد (۴) کی ''آب حیات'' کا مطالعہ کیا، اور انھی کی کتاب ''نیرنگ خیال'' پڑھی، جو ادبی شاہکار ہے، زبان کا اس سے بہت فائدہ ہوا، پھر اپنے مطالعے کا شوق، کھاتے وقت اور ڈاک خانے میں پڑھنے اور ریل پر مطالعے کا تذکرہ کیا، جو پہلے گزر چکا ہے (۵)۔

فرمایا: ہم کتاب پر سے نہیں گزرتے تھے، کتاب کے اندر سے گزر جاتے تھے، سطحِ آب سے نہیں گزرتے تھے، غوطہ لگاتے تھے، پڑھتے تھے، لطف لیتے تھے اور اس میں ڈوب جاتے تھے۔ کوئی کتاب پسند آئی تو بار بار پڑھتے تھے، ایسا نہیں جس طرح بعض لوگ کرتے ہیں کہ ایک ایک دن میں کئی کئی سو صفحات پڑھ ڈالتے ہیں، پھر نہ اس کی کوئی بات ان کو محفوظ رہتی ہے، نہ موقع پر اس سے کام لے سکتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

شعری مطالعہ اور ذوقِ شعری

ہم جب لاہور گئے تو آب حیات اور گل رعنا (٦) پڑھ چکے تھے، گویا یہ کتابیں حفظ تھیں۔ غالب (۷) اور ذوق (۸) میں کیا فرق ہے؟ میر (۹) اور انیس (۱۰) کی کیا خصوصیات ہیں؟ ہم واقف تھے، لیکن ہماری طبیعت شعر کہنے کی طرف مائل نہیں ہوئی، البتہ سخن فہمی کا ملکہ پیدا ہوا۔ اور یہ اللہ کا بڑا فضل ہے کہ ہم نے اس میدان میں قدم نہیں رکھا، مگر ایک مرتبہ عربی میں اس کا اتفاق ہوا ہے، پھر مکہ مکرمہ میں سید علوی مالکی کی ایک دعوت کا ذکر کیا جس میں شعر کہنے کی ضرورت ہوئی تھی، اس کا ذکر پہلے آچکا ہے (۱۱)۔ لاہور میں بڑے بڑے لوگوں سے ملنے کا موقع ملا، لاہور اس وقت شباب پر تھا، پورے ایشیا کا واحد ثقافتی مرکز تھا۔

مصر و شام کے چوٹی کے ادباء

جب مصر گئے تو وہ پورے شباب پر تھا، گویا پورا عالم عربی شباب کے آخری دور سے گزر رہا تھا، مصر میں بیک وقت احمد امین، طٰہٰ حسین، عباس محمود العقاد، سید قطب اور بڑے بڑے چوٹی کے ادباء تھے۔

شام گئے: استاد کرد علی (۱۲)، مصطفیٰ زرقاء (۱۳)، مصطفیٰ سباعی، محمد المبارک، علامہ بھجۃ البیطار تھے، کرد علی سب پر فائق تھے۔ اچھا یہ بھی اتفاق کہ مصر سے جب نکلے تو وہاں انقلاب ہوگیا، اور ناصر کی حکومت قائم ہوئی، شام سے جب لوٹے تو وہاں بھی انقلاب ہوگیا۔

حضرت کے دم قدم سے انقلاب

پھر مسکراتے ہوئے فرمایا: مولانا حسین احمد مدنی صاحب ایک مرتبہ ہم سے کہنے لگے: ''کیا بات ہے آپ جن ملکوں میں جاتے ہیں وہاں انقلاب کروا دیتے ہیں''! (۱۴) (حضرت مولانا نے خاص انداز میں اس جملے کو اس طرح ادا کیا، جیسے مولانا مدنی ہی کی طرح بول رہے ہیں اور یہ آواز اس وقت حضرت کے کانوں میں گونج رہی ہے)

فرمایا: یہ سب تقدیر الٰہی ہے، اس میں کوئی چیز اتفاقی نہیں۔

حفیظ جالندھری اور دیگر ادباء سے ملاقات

لاہور میں، علامہ اقبال، مولانا ظفر علی خان، حفیظ جالندھری، خواجہ احمد (۱۵)، شاداں بلگرامی اور گاما پہلوان سے ملے (گاما کی اس بات کا ذکر کیا کہ ورزش کیا کرو، جو گزر چکی ہے) (۱۶)۔

حفیظ جالندھری نے بھی ہمارے بعض عربی مضامین دیکھے، کہنے لگے: آپ عربی میں سوچتے ہیں اور عربی میں لکھتے ہیں یا اردو میں سوچتے ہیں اور عربی میں لکھتے ہیں۔ یاد نہیں ہم نے کیا جواب دیا۔

اعلیٰ انگریزی تعلیم کے لیے اہل خاندان کا مشورہ

لوگ کہتے تھے کہ لڑکا ذہین ہے، اس کو انگریزی پڑھانی چاہیے، آئی-سی-ایس ہو جائے گا، تم اب اندازہ نہیں کر سکتے کہ ائی-سی-ایس کیا ہوتا تھا، اس سے ترقی کر کے آدمی ڈپٹی کمشنر اور پھر کمشنر بن جاتا تھا، پھر اپنے خاندان کے دو تین آدمیوں کا نام لیا، جس میں کوئی جرمنی کوئی امریکہ اور کوئی لندن گیا (۱۷)، حافظ سید اسحاق صاحب (۱۸) جو ندوے سے پڑھے ہوئے تھے، ان پر انگریزی کا بھوت سوار ہو گیا تھا اس میں ترقی کی، پھر مشرقی پاکستان میں چیف سکریٹری بن گئے۔ انھوں نے بھائی صاحب سے کہا کہ ان کو انگریزی پڑھایئے، بھائی صاحب نے جو جواب دیا، وہ مجلس (۲) ص: ۱۰۰ میں گزر چکا ہے (۱۹)۔

کم عمری میں حضرت مولانا کی عربی دیکھ پروفیسر محمد شفیع کا مشورہ

ہمارے پھوپھا مولانا سید طلحہ صاحب نے ہمیں لاہور میں جن لوگوں سے ملایا ان میں پروفیسر محمد شفیع (۲۰) کی شخصیت بڑی اہمیت رکھتی ہے، ان کی عربی اچھی تھی، یہ اورینٹل کالج پنجاب میں شعبۂ عربی کے صدر تھے۔ مولانا سید طلحہ صاحب نے ان سے ہمارا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہ لڑکا عربی لکھ بول لیتا ہے، آپ اس کے کچھ مضامین دیکھ لیجیے، انھوں نے اس کو قبول کیا اور چائے کی دعوت دی۔ لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ شفیع صاحب نے

www.abulhasanalinadwi.org

آج چائے کی دعوت کی ہے، وہ خرچ نہ کرنے میں مشہور تھے۔ انھوں نے ہمارے مضامین دیکھے تو مشورہ دیا کہ یہ صرف عربی میں محنت کریں اور اسی کو اپنا موضوع بنائیں۔ پنجاب یونی ورسٹی نے جب اردو میں انسائیکلوپیڈیا تیار کرنے کا فیصلہ کیا (۲۱) تو اس کو والد صاحب کی کتاب نزہۃ الخواطر کی ضرورت ہوئی۔ اس سلسلے میں ہمارا وہاں جانا ہوا، شفیع صاحب اس کے ذمہ داروں میں سے تھے، ان سے بھی ربط رہا، ہم نے ان سے کہا کہ ہم آپ کے بہت ممنون ہیں، آپ نے مشورہ دیا تھا کہ صرف عربی میں محنت کریں، ہم نے آپ کے مشورے پر عمل کیا، اور اس کا بڑا فائدہ ہوا۔ ان کو اس وقت یہ بات یاد نہیں تھی۔

اختصاص کی اہمیت

پھر طلبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: یہ بات یاد رکھنے کی ہے، ہم نے عربی میں محنت کی، ان کے مشورے پر عمل کیا، تم سب اس کو غور سے سنو، یہ اختلاط کام نہیں دیتا، کسی ایک چیز میں اختصاص پیدا کرو، اسی کو اپناؤ، اس کو موضوع بنا کر اس میں رسوخ، تعمق پیدا کرو، یہی چیز کام آتی ہے اور منوا لیتی ہے، کچھ یہ، کچھ وہ، یہ کام نہیں دیتا۔

حواشی مجلس (۲۴)

(۱) ''استفادہ'' یہ روداد مولانا عبدالحی صاحب نے اپنے مخلص اور کرم فرما سید نورالحسن خاں (فرزند نواب سید صدیق حسن خاں) کی فرمائش پر لکھی تھی، جو نواب صاحب کے مجموعہ رسائل تصوف اور پھر علاحدہ رسالے کی شکل میں شائع ہوئی، نیز حضرت مولانا علی میاں کی کتاب ''تذکرہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ'' میں ''جذب دل'' کے عنوان سے شامل ہے۔

(۲) قاضی سلیمان منصور پوری کی سیرت نبوی پر مشہور کتاب جس کو حضرت مولانا اپنی اولین محسن کتابوں میں شمار کرتے تھے، اور بہت اس کا تذکرہ کرتے تھے، اور کئی جگہ یہ بات لکھی بھی ہے۔

(۳) سیرت نبوی پر علامہ سید سلیمان ندوی کی نہایت فاضلانہ اور موثر ترین کتاب۔

(۴) مولانا محمد حسین آزاد: اردو کے مشہور ادیب وانشاپرداز، اساطین اردو میں ان کا شمار ہوتا تھا، ان کی کتاب ''آب حیات'' تذکرہ شعرائے اردو پر نہایت مشہور ومقبول کتابوں میں ہے، اور ساتھ ساتھ ادب کا

www.abulhasanalinadwi.org

اعلیٰ نمونہ، اس کے علاوہ متعدد کتابیں لکھیں، وفات: ۲۲/ جنوری ۱۹۱۰ء، لاہور (آزاد مرحوم از کیفی دہلی، گل رعنا، ص: ۴۶۸، خمخانۂ جاوید از لالہ سری رام، ج ۱/ ص: ۳۲-۴۲، سو عہد ساز شخصیات، ص: ۳۷۷-۳۸۲)

(۵) دیکھیے مجلس (۴)، ص: ۱۱۰

(۶) ''گل رعنا''، حضرت کے والد ماجد مولانا عبدالحی حسنیؒ کی تذکرہ شعرائے اردو پر مشہور ترین اور اہم ترین کتاب، اس میں ''آب حیات'' پر تنقید بھی ہے۔

(۷) غالب (اسد اللہ خاں غالب): اردو کا سب سے مشہور اور سب سے عظیم شاعر، بہ قول محمد حسین آزاد: معنی آفرینی اور نازک خیالی ان کا شیوۂ خاص تھا۔ وفات: ۱۵/ فروری ۱۸۶۹ء، دہلی (آب حیات، ص: ۴۸۵، حالات و خصوصیات شاعری کے لیے دیکھیے حالی: یادگار غالب) غالب پر اتنا لکھا گیا ہے جتنا کسی شاعر پر نہیں لکھا گیا، اقبال کو مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے۔

(۸) ذوق: (شیخ محمد ابراہیم ذوق) بہت بڑے شاعر جنھیں ملک الشعراء خاقانیِ ہند کا خطاب دیا گیا۔ بہادر شاہ ظفر کو ان سے تلمذ تھا۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں سارا کلام تلف ہو گیا؛ شاگردوں نے اپنی یادداشت سے، اور کچھ بچے کھچے کاغذات سے ایک مختصر دیوان مرتب کر کے شائع کیا، وفات: ۲۴/صفر ۱۲۷۱ھ-۱۵/اکتوبر ۱۸۵۴ء (محمد حسین آزاد نے تفصیل سے ان کے حالات لکھے ہیں، دیکھیے آب حیات، ص: ۴۲۰-۴۸۰، نیز خاقانیِ ہند ذوق دہلوی (معتبر کوائف اور مستند کلام) از کالی داس گپتا رضا)

(۹) میر (میر تقی میر) اردو کے عظیم شاعر، بالخصوص صنف غزل گوئی میں بے نظیر اور سب سے نمایاں، وفات: ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء (آب حیات: ص ۱۹۴-۲۲۰، گل رعنا، ص ۱۵۴-۱۷۴)

(۱۰) انیس: (میر ببر علی انیس) اردو کا مشہور اور سب سے بڑا مرثیہ گو شاعر، جو مرزا سلامت علی دبیر (متوفی: ۱۳۲۹ھ) کا حریف تھا، بہ قول مولانا عبدالحی حسنی: میر انیس زبان کی صفائی، بندش کی چستی اور مناظر قدرت کی صحیح تصویر کھینچنے میں اپنا مثل نہیں رکھتے (گل رعنا، ص: ۵۰۰) وفات: ۱۲۹۲ھ (مفصل حالات اور شعری خصوصیات کے لیے دیکھیے: حیات انیس از امجد علی اشہری، نیز موازنہ انیس و دبیر)

(۱۱) دیکھیے مجلس (۱۷) ص: ۱۹۷

(۱۲) استاد کرد علی (محمد کرد علی: اصل نام محمد بن عبدالرزاق) اپنے زمانے کے بہت بڑے ادیب، المجمع العلمی العربی دمشق کے بانی اور صدر، مجلۃ ''المقتبس'' کے مالک، ''خطط الشام'' (۶/ جلدیں)، ''امراء البیان''، کنوز الأجداد''، ''الإسلام والحضارة الغربية''، ''غابر الأندلس وحاضرها'' جیسی عظیم دسیوں کتابوں کے مصنف، وفات: ۱۹۵۳ء (الأعلام ۶/ ۲۰۲-۲۰۳)

(۱۳) مصطفیٰ الزرقاء: عہد حاضر کے بہت مشہور عالم اور بے نظیر فقیہ، ادب و شاعری کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے، اصلاً شام کے رہنے والے تھے، وہاں کئی دفعہ اسمبلی انتخابات میں منتخب ہوئے، وزیر اوقاف و انصاف بھی رہے، شام، مصر اور سعودیہ کے متعدد جامعات میں مختلف حیثیتوں سے خدمات انجام دیں،

www.abulhasanalinadwi.org

نیز دنیا کی متعدد فقہ اکیڈمیوں اور فقہی اداروں کے رکن تھے، سالہا سال سے سعودی عرب میں مقیم تھے، ۱۴۰۴ھ میں شاہ فیصل ایوارڈ سے سرفراز ہوئے، فقہ کے موضوعات پر دسیوں کتابیں لکھیں، سب سے مشہور اور اہم کتاب "المدخل الفقهي العام" (دوجلدوں میں) ہے۔ وفات: ۱۹۹۹ء، ریاض، سعودی عرب (تتمة الأعلام، ص: ٤٣٧، علماء ومفكرون عرفتهم ۲/ ٣٤٣-٣٧٠، علماء الشام في القرن العشرين، ص: ٢٢٤-٢٣٥، تعمیر حیات: شمارہ جولائی ۱۹۹۹ء، مضمون علی احمد ندوی)

(۱۴) اس جملے سے سرسری نہیں گزرنا چاہیے، یہ الہامی جملہ ہے، مولانا مدنی سے کہلوایا گیا۔ یہ ایک حقیقت ہے، آج دنیا نے دیکھا کہ حضرت مولانا جہاں بھی گئے اپنی تقریروں، تحریروں، اپنے فکر اور پیغام کے ذریعے انقلاب برپا کردیا۔

(۱۵) خواجہ احمد یعنی خواجہ احمد الدین: محمد حسین آزاد کے صحبت یافتہ، مشاہیر لاہور میں سے تھے، ان لوگوں میں سے تھے جن کے دم قدم سے بیسویں صدی کے ربع اول میں لاہور میں علم وادب کا چرچا تھا، انجمن حمایت اسلام لاہور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ علامہ اقبال کے سب سے پہلے سوانح نگار، جنھوں نے "اقبال" کے نام سے اقبال کی زندگی میں کتاب لکھی تھی، وفات: ۹/ اکتوبر ۱۹۲۹ء (خفتگانِ خاکِ لاہور، ص: ۱۴۲-۱۴۳)

(۱۶) دیکھیے: مجلس (۲) ص: ۹۹

(۱۷) ان میں ایک حضرت مولانا کے حقیقی خالہ زاد بھائی سید محمد احمد تھے، جو ۱۹۱۵ء میں انگلستان سے بیرسٹری پاس کرکے اور فلسفہ میں ایڈمبرا یونیورسٹی سے ایم-اے کرکے آئے تھے۔ دوسرے حقیقی ماموں زاد بھائی سید سراج النبی حسنی جو ۱۹۲۱ء میں امریکہ گئے تھے اور کامرس کی ڈگری لی تھی۔ تیسرے رشتہ کے چچا سید محمد عمر حسنی صاحب (برادرِ بزرگ مولانا سید محمد طلحہ صاحب) جنھوں نے جاپان اور جرمنی جاکر انجینیر نگ کی اعلیٰ ڈگریاں حاصل کی تھیں (دیکھیے کاروانِ زندگی حصہ اول، ص ۵۱-۵۳) سید محمد احمد اور سید محمد عمر صاحب کے مفصل حالات کے لیے دیکھیے علی الترتیب خانوادۂ علم اللہی، ص ۳۰۱ و ۳۶۰)

(۱۸) حافظ سید اسحاق حسنی آئی-سی-ایس، سابق چیف سکریٹری مشرقی پاکستان، جنھوں نے انگلستان سے اعلیٰ ڈگری حاصل کی تھی، وفات: ۱۹۸۳ء کراچی (کاروانِ زندگی اول، ص ۵۳ حاشیہ)

(۱۹) دیکھیے مجلس (۲) ص: ۱۰۰

(۲۰) پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع: عربی، فارسی و اردو زبان وادب کے نامور اسکالر، محقق، ماہر تعلیم، پرنسپل اورینٹل کالج لاہور (۴۲-۱۹۳۶ء) مدیر اعلیٰ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (۶۳-۱۹۵۰ء) نیز کئی اعزازات حاصل کیے، وفات: ۱۴/ مارچ ۱۹۶۳ء، لاہور (خفتگانِ خاکِ لاہور، ص ۳۸۲، وفیات نامورانِ پاکستان، ص ۵۵۷)

(۲۱) یہ وقیع انسائیکلوپیڈیا "اردو دائرۂ معارف اسلامیہ" کے نام سے ۲۴ ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۲۵)

۲۲/۵/۱۴۱۷ھ مطابق ۷/۱۰/۱۹۹۶ء

اہل دنیا سے بے نیازی

مولانا شمس الحق صاحب نے سوال کیا: حضرت! علامہ اقبالؒ کا ایک شعر ہے:

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی (۱)

اس کا کیا پس منظر ہے کس ماحول کو سامنے رکھ کر انھوں نے کہا تھا؟

فرمایا: ہر ماحول پر منطبق ہوسکتا ہے، ہر زمانے میں ایسا ہوسکتا ہے، اس رزق سے مرجانا بہتر ہے جس سے آدمی کی آزادی ختم ہوجائے، دوسروں پر تنقید نہ کرسکے اور چاپلوسی اختیار کرنی پڑے۔ ہمارے اسلاف نے، بزرگوں نے ایسے ہی زندگی گزاری، کسی کا احسان قبول نہیں کیا۔

خواجہ نظام الدین اولیاء کا قصہ

حضرت نظام الدین اولیاء کو سردیوں میں دھوپ لینے کی ضرورت تھی، سڑک کے کنارے کی طرف رخ کرکے پاؤں پھیلائے بیٹھے ہوئے تھے، اسی طرف سے بادشاہ کی سواری گزرنے والی تھی، مریدوں نے عرض کیا کہ بادشاہ کی سواری گزرنے والی ہے پاؤں سمیٹ لیں، ورنہ ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں بادشاہ دوسرا حکم نہ دے۔ حضرت نے جواب دیا جس نے ہاتھ سمیٹ لیے ہیں اسے پاؤں سمیٹنے کی ضرورت نہیں (۲)۔

شیخ سعید حلبی کا واقعہ

اس طرح کا واقعہ شیخ سعید حلبی (۳) کا ہے پھر واقعہ سنایا، فرمایا: زیادہ زمانہ نہیں گزرا، ابھی سو برس قبل کا واقعہ ہوگا، مصر کی مشہور خدیوی سلطنت کے بانی محمد علی پاشا (۴) کا

www.abulhasanalinadwi.org

بیٹا ابراہیم پاشا(۵) جو شام کا گورنر تھا، بڑا سفاک مشہور تھا، شیخ سعید حلبی دمشق کی ایک مسجد میں درس دیتے تھے، اور جیسا کہ قاعدہ ہے طلبہ قبلہ رو ہوتے ہیں اور استاد کی پشت قبلہ کی طرف ہوتی ہے، ابراہیم پاشا کو خیال ہوا کہ مسجد جا کر شیخ کا درس سنے، اتفاق سے اس دن شیخ کے پاؤں میں تکلیف تھی، اس وجہ سے وہ پاؤں پھیلائے ہوئے بیٹھے تھے، ابراہیم پاشا دروازے کی طرف سے داخل ہوا، سب کا خیال تھا کہ شیخ کو ہزار تکلیف ہو، اس موقع پر پاؤں ضرور سمیٹ لیں گے، لیکن انھوں نے بالکل جنبش نہیں کی، نہ درس موقوف کیا نہ پاؤں سمیٹا، وہ پاؤں ہی کی طرف کھڑا ہوا۔ شیخ کے شاگرد کہتے ہیں کہ ہم بالکل سہمے ہوئے تھے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہمارے شیخ کی شہادت ہوگی یا پھر تذلیل ہوگی، مشکیں باندھی جائیں گی، لیکن شیخ نے بالکل التفات نہیں کیا، بدستور اسی طرح پاؤں پھیلائے درس جاری رکھا، خدا جانے ان لوگوں کا کیا اثر ہوتا ہے کہ اس نے کچھ نہیں کیا، نہ کوئی سرزنش کی نہ کوئی شکایت کی، بلکہ خاموش واپس چلا گیا، سننے کی بات یہ ہے کہ اس کا اس پر یہ اثر پڑا کہ اس نے اشرفیوں کا ایک توڑا غلام کے ہاتھ بھیجا اور کہا کہ شیخ کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ یہ نذرانہ قبول فرمائیں، انھوں نے جو جواب دیا وہ آبِ زر سے لکھنے والا جملہ تھا، علم کی تاریخ میں یہ جملہ ہمیشہ روشن رہے گا، انھوں نے کہا کہ اپنے آقا کو سلام کہنا اور کہنا کہ جو پاؤں پھیلاتا ہے وہ ہاتھ نہیں پھیلاتا، یا پاؤں ہی پھیلا لے یا ہاتھ ہی پھیلائے، ان کے الفاظ میں إن الذی یمد رجله لا یمد یده(۶)۔

پھر حضرت نے فرمایا: ہم آپ سے یہ نہیں کہتے کہ آپ بلا ضرورت پاؤں پھیلایئے، لیکن ہاتھ کبھی نہ پھیلایئے۔

مولانا عبدالحی حسنی کا انگریزوں کی طرف سے ندوے کو ملنے والی گرانٹ ختم کرنا

ہمارے اسلاف نے کبھی بادشاہوں اور مال داروں کا احسان قبول نہیں کیا، حکومت سے کچھ لینا گوارا نہیں کیا، آج دین ہم تک صحیح شکل میں جو پہنچا وہ ہمارے اسلاف

کے اسی استغنا کا نتیجہ ہے۔

یہاں ندوے میں جب انگریزی شروع کی گئی تو گورنمنٹ، انگلش ٹیچر کو دینے کے لیے کچھ گرانٹ دیتی تھی، والد صاحب نے جب نظامت کا چارج لیا تو اس کو بھی ختم کردیا(۷)۔یہی بات ہے کہ آج ہمارے مدارس پوری طرح آزاد ہیں جو چاہے نصاب میں داخل کریں اور جو چاہے خارج کریں، حکومت کی نہ اس کے لیے کوئی کمیٹی بیٹھتی ہے اور نہ کچھ، ہم بالکل آزاد ہیں۔

ندوے کے پچاسی سالہ جشن کے موقع پر حضرت مولانا کے استغنا کے نمونے

پھر ندوے کا پچاسی سالانہ جشن تعلیمی کا ذکر آیا، فرمایا: ہماری معلومات کی حد تک یوپی کو بہوگنا جی (۸) سے اچھا وزیر اعلیٰ نہیں ملا، اچھا پڑھا لکھا انصاف پسند شخص تھا، ہم سے بھی اچھے تعلقات تھے، ہمارا بہت خیال رکھتے تھے۔جشن میں شرکت کے لیے باہر کے بہت سے فضلاء، اسکالرس آئے تھے، اسّی عرب فضلاء اسٹیج پر تھے۔اور یہ سب بڑے بڑے لوگ، بہوگنا جی ہم سے کہنے لگے کہ یہاں بڑے بڑے لوگ باہر سے آرہے ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ جب اس طرح کے لوگ آتے ہیں تو حکومت کے مہمان ہوتے ہیں تو یہ سب ہمارے مہمان ہوں گے، ہم ان کو فائیو اسٹار ہوٹلوں میں ٹھہرائیں گے۔ہم نے دل میں کہا: اب ان کو کیا جواب دیں، صاف تردید کریں تب بھی اچھی بات نہیں ہوگی، ایک بات ذہن میں آئی، ہم نے ان سے کہا: ہم جب ان کے یہاں جاتے ہیں تو خود ان کے مہمان ہوتے ہیں تو یہ لوگ کہیں گے کہ ہم آپ کو اپنا مہمان بناتے ہیں اور آپ نے ہم کو حکومت کے حوالے کیا۔ بہوگنا جی خاموش ہوگئے، اور انھوں نے دوسری پیش کش کی، اچھا یہ تو قبول کیجئے کہ یہ لوگ جہاں اتریں گے، وہاں سے ان کو لانے لے جانے کے لیے ہم حکومت کی گاڑیاں دیتے ہیں

www.abulhasanalinadwi.org

اور کسی کار پر حکومت کا کوئی لیبل یا چھاپ نہیں ہوگی۔ اب ہم فکر میں پڑ گیے، واقعی ہمیں اس کی ضرورت تھی، ہمارے پاس اس کے لیے کوئی انتظام نہیں تھا۔ ہم نے اس وقت جواب نہیں دیا، ہم نے ایک حیلہ کیا، یہاں جتنے لوگ تھے ٹرانسپورٹ کے مالک جن کے پاس گاڑیاں تھیں ان کو جمع کیا اور کہا مہمان آرہے ہیں، ان کے لانے لے جانے کا مسئلہ ہے، انھوں نے کہا آپ بے فکر رہیں، ہماری گاڑیاں حاضر ہیں، جب وزیر اعلیٰ صاحب کا کارندہ آیا تو ہم نے کہا کہ یہ لوگ راضی نہیں ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم یہ کام کریں گے، ایک یہی تو موقع ملا ہے ہم اس کو ضائع نہیں کریں گے، وہ خاموش ہو گیے (۹)۔

بہوگنا جی نے آخری بات یہ کہی کہ ہماری طرف سے ان مہمانوں کے لیے ایک لنچ ہوگا، ہمارے پاس اس کے انکار کا کوئی عذر نہیں تھا، اس میں کوئی قباحت بھی نہیں تھی، ہم بھی جب باہر جاتے ہیں تو کبھی حکومت کی طرف سے دعوت ہوتی ہے۔ انھوں نے اس کے لیے بڑا انتظام کیا، اپنے سامنے جانور ذبح کیے کہ بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا جائے اور جونپور تک سے باورچی منگوائے، چناں چہ دعوت ہوئی، ہم جہاں کھانے کے لیے بیٹھے تھے شیخ الازہر بھی وہیں آکر ہمارے پاس بیٹھ گیے۔

مجلس میں ایک صاحب تھے جو گریجویٹ قسم کے معلوم ہو رہے تھے، بعد میں کسی نے بتایا کہ یہ نومسلم ہیں، باتوں سے اندازہ ہوا کہ یوپی کے ہیں، مگر وہ اردو اچھی طرح بول نہیں پا رہے تھے۔ کہنے لگے ہم بھی یہاں پچاسی سالہ جشن میں شریک تھے، آپ نے تقریر میں ایک بات فرمائی تھی، وہ ہمیں نہیں بھولتی، میں ہر جگہ اسے کہتا ہوں، وہ یہ کہ آپ نے فرمایا تھا: ہم ان لوگوں کے ایک پیسہ......وہ بات پوری طرح کہہ نہیں پائے تھے کہ اس سے پہلے مولانا شمس الحق صاحب نے وضاحت کی، وہ آپ نے جو فرمایا تھا جب لوگوں نے آپ سے کہا کہ اتنے بڑے بڑے لوگ بیٹھے ہیں، ندوے کے لیے ان سے کچھ طلب کریں، اس وقت آپ نے صاف وضاحت کی، فرمایا تھا: ہمیں ان کا مال نہیں چاہیے، ہم کو آپ کے پانچ پانچ روپے عزیز ہیں، ہم دارالعلوم کو ان پانچ پانچ روپیوں سے چلائیں گے،

www.abulhasanalinadwi.org

ہم ان سے مانگیں تو یہ سونے کی چڑیا سب اڑ جائیں گی، شیخ الازھر پوچھنے لگے اجتباء(۱۰) سے کہ شیخ کیا فرمارہے ہیں؟ انھوں نے اس کا ترجمہ کیا، الطیور الذھبیة تطیر، اور بات کی وضاحت کی، پھر حضرت مولانا مسکرانے لگے۔

اس شخص سے جو مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے جنھوں نے اس بات کی ابتدا کی تھی کہ ہمیں یہ بات آپ کی نہیں بھولتی، ہم ہر جگہ اس کا تذکرہ کرتے ہیں، حضرت نے فرمایا: ہم نے یہ اپنے بڑوں سے سیکھا ہے۔

سید محمد جی کے استغنا کا نمونہ

پھر فرمایا: اسلاف کی ان ہی قربانیوں اور استغنا کا نتیجہ ہے کہ دین آج صحیح شکل میں محفوظ ہے، پھر رائے بریلی کے ایک بزرگ حضرت سید محمد جی (۱۱) کا تذکرہ کیا۔ فرمایا: اورنگ زیب جب کہیں جاتے تو اس علاقے کے بزرگوں اور اولیاء سے ملتے تھے اور ان کو کچھ نذرانہ پیش کرتے اور ان سے دعا کرواتے تھے۔ ایک مرتبہ رائے بریلی کے علاقے میں آئے تو وہ مسجد جو میدان پور تکیہ جانے سے پہلے ملتی ہے اندرونِ قلعہ جو دائرہ والی مسجد کہلاتی ہے، ان ہی کی بنائی ہوئی ہے، سید محمد جی اس میں رہتے تھے۔ اورنگ زیب نے ان سے ملنے کا ارادہ فرمایا، جب ملنے گئے تو وہ گھر جا چکے تھے، مسجد میں نہیں تھے۔ کہلا بھیجا: اگر مسجد میں ہوتے تو ہم ملتے، اب وقت اس کا نہیں ہے، اورنگ زیب پر بڑا اثر پڑا (۱۲)۔

استغنا کی تاثیر

اس پر حضرت مولانا نے فرمایا: اس کا نفسیاتی اثر پڑتا ہے، وہ یہ نہیں سوچتے کہ اچھا ہوا ہمارا مال بچ گیا، بلکہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اتنے بڑے مستغنی کون ہیں، ہمارے پاس اتنا رہتے ہوئے بھی پیٹ نہیں بھرتا، مزید کی خواہش رہتی ہے اور ان کے پاس کچھ نہ رہتے ہوئے بھی ایسا استغنا!! لوگ گورنروں اور وزراء سے ملنے کے لیے پریشان

www.abulhasanalinadwi.org

رہتے ہیں، موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اور ہم جب خود ان کے پاس آتے ہیں یہ نہیں مل رہے ہیں، ان کا کیا استغنا اور کیسا زہد ہے! اور ان کی قدر ان کے دل میں بیٹھ جاتی ہے!!

پھر اورنگ زیب کی شاہی کے ساتھ فقیری اور زہد کا ذکر کیا۔ ایک شخص کے ان کے یہاں دعوت کھانے کا تذکرہ کیا اور پھر اورنگ زیب کا انتقال کے وقت وصیت، کہ ٹوپی سیے ہوئے پیسے سے کفن دینا اور قرآن لکھے ہوئے پیسے کو صدقہ کرنا ان دونوں واقعات کو بیان کیا جو گزشتہ کسی مجلس میں گزر چکے ہیں (۱۳)۔

شاہ ابوسعید کا استغنا

فرمایا: اسی طرح حضرت شاہ علم اللہ اور شاہ ابوسعید (۱۴) کے استغنا کا حال تھا، ٹیپو سلطان (۱۵) کا خاندان ہمارے خاندان کا مرید تھا، حضرت شاہ ابوسعید جو حضرت سید صاحب کے نانا تھے، ٹیپو سلطان ان کے مرید تھے۔ ٹیپو سلطان یا ان کے والد حیدر علی (۱۶) نے شاہ ابوسعید کی خدمت ایک لاکھ روپیہ بھیجا، اس کو گھر کے اندر لے جانا بھی انھیں گوارا نہیں ہوا، گھر کے باہر رکھ دیا اور وہیں سے ضرورت مندوں کو تقسیم کر دیا (۱۷)۔

شاہ علم اللہ کے استغنا کا حال

اورنگ زیب نے شاہ علم اللہ کو ایک حکم نامہ بھیجا کہ وہ ان کو کچھ جائداد دینا چاہتے ہیں۔ جب قاصد آیا تو شاہ صاحب نے کہا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے، قاصد چالاک تھا، اس نے یہ سوچ کر عورتیں فطرتاً کمزور دل کی ہوتی ہیں اور دنیا سے ان کو زیادہ محبت ہوتی ہے، شاہ صاحب سے کہا: ہم ذرا آپ کی اہلیہ سے دریافت کر لیں، حضرت نے اجازت دی۔ تو پردے کے پیچھے سے اس نے ان سے بات کی، انھوں نے کہا کہ ہمارا نان نفقہ شاہ صاحب کے ذمہ ہے (یعنی اپنے شوہر شاہ علم اللہ صاحب) نہ کہ بادشاہ پر۔ قاصد ناکام واپس گیا (۱۸)۔

پھر حضرت مولانا نے علامہ اقبالؒ کے یہ شعر پڑھے کہ اقبال نے ان ہی لوگوں سے متعلق کہا تھا:

www.abulhasanalinadwi.org

اس کی امیدیں قلیل　　اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب　　اس کی صدا دل نواز(۱۹)

آج کی دنیا طلبی

اور آج یہ حال ہو گیا ہے حکومت کے وزراء اور خود وزیر اعظم تک جرائم میں گرفتار ہو کر جیلوں میں جا رہے ہیں، کیا یہ کبھی سوچا جا سکتا تھا! ان کے لیے یہی کافی تھا کہ آدھا پیٹ کھاتے اور خوش رہتے کہ اتنے بڑے معزز عہدہ پر فائز ہیں!!

طلبہ کو استغنا کی تاکید

پھر طلبہ سے خصوصی طور پر مخاطب ہو کر کہا: تم بھی اس کا عزم کرو کہ مالداروں کا کبھی احسان نہیں لیں گے کہ ان کے سامنے حق بات کہہ نہ سکیں، مدارس کو اسی عوامی چندے سے چلانا ہے!

اقبال کا ''مردِ مومن''

اقبال نے ''مرد مومن'' کا جو نقشہ کھینچا ہے(۲۰):

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی　　تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن
من کی دنیا؟ من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق　　تن کی دنیا؟ تن کی دنیا سود و سودا مکر و فن
من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں　　تن کی دولت چھاؤں ہے! آتا ہے دھن جاتا ہے دھن
من کی دنیا میں نہ پایا میں نے افرنگی کا راج　　من کی دنیا میں نہ دیکھے میں نے شیخ و برہمن
پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات　　تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا، نہ تن!

اس آخری شعر کو بار بار پڑھا:

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات

www.abulhasanalinadwi.org

حواشی مجلس (۲۵)

(۱) بال جبریل ۳۴ (کلیات اقبال، ص ۲۸۶)

(۲) یہ واقعہ اسی طرح ہم نے حضرت سے کم از کم تین دفعہ سنا ہے، جس سال ہم لوگ علیا ثانیہ یعنی فضیلت سے فارغ ہو رہے تھے، اور ہمارے علیا اولیٰ کے رفقاء نے الوداعی تقریب کا انعقاد کیا تھا، اس میں بھی حضرت نے ہم سے خطاب کے دوران میں زہد واستغنا کی تاکید کرتے ہوئے شیخ سعید حلبی کے قصے کے ساتھ یہ واقعہ سنایا تھا (یہ تقریر ۸/ دسمبر ۱۹۹۶ء کو جمالیہ ہال دار العلوم ندوۃ العلماء میں ہوئی تھی اور ۲۵/ دسمبر ۱۹۹۶ء کے تعمیر حیات کے شمارے میں چھپی ہوئی ہے) مگر اہل علم سے رجوع کرنے کے باوجود اس واقعے کے کسی ماخذ کا علم نہ ہو سکا، کسی قاری کو پتا چلے تو مطلع کرے، ہم مشکور ہوں گے۔

(۳) شیخ سعید حلبی (سعید بن حسن حلبی) اپنے زمانے کے فقیہ شام، اصلاً حلب کے رہنے والے تھے، پھر دمشق میں اقامت اختیار کی تھی اور وہیں انتقال کیا، ۱۸۴۳ء میں (الأعلام ۳/۹۳)

(۴) محمد علی باشا: مصر کی خدیوی سلطنت کا بانی، اس نے علمی لحاظ سے مصر کو بہت آگے پہنچایا، وفات: ۱۸۴۹ء (الأعلام ۶/ ۲۹۸-۲۹۹، نیز معاصر تاریخ عربی ادب کی کتابوں میں اس کے تفصیلی کارنامے موجود ہیں۔)

(۵) ابراہیم باشا: محمد علی باشا کا بیٹا، ۱۲۴۷ھ (۱۸۳۲ء) میں شام پر اس کا قبضہ ہو گیا تھا، اور یہ شام کا والی رہا، محمد علی باشا نے ۱۸۴۸ء میں اپنے بیٹے کے لیے مصر کی حکومت سے تنازل اختیار کیا تھا، وفات: ۱۹۴۸ء (الأعلام ۱/۷۰)

(۶) دیکھیے علی طنطاوی کی کتاب: قصص من التاریخ، ص: ۲۰۲-۲۰۷

(۷) ۱۹۰۸ء سے یہ گرانٹ ندوے کو مل رہی تھی جو اگرچہ بغیر کسی تعلیمی وانتظامی مداخلت کے تھی، لیکن گورنمنٹ سے تعلق کا نشان تھی، مولانا عبدالحی صاحب کی غیرت ملی نے اس کو گوارا نہیں کیا (دیکھیے حیات عبدالحی، ص: ۱۹۲)

(۸) کانگریس سے ان کا تعلق تھا، یوپی کی موجودہ کانگریسی لیڈر ریتا بہوگنا ان کی بیٹی ہیں۔

(۹) اجلاس کی تفصیل کے لیے دیکھیے کاروان زندگی دوم، ص: ۱۷۱-۲۰۰، اور پوری تفصیل ''روداد چمن'' (مرتبہ مولانا محمد الحسنی) میں ہے۔

(۱۰) یعنی مولانا ڈاکٹر سید محمد اجتباء ندوی: دینی وعلمی اہمیت رکھنے والے خاندان کے ممتاز فرد، دار العلوم ندوۃ العلماء اور کلیۃ الشریعۃ دمشق سے فارغ التحصیل، پی-ایچ-ڈی (علیگ) سابق استاد دار العلوم ندوۃ العلماء واستاد شعبۂ عربی جامعہ ملیہ اسلامیہ، صدر شعبۂ عربی الہ آباد یونیورسٹی، نیز دمشق، قاہرہ، مراکش، اردن اور

کویت کی یونی ورسٹیوں میں بھی وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے لکچر ردیے، وہ ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی کے رکن، عالمی رابطہ ادب اسلامی کے شریک کار، وقیع رکن اور بعد میں اس کے ہندوستانی حلقے کے صدر بھی ہوئے۔ وہ اس ممتاز دینی وعلمی حسینی خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس کے مورث اعلی مولانا سید جعفر علی نقوی خلیفۂ خاص وسوانح نگار حضرت سید احمد شہیدؒ تھے، جس کی بنا پر ان کے پورے خاندان کا حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور ان کے خاندان سے نہایت گہرا اور مخلصانہ تعلق تھا، متعدد کتابیں لکھیں، وفات: ۲۰/ جون ۲۰۰۸ء، نئی دہلی۔ (تعمیر حیات، شمارہ ۲۵/ جون ۲۰۰۸ مضمون حضرت مولانا محمد رابع حسنی، نیز تعمیر افکار، رائے بریلی، جولائی-ستمبر ۲۰۰۸ء، مضمون حضرت مولانا محمد رابع صاحب)

(۱۱) حضرت سید محمد جی: حضرت شاہ علم اللہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے، علم وعمل، زہد وتقویٰ، اتباعِ سنت اور صبر وعزیمت کے لحاظ سے ہم عصر علماء ومشائخ میں بہت بڑا درجہ رکھتے تھے، اپنے والد نامدار ہی سے اجازت وخلافت حاصل تھی، قوت تاثیر بہت زیادہ تھی، وفات: ۱۱۵۶ھ (۱۷۴۳ء) رائے بریلی (نزھۃ الخواطر ۶/ ۲۷۰، تذکرہ شاہ علم اللہ، ص ۱۳۵-۱۴۵، خانوادۂ علم اللہی (ص ۴۶)

(۱۲) یہ قصہ اورنگ زیب کا نہیں بلکہ ناظم صوبہ الہ آباد کا ہے، جو اورنگ کی طرف سے متعین تھا، اورنگ زیب جہاں اس بات کی کوشش کرتے کہ جہاں سے گزریں وہاں کے بزرگوں سے ملاقات کر کے ان کی دعا لیں، اسی طرح اپنے گورنروں اور ناظموں کو بھی ان کی تاکید تھی کہ جہاں جائیں وہاں کے بزرگوں سے ضرور ملاقات کریں، تذکرہ شاہ علم اللہ میں پورا قصہ اس طرح لکھا ہوا ہے: ''ارشاد وہدایت کا یہ شہرہ اتنا بڑھا کہ ایک روز ناظم صوبہ الہ آباد (جو ہندو تھا) رائے بریلی وارد ہوا، اور سید محمد جی کی زیارت وشرفِ ملاقات کے لیے قلعے کے اندر خانقاہ میں پہنچا، سید محمد جیؒ اس وقت مکان میں تشریف لے جا چکے تھے، ناظم نے حاضری کی اطلاع دی، اور آرزوئے ملاقات ظاہر کی، انھوں نے فرمایا کہ اگر جامع مسجد میں فقیر کی موجودگی کے وقت تشریف لے آتے تو ملاقات اور مصافحے سے کچھ عذر نہ تھا، امر بالمعروف اور دعوتِ اسلام کے بعد اپنے حق سے بری الذمہ ہو جاتا، لیکن اب تمنائے اسلام کے بغیر حجرے سے باہر آنا اور آپ سے ملاقات کرنا میرے لیے مشکل ہے، اگر اسلام قبول کرنے کا ارادہ ہو تو شوق سے تشریف رکھیں، ملاقات کروں گا، اور اپنا بھائی سمجھوں گا، ورنہ واپس تشریف لے جائیں، یوں یہ فقیر اللہ کے تمام بندوں کے لیے دعا گو ہے، اس نے یہ سن کر پیغام رساں سے کہا کہ وہ تو اپنے حقوق سے عہدہ برآ ہو گئے اور میں اپنی بے نصیبی کی وجہ سے دولتِ دیدار سے محروم رہا، اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اس زمانے میں ایسا شیخ اور سید دیکھنے میں نہیں آیا، عام طور پر تو مشائخ امیروں اور ناظموں کی آمد تمنا میں رہتے ہیں، اس کے لیے مختلف حیلے اور ترکیبیں کرتے ہیں کہ امراء واغنیاء ان کے آستانے پر حاضر ہوں اور اس مقصد کے حصول کو معراجِ دنیاوی سے کم نہیں سمجھتے، لیکن اس سیدِ عالی ہمت کی شان ہی دوسری ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

(تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ حسنی، ص:۱۳۷)

(۱۳) دیکھیے مجلس (۱۶) ص:۱۹۲

(۱۴) حضرت شاہ ابو سعید حسنی: اپنے زمانے کے جلیل القدر مشائخ میں سے تھے، حضرت شاہ ولی اللہ سے سلوک کی تحصیل کی، اور شاہ صاحب کے بہت مخصوص لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا، شاہ ولی اللہ کی آپ پر بڑی توجہات تھیں، حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی سے علوم ظاہر و باطن نیز سارے اعمال واشغال میں اجازت حاصل کی، جود و سخاوت، مہمان نوازی، غربا پروری میں اپنے زمانے میں ممتاز تھے، وفات: ۱۱۹۳ھ، رائے بریلی (دیکھیے سیرت سید احمد شہید، جلد اول، ص:۱۰۳-۱۰۵، خانوادۂ علم اللہی ص ۶۷-۷۱)

(۱۵) سلطان ٹیپو: علم و عمل کا جامع، نہایت دین دار، غیرتِ ملی اور حمیتِ اسلامی سے بھر پور، نہایت دور رس، باکمال اور لائق حکمراں، میسور کا فرماں روا تھا، جس کی شجاعت ضرب المثل تھی، جس نے کہا تھا: ''گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے'' جس نے انگریزوں سے زبردست ٹکر لی، اور ان کا ناک میں دم کر دیا، بالآخر اپنوں کی سازشوں کا شکار ہو کر انگریزوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کر کے ملک پر قربان ہوا، تاریخ شہادت: ۴/مئی ۱۷۹۹ء سری رنگا پٹنم (ٹیپو پر انگریزی اور اردو میں بیسیوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں، اردو میں یہ چار کتابیں مختلف حیثیتوں سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں: (۱) تاریخ سلطنت خداداد، از محمود خاں بنگلوری (۲) تاریخ ٹیپو سلطان از محبّ الحسن (۳) سیرت سلطان ٹیپو شہید از مولانا محمد الیاس ندوی (۴) شیر ہندوستان از سید خورشید مصطفیٰ رضوی۔

(۱۶) حیدر علی: میسور کی مسلم سلطنت کا بانی، بہادر اور غیرت مند، انگریزوں سے دو جنگیں لڑیں، دوسری جنگ کے دوران ۱۷۸۲ء میں اچانک اس کا انتقال ہوا۔ (حیدر علی پر مفصل معلومات ٹیپو پر لکھی ہوئی کتابوں میں موجود ہیں، نیز حیدر علی پر مستقل کتابیں بھی ہیں)

(۱۷) دیکھیے: سیرت سید احمد شہید، جلد اول، ص:۱۰۵، مگر وہاں صرف اتنا لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک لاکھ روپیہ آیا، مگر مجلسوں میں بھیجنے والے کے طور پر سلطان ٹیپو یا حیدر علی کا نام لیتے تھے۔

(۱۸)

(۱۹) یہ اشعار اقبال کی مشہور نظم ''مسجد قرطبہ'' کے ہیں، دیکھیے بال جبریل، ص:۹۷ (کلیات اقبال، ص:۳۱۹)

(۲۰) بال جبریل، ص:۲۶ (کلیات اقبال، ص:۲۶۶)

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۲۶)

۲۳/۵/۱۴۱۷ھ مطابق ۸/۱۰/۱۹۹۶ء

تحریکِ ندوہ کی بعض خصوصیات اور عالم عربی پر اس کا اثر

مولانا شمس الحق صاحب نے سوال کیا کہ ندوۃ العلماء نے جو تحریک چلائی اور جو خاکہ تیار کیا، عالم عربی میں اس کے متعلق کیا تاثر رہا؟

فرمایا: ہم نے جہاں جہاں بھی اس کا تعارف کیا، ہر جگہ اس کی پذیرائی ہوئی، آپ دیکھتے ہیں کہ علامہ یوسف القرضاوی نے بھی کتنے شاندار طریقے پر اس کا تذکرہ کیا ہے الجمع بين القديم الصالح والجديد النافع۔

اصل میں اس وقت کہیں بھی عالم عربی میں بھی اس کا تصور نہیں تھا، یا تو قدیم طرز کے علماء تھے جو ہر جدید چیز کے دشمن اور اس کو دین کے خلاف تصور کرتے تھے یا پھر جدید تعلیم یافتہ جو ہر قدیم چیز کو حقارت کی نظر سے دیکھتے اور ترقی کی راہ کا روڑا سمجھتے تھے، ہر جگہ یہی بات تھی۔ نصاب تعلیم میں سائنس، جغرافیہ، تاریخ سب سے پہلے ندوے ہی نے داخل کیا، کہ ایک عالم زمانے سے بہت دور اور پیچھے نہ رہے، اور انگریزی کو نصاب تعلیم کا جز بنایا، انگریزی اور مدرسے میں! اس زمانے میں اس کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا تھا، ندوے نے سب سے پہلے اس کی ہمت کی۔

پھر اقبال کے وہ شعر پڑھے:

خصومت تھی سلطانی و راہبی میں　　　　کہ وہ سربلندی ہے یہ سربزیری

یہ اشعار پیچھے گزر چکے ہیں (۱)۔

مولانا محمد علی مونگیریؒ کے ذہن میں تحریکِ ندوہ کے تخیل کی اصل وجہ

مولانا شمس الحق صاحب نے کہا: مولانا محمد علی مونگیریؒ (۲) کو جو اس کا خیال آیا وہ

www.abulhasanalinadwi.org

شاید اس وجہ سے ہو کہ انھوں نے عیسائیوں سے مناظرے کیے؟

فرمایا: ہاں یہی وجہ تھی سب سے پہلے اسی سے ان کو اس کا خیال آیا، انھوں نے عیسائیوں سے زبردست مناظرے کیے اور ان کو خاموش کیا، اس دوران میں ان کو خیال آیا ہوگا کہ ان کی پوری تاریخ سے، محل وقوع سے واقفیت اور ان کی زبان پر دسترس ضروری ہے، اس کے لیے انھوں نے ندوۃ العلماء کی تحریک شروع کی۔

ایک سوال سے حضرت کا گریز اور مختلف مکاتب فکر کے بزرگوں کا احترام

مولانا شمس الحق صاحب نے پوچھا: حضرت اس کی کیا وجہ ہے کہ سب نے اس تحریک کو سراہا اور اس کے نظریات کی حمایت کی، لیکن ہندوستان کے قدیم مدارس والوں نے اس کو قبول نہیں کیا؟

فرمایا: یہ ہم سے نہ کہلوایئے، اس کا جواب نہ پوچھیے، ہم سب کا احترام کرتے ہیں، سب کی تعظیم کرتے ہیں، پھر حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ندوے آنے اور اونچی جگہ سے دیکھ کر ماشاءاللہ ماشاءاللہ کہنے کا ذکر کیا جو پہلے کسی مجلس میں مفصل گزر چکا ہے(۳)۔ حضرت رائے پوری یہاں تشریف لائے، حضرت شیخ الحدیث یہاں تشریف لائے، اور بائیں طرف والے کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: حضرت رائے پوری یہاں ٹھہرے تھے اور دائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہاں حضرت شیخ الحدیث ٹھہرے۔ حضرت مدنی بھی آئے، بار بار آئے، یہاں کے لوگ بھی وہاں گئے، اس آمد و رفت سے الحمدللہ وہ جو خلیج تھی پٹ گئی۔ تم سب کو ان کی تعظیم کرنی چاہیے، علماء کی تعظیم و احترام اور ان سے استفادے میں کسی قسم کا کوئی تعصب رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔ وہاں جو کام ہوا ہے، فقہ و حدیث کی جو خدمت ہوئی ہے، اس کا نہ صرف اعتراف بلکہ احترام کرنا چاہیے۔

موجودہ دور کے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے وسیع اور متنوع مطالعے کی ضرورت

فرمایا: موجودہ دور کے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے جدید ہتھیار سے لیس ہونا

چاہیے، اس کے لیے بہت وسیع اور متنوع مطالعے کی ضرورت ہے۔ پھر طلبہ کی جانب روے سخن کرتے ہوئے کہا: پڑھو خوب پڑھو، یہاں رہتے ہوئے کم از کم ہماری کتابیں ہی پڑھو، اس میں کلیات مل جائیں گی، رہنمائی مل جائے گی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، تاریخ دعوت وعزیمت کا سلسلہ، مسلم ممالک میں اسلامیت ومغربیت کی کشمکش یہ بڑی اہم کتاب ہے اس کا بڑا فائدہ ہوا۔ پھر تاریخ دعوت وعزیمت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: ابھی شیخ عبدالمجید زندانی (۴) کا خط آیا ہے، اس میں انھوں رجال الفکر والدعوۃ شاہ ولی اللہ صاحب والا حصہ پڑھ کر اپنا تاثر لکھا ہے، بڑا عجیب خط ہے پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

امریکہ سے صاف صاف باتیں اور حضرت شیخ الحدیث کی قدر افزائی

ہم نے امریکہ میں جو تقریریں کیں مغربی تہذیب کی تنقید پر وہ بھی بڑی موثر اور مفید ہیں، امریکہ کی شاید ہی کوئی قابل ذکر یونی ورسٹی رہ گئی ہو جہاں ہم نے تقریر نہیں کی۔ جب یہ تقریریں شائع ہوئیں (۵) تو حضرت شیخ الحدیث نے پڑھوا کر سنا اور بڑی قدر کی اور ہمت افزا خط لکھا، کہ کتاب بڑی مفید ہے، اس کی بڑے پیمانے پر اشاعت ہونی چاہیے، ہماری طرف سے ایک ہزار نسخے شائع کیے جائیں۔

رابطہ ادب اسلامی کا قیام اور اس کا پس منظر

مولانا شمس الحق صاحب نے سوال کیا: حضرت! رابطۂ ادب اسلامی کی جو تحریک شروع ہوئی اس کے پس منظر میں کیا افکار کار فرما تھے؟

فرمایا: ہوا یہ کہ ہم مکہ مکرمہ میں تھے، شیخ عبدالقدوس ابوصالح (۶)، استاد عبدالباسط بدر (۷) اور استاد حیدر غدیر (۸) آئے اور کہا: ہم رابطۂ الادب الاسلامی کے نام سے ایک تنظیم قائم کرنا چاہتے ہیں، آپ اس کی صدارت قبول کریں (۹)، یہ تو ہمارے دل کی بات تھی، ہم چاہتے تھے کہ ادب کا رخ پھیر دیں، یہ سب ہمارے دوستوں میں تھے، عبدالباسط بدر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں استاد تھے، ہم سے اچھے تعلقات تھے، پھر انھوں نے اس کو دو حصوں

www.abulhasanalinadwi.org

میں تقسیم کیا: ایک برصغیر کا اس کے سکریٹریٹ کے لیے انھوں نے ہی رابع کا نام پیش کیا، اور دوسرا عرب ممالک کا حصہ، اس کا سکریٹری شیخ عبدالقدوس ابوصالح کو بنایا گیا (۱۰)۔

ادب پر بے دین لوگوں کی اجارہ داری اور چند اصلاح پسند شعراء

مولانا برہان صاحب نے پوچھا: حضرت! اس کی کیا وجہ ہے کہ شروع سے آج تک ادب پر بے دین لوگوں کا ہی قبضہ رہا؟

فرمایا: ہاں شروع سے ایسا ہی رہا ہے کہ ادب پر اسی قسم کے لوگ چھائے رہے ہیں، بس وہی تغزل کی باتیں یا پھر مدح سرائی، اپنے ادب سے اصلاحی کام نہیں لیا، ہاں چند مستثنیات ہیں جیسے: ابوالعتاھیہ (۱۱)، فارسی میں شیخ سعدی (۱۲) اور مولانا روم، عربی سے زیادہ فارسی میں اس کی مثالیں ملتی ہیں، اور اردو میں اکبر و اقبال، مولانا ظفر علی خاں وغیرہ۔ ادب کے بارے میں تصور ہی یہی تھا کہ وہ گھٹیا مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے۔ ادبِ اسلامی کا تصور ہی نہیں تھا، ادب بھی کوئی اسلامی ہوتا ہے! ادھر مستشرقین کی چیزیں شائع ہو ہو کر جدید طبقے کو اسلام سے بدظن بلکہ متنفر کر رہی تھیں، یونی ورسٹیوں اور کالجوں کے نصاب میں انھی کی لکھی ہوئی چیزیں داخل تھیں، اور نوجوان پہلے اس کو پڑھتے تھے، اور یہ بات ان کے ذہن میں بیٹھ جاتی تھی پھر اس کے بعد اس کے خلاف جو کہا جائے وہ ماننے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتے کہ بس ہم پڑھ چکے ہیں۔ ایسے لوگ عام اور خشک چیزوں سے متاثر نہیں ہوتے تو ایسے لوگوں کو سمجھانے کے لیے علمیت کے ساتھ ادبیت کی بھی ضرورت تھی۔

استشراق اور استعمار کا تعلق

فرمایا: بہت کم لوگ اس کو جانتے ہیں کہ مستشرقین، یہ ایک فوجی دستہ تھا، انگریزوں کا جن علاقوں پر قبضہ تھا ہندوستان مصر وغیرہ میں، ان کو محسوس ہوا کہ ان کو صرف جسمانی طور پر غلام بنانا کافی نہیں ہے، بلکہ ان کے ذہن پر جب تک قبضہ نہیں کیا جائے گا ان کو ہم پوری طرح غلام نہیں بنا سکتے، اس کے پیچھے سیاسی قوت کام کر رہی تھی، یہی وجہ ہے

www.abulhasanalinadwi.org

کہ جب انگریزوں کا سیاسی اثر ان ملکوں پر نہیں رہا تو مستشرقین کا دور بھی ختم ہو گیا۔

مستشرقین کے علم کی سطحیت

ہم نے جرمنی میں مستشرق.... سے ملاقات کی ہے وقت مقرر کر کے، اسی طرح برطانیہ میں.... سے ہم نے ملاقات کی، ہم نے محسوس کیا کہ ان کا علم متنوع اور گہرا نہیں ہوتا، کسی موضوع پر اس نے تیاری کی ہو یا لکھ دیا ہو تو دوسرے موضوع سے مطلق بے خبر، چنانچہ ہم نے اس سے باتیں کیں پوچھا کہ جاحظ (۱۳) اور ابوحیان (۱۴) کے اسلوب میں کیا فرق ہے تو اس نے بات پلٹنے کی کوشش کی کہ چائے پی لیجیے۔ اسی طرح ان کے یہاں کارڈ سسٹم ہے، مثلاً فلاں شخص کا ذکر کہاں کہاں کس کس کتاب میں ہے، وہ کارڈ ان کے پاس تیار رہتے ہیں، ان کے شاگرد ان کی اس میں مدد کرتے ہیں، وہ اسی کمرے میں کچھ لکھ سکتے ہیں کمرے کے باہر ہوں تو بالکل کورے!

لیکن ان کی تحریریں ایسی مسموم ہوتی ہیں کہ ہر ایک پر اثر ڈالتی ہیں اور بہت کم لوگ حقیقت کا ادراک کر سکتے ہیں۔

حواشی مجلس (۲۶)

(۱) یہ اشعار پیچھے گزر چکے ہیں، دیکھیے مجلس (۲۰) ص: ۲۱۳

(۲) حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری: ایک عہد آفریں شخصیت تھے، وقت کے فتنوں اور تقاضوں سے پوری طرح باخبر تھے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ ''ندوۃ العلماء'' کا قیام ہے، ردِّ عیسائیت اور ردِّ قادیانیت کے سلسلے میں بھی ان کا کارنامہ کچھ کم اہم نہیں ہے۔ وفات: ۱۳ر ستمبر ۱۹۲۷ء، مونگیر (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سیرت مولانا سید محمد علی مونگیری از مولانا محمد الحسنی)

(۳) یہ واقعہ مفصل گزر چکا ہے، دیکھیے مجلس (۲۱) ص: ۲۲۱

(۴) شیخ عبدالمجید زندانی: عہد حاضر کے بہت بڑے عالم، عظیم مجاہد، زبردست داعی اور بڑے سائنس دان ہیں، جدید سائنس کی روشنی میں قرآنی حقائق کو اجاگر کرنے میں بے نظیر ہیں، وہ اس طرح قرآن مجید

کے سائنسی حقائق کو پیش کرتے ہیں کہ سائنس دانوں کو اس کے اعتراف کے بغیر چارہ نہیں ہوتا، چناں چہ بہت سے سائنس داں ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکے ہیں، صنعاء میں مقیم ہیں، راقم السطور ان سے ملاقات کی سعادت حاصل کر چکا ہے۔

(۵) یہ تقریریں ''نئی دنیا امریکہ سے صاف صاف باتیں'' کے نام سے مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ سے شائع ہوئی ہیں۔

(۶) شیخ عبدالقدوس ابوصالح: اصلاً شام کے رہنے والے ہیں، دمشق یونی ورسٹی میں ادب وحقوق کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۷۵ء میں جامعۃ القاہرہ سے پی-ایچ-ڈی کی ڈگری حاصل کی، حلب میں کچھ عرصہ تدریسی خدمت انجام دے کر جامعۃ الامام ریاض میں آئے، اور ۳۰ سال سے زیادہ وہاں کلیۃ اللغۃ سے وابستہ رہے۔ وہ رابطہ ادب اسلامی کے موسسین میں ہیں، آغاز سے اس کے نائب صدر اور بلاد عربیہ زون کے صدر، اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے انتقال کے بعد اس کے مستقل صدر، ان کی کتابوں میں: شبهات حول الأدب الإسلامي اور قضية الأدب الإسلامي وغیرہ پندرہ کتابیں ہیں، پیدائش: ۱۹۳۲ء (تفصیل کے لیے دیکھیے alfaseeh.com)

(۷) استاد عبدالباسط بدر: اصلاً حلب (شام) کے رہنے والے ہیں، کلیۃ الآداب دمشق یونی ورسٹی سے ۱۹۶۷ء میں فراغت حاصل کر کے ۱۹۷۳ء میں جامعۃ القاہرہ سے ایم-اے کیا، اور ۱۹۷۸ء میں جامعہ عین شمس قاہرہ سے پی-ایچ-ڈی کی ڈگری حاصل کی، ۱۹۷۴ء میں ریاض منتقل ہوئے، مختلف مدارس میں عربی زبان کی تعلیم وتدریس کی خدمت انجام دینے کے بعد ۱۹۸۰ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں مدرس ہوئے، پندرہ سال اس سے وابستہ رہنے کے بعد ان کی خدمات مركز السنة والسيرة النبوية (مدینہ منورہ) کو منتقل کی گئیں، کچھ مدت امارت مدینہ سے بھی وابستہ رہے، اس وقت مركز السنة والسيرة النبوية کے ذمہ دار ہیں، ان کتابوں میں مذاهب الأدب الإسلامي، دليل مكتبة الأدب الإسلامي اور التاريخ الشامل للمدينة المنورة وغیرہ ہیں، پیدائش: ۱۹۴۴ء (تفصیل کے لیے دیکھیے www.ikhwanwiki.com)

(۸) حیدر غدیر: ان کا تعلق دیر الزور شام سے ہے، جامعہ دمشق میں تربیت میں ڈپلوما کرنے کے بعد ۱۹۹۰ء میں جامعۃ القاہرہ سے عربی زبان میں ایم-اے اور جامعہ عین شمس قاہرہ سے ۱۹۹۴ء میں پی-ایچ-ڈی کی ڈگری حاصل کی، وہ بڑے اسلام پسند، قادر الکلام شاعر ہیں، ان کی کتابوں میں: ديوان من يطفئ الشمس اور ديوان غداً نأتيك يا أقصىٰ کے علاوہ عاشق المجد عمر أبو ريشة شاعراً وإنساناً ہیں، پیدائش: ۱۹۳۹ء (تفصیل کے لیے دیکھیے www.alghoraba.com)

(۹) دیکھیے کاروانِ زندگی دوم، ص ۳۳۳

www.abulhasanalinadwi.org

(۱۰) رابطۂ ادب اسلامی کی تحریک کے پس منظر کے لیے دیکھیے کاروانِ زندگی دوم (ص ۳۲۸-۳۳۳) حضرت مولانا نے پہلے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ۱۷-۱۹/ اپریل ۱۹۸۱ء میں ایک بین الاقوامی سمینار منعقد کیا تھا، جس کا موضوع تھا: ''عربی ادب میں خصوصاً اور دوسری زبانوں کی ادبیات میں اسلامی عناصر کی تلاش''، پھر مئی ۱۹۸۴ء میں مکہ مکرمہ میں عربی ادب کے ممتاز علماء کے وفد نے حضرت سے ملاقات کر کے عالمی رابطہ ادب اسلامی کے قیام اور اس کے لیے صدارت کی پیش کش کی تھی، (دیکھیے کاروانِ زندگی سوم، ص: ۲۷-۲۸) اور اس کے بعد اس کا پہلا عالمی اجلاس ۷-۸-۹/ جنوری ۱۹۸۶ء میں ندوۃ العلماء ہی میں ہوا۔ (دیکھیے کاروان زندگی سوم، ص: ۲۱۶-۲۱۸)

(۱۱) ابوالعتاھیہ: (اسماعیل بن القاسم البغدادی) بہت مشہور اور عظیم شاعر، بہت ذہین وطباع تھے، زود گو شعراء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک ایک دن میں ڈیڑھ ڈیڑھ سو شعر تک کہتے تھے۔ اتنے اشعار کہے کہ ضبط تحریر میں لانا مشکل ہو گیا۔ حکمت واخلاق اور زہد اور مدحیہ اشعار میں بہت ممتاز ہیں۔ وفات: ۲۱۱ھ (تاریخ بغداد، ۶/ ۲۵۰-۲۶۰، وفیات الاعیان، ۱/ ۲۱۹-۲۲۶، الأغانی، ۴/ ۳-۱۱۸، نیز دیکھیے الأعلام، ۱/ ۳۲۱)

(۱۲) شیخ سعدی: شیراز کی سرزمین سے اٹھنے والا شعلۂ جوالہ اور اس کے بحر علم سے نکلنے والا درشہوار اور گوہر نایاب، نہایت مشہور، باکمال اور حکیم شاعر، گلستان اور بوستان جیسی درسی کتابوں کے نامور مصنف، جنھوں نے علم وحکمت کے ہزاروں گلدستے سجائے، وفات: ۶۹۱ھ (مقدمۂ بوستانِ مترجم اردو از محمد عبدالاحد خان خلیل، مزید تفصیل کے لیے دیکھیے حیات سعدی)

(۱۳) جاحظ: (ابوعثمان عمرو بن بحر الکنانی) عربی کا مشہور اور بہ قول بعض سب سے بڑا ادیب۔ وفات: ۲۵۵ھ (تاریخ بغداد، ۱۲/ ۲۱۲، وفیات الأعیان، ۳/ ۴۷۰-۴۷۵، امراء البیان، ص: ۲۸۱-۴۴۴)

(۱۴) ابوحیان توحیدی (علی بن محمد) اپنے زمانے کا مشہور ادیب وفلسفی، بددین تھا، "الإمتاع والمؤانسة" اور "مثالب الوزیرین ابن العمید وابن عباد" وغیرہ کا مصنف، وفات: تقریباً ۴۰۰ھ (بغیة الوعاة ۲/ ۱۹۰-۱۹۱، معجم الأدباء ۱۵/ ۴۵-۵۲، أمراء البیان، ص: ۴۴۵-۴۹۹، الأعلام، ۴/ ۳۲۶)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۲۷)

۲۵/۵/۱۴۱۷ھ مطابق ۱۰/۱۰/۱۹۹۶ء

امام مہدی کے بارے میں سوال اور حضرت کا جواب

ایک مولوی صاحب جو غالباً ممبئی سے تشریف لائے تھے، انھوں نے سوال کیا کہ حضرت! ایک بات پوچھنی ہے: مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی (۱) نے فرمایا تھا کہ امام مہدی (۲) پیدا ہو چکے ہیں، تین چار سال میں ظہور ہوگا، آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

فرمایا، اب تک تو ظہور نہیں ہوا، ہم نہ صاحبِ کشف، نہ صاحبِ کرامت، ہم اس سلسلے میں کچھ کہہ نہیں سکتے۔

علامہ شبلی کا کارنامہ، تصنیف کا نیا ڈھنگ اور علمیت وادبیت کا جوڑ

مولانا شمس الحق صاحب نے سوال کیا: حضرت! علامہ شبلی نے تحریر میں نیا ڈھنگ جو اختیار کیا، یعنی حوالہ دینا، جب کہ پہلے اس کا رواج نہیں تھا، اس کے کیا اسباب تھے؟

فرمایا: وہ جب علی گڑھ میں پڑھاتے تھے تو ان کو بہت سے ذہین شاگرد میسر آئے، جیسے مولانا ظفر علی خان، تو ذہین لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے انھوں نے نیا اسلوب اختیار کیا۔ دوسرے یہ کہ مستشرقین نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا، وہ ہر چیز کا حوالہ دیتے تھے، علامہ شبلی نے بھی اس کو اپنایا، تاکہ اسی طریقے سے لوگوں پر اثر ڈالیں۔ اس میں علمیت کے ساتھ ادبیت کی چاشنی ہونی چاہیے، ورنہ جدید طبقہ متاثر نہیں ہو سکتا۔ مولانا حالی نے بھی یہ اسلوب اختیار کیا، لیکن شبلی آگے نکل گئے، ان کی ہر کتاب میں ادبیت پائی جاتی ہے، الفاروق ہو یا الغزالی پڑھیے یا المامون، پھر سیرت النبی تو ہے ہی۔

مزار شبلی کا کتبہ اور اس کے بارے میں حضرت مولانا کا نہایت صحیح مشورہ

لطیفہ یہ پیش آیا، ہم دارالمصنفین گئے ہوئے تھے، مولانا شاہ معین الدین صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

ندوی(۳) جو سید صاحب کے جانشین سمجھے جاتے تھے اور صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب(۴) دونوں علامہ شبلی کے مزار کے قریب راستے میں کھڑے کچھ سوچ رہے تھے، ہم نے پوچھا: آپ لوگ کس فکر میں ہیں؟ کہنے لگے: لوگ آتے ہیں اور علامہ شبلی کے مزار کی بابت پوچھتے ہیں، ہم چاہتے ہیں اس پر کوئی علامت سنگ مرمر کی لگائیں، لیکن سوچ رہے ہیں کہ اس پر کیا نقش کریں؟ ہم نے کہا: یہ بھی کوئی سوچنے کی بات ہے؟

عجم کی مدح کی، عباسیوں کی داستاں لکھی
مجھے چندے مقیمِ آستانِ غیر ہونا تھا
مگر اب لکھ رہا ہوں سیرتِ پیغمبرِ خاتم
خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا (۵)

چنانچہ آج بھی یہی اشعار اس پر کندہ ہیں۔

سیرت النبی کا امتیاز

مولانا شمس الحق صاحب نے عرض کیا: بعض لوگ کہتے ہیں کہ سیرت النبی نہ صرف سیرت بلکہ اسلامی علوم کا انسائیکلوپیڈیا ہے، اتنی تفصیل سے سیرت لکھنے کا خیال ان کو کیسے آیا؟

فرمایا: یہ تو کہنا مشکل ہے، البتہ سیرت پر سب سے مفصل و مدلل کتاب ہے۔ علامہ شبلی کی بھی کتابیں منتہائے تحقیق نہیں کہی جاسکتیں، بہت سی باتوں میں کلام کی گنجائش ہے، البتہ جس دور میں لکھی گئی تھی، اس نے ضرورت کو پورا کیا، سیرت پر اتنی مفصل کتاب کوئی نہیں تھی، جو جدید ذہنیت کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہو، علامہ شبلی اور پھر سید صاحب نے یہ التزام کیا کہ مستشرقین کے اعتراضات کا جواب دیں، سید صاحب نے عبادات کی جو تشریح کی ہے وہ بہت عمدہ اور اطمینان بخش ہے۔

''خطباتِ مدراس'' کی انفرادیت

فرمایا: ''خطباتِ مدراس'' منفرد کتاب ہے، سیرت پر ہم نے اس سے موثر کتاب نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

دیکھی جو تقابلی انداز میں لکھی گئی ہو، پھر اللہ نے ہمیں توفیق دی، ہم نے السیرة النبویة لکھی۔

مستشرقین کا پُر فریب اندازِ تحریر

مستشرقین ایسی چیزیں لکھتے ہیں اس طرح لکھتے ہیں کہ تعریف خوب کریں گے مگر بیچ میں کوئی ایسی بات کہہ دیں گے جو پورا کام کر جائے، اس کی حقیقت کو پانا آسان کام نہیں، ہم نے کسی مجلس میں ذکر کیا تھا پھر وہ بات سنائی کہ مستشرقین نے لکھا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اچھا کام کیا، دختر کشی کو بند کیا، پھر وہ تفصیل سنائی جو کل کی مجلس میں گزر چکی ہے۔

احمد امین کی تاریخی کتابوں کا امتیاز

مولانا شمس الحق صاحب نے سوال کیا: آپ نے کم عمری میں احمد امین کی ''فجر الاسلام''، ''ضحیٰ الاسلام''، ''ظہر الاسلام'' پڑھی تھی، کیا بچپن ہی سے آپ کا مطالعہ اتنا وسیع تھا؟

فرمایا: نہیں، ایسی بات نہیں، پھر ایسی بات فرمائی جس کا مفہوم یہ ہے کہ البتہ ہم نے جن کتابوں کا مطالعہ کیا، وہ ٹھوس اور بنیادی کتابیں تھیں، ہم نے احمد امین کی یہ کتابیں پڑھیں اور حرف بہ حرف پڑھیں، اس سے ہم کو دو فائدے حاصل ہوئے: ایک اس کی ادبیت، دوسرے اس کا علمی اسلوب اور زبان، جیسے ہمارے یہاں علامہ شبلی اور مولانا مودودی کا طرز ہے۔ ہم نے اس اسلوب کو پوری طرح اخذ کر لیا اور ہماری تحریروں میں اس کا اثر آیا، یہ بھی خدا کی طرف سے انتظام تھا، ورنہ ماذا خسر جیسی کتاب کے لیے صرف ادبیت کافی نہیں تھی، علمی زبان ضروری تھی، اس سے بھی پہلے ہم منفلوطی (۶) کی ''النظرات'' اور رافعی (۷) کی ''وحی القلم'' اور احمد حسن زیات (۸) کی ''وحی الرسالۃ'' پڑھ چکے تھے جو معیاری ادب کی کتابیں ہیں، لیکن آدمی اس سے علمی زبان میں اپنی بات پیش نہیں کر سکتا۔ تو ان کتابوں کی علمیت اور ادبیت دونوں سے ہم نے فائدہ اٹھایا۔

احمد امین کی آرا سے حضرت مولانا کا اختلاف

لیکن ان کی آرا سے ہم پوری طرح متفق نہیں ہوئے، اس پر ہم نے تعلیقات بھی

www.abulhasanalinadwi.org

لکھیں، جب ہم مصر گئے، ہم صبح کو ٹہلنے کے عادی تھے، ایک دن احمد امین بھی ساتھ تھے، باتوں باتوں میں ان کی کتابوں کا ذکر ہوا، ہم نے کہا: ہم نے ان کو پڑھا ہے اور ان پر تعلیقات بھی کی ہیں، کہنے لگے وہ ہمیں دیجیے (۱) ہم نے کہا: رائے بریلی میں ہے، ہم نے ان سے کہا: آپ نے معتزلہ کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے أعطيت المعتزلة أكثر من حقهم۔ کہنے لگے: وہ بڑے لوگ تھے۔

علمیت اور ادبیت کے امتزاج کی ضرورت

فرمایا: ادبیت اور علمیت دونوں ہونی چاہیے، اگر ادبیت غالب ہو تو تحقیقی ذوق رکھنے والا متاثر نہیں ہوگا، کہے گا: اس میں کیا ہے صرف لفاظی ہے، اور اگر ادبیت نہ ہو تو جی نہیں لگے گا۔

دارالمصنفین کی کتابوں کا امتیاز

دارالمصنفین نے یہ طرز قائم کیا، ادبیت اور علمیت دونوں ساتھ ساتھ رہے، خصوصاً علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالباری ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی (۱۰)، تو احساس تناسب جس کو انگریزی میں کہتے ہیں بہت ضروری ہے، اس کے بغیر خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا۔

حضرت کی مختلف زبانوں کی تعلیم انگریزی کی تحصیل اور اس کا فائدہ

فرمایا: یہ سب ہمارے بھائی صاحب کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے، عربی پڑھوائی اور عرب سے پڑھوائی، پھر فارسی اتنی پڑھوائی جس سے ہم تاریخی اور سوانحی کتابیں سمجھ سکیں اور بزرگوں کے ملفوظات و مکتوبات سے فائدہ اٹھا سکیں، پھر انگریزی پڑھوائی۔ پروفیسر محمد شفیع صاحب نے ہم کو مشورہ دیا تھا کہ کوئی بھی مغربی زبان ضرور پڑھیں، فرمایا تھا کہ فرنچ میں اسلامیات کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے، ہم نے سوچا یہاں تو فرنچ کوئی نہیں پوچھے گا، یہاں انگریزی کا چلن ہے، اسی کا زور ہے تو ہم نے انگریزی پڑھی کہ عام کتابیں براہِ راست سمجھ

سکیں، اچھا ہم جب بلاد عربیہ گئے تو وہاں انگریزی کا زیادہ رواج نہیں تھا، اگر کچھ تھا تو فرنچ کا اثر تھا کیوں کہ شام وغیرہ فرانس ہی کے ماتحت تھے، انھی کے غلام تھے، تو جب کوئی انگریزی جانتا تو اس کو بڑا سمجھتے، ماذا خسر کی تصنیف میں ہم کو انگریزی زبان سے بڑا فائدہ پہنچا، ہم نے جب ماذا خسر کا مسودہ مصر میں لجنۃ التالیف والترجمۃ کے پاس بھیجا جس کے سربراہ احمد امین تھے، اس لیے کہ عرب ممالک میں اس کی وہ حیثیت تھی جو یہاں دارالمصنفین کی کہ وہاں سے کوئی کتاب شائع ہوتی تو علمی حلقوں میں پہنچ جاتی، ہم نے چاہا کہ ماذا خسر بھی وہیں سے شائع ہو، جب ہم نے مسودہ بھیجا تو مآخذ کی فہرست طلب کی گئی، کیا آپ نے انگریزی کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے؟ جب ہم نے فہرست بھیجی تو اس میں انگریزی کتابوں کی کافی طویل فہرست تھی، بارہ پندرہ کتابیں اور بڑے ٹاپ انگریزوں کی، کہیں ڈریپر ہے کہیں لیکی، احمد امین کا خط آیا کہ کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کی کتاب شائع کرے پھر خط پہنچنے اور اس پر از حد خوش ہونے اور حضرت رائے پوری کے دریافت کرنے کا پورا قصہ سنایا، جو پیچھے کسی مجلس کے ضمن میں گزر چکا ہے(۱۱)۔

ماذا خسر کی تالیف کے دوران غیبی مدد کا ایک واقعہ

پھر ماذا خسر کی تالیف کے دوران میں خدا کی طرف سے جو غیبی مددیں ہوئیں، ان میں سے بعض کا تذکرہ کیا، ہم یہاں بیٹھے ہوئے تھے، ایک پارسل آیا، اس میں انگریزی کی ایک کتاب تھی (۱۲)Making of humanity یعنی (انسانیت کی تعمیر) حیدرآباد سے کسی شخص نے بھیجی تھی، خط میں تھا کہ ہم پڑھ رہے تھے، ہم نے سوچا کہ یہ کتاب آپ کے کام کی ہوگی، نہ جان نہ پہچان، ابھی تک بالکل پتا نہیں کہ وہ کون صاحب تھے۔ اسی طرح جب ہم مدینہ منورہ میں تھے، پھر ایک عرب کے کتاب پھینک کر جانے کا قصہ سنایا جو گزر چکا ہے(۱۳)۔ پھر فرمایا: اس سے ہمیں تجربہ ہوا کہ اگر آدمی اچھی نیت سے اخلاص کے ساتھ کوئی کام شروع کرے تو غیبی مدد ہوتی ہے ویرزقه من حيث لا يحتسب(۱۴)۔

www.abulhasanalinadwi.org

دعوتی مقاصد کے تحت انگریزی زبان سیکھنے کی تاکید اور جدید طبقے کو مطمئن کرنے کی ضرورت پر زور

فرمایا: یہاں سے فارغ ہونے کے بعد کچھ انگریزی پڑھو، معاش کے لیے نہیں، بلکہ دین کی خدمت کے لیے اور جدید طبقے کو مطمئن کرنے کے لیے مطالعہ وسیع کرو، نئی چیزیں پڑھو، وہ جو سنجیدہ اور خیال آفریں ہو، ذہن کو غذا پہنچانے والی، اس وقت سب سے بڑا کام یہ ہے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقے میں اسلام کی ابدیت، صلاحیتِ بقا اور صلاحیت قیادت کا بھی اعتماد بحال کریں، اس وقت کا سب سے بڑا فتنہ یہی ہے کہ جدید طبقے کے ذہن سے اسلام کی صلاحیتِ بقا کا اعتماد اٹھتا جا رہا ہے، حکومت بھی اسی طبقے کے ہاتھ میں ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام نے بہت اچھے کام کیے، لیکن اسلام غیر ترقی یافتہ اور پسماندہ ملک میں آیا تھی، یہ بات خاص طور پر ان کے ذہن میں رہتی ہے، وہ اب اس ترقی یافتہ دور میں کہاں چل سکتا ہے، اس کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔

حواشی مجلس (۲۷)

(۱) مولانا بدر عالم میرٹھی: اپنے عہد کے مشہور، حدیث پر گہری نظر رکھنے والے اور پختہ استعداد کے عالم، شاگرد مولانا انور شاہ کشمیری، اور ان کے افادات فیض الباری شرح صحیح البخاری کے مرتب و جامع، سابق شیخ الحدیث وصدر مدرس جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (گجرات) وناظم اعلیٰ وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ٹنڈو الہ یار (پاکستان) مصنف ترجمان السنہ وغیرہ، ۱۹۵۲ء میں مدینہ منورہ ہجرت کی، وفات: ۱۹۶۵ء، مدینہ منورہ (الفرقان وفیات نمبر، ص: ۱۴۱-۱۴۳، علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی تصنیفی خدمات، ج ۲/ص: ۲۸۱-۲۹۴، سیرت بدر عالم از حافظ محمد اکبر شاہ بخاری مع کتاب جواھر الحکم از مولانا بدر عالم، ص: ۳۳۱-۴۱۶)

(۲) امام مہدی، صحیح احادیث کی رُو سے مسلمانوں کے نجات دہندہ کے طور پر ظاہر ہوں گے، ان کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا، اور وہ خاندان نبوت سے ہوں گے، اور بہت سی علامتیں حدیث میں بیان کی گئی ہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

بہت سے لوگ مہدی ہونے کا دعویٰ کر چکے ہیں، مگر سب جھوٹ ہے، اصل امام مہدی خود دعویٰ نہیں کریں گے، بلکہ اس زمانے کے معتبر علماء علامتیں دیکھ کر مہدی ہونے کی حیثیت سے ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔

(۳) مولانا شاہ معین الدین صاحب ندوی: مشہور فاضل و مصنف، دار المصنفین کے سابق ناظم اور اس کے ترجمان رسالہ ''معارف'' کے ایڈیٹر، تاریخ اسلام وغیرہ کتابوں کے مصنف، ردولی ضلع بارہ بنکی (یوپی) کے مشہور فاروقی خاندان سے تعلق تھا، جس نے حضرت مخدوم شیخ احمد عبدالحق ردولویؒ کی نسبت سے شہرت وعزت حاصل کی، وفات: ۱۳/ دسمبر ۱۹۷۴ء، اعظم گڑھ، تدفین: ردولی (پرانے چراغ اول، ص ۴۴۶-۴۶۴، تعمیر حیات اشاعت خاص مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی نمبر، نمبر شمارہ ۱۰ و ۲۵ مارچ واپریل ۱۹۷۵ء، شاہ معین الدین احمد ندوی حیات وخدمات از ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی)

(۴) سید صباح الدین عبدالرحمٰن: ہندوستان کی تاریخ پر گہری نظر رکھنے والے نامور مصنف، مختلف تاریخی موضوعات پر پچاس کے قریب وقیع کتابیں لکھیں، دار المصنفین کے ناظم اور اس کے ترجمان رسالہ ''معارف'' کے مدیر، بیس سے زیادہ ملکی وغیر ملکی بین الاقوامی سمیناروں میں شرکت کی، علامہ سید سلیمان ندوی کے خاندان سے ان کا تعلق تھا، وفات (حادثہ): ۸/ نومبر ۱۹۸۷ء، لکھنؤ، تدفین: اعظم گڑھ (پرانے چراغ سوم، ص: ۱۹۷- ۲۰۸، جدید ایڈیشن، ص: ۲۷۵-۲۸۴، تفصیل کے لیے دیکھیے صباح الدین عبدالرحمٰن از محمد حامد علی خان، نیز سید صباح الدین عبدالرحمٰن حیات اور علمی کارنامے)

(۵) یہ قطعہ خود علامہ شبلی کا ہے جو انھوں نے سیرت النبی کی تالیف کے آغاز پر کہا تھا، (دیکھیے حیات شبلی، ص: ۱۰۷) ان کی پیشن گوئی صحیح ثابت ہوئی، سیرت کا کام کرتے کرتے ان کا خاتمہ بالخیر ہو گیا، اور وہ سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔

(۶) منفلوطی (مصطفیٰ لطفی منفلوطی) عربی کے مشہور صاحب طرز ادیب۔ منفلوطی کی کتابوں کو عربی کا صحیح ذوق اور اس میں کمال پیدا کرنے میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ النظرات کے علاوہ ان کی کتابوں میں العبرات، ماجدولین، فی سبیل التاج اور الشاعر وغیرہ ہیں۔ وفات: ۱۹۲۴ھ (النهضة الإسلامية في سير أعلامها المعاصرين ۲/۱۶۱-۱۷۹ (تالیف محمد رجب البیومی)، المنفلوطي حياته ومؤلفاته (تالیف: د. احمد محمد عبدالہادی) ان کے علاوہ منفلوطی کی حیات اور ان کے اسلوب پر بہت سے لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں، مثلاً محمد زکی الدین: "المنفلوطي - حياته وأقوال الكتاب والشعراء فيه والمختار من نثره وشعره")

(۷) رافعی (مصطفیٰ صادق الرافعی): اپنے عہد کے مشہور مصری اسلام پسند باکمال ادیب، وسیع العلم مصنف، جن کی مشہور کتابوں میں مذکورہ کتاب کے تین حصوں کے علاوہ "إعجاز القرآن والبلاغة

www.abulhasanalinadwi.org

النبوية"، "تحت راية القرآن"، "تاريخ آداب العرب" وغیرہ ہیں، وفات: ۱۹۳۷ء (الأعلام ۷/ ۲۳۵، نثر الجواهر والدرر ۲/ ۱۶۰۱، الأعلام الشرقية ۲/ ۸۱۴-۸۱۵)

(۸) احمد حسن زیات: اپنے زمانے کا نامور اور باکمال مصری ادیب، "الرسالة" کا ایڈیٹر، اس کی سب سے وقیع کتاب "تاريخ الأدب العربي" ہے، متعدد ادبی اکیڈمیوں کی رکنیت اور "الرسالة" کے ذریعے ادب کی بڑی خدمت کی، وفات: ۱۹۶۸ء (الأعلام ۱/ ۱۱۳، موسوعة أعلام القرن الرابع عشر والخامس عشر، ۱/ ۲۹۹-۳۰۲)

(۹) ڈاکٹر احمد امین کا حضرت مولانا سے یہ فرمانا (جب کہ حضرت مولانا بالکل جوان تھے)، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت مولانا کی تحریروں سے کافی متاثر تھے، علمیت کے قائل تھے، اگرچہ پوری طرح اس کا اعتراف نہیں کر سکے۔

(۱۰) مولانا عبدالسلام ندوی: علامہ شبلی کے تربیت یافتہ، شاگرد خاص، علامہ سید سلیمان ندوی کے رفیق کار اور عظیم مصنف و ادیب، اہم کتابوں میں شعر الہند، اسوۂ صحابہ، اقبال کامل، وغیرہ ہیں، وفات: ۴/ اکتوبر ۱۹۵۶ء، (نزهة الخواطر، ۸/ ۲۷۰، معارف جلد ۷۹، جنوری ۱۹۵۷ء، مضمون مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی، بزم رفتگاں حصہ اول، ص: ۳۲۶-۳۶۰ (از سید صباح الدین عبدالرحمٰن) تذکرہ علماء اعظم گڑھ، ص: ۱۶۰-۱۶۱ (از حبیب الرحمٰن قاسمی) مولانا عبدالسلام ندوی از کبیر احمد جائسی، مقالات: مولانا عبدالسلام ندوی - حیات اور علمی فتوحات سمینار، مرتب: محمد ہارون، اکتوبر ۲۰۰۱ء، ممبئی - اس کتاب میں مولانا کی زندگی، سوانح و عادات، امتیازات و خصوصیات، مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصنیفات و مقالات اور دیگر تمام ضروری معلومات درج ہیں۔ اس کے علاوہ ادیب علی گڑھ کا خاص نمبر ۱۹۶۱ء میں نکلا۔ ڈاکٹر شباب الدین نے "مولانا عبدالسلام ندوی کی ادبی خدمات" پر علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی سے پی-ایچ- ڈی کی ڈگری حاصل کی، نیز غضنفر علی خاں کو شعبۂ اسلامیات مسلم یونی ورسٹی کی جانب سے Moulana Abul Salam Nadwi And His Contribution to Islam Studies پر ایم-فل کی ڈگری تفویض کی گئی۔

(۱۱) دیکھیے مجلس (۲۰) ص: ۲۰۸

(۱۲) یہ Robert Briffault کی کتاب ہے۔

(۱۳) دیکھیے مجلس (۱۱) ص: ۱۵۰

(۱۴) سورۃ الطلاق، آیت: ۳، یعنی اللہ ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جہاں سے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۲۸)

۲۶/۵/۱۴۱۷ھ مطابق ۱۱/۱۰/۱۹۹۶ء

اپنے والد ماجد کی کتابوں کا ذکر

آج مجلس میں اپنے والد مکرم حکیم مولانا عبدالحی حسنی اور ان کی کتابوں کے بارے میں گفتگو رہی، ان میں سے اکثر چیزیں مختلف سابقہ مجالس میں گزر چکی ہیں۔

ان تین کتابوں نزهة الخواطر، الثقافة الإسلامية في الهند اور الهند في العهد الإسلامي کا خصوصیت سے ذکر کیا، فرمایا: ان تینوں کتابوں کی نظیر نہیں، کم ازکم عربی زبان میں، اور نزهۃ الخواطر کی تو کسی زبان میں مثال نہیں، اس کے اسلوب کے علامہ ہلالی بھی قائل ہوگئے تھے، جب کہ والد صاحب ہندوستان سے باہر نہیں گئے، یہیں رہ کر اپنے روزمرہ کے مطالعے سے وہ کمال پیدا کر دیا تھا، پھر اردو میں یادِ ایام، گل رعنا۔ گل رعنا کی خصوصیتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

گل رعنا پر حضرت کے نام چھپنے کا لطیفہ

ایک لطیفہ پیش آیا اس کو کشف یا کرامت ہی کہہ سکتے ہیں، والد صاحب بالاخانہ میں بیٹھتے تھے، وہیں لکھنے پڑھنے کا کام کرتے تھے، مولوی عبدالغفور صاحب شرؔر (۱) والد صاحب کے سکریٹری تھے، والد صاحب گل رعنا کا مسودہ ہاتھ میں لیے ان سے باتیں کر رہے تھے، ہم اس وقت بچے تھے سات آٹھ سال کی عمر تھی، کسی بات پر رو رہے تھے، والد صاحب نے فرمایا: روؤ نہیں، تمھارا نام اس میں چھپے گا (۲)، اب دیکھیے خدا کی شان، گل رعنا بعد شائع ہوئی ہے دارالمصنفین سے، مگر مقدمے کے بغیر، سید صاحب لکھ سکتے تھے، والد صاحب کے بہت معترف اور مداح تھے اور شاگرد بھی تھے، سید صاحب نے خود ہم سے کہا کہ ہم نے ادب کی کتابیں تمھارے والد صاحب سے پڑھیں، پھر مولانا حبیب الرحمٰن شروانی بھی تھے وہ بھی

www.abulhasanalinadwi.org

لکھ سکتے تھے، مگر کسی نے نہیں لکھا اور ہمارے لیے وہ جگہ خالی رہی، ہم نے اس پر مقدمہ لکھا اور ہمارا نام شائع ہوا، ہمیں اس وقت والد صاحب کی وہ بات یاد آگئی کہ روؤ نہیں تمھارا نام اس میں چھپے گا، تقریباً ۶۰ رسال کے بعد یہ ہوا، اس کو کرامت ہی کہہ سکتے ہیں۔

مولانا محمد الحسنی کی قوتِ تحریر اور وہبی صلاحیت

فرمایا: آج کل عصر بعد جو مضمون پڑھا جارہا ہے صورت اور حقیقت (۳)، اس کو محمد میاں (۴) نے عربی میں منتقل کیا تھا، اس وقت وہ بہت کم عمر تھے اور ایسا ترجمہ کیا کہ حیرت ہوتی ہے، نہ کسی مدرسے میں پڑھا نہ کہیں درس لیا، کچھ نہیں، صرف گھر ہی کی تعلیم تھی، ہم ایک ہی گھر میں رہتے تھے، اولاد کی طرح تھے، رات دن ساتھ رہتے تھے، ہمیں نہیں معلوم کہ انھوں نے عربی کہاں سیکھی، کونسی کتابیں پڑھیں؟ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سب خدا کی طرف سے تھا، وہی تھا کہ بھائی صاحب نے ہم پر جو محنت کی تھی اللہ نے اس کا بدل ان کو عطا فرمایا۔

انھوں نے البعث نکالا (۵)، ہم نے حجاز میں استاد عبد الحکیم عابدین (۶) کو دیکھا کہ الاسلام بین لا و نعم پڑھ رہے ہیں اور روتے جارہے ہیں، ہم سے روتے ہوئے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں جنھوں نے یہ مضمون لکھا ہے، ہم نے کہا: ہمارے بھتیجے ہیں، کہنے لگے: ہمارا سلام پہنچانا اور مضمون کی داد دینا (۷)۔

ایک مرتبہ محمد میاں نے ہمیں اپنا ایک عربی مضمون دکھایا، یہ ان کی پہلی کوشش تھی اور عمر تیرہ چودہ سال سے زیادہ نہیں تھی، دیکھ کر حیرت ہوئی، اتنی اچھی استعداد کیسے بنالی، کیسے لکھنے لگے!

فرمایا: اتقان کی ضرورت ہے صرف، نحو اور انشاء میں مہارت پیدا کرنی چاہیے، ورنہ ایک لفظ بلکہ ایک حرف کی غلطی سے پوری بات پر پانی پھر جاتا ہے، پھر أنا أذهب من المكة إلى مدينة والا لطیفہ سنایا، جو پہلے گزر چکا ہے (۸)۔

www.abulhasanalinadwi.org

حواشی مجلس (۲۸)

(۱) مولوی سید عبدالغفور شرر استھانوی ندوی: قصبہ استھاواں بہار کے رہنے والے تھے، جو ایک مردم خیز قصبہ اور سادات کی مشہور بستی ہے، ۱۹۰۰ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخلہ لیا، ۱۹۰۸ء میں فراغت حاصل کی، فراغت کے بعد محررِ مراسلات کے عہدے پر ان کا تقرر ہوا، جس کو انھوں نے قابلیت اور مستعدی سے انجام دیا، ۱۹۱۵ء میں مولانا عبدالحی کے ناظم منتخب ہونے کے بعد ان کے پیش کار مقرر ہوئے، ۱۹۱۹ء میں باقاعدہ مددگار ناظم ندوۃ العلماء کے عہدے پر ان کا تقرر کیا گیا، وہ مولانا عبدالحی کے نہ صرف نظامت کے کاموں میں مددگار تھے، بلکہ ان کے خصوصی معتمد علیہ اور سکریٹری بھی تھے، ان کے انتقال کے بعد وہ اسی حیثیت سے نواب سید علی حسن خاں اور ڈاکٹر عبدالعلی کے دورِ نظامت میں بھی کام کرتے رہے، شعر و سخن میں نواب فصاحت جنگ حضرت جلیل مانکپوری سے تلمذ اور ربطِ خاص تھا، وفات: ۲۵/ستمبر ۱۹۵۹ء (حیات عبدالحی، ص ۲۱۳ حاشیہ، تذکرہ مسلم شعرائے بہار، دوم/ص: ۲۳۰-۲۳۶ و تذکرہ علمائے بہار، اول/ص: ۲۰۷-۲۰۸)

(۲) کاروانِ زندگی میں بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (دیکھیے حصہ اول، ص: ۶۹)

(۳) یہ درحقیقت ایک تقریر ہے جو حضرت مولانا نے ۱۹۴۹ء میں لکھنؤ کے ایک تبلیغی اجتماع میں کی تھی، پھر خود ہی بعض یادداشتوں اور حافظے کی مدد سے اس کو مرتب کیا تھا، اور اسی زمانے میں وہ ''صورت و حقیقت'' کے نام سے چھپ گئی تھی، اور مجموعۂ مضامین ''اصلاحیات'' میں بھی شامل ہے، بڑی موثر اور طاقتور تقریر ہے۔

(۴) محمد میاں یعنی حضرت کے برادرزادۂ گرامی قدر مولانا محمد الحسنی، ''البعث الإسلامی'' کے بانی ایڈیٹر، عربی زبان پر وہبی قدرت رکھنے والے، نہایت موثر اور طاقتور اسلوب کے مالک، انقلاب انگیز داعیانہ جذبات کے حامل، تحریر میں حضرت مولانا کے نقش ثانی اور فکر و خیال میں ان کا عکس تھے، لکھتے کیا تھے دل نکال کر رکھ دیتے تھے، وفات: ۱۴ جون ۱۹۷۹ء، لکھنؤ، تدفین: تکیہ رائے بریلی (پرانے چراغ دوم ص ۳۷۰-۴۰۰)

(۵) یعنی مجلّہ ''البعث الإسلامی''، جس کا پہلا شمارہ اکتوبر ۱۹۵۵ء میں نکلا۔

(۶) استاد عبدالحکیم عابدین: مصر کے رہنے والے اور تحریک اخوان کے مشہور خطیب و ادیب، جو بانی تحریک ''الاخوان المسلمون'' الإمام الشہید حسن البنا کے بہنوئی اور ایک زمانے میں جماعت ''الإخوان المسلمون'' کے سکریٹری جنرل بھی رہے، مصر سے جلاوطنی کے بعد بیروت میں وکالت اختیار کی، اور سعودیہ، شام اور لبنان آتے جاتے رہے، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے مشیر بھی تھے، اخیر عمر میں مصر واپس ہوگئے تھے، اور وہیں انتقال کیا، وفات: ۱۹۷۷ء (إتمام الأعلام، ص: ۲۲۰، من أعلام الدعوة والحركة الإسلامية المعاصرة، ص: ۵۱۳-۵۲۲)

(۷) پرانے چراغ دوم، ص: ۳۹

(۸) دیکھیے مجلس (۱۵) ص: ۱۸۳

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۲۹)

۱۴۱۷/۵/۳۰ھ مطابق ۱۹۹۶/۱۰/۱۵ء

یوسف القرضاوی کا ذکر

آج علامہ یوسف القرضاوی کی آمد (۱) کی مناسبت سے مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا کہ آپ جب مصر گئے تھے تو یوسف القرضاوی وہاں پڑھتے تھے؟

فرمایا: ہاں، وہاں ازھر میں پڑھتے تھے، بالکل نوجوان تھے، بیس بائیس سال کی عمر کے۔ وہ اور عبداللہ العقیل (۲) ہماری قیام گاہ پر بھی آنے لگے تھے، ہماری کتاب ماذا خسر پہلے پڑھی ہوگی، ہم سے وہاں تقریر بھی کروائی، ہمیں اپنے گھر جہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے وہاں بھی لے گئے اور دعوت کی۔

عربوں کی وسیع القلبی اور کریم النفسی

پھر اپنے دمشق میں محاضرات اور اس میں بڑے بڑے لوگوں کا شریک ہونا وغیرہ بیان کرنے کے بعد کہا: ہم نے عربوں میں بہت سی خصوصیات پائیں: سماحت، وسیع القلبی، کریم النفسی میں ہم نے ان کو ممتاز پایا، پھر اعتراف۔ وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (۳) دیکھو کس تاکید سے اللہ کہہ رہا ہے، آخری رسول اور سب سے افضل رسول عربوں میں مبعوث ہوئے، یہ محض اتفاقی بات نہیں، بلکہ اس میں بڑی حکمتیں ہیں۔ پھر عربوں نے اس کا کیسا اعتراف کیا اور کس طرح یہ پیغام عام کیا۔ اس پر مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا کہ سید قطب نے ماذا خسر کے مقدمے میں اعتراف کیا ہی ہے، قصص النبیین کے مقدمے میں بھی کیا ہے۔ فرمایا: ہاں، خود اپنی چیز پر ترجیح دی، وہ خود اس کمیٹی میں تھے جو بچوں کے لیے ایسا نصاب تیار کر رہی تھی، ہندوستان میں کون ایسا اعتراف کر سکتا ہے، چار آدمی ایسے نہیں ملیں گے!

ہم نے شام میں عربوں کو دیکھا، مصر میں دیکھا، مراکش میں، سوڈان میں، الجزائر

www.abulhasanalinadwi.org

میں، حجاز میں، ہر جگہ عربوں کو دیکھا، مگر ان اوصاف میں ہم نے ان کو سب سے ممتاز پایا، بعض کمزوریاں ہیں اس سے ہم بھی واقف ہیں، ہم نے اپنی بعض تقریروں میں بھی اس کو کہا ہے، مگر ان خصوصیات میں ان کا کوئی جواب نہیں، ہم نے ہوٹل میں بھی قیام کیا لیکن گھروں میں بھی بہت سی جگہ قیام کیا، بہت سے لوگوں کے مہمان رہے، دمشق میں بھی جب محاضرات ہوتے تھے، ہم شیخ عبدالوہاب صلاحی کے مہمان تھے، گھروں میں رہنے سے اخلاق کے مطالعے کا زیادہ موقع ملتا ہے، یہ چیزیں چھپ نہیں سکتیں، ہوٹل میں ایسا معاملہ نہیں ہوتا، ایک دو خادم ہوتے ہیں، انھوں نے کبھی اکتاہٹ بالکل محسوس نہ ہونے دی، ورنہ بہت سے لوگ اشارے میں اس کا اظہار کر لیتے ہیں مثلاً: قیام کتنے دن ہے؟ اس پر سب ہنس پڑے۔ عربوں کی سخاوت کا کوئی جواب نہیں، پھر اس اعرابی کے گھوڑے کا قصہ سنایا جس کو شریف مکہ اس سے خریدنا چاہتا تھا، یہ گزر چکا ہے۔

عربوں کی مہمان نوازی کا ایک حیرت انگیز واقعہ

پھر فرمایا: اسی طرح عربوں کا ایک واقعہ پہاڑی علاقے کا ہے، کوئی شخص ان کا مہمان بنا، کھانے میں نمک کم ہونے کی مہمان نے شکایت کی، گھر میں نمک موجود نہیں تھا، اس نے اپنے لڑکے کو بھیجا کہ کر فلاں پہاڑی سے نمک لے آؤ، وہ گھوڑے پر سوار ہو کر گیا، دیر تک نہیں لوٹا تو یہ کچھ لوگوں کے ساتھ اپنے بیٹے کی تلاش میں نکلا تو اس کو ایک جگہ مرا ہوا پایا اور گھوڑا زندہ ہے، اس نے کوئی پروا نہیں کی اور کہا کہ دیکھو تلاش کرو، اس کے ساتھ پہلو میں یا کہیں نمک ضرور ہوگا، ڈھونڈا گیا تو نمک ملا، کہا: اس کو فوراً مہمان کے پاس لے کر جاؤ، بیٹے کے مرنے کی خبر نہ دینا، دیکھو، اپنے بیٹے کی موت کی کوئی فکر نہیں کی، بس مہمان کو صحیح کھانا ملے اور راحت حاصل ہو۔

یوسف القرضاوی اور محمد الغزالی

فرمایا: قرضاوی صاحب عالم عربی کے ممتاز ترین فرد ہیں، علمی رسوخ، فقہی

www.abulhasanalinadwi.org

بصیرت......، محمد الغزالی (۴) بھی تھے جن کا ابھی انتقال ہوا، مگر یہ ان سے بڑھے ہوئے ہیں، بہت سی چیزوں میں خصوصاً خطابت میں۔ پھر طلبہ سے فرمایا: ان کے خطبوں میں ضرور آنا، بہت فائدہ ہوگا، چوٹی کے لوگوں میں سے ہیں۔

حواشی مجلس (۲۹)

(۱) علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی دارالعلوم ندوۃ العلماء کی دعوت پر ۱۴/ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو تشریف لائے اور ۲۱/ اکتوبر تک لکھنؤ میں ان کا قیام رہا، اور پورا ہفتہ دارالعلوم میں فکرانگیز، ولولہ خیز اور معلومات افزا خطابات اور محاضرات کا سلسلہ جاری رہا، اور عجیب علمی فضا چھائی رہی، یہ ایک یادگار ہفتہ تھا۔

(۲) عبداللہ العقیل اصلاً عراقی ہیں، ۱۹۲۸ء کی پیدائش ہے، عراق میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مصر گئے اور جامعہ ازہر کے کلیۃ الشریعہ میں داخلہ لیا، اور ۱۹۵۴ء میں فارغ ہوکر سعودیہ اور عراق میں کچھ خدمت انجام دینے کے بعد کویت میں وزارتِ اوقاف اور وزارت عدل وغیرہ سے متعلق رہے، ۱۹۸۶ء میں کویت سے سعودیہ آ گئے اور رابطہ عالم اسلامی میں امور مساجد کے ذمہ دار رہے، پھر تمام عہدوں سے مستعفی ہوکر تصنیف وتالیف کے لیے یکسو ہو گئے، اس وقت سعودیہ میں مقیم ہیں، ان کی مشہور کتاب "من أعلام الدعوة والحركة الإسلاميه المعاصرة" ہے۔

(۳) سورۃ الدخان: ۳۲، آیت کا ترجمہ یہ ہے: یعنی ہم نے جان بوجھ کر دنیا جہاں والوں پر ان کو ترجیح دی (تمام لوگوں کے مقابلے میں ان کو منتخب کیا)، مگر حضرت سے یہاں تسامح ہوا ہے، یہ آیت تو بنی اسرائیل کے پس منظر میں ہے نہ کہ عربوں کے، دیکھیے سورۂ دخان کی متعلقہ آیات۔

(۴) محمد الغزالی: عالم عربی کے ایک صحیح الفکر، راسخ العلم، رجوع إلی الاسلام کے طاقتور داعی، مسلمان مفکر، مصنف اور باحث، اصلاً مصر کے رہنے والے تھے، تحریک "الإخوان المسلمون" کے ترجمان اور تحریک کے ادیب کی انھیں حیثیت حاصل تھی، شعبۂ اوقاف کے ڈائرکٹر، ادارۃ الدعوۃ الاسلامیہ کے منیجر اور وزارتِ اوقاف کے وکیل بھی رہے، جامعہ ازہر، جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ، کلیۃ الشریعہ قطر وغیرہ میں مختلف حیثیتوں سے خدمات انجام دیں، مختلف علمی اعزازات کے ساتھ شاہ فیصل ایوارڈ سے بھی سرفراز ہوئے، پچاس سے زیادہ موثر، فکر انگیز داعیانہ اور عالمانہ کتابیں لکھیں۔ وفات: ۹/ مارچ ۱۹۹۶ء (کاروانِ زندگی ہفتم، ص: ۲۲۸-۲۳۰، پرانے چراغ سوم، ص: ۶۷-۶۸ (جدید ایڈیشن)، إتمام الأعلام، ص: ۳۹۵، من أعلام الدعوة والحركة الإسلامية المعاصرة، ص: ۲۵-۳۸)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۳۰)

۲/۶/۱۴۱۷ھ مطابق ۱۷/۱۰/۱۹۹۶ء

حضرت مولانا کا ہوائی جہاز پر درود شریف کا اہتمام اور اس کی وجہ

فرمایا: ہم ایک بات کہتے ہیں، تاکہ لوگ اس کی تقلید کریں کہ ہم جب ہوائی جہاز پر ہوتے ہیں تو اہتمام سے درود شریف پڑھتے ہیں، باوضو رہتے ہیں، وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (۱) یہ بھی اس کی ایک شکل ہے، قریش سے کہا گیا تھا کہ ان کا ذکر بلندیوں پر ہوگا، اس وقت کوئی اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ ان کا نام آسمان اور زمین کے درمیان لیا جائے گا۔

پھر قادیانیت کا ذکر آ گیا، فرمایا: علامہ اقبال نے بڑے پتے کی بات فرمائی تھی کہ اسلام کی بقا، شریعت اور قرآن کی بقا سے ہے اور امت کی بقا ختم نبوت کے عقیدے سے ہے، کیسے پتے کی بات ہے، اگر ختم نبوت نہ ہوتی تو ہر کوئی نبوت کا دعویٰ کرتا اور یہ امت چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹ جاتی، اور اس کا تشخص ختم ہو جاتا، پھر قادیانیت کے سلسلے میں وہی باتیں اسی طرح کی آئیں جو پچھلی کسی مجلس میں گزر چکی ہیں (۲)۔

مطالعہ اور محنت

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا: آپ نے اپنی جوانی کا کوئی واقعہ ذکر کیا تھا کہ ایک دفعہ لکھنے بیٹھے تو مسلسل چھ سات گھنٹے تک لکھتے رہے، پھر نماز کا وقت آیا تو اٹھے، آپ فرماتے تھے کہ تھک کر ایسے چور ہو گئے تھے کہ قریب تھا کہ گر جائیں۔

فرمایا: ہاں، ہم نے ہوائی جہاز پر بھی لکھا ہے، پھر بچپن میں اپنے مطالعے کے سلسلے میں کچھ باتیں ازخود اور کچھ باتیں مولانا نذر الحفیظ کے یاد دلانے سے ارشاد فرمائیں، وقد سبق (۳)۔

حضرت! آپ کے والد صاحب نے مولانا سید سلیمان ندوی کو وصیت کی تھی کہ زیادہ محنت نہ کرنا کہ بری طرح صحت خراب ہو جائے گی، یہ مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا۔

www.abulhasanalinadwi.org

فرمایا: ہاں سید صاحب ہم کو یہ بات سنا کر کہنے لگے کہ اس نصیحت کے فرائض میں یہ ہے کہ اس پر عمل نہ کیا جائے، جس کو بھی یہ نصیحت کی گئی، کسی نے اس پر عمل نہیں کیا۔

عربی زبان کی خصوصیت

حضرت نے مولانا احمد علی لاہوریؒ کے یہاں حجۃ اللہ البالغہ کے درس میں شرکت کی اجازت اور پھر قرأت کرنے کا واقعہ سنایا، یہ گزر چکا ہے (۴)، اس کے بعد فرمایا کہ عربی زبان کی یہ خصوصیت ہے، پڑھتے ہی معلوم ہوتا ہے کہ آدمی نے کتنا سمجھا، کہاں آواز میں قوت آرہی ہے، کہاں رک رہا ہے، کہیں وقف کرتا ہے، کہیں ملا کر پڑھتا ہے، کہیں متحرک پڑھتا ہے، کہیں متصل کے آنے پر رکتا ہے، موصوف صفت کو ملا کر پڑھتا ہے، کہیں چہرہ بدل رہا ہے، کہاں کیا انداز ہے، یہ سب پڑھتے ہی معلوم ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالعلی اور ان کا اندازِ تربیت

مولانا شمس الحق صاحب نے پوچھا کہ آپ کے بھائی صاحب عربی کتابوں کے پڑھنے کے سلسلے میں آپ کو جو مشورے دیتے، وہ کیا ان کے طب جاننے کی وجہ سے تھا یا پھر کیا وجہ تھی؟

فرمایا: وہ دراصل قدیم اور جدید دونوں علوم کے ماہر اور پورے فارغ تھے، ندوے میں پڑھا اور باقاعدہ سند بھی حاصل کی، پھر دیوبند گئے اور مولانا انور شاہ کشمیری اور حضرت شیخ الہند سے حدیث پڑھی اور عربی میں درس کو قلمبند کیا، ان حضرات نے اس کو پسند فرمایا تھا۔ ہم نے بھی بعض ادب کی کتابیں بھائی صاحب سے پڑھی ہیں، بڑی اچھی استعداد تھی، پھر اس کے بعد طب پڑھا، باقاعدہ میڈیکل کالج میں داخلہ لیا، مگر وہاں بھی کسی چیز میں فرق نہ آیا، نماز کا وقت آتا تو وہیں مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھتے، ایک دفعہ دورانِ امتحان میں نماز کا وقت آیا تو انھوں نے شیروانی اتاری اور وہیں اس کو بچھا کر نماز پڑھنے لگے، ممتحنین نے یہ دیکھا تو فوراً ان کی نماز کے لیے انتظام کر دیا، ان کی اسی دین داری کی وجہ سے

www.abulhasanalinadwi.org

پروفیسر صاحبان بھی ان کا بہت احترام کرتے تھے (۵)۔

حکیم اجمل صاحب (۶) کی خدمت میں بھی ان کے معاون کی حیثیت سے کچھ مدت رہے، محلّے کی مسجد کی امامت بھی کرتے تھے، سب کر لیتے تھے ایک تقریر نہیں کرتے تھے، اس سے ان کو مناسبت نہیں تھی، ایک دفعہ جب الجزائر کی فرانس سے جنگ آزادی کے سلسلے میں علماء الجزائر سے کوئی پیش قدمی کی تو اس پر بھائی صاحب نے تقریر کی، خلیل عرب صاحب نے کہا کہ آج ایک عجیب وغریب حادثہ پیش آیا ہے، ڈاکٹر عبدالعلی صاحب نے تقریر کی، اس لیے تم سب کو چھٹی، اور خلیل عرب صاحب نے اس دن سب کی چھٹی کی۔ تو بھائی صاحب کی تربیت کا انداز بالکل انوکھا تھا، ہم پر جب احیاء العلوم کا غلبہ ہوا تو ہم سے کہا کہ اب اس کو رکھو اور علامہ ابن تیمیہ (۷) اور ابن قیم (۸) کی کتابیں پڑھنے کا مشورہ دیا۔

سید احمد شہیدؒ پر نوعمری میں حضرت مولانا کی کتاب کا مصر سے شائع ہونا

جب سید احمد شہیدؒ پر مولانا محی الدین قصوری (۹) کا مضمون آیا، مولانا داؤد غزنوی ''توحید'' کے نام سے ایک پرچہ نکالتے تھے، یہ امرتسر سے شائع ہوتا تھا، اس میں مولانا محی الدین قصوری نے ایک مضمون ''تیرھویں صدی کا مجاہد اعظم'' کے عنوان سے لکھا، یہ ''توحید'' ہمارے بڑے چچا رابع کے دادا خلیل احمد حسنی صاحب پاس آتا تھا، بھائی صاحب نے اس میں یہ مضمون دیکھا، اس دور میں سید صاحب کو لوگ بالکل بھول چکے تھے، ان کو ایک شیخ طریقت اور مجاہد کی حیثیت سے جانتے تھے، مگر ان کی جامعیت اور انفرادیت لوگ فراموش کر چکے تھے، بھائی صاحب کو یہ مضمون پسند آیا، ہم کو عربی میں منتقل کرنے کا حکم دیا اور کہا: اس سے پہلے ابن خلکان (۱۰) کا مطالعہ کرو، اصطلاحات معلوم ہو جائے گی۔ حضرت نے فرمایا: میدان سے پیچھے ہٹنا یا فتح پانا اس کو عربی میں کس طرح ادا کیا جاتا ہے، اس کے لیے خاص خاص الفاظ ہوتے ہیں، ہم نے اس کو پڑھا اور ان اصطلاحات کو نوٹ بھی کیا تاکہ جہاں ضرورت ہو، اس کا استعمال کر سکیں، فرمایا: الفاظ کا بھی ٹمپریچر ہوتا ہے، ایک ہی موقع کے لیے دس لفظ آسکتے ہیں، مگر کونسا لفظ سب سے موزون ہے، جس طرح حرارت اور

www.abulhasanalinadwi.org

برودت ہوتی ہے اسی طرح الفاظ وکلمات کا بھی ایک درجۂ حرارت و برودت ہوتا ہے، کونسا لفظ کہاں استعمال کیا جائے، کس لفظ میں کیا خوبی ہے، سب کو دیکھنا پڑھتا ہے! ہم نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا، اسی زمانے میں علامہ ہلالی مراکشی آگئے، ہم نے اصلاح کے لیے ان کو دکھایا، انھوں نے کہا آپ چاہیں تو اس کو علامہ سید رشید رضا کے پاس بھیج دیں، لیکن یہ یاد رکھنا وہ ہیں بڑے نقاد۔ ہم نے کہا: بھیج دیجیے۔ علامہ ہلالی نے بھیجا، علامہ رشید رضا نے اس کو شائع کیا اور تقی الدین ہلالی صاحب کو لکھا: لا يخلو عن الغلط مع حسن إنشاء ہ اگر مقالہ نگار چاہیں تو ہم اس کو الگ رسالے کی شکل میں بھی شائع کر سکتے ہیں۔ فرمایا: پھر انھوں نے شائع کیا، یہ ایک ہندوستانی کے لیے بڑا اعزاز تھا، ہندوستان کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں، اتنی کم عمری میں، اس وقت ہماری عمر پندرہ سولہ سال کی تھی، اتنی کم عمری میں کسی ہندوستانی کی کتاب باہر سے شائع ہو جائے، قاہرہ سے ہماری یہ کتاب شائع ہوئی ہے "ترجمة الامام أحمد بن عرفان الشهيد" کے نام سے، کتب خانے میں موجود ہے(۱۱)، اپنا ذکر کرنے پر فوراً متنبہ ہوئے اور کہنے لگے: اللہ معاف فرمائے۔

ڈاکٹر عبدالعلی کے دورِ نظامت میں ندوے کی مالی مشکلات

فرمایا: بھائی صاحب کے زمانے میں یہاں ندوے میں کچھ نہیں تھا، درس گاہ اور شبلی ہوسٹل اور غالباً سلیمانیہ کا حال بھی تھا۔

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا: آپ فرماتے تھے کہ اساتذہ کی تنخواہیں بھی کئی کئی مہینوں سے رکی ہوئی ہوتی تھیں؟

فرمایا: ہاں تنخواہ کیا ہوتی تھی تیس چالیس روپے! ہم، مولانا عبدالسلام قدوائی، مولانا مسعود عالم، مولانا ناظم سب کی تنخواہیں اتنی ہی تھیں، آخر میں بڑھ کر ساٹھ تک ہو گئی تھی، اخیر میں ہم نے یہ بھی لینا چھوڑ دیا تھا۔ فرمایا: ہم چندے کے لیے نکلتے تھے، ایک دفعہ ڈاکٹر علاء الدین وغیرہ کے ساتھ نکلے، کسی نے پچاس اور کسی نے پچیس دیے، حاجی.....

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب دینے میں مشہور تھے، ان کے پاس گئے، انھوں نے کچھ نہیں دیا، ہمیں بڑا ناگوار ہوا، ہم نے کہا حاجی صاحب ضرورت پڑنے پر مریض کو ڈاکٹر کو سب دینا پڑتا ہے، حاجی صاحب گھبرا گئے، بدشگونی لی ہوگی کہ کہیں بیمار نہ پڑجائیں، کہا، بلاؤ ان کو، بلاؤ ان کو، اور سو روپے تجوری کھول کر دیے۔

اسی طرح ہم ریلوے کے لوکو ورکشاپ جاتے تھے، باہر کھڑے رہتے تھے، کہتے تھے: لوگو سنو! یہاں ایک مدرسہ ہے آپ لوگ کچھ چندہ دیں، کوئی پانچ کوئی دس روپیہ دیتا، وہ لوگ زیادہ دے بھی نہیں سکتے تھے، فرمایا: اس اس طرح چلایا ہے۔

حضرت مولانا کا ہندو بیرون ہند کے متعدد آفرس کو ٹھکرانا

فرمایا: پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ (۱۲)۔ بات آئی ہے تو سناتے ہیں کہ اسی زمانے میں ہم کو دو پیشکش ہوئی: ایک جامعہ عثمانیہ سے مولانا مناظر احسن گیلانی اور مولانا عبدالماجد دریابادی نے اس کی کوشش کی تھی۔ وہاں اچھی اچھی تنخواہیں ملتی تھیں جب کہ یہاں ساٹھ ستر سے زیادہ نہیں تھی، لیکن ہم نے قبول نہیں کیا۔

دوسری پیش کش علی گڑھ یونی ورسٹی سے آئی، ڈاکٹر ذاکر حسین نے آل احمد سرور صاحب (۱۳) کے ذریعے جو وہاں کے پروفیسر تھے پیغام بھیجا تھا کہ یہاں آجائیں، اس وقت شعبۂ دینیات مولانا سعید احمد اکبرابادی کے استعفے سے خالی ہوا تھا (۱۴)، اس کے لیے ان کو ضرورت شدید تھی، ہم نے اس کو بھی ٹھکرادیا۔

اور باہر سے بھی دو آفر آئے: ایک دمشق یونی ورسٹی سے، بہت امید تھی کہ ہم اس کو قبول کریں، مصطفیٰ سباعی جیسے لوگ وہاں ہیں اور کلیۃ الشریعہ بلا رہی ہے، دینی موضوعات پر محاضرات دینے اور مقالات لکھنے کا موقع ملے گا، مگر ہم نے انکار کیا۔

دوسرا آفر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے آیا، ہم اس کے لیے بھی تیار نہیں ہوئے، یہ محض اللہ کا فضل ہے، ہم پر اللہ کا بڑا فضل رہا کہ ہم نے کوئی کام اپنے بڑوں اور بزرگوں کے

www.abulhasanalinadwi.org

مشورے کے بغیر نہیں کیا، دمشق سے آفر آیا تو ہم سب سے پہلے اپنے شیخ حضرت رائے پوری کے پاس چلے گئے۔

پھر یہ مصرع پڑھا:

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

اگر ہم اس وقت جاتے تو ایک پروفیسر کی حیثیت ہوتی، نہ اتنی دفعہ بار بار عرب ممالک میں جا سکتے تھے، اور نہ دعوت اور احیائے اسلام کا کام ہوتا جو کچھ اللہ نے لیا، اور نہ یہ اعتماد (یا اعتبار) ہوتا۔ ہمارے اسلاف کے اس سلسلے میں بہت سے واقعات ہیں۔

ملا عبدالرحیم رامپوری کا انگریزی حاکم کی پیش کش کو ٹھکرانا

پھر ملا عبدالرحیم رامپوری (۱۵) کا پورا واقعہ سنایا کہ روہیلکھنڈ کے انگریز حاکم مسٹر ہاکنس نے بریلی کالج میں تدریس کے لیے ان کو بلایا اور ڈھائی سو روپے کی پیش کش کی۔ اُس وقت کے ڈھائی سو اِس وقت کے کئی ہزار کے برابر تھے۔ اس نے اس پیش کش کے ساتھ یہ بھی وعدہ کیا تھوڑی مدت میں اس مشاہرے میں مزید ترقی ہو جائے گی۔ انھوں نے کہا کہ ریاست سے ان کو دس روپے ماہوار ملتے ہیں وہ بند جائیں گے۔ انگریز حاکم نے کہا کہ میں اس سے پچیس گنا زیادہ پیش کرتا ہوں، اس کے مقابلے میں اس حقیر رقم کی کیا حیثیت ہے، اس کی کیا پروا ہو سکتی ہے!! انھوں نے اس کے بعد یہ عذر کیا کہ میرے گھر میں بیری کا ایک درخت ہے، اس کی بیری میٹھی اور مجھے بہت مرغوب ہے، بریلی میں یہ بیری کھانے کو نہیں ملے گی، اس نے کہا: رامپور سے اس کے آنے کا انتظام ہو سکتا ہے، آپ بریلی میں بیٹھے ہوئے بھی اپنے گھر کی یہ بیری کھا سکتے ہیں۔ مولانا نے کہا: مگر میرے طالب علم جو رامپور میں مجھ سے درس لیتے ہیں ان کا درس بند ہو جائے گا اور میں ان کی خدمت سے محروم رہ جاؤں گا۔ اس نے کہا کہ اس میں کوئی پریشانی کی بات نہیں، میں ان کے وظائف مقرر کرتا ہوں اور بریلی میں ان کا انتظام کرتا ہوں، وہ بریلی میں آپ سے اپنی تعلیم

جاری رکھ سکیں گے۔ اب مولانا نے اپنے دل کی بات بتادی، فرمایا: یہ سب صحیح ہے، مگر کل قیامت کے دن میں اللہ کو کیا جواب دوں گا جب وہ پوچھے گا کہ تم نے دنیا کے لیے دس روپے کے مقابلے میں ڈھائی سو روپے کو ترجیح دی، انگریز حاکم اس پر لاجواب ہوگیا(۱۶)۔

واقعہ سنانے کے بعد حضرت نے فرمایا: اسی وجہ سے آج یہ دین اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہے، نہ عیسائیت ہے نہ یہودیت۔

پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ

اس لیے یاد رکھو، ہمیشہ اپنے درخت سے پیوستہ رہو، اس سے الگ نہ ہوجاؤ، ادارے قائم کرو، مدارس اور مجالس قائم کرو اور کفاف یعنی گزارہ کی چیز جس سے پیٹ بھر سکے پر اکتفا کرو، زائد کے پیچھے نہ پڑو اور نہ اس کی تمنا کرو، کہیں زیادہ تنخواہ مل رہی ہے تو اپنے ادارے کو چھوڑ کر نہ جاؤ، اسی سے پیوستہ رہو، پھر امیدِ بہار رکھو، ہم اس کو قاعدہ کلیہ نہیں بتاتے جو واقعی انتہائی مجبور ہو تو الگ بات ہے، مگر جس کا گزارہ اس پر ہوتا ہو وہ زیادہ کی طلب میں نہ رہے، اقبال نے کیسی حکیمانہ بات کہی ہے:

ع پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

جب تک شاخیں وغیرہ درخت سے پیوستہ رہتی ہیں تو بہار کی امید ہوتی ہے، جب یہ سب الگ ہوجائیں تو بہار کیسے آئے گی، یونی ورسٹی کے اساتذہ کا عموماً یہی حال ہے، چار سال یہاں ہیں، چار سال وہاں ہیں، اسی طرح چکر کاٹتے رہتے ہیں۔ آج یہاں ہیں زیادہ تنخواہ کی امید ہوئی تو کل وہاں چلے گئے۔

حضرت مولانا کا ندوے سے تنخواہ نہ لینے کے لیے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ سے مشورہ کرنا اور مولانا الیاسؒ کا عجیب ارشاد

حضرت مولانا نے جب ندوے سے تنخواہ نہ لینے کا ارادہ کیا تھا تو مولانا الیاس صاحبؒ سے مشورہ کیا تھا، مولانا نذر الحفیظ صاحب نے یہ بات یاد دلائی۔

www.abulhasanalinadwi.org

فرمایا: جب میں نے مولانا الیاس صاحب سے اس کا اظہار کیا تو مولانا نے فرمایا: لیکن ہمارے بزرگوں کا یہ شیوہ نہیں ہے۔

حضرت مولانا نے اس پر فرمایا: حضرت تھانوی (۱۷) وغیرہ کے یہاں یہ بات ملتی ہے کہ تنخواہ وغیرہ بالکل بند نہ کرے کہ پھر کبھی سخت ضرورت ہو تو افسوس ہو یا کسی سے مطالبہ کرنا پڑے۔

ہم نے بار بار پوچھا حضرت کو سنجیدگی کا احساس ہوا، دوسرے دن صبح پوچھا: کتنی تنخواہ پاتے ہو؟ ہم نے کہا: ساٹھ روپے۔ فرمایا: ''اجی حضرت! ایسے ہزاروں ساٹھ آپ کے غلاموں کے قدموں پر قربان ہوں گے'' یہی لفظ فرمایا: اس پر مولانا شمس الحق صاحب نے مزاحاً کہا: ابھی آپ کے غلاموں کی تنخواہ پانچ پانچ ہزار ہے، حضرت مولانا نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ابھی ایک ایک لاکھ کا چندہ آتا ہے۔

جب مجلس برخاست ہوئی تو مولانا نذر الحفیظ صاحب سے کہا: تم نے ہم سے ساری بات کہلوائی۔

حواشی مجلس (۳۰)

(۱) سورۂ انشراح، آیت: ۴، یعنی ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کر دیا۔

(۲) دیکھیے مجلس (۹) ص: ۱۳۴

(۳) اور کھانا کھاتے وقت اپنے مطالعے کا ذکر آیا تو فرمایا: کھاتے وقت محنت والا کام نہیں ہونا چاہیے، ہاضمہ پر اثر پڑتا ہے۔ مولانا شمس الحق نے کہا: کہتے ہیں کہ کھاتے وقت کچھ تفریحی باتیں ہوں۔ اس پر حضرت مولانا تفریحاً کہنے لگے کہ پھر تو کھانا کھاتے وقت اس کے لیے کوئی متعین ہو کہ فلاں غذا میں فلاں فلاں فوائد ہیں، فلاں غذا اتنی مقدار میں کھاؤ، یہ پہلے کھاؤ اور یہ بعد میں۔ اس پر سب ہنسنے لگے۔

(۴) دیکھیے مجلس (۱۵) ص: ۱۸۲

(۵) غالباً یہ واقعہ ایسے ہی بیان فرمایا۔

(۶) حکیم اجمل: مسیح الملک حکیم اجمل خان دہلی کے حکماء کے مشہور خاندان شریفی کے گل سرسبد، مجددِ

طب، بیسویں صدی کے آغاز میں ملک میں ان کا طوطی بولتا تھا، وہ ایک شہرۂ آفاق طبیب، ایک قابلِ اعتماد رہبر تعلیم، اور ایک معتمد و محبوب سیاسی وقومی رہنما تھے، وہ حافظ قرآن، درسِ نظامی کے فارغ التحصیل، اردو فارسی کے شاعر اور عربی کے ماہر تھے، بانی مدرسہ طبیہ باشتراک برادرِ بزرگ حکیم عبدالمجید خان (اجرا: ۱۸۸۲ء) جو اب ہمدرد طبی کالج کے نام سے جامعہ ہمدرد کا ایک کالج ہے، تحریک آزادی کے صفِ اول کے رہنماؤں میں ان کا شمار تھا، صدرِ اجلاس مسلم لیگ منعقدۂ دہلی ۱۹۱۰ء و اجلاسِ امرتسر ۱۹۱۹ء، وصدرِ اجلاس انڈین نیشنل کانگریس منعقدۂ احمد آباد ۱۹۲۱ء وصدرِ اجلاس خلافت کمیٹی منعقدۂ احمد آباد ۱۹۲۱ء، رکنِ ندوۃ العلماء (از ۱۹۱۰ء) وصدرِ اجلاس ندوۃ العلماء منعقدۂ دہلی ۱۹۱۰ء و اجلاسِ کانپور ۱۹۲۵ء، طبیبِ خاص نواب رامپور (۱۸۹۳ء-۱۹۰۲ء) وناظم کتب خانۂ رامپور، انھوں نے اپنے زمانۂ نظامت میں عربی مخطوطات کی فہرست کی تیاری، کتابوں کی نقل، اور مخطوطات کی خریداری، ہر لحاظ سے لائبریری کو ترقی کی چوٹی پر پہنچایا، فہرست کی تیاری اور اس کی اشاعت ان کا شاندار کارنامہ ہے، نیز ٹرسٹی محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علی گڑھ (۱۹۰۰ء-۱۹۲۰ء) جو بعد میں مسلم یونی ورسٹی بنا، جامعہ ملیہ اسلامیہ کے پہلے امیر الجامعہ، المجمع العلمی العربی دمشق کے برصغیر میں پہلے رکن، فن طب میں ان کی کتاب ''حاذق'' بے مثال ہے، جس کے سیکڑوں ایڈیشن نکل چکے ہیں، ان کی دوسری طبی کتابیں سب عربی میں ہیں، جن کا اردو ترجمہ حکیم محمد رضی الاسلام ندوی نے ''رسائل مسیح الملک'' کے نام سے شائع کیا ہے۔ وفات: ۲۸/ دسمبر ۱۹۲۷ء، رامپور، تدفین: دہلی (نزھۃ الخواطر ۸/ ۱۹-۲۳، خاندان شریفی، ص: ۳۵-۵۶، تفصیل کے لیے دیکھیے ''حیات اجمل'' از قاضی عبدالغفار، ''حیات اجمل'' از حکیم رشید احمد خان، ''حکیم اجمل خان'' از ظفر احمد نظامی۔ اس کے علاوہ متعدد کتابیں حکیم اجمل خان صاحب پر اردو، انگریزی میں لکھی جا چکی ہیں)

(۷) ابن تیمیہ: علامہ ابن تیمیہ: (تقی الدین احمد بن عبدالحلیم) مشہور امام وقت، مجدد ملت، محیی السنّت، ماحی بدعت، تمام علوم میں انھیں مہارت تامہ حاصل تھی۔ امام ابن تیمیہ ان لوگوں میں تھے جو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں، وقت کے فتنوں کا انھوں نے کسی کی پروا کیے بغیر پوری قوت سے مقابلہ کیا اور ہر طرح کی مصیبتیں برداشت کیں۔ وفات: ۲۲/ ذی قعدہ ۷۲۸ھ (الدرر الکامنہ ۱/ ۱۵۴-۱۷۰) کارناموں کی تفصیل کے لیے دیکھیے محمد ابوزہرہ کی کتاب ''ابن تیمیہ'' اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی رجال الفکر والدعوۃ جلد دوم (تاریخ دعوت وعزیمت حصہ دوم) ان کے علاوہ ابن تیمیہ پر کئی کتابیں ہیں۔

(۸) ابن قیم (شمس الدین محمد بن أبی بکر الزرعی): امام ابن تیمیہ کے مایۂ ناز شاگرد، بلکہ ان کے علوم کے امین وناشر، بڑے باکمال، پرمحبت اور صاحب دل عالم تھے۔ تفسیر، فقہ، حدیث، اصول فقہ، علوم عربیہ، علم کلام اور علم سلوک ومعرفت میں ان کا کوئی ہمسر نہیں تھا۔ دسیوں کتابیں لکھیں۔ ان کی ہر تحریر میں لذت وحلاوت ہے۔ وفات: ۱۳/ رجب ۷۵۱ھ (الدرر الکامنۃ ۴/ ۲۱-۲۳، ذیل طبقات الحنابلۃ

www.abulhasanalinadwi.org

۲/ ۴۴۷-۴۵۲،المنهج الأحمد ۵/۹۲-۹۷۔ مفصل حالات وکمالات کے لیے دیکھیے ابن قیم الجوزیہ: حیاتہ، آثارہ، موارده، تالیف بکر بن عبداللہ ابوزید)

(۹) مولانا محی الدین احمد قصوری بی-اے: مشہور قصوری خاندان کے ممتاز اہل حدیث عالم دین، مجاہد آزادی، داعی اور مبلغ، جنھوں نے آزادی سے پہلے پونہ اور جنوبی ہند کے ساحلی شہروں: کالی کٹ وغیرہ میں عرصے تک تبلیغ کا کام کیا، وفات: ۲۴/ جنوری ۱۹۷۱ء، لاہور (تذکرہ علمائے پنجاب جلد دوم، ص ۳۳۱-۳۴۷، تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں، ص: ۳۶۲-۳۶۴)

(۱۰) یعنی مشہور مورخ ابن خلکان (متوفی ۶۸۱ھ) کی معروف اور عظیم کتاب "وفیات الأعیان" مراد ہے جو اعیان اسلام کے تذکروں میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

(۱۱) اس کا نیا ایڈیشن مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ سے شائع ہوا ہے۔

(۱۲) اقبال کا مشہور شعر جس کا پہلا مصرع یہ ہے:

ملت کے ساتھ رابطۂ استوار رکھ

(بانگ درا، ص ۱۹۰، کلیات اقبال، ص ۲۰۲)

(۱۳) آل احمد سرور: اردو کے عظیم نقاد، نامور ادیب وشاعر، سابق پرنسپل رضا انٹر کالج رامپور (۱۹۴۵ء) ریڈر شعبۂ اردو لکھنؤ یونی ورسٹی (۱۹۴۶ء) ریسرچ پروفیسر اردو مسلم یونی ورسٹی (۱۹۵۵ء) نیز صدر شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی (۱۹۵۸-۱۹۷۱ء) جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) (۱۹۵۶-۱۹۷۴ء) مع ادارت انجمن کے ترجمان "ہماری زبان" نیز مدیر اردو ادب سہ ماہی (۱۹۵۰-۱۹۷۴ء) اس کے علاوہ مختلف اعزازات وانعامات سے نوازے گئے، وفات: ۹/ فروری ۲۰۰۲ء، دہلی، تدفین: علی گڑھ (نثر نگارانِ اردو، (اترپردیش-۱) ص: ۶۲-۶۳) بیسویں صدی کے اردو مصنفین (نصف اول)، ص: ۸۴-۹۷، نیز دیکھیے تفصیل آثار آل احمد سرور، مرتبہ ڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاری)

(۱۴) غالباً ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ آفر مولانا سعید احمد اکبر آبادی کے مسلم یونی ورسٹی سے وابستہ ہونے سے پہلے کا ہے، اس لیے کہ مولانا سعید احمد اکبر آبادی ۱۹۵۹ء-۱۹۷۲ء تک علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی میں شعبۂ دینیات کے صدر رہے، اور یہ ڈاکٹر ذاکر حسین کی وائس چانسلری کے بعد کا زمانہ ہے، تو حضرت مولانا کو یہ آفر بظاہر ڈاکٹر ذاکر حسین کے زمانۂ وائس چانسلری میں آیا، جو ۱۹۴۸-۱۹۵۷ کے درمیان کا زمانہ ہے۔

(۱۵) مولانا عبدالرحیم رامپوری: رامپور کے بڑے عالم اور مشہور مدرس تھے، کتب درسیہ کے گویا حافظ تھے، ریاضی میں خاص درک تھا، نہایت پرہیزگار اور متقی تھے، وفات: ۱۲۳۴ھ/ ۱۸۱۸ء، رامپور (تذکرہ کاملانِ رامپور، ص: ۲۱۳، نزہۃ الخواطر ۷/ ۲۸۷، نیز دیکھیے راقم کی کتاب تحریک آزادی میں علماء کا کردار، ص: ۴۱۱-۴۱۳)

www.abulhasanalinadwi.org

(۱۶) مولانا عبدالحی حسنی نے نزھۃ الخواطر میں روہیلکھنڈ کے انگریز حاکم ہاکنس کا نام لیا ہے، اور اسی کے حوالے سے حضرت مولانا نے انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر میں اس کو نقل کیا ہے (دیکھیے ص ۲۹۷) مگر تذکرہ کاملانِ رامپور میں گورنر جنرل ہسٹنگز کی طرف اس کو منسوب کیا ہے، اور حکیم محمد حسین شفا صاحب رامپوری نے اپنے مضمون میں (دیکھیے راقم کی کتاب تحریک آزادی) اس سلسلے میں تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ واقعہ گورنر جنرل کے ۱۸۱۴ء میں رامپور کے سفر کے موقع پر پیش آیا تھا۔

(۱۷) دیکھیے حسن العزیز ۲/ ۲۶۵، نیز دیکھیے دعوات عبدیت، ج:۱/ص: ۲۲۷-۲۲۸ (ذم ہوئی، ص: ۲۱-۲۲)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۳۱)

۵/۶/۱۴۱۷ھ مطابق ۲۱/۱۰/۱۹۹۶ء

آج بعد نماز مغرب رابطۂ ادب اسلامی کی طرف سے علامہ یوسف القرضاوی کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک ادبی نشست رکھی گئی تھی جس میں علامہ نے اپنی ادبی زندگی کی کیفیات اور روئداد سنا کر اپنے اشعار سے محظوظ فرمایا۔ مجلس اقبال کے اشعار سے شروع ہوئی تھی اور اس کا ترجمہ روائع اقبال سے پڑھا گیا تھا، اور مجلس کے گویا دو موضوع تھے: ایک ادب اسلامی اور اقبال اور دوسرا موضوع علامہ محترم کی ادبی شخصیت۔ اس مناسبت سے آج مجلس کا موضوع اقبال ہی رہا۔

علامہ اقبال کا ذکرِ خیر

فرمایا: اقبال کی نظیر نہیں، اقبال اور مولانا روم، تیسرا کوئی نہیں، تاریخ اسلام میں ایسی بے نظیر شاعری کی کوئی اور مثال نہیں۔ اقبال مغرب میں رہے، اس کی گود میں پلے، مگر اس سے بغاوت کی، اس کی تہذیب کو قریب سے دیکھا، اس کے کھوکھلا پن پر ان کو ایمان تھا۔

زمستانی ہواؤں میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحر خیزی (۱)

علامہ اقبال کے بارے میں مولانا محمد الیاسؒ اور مولانا احمد علی لاہوریؒ کے بلند کلمات

جب مغربی تہذیب نے برصغیر میں زور پکڑنا شروع کیا تو اللہ نے اس کے مقابلے کے لیے ایک طرف علامہ اقبال کو کھڑا کیا تو دوسری طرف اکبرالٰہ آبادی کو کھڑا کیا۔

فرمایا: حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے بھی اقبال کی بارے میں بلند الفاظ ارشاد فرمائے ہیں۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ ولایت محسوس ہوتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا احمد علی لاہوریؒ جو بڑے صاحب کشف تھے جن کی نسبت بڑی قوی تھی، انھوں نے بھی علامہ اقبال کی قبر کا کشف کیا، فرمایا: قبر اچھی حالت میں ہے۔

حضرت مولانا کی بعض تصنیفات اوران کی ایمانی کیفیات

مولانا وحید احمد صاحب ندوی (۲) جو ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے محاضرات میں شرکت کرنے کے لیے سے بھٹکل سے تشریف لائے ہوئے تھے مجلس میں موجود تھے، انھوں نے سوال کیا: حضرت آپ کو کس کتاب کے لکھتے وقت زیادہ ایمانی کیفیات کا احساس ہوا؟

فرمایا: کاروانِ مدینہ، اپنے گھر سے بیت اللہ تک۔ غالباً سیرت سید احمد شہید اور سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوری کا بھی اس سلسلے میں ذکر کیا، پھر مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کا بھی ذکر آیا، باتوں کے دوران ہی میں مولانا وحید صاحب نے کہا: آپ نے تاریخ دعوت وعزیمت بھی حضرت کے اشارے سے لکھی تھی؟

تاریخ دعوت وعزیمت کا امتیاز

فرمایا: ہوسکتا ہے (۳)، پھر اس کے اصل محرک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: یہ عجیب بات ہے کہ کسی نے اس طرف توجہ نہیں کی کہ اس نظر سے تاریخ کا مطالعہ کرے، اور کسی نے سوچا بھی ہو تو ہمیں نہیں معلوم، یہ بات عموماً کہی جاتی تھی کہ بڑا آدمی کوئی پیدا نہیں ہوتا، پوری پوری صدیاں گزر جاتی ہیں، مگر دین کو صحیح طریقے سے پیش کرنے والا نہیں آتا، ہندوستان میں بعض تحریکیں ایسی پیدا ہوئیں، ہم نام نہیں لیں گے جن کے لٹریچر سے یہ خطرہ اور بڑھ گیا کہ دین کو پوری طرح نہیں سمجھا گیا، اور نہ اس کے لیے کوشش ہوئی، یہ بڑی خطرناک بات تھی، اس غلط فہمی کو دور کرنا بہت ضروری تھا، یہ اسلام ہی کی خصوصیت ہے کہ اس کو جس دور میں، جہاں، جیسے افراد کی ضرورت ہوئی، پیدا ہوئے، دوسرے مذاہب میں عیسائیت اور یہودیت میں یہ بات سرے سے نہیں ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حواشی مجلس (۳۱)

(۱) بال جبریل ص ۳۳ (کلیاتِ اقبال ص ۲۷۳)

(۲) مولانا وحید احمد صاحب ندوی: سیوان بہار کے رہنے والے، نہایت ذہین عالم دین جنھوں نے دار العلوم ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں کچھ عرصہ تدریسی خدمت انجام دی، پھر جامعہ ازہر میں کئی سال تعلیم حاصل کر کے أحادیث الطلاق پر تقریباً ایک ہزار صفحے کا وقیع مقالہ لکھ کر ماجستر (ایم-اے) کی ڈگری حاصل کی، اس وقت ابوظبی میں اوقاف سے وابستہ ہیں، اللہ نے بڑی صلاحیتوں سے نوازا ہے، حافظہ بہت قوی ہے، عربی تحریر و تقریر پر بے پناہ قدرت حاصل ہے۔

(۳) اس موقع پر حضرت نے یہی فرمایا، مگر آگے ۲۳/۶/۱۴۱۷ھ کی مجلس میں صراحت سے فرمایا ہے کہ ہمارے شیخ مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری اس کے لیے اصرار کرتے تھے، دیکھیے ص: ۳۲۲

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۳۲)

۶/۶/۱۴۱۷ھ مطابق ۲۲/۱۰/۱۹۹۶ء

بات کہنے کا سلیقہ ہونا چاہیے

مولانا شمس الحق صاحب نے سوال کیا: آپ نے ''من العالم إلى جزيرة العرب ''یا من جزیرة العرب إلى العالم میں جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ بالکل اچھوتا ہے۔ یہ خیال آپ کو کیسے پیدا ہوا؟

فرمایا: اس کا ایک لطیفہ پیش آیا، پھر وہ ساری تفصیل سنائی جو پہلی مرتبہ حجاز جانے کے بعد پیش آئی تھی: وہاں کے علماء کا آپ کا امتحان لینا، پھر متاثر ہونا، ریڈیو پر تقریر کرنے کے لیے کہنا، پھر طائف کے سفر کا انتظام کرنا وغیرہ، یہ ساری تفصیلات گزر چکی ہیں (۱)۔

پھر فرمایا: بات کہنے کا ڈھنگ ہوتا ہے کیسی ہی اچھی بات ہو لیکن ڈھنگ سے نہ کہی جائے تو فائدہ نہیں ہوتا، بلکہ اس کا الٹا اثر پڑتا ہے، یہ بہت ضروری چیز ہے، خصوصاً داعی کے لیے تو اس سے چارہ نہیں۔

بھائی صاحب کی تعلیم وتربیت اور مختلف زبانوں کی تعلیم دلانا

پھر بھائی صاحب کی تربیت کا ذکر فرمایا: ایسا طریقہ انھوں نے اختیار کیا جس سے بہتر ہو نہیں سکتا، عربی خود عرب سے پڑھوائی، اور وہ بھی ایسے استاد سے، خلیل عرب جن سے زیادہ ماہر اور مشاق استاد نہ صرف ہندوستان میں بلکہ عالم عربی میں ملنا مشکل تھا۔

ہمارے خاندان کا امتیازی وصف فارسی دانی تھا، فارسی کی منتہی کتابیں تک پڑھائی جاتی تھیں، بھائی صاحب کے نام والد صاحب کے کئی خطوط بھی فارسی میں ہیں، لیکن بھائی صاحب نے محسوس کیا کہ فارسی کا اب وہ دور نہیں رہے گا، اس لیے انھوں نے ایک حد تک پہنچ کر رکوادیا، اتنا پڑھوایا جس سے ہم تاریخ کی کتابوں اور بزرگوں کے مواعظ

www.abulhasanalinadwi.org

وملفوظات کو سمجھ سکیں۔

علماء کے لیے انگریزی سیکھنے کا مقصد

پھر اس کے ساتھ ساتھ انگریزی بھی شروع کرائی، اس کا بڑا فائدہ ہوا، ہم نے اس سے بڑا کام لیا، اس سے بھرم رہتا ہے، یونی ورسٹی وغیرہ میں جانا ہوتا ہے اور پروفیسر حضرات سے باتیں ہوتی ہیں، جب ان کو معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں انگریزی آتی ہے تو وہ دوسری ہی نظر سے دیکھتے ہیں، انگریزی پڑھو، معاش کے لیے نہیں، بلکہ اس سے دعوت کے کام میں مدد لے سکو، دین کی خدمت کرسکو، مغربی لوگ اسلام کے خلاف جو زہر افشانی کرتے رہتے ہیں انھی کی کتابوں سے اس کو سمجھ سکو اور پھر اس کا جواب دے سکو!

حواشی مجلس (۳۲)

(۱) دیکھیے مجلس (۱۶) ص:۱۸۹

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۳۴)

۷/۶/۱۴۱۷ھ مطابق ۲۴/۱۰/۱۹۹۶ء

علامہ یوسف القرضاوی کی آمد کی مناسبت سے کئی دنوں سے مجلس میں یہی موضوع سخن رہا کہ آپ پہلی دفعہ عرب ممالک میں کب تشریف لے گئے، کیا اثرات مرتب ہوئے، کون کون لوگ ملے، تاثر کیا رہا وغیرہ، اسی قسم کے اور اس کے متعلقات کے بارے میں چندے فرق سے سوالات ہوتے تھے۔ آج بھی ۱۹۵۱ء میں پہلی دفعہ حضرت جب مصر گئے تھے اس کے بارے میں بات ہوئی۔

مہمان کے معزز ہونے کی ظاہری علامتیں

ایک بات بڑے پتے کی فرمائی، فرمایا: کسی مہمان کے معزز ہونے کی تین علامتیں ہوتی ہیں:

ایک یہ کہ مہمان کہاں ٹھہرا ہے، فائی اسٹار ہوٹل میں یا تھری اسٹار میں؟

دوسرے یہ کہ اس کا لباس کیا ہے؟

تیسرے یہ کہ اس سے ملنے والے لوگ کیسے ہیں، کس قسم کے ہیں؟

اتفاق سے ہم سب سے خالی تھے، ایک تنگ گلی میں ٹھہرے تھے، ایک معمولی مکان میں، پھر ہمارا لباس بھی وہی سادہ ہندوستانی، مگر اللہ کو کچھ کام لینا منظور ہوتا ہے تو کسی چیز کی ضرورت نہیں، کسی سبب کی ضرورت نہیں، اس کا فیصلہ سب سے مقدم ہوتا ہے۔

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۳۴)

۹/۶/۱۴۱۷ھ مطابق ۲۵/۱۰/۱۹۹۶ء

مولانا شمس الحق صاحب نے پوچھا کہ یوسف القرضاوی اُس زمانے میں آپ سے کیسے متاثر ہوئے؟ جب آپ مصر گئے تھے، جب کہ ازہر اس زمانے میں وہ نہیں تھا، جو آج ہے، اس کی حالت قابل رحم تھی؟

شیخ الازہر سے ملاقات اور مشورے

فرمایا: بات تو صحیح ہے، مگر اس زمانے میں وہاں اساتذہ بڑے اچھے تھے، تعلیمی نظام سے متعلق ہم نے شیخ الازہر (۱) سے بات کی تو انھوں نے بہت غور سے سنا (۲)، ان کو تعجب ہوا کہ ایک ہندوستانی اس طرح کی باتیں کر رہا ہے۔ انھوں نے پہلے پوچھا کہ آپ نے تعلیم کس طرح حاصل کی ہے؟ ہم نے بتایا تو کہنے لگے کہ بالکل یہی طریقہ ہے جو سب سے مناسب ہے، ایسا ہی ہونا چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ آپ اس کو لکھ کر دیجیے، ہم لکھ کر لے گئے تو شیخ محمود شلتوت جو بڑے عالم اور ازہر کے موقر استاد تھے، بعد میں شیخ الازہر بھی ہوئے، کے پاس دینے کو کہا، ہم نے شیخ محمود شلتوت (۳) کے حوالے کیا، پھر اس پر عمل کیا ہوا، خدا جانے!

جمال الدین افغانی اور محمد عبدہ کے یہاں مغربی استعمار کی مخالفت

مولانا شمس الحق صاحب نے کہا: ہندوستان میں علماء نے جنگ آزادی میں جو حصہ لیا اور انگریزی حکومت کی مخالفت پر جس طرح کمر بستہ ہوئے، اس طرح مصری علماء نے نہیں کیا، اس کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا: ایسی بات نہیں، اس پیمانے پر نہ سہی، مگر استعمار کے خلاف انھوں نے بھی جنگ کی ہے، شیخ جمال الدین افغانی (۴) پھر شیخ محمد عبدہ (۵) وغیرہ استعمار کے خلاف لڑے، وہ استعمار کو خطرہ سمجھتے تھے کہ غیروں کی ہم پر حکومت رہے، مگر مغربی تہذیب کو وہ

www.abulhasanalinadwi.org

خطرہ سمجھتے ہوں، ایسی کوئی بات نہیں ملتی۔ انھوں نے مغربی تہذیب کی تنقید نہیں کی بلکہ اس کے ایک طرح سے حامی تھے، اب تو جمال الدین افغانی کے مسلک کے بارے میں اختلاف سامنے آیا ہے، اس پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

مغربی تہذیب کی مخالفت محمد اسد اور مولانا مودودی کی تحریروں میں

مغربی تہذیب کے خلاف کہیں کچھ ملتا ہے تو محمد اسد(۶) کی کتاب Road to Macca یا Islam at the Cross Road میں اور مولانا مودودی کی بعض تحریروں میں ملتا ہے، جو انٹلکچول کلاسس کو متاثر کر سکے اور مستشرقین کو خاموش کر سکے، اللہ نے ہمیں اس کی توفیق دی، اصل خطرہ تو یہی ہے، استعمار سے بڑا خطرہ ہے!

بچپن میں نواب نورالحسن خاں کی کوٹھی میں قیام اور دنیاوی ٹھاٹ باٹ سے مرعوبیت کا ختم ہونا

فرمایا: (شاید کسی سوال کے جواب میں) جب والد صاحب کا انتقال ہوا تو لکھنؤ میں ہمارا کوئی نہیں تھا تو نواب سید نورالحسن خاں صاحب(۷) کی بیگم صاحبہ اور صاجزادوں نے بھائی صاحب کے رہنے کے لیے اپنی کوٹھی میں ایک جگہ دی، بھوپال سے آکر ان بھائیوں نے یہاں لکھنؤ میں بڑی بڑی کوٹھیاں بنا رکھی تھیں، والدہ صاحبہ کو اس میں لے گئے اور ایک حصہ ان کے لیے دیا، یہ کوٹھی سے الگ بھی تھا اور ملا ہوا بھی تھا، ہم سب وہیں رہتے تھے، ان کے بچے سب ہمارے دوست تھے، ہم عمر تھے، ہم سب ساتھ کھیلتے تھے(۸)، ایک دفعہ کھیلتے ہوئے کوئی بات پیش آئی، ہم نے کہا: بھائی! ہمارا اور تمھارا کیا مقابلہ، ہم سید ہیں تم پٹھان ہو، سید نہیں ہو، بات اندر پہنچی، ہماری چچی ان ہی کے گھر کی تھی، ہمارے ایک چچا تھے سید عبدالرحمٰن صاحب، ان کی شادی وہاں ہوئی تھی، ہم چھوٹے تھے، وہاں جاتے آتے تھے، چچی بھی ہمارا خیال رکھا کرتی تھی۔ انھوں نے کہا: سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ ہم سید نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں، ہم بھی سید ہیں، یہ خاں نواب سید صدیق حسن خاں صاحب کو لقب ملا تھا۔ پھر حضرت نے فرمایا: (اور یہی بات بتانا مقصود تھی) کہ اللہ کا ہم پر بڑا فضل رہا کہ بچپن ہی سے اس کا انتظام فرمایا تھا کہ ٹھاٹ باٹ دیکھ کر مرعوب نہ ہوں، وہاں رہنے کی وجہ سے مال و دولت کا رعب جاتا رہا، پھر بادشاہوں سے ملنے میں بھی کبھی مرعوبیت نہیں ہوئی۔ شاہ فیصل سے بھی ملے، وہ تو عرب تھے، بہر حال سادگی تھی، یہاں اس سے بڑھ کر ٹھاٹ تھا، شاہ فیصل کے زمانے میں جب ہم حجاز گئے تو ہم ان سے ملنا چاہتے تھے، ہمیں کچھ بات کرنی تھی، کچھ مشورے دینے تھے، شیخ عبدالعزیز بن باز کے ذریعے ہم نے وقت طلب کیا، انھوں نے وقت دیا، گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے بات ہوئی، پھر وہ خود وقفہ وقفہ سے ہم کو بلاتے تھے، کہیں بھی الحمدللہ رعب محسوس نہیں ہوا۔ اس کا اللہ نے پہلے ہی سے انتظام کرلیا تھا، نوابوں کا ٹھاٹ اور شوکت دیکھ چکے تھے، نواب صدیق حسن خاں تو بھوپال کے حکمراں تھے، ان کی اولاد کے یہاں نوابوں کا ٹھاٹ تھا۔ یہ اللہ کا ہم پر بڑا انعام ہے، اللہ نے ہم پر بڑا فضل فرمایا۔

حواشی مجلس (۳۴)

(۱) اس وقت شیخ الازہر شیخ عبدالمجید سلیم تھے، وہ مصر کے مفتی جمہوریہ بھی تھے، تقریباً پندرہ ہزار فتوے انھوں نے صادر کیے، دو دفعہ شیخ الازہر بنے، شیخ محمد عبدہ کے شاگرد تھے، وفات: ۱۹۵۴ء (الأعلام ۴/۱۴۹)

(۲) اپنے سفرنامے میں شیخ الازہر سے ملاقات کا بالکل مختلف تذکرہ کیا ہے۔ (دیکھیے شرق اوسط کی ڈائری، ص: ۵۴)

(۳) شیخ محمود شلتوت: فقیہ و مفسر، ازہر میں مدرس تھے، وہ ازہر کے نظام کے اصلاح کے پُر جوش داعی تھے جس کی وجہ سے قدیم طرز کے مشائخ سے ان کا مقابلہ بھی رہا، یہاں تک کہ ان کو اور ان کے موافقین کو ازہر سے نکالا گیا، پھر دوبارہ ازہر میں لیا گیا، اور وہ کلیۃ الشریعہ کے وکیل بنائے گئے، یہاں تک کہ ۱۹۵۸ء سے وفات تک شیخ الازہر رہے، وہ مجمع اللغۃ العربیہ کے رکن تھے، وہ بڑے خطیب اور مصنف بھی تھے، بیس سے زیادہ کتابیں لکھیں، وفات: ۱۹۶۳ء (الأعلام ۷/۱۷۳)

(۴) جمال الدین افغانی: نادرۂ روزگار شخصیت کے مالک، عالم عربی کی جدید علمی و سیاسی بیداری کے

قائد، اصلاً افغانستان کے رہنے والے تھے، ہندوستان، جزیرۃ العرب، ترکی کا سفر کرتے ہوئے بالآخر مصر میں ڈیرہ ڈالا اور اپنی اصلاحی تحریک کا غلغلہ بلند کیا، اور اپنی تحریروں اور تقریروں سے انقلاب برپا کیا، وفات: ۱۸۹۷ء (زعماء الاصلاح ،ص: ۵۹-۱۲۰، الأعلام، ۶/ ۱۶۸-۱۶۹)

(۵) محمد عبدہ: جمال الدین افغانی کے شاگرد و جانشیں، اپنے عہد کے بہت بڑے انقلاب آفریں عالم و مفتی اور داعی، وفات: ۱۹۰۵ء (زعماء الاصلاح، ص: ۲۸۰-۳۳۷، المعاصرون (محمد کرد علی) ص: ۳۴۳-۳۶۶، الأعلام، ۶/۲۵۲)

(۶) محمد اسد (سابق لیوپولڈ ویس): مشہور اسلامی مفکر، یہودی سے مسلمان ہوئے تھے، مذکورہ دو اہم کتابوں کے علاوہ متعدد اہم کتابیں لکھیں، جن میں صحیح بخاری اور قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ سب سے اہم ہے، وفات: ۱۹۹۲ء، اسپین (تتمة الأعلام، ص: ۲/۴۴، إتمام الأعلام، ص: ۳۳۹)

(۷) نواب نور الحسن خان: نواب صدیق حسن خان صاحب سب سے بڑے صاحبزادے۔ اپنے والد اور دیگر علماء و محدثین سے علوم آلیہ و عالیہ کی تحصیل کی اور حافظ خان محمد خاں شہیر سے مشق سخن کی، نہایت ذہین، ذکی، قوی الحفظ، سریع الادراک اور سیر چشم تھے۔ خواجہ میر درد کی کتابوں کی اشاعت کا سہرا انھی کے سر ہے، وفات: ۸/محرم ۱۳۳۶ھ مطابق ۲۴/ اکتوبر ۱۹۱۷ء (گل رعنا (حاشیہ ضمن تذکرہ خواجہ میر درد، ص: ۱۷۶-۱۷۹)

(۸) دیکھیے کاروانِ زندگی، حصہ اول، ص: ۸۰و۸۵-۸۶

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۳۵)

۱۰/۶/۱۴۱۷ھ مطابق ۲۶/۱۰/۱۹۹۶ء

شاہ علم اللہ کی عظمت و مقام اہل اللہ کے نظر میں

مولانا شمس الحق صاحب نے پوچھا: آپ کے والد صاحب جب حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ (۱) سے ملنے گئے تو کیا عمر تھی؟

فرمایا: اٹھارہ انیس سال کی ہوگی، حضرت نے پوچھا: کہاں سے آئے ہیں؟ کہا: لکھنؤ سے، پھر پوچھا: کہاں کے رہنے والے ہیں؟ کہا: رائے بریلی کے، حضرت نے اپنے خاص جذباتی انداز میں کہا، کبھی کہتے ہو لکھنؤ کے، کبھی کہتے ہو رائے بریلی کے، کہا: حضرت! رائے بریلی کے رہنے والے ہیں، لکھنؤ میں پڑھتے ہیں، پوچھا: رائے بریلی میں کہاں رہتے ہو، کہا: تکیہ شاہ علم اللہ میں، شاہ علم اللہ کا نام سنا تھا کہ عالم استغراق میں آگئے، فوراً کشف ہوا، کروٹ بدلی اور کہا: شاہ علم اللہ بہت بڑے بزرگ تھے، حضرت نے ازخود والد صاحب سے بیعت لی، ہوا یہ کہ جو رفیق ساتھ تھے، والد صاحب نے حضرت سے کہا کہ یہ بیعت کرنا چاہتے ہیں، حضرت نے خود والد صاحب کا ہاتھ پکڑا اور بیعت لی، والد صاحب کو روکا اور جو ساتھ تھے ان کو رخصت کیا (۲)، اور اس روز حدیث کا درس تین دفعہ دیا، والد صاحب کے خیال سے، جب کہ ہمیشہ ایک ہی دفعہ دیتے تھے (۳)، والد صاحب کا تعلق حضرت حاجی امداداللہ صاحب سے تھا، انھی سے خط وکتابت تھی، انھوں نے اجازت بھی دی تھی۔ شاہ علم اللہ کا ان حضرات کے نزدیک بڑا احترام تھا۔

والدہ صاحبہ کی حضرت مولانا الیاسؒ سے بیعت کی درخواست اور مولانا کی تواضع

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ جب تکیہ آئے تو حضرت شاہ علم اللہ کے مزار کے پاس مراقب ہوئے، پھر فرمایا: شاہ علم اللہ بہت بڑے شخص تھے۔

مولانا شمس الحق صاحب کا سوال تھا: آپ کی والدہ صاحبہ نے جب مولانا الیاس صاحب سے بیعت کی درخواست کی تھی......؟

فرمایا: والدہ مرحومہ نے پہلے کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر خواب میں بیعت کر چکی تھیں، ان کے والد حضرت شاہ سید ضیاء النبی جو بہت بڑے شیخ تھے، ان سے بھی بیعت نہیں ہوئی تھی، مگر پھر ان کو خیال آیا اور مولانا الیاس صاحب سے درخواست کی، حضرت نے فرمایا: اپنے غلاموں کے نوکروں سے بیعت نہیں ہوا کرتے، پھر فرمایا: اچھا ہم اپنے اللہ سے مشورہ کر لیں، یہ کہہ کر نیت باندھی اور دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرا اور والدہ صاحبہ سے بیعت لی، پھر مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بیعت کی تھیں۔

تواضع اور احسان مندی اہل اللہ کی مشترک صفات

ہم نے ان سب حضرات کے یہاں دو چیزیں بالکل مشترک پائیں، تواضع اور احسان مندی اور یہی چیز آج کم ہوتی جارہی ہے، اور اس کو ترقیوں میں بڑا دخل ہے۔ تواضع، دوسروں کا احترام، تشکر، احسان مندی اور اعتراف، ان سب حضرات کے یہاں بالکل مشترک چیز تھی، کسی نے ذرا بھی احسان کیا ہو، اس کو زندگی بھر یاد رکھنا، آج اسی چیز کی کمی ہوتی جارہی ہے اور اس کو ترقیوں میں بڑا دخل ہے۔ یہ بات مکرر سہ کرر فرمائی، آج معمولی سی بات پر تنقید و تنقیص کا دفتر کھل جاتا ہے۔

احسان ناشناسی اور ناقدری کا وبال

اس پر مولانا شمس الحق صاحب نے ایک واقعہ سنایا کہ یہاں ایک صاحب تھے، پڑھنے لکھنے میں اچھے تھے، ان کے بچپن کے کوئی استاد ان کے یہاں گئے تو کسی نے کہا کہ آپ کے فلاں استاد آئے ہیں، تو انھوں نے کہا: قاعدہ بغدادی پڑھانے سے کوئی استاد ہوتا ہے، وہ صاحب ابھی زندہ ہیں، مگر پھر ایسے گم ہو گئے کہ کوئی پتا نہیں!

حضرت مولانا نے استعجاب کے ساتھ کہا: اللہ اکبر! یہ سب استاد کی ناقدری کا

نتیجہ ہے، استاد کی قدر دانی، کتابوں کا احترام اور ادارے کی احسان مندی بہت ضروری چیزیں ہیں، اپنے محسن کا اعتراف بالکل ضروری ہے، کہنے کی بات نہیں، بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو مدت تک ہمارے ساتھ رہے، بیرون کے سفروں میں بھی ساتھ رہے، پھر اس طرح وہ بھول گئے، آج بیس سال سے زائد ہوئے یہاں لکھنؤ میں رہتے ہیں، مگر ملاقات نہیں کی، ہماری حالت کیا ہے، کیسے ہیں؟ مطلق ان کو پتا نہیں، البتہ اتنا جانتے ہیں کہ زندہ ہیں کیوں کہ قومی آواز (۴) میں ہمارے مرنے کی خبر انھوں نے نہیں پڑھی (۵)۔

اپنے بعض احسان شناسوں کا ذکر

اس بارے میں مولوی معین اللہ کو ہم نے سب سے بہتر پایا، شروع دن سے جو ربط تھا آج تک انھوں نے اس کو باقی رکھا، پھر مولوی عبداللہ عباس۔

بچپن سے احسان شناسی کی تربیت

مولانا شمس الحق صاحب نے یاد دلایا، ایک دفعہ بچپن میں آپ نے خادمہ کے بچے کو کسی بات پر مارا تو والدہ صاحبہ نے آپ کو بہت ڈانٹا تھا؟

فرمایا: والدہ صاحبہ بچپن ہی سے ہم کو کسی پر ظلم کرنے اور ستانے سے روکتی تھیں، اگر ہم نے خادم کے لڑکے یا غریب بچوں کے ساتھ کوئی زیادتی کی یا حقارت سے پیش آئے، تو جب تک وہ مجھ سے معافی نہ منگواتیں، نہ چھوڑتیں، ہاتھ تک جوڑواتیں (۶)، اسی طرح بھائی صاحب بھی ہر بات پر نظر رکھتے تھے، اور صحیح تربیت کرتے تھے، احسان کو یاد رکھواتے تھے، ایک مرتبہ بچپن ہی میں ہم کچھ لڑکے بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے، کسی ڈاکٹر صاحب کا تذکرہ آیا، ہم نے ان پر کچھ تنقید کی (غالباً یہ بھی فرمایا کہ وہ غیر مسلم تھا) بھائی صاحب کو معلوم ہوا تو انھوں نے کہا: تم ایسا نہ کہو، تم کئی دفعہ بیمار ہوئے، انھوں نے تمھارا علاج کیا ہے، ان کا تم پر احسان ہے، ایسا نہ کہو۔

پھر اپنے استاد خلیل عرب صاحب کے مارنے کا واقعہ سنایا جو آگے آرہا ہے (۷)۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس برخواست ہونے لگی تو کچھ گجرات کے حضرات نے جو یہاں آئے ہوئے تھے یہ کہتے ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا کہ کل جا رہے ہیں، یہ بھی کہا کہ آج ہردوئی گئے تھے (۸)، فرمایا: آپ لوگ بہت کم ٹھہرے، وہاں رکتے، استفادہ کرتے!

حواشی مجلس (۳۵)

(۱) حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی: ماضی قریب کے بہت بڑے عارف، مشہور ومقبول بزرگ اور بلند پایہ محدث تھے۔ اتباعِ سنت، درد ومحبت اور زہد وتوکل میں ان کی نظیر نہیں تھی۔ بانیٔ ندوۃ العلماء مولانا محمد علی مونگیری اور اکثر ابتدائی ارکانِ ندوہ کے پیر طریقت ہیں۔ عرصۂ دراز تک ایک عالم کو سیراب کر کے ایک سو پانچ سال کی عمر میں ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ (۲۴ ستمبر ۱۸۹۴ء) کو وفات پائی، گنج مرادآباد (تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

(۲) فوراً نہیں بلکہ پھر ان کو بھی سلسلے میں داخل فرمایا، دوسرے دن صبح جب رخصت ہونے کو گئے تو حضرت نے ساتھی کو تو رخصت کیا، مگر مولانا عبدالحی سے مزید ٹھہرنے کو فرمایا، جیسا کہ مولانا عبدالحی نے خود تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

(۳) دیکھیے تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی، ص: ۱۰۷

(۴) لکھنؤ اور دہلی سے شائع ہونے والا مشہور روزنامہ، اب لکھنؤ ایڈیشن بند ہو چکا ہے۔

(۵) عاجز مرتب کہتا ہے کہ حضرت ایسی باتیں کبھی نہیں کرتے تھے، حفیظ میرٹھی کے الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے:

کچھ تو دل کو ٹھیس لگی ہے　　تب تو شیشہ بولا ہے
یوں ہی کھن سے بول اٹھنا تو　　شیشے کا دستور نہیں

(۶) دیکھیے کاروانِ زندگی، اول، ص: ۸۱

(۷) دیکھیے مجلس (۱۰۱) ص: ۵۷۱

(۸) ہردوئی (اترپردیش) میں حضرت مولانا شاہ ابرارالحق حقی کی ذات والا صفات مرجع خلائق تھی، وہ حضرت تھانویؒ کی بزم کے آخری چراغ تھے، وفات: ۱۷/مئی ۲۰۰۵ء، ہردوئی (ان کے حالات، علمی دعوتی اور اصلاحی خدمات کی تفصیل کے لیے دیکھیے سوانح مولانا ابرارالحق حقی از مولانا محمود حسن حسنی)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۳۶)

۱۱/۶/۱۴۱۷ھ مطابق ۲۷/۱۰/۱۹۹۶ء

سید احمد شہیدؒ کا مقام اور مولانا عبدالحی بڈھانویؒ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ کی ان سے بیعت

مولانا شمس الحق صاحب نے سوال کیا: سید صاحب بالکل جوانی میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے پاس دہلی گئے تھے، اس وقت عمر کیا رہی ہوگی؟

فرمایا: بیس بائیس سال، شاہ صاحب نے پہلی ہی نظر میں انھیں فراست سے تاڑ لیا تھا، مولانا اسماعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحی بڈھانویؒ (۱) بھی وہیں رہتے تھے، ایک دفعہ ان دونوں حضرات نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے کہا: جی چاہتا ہے کہ صحابہ کی طرح ایک نماز پڑھیں (۲)، شاہ صاحب نے فرمایا: میر احمد کے پاس جاؤ اور کہو، یہ تینوں حضرات شاہ عبدالقادر صاحب (۳) کے پاس مسجد اکبرآبادی (۴) میں رہتے تھے، شاہ عبدالعزیز صاحب سے کچھ فاصلے پر، انھوں نے ایک رات سید صاحب سے یہ فرمایش کی، سید صاحب خاموش ہوئے، تہجد کے وقت اٹھے، تہجد کے تو سب پابند تھے ہی، بلکہ پورا خاندان اس کا پابند تھا، تو سید صاحب نے ان سے کہا کہ رات میں آپ نے ہم سے کچھ کہا تھا، انھوں نے کہا: جی ہم نے یہ کہا تھا، فرمایا: جاؤ اللہ کے لیے وضو کرکے آؤ، وہ حضرات کہتے ہیں کہ ہم وضو کرنے بیٹھے تو ایسی لذت اور ایسا استغراق کہ ہاتھ دھو رہے تو ہاتھ ہی دھوتے جارہے ہیں، چہرہ دھو رہے ہیں تو چہرہ ہی دھوتے جارہے ہیں، یہاں تک ہمیں خوف ہوا کہ تہجد کا وقت کہیں نکل نہ جائے، وضو پورا کرکے جلدی سے آئے، تو سید صاحب نے کہا: اللہ کے لیے نیت باندھو، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے نیت باندھی تو ایسی محویت کہ ثنا شروع کی تو ثنا ہی پڑھتے جارہے ہیں، سورۂ فاتحہ شروع کی تو بس اسی میں لگے ہیں یہاں تک کہ

ہمیں خوف ہوا کہ تہجد کا وقت نکل نہ جائے، دو رکعت ہم نے پوری کی، ایسی نماز ہم نے کبھی نہیں پڑھی، ایسا لطف کبھی نہیں آیا۔ اب ہم سید صاحب کے قائل ہو گئے (۵)۔

سید صاحب کی تاثیر اور ان کے ہاتھ پر ہدایت پانے والوں کی تعداد

فرمایا: محتاط اندازے کے مطابق تیس لاکھ آدمیوں نے بلا واسطہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پچیس ہزار غیر مسلم مسلمان ہوئے، شرک و بدعت اور معاصی سے نفرت پیدا ہوگئی، تاثیر میں تو سید صاحب آیۃ من آیات اللہ تھے، ادھر کسی نے بیعت کی، ادھر اس کی زندگی یکسر بدل گئی، شرک و بدعت اور معاصی سے نفرت اس کی رگ و پے میں داخل ہوگئی!

ٹیلے والی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، لکھنؤ کے کچھ چور غنڈے آئے اور بیعت ہوئے، آئے تھے سیر تماشے کی غرض سے، مگر جو آکر سید صاحب کی صحبت میں کچھ دیر بیٹھے تو یکا یک دل کی کیفیت بدل گئی۔ بیعت ہوئے اور زندگی یکسر تبدیل ہوگئی (۶)۔

اسی طرح سید صاحب کی آمد پر کلکتہ میں شراب کی دکانیں بند ہوئیں۔

سید طفیل احمد منگلوی صاحب نے بیان کیا کہ جس راستے سے سید صاحب گزرے، وہاں مسجد بن گئی، یہ دونوں واقعات گزر چکے ہیں (۷)۔

سید صاحب کا مقام حاجی عبدالرحیم ولایتی کی نظر میں

فرمایا: رائے بریلی میں سید صاحب نے جب جہاد کی تیاری شروع کی تو بہت سے لوگ ساتھ تھے، ورزش کرتے تھے، محنت مشقت کا کام کرتے تھے، کچھ لوگوں نے شکایت کی کہ ہم پہلے سلوک میں مشغول تھے، باطنی ترقی محسوس کرتے تھے، اب سب چھوڑ کر یہاں آگئے ہیں، مگر وہ فائدے محسوس نہیں ہو رہے ہیں، سید صاحب نے کہا کہ آپ لوگ شاہ عبدالرحیم ولایتی (۸) کے پاس جائیں۔ یہ حضرت حاجی امداد اللہ (۹) کے شیخ الشیخ تھے، حضرت حاجی امداد اللہ کے شیخ حضرت میاں نور محمد جھنجھانوی (۱۰) تھے اور یہ شاہ عبدالرحیم صاحب ان کے شیخ تھے، لوگوں نے ان کے پاس جا کر اپنی شکایت بیان کی، انھوں نے کہا:

www.abulhasanalinadwi.org

کچھ نہ کہو وہ جو کہیں وہی سلوک ہے وہی تصوف ہے، ان سے ملنے سے پہلے ہمارا یہ حال تھا کہ ایک ایک دو دو میل تک ہم توجہ ڈالتے تھے، مگر ہمیں اب خیال ہوتا ہے کہ اس زمانے میں میرا انتقال ہوتا تو خاتمہ اچھا نہیں ہوتا یہاں تک کہ سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حاجی عبدالرحیم ولایتی کی عظمت ومقام

حضرت مولانا نے فرمایا کہ یہ شاہ عبدالرحیم صاحب بہت بڑے شیخ تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے اجازت وخلافت حاصل تھی، کشف بہت قوی تھا، مریدوں کا حلقہ بہت وسیع تھا، مگر سید احمد شہید کے ہاتھ پر بیعت کی، اور اپنے تمام مریدین سے کہا کہ جو بھی مجھ سے متعلق ہے وہ سید صاحب سے بیعت کرے یا دوبارہ اس نیت سے مجھ سے بیعت کرے(۱۱)۔

سید صاحب کی تاثیر کا ایک عجیب واقعہ حضرت گنگوہی کی زبانی

پھر سید صاحب کی تاثیر کا ایک عجیب وغریب واقعہ سنایا کہ حضرت گنگوہی نے ایک دیہاتی شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، ان کو بہت انوار کا مشاہدہ ہوا، اس سے پوچھا: تمھارا کیا خاص عمل ہے؟ اس نے کہا: کوئی ایسا عمل میرا نہیں ہے، دو تین بار پوچھا تو اس نے یہی جواب دیا، پھر کہا: البتہ ایک بات یاد آتی ہے کہ میں بالکل چھوٹا تھا، ہمارے گاؤں میں رائے بریلی کے ایک سید صاحب آئے تھے، بھیڑ لگی ہوئی تھی، لوگ ان پر ٹوٹ پڑ رہے تھے، میں چوں کہ چھوٹا تھا، اس لیے لوگوں کی ٹانگوں سے گزرتے ہوئے ان کے قریب پہنچا اور ان کی زیارت کی، یہی ایک عمل مجھے یاد پڑتا ہے، حضرت گنگوہی نے کہا کہ بس یہی بات ہے(۱۲)۔

تقویۃ الایمان کی اہمیت وافادیت

فرمایا: مولانا اسماعیل شہیدؒ بھی بہت بڑے آدمی تھے، ان کا علمی مقام بھی بہت بلند تھا، ان کی کتاب تقویۃ الایمان بے نظیر ہے، مولانا گنگوہی کہا کرتے تھے: اس کتاب سے

www.abulhasanalinadwi.org

ہزاروں لوگوں کو فائدہ پہنچا ہے، حضرت شیخ الحدیث نے باصرار ہم سے عربی میں اس کا ترجمہ کروایا، ہم مدینے میں تھے، حضرت شیخ الحدیث بھی مسجد نبوی میں تھے، ہم رخصتی ملاقات کے لیے گئے تو اصرار کے ساتھ کہا کہ یہیں شروع کیجیے، چناں چہ ہم روضۃ من ریاض الجنۃ میں بیٹھ کر لکھنے لگے، ہمیں صاف محسوس ہوا کہ یہ کتاب مقبول عنداللہ ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں، ذرا سا ترجمہ کر کے ہم نے محمد ثانی مرحوم کے پاس دیا، وہ اس وقت ہمارے ساتھ تھے کہ جاؤ شیخ الحدیث کو سنا آؤ، پھر واپس آ کر یہاں ہم نے اس کو مکمل کیا، یہ کتاب (۱۳) شیخ محمد بن عبدالوہاب کی کتاب التوحید سے بڑھ کر ہے، ہم نے اس کتاب کا ایک نسخہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ایک بڑے استاد کو پیش کیا، انھوں نے کہا کہ یہ توحید کی منجنیق ہے۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ کی شہادت

بالاکوٹ کے آخری جہاد میں شاہ اسماعیل شہیدؒ نے سید احمد شہیدؒ سے شہید ہونے کی اجازت مانگی تو انھوں نے نہیں دی اور کہا: مولانا! اس لڑائی میں ہماری فتح نہیں ہے، آپ نہ جائیے، آپ کے لسانی جہاد سے انشاء اللہ بندوں کو نفع ہوگا، دوسری مرتبہ بھی اجازت نہیں دی، جب اصرار بڑھا تو اجازت دی، آخر کار دونوں شہید ہوئے (۱۴)۔

سید احمد شہیدؒ کی قبر نامعلوم ہے

بالاکوٹ میں مولانا اسمٰعیل شہید کی قبر ہے، ہم اس پر گئے ہیں، مگر سید صاحب کی قبر کا کسی کو پتا نہیں، وہاں سید صاحب کے نام سے جو قبر مشہور ہے وہ سید صاحب کی نہیں۔ ایک مرتبہ مولانا احمد علی لاہوری نے بیان کیا، میں بالاکوٹ گیا اور جو قبر سید صاحب کے نام سے مشہور ہے، اس کے پاس مراقب ہوا، قبر سے آواز آئی کہ میں سید احمد شہید نہیں ہوں، بلکہ میرا نام سَید احمد ہے۔ مولانا نے فرمایا اور سید وغیرہ پٹھانوں کے نام ہوتے ہیں، مولانا احمد علی کو سید صاحب کی قبر کے بارے میں اس سے پہلے علم بھی نہیں تھا، لیکن بالکل صحیح کشف ہوا، ان کا کشف بہت بڑھا ہوا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اصل میں بات یہ ہے کہ سید صاحب سے ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے کہا: اجی! آپ قبر پرستی کے خلاف بہت وعظ کہتے ہیں اور اس سے روکتے ہیں، آپ بھی پیر ہیں، آپ کا انتقال ہو جائے گا تو آپ کے ساتھ یہی ہوگا۔ فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے دعا کی ہے کہ میری قبر کا نشان بھی لوگوں کو معلوم نہ ہو، چناں چہ ایسا ہی ہوا، اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی (۱۵)۔

دہلی کے بعض کبار اولیاء اللہ کا ذکر

حضرت کیا وجہ ہے کہ زیادہ تر بزرگ، اولیاء یوپی ہی میں ہوئے ہیں؟ یہ سوال گجرات کے ایک مہمان نے کیا۔ حضرت نے جواب دیا: میں نے گنا نہیں، گجرات میں بھی ہوئے ہیں، والد صاحب نے اس کو یادِ ایام میں ذکر کیا ہے، دہلی میں دیکھو، کتنے بڑے بڑے لوگ: حضرت نظام الدین اولیاءؒ، حضرت بختیار کاکیؒ (۱۶)، حضرت خواجہ باقی باللہؒ، مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور ان کا خاندان، حضرت شاہ محمد آفاقؒ (۱۷)، شاہ غلام علیؒ (۱۸)، حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ (۱۹)، یہ دس پندرہ حضرات تو بڑے چوٹی کے ہیں۔

حواشی مجلس (۳۶)

(۱) مولانا عبدالحی بڈھانوی: حضرت سید احمد شہیدؒ کے دست راست اور خلیفۂ خاص، شاہ عبدالعزیز آپ کے پھوپھا تھے۔ شاہ عبدالعزیز نے آپ کو دامادی کا شرف بھی بخشا۔ علم و عمل میں شاہ اسماعیل شہید کے ہم پلہ تھے، خود شاہ عبدالعزیز جوان کے استاد بھی تھے، ان کو ''شیخ الاسلام'' کہا کرتے تھے۔ تادم مرگ سید صاحب سے چمٹے رہے، ہجرت کے موقع پر سید صاحب نے بعض انتظامات کے لیے آپ کو ٹونک میں چھوڑ دیا تھا، پانچ مہینے بعد طلب فرمایا تو آپ روانہ ہوئے، مگر عمر نے وفا نہ کی اور ۸؍شعبان ۱۲۴۳ھ مطابق ۲۴؍فروری ۱۸۲۸ء کو وفات پائی (نزھۃ الخواطر ۷/۷۷، جماعت مجاہدین صفحہ ۱۱۱-۱۱۸، از غلام رسول مہر، نیز سید صاحب سے متعلق لکھی ہوئی کتابوں میں بھی آپ کے حالات ملتے ہیں)

(۲) اصل واقعہ یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز نے مولانا عبدالحی اور مولانا اسمٰعیل سے کہا تھا کہ میر احمد (سید احمد شہید) سے بیعت ہو جاؤ، شاہ عبدالعزیز کا یہ فرمانا ان حضرات کے لیے بڑا شاق گزرا، اس لیے کہ سید

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب عمر اور علم میں ان سے کم تر تھے، تینوں ساتھ رہتے تھے، سید صاحب پر اللہ تعالیٰ نے بعد میں ہونے والے حج اور جہاد کے بعض واقعات کو منکشف کر دیا تھا، سید صاحب ان حضرات سے بیان کرتے تو ان کو یقین نہ آتا، آخرش، آزمائش کے لیے سید صاحب سے ایک دن کہا: ہم کو ان سب باتوں سے کیا فائدہ! ہم کو کچھ عنایت کیجیے، سب صاحب نے فرمایا: کیا مانگتے ہو؟ انھوں نے کہا: حضرت ہم یہی مانگتے ہیں کہ جیسی نماز صحابہ کرام ادا کرتے تھے ویسی ہی دو رکعت ہم سے ادا ہو، آگے پورا قصہ ہے۔

(۳) شاہ عبدالقادر صاحب اس وقت حیات نہیں تھے، مگر شاہ صاحب بھی اسی مسجد میں رہا کرتے تھے، اور شاہ عبدالقادر کی حیات میں سید صاحب نے ان کے پاس اسی مسجد میں رہ کر تربیت حاصل کی تھی۔

(۴) دہلی کی ایک مشہور، نہایت شاندار اور دل کش مسجد تھی، جس میں طالب علموں کے لیے بہت سے حجرے بنے ہوئے تھے، یہ مسجد چوں کہ ۱۸۵۷ء میں بھی مجاہدین کا مرکز تھی، اس لیے انگریزوں نے اس کو ڈھا دیا، اس کی جگہ موجودہ ایڈورڈ پارک ہے، دریا گنج سے جامع مسجد جاتے ہوئے ملتا ہے، شاہ جہاں کی بیگم، اعزاز النساء بیگم نے ۱۶۵۰ء میں اس کی تعمیر کی تھی، ان بیگم کا خطاب اکبرآبادی محل تھا، اسی نسبت سے یہ مسجد بھی مسجد اکبرآبادی کے نام سے مشہور ہوگئی۔ (مسجد کی تعمیر، کیفیت اور تصویر کے لیے دیکھیے: آثار الصنادید، ص ۲۸۰ و ۲۸۴، واقعات دار الحکومت دہلی حصہ دوم، ص: ۱۴۰)

(۵) پورا واقعہ بہت مفصل ہے، مولانا کرامت علی جونپوری نے خود صاحب واقعہ مولانا عبدالحی بڈھانوی سے براہِ راست نقل کیا ہے دیکھیے ان کا رسالہ ''نور علی نور'' ص ۶۸-۷۳، یا دیکھیے سیرت سید احمد شہید اول، ص ۱۵۴-۱۵۸، اسی رسالے کے حوالے سے اس میں لکھا گیا ہے۔

(۶) پورا واقعہ دیکھیے (سیرت سید احمد شہید جلد اول، ص: ۲۲۳-۲۲۷)

(۷) دیکھیے: مجلس (۵) ص: ۱۱۴-۱۱۵

(۸) شاہ عبدالرحیم ولایتی سہارنپوری، جو حاجی عبدالرحیم ولایتی کے نام سے مشہور ہیں، اپنے عہد کے بہت بڑے شیخ طریقت تھے، شاہ عبدالباری چشتی امروہوی (م ۱۲۲۶ھ) سے اجازت وخلافت حاصل تھی، اضلاع سہارنپور، مظفرنگر، میرٹھ میں بکثرت آپ کے مرید تھے، آپ قوی الجثہ، فن حرب کے ماہر، صائم الدہر اور قائم اللیل بزرگ تھے، سید احمد شہیدؒ کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی اور ۱۲۴۶ھ میں آپ کے ساتھ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ (نزہۃ الخواطر ۷/ ۲۸۸، مآثر الکرام (تذکرۂ علماء ومشائخ امروہہ، ص: ۱۶۷-۱۶۸)

(۹) حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ: مشہور پیر طریقت، حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی اور حضرت تھانوی وغیرہ کے شیخ ومرشد۔ وفات: ۱۸/ اکتوبر ۱۸۹۹ء، مکہ مکرمہ (امداد المشتاق از مولانا تھانوی مع اضافات نثار احمد فاروقی، نیز حیات امداد از محمد انوار الحسن شیرکوٹی، انفاس امدادیہ از پروفیسر لطیف اللہ)

www.abulhasanalinadwi.org

(۱۰) میاں نور محمد جھنجانویؒ: اپنے عہد کے بہت بڑے عارف اور شیخ، نہایت متقی اور عبادت گزار، تیس سال تک ان کی تکبیر تحریمہ فوت نہیں ہوئی، اپنے شیخ شاہ عبدالرحیم کے ہمراہ سرحد کا سفر کا اور سید احمد شہید سے براہِ راست استفادہ کیا، پھر ان کے حکم سے ہندوستان واپس آ کر رشد و ہدایت میں مشغول ہوئے، وفات: ۱۲۵۹ھ (نزھۃ الخواطر ۷/ ۵۶۹)

(۱۱) پورا واقعہ دیکھیے سیرت سید احمد شہید حصہ اول، ص ۲۳۷-۲۳۹

(۱۲)

(۱۳) یہ کتاب رسالۃ التوحید کے نام سے شائع ہوئی ہے، ندوۃ العلماء کے نصاب میں بھی شامل ہے۔

(۱۴) تفصیل کے لیے دیکھیے دہلی اور اس کے اطراف، ص: ۱۱۵-۱۱۶

(۱۵) دیکھیے وصایا الوزیر، ص: ۵۲، وقائع احمدی (قلمی) ص: ۱۲۰۴-۱۲۰۵

(۱۶) بختیار کاکی یعنی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے خلیفۂ اعظم، اوش (ماوراء النہر) کے رہنے والے تھے، بغداد ہوتے ہوئے ہندوستان وارد ہوئے اور اپنے شیخ کے حکم سے دہلی کو مستقر بنایا اور وسیع پیمانے پر اصلاح و تربیت اور رشد و ہدایت کا کام کیا، عجیب مقبولیت اور مرجعیت حاصل تھی، خود سلطان شمس الدین التمش عقیدت مندانہ خدمت میں حاضر ہوتا تھا، وفات: ۶۳۳ھ، دہلی (دیکھیے تاریخ دعوت و عزیمت، حصہ سوم، ص ۳۱-۳۶)

(۱۷) حضرت شاہ محمد آفاق: کبار مشائخ میں تھے، زہد و مجاہدہ، اتباعِ سنت اور نسبتِ باطنی کی قوت میں شہرۂ آفاق تھے، دہلی سے کابل تک لوگوں نے آپ سے فیض اٹھایا، کابل تشریف لے جانے پر زمان شاہ شاہِ افغانستان نے بیعت کا شرف حاصل کیا، حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی آپ ہی کے مجاز تھے، وفات: ۷/ محرم ۱۲۵۱ھ (جون ۱۸۳۵ء) دہلی (آثار الصنادید، ص ۴۷۴-۴۷۵، نزھۃ الخواطر ۷/ ۴۶۳، تذکرۂ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی، ص ۲۲-۲۳)

(۱۸) شاہ غلام علی دہلوی: حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کے خلیفہ اور خانقاہ میں ان کے جانشین تھے، عارف کامل اور علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے، ان کی ذات سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ عرب و عجم میں پھیلا۔ وفات: ۲۲ رصفر ۱۲۴۰ھ (اکتوبر ۱۸۲۴ء) دہلی (ضمیمہ مقامات مظہری از شاہ عبد الغنی، خزینۃ الاصفیاء جلد اول ص: ۶۹۳-۶۹۸، آثار الصنادید ص: ۶۶۱-۶۶۹، نزھۃ الخواطر ۷/ ۳۹۲-۳۹۵)

(۱۹) حضرت مرزا مظہر جان جاناں: سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے اجل مشائخ میں تھے، اور اردو، فارسی کے بہت بڑے شاعر بھی تھے۔ دس محرم ۱۱۹۵ھ (۶ رجنوری ۱۷۸۱ء) کو ایک شیعہ نے شہید کیا۔ مقاماتِ مظہری، اردو ترجمہ و تحقیق: محمد اقبال مجددی، نیز دیکھیے گل رعنا، ص: ۱۲۴-۱۳۶؛ مرزا مظہر جانجاناں اور ان کا کلام، از عبدالرزاق قریشی، مرزا مظہر جان جاناں: ان کا عہد اور اردو شاعری از ڈاکٹر سید تبارک علی نقشبندی)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۳۷)

۱۲/۶/۱۴۱۷ھ مطابق ۲۸/۱۰/۱۹۹۶ء

سور المؤمن شفاء کا مطلب حضرت آدم بنوریؒ کے نزدیک

مولانا شمس الحق صاحب نے سوال کیا: حضرت شاہ علم اللہؒ کے علاوہ حضرت آدم بنوریؒ کے دوسرے بھی کوئی اس پایے کے خلیفہ تھے؟

فرمایا: ہاں حضرت سلطان بلیاویؒ، یہ بلیا نہیں یوپی کا، بلکہ یہ بلیا بہار میں ہے، وہاں ندی کے کنارے ان کا مزار ہے جیسے شاہ علم اللہ صاحب کا، جامعہ ام القری میں نشاط صاحب ہیں جو وہاں پڑھاتے ہیں، ہم سے تعلق رکھتے ہیں، وہ انھی کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت سید آدم بنوریؒ کتابی تعلیم حاصل کیے ہوئے نہیں تھے، تقریباً امی تھے، کسی نے امتحان لینے کے لیے سوال کیا کہ یہ جو حدیث میں آتا ہے کہ سُور المؤمن شفاء (۱) تو سُور (یعنی جھوٹا) کس مرض کی دوا ہے؟ فرمایا: مرض کبر کی (۲)۔ بالکل صحیح فرمایا (۳)، کسی مرض کی دوا ہو نہ ہو اس مرض کی دوا ہے ہی کہ آدمی دوسرے کا بچا ہوا کھائے۔ ان کی مقبولیت دیکھ کر شاہ جہاں نے ان کو ہندوستان سے بھیجنے کے لیے جو حیلہ کیا تھا اس کو بیان کیا، یہ گزر چکا ہے (۴)۔

حضرت مولانا کے خاندان کی خصوصیات

مولانا شمس الحق صاحب نے عرض کیا: آپ کے خاندان میں امیر قطب الدین (۵) سے لے کر آج تک برابر بزرگانِ دین اور اولیاء رہے ہیں۔

فرمایا: ہاں، مگر دعوت کا جذبہ آخر دور میں سرد پڑ گیا تھا، اب بھی الحمدللہ شرک و بدعت بالکل نہیں ہے، اس سے وہی نفرت ہے، اس کو کسی حال میں قبول کرنا گوارا نہیں، مگر دعوت کا جو جذبہ خاندان کے پہلے لوگوں میں تھا اب نہیں رہا۔

کیا مدراس میں صحابی ابو تمیم انصاری کی قبر ہے؟

مولانا شمس الحق صاحب نے کہا: مدراس (۶) میں ابو تمیم انصاری کے نام سے

ایک صحابی کی قبر مشہور ہے، وہ سب کچھ وہاں ہوتا ہے جو مزاروں پر ہوتا ہے، یہ کہاں تک صحیح ہے، آپ کی کیا تحقیق ہے؟

فرمایا: کہہ نہیں سکتے، صحابہ تو ہندوستان میں بمبئی کے قریب اور گجرات کے ساحل پر آئے تھے، والد صاحب نے یادِایام میں اس کا تذکرہ کیا ہے، البتہ وہ تابعی ہو سکتے ہیں (۷)، تابعی بہت سے آئے ہیں۔

مولانا سید محمد امین نصیر آبادی کا اصلاحی کارنامہ

فرمایا: ہمارے خاندان کے ایک بزرگ مولانا سید محمد امین نصیر آبادی (۸) نے اعظم گڑھ کے علاقے میں تبلیغ واصلاح کا جو کام کیا، اس سے وہاں بدعات کا خاتمہ ہوا، اور آج بھی وہاں بدعات بہت کم ہیں۔

مولانا شاہ وصی اللہ کی حضرت مولانا پر شفقت

مولانا شمس الحق صاحب نے کہا: ماضی قریب کے بزرگوں میں مولانا شاہ وصی اللہ صاحب (۹) کو آپ سے بہت زیادہ تعلق تھا، آپ کی بعض کتابوں کو انھوں نے اپنے یہاں نصاب میں داخل کیا تھا، حضرت کے ہونٹوں پر تعجب کے ساتھ مسکراہٹ ظاہر ہوئی اور فرمانے لگے: ان کو ہم سے بڑا تعلق تھا، بہت ہی محبت فرماتے تھے، ہم جب پہلی دفعہ ملاقات کے لیے گئے، تعارف پہلے ہی سے تھا، ہمارے والد صاحب سے واقف تھے، بھائی صاحب سے تعلقات تھے، غالباً علاج معالجے کا بھی تعلق رہا ہے، ہم جب پہنچے تو ظہر کا کھانا ہو چکا تھا، لوگ قیلولہ کر رہے تھے، مولانا بالاخانہ میں رہتے تھے، معلوم ہوتے ہی اتر آئے، کھانا تیار کرایا اور خود اپنے ہاتھ سے کھلایا، لقمہ بنا بنا کر ہمارے منھ میں رکھتے تھے جس طرح ماں بچے کو کھلاتی ہے، مطلق نہیں پوچھا کہ تاخیر کیوں کی؟ بالکل ناگواری کا اظہار نہیں کیا، حالاں کہ ہم اس وقت پہنچے تھے جس وقت نہیں جانا چاہیے تھا (۱۰)۔

www.abulhasanalinadwi.org

آنکھ کے علاج کے سلسلے میں مولانا شاہ وصی اللہ کا مشورہ اور اس کا حیرت انگیز اثر

ان کی اس محبت کا اظہار پورے طریقے پر اس وقت ہوا، جب ہم آنکھ کے علاج کے لیے سیتاپور کے ہسپتال میں تھے (۱۱)، بہت ہی تکلیف تھی، مگر کوئی آرام نہیں ہو رہا تھا، اس زمانے میں مولانا شاہ وصی اللہ صاحب بہت پریشان تھے، بڑی فکر تھی، ایک مرتبہ اچانک کہلا بھیجا: مجھے یہ خیال آتا ہے کہ آپ لکھنؤ جائیں اور ہومیو پیتھک علاج کریں، یہاں آپ کو فائدہ نہیں ہوگا، ہم اس کو کرامت ہی سمجھتے ہیں، لکھنؤ آئے اور ایک عام ہومیو پیتھک ڈاکٹر سے دوالی، وہ ڈاکٹر بھی کوئی معروف نہیں تھا، پہلی خوراک ہی سے فائدہ ہوا!

آنکھوں کی معذوری میں علمی کام

ایک دو سال تک ہم نہ کچھ لکھ سکتے تھے نہ پڑھ سکتے تھے، پڑھوا کر سنتے تھے اور بول کر لکھواتے تھے، اسی زمانے میں بعض اہم کتابیں ہمارے قلم سے نکلیں، اسلامیت و مغربیت کی کشمکش، ارکان اربعہ جیسی کتاب، السیرۃ النبویۃ ہمیں خود حیرت ہوتی ہے کہ کیسے ہم نے مواد جمع کیا، پھر کیسے ترتیب دی، اللہ ہی کا فضل ہے۔ قومیت عربیہ، فکری ارتداد، مغربی تہذیب وغیرہ ہر ایک پر لکھا، ہم نے کیا لکھا، اللہ نے لکھوایا۔ پھر طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: تمھارا بھی پڑھنے کا یہی فائدہ ہے کہ عربوں کو سمجھاؤ، قومیت عربیہ کے خلاف بولو، جو بے راہ روی پھیل رہی ہے اس کو مٹانے کی کوشش کرو۔ ہم صاف کہتے ہیں کہ ہم اپنے تمام ساتھیوں میں سب سے بلید تھے، جو کام جاننا چاہیے اس کو بھی نہیں جانتے تھے اور نہ اچھی طرح کر سکتے تھے، مگر سب والدہ مرحومہ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے، پھر اللہ نے بھائی ایسا عطا فرمایا، کیا کوئی شفیق باپ ایسا ہو!

امریکہ میں میں آنکھ کا آپریشن اور مولانا محمد عمر پالنپوری کا صحیح مشورہ

جب آنکھ کا ذکر آیا تو پوری بات بتاتے ہوئے فرمایا: ہماری آنکھ کا آپریشن امریکہ

www.abulhasanalinadwi.org

میں ہوا، ہم کو شیخ صالح قزاز (۱۲) نے مشورہ دیا تھا کہ کہیں آپریشن نہ کروانا مگر امریکہ میں، مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری (۱۳) (نظام الدین مرکز والے) نے جاتے وقت مشورہ دیا تھا کہ کسی یہودی سے نہ کرانا اور بہت صحیح مشورہ دیا۔ ہم نے وہاں جانے کے بعد ڈاکٹروں کے نام دریافت کیے اور تحقیق کی، معلوم ہوا کہ آنکھ کے دو سرجن سب سے ماہر اور مشہور ہیں ایک ڈاکٹر مامنی (Dr.Mamany) (۱۴) جو یہودی تھا، دوسرا ڈاکٹر شے (Dr.Scheie)، شے کو ترجیح دی گئی، یہ عیسائی تھا، اور وہاں سے لندن تک آپریشن کے لیے جاتا تھا، اس نے بڑے فکر اور اہتمام سے اور بہت خیال رکھ کر آپریشن کیا، ہمیں بہت تردد تھا کہ کہیں ناکام نہ ہو، پھر ہمیں رابع کا خیال تھا کہ آپریشن ناکام ہوا تو رابع اپنے اندھے ماموں کو لے کر اکیلے کیسے جائیں گے، ہم نے حضرت شیخ الحدیث سے مشورہ کرنے کے لیے مدینہ منورہ فون کرنے کی کوشش کی، مگر بار بار کی کوشش سے بھی لائن نہیں ملی، ادھر آخر میں حضرت شیخ کو بھی یہی خیال ہوا تھا کہ آپریشن نہ کیا جائے، مگر وہ بھی رابطہ نہ کر سکے۔

آپریشن کی کامیابی کے لیے حضرت شیخ کا اہتمام، ڈاکٹروں کی رعایت اور نرسوں کی ہمدردی

جب ہم کو آپریشن تھیٹر میں لے جایا جانے لگا، تب رابطہ قائم ہوا۔ حضرت شیخ کو معلوم ہوا تو فوراً لوگوں سے دعا کے لیے کہا اور خود بھی دعا کی طرف متوجہ ہوئے اور کچھ لوگوں کو حرم شریف بھیجا کہ علی میاں کی طرف سے عمرہ کرو، الحمدللہ آپریشن کامیاب ہوا، اور حیرت کی بات یہ ہے کہ ڈاکٹر نے بالکل فیس نہیں لی اور کہا کہ ہم عالموں سے فیس نہیں لیتے، جب ہم روم سے باہر آئے اور ٹہلنے لگے (اس وقت ہم کو کچھ چلنا پڑتا تھا) تو عیسائی لیڈی ڈاکٹرس اور نرسیں ہم سے کہتی تھیں کہ مسٹر ندوی مسٹر ندوی! ہم نے آپ کے لیے چرچ میں دعا کی ہے۔ پھر فرمایا ہم کہاں اس لائق تھے!

حضرت کی تواضع

ایک سوال کیا گیا، جو دراصل مجلس میں کرنے کا نہیں تھا، مگر اب جواب دیکھو، تواضع اور خاکساری کا سیل رواں بہتا ہے، فرماتے ہیں: ہم کو روحانی سعادتوں کا بڑا حصہ نہیں ملا، ہم علمی لائن کے آدمی ہیں (۱۵)۔

اپنے اور خاندان کے تذکرے سے اجتناب اور صحابہ اور سلف کے تذکرے کی تاکید

مولانا شمس الحق صاحب نے پوچھا: حضرت یہ شعر آپ کی بہن کا ہے یا والدہ کا؟

بندہ نواز! میری منت کے لاج رکھ لے
میری نہیں تو اپنی رحمت کی لاج رکھ لے

فرمایا: چھوٹی بہن (۱۶) کا ہے، لندن سے ......نے لکھا ہے کہ جب کوئی پریشانی ہوتی ہے تو آپ کی بہن کا یہ شعر پڑھتے ہیں ایک اطمینان ہوتا ہے (۱۷)۔ اور شعر بھی بڑا عجیب وغریب ہے۔ بہن اور والدہ کا ذکر آیا تو فرمایا: یہ سب تذکرہ چھوڑو، بار بار استغفر اللہ پڑھا، اب ہم اس میں احتیاط کریں گے۔ خاندان کا ذکر کم کریں گے، صحابہ اور سلف صالحین کا تذکرہ کرو۔

مولانا شمس الحق صاحب نے کہا: آپ کی والدہ بھی تو بڑی اللہ والی تھیں، اس لیے ان کا تذکرہ بھی فائدے سے خالی نہیں۔ فرمایا: ہاں، مگر نسبت ہماری طرف ہوگی، بندہ بندہ ہے، خاکی خاکی ہے، خاطی خاطی ہے!

مولانا شمس الحق صاحب نے کہا: تحدیث بالنعمۃ کا بھی حکم ہے۔ فرمایا: اس کی بھی حد ہوتی ہے، ہم اس کے لائق نہیں!

أستغفر اللہ أستغفر اللہ، آج بار بار یہ بات کہی۔

توحیدِ خالص اور سنتِ صحیحہ کی اشاعت کی تاکید

فرمایا: تم جہاں بھی ہو توحیدِ خالص اور سنتِ صحیحہ کی دعوت تمھارا کام ہو۔

www.abulhasanalinadwi.org

حواشی مجلس (۳۷)

(۱) یعنی مومن کا جھوٹا شفا ہے، یہ حدیث نہیں ہے، مگر بطور حدیث مشہور ہے۔ (دیکھیے کشف الخفاء ۱/۴۰۵) مگر معنی کے لحاظ سے صحیح ہے جیسا کہ ملاعلی قاری نے موضوعات کبیر میں کہا ہے (دیکھیے موضوعات کبیر مترجم،ص:۲۲۶،ح:۲۱۵)

(۲)

(۳) جی ہاں بالکل بجا فرمایا، خود حضرت ابن عباسؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے جیسا کہ دارقطنی نے کتاب الافراد میں ان سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: من التواضع أن یشرب الرجل من سور أخیه (دیکھیے أطراف الغرائب و الأفراد ۳/۲۸۱، ح:۲۶۵۹) یعنی یہ تواضع کی بات ہے کہ آدمی اپنے بھائی کا جھوٹا پیے۔

(۴)

(۵) امیر سید قطب الدین مدنی: حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے جداعلیٰ جو سب سے پہلے ہندوستان تشریف لائے تھے، وہ ایک بڑے عالم، عارف، صاحبِ دعوت وعزیمت، عالی ہمت، صاحب سیف وقلم بزرگ تھے، اپنے مستقر مدینہ منورہ میں تھے کہ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغرض جہاد ہندوستان جانے کا حکم دیا اور فتح کی بشارت ہوئی، چناں چہ آپ اپنے بعض اعزہ واقارب کو لے کر غزنی آئے، اور کچھ مدت وہاں قیام کر کے غزنی کے روساء اور اٹھارہ ہزار آہن پوش فوج کے ساتھ دہلی تشریف لائے، اور وہاں سے قنوج پر فوج کشی کرتے ہوئے مانک پور اور اس کے بعد کڑہ، الہ آباد پہنچے اور اس کو فتح کر کے مستقل سکونت اختیار کی، امیر سید قطب الدین مدت تک دہلی میں شیخ الاسلام کے منصب پر فائز رہے، دہلی کے تمام علماء ومشائخ اور سلاطین وقت آپ کا بڑا ادب واحترام کرتے تھے، تمام تذکرہ نگاروں نے نہایت بلند الفاظ میں آپ کا تذکرہ کیا ہے، وفات: ۳/رمضان ۶۷۷ھ، کڑہ مانک پور، یوپی (نزہۃ الخواطر ۱/۲۱۱-۲۱۲، وسیرت سید احمد شہید ۱/۸۵-۸۸)

(۶) مدراس کے قریب کولم نامی گاؤں میں ہے، اب شہر پھیلتے پھیلتے وہاں تک پہنچ گیا ہے۔

(۷) کسی کتاب یا تاریخ سے معلوم نہیں ہوتا کہ ابو تمیم انصاری نام کے کوئی صحابی ہندوستان آئے ہوں، اور یہ علاقہ تو اس زمانے میں بالکل غیر آباد تھا، آٹھویں صدی ہجری میں اس کے قریب مدورا میں اسلامی سلطنت قائم تھی، اور مشہور سیاح ابن بطوطہ یہاں آیا تھا اور اس علاقے کا دورہ کیا تھا، اگر وہاں کسی صحابی کا مزار ہوتا تو ابن بطوطہ ضرور اس کا تذکرہ کرتا، پھر ایک زمانۂ دراز تک اس کی دیکھ بھال کیسے ہوتی رہی جب کہ مسلمان وہاں آباد ہی نہیں تھے؟ اور جو مقبرہ بنا ہوا ہے وہ بھی زیادہ قدیم نہیں معلوم ہوتا، بہرحال

www.abulhasanalinadwi.org

کسی طرح اس کو کسی صحابی یا تابعی کا مزار باور کرنے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا، محمود خاں محمود بنگلوری نے مختلف وجوہ سے اس امکان کو خارج کیا ہے۔ (دیکھیے تاریخ جنوبی ہند، ص ۴۱۷-۴۱۹)

(۸) مولانا سید محمد امین نصیر آبادی: بہت بڑے عالم، اور عظیم مصلح، نصیر آباد کے علاوہ پرتاب گڑھ، سلطان پور، اعظم گڑھ، جونپور اور ان کے دیہاتوں میں بڑے پیمانے پر تبلیغ وارشاد کا کام کیا، ان کے وعظ وتذکیر سے بے شمار مخلوق نے فائدہ اٹھایا اور ہزاروں کی زندگیاں بدل گئیں، وفات: ۱۳۴۹ھ (۱۹۳۰ء) (تفصیل کے لیے دیکھیے یادگار سلف از مولانا نجم الدین اصلاحی)

(۹) مولانا شاہ وصی اللہ فتحپوری: حضرت تھانوی کے چند کبار خلفاء میں سے تھے، ان سے بڑا فیض جاری ہوا اور ایک خلق نے فائدہ اٹھایا، وفات: ۲۵/نومبر ۱۹۶۷ء (پرانے چراغ اول ص ۱۶۴-۱۷۹، بزم اشرف کے چراغ، ص: ۶۴-۶۶)

(۱۰) پرانے چراغ حصہ اول ص: ۱۶۵ میں اس واقعے کا ذکر کیا ہے۔

(۱۱) یہ ۱۹۶۷ء کی بات ہے۔

(۱۲) صحیح یاد نہیں کہ اس موقع پر شیخ صالح قزاز کا نام لیا یا مفتی امین الحسینی کا، اس لیے کہ آنکھ کے آپریشن کے لیے یورپ جا کر ماہرین فن سے رجوع کرنے کا مشورہ دینے کے سلسلے میں حضرت مولانا نے دونوں کا ذکر کیا ہے۔ (دیکھیے پرانے چراغ سوم، ص ۴۷ (جدید، ص: ۴۵-۴۶)

(۱۳) مولانا محمد عمر پالن پوری: تبلیغی جماعت کے ایک موثر اور مقبول اور مخلص کارگزار، داعی، ترجمانِ جماعت اور بلیغ خطیب، وفات: ۲۲/مئی ۱۹۹۷ء (پس مرگ زندہ، ص: ۴۶۵-۴۸۰، تفصیل کے لیے دیکھیے سوانح حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ)

(۱۴) تردد ہے کہ اس موقع پر حضرت نے یہ نام لیا تھا یا نہیں، مگر کاروان زندگی میں ایسا ہی لکھا ہے، دیکھیے جلد دوم ص ۲۴۷

(۱۵) مگر ہم شہادت دیتے ہیں اور اب تو ایک دنیا جانتی ہے کہ حضرت کو روحانی سعادتوں کا اتنا حصہ وافر ملا تھا، جو بہت خاص خاص لوگوں کو ہی ملتا ہے۔

(۱۶) یعنی بہنوں میں چھوٹی مگر حضرت مولانا سے بڑی، اس سے مراد سیدہ امۃ اللہ تسنیم صاحبہ ہیں، ادیبہ، شاعرہ، مصنفہ، ان کی سب سے اہم کتاب زاد سفر (ترجمہ ریاض الصالحین) ہے، نیز قصص الانبیاء، ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، وفات: ۱۹۷۶ء (پرانے چراغ دوم، ص ۳۴۰-۳۶۹ (جدید: ۲۹۹-۳۲۴)

(۱۷) نواب سعید خان آف چھتاری (متوفی: ۱۹۸۱ء) نے بھی اس شعر سے اپنے گہرے تاثر کا حضرت مولانا کے نام اپنے ایک خط میں ذکر کیا ہے (دیکھیے کاروانِ زندگی دوم، ص: ۱۹۹-۲۰۰، و پرانے چراغ، سوم، ص: ۱۸۷ (جدید ایڈیشن)

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۳۸)

۱۵/۶/ ۱۴۱۷ھ مطابق ۳۱/۱۰/ ۱۹۹۶ء

حضرت کا ابتدائی مطالعہ اور دلچسپ موضوعات

مولانا شمس الحق صاحب نے سوال کیا: بچپن میں آپ کو کس قسم کے مطالعے کا ذوق تھا، کیسی کتابوں کی طرف طبیعت زیادہ مائل ہوتی تھی؟

پہلے مسکراتے ہوئے کہا: اس کو بہت دن ہو گئے، پھر فرمایا: ایسی کتابیں جن میں حکایات ہوں جن کا انداز روایتی ہو، اصولی باتیں نہ ہوں، مولوی اسماعیل میرٹھی نے اردو کی بڑی اچھی کتابیں لکھی تھیں، سفینۂ اردو وغیرہ، یہ کتابیں ہم نے بڑے شوق سے پڑھیں، علامہ راشد الخیری (۱) کی کتابیں: ''صبح زندگی'' ''شام زندگی'' وغیرہ اس کا ادبی فائدہ ہوا، ان کتابوں کو ہم نے گیارہ بارہ سال کی عمر میں پڑھ لیا تھا، پھر ''آبِ حیات'' مولوی محمد حسین آزاد کی، جس کا زبان کے لیے بڑا فائدہ ہوا، جادو والی زبان ہے، اور ''نیرنگ خیال'' بھی پڑھی جو ایک ادبی شاہکار ہے، پھر ''گل رعنا'' والد صاحب کی، جو گھر ہی کی تھی ۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی کچھ کتابیں اور مولانا شبلی کی کتابیں جس میں ادبیت بھی ہے اور تاریخ بھی، پھر خطباتِ مدراس، خیر یہ تو ہم نے ذرا بعد میں پڑھی، مگر اس کا اثر بہت ہوا، اور سب سے زیادہ جس کتاب نے ہم پر اثر ڈالا، وہ رحمۃ للعالمین ہے (رحمۃ للعالمین کا ذکر آنے پر بعض ان باتوں کا ذکر آ گیا جن کا تذکرہ پہلے آ چکا ہے) غرض چھوٹی عمر ہی میں ایسے اچھے ادبی مطالعے کی اللہ نے توفیق دی، یہ نہ سب کے لیے ضروری ہے نہ مفید، بلکہ اس میں افراط مضر بھی ہو جاتی ہے؛ لیکن اللہ نے ہمیں ادبی مطالعے کی توفیق دی جس کی وجہ سے بعد میں ہمیں الفاظ وتعبیرات کے لیے زیادہ دشواری پیش نہیں آئی، اس کے لیے محنت نہیں کرنی پڑی، البتہ مواد کے لیے محنت کرنی پڑی ۔ ہم جب پہلی دفعہ لاہور گئے جب کہ ہماری عمر چودہ سال کی تھی، ہم آب حیات اور گل رعنا پڑھ چکے تھے، اس کے گویا حافظ ہو گئے تھے، وہاں یہ خبر

www.abulhasanalinadwi.org

پھیلی کہ ایک لڑکا لکھنؤ سے آیا ہے، اچھا ادبی ذوق رکھتا ہے، لاہور اس وقت پورے شباب پر تھا، اس وقت لاہور ایشیا کا سب سے بڑا ثقافتی مرکز تھا، بڑے بڑے ادباء ہمارا امتحان لیتے تھے، کسی شعر یا شاعر کے بارے میں پوچھتے، ہم اس کا جواب دیتے تھے تو زبان وادب کا کچھ سلیقہ اسی عمر میں آگیا تھا، الفاظ کا بھی ٹمپریچر ہوتا ہے، سب کے لیے علامہ نہیں لکھا جاسکتا، اس کے لیے ہمیں دشواری پیش نہیں آئی، اس میں کچھ موروثی اثر کو بھی دخل ہے۔

مولانا عبدالحی حسنی کا خاموش تصنیفی مزاج اور گل رعنا کا امتیاز

ہمارے دادا اور والد بڑے مؤرخ اور ادیب تھے۔ نزہۃ الخواطر کی پوری تاریخ میں نظیر نہیں، پھر کچھ نزہۃ الخواطر کی خصوصیات کے سلسلے میں باتیں ہوئیں، اور گل رعنا جیسی کتاب تصنیف فرمائی، ان کے گہرے دوستوں کو بھی اس کا پتا نہیں تھا۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی جو ان کے خاص دوستوں میں تھے، کتاب جب سامنے آئی تو کہا: اب ہمیں معلوم ہوا کہ حکیم صاحب کو ادبی ذوق بھی تھا، پورا کام بالکل خاموشی سے ہوتا تھا، اس کا چرچا نہیں ہوتا تھا اور نہ کسی سے تذکرہ، جیسے ہمارے یہاں ہوتا ہے، ہماری کتاب چھپنے سے پہلے ہی لوگوں کو معلوم ہو جاتی ہے، یا اب ہم کیا کام کر رہے ہیں۔ گل رعنا میں والد صاحب نے آبِ حیات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ آبِ حیات ایک ساحر کی طرح تھی، اس کا جادو تھا، کوئی اس کے خلاف کچھ بول نہیں سکتا تھا، بعض بڑے بڑے شعراء کو آزاد نے محض سُنّی ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا، یا بڑی مشکل سے جگہ دی تھی، والد صاحب نے ان کا تذکرہ کیا، آبِ حیات کے بہت سے حوالوں کو غلط ثابت کیا۔ آزاد، میر تقی میر کی ''نکات الشعراء'' سے بہت سے باتیں نقل کرتے ہیں، مگر وہ باتیں اس میں ہے ہی نہیں، معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ آزاد نے نکات الشعراء دیکھی ہی نہیں تھی۔

آبِ حیات اور گل رعنا کا تقابل

مولانا شمس الحق صاحب نے کہا: آپ نے حیات عبدالحی میں گل رعنا اور آبِ

حیات کا جو تقابلی جائزہ لیا ہے وہ بڑا قیمتی ہے، اس کو الگ کتابچہ کی شکل میں شائع ہونا چاہیے۔

اس کے جواب میں تو تواضعاً خاموش رہے، لیکن اس کے بارے میں کچھ تفصیلات سنائی، فرمایا: ہم جب حیات عبدالحی لکھتے وقت والد صاحب کی کتابوں کا ذکر کر رہے تھے تو اس میں گل رعنا اور آب حیات کے درمیان تقابل کی ضرورت پیش آئی، تو ہم نے اس کا تفصیل سے جائزہ لیا۔ ہمارے ایک عزیز قاری رشید الحسن خاں (۲) نواب صدیق حسن خاں کے پڑپوتے، جو اب کراچی میں ہیں، رائے بریلی آئے ہوئے تھے، انھوں نے کہا: اس کو تو گلِ رعنا کے مقدمے کے طور پر شائع ہونا چاہیے، ہم کو یہ مشورہ صحیح معلوم ہوا، چناں چہ ہم نے اس کے مقدمے کے لیے بھیج دیا اور والد صاحب کی وہ پیشن گوئی چالیس پچاس سال بعد پوری ہوئی کہ تمھارا نام اس میں چھپے گا، پھر حضرت مولانا نے پورا واقعہ سنایا، اس کی تفصیل گزر چکی ہے (۳)۔

حضرت مولانا کے بچپن کے ساتھی

مولانا شمس الحق صاحب نے عرض کیا: بچپن میں آدمی کے بہت سے ساتھی ہوتے ہیں، مدرسہ کے رفقاء، خاندان کے لڑکے اور محلے کے دوست وغیرہ ہوتے ہیں اور آدمی پر ان سب کا اثر پڑتا ہے، آپ پر اس کا کیا اثر رہا؟

فرمایا: چوں کہ ہم چھوٹی عمر ہی میں لکھنؤ آگئے تھے، اس لیے خاندان کے لڑکوں کا زیادہ ساتھ نہیں رہا، یہاں لکھنؤ میں نواب صدیق حسن خاں کے لڑکے نے ہمارے لیے اپنی کوٹھی کا ایک حصہ دیا تھا، ان کے بچوں کے ساتھ ہم کھیلتے تھے، پھر محلّے کے دوسرے لڑکوں کے ساتھ زیادہ ربط نہیں تھا۔ (غالباً یہی بات ارشاد فرمائی)

حاجی عبدالرشید ارشد کا جذبۂ دعوت اور حضرت مولانا سے ان کی عقیدت

مولانا شمس الحق صاحب: آپ سیرت کمیٹی کی دعوت پر لاہور تشریف لے گئے......

فرمایا: ہاں اس کا بڑا عجیب وغریب واقعہ ہے، پھر وہ ساری باتیں بیان کیں جو پرانے چراغ سوم میں ارشد صاحب (۴) کے تذکرے میں مذکور ہیں، پھر فرمایا: ہم نے ارشد صاحب سے بڑھ کر مخلص نہیں دیکھا، تبلیغی جماعت سے وابستہ ہوگئے تو اسی میں ڈوب گئے، تبلیغی جماعت کو پھر ایسا کارکن نہیں ملا، جاپان گئے تو اسی کام کو لے کر گئے، وہاں کئی لوگ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے۔ ارشد صاحب کو ہم سے ایسا تعلق اور محبت ہوگئی تھی کہ جو چیز خرید لیتے تھے، اس میں ہماری نیت کرتے تھے کہ یہ علی میاں کے لیے خرید رہا ہوں۔

حضرت مولانا کی برکت اور ان کے دم قدم سے بدعت سے نفرت

ایک صاحب جو حضرت مولانا کے خاص قدر دانوں اور تعلق والوں میں ہیں، غالباً مدینہ منورہ رہتے ہیں، مجلس میں موجود تھے، انھوں نے ایک واقعہ سنایا، ارشد صاحب کی بیٹی (غالباً بیٹی ہی کہا) نے ہماری بیوی سے بیان کیا (یہ سب مدینہ میں رہتے ہیں) کہ آپ جب ان کے گھر میں آئے تھے تو ایک عجیب وغریب رونق محسوس ہوئی تھی، ہانڈیوں میں بھی ایک برکت محسوس ہوتی تھی جب تک آپ کا قیام رہتا تھا۔

مولانا شمس الحق صاحب نے اسی قسم کا ایک واقعہ سنایا: ہماری طالب علمی کا زمانہ تھا، ہمارے بھائی لاہور میں رہتے تھے، ہم ان سے ملنے کے لیے گئے، ریل میں ایک نوجوان سے ملاقات ہوئی، یہ پہلے بدعتی خیال کا تھا، اس نے آپ کے بارے میں ایک واقعہ سنایا کہ جب آپ سیرت کمیٹی کے جلسے میں تقریر کرنے کے لیے لاہور آئے تھے تو ہم نے حضرت کو اپنے گھر بلایا تھا، ہمارا پورا گھر بدعتی خیال کا تھا، جب آپ گھر میں آئے تو معلوم ہوا کہ کوئی روشنی آئی ہے، جب گئے تو پھر تاریکی، اس سے متاثر ہوکر ہمارے پورے گھرانے نے بدعت چھوڑ دی اور اس خیال سے رجوع کیا۔

فرمایا: ہماری کیا حیثیت ہم کچھ نہیں، یہ اللہ ہی کا فضل ہے۔

حواشی مجلس (۳۸)

(۱) راشد الخیری: مشہور ناول نگار اور افسانہ نویس، مصورِ غم علامہ راشد الخیری، دلی کے ممتاز مولویوں کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی ان کے پھوپھا تھے۔ شاہد احمد دہلوی کے بقول: اردو ادب میں ان سے زیادہ دردناک ٹریجڈی اور کسی نے نہیں لکھی، بانی مدیر ماہنامہ عصمت (اجرا: ۱۹۰۹ء)، صبح زندگی اور شام زندگی اور شب زندگی کے علاوہ آمنہ کا لال اور فاطمہ کا لال ان کی سب سے مشہور اور موثر کتابیں ہیں، وفات: ۳/ فروری ۱۹۳۶ء دہلی، (بزم خوش نفساں از شاہد احمد دہلوی، ماہنامہ عصمت علامہ راشد الخیری نمبر، جولائی - اگست ۱۹۳۶ء)

(۲) مولانا قاری سید رشید الحسن ندوی: ممتاز عالم دین، استاد حدیث جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی، نیز خطیب و پیش امام جامع مسجد بنوری ٹاؤن کراچی، نواب سید صدیق حسن خان کے صاحبزادے، نواب سید نور الحسن صاحب کے پوتے تھے، حضرت مولانا کی خالہ زاد بہن کی لڑکی ان کو منسوب تھیں، وفات: ۲۸/ جنوری ۲۰۰۱ء، کراچی (وفیات ناموران پاکستان، ص: ۳۱۹)

(۳) دیکھیے، ص: مجلس (۲۸) ص: ۲۷۱

(۴) ارشد صاحب: یعنی حاجی عبد الرشید ارشد، سابق سکریٹری مجلس سیرت پشاور، پشاور میں محکمۂ ٹیلیفون سے وابستہ، پھر لاہور میں محکمہ ٹیلی گراف کے ڈویژن انجینیر، اور بعد میں جدہ میں آٹومیٹک ٹیلی فون اسکیم کے افسر، اور سب سے بڑھ کر ایک عظیم داعی اور تبلیغی جماعت سے وابستہ ایک پرزور کارکن، جاپان میں تبلیغی کام کا آغاز کرنے والے، وفات: ۱۵/ شعبان ۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۳ء (روزہ اور احرام کی حالت میں مدینے سے جدہ جاتے ہوئے سڑک حادثے میں) تدفین: جنت المعلیٰ، مکہ مکرمہ (پرانے چراغ سوم، ص ۱۶۷-۱۶۷ (جدید ایڈیشن، ص: ۲۳۳-۲۳۹)

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۳۹)

۲۳/۶/۱۴۱۷ھ مطابق ۸/۱۱/۱۹۹۶ء

علم روح ہے، غذا ہے

مولانا نذرالحفیظ صاحب نے کہا: حضرت اس عمر میں بھی جو کام کرتے ہیں جوانوں سے نہیں ہوسکتا۔ حضرت نے برجستہ جواب دیا: ہاں اس لیے کہ کوئی کام نہیں رہ گیا ہے، یہی کام ہے، نوجوانوں کے لیے بہت کام ہوتے ہیں، پھر فرمایا: اسی میں ہماری روح ہے، اسی میں غذا ہے، اس میں جو لذت ہے اس میں جو مزہ ملتا ہے کسی چیز میں نہیں، تھوڑی سی عمر رہ گئی ہے کہہ نہیں سکتے کہ کچھ باقی ہے بھی کہ نہیں ''وَمَاتَدرِیْ نَفسٌ مَّاذَا تَکسِبُ غَداً ، وَمَاتَدرِیْ نَفسٌ بِاَیِّ اَرضٍ تَمُوتُ''(۱)۔

قرآن میں مدرسے کا ذکر

فرمایا: اگر کوئی پوچھے کہ آج اتنے مدارس ہیں، کیا قرآن میں بھی کہیں مدرسے کا ذکر ہے؟ تو میں کہوں گا کہ ہاں ہے، قرآن میں ہے فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ، وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ(۲)۔ یہ کیا ہے، مدرسہ ہی کا تو بیان ہے! ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ سب لوگ کام چھوڑ چھاڑ کر مدارس میں رہ پڑیں، اس لیے کہا کہ کچھ لوگ ایسے ہوں جو اس کے لیے فارغ ہو جائیں۔ قرآن ہی کا اعجاز ہے جو ہر چیز پر مشتمل ہے، ہر چیز کا تذکرہ اس میں ہے۔

مدارس کا اصل کردار

فرمایا: مدارس کا اب تک یہی حال ہے کہ کچھ عربی سمجھ سکیں اور فتویٰ دینا آجائے، یہ فتوے کا کام بھی بہت ضروری ہے، لیکن اصل کام دینی بگاڑ کو دور کرنا اور اسلام پر اعتماد بحال کرنا ہے جس کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔ ہم نے اعظم گڑھ میں مستشرقین پر ہوئے

www.abulhasanalinadwi.org

سمینار (۳) میں اسی پر تقریر کی تھی کہ انگریزوں کو جب اپنا سیاسی تسلط کمزور ہوتا نظر آیا تو انھوں نے ایک ایسی مہم تیار کی جس سے وہ ذہنوں پر تسلط قائم رکھیں، ان کو ذہنی غلام بنالیں!

ذہنی غلامی دور کرنے کی ضرورت

آج اسلامی ممالک میں حکومت اسی طبقے کے ہاتھ میں ہے، اگر نہیں تو اس کا غلبہ ہے، جیسے سعودیہ، جو اسلام کے مستقبل سے قطعی مایوس ہیں، اس کی صلاحیت پر ان کو کوئی اعتماد نہیں، اس پر بہت کم کام ہوا ہے، محمد اسد صاحب نے اس پر لکھا تھا، پھر ہماری کتاب (ماذا خسر العالم) نے بہت کام کیا، بڑے وقت پر نکلی، مولانا مودودی نے بھی اس پر کام شروع کیا تھا۔

"تاریخ دعوت وعزیمت" کی اہمیت اور اس سلسلے کی تکمیل کی ضرورت

مگر پھر ایسی چیزیں ان کے قلم سے نکلی جس سے دینی طبقہ متوحش ہوگیا، مثلاً یہ کہ کوئی کامل شخصیت اب تک پیدا نہیں ہوئی ہے، ایک خلا ہے، جو اَب تک پُر نہیں ہوا، اسی جذبہ کے تحت ہم نے تاریخ دعوت وعزیمت لکھی، ہمارے شیخ مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ اس کے لیے بڑا اصرار کرتے تھے۔ اسلام میں کوئی دور بلکہ کوئی دن ایسا نہیں گزرا، جب وہ ایسی شخصیات سے خالی رہا ہو، جن کی اس وقت ضرورت تھی، ابھی یمن سے شیخ عبدالمجید زندانی کا خط آیا ہے، رجال الفکر کا شاہ ولی اللہ پر جو حصہ ہے اس کو پڑھ کر اپنا تاثر اس میں لکھا ہے، بڑا عجیب خط ہے، پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے، انھوں نے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے جو طریقے اختیار کیے، وہی بالکل صحیح تھے۔ یہ کام ایک حد تک ہوگیا ہے، مگر اسے اور مکمل ہونا چاہیے۔ ہم میں اب نہ قوت ہے نہ ہمت، پتا نہیں کس کے مقدر میں لکھا ہے، شیخ محمد بن عبدالوہاب، شیخ سنوسی اور دوسرے مجاہدین کا تذکرہ اسی طرح آنا چاہیے۔

ہر زمانے میں وقت کے فتنوں اور چیلنجوں کا مقابلہ کرنے والے پیدا ہوتے رہے

ایک دن بھی خالی نہیں رہا، ہر زمانے میں ایسے لوگ رہے، جو اس وقت کے فتنوں کا اور چیلنجوں کا مقابلہ کرسکیں۔ یہ ایک نبی ہی کہہ سکتا ہے کہ ایسے لوگ برابر رہیں گے،

ينفون عنه تحريف الغالين، وانتحال المبطلين وتأويل الجاهلين (۴)۔ یہ الہامی جملہ ہے، آپ پوری تاریخ کا مطالعہ کریں، جتنے فتنے اسلام میں تھے یا ہیں، وہ سب انھی تین قسم کی چیزوں محصور ہیں یا تو غلو کرنے والوں کی تحریف کا نتیجہ ہے، یا یہ کہ کچھ باطل پرستوں نے اپنی طرف سے دین کے نام سے کچھ چیزیں داخل کردیں، یا پھر جاہلوں اور ناواقفوں نے غلط مطلب بتا کر اور تاویلات کرکے لوگوں کو گمراہ کیا۔

اللہ کا فضل اور والدہ کی دعائیں

فرمایا: یہ سب جو تم دیکھ رہے ہو، والدہ کی دعائیں ہیں، کوئی چیز نہیں جو ہمارے لیے نہ مانگی ہو، پھر ان کے اس سلسلے میں چند اشعار پڑھے۔

علی ٹھنڈک ہو آنکھوں کی　　علی راحت ہو سینوں کی (۵)

والد کا خلوص وللّٰہیت، ماں کی دعائیں، بھائی کی تربیت اور سب سے بڑھ کر ارادۂ الٰہی، ورنہ کوئی سوچ سکتا تھا کہ ایک تکیہ کا رہنے والا عربوں کو ان کی زبان میں خطاب کرے اور متاثر کرے!

حضرت کو حاصل ہوئے دو سب سے بڑے اعزازات

فرمایا: سب سے بڑا اعزاز جو ہم کو زندگی میں حاصل ہوا ہے، دو ہیں: ایک یہ کہ جمعہ کے دن حرم شریف میں داخل ہوئے تو خطبہ میں ہماری عبارت پڑھی جارہی تھی، شیخ عبداللہ خیاط (۶) اس وقت امام تھے، ایک دعوت میں ان سے ملاقات ہوئی، ہم نے کہا: آج ہمیں زندگی کی سب سے بڑی خوشی اور مسرت حاصل ہوئی ہے کہ آپ حرم شریف میں ممبر پر ہماری کتاب کی عبارت سنا رہے تھے، کہنے لگے: ہم پہلے آپ کا نام لے کر بیان کرتے تھے، پھر ہمیں نام لینے سے منع کیا گیا۔

دوسرا موقع وہ ہے جب کعبہ کے کلید بردار شیبی ہمارے پاس آئے اور کنجی ہمارے حوالے کرتے ہوئے کہا: آپ جس کو چاہیں اندر لے جاسکتے ہیں، جلدی جلدی جو لوگ تعلق

والے موجود تھے ان کو ہم اندر لے گئے، بہت سے ہندوستانی جو اس وقت وہاں موجود نہیں تھے، ان میں تبلیغی جماعت کے احباب بھی تھے، اور ہم اسی سلسلے میں گئے ہوئے تھے، انھوں نے شکایت کی کہ اتنا زرّیں موقع ہاتھ آیا اور آپ نے ہمیں اطلاع نہیں دی، ہم نے شیخ صاحب سے کہا کہ پھر اس کا موقع مل سکتا ہے؟ وہ تیار ہوئے، پھر سب اندر گئے اور نمازیں پڑھیں اور دعائیں کیں، ہمارے حضرت بھی ساتھ تھے، یہ انھی کی کرامت تھی (۷)۔

دنیاوی اعزاز کی کوئی حیثیت نہیں

ورنہ صدر جمہوریہ، وزیر اعظم، یہ کوئی عزت ہے؟ آپ دیکھ رہے ہیں کہ کیسی بدنامی ان کے سر آرہی ہے، کس کس طرح بدنام ہو رہے ہیں، آج وہ گھپلہ، کل وہ اسکینڈل، آدھا پیٹ کھاتے اور شکر کرتے کہ اتنا بڑا منصب ملا ہے، یہی کوئی کم تھا، کوئی وزیر اعظم آج تک اتنا ذلیل نہیں ہوا (۸)، بعید نہیں کہ یہ بابری مسجد کو شہید کرنے کا نتیجہ ہو!!

زلزلہ اور فسادات میں مسلمانوں کے ساتھ اللہ کی مدد

مولانا شمس الحق صاحب نے کہا: لاتور (۹) میں جو زلزلہ آیا، اس میں زیادہ تر وہی لوگ ہلاک ہوئے، جنھوں نے رام مندر کے لیے اینٹیں بھیجیں تھیں، اس علاقے کے لوگوں نے اس میں زیادہ حصہ لیا تھا۔ پھر یہ کہ عموماً مسلمانوں کے ساتھ اس وقت اللہ کا خاص معاملہ رہا، غیبی مددیں رہیں، ایک گھر میں ایسا ہوا کہ سانپ آیا سانپ کو مارنے کے لیے گھر کے لوگ پیچھے دوڑے اور دوڑاتے ہوئے باہر لائے، ان کے گھر سے باہر آتے ہی گھر کی چھت بیٹھ گئی۔

اسی طرح یہ واقعہ بھی ہوا کہ ایک مسجد میں تبلیغی جماعت ٹھہرے ہوئی تھی، ان کو وہاں سے بھگایا گیا، ان کے باہر آتے ہی مسجد گر گئی۔

......نے یہ واقعہ سنایا کہ سورت میں جو پلیگ (طاعون) آیا تھا (۱۰)، اس کے بعد ہم وہاں گئے تھے، لوگوں نے بتایا کہ یوپی بہار وغیرہ کے مسلمان جو یہاں ملازمت پر تھے، فسادات میں ہندوؤں نے ان کو اکٹھے کر کے مارا تھا، جب پلیگ آیا تو یہ گھبرائے کہ

www.abulhasanalinadwi.org

کہیں اسی کا نتیجہ نہ ہو، چناں چہ ان مسلمانوں کی قبروں کے پاس آئے، ان سے استغاثہ کرتے اور رو رو کر معافی مانگتے!

اچھی توفیق کی دعائیں مانگو

فرمایا: دعا کرو کہ اللہ تم سے کوئی نمایاں کام لے، جو وقت کی ضرورت اور تقاضے کے مطابق ہو، نوافل کی خدا توفیق دے، اچھی توفیق کی دعائیں مانگو، خصوصاً جمعہ کے دن دعا کیا کرو!

حواشی مجلس (۳۹)

(۱) سورۂ لقمان، آیت: ۳۴، ترجمہ: کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کرے گا؟ اور کسی کو نہیں معلوم کہ اس کی موت کہاں آئے گی؟

(۲) سورۂ توبہ، آیت: ۱۲۲، ترجمہ یہ ہے: ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ نکلتے، تا کہ دین کی سمجھ پیدا کریں اور واپس جا کر اپنی قوم کے لوگوں کو باخبر کرتے، تا کہ وہ بھی احتیاط کریں۔

(۳) یہ سیمینار ۲۱-۲۳/ فروری ۱۹۸۲ء کی تاریخوں میں منعقد ہوا تھا۔

(۴) پوری حدیث اس طرح ہے: يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتأويل الجاهلين، یعنی ہر دور اور ہر نسل میں اس علم کے حامل وہ لوگ ہوں گے جو غلو کرنے والوں کی تحریف، باطل پرستوں کی طرف سے داخل کردہ چیزوں اور جاہلوں کی جھوٹی تاویلات سے دین کی حفاظت کریں گے۔

یہ اہل علم میں مشہور حدیث ہے، متعدد صحابہ حضرت ابو ہریرہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت اسامہ بن زید وغیرہ سے مروی ہے، رواه الطبراني في مسند الشاميين ١/ ٣٤٤ والأجري في كتاب الشريعة ص٦: رقم: ١و٢، والبيهقي في السنن الكبرىٰ ١٠/ ٢٠٩، والخطيب في الجامع، رقم: ١٣٤ وشرف أصحاب الحديث، رقم: ١٠و٤٧و٤٨ و ٥٠ و ٥١ وغيرهم، اگرچہ اس کے اکثر طرق ضعیف ہیں، مگر امام احمد نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے (دیکھیے: شرف أصحاب الحديث ص٦٧)

اسی طرح علائی نے بغیۃ الملتمس میں اس کے بعض طرق کو صحیح قرار دیا ہے، (دیکھیے مشکاۃ

www.abulhasanalinadwi.org

المصابیح تحقیق الألبانی، رقم:۴۸، نیز عہد حاضر کے بعض علمائے حدیث نے بھی اس کی تصحیح کی ہے، جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔

(۵) دیکھیے: کلیدِ بابِ رحمت، ص:۳۱، دعاؤں کے اشعار کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے، دیکھیے حواشی مجلس (۲) ص:۱۰۵

(۶) عبداللہ خیاط: حرم مکی کے امام وخطیب، کبار علماء میں سے تھے، نیز متعدد علمی اور انتظامی خدمات انجام دیں، کلیۃ الشریعہ مکہ مکرمہ کے عمید بھی رہے، متعدد کتابیں لکھیں، وفات:۱۹۹۵ء (تتمۃ الأعلام ۲/۱۰-۱۱، ونثر الجواہر ۲/۴/۱۸۷)

(۷) اس واقعے کا ذکر کاروانِ زندگی میں بھی کیا ہے دیکھیے حصہ اول، ص:۳۵۶، اور اس سے بڑا اعزاز ۸/شعبان ۱۴۱۷ھ (۱۸/دسمبر ۱۹۹۶ء) کو اس وقت حاصل ہوا جب خود حضرت نے اپنے دست مبارک سے کعبہ مشرفہ کا دروازہ کھولا، اس کا ذکر بھی کاروانِ زندگی میں آیا ہے (حصہ ششم ص ۳۴۸) یہ خبر اسی وقت بڑی اہمیت کے ساتھ ہندوستان کے بعض اردو، انگریزی اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔

(۸) اس وقت مختلف قسم کے گھپلوں میں وزیر اعظم نرسمہاراؤ سمیت متعدد وزراء ملوث تھے!

(۹) لاتور، مہاراشٹر کا ایک ضلع ہے، اس کے موضع کلاری میں ۲۹ اور ۳۰ ستمبر ۱۹۹۳ء کی درمیانی رات ایک زبردست زلزلہ آیا، جس سے وہ مکمل طریقے پر تباہ ہوگیا، ۵۲ بستیاں مکمل طور پر تباہ ہوگئیں محتاط اندازے میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۷۰۰۰ سے زیادہ ہے، اس زلزلے میں بابری مسجد کو شہید کرنے والوں کی ہلاکت کی خبریں اس وقت کے اردو اخبارات میں آئی تھیں، حضرت مولانا نے بھی کاروانِ زندگی میں اس کا تذکرہ کیا ہے (دیکھیے کاروانِ زندگی، پنجم، ص:۲۹۹)

(۱۰) سورت: گجرات کا بہت مشہور اور تاریخی ضلع ہے، جو مہاراشٹر کی سرحدوں سے قریب ہے، یہ طاعون ستمبر ۱۹۹۴ء میں آیا تھا، ہزاروں غیر مسلم اس میں ہلاک ہوئے، اور لاکھوں سورت چھوڑ کر بھاگ نکلے، مسلمان اللہ کے فضل سے عموماً محفوظ رہے۔ غیر مسلموں کے مسلمانوں کے قبرستان میں آکر معافی مانگنے کا ذکر کاروانِ زندگی میں بھی کیا ہے (دیکھیے: جلد ۶/ص:۳۸-۳۹)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۴۰)

۱۴۱۷/۷/۲۴ھ مطابق ۱۹۹۶/۱۱/۹ء

بزرگوں کی صحبت کا اثر

مولانا شمس الحق صاحب نے کہا: صحابہ کرام کے مقام کے بارے میں آتا ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا بزرگ کسی صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا، جس نے آپ ﷺ کی صحبت اٹھائی ہو، یہ آپ ﷺ کی صحبت کا اثر ہے تو بزرگوں کی صحبت کا اثر؟

فرمایا: بزرگوں کی صحبت کا بھی اثر بہت قوی ہوتا ہے، آپ ان کے سامنے ہوں یا بالمشافہ بات ہو تو اس کا اثر ہی الگ ہوتا ہے، اس کا بہت تجربہ ہوا، کتابوں سے یہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔ پوچھنے پر فرمایا کہ ہم رمضان گزارنے حضرت شیخ الحدیث کے پاس جاتے تھے، حضرت رائے پوری کے پاس اور نظام الدین کے مرکز میں مولانا یوسف صاحب کے پاس۔

مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی کے مجاہدے

مولانا شمس الحق صاحب نے کہا: آپ نے سوانح یوسفی (۱) کے مقدمے میں ان کے مجاہدے کے متعلق عجیب وغریب باتیں لکھی ہیں۔

فرمایا: واقعی ایسے ہی تھے، محیر العقول شخص تھے، اتنا مجاہدہ، پھر ہر روز تقریر بلا ناغہ بہت طویل تقریر، ایک نہیں کئی، اور تھکنے کا نام نہیں، ہم کمزور آدمی، ہم سے یہ مجاہدہ نہ ہوسکا، ہم نے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا: ہمیں چھوڑ کر کہاں جاؤ گے؟، ہم نے جانے کا ارادہ ترک کیا، ان سب حضرات کے مجاہدے، پھر ان کا تواضع سب حضرات میں مشترک بات تھی، اپنے محسنوں کا اعتراف، ان کے بچوں کا بھی احترام، ان پر تنقید کرنا کیا اس کو سننا بھی گورا نہیں، پھر سید احمد الحسنی کا واقعہ سنایا، نظام الدین والا، جو گزر چکا ہے (۲)۔

www.abulhasanalinadwi.org

سید صاحب کی نسبت کا احترام

اسی طرح ہمارے پھوپھا مولانا سید طلحہ صاحب جو ٹونک سے اپنے اعزہ سے ملنے کے لیے آئے، تو ہم نے کہا: مولانا الیاس صاحب سے ضرور مل لینا چاہیے، راضی ہوئے، ہم نظام الدین لے گئے، حضرت سے ملایا، ان کا تعارف کیا کہ حضرت سید صاحب کے حقیقی بھانجے کے پڑپوتے ہیں تو حضرت بہت مسرور ہوئے اور بہت خصوصی معاملہ کیا، جب کھانے پر بیٹھے تو حضرت اپنے ہاتھ سے لقمے بنا بنا کر ان کو دیتے تھے۔

بزرگوں پر تنقید ہمارا شیوہ نہیں

حضرت رائے پوریؒ کا ایک واقعہ سنایا کہ حضرت لائل پور میں مقیم تھے، ہم بھی وہیں تھے، کھانے کا وقت تھا، جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب آئے، حضرت جس طرح سب سے ملتے تھے، ان سے ملے، دسترخوان پر تشریف رکھنے کے لیے فرمایا، انھوں نے موقع نکال کر پوچھ دیا کہ یہ بتایئے کہ سید صاحب کی تحریک کیوں ناکام ہوئی؟ اس کے کیا اسباب تھے؟ حضرت جلال میں آئے، فرمایا: اجی! بیٹھیے، ہم بزرگوں پر تنقید کرنے کے لیے اور ان کی خامیاں نکالنے کے لیے نہیں پیدا ہوئے!

سید صاحب کی تاثیر

پھر حضرت مولانا نے حضرت سید صاحب کی تاثیر کے متعلق باتیں شروع کیں، وہ واقعہ سنایا جو پہلے گزر چکا ہے کہ سید صاحب سے مولانا اسماعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحیؒ نے جو فرمائش کی تھی کہ صحابہ کرام کی طرح نماز پڑھنے کا جی چاہتا ہے......(۳)۔

سید صاحب کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ کوئی بیعت کرے، ہاتھ میں ہاتھ دے، اسی وقت شرک وبدعت اور رفض سے نفرت ہوگئی۔

مولانا کرامت علی جونپوری کا دعوتی کارنامہ

مولانا کرامت علی جونپوری (۴) جو جہاد میں شریک نہیں ہو سکے، حضرت سید

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب نے ان کو مشرقی بنگال میں تبلیغ کے لیے بھیجا تھا، ان کے بارے میں ہمیں قطعی طور پر معلوم ہے، ان کے ہاتھ پر ایک کروڑ آدمی مسلمان ہوئے (۵)، پورا بنگلہ دیش ان کے ذریعہ راہِ راست پر آیا۔

اختلاف کے ساتھ احترام

سوال کے جواب میں فرمایا: حضرت تھانوی اور حضرت مدنی کے مابین سیاسی معاملے میں شدید اختلاف تھا، دونوں کا نقطۂ نظر بالکل مختلف تھا، مگر ایک دوسرے کا پورا احترام کرتے تھے، اور پوری تواضع سے ملتے تھے۔

دارالعلوم دیو بند اور مولانا مدنی سے حضرت اور ان کے خاندان کا تعلق

فرمایا: ہمارے خاندان میں ایک بات یہ بھی تھی کہ ندوہ اور دیو بند کا اختلاف نہ رہے، چنانچہ والد صاحب نے بھائی کو ندوے میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد حضرت شیخ الہند (۶) اور علامہ کشمیری (۷) سے حدیث کا درس لینے کے لیے دیو بند بھیجا۔ بھائی صاحب نے پھر ہمیں دیو بند بھیجا، چار مہینے وہاں ہمارا قیام رہا، حضرت مدنی سے بھائی صاحب کے تعلقات تھے، اس بنا پر ہم کو بہت قریب رکھتے تھے، اپنے ساتھ ہی کھانا کھانے کے لیے کہتے، ہمیں مستقل یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوئی تو اصرار کیا کہ کم از کم چائے ہمارے ساتھ ضرور ہو، حضرت مدنی کے درس میں ہم پابندی سے شریک رہتے، اس دوران حضرت مولانا قاری نصیر الدین صاحب سے کچھ تجوید کی بھی مشق کی۔

مولانا شبیر احمد عثمانی کے تفسیری حواشی کی عظمت اور اس کے بارے میں حضرت کی رائے

مولانا شبیر احمد عثمانی (۸) کے حواشی سے ہم نے استفادہ کیا تھا، ایک دفعہ ہم نے ان سے کہا کہ آپ کی تفسیر کی قدر وہ جانے گا جس کی نظر کتب تفسیر پر ہو۔ مولانا نے کہا: کل

چاہئے ہمارے ساتھ پینا، گویا یہ بات ان کو پسند آئی، بات بھی کچھ ایسی ہے، اختصار کے ساتھ تمام ضروری مباحث اس میں آگئے ہیں۔ایک راز کی بات بتاتے ہیں، ہر مصنف ہر تعریف سے خوش نہیں ہوتا، اسی تعریف سے خوش ہوتا ہے، جو بالکل مطابقِ حال ہو اور اس کے دل کو لگے۔

شاہ عبدالقادرؒ کی خصوصیات اور ان کے ترجمۂ قرآنی کا امتیاز

فرمایا: اسی طرح اردو میں شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمے کی مثال نہیں، قرآنی روح منتقل کرنے کی کوشش کی ہے، پھر چند مثالیں دیں، زیادہ تر پیچھے گزر چکی ہیں۔شاہ ولی اللہ کی اولاد میں ان کو کئی خصوصیات حاصل ہیں، قوتِ نسبت میں بہت بڑھے ہوئے تھے، حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی ان کی قوتِ نسبت کے بہت قائل تھے۔

حواشی مجلس (۴۰)

(۱) یعنی سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی، مصنفہ مولانا محمد ثانی حسنی، ناشر: مکتبۂ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ

(۲) دیکھیے مجلس (۱۵) ص:۱۸۰

(۳) دیکھیے مجلس (۳۶) ص:۳۰۲

(۴) مولانا کرامت علی صدیقی جونپوری: حضرت سید احمد شہیدؒ کے کبار خلفاء میں تھے، اٹھارہ سال کی عمر میں سید صاحب نے ان کو خلافت سے سرفراز فرمایا تھا، اولاً اپنے وطن میں تبلیغ وہدایت اور مخالفتیں جھیل کر اصلاح رسوم کا کام کیا، پھر سید صاحب کے حکم سے عازمِ بنگال ہوئے، بنگال بالخصوص مشرقی بنگال ہندوانہ رسوم وعادات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا، اصلاحِ حال میں ہزاروں دقتیں اور مشکلیں حائل تھیں، سب کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے مسلسل اکاون سال تک بنگال وآسام میں تبلیغ دین، اعلائے کلمۃ اللہ، رد شرک وبدعت واشاعت سنت میں مصروف رہے، اور انقلاب عظیم برپا کیا، کثیر التصانیف بھی تھے، تقریباً چالیس کتابیں لکھیں، وفات: ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء، رنگ پور (مشرقی بنگال موجودہ بنگلہ دیش) (تذکرہ علمائے ہند، ص:۳۴۱-۳۴۲، (اردو ترجمہ جدید ایڈیشن) نزہۃ الخواطر ۷/۴۳۲، کاروانِ ایمان وعزیمت، ص:۱۱۱-۱۱۸، جماعت مجاہدین، ص:۲۹۳، سیرت مولانا کرامت علی جونپوری از مولانا

عبدالباطن جونپوری وتذکرہ مولانا کرامت علی جونپوری ازمولانا مجیب اللہ ندوی)

(۵) دیکھیے تذکرہ حضرت مولانا کرامت علی جونپوری، ص:۴۷، حضرت مولانا کاروانِ زندگی میں ایک جگہ لکھتے ہیں: میرے کانوں نے نواب بہادر یار جنگ کوایک تقریر میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''میری معلومات یہ ہیں کہ جن لوگوں کو مولانا کرامت علی جونپوری کے ذریعے مشرقی بنگال میں ہدایت نصیب ہوئی یاان کی اصلاح ہوئی، ان کی تعداد دو کروڑ تک پہنچتی ہے۔'' (کاروانِ زندگی حصہ سوم، ص۵۴)

(۶) یعنی حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی۔

(۷) یعنی علامہ انور شاہ کشمیری۔

(۸) مولانا شبیر احمد عثمانی: مشہور اور متبحر عالم، تفسیر وحدیث میں ان کو بڑا عبور تھا۔ علماے دیوبند میں اردو طرزِ تحریر میں، ان کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ فضائل علمی کے ساتھ ملکی سیاست اور تحریک آزادی میں بھی حصہ لیا۔ آخر میں تحریک پاکستان کے سرگرم قائد بن گئے۔ آپ جمعیۃ علماء اسلام کے پہلے صدر تھے۔ تصنیفات میں تفسیری حواشی کے علاوہ "فتح الملهم شرح صحیح مسلم" سب سے معرکۃ الآرا کتاب ہے، جس کا تکملہ مولانا محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے۔ وفات: ۱۳ر دسمبر ۱۹۴۹ء، کراچی (تفصیل کے لیے دیکھیے حیات عثمانی از محمد انوارالحسن شیرکوٹی)

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۴۱)

۲۵/۶/۱۴۱۷ھ مطابق ۱۰/۱۱/۱۹۹۶ء

بزرگوں سے استفادے کے شرائط

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا: حضرت بزرگوں سے استفادے کا کیا طریقہ ہے؟ حضرت نے اس کے جواب میں اپنی پوری زندگی کے تجربات کی روشنی میں مختصر لفظوں میں ایسی بات فرمائی، جس میں پورا خلاصہ آ گیا ہے۔ فرمایا: ادب، سکوت، انتظار، حسن استماع، ذہن کو خالی رکھنا، شبہات واعتراضات سے ذہن کو پاک رکھنا، تنقید نہ کرنا، خاموش رہ کر یہ سمجھنا کہ اللہ ان سے کام کی بات نکالے گا۔

حضرت رائے پوری کی مجلس کا طرز

مولانا نذر الحفیظ نے پوچھا: حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری کی مجلس کا کیا طرز ہوتا تھا؟

فرمایا: خاموش متوجہ الی اللہ رہتے تھے، کوئی کچھ پوچھے تو جواب دیتے، ورنہ اللہ کی طرف توجہ رہتی، جس کا اثر پڑتا تھا۔

حضرت رائے پوری کی تواضع اور بے نفسی

حضرت اخلاص کے اور تواضع کے آخری درجے پر پہنچے ہوئے تھے، پھر راولپنڈی کی ایک مجلس کا ذکر کیا، فرمایا: حضرت جب وہاں قیام فرماتے، شہر کے لوگ ملنے آتے تھے، تعلیم یافتہ حضرات بھی آتے اور مجلس لگتی تھی۔ ایک دفعہ مجلس میں کسی صاحب نے پوچھا: حضرت! صبر کی حقیقت کیا ہے؟ حضرت نے ہماری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ علی میاں سے پوچھو، ہم نے کہا: ہم عربی کے طالب علم ہیں، صرف اس کے لفظی معنی جانتے ہیں، صبر کے معنی: حبسِ نفس کے آتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا ہم یہ بھی نہیں جانتے، حضرت مولانا

www.abulhasanalinadwi.org

نے اس پر فرمایا: یہ آخری حد ہے، اس کا بھی بالکل خیال نہیں فرمایا کہ ان لوگوں پر کیا اثر پڑے گا، جو بڑی امیدیں لے کر آئے ہیں، وہ کیا سمجھیں گے، کیا کہیں گے، پھر لوگوں کا آنا بند ہو جائے گا، بالکل نہیں، اس طرف ذہن ہی نہیں، یہ اخلاص کی آخری حد ہے!

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا: آپ نے سیرت نبویہ میں ایک داعی اور سیاسی لیڈر کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے جو لکھا ہے.......

نبی اور سیاسی لیڈر کا فرق صاحبزادۂ رسول حضرت ابراہیمؓ کے حادثۂ وفات کی روشنی میں

فرمایا: ہاں اچھا یاد دلایا، یہ سب اللہ کا فضل ہے، ایک لطیفہ پیش آیا: ہم طواف کر رہے تھے کہ ایک نجدی شخص نے ہمارا ہاتھ پکڑا اور کہا: آپ نے سیرت نبویہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے انتقال کے موقع پر بڑی اچھی بات لکھی ہے، ہم نے پوچھا: آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ انھوں نے کہا: یہ کتاب کالج میں داخل ہے، ہم اس کو پڑھاتے ہیں، پھر حضرت مولانا نے اس بات کو تفصیل سے بیان کیا کہ آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہوا تو اسی دن سورج میں گہن لگ گیا، لوگ کہنے لگے: سورج میں کیوں گہن نہ لگے، جب کہ آخری نبی کے آخری صاحبزادے کا انتقال ہوا ہے! آپ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے فوراً اعلان کروادیا: الصلاة جامعة (۱)، کسی اہم موقع پر لوگوں کو جمع کرنے کے لیے یہ اعلان کیا جاتا، پھر آپ نے خطبہ دیا: إن الشمس والقمر آيتان من آيات الله لا ينكسفان لموت أحد ولا لحياته ، فإذا رأيتموهما فافزعوا إلى الصلاة وتصدقوا(۲) أو كما قال ...(۳)

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک نبی اور سیاسی لیڈر میں کیا فرق ہے، اگر اس موقع پر کوئی سیاسی لیڈر ہوتا تو اس موقع کو غنیمت سمجھتا، کم از کم اس کی تردید نہ کرتا، ہم نے کہلوایا تھوڑی ہے؟ یہ لوگ خود کہہ رہے ہیں، کہنے دو، ہمارا ہی فائدہ ہے، بلکہ نبی کے علاوہ کوئی داعی بھی ہوتا تو اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا، ہماری دعوت کا فائدہ ہے، لوگ

www.abulhasanalinadwi.org

ہماری بات ماننے لگیں گے، مگر ایک مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی سب سے مستغنی ہو جاتا ہے، اس کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی، یہ نبی ہی کی شان ہے، آپ نے فوراً اس غلط فہمی کو بڑے جوش سے اور زور وشور سے دور کیا، اس میں آپ یہ بھی خطرہ محسوس کرتے تھے کہ اگر اس بات کو تسلیم کیا جائے کہ نبی کے لڑکے کے انتقال پر جب سورج گرہن ہونے کا تصور قائم کیا ہے تو لوگ کیا سوچیں گے کہ پھر نبی کے انتقال کے بعد کیا ہوگا، قیامت ہی نہ آجائے، اور اگر ہمارے انتقال کے وقت کچھ نہ ہو تو لوگ دین سے پھر جائیں گے اور نبوت میں شک کرنے لگیں گے، یہ ایک نبی ہی کر سکتا تھا(۴)۔

سیرتِ نبوی کی بہت سی باتوں پر غور کرنا باقی ہے

فرمایا: سیرت میں اب بھی بہت سی باتیں ہیں جن پر لوگ غور نہیں کرتے، سرسری گزر جاتے ہیں، قرآن کے بعد سب سے زیادہ تاثیر اگر کسی میں ہے تو وہ سیرت ہے، ''خطباتِ مدراس'' اس میں ممتاز ہے، پھر سیرت النبی علامہ شبلی اور سید صاحب کی، ہم ایک لطیفہ سناتے ہیں، پھر علامہ شبلی کے مرقد پر کتبہ نصب کرنے کا لطیفہ سنایا، جو پہلے گزر چکا ہے(۵)۔

تحقیق کے نتیجے میں اختلاف اور انکار کے درمیان فرق

مولانا شمس الحق صاحب نے کہا: ایک رسالہ چھپا ہے: علامہ شبلی اور ان کے افکار حدیث کے موضوع پر لکھا ہوا ہے۔

حضرت نے افسوس ظاہر کرتے ہوئے فرمایا: یہ سب تعصّبانہ باتیں ہیں، کوئی تحقیق سے کسی حدیث کو قابل استدلال نہ سمجھے تو یہ اس کی محنت وکاوش کا نتیجہ ہے، حدیث سے استخفاف نہیں، آج کل اس قسم کے رسائل پر رسائل نکلتے ہیں جن کا کوئی حاصل نہیں!

شاہ ولی اللہ اور ان کے عربی اسلوب کا امتیاز

مولانا شمس الحق صاحب نے کہا: اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ شاہ ولی اللہ صاحب کا ایک رسالہ ہے۔ فرمایا: ہاں بڑا کام کا رسالہ ہے(۶)، اس میں نکتے کی بہت سی

www.abulhasanalinadwi.org

بنیادی باتیں ہیں، شاہ ولی اللہ صاحب بہت بڑے آدمی تھے، عالم عربی میں بھی ان کی کوئی مثال نہیں، پھر ان کا بے نظیر اسلوب، حریری کے بعد پورے عالم اسلام پر اس کا جادو چل گیا تھا، ہماری نظر میں صرف دو شخصیات اس سے مستثنیٰ ہیں: ایک شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں، دوسرے ابن خلدون اپنے مقدمے میں، ورنہ عام بول چال میں بھی سجع وقافیہ کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔

رعایتِ سجع وقافیہ کے سلسلے میں ایک دلچسپ لطیفہ

ایک دلچسپ لطیفہ ہے: ایران میں قُم کے نام سے ایک جگہ ہے، وہاں کے قاضی کو حاکم نے کسی وجہ سے معزول کیا اور یہ لکھ بھیجا: أیها القاضی بقُم ، قد عزلناك فقُم

قاضی صاحب نے فوراً کہا: واللّٰہ ما عزلتنی إلا هذه القافیة۔

حواشی مجلس (۴۱)

(۱) دیکھیے: صحیح البخاری کتاب الکسوف، باب النداء بالصلاۃ جامعة فی الکسوف، رقم:۱۰٤٥ وباب طول السجود فی الکسوف، رقم ۱۰٥۱ وصحیح مسلم کتاب الکسوف، باب صلاۃ الکسوف، رقم:(۹۰۱)

(۲) یعنی سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، کسی کی موت یا زندگی سے ان کو گہن نہیں لگتا، جب تم اس کو دیکھو تو نماز کی طرف لپکو، اور صدقہ دو، اور بعض روایتوں میں ہے دعا کرو، استغفار کرو۔

(۳) یہ حدیث بہت مشہور ہے، حدیث کی اکثر کتابوں میں موجود ہے، مختلف الفاظ میں اس کی روایت کی گئی، دیکھیے صحیح بخاری کتاب الکسوف اور صحیح مسلم کتاب الکسوف۔

(۴) دیکھیے السیرة النبویة، ص:۵۵۵، یا نبی رحمت، ص:۵۷۱

(۵) دیکھیے مجلس (۲۷) ص:۲۶۴

(۶) یہ شاہ ولی اللہ کا ایک عربی رسالہ ہے: الإنصاف فی بیان أسباب الاختلاف، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی تحقیق سے شائع ہوا ہے، اردو ترجمہ مذکورہ نام سے مولانا صدرالدین اصلاحی کے قلم سے مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی نے شائع کیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۴۲)

۲۶/۶/۱۴۱۷ھ مطابق ۱۱/۱۱/۱۹۹۶ء

قصص وحکایات کی اہمیت اوران کا فائدہ

بچپن میں حضرت کو کس قسم کے مطالعے کا ذوق تھا؟

جواب میں فرمایا: تاریخ، تذکرہ، قصص وحکایات روایتی انداز ہو، ٹھوس علمی باتیں نہ ہو، پھر فرمایا: لوگوں کی زندگی بنانے میں قصص کی بڑی اہمیت ہے، اسی لیے قرآن میں بھی کثرت سے قصص کا بیان ہے اور بار بار اس کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے: ''لقد كان في قصصهم عبرة لأولي الألباب" (۱)، فاقصص القصص لعلهم يتفكرون (۲)، نحن نقص عليك أحسن القصص (۳)۔

اس کا آپ کو کیا فائدہ ہوا؟

فرمایا: تقلید کا جذبہ پیدا ہوا۔

فرمایا: ہم نے بھی پہلے پہل جو چیزیں لکھیں، اسی قسم کی تھیں۔ القراءۃ الراشدۃ کا سلسلہ، قصص النبیین، پھر اس کے لکھنے کی وجہ اور اسباب بیان کیے، جو کاروانِ زندگی میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

حضرت کی کتاب ''مختارات'' کی اہمیت عرب ادباء کی نظر میں

فرمایا: پھر ہم نے مختارات لکھی جو بہت پسند کی گئی، علی طنطاوی صاحب نے ایک واقعہ سنایا، اگر خود ان سے نہ سنا ہوتا تو ہم یقین نہیں کرتے کہ ایک مرتبہ دمشق میں (غالبًا) المجمع العلمی کو ثانوی درجات کے نصاب میں داخل کرنے کے لیے عربی ادب کے نمونوں اور انتخاب پر مشتمل ایک کتاب کی ضرورت تھی، میٹنگ ہوئی، طے ہوا کہ کل سب لوگ مکتبوں اور کتب خانوں میں ڈھونڈ کر کوئی کتاب اس کے لیے منتخب کر کے لائیں، اس پر مجلس

www.abulhasanalinadwi.org

برخاست ہوئی، دوسرے دن جب آئے تو سب کے ہاتھ مختارات تھی (مختارات کا ایک ایڈیشن دمشق سے شائع ہوا تھا) ہم خود نہ سنتے تو ہمیں یقین نہیں آتا (۴)، پھر افسوس کرتے ہوئے فرمایا: مگر ہمارے اہلِ مدارس کی سمجھ میں اب تک نہیں آیا۔

برصغیر میں عربی زبان پر توجہ نہ کرنے کی وجہ

سوال کیا گیا کہ حضرت اس کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا: اس لیے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ عربی دعوت اور تقریر کی زبان نہیں، صرف دعا کی زبان ہے، وہ سوچتے بھی نہیں تھے کہ عربی میں کبھی تقریر کرنے کا یا دعوت دینے کا موقع ملے گا، اس زمانے میں عرب ممالک میں جانے کا رواج بھی بہت کم تھا۔

انگریزی زبان سیکھنے کی ضرورت مولانا مونگیریؒ کی نظر میں

مولانا شمس الحق صاحب نے پوچھا: یہ تو عربی کی بات ہے لیکن انگریزی سے کیوں تعلق پیدا نہیں ہوا، جب کہ وہ ہندوستان میں تھی، اس کا عروج تھا؟

فرمایا: اس لیے کہ ان سے واسطہ کم پڑتا تھا، یہی وجہ ہے کہ مولانا مونگیریؒ نے پادریوں سے مناظرے کیے اور ان انگریزوں سے ان کو زیادہ واسطہ پڑنے لگا تو ان کو خیال پیدا ہوا کہ انگریزی پڑھنی چاہیے، ان کو ان کی زبان میں بذات خود بطریق احسن بات پہنچا سکتے ہیں۔

ندوے کا انھوں نے جو تخیل پیش کیا، اس میں ان کی اس چیز کو بھی بڑا دخل ہے۔

مستشرقین سے واقفیت، علامہ شبلی کی تحریکِ ندوہ میں شمولیت کی وجہ

پھر علامہ شبلی جنھوں نے علی گڑھ میں انگریز اساتذہ (۵) سے استفادہ کیا، مستشرقین کی تحریروں سے واقف ہو گئے اور جدید نسل پر اس کے جو اثرات مرتب ہو سکتے ہیں، اس کا ادراک کیا تو وہ بھی اس تحریک سے جڑ گئے (۶)۔

www.abulhasanalinadwi.org

اللہ کے بھروسے پر کام شروع کرنے سے اللہ کی مدد ہوتی ہے

پھر اخیر میں فرمایا: آدمی جس کام کا ارادہ کرے اللہ کے بھروسے پر اس میں لگ جائے، اللہ کی طرف سے مدد ہوتی ہے(۷)۔

حواشی مجلس (۴۲)

(۱) سورۂ یوسف: ۱۱۱، یعنی ان کے قصوں میں عقلمندوں کے لیے عبرت ونصیحت ہے۔

(۲) سورۂ اعراف، آیت: ۱۷۶، یعنی قصہ بیان کیجیے، تاکہ یہ لوگ غور کریں۔

(۳) سورۂ یوسف، آیت: ۳، یعنی ہم بہترین پیرایے میں واقعات آپ سے بیان کرتے ہیں۔

(۴) خود علی طنطاوی نے حضرت مولانا کی کتاب "المسلمون فی الهند" کے مقدمے میں بھی اس واقعے کا ذکر کیا ہے، اب مختارات کے آغاز میں اس کے تعارف کے طور اس کو شامل کیا گیا ہے۔

(۵) علامہ شبلی نے علی گڑھ کے زمانۂ قیام میں مشہور انگریز عالم پروفیسر آرنلڈ سے استفادہ کیا تھا، جو وہاں پروفیسر تھا، اس نے بھی مولانا سے استفادہ کیا تھا، اور دونوں کے درمیان اچھے تعلقات تھے، آرنلڈ کے ذریعے مولانا شبلی کو جدید اعتراضات سے واقفیت کا موقع ملا۔ (دیکھیے حیات شبلی: ۱۳۹-۱۴۰)

(۶) یہ سب الفاظ میرے ہیں، اسی قسم کا مضمون ارشاد فرمایا تھا۔

(۷) یہ الفاظ بھی میرے ہیں، غالباً یہی بات ارشاد فرمائی تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۴۳)

۲۷/۶/۱۴۱۷ھ مطابق ۱۲/۱۱/۱۹۹۶ء

تقریر حمد وثنا سے شروع کرنی چاہیے

فرمایا کہ علامہ سید سلیمان ندوی اور بھائی صاحب کا برادرانہ تعلق ۲۲ سال کا تھا، سید صاحب ایک دفعہ آئے، ہماری طالب علمی کا زمانہ تھا، یہاں الناد ی کا جلسہ تھا، ہماری تقریر تھی، ہم نے أیھا السادۃ کہہ کر تقریر شروع کی، سید صاحب نے کہا کہ کل أمر ذی بال لا یبدأ بحمد اللہ فھو أقطع (۱)، یعنی حمد وثنا سے شروع کرنا چاہیے، ہم تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر تقریر شروع کی، سید صاحب نے پھر ٹوکا، ہم نے کہا: دل میں پڑھ لیا، سید صاحب مسکرائے اور کہنے لگے: کذا قال الشارح، کذا قال الشارح (۲)۔

یونانی فلسفہ اہل یونان کی میتھالوجی ہے

ایک دفعہ ہم سے کہا: ہمارا جی چاہتا ہے کہ آپ کو کوئی فلسفہ کی کتاب پڑھائیں، ہم نے کہا: بہت اچھا، ہم اور مفتی سعید صاحب (۳) جو یہاں استاد تھے مفتی ظہور (۴) صاحب کے بہنوئی، ہم دونوں شریک ہوئے، سید صاحب نے ہدایۃ الحکمۃ یا ہدیہ سعیدیہ (۵) پڑھائی، اس میں بعض ایسی کام کی چیزیں بتائیں جو کسی کتاب میں نہیں ملے گی، مثلاً یہ کہ فرمایا: یہ فلسفہ اہل یونان کی میتھالوجی ہے جس کو ہمارے علماء نے علم سمجھ کر نصاب میں داخل کیا، یہ ایسے پتے کی اور نکتے کی بات ہے، وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کی فلسفۂ یونان کی تاریخ پر پوری گہری نظر ہو اور پوری بصیرت حاصل ہو، اس بات نے ہمیں آگے چل کر بہت کام دیا۔

علامہ سید سلیمان ندوی کی پختہ عربیت

اخیر میں ہم سے بہت تعلق ہو گیا تھا، ان کو کرنال کا سفر کرنا تھا تو ہمیں ساتھ بلایا، پھر اس سفر کی کچھ تفصیل سنائی جو پرانے چراغ میں مفصل مذکور ہے۔ ایک دفعہ ہم سے

www.abulhasanalinadwi.org

پوچھنے لگے کہ طلبہ ہمارے پاس کیوں نہیں آتے؟ ہم نے کہا: آپ امتحان بہت لیتے ہیں (سید صاحب امتحان بہت لیتے تھے خصوصاً صرف نحو کا، عربیت ان کی بڑی پختہ تھی) ان سے کہیے کہ آجایا کریں، ہم امتحان نہیں لیں گے، ہم نے طلبہ سے کہا: آپ کے یہاں امامِ عصر آیا ہے، خود وہ آپ کے درمیان موجود ہے اور آپ ان سے استفادہ نہ کریں، کتنی بڑی محرومی کی بات ہے، ان کی مجلس میں جایا کیجیے، خیر طلبہ آئے، مگر سید صاحب بھول گئے، پھر امتحان لینے لگے(٦)۔

علامہ سید سلیمان ندوی کا پختہ علمی مزاج و مذاق

فرمایا: سید صاحب کو مطالعے کا اتنا ذوق تھا کہ بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ ٹھوس علمی کام کرنا، اس کے لیے محنت کرنا، گویا صحیح معنی میں فنا فی العلم تھے، کرنال ہی کے سفر میں جب دہلی پہنچے تو پہنچتے ہی مولوی عبداللطیف صاحب (٧) سے کہا جو یہاں کے پڑھے ہوئے تھے، اور وہاں (غالباً) جامعہ ملیہ کے کتب خانے کے ذمہ دار تھے، ان سے کہا کہ قنوج کی تاریخ پر انگریزی میں فلاں جو کتاب ہے ذرا لانا، ان کو حیاتِ شبلی میں اس کی ضرورت تھی، اس زمانے میں وہ حیاتِ شبلی لکھ رہے تھے۔

یہاں آتے، تانگہ پر آتے تھے، اس زمانے میں یہاں گاڑیاں کہاں تھیں، تو اترتے ہی سب سے پہلے جو طالب علم ملتا، اس سے کہتے: مولوی شبلی (٨) سے فلاں کتاب کو کہنا اور دوسرے طالب علم سے کہتے کہ فلاں صاحب کو اطلاع کرنا کہ فلاں کتاب لائیں۔

یہاں عصر کے بعد ان کی مجلس لگتی تھی، تب بھی علمی باتیں ہی ہوتیں، جو جس موضوع کا ہوتا اس سے اس سلسلے میں گفتگو کرتے، مولانا حیدر حسن صاحب سے حدیث اور مولانا شبلی فقیہ سے فقہ....

عربی بولنے کے سلسلے میں مولانا مسعود علی کا لطیفہ

علامہ تقی الدین ہلالی کا ذکر آیا۔ فرمایا: ایک لطیفہ پیش آیا، انھوں نے میرٹھ کا سفر

www.abulhasanalinadwi.org

کیا، اعظم گڑھ بھی گئے، ہم سب ان سے عربی میں بات کرتے تھے، مولانا مسعود علی صاحب کچھ نہیں بولتے تھے، خاموش کھڑے تھے، کسی نے کہا: آپ بھی تو ندوے کے فاضل ہیں، بولیے، کہنے لگے: بولنے میں اتنی مشقت جھیلنی پڑے گی کہ تب تک ہم دو رکعت نفل پڑھ سکتے ہیں (۹)۔

حضرت مولانا کے زمانہ تدریس کی طعام فیس اور موجودہ فیس سے تقابل اور استعجاب

فرمایا: مولانا مسعود علی صاحب نے ہی ہمارا، مولانا مسعود عالم اور مولانا ناظم صاحب کا ندوے میں تقرر کیا تھا، چالیس روپے تنخواہ تھی، سات روپے طعام فیس۔ مولانا نذر الحفیظ صاحب نے پوچھا کہ کھانا کس طرح کا ملتا تھا؟ کہا: روٹی، چاول، دال اور بکرے کا گوشت اور کبھی سبزی بھی ہوتی تھی۔ اب کیا فیس ہے؟ کہا گیا کہ دو سو بائیس روپے اور کھانے کی نوعیت بھی بیان کی گئی تو انتہائی حیرت وتعجب کے ساتھ زور سے کہا: اللہ اکبر! یہ کھانا اور یہ فیس!! مولوی زبیر صاحب ندوی (استاد جامعہ ملیہ) بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے کہا: پھر بھی یہ بہت کم ہے، کالجوں اور یونی ورسٹیوں میں پانچ پانچ سو ہوتی ہے اور وہ بھی No lost، حضرت نے انتہائی تعجب کا اظہار کیا، آج کی گرانی کا یہ عالم ہے، تو ہم کو آزادی کا کیا فائدہ حاصل ہوا؟

ہم پندرہ سولہ سال کی عمر میں یہاں سے لاہور گئے تو تیرہ روپے کرایہ تھا، اب یہاں سے رائے بریلی کا کرایہ تیس روپے، بتایئے کوئی حد ہے!!

حواشی مجلس (۴۳)

(۱) یعنی کوئی بھی اہم کام حمد وثنا کے بغیر شروع کیا جائے، وہ ناقص ہے، یہ مشہور حدیث ہے، بعض روایتوں میں الحمد للہ کے بجائے بسم اللہ آیا ہے، دیکھیے مسند احمد ۲/ ۳۵۹، ابوداؤد کتاب الادب، باب الهدي في الكلام، رقم: ۴۸۴۰، ابن ماجہ کتاب النکاح، باب خطبة النكاح، رقم: ۱۸۹۴ و صحیح ابن حبان، رقم: ۱و۲، والسنن الکبری للبیہقی ۳/ ۲۰۸-۲۰۹، حدیث کی سند میں اگرچہ کلام کیا گیا ہے، مگر ابن

صلاح، نووی وغیرہ نے اس کو حسن قرار دیا ہے، دیکھیے صحیح ابن حبان، تحقیق شعیب الارناووط، ۱/۴۷۱۔
(۲) دیکھیے پرانے چراغ، حصہ اول، ص:۲۱
(۳) مفتی محمد سعید ندوی: دارالعلوم ندوۃ العلماء میں مدرس اور مفتی تھے، والد مولانا ابوالبقاء صاحب ندوی (سابق ناظم جامعۃ الفلاح، بلیریا گنج اعظم گڑھ وحال ناظر شعبۂ تعمیر وترقی ندوۃ العلماء) وفات: ۱۸/ جنوری ۱۹۵۵ء (بشکریہ مولانا ابوالبقاء صاحب ندوی)
(۴) مولانا مفتی محمد ظہور ندوی: حال مفتی ونائب ناظم ندوۃ العلماء، ساٹھ سال سے زائد عرصے سے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں خدمت انجام دے رہے ہیں، نہایت سادہ مزاج، مگر اپنے فن کے بڑے ماہر ہیں، اللہ صحت وعافیت عطا فرمائے۔
(۵) ہدایۃ الحکمۃ اور ہدیہ سعیدیہ. فلسفے کی دو مشہور درسی کتابیں ہیں، اول الذکر کے مصنف اثیر الدین ابہری (متوفی: ۶۶۱ھ) ہیں، اور موخر الذکر مولانا فضل حق خیر آبادی (متوفی: ۱۲۷۸ھ) کی تصنیف کردہ ہے۔
(۶) دیکھیے پرانے چراغ اول، ص: ۲۴
(۷) مولوی عبداللطیف یعنی جو عبداللطیف اعظمی کے نام سے اردو دنیا میں مشہور ہیں، ابتدائی تعلیم مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ میں حاصل کرنے کے بعد ۱۹۳۰-۱۹۳۶ء دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کی، پھر جامعہ ملیہ چلے گئے تو زندگی بھر اس سے چمٹے رہے، بلکہ اس کی شناخت، پہچان، وکیل اور ترجمان بن گئے، مکتبہ جامعہ سے ملازمت کا آغاز کیا، پھر جامعہ کے کتب خانے میں کام کیا، ۱۹۵۵ء سے ۱۹۷۲ء پرسنل مددگار شیخ الجامعہ (وائس چانسلر)، ۱۹۷۲ء-۱۹۷۹ء سکریٹری شیخ الجامعہ کے عہدے پر فائز رہے، نیز اسسٹنٹ ایڈیٹوریل ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز جامعہ بھی رہے، تاریخی وتحقیقی ذوق میں ممتاز اور میدان بحث ومباحثے کے شہسوار تھے، مختلف عرصوں میں جامعہ سے نکلنے والے مختلف رسالوں کی ادارت سے وابستہ رہے، متعدد کتابیں بھی لکھیں، جن میں سب سے مشہور "شبلی کا مرتبہ اردو ادب میں" ہے، وفات: ۱۱/ مئی ۲۰۰۲ء، نئی دہلی (عبداللطیف اعظمی حیات وخدمات (ماہنامہ کتاب نما کا خصوصی شمارہ) نیز اردو بک ریویو، شمارہ، جولائی-اگست ۲۰۰۲ء، ص: ۷۷)
(۸) مولوی شبلی یعنی مولانا شبلی جیراج پوری، جو شبلی مدرس اور شبلی فقیہ سے معروف تھے، اس لیے کہ ان کے زمانے میں ایک اور شبلی دارالعلوم ندوۃ العلماء میں مدرس تھے، مولانا شبلی بھوری ندوی تھے جو شبلی متکلم سے جانے جاتے تھے، جن کا انتقال ۱۹۷۳ء میں ہوا۔ مولانا شبلی فقیہ فقہ کی جزئیات اور اصول پر گہری نظر رکھتے تھے، اور حدیث میں بھی مہارت تھی، سابق الذکر مفتی محمد سعید ندوی انھی کے نواسے تھے، وفات: ۱۹۴۵ء (تذکرۂ علمائے اعظم گڑھ، ص: ۱۰۶، اودھ میں افتاء کے مراکز اور ان کی خدمات، ص: ۳۳۸)
(۹) پرانے چراغ میں اس لطیفے کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے (دیکھیے جلد دوم، ص ۱۰۳)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۴۴)

۲۸/۶/۱۴۱۷ھ مطابق ۱۳/۱۱/۱۹۹۶ء

حضرت مولانا کی سندِ حدیث

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا: صحاح ستہ کی سب سے پہلی سند آپ کو کس سے ملی؟

فرمایا: مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی سے، وہ جب کسی کو سند دیتے تو کسی سے لکھوالیا کرتے تھے، وہ لکھنے کے عادی نہیں تھے، مگر ہمارے لیے خود اپنے ہاتھ سے لکھا، بڑی مشقت برداشت کی، دو دن میں اس کو پورا کیا، افسوس کہ وہ ضائع ہوگئی، ان کی سند بہت عالی تھی۔

پھر مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری (۱) سے، جن کی تحفۃ الاحوذی ہے، وہ لکھنؤ آئے، پتا نہیں کس غرض سے، خلیل عرب صاحب سے بھی ملنے آئے، عرب صاحب یا کسی نے ان سے فرمایش کی، کہ ہم کو حدیث کی اجازت دیں تو ہم نے اوائل سنا کر ان سے اجازت لی۔

علامہ تقی الدین ہلالی کا "لاأدری" کہنا

فرمایا: علامہ تقی الدین ہلالی یہاں آئے، بڑے فاضل شخص تھے، لیکن جو چیز معلوم نہیں ہوتی تھی تو صاف کہتے کہ معلوم نہیں، یہاں استاد رکھے گئے، تو کسی نے ان سے کہا کہ درجہ میں یہ نہ کہنا کہ "معلوم نہیں ہے" کہ طلبہ پر برا اثر پڑے گا، فرمایا: ضرور کہوں گا، ہم لوگوں نے ان سے بہت فائدہ اٹھایا۔ ہم، مولانا مسعود عالم صاحب، مولانا ابواللیث صاحب اور مولانا ناظم صاحب، خصوصاً مولانا مسعود عالم صاحب نے ان سے بہت فائدہ اٹھایا، وہ ہم چاروں کو بہت چاہتے تھے، ان کی خاص نظر تھی۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تصوف کی حقیقت پر حضرت مولانا کی تقریر

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے پوچھا: ہلالی صاحب جب مدینہ میں تھے تو ان کی

www.abulhasanalinadwi.org

موجودگی میں بھی آپ کی وہاں کوئی تقریر ہوئی تھی؟

فرمایا: ہاں، ہوا یہ کہ ہمارے یہاں سے جو طلبہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پڑھنے کے لیے جاتے تھے، ان کو وہاں صوفی اور حنفی کہہ کر پریشان کیا جاتا تھا، ہم جب گئے تو انھوں نے ہم سے شکایت کی، ہم نے کہا آپ شیخ الجامعہ کے پاس جایئے (اس وقت شیخ الجامعہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز تھے) اور کہیے کہ ہمارے فلاں استاد آئے ہیں، ہم ان کی تقریر سننا چاہتے ہیں، آپ اجازت دیں، شیخ نے کہا: ہم خود جامعہ کی طرف سے اس کا انتظام کرتے ہیں، چناں چہ انھوں نے اس کا انتظام کیا، سارے طلبہ اور اساتذہ نے بھی شرکت کی، ہم نے اسی موضوع پر تقریر کی، ہم نے کہا: تصوف ہندوستان کے مزاج کے مطابق تھا، یہاں پہلے سے جو جوگ چلا آرہا تھا، اس کے مقابلے کے لیے اسلامی تصوف بہت ضروری تھا، پھر ہم نے بیان کیا کہ حقیقی تصوف کیا ہے اور صوفیہ کیسے ہوتے تھے؟

حضرت مجدد الف ثانی کی حمیتِ دینی اور اتباعِ شریعت

ہم نے مجدد الف ثانی (۲) اور شاہ ولی اللہ صاحب کا ذکر کیا، ہم نے ذکر کیا کہ مجدد صاحب نے کس طرح فتنۂ اکبری کا مقابلہ کیا، ہم نے ان کی وہ تاریخی عبارت بھی سنائی، جس سے ان کی ایمانی قوت اور دینی حمیت پر پوری روشنی پڑتی ہے، شیخ عبدالکبیر یمنی (۳) کوئی بزرگ گزرے ہیں، ان کی کوئی بات مجدد صاحب کو خلافِ شریعت معلوم ہوئی تو ایک خط میں اس کا تذکرہ کرتے ہوتے لکھتے ہیں:

> ''مخدوما را بندہ تابِ استماعِ ایں چنیں کلام نیست، رگ فاروقیم بے اختیار در حرکت می آید، شیخ عبدالکبیر یمنی باشد یا محی الدین ابن عربی (۴)، مارا محمد عربی درکار است نہ ابن عربی، مارا نصوص (۵) باید نہ فصوص (۶)، فتوحات مدنیہ (۷) از فتوحات مکیہ (۸) مستغنی کردہ است'' (۹)۔

تقریر جب ہو رہی تھی تو شیخ عبدالعزیز بن باز بے قابو ہوئے جاتے تھے اور

www.abulhasanalinadwi.org

بار بار اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے تھے، یہ تقریر ریکارڈ تھی، ان کے اللہ اکبر اللہ اکبر کہنے کی آواز صاف سنائی دیتی تھی۔

قومیت عربیہ کے خلاف تقریریں

پھر ہمارے محاضرے ہوئے: النبوة والأنبياء في ضوء القرآن (۱۰) کا سلسلہ وہی ہے۔

پھر قومیت عربیہ کے خلاف تقریریں ہوئیں، ایک دفعہ ہمیں تقریر کرنی تھی، سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس پہلو سے بات کریں، ہم مواجہہ شریف کے سامنے سے گزر رہے تھے کہ اچانک یہ آیت ذہن میں آئی: إن شانئك هو الأبتر (۱۱)، ہم نے اسی کو لیا، ہم نے تقریر میں کہا: آپ پر جو نکتہ چینی کرے گا، آپ کی لائی ہوئی شریعت پر اعتراض کرے گا تو وہ صحیح سالم نہیں رہ سکتا، اس کی دم کٹ جائے گی، انشاء اللہ ناصر (۱۲) کا بھی یہی حشر ہوگا۔

پھر مولانا نذر الحفیظ صاحب کے یاد دلانے پر فرمایا: ایک مرتبہ ہم قومیت عربیہ کے خلاف مکہ مکرمہ میں تقریر کر رہے تھے، تقریر میں ہم نے کہا: "رفقا رفقا أيها العرب" شیخ علی حسن فدعق بیٹھے ہوئے تھے، کہنے لگے: سحقاً سحقاً أيها العرب (۱۳)۔

فرمایا: زبان کا یہی فائدہ ہو کہ اس سے دعوت کا کام کیا جا سکے، عرب ممالک میں کام کرنے کی بہت ضرورت ہے، مگر ہمارے مدارس اب تک ہوش میں نہیں آئے!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی رسائل اور سفراء کا حسن انتخاب

فرمایا: بہت کم لوگوں نے اس پر غور کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعوت نامے بھیجے، آپ نے جن صحابہ کا اس کے لیے انتخاب کیا اور جن کے ہاتھ سے بھیجا وہ وہاں کی زبان وقواعد سے اور زبان کے آداب سے واقف تھے، آج کل بعض کتابیں ایسی آئی ہیں جن میں اس پر روشنی ڈالی گئی ہے (۱۴)۔

حواشی مجلس (۴۴)

(۱) مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری: مشہور اہل حدیث عالم، علم حدیث کے ماہر، ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی کی وجہ سے جنھوں نے بڑی شہرت پائی، اس کے علاوہ بھی ان کی کتابیں ہیں، وفات:۱۹۳۵ء (نزہۃ الخواطر ۷/ ۲۶۰، تراجم علمائے حدیث ہند،ص ۴۰۱-۴۰۷)

(۲) حضرت مجدد الف ثانی: (شیخ احمد بن عبدالاحد فاروقی سرہندی) فتنۂ اکبری (دین الٰہی) کا پوری قوت وعزیمت کے ساتھ مقابلہ کرکے عظیم تجدیدی کارنامہ انجام دیا، بدعت کی بڑی شد ومد کے ساتھ مخالفت کی، اور بعد میں آنے والوں کے لیے ایک مثال قائم کی۔ وفات: ۲۸ ؍صفر ۱۰۳۴ھ/ ۱۰؍دسمبر ۱۶۲۴ (تفصیل کے لیے دیکھیے: تاریخ دعوت وعزیمت حصہ چہارم (از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)، حضرت مجدد الف ثانی (از سید زوار حسین) تذکرہ امام ربانی مجدد الف ثانی مرتبہ مولانا محمد منظور نعمانی)

(۳) شیخ عبدالکبیر بن عبداللہ الأنصاری الحضرمی الیمانی، نزیل مکہ، امیر مکہ کے پاس ان کا بڑا مقام تھا، لوگ ان کے بڑے معتقد تھے، سخاوی لکھتے ہیں کہ لوگ ان کے بارے میں متفق نہیں تھے۔ وفات: ۸۶۹ھ، (الضوء اللامع: ۴/ ۳۰۴، وجیز الکلام، ۲/ ۷۶۹)

(۴) ابن عربی: (شیخ اکبر محی الدین ابن عربی) اصل نام محمد بن علی الحاتمی تھا، مشہور صوفی اور عالم ہیں۔ وفات: ۶۳۸ھ۔ (شذرات الذہب ۵/ ۱۹۰-۲۱۰، تفصیل کے لیے دیکھیے محی الدین ابن عربی: حیات وآثار، از ڈاکٹر محسن جہانگیری، ترجمہ احمد جاوید، سہیل عمر۔ اس کتاب میں مصنف نے ابن عربی کی حیات وخدمات کے ساتھ تفصیل سے ان کے موافقین ومخالفین کا ذکر کیا ہے)

(۵) یعنی شرعی نصوص

(۶) شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب ''فصوص الحکم'' مراد ہے۔

(۷) یعنی احادیث نبویہ

(۸) شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب ''فتوحات مکیہ''

(۹) دیکھیے مکتوبات امام ربانی حصہ دوم، دفتر اول، ص: ۱۰۰، مکتوب نمبر ۱۰۰ میں الفاظ میں فرق ہے، بنام ملاحسن کشمیری، حضرت مجدد الف ثانی کی حمیت دینی کے سلسلے میں ان کا یہ مکتوب حضرت مولانا اکثر سنایا کرتے تھے، سنتے سنتے ہمیں خود اسی وقت یاد ہوگیا تھا۔

ترجمہ یہ ہے: مخدوما! بندے کو اس طرح کی باتیں سننے کی تاب نہیں، بے اختیار میری فاروقی رگ حرکت میں آجاتی ہے (حضرت مجدد صاحب حضرت عمر فاروق کی نسل سے تھے) شیخ عبدالکبیر یمنی ہوں یا شیخ محی الدین ابن عربی، ہمیں محمد عربی سے مطلب ہے نہ کہ ابن عربی سے، ہمیں نص سے کام ہے (قرآن

www.abulhasanalinadwi.org

وحدیث سے) نہ کہ ابن عربی کتاب فصوص الحکم سے، فتوحات مدنیہ (احادیث نبویہ) نے فتوحات مکیہ (ابن عربی کی کتاب) سے ہمیں مستغنی کردیا ہے۔

(۱۰) ذوالقعدہ ۱۳۸۲ھ (مارچ ۱۹۶۳ء) میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں حضرت مولانا کے محاضرے (لکچرز) ہوئے تھے، یہ کتاب انھی محاضرات کا مجموعہ ہے، اس کا اردو ترجمہ ''منصبِ نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین'' کے نام سے مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ سے شائع ہوا ہے۔

(۱۱) سورۂ کوثر، آیت: ۳، یعنی آپ کے دشمن ہی کی جڑ کٹنے والی ہے۔

(۱۲) ناصر (جمال عبدالناصر) مصر کا سیکولر بلکہ بددین اور مغربیوں کا آلۂ کار حکمراں، قومیت عربیہ کا نقیب، جس نے اسلام پسندوں پر بڑے مظالم ڈھائے اور ان کی زندگی اجیرن کردی، اس کے زمانے میں کتنے ہی جلاوطن ہوئے اور کتنی ہی عظیم شخصیات پھانسی پر چڑھائی گئیں، وفات: ۱۹۷۰ء (مختصر سوانحی حالات کے لیے دیکھیے الأعلام ۲/۱۳۴، اور اس کی اسلام دشمنی کے لیے دیکھیے اس زمانے کے اسلام پسندوں کی تحریریں اور اخبارات کی فائلیں۔

(۱۳) حضرت کی بات کا مطلب تھا کہ اے عربو! ذرا نرمی سے کام لو، فدعق صاحب کے جملے کا مطلب ہے، اے عربو! تمھاری بربادی ہو، تباہی ہو۔

(۱۴) مثلاً دیکھیے محمود شیت خطاب کی کتاب "سفراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم" انھوں نے متعدد سفراء کے بارے میں یہ بات ثابت کی ہے کہ وہ جہاں بھیجے گئے پہلے سے وہاں کے آداب وقواعد سے واقف تھے۔ حضرت مولانا نے السیرۃ النبویۃ ص۳۹۲ (نبی رحمت) میں پہلے قیاس سے یہ بات لکھی تھی، پھر شاید اس سلسلے میں سفراء النبی یا اس طرح کی بعض کتابوں پر نظر پڑی ہوگی، اس لیے اس تاکید سے بیان فرمایا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۴۵)

۲۹/۶/۱۴۱۷ھ مطابق ۱۴/۱۱/۱۹۹۶ء

حضرت مولانا کی صحیح بخاری سے دلچسپی اور نووی ابن حجر اور خطابی کی شروحِ حدیث کی عظمت کا اعتراف

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا: حدیث کی کتابوں میں حضرت کو سب سے زیادہ مناسبت کس کتاب سے رہی؟

جواب میں فرمایا: بخاری شریف ہم نے بڑی محنت سے پڑھی، اس سے دلچسپی رہی (۱)، پھر فرمایا: امام نووی (۲) کی شرح مسلم حدیث کی روح کو سمجھنے میں بڑی اہمیت رکھتی ہے، اس کا بڑا مقام ہے۔ اور فرمایا: فتح الباری (۳) بھی ایک کارنامہ ہے، جامعیت، تعمق، حیرت ہوتی ہے، پھر فرمایا: خطابی (۴) کی معالم السنن میں بہت نکتے اور کام کی باتیں ہیں، ہم کو اس کی ضرورت تھی کہ عہد صدیقی میں مانعینِ زکاۃ کی کیا قسمیں تھی؟ کس کس قومیت کے لوگ تھے؟ ہمیں اس کی تلاش تھی، کہیں نہیں ملی، لیکن خطابی نے اس کا مفصل تذکرہ کیا ہے (۵)۔

چند اہم معاشرتی اور اصلاحی کتابوں کا ذکر

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا: آپ کو احیاء العلوم سے بھی مناسبت رہی ہے؟

فرمایا: ہاں بہت، ہم اس کو جب بہت پڑھنے لگے تو بھائی صاحب نے اس خوف سے کہ کہیں تصوف کا انتہائی غلبہ نہ ہو جائے، ہم سے کہا کہ اب ابن تیمیہ اور ابن قیم کی کتابیں پڑھو، چناں چہ اسی موضوع کی کتاب زاد المعاد بہت پسند آئی، ہر دور میں ایسی کتابیں رہی ہیں جو اس وقت کے مطابق تھیں، قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب (۶) کی مالا بدمنہ ایک زمانے میں ہندوستان میں چھائی ہوئی تھی، نصاب میں بھی داخل تھی اور اب بھی بہت

www.abulhasanalinadwi.org

سی جگہوں پر ہوگی، بڑی اچھی کتاب ہے، تمام ضروری مسائل اس میں آگئے ہیں۔ پھر حضرت تھانویؒ کی بہشتی زیور کا ڈنکا بجا، بہت ہی مقبول اور نافع کتاب ہے، روزمرہ سے متعلق تمام مسائل اور تمام ضروری باتیں اس میں ہیں، لیکن زمانے کا معیار بدلتا رہتا ہے، زمانہ نئی نئی چیز کا مطالبہ کرتا ہے، اسی ضرورت کے پیش نظر ہم نے ''دستورِ حیات'' لکھی، الحمدللہ بہت مقبول ہوئی۔ فرمایا: ''زادالمعاذ'' سے ہمیں سب سے زیادہ فائدہ پہنچا۔

امام بخاریؒ کی مثال نہیں

فرمایا: امام بخاریؒ کی مثال نہیں، گزشتہ انبیاء کی امتوں میں بھی ان کی مثال نہیں۔ حفظ، دیانت، امانت، جامعیت سب میں ممتاز ہیں۔ ہم ان کی قبر پر گئے ہیں، وہاں تقریر بھی کی، ان پر سمینار ہورہا تھا، لیکن ہم نے دیکھا کہ علمی مقالات پڑھے جارہے ہیں، ہمیں محسوس ہوا اور ہم نے کہا: ہمیں ایسا لگ رہا ہے کہ کوئی عام کانفرنس ہورہی ہے، ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ امام حدیث کا تذکرہ ہورہا ہے، حدیث کی روح چھائی ہوئی نظر نہیں آتی، پھر ہم نے بخاری کی حدیث إنما الأعمال بالنيّات (۷) پڑھ کر اس پر تقریر کی (۸)۔

فرمایا: اس علاقے میں بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے ہیں۔ خواجہ بہاء الدین نقشبند اور خواجہ عبیداللہ احرار سب وہیں کے ہیں، پھر سفیر افغانستان کے ذریعے کھانا پہنچانے کا واقعہ اور بمبئی سے واپسی کے وقت اپنا واقعہ سنایا (۹)۔

مولانا گیلانی کا علمی ودعوتی مقام اور ان کا عشق نبوی

مولانا نذرالحفیظ صاحب نے یاد دلایا کہ نزہۃ الخواطر کی تکمیل کے وقت اللہ نے جو غیبی مدد فرمائی تھی تو حضرت نے اس کا تذکرہ کیا، یعنی مولانا عبیداللہ پائلی کے سنۂ وفات سے متعلق جو گزر چکا ہے (۱۰)۔ پھر فرمانے لگے نزہۃ الخواطر کے چھپنے میں مولانا مناظر احسن گیلانی کا بڑا احسان ہے، اللہ ان کے درجے بلند فرمائے، وہ اس کی قدر جانتے تھے۔ اس عہد میں یہاں سے لے کر عالم عرب تک ہم جن چند علماء سے متاثر ہوئے ان میں مولانا

www.abulhasanalinadwi.org

گیلانی بھی ہیں، بڑے ذہین تھے، خوش تقریر، سیرت پر بڑی دردانگیز تقریریں فرماتے تھے، عصر حاضر کے تقاضوں سے واقف تھے، اسی کے مطابق کام کرتے تھے، ذاتِ نبوی سے عشق تھا، اس سے متعلق کسی چیز کے تذکرے سے پھڑک جاتے تھے، ہم جب ۱۹۵۱ء میں شام گئے، ہم نے وہاں کے حالات پر ان کو ایک خط لکھا، اس میں اس ہوٹل کا بھی ذکر تھا جس کا نام "فندق الیرموک" تھا، وہ سمجھے کہ ہم اسی مقام سے لکھ رہے ہیں، جہاں جنگ یرموک ہوئی تھی، جب کہ یرموک یہاں سے بہت دور تھا، نام کس وجہ سے رکھا گیا مناسبت معلوم نہیں ہوئی، مگر مولانا اس تذکرے سے بے قابو ہو گئے، اس کے جواب میں انھوں نے جو خط لکھا وہ بڑا عجیب وغریب ہے (پرانے چراغ) میں ہم نے اس کو نقل کیا ہے (۱۱)۔

مولانا گیلانی کی ظرافت

ایک لطیفہ پیش آیا، مولانا یہاں آئے ہوئے تھے، یہیں مہمان خانے میں بیٹھے ہوئے تھے، ہم اس کمرے میں (اپنی بائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے) تھے۔ مولانا کے ساتھ طلبہ بیٹھے ہوئے تھے، وہ ان سے کچھ پوچھتے رہے، سری لنکا کا بھی ایک طالب علم تھا، اس سے کہنے لگے سنا ہے کہ تمھارے یہاں آدم کے پیر کا نشان ہے؟ اس نے کہا: ہاں ہے، پھر اس سے پوچھا: کیا ان کی کوئی اولاد بھی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، سب زور سے ہنسنے لگے، ہم اس کمرے سے دوڑے ہوئے آئے کہ کیا ہو گیا؟ معلوم ہوا کہ یہ قصہ ہے، مولانا بڑے ذہین تھے، مزاج میں ظرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، اس طالب علم کے ذہن میں نہیں آیا کہ ہم سب آدم کی اولاد ہیں۔

حواشی مجلس (۴۵)

(۱) اخیر عمر میں روزانہ صبح کے اوقات میں صحیح بخاری پڑھوا کر سنتے تھے۔

(۲) نووی (محی الدین ابوزکریا یحی بن شرف النووی الشافعی): مشہور محدث، عظیم فقیہ اور امامِ وقت تھے، ان کی کتاب "المجموع شرح المهذب" فقہ اسلامی کی اہم ترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس

www.abulhasanalinadwi.org

کے علاوہ ان کی اہم کتابوں میں شرح صحیح مسلم، منھاج الطالبین، روضۃ الطالبین، ریاض الصالحین، الأذکار، تہذیب الأسماء واللغات وغیرہ ہیں۔ تمام تذکرہ نگاران کے فضل وکمال اور زہد وتقویٰ کے سلسلے میں رطب اللسان ہیں۔ وفات: ۶۷۶ھ (طبقات الشافعیۃ للسبکی، ۳۹۵/۸، طبقات الشافعیۃ لابن قاضی شھبۃ ۱۵۳/۲-۱۵۷۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: الامام النووی، تالیف عبدالغنی الدقر (اس میں مولف نے امام نووی کی زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے اور ان کی تقریباً تمام چالیس کتابوں کا تفصیل سے تعارف کرایا ہے)، نیز دیکھیے الامام النووی و أثرہ فی الحدیث و علومہ، تالیف احمد عبدالعزیز قاسم الحداد)

(۳) صحیح بخاری کی سب سے عظیم شرح جس کے مصنف امام حدیث حافظ ابن حجر عسقلانی (م۸۵۲ھ) ہیں۔

(۴) خطابی (حمد بن محمد البستی الخطابی) اپنے زمانے کے مشہور محدث وفقیہ، ماہرِ لغت، ان کی اہم کتابوں میں ابوداؤد کی شرح معالم السنن کے علاوہ "اصلاح غلط المحدثین" ہے، وفات: ۳۸۸ھ (طبقات الشافعیہ للسبکی ۲۸۲/۳-۲۹۰، سیر أعلام النبلاء ۲۳/۱۷-۲۸، اور دیگر کتابیں، نیز دیکھیے الأعلام ۲۷۳/۲)

(۵) دیکھیے معالم السنن ۳/۲-۶

(۶) قاضی ثناء اللہ پانی پتی: اپنے عہد کے نہایت متبحر اور مشہور عالم، حضرت شاہ ولی اللہ کے شاگرد، جن میں شاہ صاحب کی مجتہدانہ شان سب سے زیادہ جھلکتی ہے، حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں سے سلوک کی تکمیل کی، تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف اور کلام میں ید طولیٰ رکھتے تھے، ان کے شیخ مرزا مظہر جانِ جاناں ان کو "علم الہدیٰ" اور حضرت شاہ عبدالعزیز "بیہقی وقت" کہتے تھے، تصنیفات میں سب سے وقیع "التفسیر المظھری" ہے، جو ہندو بیرونِ ہند سے شائع ہو چکی ہے، اس کا فارسی اور اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے، اور سب سے مشہور کتاب میں فقہ میں "مالابدمنہ" ہے، وفات: یکم رجب ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء، پانی پت (تذکرۂ علماے ہند، ص: ۱۴۴-۱۴۵، نزہۃ الخواطر ۱۲۸/۷-۱۲۹، تراجم علماے حدیث ہند، ص: ۲۰۶-۲۱۷، نیز ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے "تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی" کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی ہے (شائع کردہ: ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۹۵ء)

(۷) یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، صحیح بخاری کی یہ سب سے پہلی حدیث ہے اور اکثر محدثین نے اس کو روایت کیا ہے۔

(۸) دیکھیے کاروانِ زندگی جلد پنجم، ص ۲۸۸-۲۸۹

(۹) دیکھیے مجلس (۱۱) ص: ۱۴۸-۱۴۹

(۱۰) دیکھیے مجلس (۱۱) ص: ۱۵۲

(۱۱) دیکھیے پرانے چراغ حصہ اول، ص ۹۰-۹۲

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۴۶)

۱/۷/۱۴۱۷ھ مطابق ۱۵/۱۱/۱۹۹۶ء

شاہ فیصل ایوارڈ کے سلسلے میں حضرت مولانا کا زاہدانہ رویہ

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا: آپ کو یا بھائی صاحب کو کوئی تمغہ ملا ہے؟ (۱)

جواب میں فرمایا: بھائی صاحب کو کالج میں ایک سونے کا تمغہ ملا تھا، اب بھی گھر میں رکھا ہوگا۔ ہمیں شاہ فیصل ایوارڈ ملا، پھر مولانا نذر الحفیظ صاحب کے استفسار پر فرمایا: ہم نے یہ رقم ہندوستان آنے نہیں دی (۲)، تمغہ بمبئی میں ۳۶ ہزار روپے میں بیچا گیا اور وہیں وہ رقم محتاجوں اور غریبوں پر صرف کی گئی، کچھ لوگ شادی کرنا چاہتے تھے، مگر رقم نہ ہونے کی وجہ سے پریشان تھے، ان کو یہ رقم دی گئی۔

حضرت کے والد صاحب کا زہد وایثار

فرمایا: ہمارے والد صاحب بڑے زاہد تھے، اس زمانے میں ہوٹل وغیرہ میں ٹھہرنے کا رواج نہیں تھا، بلکہ لوگ اپنے رشتہ داروں کے یہاں ٹھہرتے، تو کوئی رائے بریلی یا دوسری جگہ سے رشتہ دار آتا تو والد صاحب اپنے پاس ہی ٹھہراتے۔ پیسہ کمانے کے مواقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے بھی آمادہ نہ ہوتے، ایک مرتبہ گونڈہ کے بڑے زمیندار (جو آپ کے زیر علاج تھے) کا آدمی آپ کو گونڈہ لے جانے کے لیے آیا، ظاہر ہے گونڈہ جاتے اور وہ بھی کسی رئیس کے علاج کے لیے، تو بھاری رقم ملتی اور معاش میں اس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے، مگر آپ نے مریض کا حال سنا تو جانے کے لیے طبیعت آمادہ نہیں ہوئی اور آپ نے عذر کر دیا۔ دوستوں نے سمجھایا کہ آپ خدا کی نعمت کی ناقدری کرتے ہیں اور آمدنی کے ایسے جائز مواقع کو ضائع کر دیتے ہیں۔ بہت کہنے سننے سے آپ تیار ہو کر اسٹیشن کے لیے روانہ ہوئے، لیکن امین آباد کے چوراہے سے یا کچھ آگے پہنچ کر واپس آ گئے اور فرمایا کہ شرح صدر نہیں ہوتا۔ خدا کی قدرت کہ کچھ ہی دیر کے بعد تار آیا کہ مریض کا انتقال ہو گیا،

www.abulhasanalinadwi.org

حکیم صاحب کو زحمت فرمانے کی ضرورت نہیں۔ اس پر فرمایا کہ اگر میں چلا جاتا تو کیسی خفت اور ندامت ہوتی (۳)۔ والد صاحب کا کوئی ذریعۂ معاش بھی نہیں تھا سوائے مطب کے۔ ہمارے خاندان میں ہماری ہی شاخ کے پاس کوئی جائداد وغیرہ نہیں تھی۔

والد صاحب صرف مطب کرتے تھے، ورنہ دن بھر علمی کام میں مشغول رہتے تھے، جب کچھ لوگ جمع ہو جاتے تو ہمارے چچا عزیز الرحمٰن صاحب (۴) (ابوبکر کے والد) آواز دیتے تو اپنے حجرے سے نکل آتے اور مریضوں کو دیکھتے۔

والد صاحب کی وفات کا حال اور ان کے بعض کمالات

فرمایا: وفات کے وقت ان کا قلب جاری (۵) تھا، کوئی قریب نہیں تھا، بھائی صاحب تعلیم کے سلسلے میں مدراس میں تھے، ہم نو دس سال کے بچے کیا سمجھ سکتے تھے، ہم نے بڑی بہن سے یہ حالت بیان کی، انھوں نے کہا: مولوی صاحب کو بلا لاؤ، ایک مولوی صاحب (۶) ہمارے گھر میں فارسی پڑھانے کے لیے آتے تھے، ہم نے ان کو بلایا، انھوں نے کہا: منشی رحمت اللہ صاحب (۷) کو لاؤ، ان کو ایسا محسوس ہوا کہ انتقال ہو چکا ہے، انھوں نے ہمیں بتایا نہیں، کہا: حکیم صاحب کے پاس جاؤ، وہ آئے اور دیکھا تو کہا: جان نکل چکی ہے (۸)، صرف ۵۳ سال کی عمر پائی، مگر تنہا ایک آدمی نے اتنا کام کیا جو اکادمی کرتی ہے، لوگوں نے قدر نہیں جانی، مولانا گیلانی، مولانا مدنی، حضرت شیخ الحدیث یہ سب حضرات جانتے تھے، کمال ہے نزہۃ الخواطر میں جو انھوں نے الفاظ کا انتخاب کیا ہے، کہ مثلاً سر سید (۹) کے متعلق لکھا ہے، ان کو علماء میں نہیں فضلاء میں شمار کرنا چاہیے (۱۰)، اس میں ساری باتیں آگئیں، سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں۔ ہر طبقے کے لوگوں کو لیا، اپنے شاگردوں کو بھی نہیں چھوڑا۔ بھائی صاحب کا بھی ذکر ہے۔ بھائی صاحب دوہرے بدن کے تھے، ہم نے ان کے حلیے کے لیے علامہ تقی الدین ہلالی صاحب سے مناسب لفظ معلوم کیا۔

نزہۃ الخواطر کا امتیاز علامہ سید سلیمان ندوی کے نزدیک

فرمایا: ایک دفعہ علامہ سید سلیمان ندوی نے ہم سے پوچھا: بتایئے کہ آپ کے والد کی

کتاب نزهۃ الخواطر کی خصوصیت کیا ہے؟ پھر خود ہی بتایا: اس کی خصوصیت یہ ہے کہ کسی بھی شخص کا حال وہ ایسے الفاظ سے شروع کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا امتیاز اور کمال کیا تھا، اس معنی میں آپ کے والد صاحب کی کتاب، وفیات الاعیان سے مشابہ ہے۔

حواشی مجلس (۴۶)

(۱) یہ سوال اور اس کا جواب ہم نے براہِ راست نہیں سنا، ہم آج ذرا دیر سے پہنچے تھے ایک معتبر ساتھی نے ہمیں بتایا۔

(۲) ایوارڈ لینے کے لیے حضرت مولانا خود نہیں گئے تھے، بلکہ مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی کو اپنے نمایندے کے طور پر بھیجا تھا، وہ اس وقت جامعہ ام القریٰ میں استاد تھے، تقسیم انعامات کے جلسے ہی میں مولانا عبداللہ عباس صاحب نے حضرت مولانا کی طرف سے اعلان کیا کہ نصف رقم افغان پناہ گزینوں کے لیے، ایک ربع جماعت تحفیظ القرآن کے لیے جس کے شیخ صالح القزاز (سابق سکریٹری جنرل رابطۂ عالم اسلامی) نگراں ہیں اور دوسرا ربع مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے لیے ہے (دیکھیے کاروانِ زندگی دوم، ص ۲۹۶)

(۳) دیکھیے حیات عبدالحی، ص ۲۴۸-۲۴۹، میں نے یہ واقعہ زیادہ تر کتاب ہی کے الفاظ میں نقل کیا ہے۔

(۴) حضرت مولانا کے والد مولانا عبدالحی صاحب کے پھوپھی زاد بھائی تھے، بالکل ابتدائی دور میں ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کی، اس کے بعد وہیں فارسی کے استاد مقرر ہوئے، اس کے بعد کچھ عرصہ نائب ناظر کتب خانہ کی حیثیت سے کام کیا، مولانا مدنی سے بیعت تھے، بڑے اچھے منتظم اور مربی تھے، حضرت مولانا نے ابتدائی کتب مولانا ہی سے پڑھی، وفات: ۶/ مئی ۱۹۵۸ء (خانوادۂ علم الٰہی، ص: ۲۶۵-۲۶۸)

(۵) یعنی قلب سے ذکر کی آواز آ رہی تھی۔

(۶) مولوی محمود علی صاحب جو لکھنؤ کے ایک صاحبِ علم خاندان کے فرد تھے۔

(۷) والد صاحب کے ایک مخلص دوست تھے اور قریب ہی رہتے تھے۔

(۸) واقعہ تفصیل کے ساتھ دیکھیے حیات عبدالحی، ص ۲۳۵-۲۳۶

(۹) سر سید احمد خان: نہایت مشہور شخصیت، برصغیر کے مسلمانوں کے عظیم محسن، مسلمانوں میں جدید تعلیم کے علم بردار اور علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے بانی، تاہم ان کے بیشتر افکار و خیالات سے علماء کو اختلاف رہا، وفات: ۲۷/ مارچ ۱۸۹۸ء، علی گڑھ (تفصیل کے لیے دیکھیے حیات جاوید از الطاف حسین حالی، نیز سر سید پر دسیوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں)

(۱۰) الفاظ یہ ہیں: وهو ما بلغ رتبة العلماء، بل قصارى أمره إدلاجه في الفضلاء (نزهة الخواطر ۸/ ۳۷)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۴۷)

۱۳/ ۷/ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۷/ ۱۱/ ۱۹۹۶ء

نعمتِ الٰہی کا شکر ادا کرنے اور نماز شکرانہ کی تاکید

حضرت آج بمبئی سے تشریف لائے تھے، بمبئی میں بابو بھائی مہتا (۱) کے یہاں جانا ہوا تھا، اس کا تذکرہ آیا۔ مولانا شمس الحق صاحب نے کہا: آپ نے ایک دفعہ ان سے فرمایا تھا کہ اللہ نے جو نعمتیں دی ہیں اس کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے، شکرانے کی نماز پڑھنا چاہیے، مولانا شمس الحق صاحب نے کہا کہ پھر وہ اس کے عادی بن گئے، روزانہ دو رکعت شکر کی پڑھتے ہیں۔

بعض اہل خیر کی سخاوت کا ذکر

حضرت مولانا نے فرمایا: اس مرتبہ جب ہم وہاں ٹھہرے ہوئے تھے، ہمیں اچانک خیال آیا کہ ایڈوکیٹ عبدالمنان صاحب (۲) اور ظفریاب جیلانی صاحب (۳) وغیرہ کا فنڈ باقی ہے (۴)، میں نے بابو بھائی مہتا صاحب سے کہا کہ بابو بھائی دینی کاموں میں بھی خرچ کرتے رہنا چاہیے، ہم کہہ ہی رہے تھے کہ انھوں نے اپنے لڑکے سے کہا: پچاس ہزار روپیہ لاؤ اور یہ روپیہ پرسنل لا بورڈ کے حوالے کیا۔ اس طرح سے جیسے کوئی پچاس روپے کا نوٹ دیتا ہے، ان کے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی، ان کے ایک دن کے کرایے کی آمدنی ہے، ان کے ہوٹل کے پچاس کمرے ہیں، ایک کمرے کا یومیہ کرایہ ایک ہزار روپیہ، یہ ہوٹلوں کے لیے تعجب کی بات نہیں، ہمارے کلارک اودھ (۵) میں بھی ایسا ہی ہے۔

ہوٹل کے کرایوں پر اظہارِ تعجب اور صحابہ کے ایثار کا ذکر

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا کہ یومیہ ایک کمرے کا ۲۷سو روپے، حضرت مولانا کہنے لگے اللہ اکبر! لوٹ ہے لوٹ، ایک آدمی ٹھہرے گا، نہ توڑے گا نہ خراب کرے گا

www.abulhasanalinadwi.org

اور اتنا کرایہ! اس کی روشنی میں عربوں کی ضیافت، مہمان نوازی، صحابۂ کرام کا ایثار دیکھو، حضرت ابوطلحہؓ کا واقعہ یاد کرو(۶)، وَیُؤثِرُونَ عَلٰی اَنفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ(۷)۔

اللہ کے عربوں کو منتخب کرنے کے بعض اسباب

اللہ نے عربوں کا جو انتخاب کیا تو اس اختیار کرنے کے یہی سب اسباب تھے، لوگ غور نہیں کرتے، ان میں قوت ارادی اور عزم تھا جو کرنا ہے بس کرنا ہے۔ حضرت عکرمہ بن ابی جہل غالباً جنگ یرموک میں تھے، دشمن کا زور سے حملہ ہوا تو کہنے لگے: ہم جب باطل پر تھے تب پیچھے نہیں ہٹے، اب جب اللہ نے ہم کو حق عطا کیا ہے، ایمان نصیب کیا ہے، ہم کیسے پیچھے رہ سکتے ہیں، چناں چہ بڑھتے چلے گئے، بالآخر شہید ہو گئے (۸)۔

عربوں میں اجتماعی منافقت نہیں ہوتی

پھر یہ کہ ان میں قومی طور پر اجتماعی منافقت نہیں تھی، جو بات دل میں ہے وہی زبان پر ہے۔ صلح حدیبیہ میں معاہدہ تحریر کرنے کے لیے جب سہیل بن عمرو مشرکین کی طرف سے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ لکھوایا تو اس کے شروع میں لکھا هذا ما قاضى عليه محمد رسول اللّٰه (۹) تو سہیل بن عمرو نے بالکل صاف کہہ دیا لو نعلم أنك رسول اللّٰه ماصددناك عن البيت (۱۰)-(۱۱)۔

فرمایا: مگر دوسری قوموں میں اس کے برخلاف اجتماعی نفاق ہے، یقین ہوتا ہے اعتراف بھی کرتے ہیں، مگر اس کے مطابق عمل نہیں کرتے۔

زمانۂ جاہلیت کے انتہائی ظلم کا ایک رومی واقعہ

فرمایا: ہماری سیرت نبویہ بہت غور سے پڑھنے کی ہے، جاہلیت کی پوری تصویر اس میں آگئی ہے، پوری دنیا کی اس وقت کیا حالت تھی، اس سلسلے میں ہمیں انگریزی کتابوں سے بہت مدد ملی۔ ظلم اس انتہا کو پہنچ گیا تھا کہ آدمی کے تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ آپ سوچیے، روم کا واقعہ ہے، ایک دفعہ ایک بادشاہ نے دعوت کی، بڑی بڑی دعوتیں اس زمانے

www.abulhasanalinadwi.org

میں رات کے وقت ہوا کرتی تھیں، تو رات کا وقت تھا، چراغ کی ضرورت تھی، اس کا انتظام اس طرح کیا گیا کہ جیل خانے سے قیدیوں کو لایا جاتا اور ان پر تیل ڈالا جاتا اور آگ لگائی جاتی، وہ چیختا چلاتا اور جل کر راکھ ہو جاتا اور لوگ اس آگ کی روشنی میں کھانا کھاتے، جب یہ جل بھن جاتا تو دوسرا قیدی لایا جاتا، مگر یہ لوگ کھانے میں اس طرح مگن کہ ان پر کوئی اثر بھی نہیں (۱۲)، حد ہے، انتہا ہے، کیا آدمی اس کو سوچ بھی سکتا ہے؟

انگریزی کو پیسہ کمانے کا ذریعہ نہ بناؤ

فرمایا: موقع ملے تو انگریزی بھی پڑھو، مگر یہ نصیحت بڑی خطرناک ہے، کہیں اس کو روپیہ پیسہ کمانے کا ذریعہ نہ بنانا۔

حواشی مجلس (۴۷)

(۱) بابو بھائی مہتا (اصل نام ابوبکر مہتا): ممبئی کے بڑے مشہور صاحبِ ثروت اور صاحبِ خیر لوگوں میں تھے، خیر کے کاموں میں بہت خرچ کرتے تھے، مختلف انداز کے مصاحف جدید کتابت کے ساتھ شائع کرواکے بڑی تعداد میں مفت تقسیم کیے، ان کے دونوں پاؤں کٹے ہوئے تھے، اس کے باوجود سالہا سال سے وہ اہلیہ کے ساتھ پورا رمضان حرم شریف میں گزارتے۔ وہ سراپا صبر و شکر تھے، بڑی نیک طبیعت پائی تھی، انفاق فی سبیل اللہ اور غرباء نوازی میں بہت آگے تھے۔ پہلے حضرت قاری طیب صاحب سے بیعت تھے، پھر مولانا عبدالحلیم جونپوری اور ان کے بعد حضرت مولانا علی میاں صاحب سے، اور حضرت کے انتقال کے بعد مولانا محمد رابع صاحب سے اصلاحی تعلق قائم رکھا۔ وفات: ۳۰/ستمبر ۲۰۰۵ء، بمبئی (تعمیر حیات، ۲۵/نومبر ۲۰۰۵ء، مضمون مولانا شمس الحق صاحب)

(۲) ایڈوکیٹ عبدالمنان: مسلم پرسنل لابورڈ کے سینیر وکیل، وفات: جولائی ۲۰۰۶ء، لکھنؤ (بشکریہ جناب ظفریاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ)

(۳) ظفریاب جیلانی: مشہور ایڈوکیٹ، مسلم پرسنل لابورڈ کے وکیل، بابری مسجد کیس کے سلسلے میں بھی جنھوں نے بڑی کوششیں کیں اور اب بھی لگے ہوئے ہیں۔

(۴) یعنی مسلم پرسنل لابورڈ کی طرف سے یہ وکلاء جو کیس لڑتے تھے، اس کے لیے ان کو رقم کی فراہمی کا

www.abulhasanalinadwi.org

مسئلہ تھا۔

(۵) لکھنؤ کا مشہور فائیو اسٹار ہوٹل۔

(۶) واقعہ یہ ہے جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے، حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! بھوک سے نڈھال ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے معلوم کروایا، مگر کسی کے گھر میں کچھ بھی نہ ملا، اس پر آپ نے اعلان کیا، ہے کوئی جو آج رات ایک آدمی کو مہمان بنائے؟ حضرت ابوطلحہ انصاری نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں تیار ہوں، تو وہ اس کو لے کر اپنے گھر گئے اور اپنی بیوی سے کہا، دیکھو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں، ان کا اکرام کرو، کوئی چیز اٹھا کر نہ رکھو، اس نے کہا: بخدا میرے پاس کچھ نہیں سوائے بچوں کے کھانے کے، انھوں نے کہا: بچوں کو کسی طرح بہلا کر سلا دو، جب مہمان کھانے پر بیٹھے تو درست کرنے کے بہانے چراغ گل کر دینا، وہ یہ سمجھے کہ ہم کھا رہے ہیں، چناں چہ وہ ایسے ہی بیٹھے رہے اور مہمان نے کھانا کھالیا، صبح کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات مہمان کے ساتھ تم دونوں کا معاملہ اللہ کو بہت پسند آیا، اور ایک روایت میں ہے اسی سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی: ویؤثرون علی أنفسهم، ولو كان بهم خصاصة ،یعنی بھوک کے باوجود اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں (دیکھیے بخاری كتاب مناقب الأنصار، باب قول الله: ويؤثرون على أنفسهم ولو كان بهم خصاصة، رقم ۳۷۹۸ و كتاب التفسير، رقم:۴۸۸۹، ومسلم كتاب الأشربة باب إكرام الضيف وفضل إيثاره، رقم:۲۰۵۴)

(۷) الحشر: ۹، ترجمہ اوپر مذکور ہے۔

(۸) جنگ یرموک سنہ ۱۳ھ میں پیش آئی رومیوں کے ساتھ (تفصیل کے لیے دیکھیے البدایۃ النھایۃ، ۹/ ۵۴۵-۵۶۹)

(۹) یعنی یہ وہ معاہدہ ہے جو رسول اللہ نے کیا ہے۔

(۱۰) یعنی اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ کو کعبے سے روکتے ہی نہیں۔

(۱۱) دیکھیے السنن الکبریٰ للبیھقی ۹/ ۲۲۰، نیز دیکھیے صحیح مسلم كتاب الجهاد باب صلح الحديبية

(۱۲) ''تاریخ اخلاقِ یورپ'' میں رومیوں کی سفاکی اور خون آشامی کے دسیوں ناقابلِ تصور، انسانیت سوز واقعات بیان کیے گئے ہیں، لیکن بالکل اس طرح کوئی واقعہ وہاں نظر نہیں آیا، البتہ اسی کے قریب ایک واقعہ لکھا ہے، بادشاہ نیرو نے ایک شب کو اپنے باغ میں یوں روشنی کرائی کہ عیسائیوں کے قمیصوں پر تیل چھڑک کر ان میں آگ لگا دی (تاریخ اخلاق یورپ، ج ا/ص: ۲۳۵-۲۳۶) اور آگے لکھا ہے کہ گیلبر لیس کی بابت تو اسی وقت سے مشہور تھا کہ بغیر انسانی خون ریزی کے نظارے کے کبھی اس کے حلق

www.abulhasanalinadwi.org

سے نوالہ نہیں اترا (ص: ۲۳۶)

لیکی نے اس قسم کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس طرح لوگ لطف و مسرت کے ساتھ جانوروں کو شکار کرتے ہیں، اسی طرح رومی اپنے ابنائے جنس کے مناظرِ قتل و ہلاکت سے لطف اٹھاتے تھے۔

آگے چل کر لکھا ہے: اہل روم میں خون آشامی اس درجے بڑھی ہوئی تھی کہ بڑے بڑے مناظرِ خونی کے نظارے سے بھی یہ پیاس نہیں بجھتی تھی، اور اس کے لیے بادشاہوں کو مجبور ہو کر نئے نئے طریقے سفاکی و خوں ریزی کے ایجاد کرنا پڑے۔ (ان خوں ریز مناظر کی تفصیل کے لیے دیکھیے تاریخ اخلاق یورپ، ج ۱/ص: ۲۲۸-۲۴۲)

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۴۸)

۱۴/ ۷/ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۸/ ۱۱/ ۱۹۹۶ء

یمن میں فوجیوں سے حضرت کا خطاب

فرمایا: ایک دفعہ ہمیں فوجیوں سے بھی خطاب کا موقع ملا ہے، یہ اس وقت جب ہم یمن گئے تھے، ان کے لیے ہماری تقریر رکھی گئی، ہم نے کہا: اگر ہم سے پوچھا جائے کہ کیا قرآن میں فوجیوں کے لیے کوئی پیغام ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں ہے، وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللّٰهِ مَالَا يَرْجُونَ (۱)۔ تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے۔ یہ تمھارا امتیاز ہے، بقیہ طاقت میں وہ بھی تمھارے برابر، بلکہ تم سے فائق ہو سکتے ہیں، مگر تمھاری نظر خدا پر ہوتی ہے۔ پھر ہم نے سید صاحب کے اور آپ کے لشکر کے واقعات سنائے (۲)۔

مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ، ان کی اولاد اور سید صاحب کا ملت پر احسان

فرمایا: آج ہندوستان میں جو دین باقی ہے مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ صاحب اور آپ کی اولاد و خلفاء اور سید صاحب کی وجہ سے ہے، نواب صدیق حسن خاں صاحب (۳) نے لکھا ہے کہ ایسا صاحبِ تاثیر کہیں نہیں سنا گیا (۴)۔

کہیں تو مثالی اسلامی معاشرہ ہو

فرمایا: ہم نے حجاز میں تقریر کی حاجة العالم إلى مجتمع مثالي أفضل (۵) ہم نے کہا: کہیں تو ایسا مثالی معاشرہ ہو کہ اسلام کی پوری تصویر سامنے آئے، غیر مسلم بھی دیکھے تو مسلمان ہو جائے!!

اسلامی اخلاق کے نمونے

اس پر مولانا شمس الحق صاحب نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک یہودی نے

www.abulhasanalinadwi.org

اسلامیات کا مطالعہ کیا، اس کو اسلام قبول کرنے کی خواہش پیدا ہوئی، اس کو اسلام اس سے بالکل مختلف نظر آیا جس طرح لوگ اس کو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں، اور خود اس کے معاشرے نے اسلام کو ظالمانہ مذہب بنا کر اس کے سامنے پیش کیا تھا، اس کے اس ارادے کا جب یہودیوں کو پتا چلا تو اس کے کان بھر دیے کہ مسلمان انتہائی ظالم ہوتے ہیں، دوسرے مذہب کے لوگوں کو بالکل برداشت نہیں کرتے، مار ڈالتے ہیں، اسی طرح باتیں کر رہے تھے کہ یہ کسی طرح اپنے ارادے سے باز آجائے، مگر بات اس کے دل میں اثر کر گئی تھی، وہ چھپتے چھپاتے ایک مسجد میں پہنچا، اتفاق سے وہاں ایک تبلیغی جماعت رکی ہوئی تھی، جماعت والوں نے بڑھ کر اس کا استقبال کیا، یہ دل میں بہت گھبرا رہا تھا کہ ہم کو مارنے کی یہ تدبیر ہے، اس لیے کہ پہلے سے بہت کچھ سن رکھا تھا۔ پھر انھوں نے اس کو کھانے میں شریک کیا، یہ اب بھی ڈر رہا تھا کہ کہیں اس میں زہر ملا ہوا نہ ہو، خیر یہ دن بھر ان کے ساتھ رہا اور اسلامی اخلاق اور برتاؤ کا نمونہ دیکھا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی، بہت متاثر ہوا اور دن گزرنے سے پہلے ہی اسلام قبول کیا۔

اسی طرح جنگ آزادی کے موقع پر (یا کسی اور موقع کی بات ہے) سکھوں کو جب پکڑ پکڑ کر مارا جا رہا تھا کہ اگر وہ کسی گاڑی پر بھی چڑھتا تو لوگ اس کو اتار کر مارتے تھے، اسی زمانے میں ایک سکھ نوجوان ایک گاڑی میں داخل ہوا وہ سمجھ رہا تھا کہ اگر معلوم ہوا تو مارا جاؤں گا، اس لیے ایک مسلمان سے جو اس کے قریب تھا کہا: یہ میرا مال ہے اتنا روپیہ ہے اور یہ پتا ہے، اگر میں مارا جاؤں تو روپیہ میری بیوی کے حوالے کرنا، لوگوں نے اس کو کھینچ کر مار دیا مگر یہ مسلمان اس کا سامان اور روپیہ وغیرہ لے کر دہلی میں اس کے گھر پہنچے، اس کی نوجوان بیوی کو سارا واقعہ سنایا، اس کے مارے جانے کے واقعے کا اس پر اتنا اثر نہ ہوا اور وہ اتنی مغلوب الحال نہیں ہوئی جتنے اس مسلمان کے کردار سے متاثر ہوئی، وہ سوچنے لگی، کیا اس دور میں بھی یہ امانت موجود ہے، اس نے اصرار کیا کہ میں انھی سے شادی کروں گی چنانچہ وہ

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمان ہوئی اوران سے شادی کی۔

اسلامی اخلاق کا اثر

حضرت نے ان واقعات کو سننے کے بعد فرمایا: ہاں اسلامی اخلاق کا جب اظہار ہوگا تو یہی اثر ہوگا، اس کی یہی تاثیر ہے، آپ سفر کررہے ہوں، کوئی ضعیف بوڑھا غیر مسلم ہے آپ اس کے لیے اپنی جگہ خالی کردیجیے، دیکھیے اس پر کتنا اثر ہوتا ہے! بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ مثلاً ہم ایک دفعہ پلیٹ فارم پر سے گزر رہے تھے، نل سے پانی جاری ہے، کسی کو بند کرنے کی توفیق نہیں ہوئی، کوئی جارہا ہے، اس کے سامنے سے گزر رہا ہے، کوئی خاموش کھڑا ہے، مگر ذرا حرکت کر کے نل بند نہیں کرتا، مگر ہم نے اس کو بند کردیا تو لوگ دیکھنے لگے یعنی وہ سوچ رہے تھے، پانی بہہ رہا ہے، ان کا اپنا بھی نہیں ہے، عام پانی ہے، اس کے ضائع ہونے سے ان کا کیا نقصان ہوتا ہے، آخر انھوں نے بند کیوں کیا؟ ایک عام پانی کے بچاؤ اور حفاظت کی اس کو اتنی فکر ہے!!

یجعل لکم فرقانًا کا مطلب

درحقیقت اس کی یہی تاثیر ہے قرآن جو کہتا ہے یَجْعَلْ لَکُمْ فُرْقَانًا (۶)، ایک شانِ امتیازی تم کو دے گا، غیروں میں اور تم میں واضح فرق ہوگا۔

تمھاری زندگی ایک نمونہ ہوگی، اللہ اکبر! قرآن کا اعجاز ہے لفظ ''فرقان'' سے ساری حقیقت اس نے بیان کردی، اس میں علمیات، عملیات سب داخل ہیں۔

عرب ممالک میں کام کرنے کی ضرورت ہے

فرمایا: عرب ممالک میں کام کرنے کی بہت ضرورت ہے، اسی لیے عربی پڑھنی چاہیے، آج ہمارے علماء بھی عرب ممالک میں جاتے ہیں تو بس پرائمری اور ثانویہ کے استاد بن کر، اس سے بڑھ کر ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

www.abulhasanalinadwi.org

حواشی مجلس (۴۸)

(۱) سورہ نساء: ۱۰۴، آیت کا ترجمہ یہ ہے: اور دشمنوں کا پیچھا کرنے میں سستی نہ کرنا، اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو جس طرح تم بے آرام ہوتے ہو، اسی طرح وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں، اور تم خدا سے ایسی ایسی امیدیں رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھ سکتے۔

(۲) پوری تقریر دیکھیے: نفحات الإیمان بین صنعاء و عمان (ص: ۵۳-۶۶)، اور خلاصے کے لیے رجوع کیجیے کاروانِ زندگی سوم، ص ۳۸-۴۰

(۳) نواب سید صدیق حسن خان قنوجی: علامۂ وقت، فاضل دہر، مفسر، محدث، مورخ، ادیب، مختلف فنون کے ماہر اور عظیم مصنف تھے۔ ان کی چھوٹی بڑی کتابوں کی تعداد دو سو سے زائد ہے۔ وفات: ۲۹؍ جمادی الاخری ۱۳۰۷ھ/ ۲۰؍ فروری ۱۸۹۰ء، بھوپال (مآثر صدیقی مولفہ نواب علی حسن خاں (فرزند نواب صدیق حسن)، نزہۃ الخواطر ۸/۲۰۲-۲۱۰، نیز دیکھیے ابقاء المنن (خود نوشت سوانح) یہ کتاب اردو میں ہے۔ مولانا خالد سیف صاحب نے اس کی تلخیص و تسہیل کی ہے (نظر ثانی قاری نعیم الحق صاحب نعیم)

(۴) دیکھیے تقصار جیود الأحرار، ص: ۱۱۰

(۵) یہ تقریر اسی نام سے چھپی ہے۔

(۶) سورۂ انفال، آیت: ۲۹

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۴۹)

۱۴۱۷/۹/۴ھ مطابق ۱۴/۱/۱۹۹۷ء

سیرت ٹیپو سلطان بھٹکل کے لیے قابل فخر

مولانا عبدالعزیز صاحب (۱) سے پوچھا: مولوی الیاس (۲) کی کتاب ''سیرت ٹیپو سلطان'' چھپ گئی؟

پھر فرمایا: بھٹکل کے لیے فخر کی بات ہے، ابھی تک ٹیپو سلطان کی سیرت پر اس کے شایانِ شان کوئی کتاب نہیں لکھی گئی تھی، پتا نہیں مورخین نے کیوں اس کی طرف توجہ نہیں دی، اللہ نے بھٹکل والوں کے لیے یہ شرف مقدر رکھا تھا۔

ٹیپو کے خاندان کا حضرت مولانا کے خاندان سے ارادت کا تعلق

فرمایا: یہ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ ٹیپو سلطان کے خاندان کا تکیہ سے تعلق تھا، ان کا خاندان اس خاندان کا مرید تھا، حضرت سید صاحب حج کے سفر میں جب کلکتہ اترے تو چوں کہ ٹیپو سلطان کے شہزادوں کو انگریزوں نے کلکتہ میں محصور کیا تھا، انگریز ایسا ہی کرتے تھے، تاکہ ان سے کوئی خطرہ نہ رہے، اسی طرح انھوں نے رنجیت سنگھ کے لڑکوں کو رائے بریلی میں رکھا تھا، کہاں لاہور اور کہاں رائے بریلی! کہاں میسور اور کہاں کلکتہ! تو ٹیپو سلطان کے شہزادوں کو معلوم ہوا کہ رائے بریلی سے کوئی سید صاحب آئے ہیں تو انھوں نے پوچھوایا کہ سید ابوسعید صاحب اور سید ابواللیث صاحب (۳) آپ کے کیا ہوتے ہیں؟ سید صاحب نے کہا: سید ابوسعید ہمارے حقیقی نانا اور سید ابواللیث صاحب حقیقی ماموں ہیں، انھوں نے کہا: ہمارا خاندان ان کا مرید ہے، پھر شہزادوں اور اس خاندان کے سب لوگوں نے آکر سید صاحب سے بیعت کی (۴)۔

حضرت مولانا کی ایک کرامت - ایک لطیفہ

ہم سرنگاپٹم میں سلطان ٹیپو کی قبر پر حاضر ہوئے ہیں، ایک لطیفہ پیش آیا، ہم موٹر

www.abulhasanalinadwi.org

سے جارہے تھے، سلطان ٹیپو کے مزار سے گزرتے ہوئے ایک جگہ جانا تھا، ضیاء اللہ شریف صاحب (۵) ساتھ تھے، انھوں نے کہا کہ لوٹتے ہوئے فاتحہ پڑھیں گے، ہم نے اس پر کچھ نہیں کہا، مگر ہمیں شدید تقاضا تھا کہ فاتحہ پڑھتے ہوئے آگے بڑھیں، خدا کی شان کہ جیسے ہی موٹر مزار کے پاس پہنچی، اس کا ٹائر پھٹ گیا، ہم نے دل میں کہا کہ اللہ نے ہمارے لیے انتظام کیا، اور اتنے کہ موٹر بنتی، ہم اندر داخل ہوئے اور اطمینان سے فاتحہ خوانی کر کے آئے۔

جنگِ آزادی کی ابتدا مسلمانوں نے کی

فرمایا: یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کی جنگ آزادی کی ابتدا مسلمانوں نے کی، اس وقت ہندوؤں کو خبر بھی نہیں تھی، وہ بالکل غائب تھے، میدان سے ہٹے ہوئے تھے، ان کو اس کی کوئی فکر ہی نہیں تھی (۶)، خود انگریز بھی اس کو سمجھتے تھے، چناں چہ ٹیپو کی جب شہادت ہوئی تو جنرل ہارس نے وہاں جا کر کہا تھا کہ ''آج سے ہندوستان ہمارا ہے'' (۷)۔

پھر سید صاحب نے مہاراجہ گوالیار کو جو خط لکھا کہ پڑوس کے رہنے والے انگریز اس ملک پر چڑھ آئے ہیں ہم سب مل کر اس ملک کو ان سے آزاد کرنے کے لیے جدوجہد کریں پھر فیصلہ کیا جائے گا کہ کس طرح حکومت کی تقسیم ہو (۸)، اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے ہندوؤں کو اس میں شرکت کی دعوت دی، لیکن تاریخ پلٹ دی گئی ہے، بالکل مسخ کر دی گئی ہے، از سر نو تاریخ مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔

شاہ علم اللہ کا مقام

فرمایا: موقع ہو تو سیرت سید احمد شہیدؒ پڑھنی چاہیے، تا کہ معلوم ہو کہ یہ تاریخ کیا ہے؟ یہ کون لوگ تھے؟ حضرت شاہ علم اللہ صاحب بہت بڑے شخص تھے، حضرت مولانا الیاس صاحب نے ان کی قبر کے پاس مراقبہ فرمایا، حضرت مدنی نے چلہ گزارنے کا ارادہ کیا تھا، ہمارے شیخ ومرشد حضرت رائے پوری ایک یا دو مرتبہ تشریف لائے، حضرت شیخ الحدیث ایک یا دو مرتبہ آئے، حضرت تھانوی بھی آنے کا ارادہ کر رہے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت تھانویؒ کی شہرت سے احتیاط

حضرت تھانویؒ کے خلیفہ مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری نے سنایا کہ جب حضرت تھانویؒ لکھنؤ تشریف لائے تو حضرت شاہ علم اللہ صاحب نے ایک شخص سے خواب میں آکر کہا کہ حضرت تھانوی لکھنؤ آئے ہوئے ہیں، ان سے یہاں آنے کے لیے کہو، مولانا تھانوی نے فرمایا: اب چونکہ خواب دکھایا گیا ہے اس لیے جانے سے شہرہ ہوگا، پھر تشریف لے چلیں گے مگر اس کا موقع نہیں ملا، اسٹیشن سے گزرے تو فرمایا تکیہ کے انوار یہاں تک ہیں۔

حواشی مجلس (۴۹)

(۱) مولانا عبدالعزیز بھٹکلی ندوی: استاد تفسیر وحدیث ونائب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، ترجمانِ ندوہ ولسانِ ندوہ۔

(۲) مولانا محمد الیاس بھٹکلی ندوی: مصنف سیرت ٹیپو سلطان شہید اور دیگر کتب، استاد جامعہ اسلامیہ بھٹکل، رکن شوریٰ ندوۃ العلماء لکھنؤ، ورکن آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ، وبانی وجنرل سکریٹری مولانا ابوالحسن ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل، اُس وقت وہ مذکورہ کتاب لکھ رہے تھے۔

(۳) سید ابواللیث: حضرت شاہ ابوسعید حسنی کے صاحبزادے اور سید احمد شہید کے ماموں تھے، ۱۱۸۷ھ میں سفر حج کے بعد واپسی میں مدراس میں اترے اور سلطنت خداداد میں مستقل قیام اختیار کیا، انھی کے زمانۂ قیام میں سلطان ٹیپو کی جانشینی عمل میں آئی، یہیں کوڑیال بندر (موجودہ منگلور) میں انتقال کیا، ۱۲۰۸ھ (۹۴-۱۷۹۳ء) (نزہۃ الخواطر ۷/۲۳-۲۴، خانوادہ علم اللہی، ص۸۴-۸۵، نیز دیکھیے راقم کی کتاب تحریک آزادی میں علماء کا کردار، ص ۲۲۶-۲۲۷)

(۴) وقائع احمدی (قلمی) ص ۸۹۹ مخزنۂ کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ، اور اسی نسخے کا عکس لاہور سے حضرت شاہ نفیس الحسینی نے وقائع سید احمد شہیدؒ کے نام سے شائع کیا ہے۔

(۵) بنگلور کے مشہور بلڈر اور سماجی کارکن، دارالامور (سرنگا پٹنم) کے بانیوں میں سے ہیں، حضرت مولانا سے اچھے روابط تھے، حضرت، بنگلور میں زیادہ تر انھی کے یہاں قیام فرماتے تھے۔

(۶) اس کی تفصیل کے لیے دیکھیے راقم کی کتاب تحریک آزادی میں علماء کا کردار (۱۸۵۷ء سے پہلے)

(۷) دیکھیے تاریخ سلطنت خداداد، ص ۳۵۰

(۸) اصل مکتوب دیکھیے مکاتیب سید احمد شہید (قلمی) ص ۱۷۰ (مخزونہ کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ، یا مکاتیب سید احمد شہید (مطبوعہ) ص: ۹۷، یا رجوع کیجیے راقم کی کتاب تحریک آزادی، ص: ۳۳۱-۳۳۲)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۵۰)

۵/۹/۱۴۱۷ھ مطابق ۱۵/۱/۱۹۹۷ء

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ورع

مجلس لگی ہوئی تھی لوگ بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں مولانا عبدالعزیز صاحب خلیفہ بھٹکلی ندوی اندر تشریف لائے، حضرت نے مزاحاً فرمایا: خلیفہ صاحب! خلیفہ صاحب کو آگے آنے دو، خلیفہ بھی اور عبدالعزیز بھی! خلیفہ اور عبدالعزیز ان دونوں لفظوں کی مناسبت سے فرمانے لگے کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز بھی بڑے عجیب وغریب شخص تھے، غور کیجیے احتیاط دیکھیے، ایک دفعہ بیٹھے رات کے وقت چراغ جلائے کچھ سرکاری کام کررہے تھے، اتنے میں ایک آدمی آیا اور مزاج دریافت کرنے لگا، خیریت سے ہیں، بال بچے کیسے ہیں؟ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے چراغ کو بجھادیا کہ اب شخصی بات ہوئی، اس لیے اس کے تیل سے انتفاع جائز نہیں (۱)۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا زہد

ایک مرتبہ گھر میں آئے، دیکھا کہ لڑکیاں منھ پر ہاتھ رکھے سلام کررہی ہیں، وجہ پوچھی تو انھوں نے بتایا کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں تھا، اس لیے ہم نے دال اور پیاز کھائی ہے، اس کی بدبو سے آپ کو تکلیف نہ ہو، اس لیے منھ پر ہاتھ رکھا ہے (۲)۔

خیال کیجیے، خلیفۂ وقت ہیں، دنیا کے سب سے بڑے بادشاہ، ایشیا ان کے قبضے میں، افریقہ ان کے قبضے میں، مگر گھر میں کھانے کو کچھ نہیں، تاریخ میں اس کی مثال نہیں!!

حضرت ابوبکر کا زہد وورع

فرمایا: قصص من التاریخ الإسلامی پڑھنی چاہیے۔

مولانا عبداللہ حسنی صاحب (۳) نے پوچھا کہ کس کی؟ طنطاوی کی؟ فرمایا: نہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

ہماری، اس میں بڑے حیرت انگیز عجیب وغریب موثر ترین واقعات ہیں، حضرت ابوبکرؓ کا ایک واقعہ ہے کہ ان کی اہلیہ نے ایک دفعہ حلوا کھانے کی خواہش ظاہر کی، جواب دیا: ہم کیسے کھلائیں؟ تو ان کی اہلیہ نے یہ کیا کہ بیت المال سے جو نفقہ ملتا تھا اس میں سے روزانہ کے حساب سے کچھ بچا کر کم میں خرچ پورا کیا، جب اتنی مقدار جمع ہوئی جس سے حلوا پکایا جا سکے تو حضرت ابوبکرؓ کو اطلاع دی، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: تجربے سے معلوم ہوا کہ اتنی مقدار بیت المال سے ہم کو زیادہ ملتی ہے، اس کا لینا جائز نہیں، یہ کہہ کر وہ رقم بھی بیت المال میں داخل کر دی (۴)، تاریخ میں اس کی مثال نہیں مل سکتی، انسانیت کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں!!

حضرت حسنؓ کی سخاوت

پھر حضرت حسنؓ کا ایک واقعہ سنایا کہ وہ ایک بار مدینہ منورہ کے کسی باغ کی طرف سے گزر رہے تھے، تو ایک نوعمر حبشی غلام کو دیکھا کہ وہ بیٹھا ہے، اس کے ہاتھ میں ایک روٹی تھی، اور اس کے سامنے کتا بیٹھا تھا، وہ لڑکا ایک لقمہ خود کھاتا، اور ایک لقمہ کتے کو کھلاتا، اس طرح پوری روٹی تقسیم کر کے آدھی اس کو کھلا دی، حضرت حسن نے پوچھا: تم نے کیوں اپنی روٹی میں آدھے کا شریک کتے کو بنالیا اور خود زیادہ حصہ نہیں لیا؟ کہنے لگا: میری آنکھیں اس کی (یعنی کتے کی) آنکھیں دیکھ کر شرم محسوس کرتی تھیں کہ میں زیادہ کھا جاؤں۔ حضرت حسن نے پوچھا: تم کس کے غلام ہو؟ کہا: میں ابان بن عثمان کا غلام ہوں، فرمایا: اور یہ احاطہ کس کا ہے؟ کہا: ابان کا، حضرت حسن نے فرمایا: میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ جب تک واپس نہ آ جاؤں تم یہیں بیٹھے رہنا، چناں چہ آپ گئے اور اس غلام کو خرید لیا، اور احاطہ بھی خرید لیا، اور غلام کے پاس آ کر فرمایا: میں نے تم کو خرید لیا، اس نے اٹھ کر کہا: اللہ اور اس کے رسول اور ان کے بعد میں آپ کے احکام سننے والا اور فرماں بردار ہوں، پھر حضرت حسن نے فرمایا: تو میری طرف سے آزاد ہے اور یہ احاطہ تجھے ہبہ کر دیا (۵)۔

فرمایا: ایسے زہد کے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے، عالم گیر کا فرمان لے کر ان

کا ملازم یہاں تکیہ میں شاہ علم اللہؒ کے پاس آیا، پھر یہ پورا واقعہ سنایا جو پہلے مذکور ہوا ہے(۶)۔

شاہ علم اللہ کا رتبہ اور تکیہ کی مسجد کی خصوصیت

فرمایا: شاہ علم اللہ صاحب بہت بڑے شخص تھے، پھر کل جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا تھا کہ مولانا الیاس صاحب نے یہاں مراقبہ فرمایا، آج اس کی تفصیل سنائی۔ فرمایا: حضرت مولانا الیاس صاحب یہاں آئے، سامنے والے گھر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہاں سوتے تھے، ہماری اسی تکیے کی مسجد میں نماز پڑھتے تھے۔ دوسرے دن پوچھنے لگے کہ وہ مسجد کہاں ہے جہاں سید صاحب نے جہاد کی تیاری شروع کی تھی؟ ہم نے کہا: یہی تو مسجد ہے، مولانا کو خیال نہیں تھا، وہ شاید سمجھ رہے ہوں کہ یہاں سے کچھ فاصلے پر ہوگی، ہم نے جب کہا یہی مسجد ہے، تو فرمایا میں تیار ہو کر آتا ہوں، پھر وضو کر کے آئے، مسجد میں قدم رکھتے ہی فرمایا، تلاوت کرنے کا جی چاہتا ہے، حضرت مولانا نے یہاں پہنچ کر فرمایا کہ اس مسجد کو قرآن سے خاص مناسبت ہے، ہمارا بھی تجربہ ہے کہ یہاں قرآن جلدی یاد ہوتا ہے(۷) پھر حضرت مولانا الیاس نے شاہ علم اللہ صاحب کے مزار کے پاس مراقبہ کیا، پھر جب اس کمرے میں داخل ہوئے تو فرمانے لگے مولوی زکریا مولوی زکریا (حضرت شیخ الحدیث بھی مولانا کے ساتھ آئے ہوئے تھے، یہاں اسی کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے) شاہ علم اللہ بہت بڑے شخص تھے ہمیں نہیں معلوم تھا، ہم تو سید صاحب ہی کو سب سے بڑا سمجھتے تھے، اب معلوم ہوا کہ شاہ صاحب بھی بہت بڑے بزرگ تھے، اس کے بعد حضرت مدنی کے چلہ گزارنے کی تفصیل سنائی، فرمایا: حضرت مدنی بھی یہاں تشریف لائے، ان کو الیکشن کے سلسلے میں رائے بریلی کا دورہ کرنا تھا، بھائی صاحب نے ہم سے کہا کہ مولانا کا خیال رکھنا، ان کی رہائش کا انتظام کرنا، چناں چہ اس مدت میں قیام ہمارے ہی گھر رہا، فرمانے لگے، دو جگہ چلہ گزارنے کا میرا جی چاہتا ہے: ایک حضرت میاں نور محمد جھنجھانویؒ کے مزار کے پاس جو حضرت حاجی امداد اللہ کے پیر تھے اور بہت بڑے قوی النسبت شیخ طریقت تھے،

www.abulhasanalinadwi.org

دوسرے یہاں شاہ علم اللہ کے مزار کے پاس۔

بجلی گل ہونے پر استعجاب اور لوگوں کے حال پر شفقت

اسی اثنا میں بجلی گل ہوئی، فرمانے لگے: یہ بجلی جانے کا وقت ہے اور صاف آنی چاہیے، عین کام کا وقت ہے، کتنے لوگ کھا رہے ہوں گے، کتنے لوگ گھر لوٹ رہے ہوں گے، ان کو کتنی تکلیف ہوگی!

حواشی مجلس (۵۰)

(۱) دیکھیے سیرة عمر بن عبدالعزیز، لابن عبدالحکم (ص۱۶۱-۱۶۲)

(۲) پورا واقعہ کچھ اس طرح ہے، اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا: میری بچیو! اگر تم چاہو تو میں تمھیں اچھے سے اچھا کھلا سکتا ہوں، لیکن کل جہنم کی آگ سے مجھے کون بچا سکے گا۔ دیکھیے سیرة عمر بن عبدالعزیز، ص۵۵)

(۳) مولانا عبداللہ حسنی ندوی: حضرت مولانا کے برادر اکبر مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب کے پوتے اور مولانا محمد الحسنی صاحب کے فرزند اکبر، استاد دار العلوم ندوۃ العلماء، ومدیر عربی رسالہ ''الرائد''، ترجمانِ تحریکِ پیامِ انسانیت، خاص طور پر غیر مسلموں میں بڑے پیمانے پر دعوتی کام کررہے ہیں، حضرت مولاناؒ کے مجاز بھی ہیں۔

(۴) دیکھیے الکامل لابن الاثیر ۲/ ۲۶۵-۲۶۶

(۵) ہم نے اُس زمانے میں جب یہ واقعہ حضرت کی زبانی مجلس میں سنا تھا، نوٹ نہیں کیا تھا، اب اس کو المرتضی کے الفاظ میں درج کر دیا ہے، (المرتضی، ص: ۳۴۷-۳۴۸، اصل واقعے کے لیے دیکھیے (تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر ۱۴/ ۷۵)

(۶) دیکھیے مجلس (۲۵) ص: ۲۵۱

(۷) بعض ساتھیوں نے بھی اپنا تجربہ بتایا، یہاں قرآن جلدی یاد ہو جاتا ہے اور خود ناچیز کا بھی تجربہ ہے کہ یہاں قرآن پڑھتے رہنے کا جی چاہتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۵۱)

۶/۹/۱۴۱۷ھ مطابق ۱۶/۱/۱۹۹۷ء

غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تضرع اور اس فتح کی اہمیت

آج تراویح میں سورۂ انفال پڑھی گئی، اسی مناسبت سے مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا کہ آج سورۂ انفال میں غزوۂ بدر کا تذکرہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر جو فرمایا تھا: اللّٰهم إن تهلك هذه العصابة لا تعبد في الأرض أبداً(۱)، آپ نے اس کو جس طرح بیان کیا ہے.....؟

فرمایا: ہاں اس پر کسی نے غور نہیں کیا، سیرت سے سرسری گزر جاتے ہیں، اللہ نے ہمیں توفیق دی، دعا کے الفاظ پر غور کیجیے، کس طرح اللہ کو منا رہے ہیں، اللہ سے کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ! روئے زمین پر بس یہی مٹھی بھر تعداد تجھے ماننے والی ہے، اگر وہ بھی آج ختم ہو گئے، تو کوئی تجھے پکارنے والا نہیں رہے گا، تیری عبادت پھر کبھی نہیں ہوگی، پھر ذرا تفصیل سے اس کی کچھ حقیقت بیان فرمائی (۲)۔

جب سیرت کا تذکرہ چھڑ گیا تو اپنے سیرت کمیٹی کی دعوت پر پشاور جانے اور تقریر کرنے کی تفصیل سنائی، یہ پوری بات پہلے گزر چکی ہے (۳)۔

پشاور کا تعلق سید صاحب کی تحریک جہاد سے بہت گہرا ہے وہ گویا مرکز تھا، اس کے اطراف کئی معرکے ہوئے ہیں اور آخری معرکہ جو بالاکوٹ میں ہوا تھا، وہ بھی وہاں سے زیادہ فاصلے پر نہیں۔ اس تعلق کی وجہ سے مولانا نذر الحفیظ صاحب نے یہ پوچھا کہ آپ بالاکوٹ بھی گئے تھے؟

فرمایا: ہاں اس وقت بھی گئے، اور پھر دوبارہ ایک دفعہ اور گئے تھے، رابع! تم بھی ساتھ تھے نا اس وقت؟ کہا: جی ہاں۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایک خطرناک لطیفہ

فرمایا: ایک لطیفہ پیش آیا، ہم جب سرحد گئے تو چوں کہ اس کی پوری تاریخ سید صاحب سے وابستہ ہے، ہمیں تاریخی مقامات دیکھنے کا اشتیاق ہوا اور ہم گئے ہی اس لیے تھے، ہم نے پوچھا: یہاں کوئی ایسا شخص ہے جو سید صاحب کی تحریک جہاد سے متعلق تاریخی مقامات کا پتا بتا سکتا ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں ایک صاحب ہیں، وہ سلطان خادی خاں کے خاندان کے تھے جس نے سید صاحب سے جنگ کی تھی، یہ لاہور میں بغرض تجارت یا ملازمت رہتے تھے، کسی کام سے یا چھٹی لے کر گھر آئے ہوئے تھے۔ ہم نے ان سے مقصد بیان کیا، وہ پوچھنے لگے کہ آپ کو اس سے کیا غرض؟ ہم نے کہا: ہم ایک تاریخی ذوق رکھتے ہیں مگر وہ کچھ متعجب سے ہوئے کہ ہم اتنی تحقیق کیوں کر رہے ہیں، انھوں نے تمام جگہوں کی زیارت کروائی اور دو دن تک اپنا ہی مہمان رکھا، وہ کہنے لگے: لکھنؤ میں کوئی صاحب ہیں ابوالحسن علی ندوی، انھوں نے سیرت سید احمد شہید کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، اس میں انھوں نے ہمارے بزرگوار سردار خادی خان کو بہت برا بھلا کہا ہے، اب ہمیں خوف ہوا کہ ہم ان کو بتادیں تو کہیں وہ ہم پر گولی نہ چلادیں، پٹھان تھے اور پٹھانوں کے ساتھ بندوق ہوتی ہی ہے۔ ہم نے کہا: لوگ بہت کچھ لکھتے رہتے ہیں، کسی کی تعریف کی، کسی کی مذمت کی، اس کی آپ فکر نہ کیجیے۔ انھوں نے ہم سے نام پوچھا: ہم نے کہا: علی۔ انھوں نے پوچھا: آپ ہی وہ صاحب تو نہیں ہیں؟ ہم نے کہا: ہم لکھنؤ کے رہنے والے ہیں اور لکھنؤ واطراف میں علی، ابوالحسن نام کثرت سے ہوتے ہیں، آخر جاتے وقت ہمیں مناسب نہیں معلوم ہوا کہ ان کو حقیقت نہ بتائیں، روانہ ہوتے وقت ہم نے پوچھا: وہ صاحب کہاں ہیں؟ وہ آئے تو ہم نے ان کو حقیقت بتادی۔ انھوں نے کہا: اور ایک دن ٹھہر جایئے، دو دن انجان بن کر ہم نے آپ کی ضیافت کی ہے، اب ایک دن جان کر کریں گے، خیر ہم روانہ ہوئے (۴)۔

www.abulhasanalinadwi.org

فرمایا: آپ لوگ یہاں آئے ہیں اگر تلاوت وغیرہ کا ہرج نہ ہوتو سیرت سید احمد شہید پڑھو کہ آپ جہاں رہ رہے ہیں اس کی تاریخ تو معلوم ہو، یا کم از کم اس کا خلاصہ ہی دیکھو، جو حمزہ (۵) نے کیا ہے۔

حواشی مجلس (۵۱)

(۱) یعنی مسلمانوں کی اس جماعت کو آج تو نے اگر ہلاک کر دیا تو روئے زمین پر تیری عبادت کبھی نہیں ہوگی، الفاظ کے تھوڑے فرق کے ساتھ اس کو متعدد محدثین اور سیرت نگاروں نے نقل کیا ہے۔ دیکھیے صحیح مسلم: كتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر وإباحة الغنائم (رقم: ۱۷۶۳) ومسند احمد ۱/ ۳۰، والسيرة النبوية لابن هشام ۲/ ۲۶۷ وغیرہ۔

(۲) اس سلسلے میں حضرت کی ایک پوری تقریر ہے۔

(۳) دیکھیے مجلس (۳۸) ص: ۳۱۸-۳۱۹

(۴) دیکھیے کاروانِ زندگی، اول، ص: ۳۰۲-۳۰۳

(۵) یعنی مولانا سید حمزہ حسنی ندوی، حضرت کے خواہر زادے مولانا محمد ثانی حسنی کے فرزند گرامی قدر، ایڈیٹر ماہ نامہ "رضوان" لکھنؤ، وناظر عام ندوۃ العلماء، ومرتب مکتوبات حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۵۲)

۷/۹/۱۴۱۷ھ مطابق ۱۷/۱/۱۹۹۷ء

حضرت کا کعبے کا دروازہ اپنے ہاتھ سے کھولنے کا اعزاز حاصل کرنا

ہمارے ایک رفیق نے آج تراویح کے بعد مولانا نذرالحفیظ صاحب سے کہا: آج آپ حضرت سے کلیدِ کعبہ کی سپردگی (۱) سے متعلق سوال کریں کہ مجلس میں کبھی تفصیل سے اس کو حضرت نے بیان نہیں فرمایا، چناں چہ مولانا نے اسی سلسلے میں سوال کیا، انداز یہ تھا: مجھے ان ہاتھوں سے مصافحے کا شرف حاصل ہے، کلیدِ کعبہ جس کے سپرد کی گئی۔

حضرت نے مزاحاً پوچھا: وہ کون صاحب ہیں؟ پھر اس کی تفصیل سنائی، اور اس سے پہلے ایک دفعہ آپ کے لیے جب کعبہ کھولا گیا تھا اور آپ جس کی طرف اشارہ کریں اس کو داخلے کی اجازت ملی تھی۔ جس کے بارے میں حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے سب سے بڑا جو اعزاز دنیا میں حاصل ہوا، وہ یہ ہے۔ اور ایک وہ جب ہماری کسی کتاب کی عبارت امام حرم نے حرم کے اندر خطبۂ جمعہ میں پڑھی تھی، ان دونوں کا بھی اس موقع پر ذکر کیا، اس کی تفصیل پیچھے آچکی ہے (۲)۔ اور حالیہ واقعے کے متعلق بتایا کہ اعلان ہوا کہ رابطہ کے ارکان کے لیے کل صبح کعبۃ اللہ کا دروازہ کھولا جائے گا اور ان کو کارڈ دیے گئے تھے کہ اس کو لے کر صبح آجائیں۔ صبح کا وقت ہمارے لیے مشقت کا ہوتا ہے، اس لیے ہمارا جانے کا ارادہ نہیں تھا، لیکن پھر خیال ہوا کہ کہیں پھر بعد میں پشیمانی نہ ہو، اس لیے گئے، جب وہاں پہنچے تو ایک صاحب مجمع کو چیرتے ہوئے ہمارے پاس آئے، ہم ان کو پہچانتے بھی نہیں تھے، یہ شیبی صاحب تھے، انھوں نے کلیدِ کعبہ ہمارے ہاتھ میں دی کہ آپ اپنے ہاتھ سے تالا کھولیں، ہم کھولنا جانتے بھی نہیں تھے، ہم نے کھولا تو وہ کھل ہی نہیں رہا تھا، پھر انھوں نے مدد کی، ہم نے کھولا اور سب سے پہلے داخل ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور ہم سے دعا کرنے کے لیے کہا گیا، ہم نے دعا کی (۳)۔

www.abulhasanalinadwi.org

کعبے کی تاثیر اور دخولِ کعبہ کے وقت حضرت کی کیفیت

فرمایا: آج بھی کعبے کی وہ تاثیر ہے، عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے، ہم صاف کہتے ہیں، ہم پانچ چھ دفعہ حاضر ہو چکے ہیں، لیکن کبھی نہیں گنا کہ اس میں کتنے ستون ہیں اور کیا کیا چیزیں ہیں؟ اس کی طرف ذہن ہی نہیں جاتا، آدمی بالکل محو ہو جاتا ہے، استغراق کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

حضرت کی تواضع

فرمایا: ہم کیا ہیں، نہ کوئی بزرگی حاصل ہے نہ امتیاز، نہ کوئی خصوصیت، نہ ہم اپنے ساتھیوں میں ممتاز تھے، رائے بریلی کے دیہات کا رہنے والا روئے زمین کی سب سے مقدس جگہ میں! یہ محض اللہ کا فضل ہے، ہمارا اس میں کوئی کمال نہیں۔ ایک فارسی شاعر نے کہا ہے:

مورِ مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد　　دست بر پائے کبوتر زدو ناگاہ رسد (۴)

ہماری حیثیت بالکل ایسی ہی ہے کہ ایک چیونٹی کو خواہش پیدا ہوئی کہ کعبے میں پہنچ جائے، لیکن کرتی کیا، کبوتر کے پاؤں سے لگ گئی اور پہنچ گئی، ہماری حیثیت اس سے زیادہ نہیں ہے۔

شاہ سعود کے پوتے سے ملاقات

اس کے دوسرے دن شاہ سعود کے پوتے نے (۵) کچھ وقت مانگا، ہم نے وقت مقرر کیا، انھوں آکر ملاقات کی (۶)، انھوں نے کہا کہ ہم نے ہی شیبی صاحب کو اشارہ کیا تھا کہ کعبۃ اللہ کا دروازہ آج آپ کے دست سے کھولا جائے، وہ ایک اچھا دینی ذوق رکھتے ہیں، وہ چاہتے کہ سعودیہ میں کوئی انقلاب آئے، وہ ولی عہد (۷) جن کا آج کل بہت چرچا ہے، اس کے پورے ہمنوا ہیں، ہماری کافی کتابیں انھوں نے پڑھی ہیں، انھوں نے کہا کہ آپ شاہ فہد کو اس سلسلے میں خط لکھیے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حواشی مجلس (۵۲)

(۱) یہ واقعہ ۸/ شعبان ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۸/ دسمبر ۱۹۹۶ء کا ہے، جب حضرت مولانا کے دست مبارک سے کعبۃ اللہ کا دروازہ کھولا گیا تھا۔

(۲) دیکھیے مجلس (۴۸) ص: ۳۲۳

(۳) جس روز حضرت کی حجاز سے واپسی ہوئی تھی اس وقت لوگ استقبال میں تھے، لوگوں کے استفسار پر حضرت نے اس کی کچھ تفصیل سنائی تھی، اس میں مزید ایک بات یہ فرمائی تھی کہ اب نئی تحقیق ہوئی ہے کہ کعبے کی پوری زمین اندر تک مشک سے بھری ہوئی ہے، حکومت نے اس کو کھود کر تحقیق کرنی چاہی تھی، مگر شیبی صاحب نے منع کیا۔

(۴)

(۵) تیسرے دن انجینیر عثمان صاحب سے حضرت نے دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ یہ شاہ سعود کے پڑپوتے ہیں۔

(۶) معلوم نہیں کہ یہ وہی تھے جو دخولِ کعبہ کے وقت موجود تھے اور حضرت سے دعا کی درخواست کی تھی، یا کوئی اور، حضرت مولانا نے کاروانِ زندگی میں شاہ سعود کے پوتے ہی کی حیثیت سے ان کا ذکر کیا ہے اور نام لکھا ہے: مشعل بن محمد بن سعود (کاروانِ زندگی حصہ ششم، ص: ۳۴۸)

(۷) یعنی سعودیہ کے موجودہ حکمراں شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز، جو اُس وقت ولی عہد تھے، ان کی ولی عہدی کے زمانے میں ان کے پختہ دینی خیالات کا بڑا شہرہ تھا، دین پسند لوگ تمنا کرتے تھے کہ وہ جلد سے جلد منصبِ اقتدار سنبھالیں اور سعودیہ میں کوئی خوش گوار انقلاب آئے، مگر حکمراں بننے کے بعد ان کا کوئی دینی امتیاز سامنے نہیں آیا، بلکہ سابق حکمرانوں سے زیادہ مغربی خیالات سے ہمنوائی لوگوں کو نظر آنے لگی، اور لوگ شاہ فہد کے دور کو یاد کرنے لگے وفقه الله لما فيه صلاح للإسلام والمسلمين۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۵۳)

۸/ ۹/ ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۸/ ۱/ ۱۹۹۷ء

حضرت یعقوب و یوسف علیہما السلام کا ذکر

آج تراویح میں سورۂ یوسف پڑھی گئی، مولانا نذر الحفیظ صاحب نے اسی مناسبت سے یہ سوال کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب کنویں میں ڈالا گیا، لیکن بھائیوں نے آکر بتایا کہ بھیڑیے نے کھایا تو یعقوب کو علم نہ ہوسکا جب کہ کرتے کی بو سے سمجھ گئے (۱)۔

فرمایا: نہیں (۲)، پہلے بھی یعقوب علیہ السلام سمجھ گئے تھے کہ بھیڑیے نے نہیں کھایا، اس لیے کہ کرتا صحیح سلامت ہے صرف خون کے دھبے ہیں، بھیڑیا کھاتا تو کرتے کے سمیت کھاتا۔

جیل میں یوسف علیہ السلام کی دعوت

فرمایا: سورہ یوسف میں بھی بڑی غور طلب باتیں ہیں، مثلاً: یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ دو اور شخص بھی جیل میں داخل کیے گئے، وہ کسی جرم میں گرفتار تھے، انھوں نے خواب دیکھے تھے، یوسف کا چہرہ دیکھ کر ان کو محسوس ہوا کہ یہ کسی شریف گھرانے کے فرد ہیں، اس کی تعبیر یہی دے سکتے ہیں، انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنا اپنا خواب بیان کیا، جب آدمی کسی سے خواب کی تعبیر پوچھتا ہے تو وہ بالکل مضطرب رہتا ہے اور اس کو بہت جلدی ہوتی ہے، یہ ایسا موقع ہوتا ہے کہ کوئی وعظ و نصیحت سننے کے لیے تیار نہیں ہوتا، اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت یوسف نے کیا کیا، ان کو خواب کی تعبیر بھی دینی ہے اور منصب نبوت کو بھی قائم رکھنا ہے (۳)۔ انھوں نے کہا: لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا (۴) یوسف علیہ السلام کو جیل میں کھانا تقسیم کرنے کا ذمہ دار بنایا گیا تھا، جیل کے داروغہ بھی جانتے ہوں گے، یہ بالکل بری اور معصوم ہیں، لیکن وہ

www.abulhasanalinadwi.org

یوں ہی چھوڑ تو نہیں سکتے تھے، ان کی امانت ودیانت اور لیاقت کو دیکھ کر ان کو کھانا تقسیم کرنے کا کام سونپ دیا گیا تھا۔ تو عام طور پر مفسرین نے قبل أن یـأتیـکـمـا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ کھانا آنے سے پہلے میں تعبیر بتادوں گا، لیکن مولانا ابوالکلام آزاد نے ترجمان القرآن میں بڑے کام کی بات لکھی ہے کہ جو خود کھانا کھلانے کا اور تقسیم کرنے کا ذمہ دار ہو، کھانا آنے سے پہلے اس کا کوئی بات بتانا اس میں کوئی کمال نہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ واقعہ پیش آنے سے پہلے ہی میں بتاؤں گا تو یـأتی کا مرجع تاویل ہے یعنی اس کی تاویل کے ظاہر ہونے سے پہلے نہ کہ طعام (۵)۔

یوسف علیہ السلام کے درسِ توحید کا ایجاز واعجاز

اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہیں سے یوسف علیہ السلام نے توحید کا درس دینا شروع کیا، اِنِّـیْ تَـرَکْـتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُوْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ... الخ (٦)۔ اس موقع پر طویل تقریر نہیں کر سکتے، اور نہ اس کا کوئی کوٹہ ہے کہ اتنی بات کہہ سکتے ہیں، اتنی دیر نصیحت کر سکتے ہیں، بلکہ اس کا تعلق نفسیات سے ہے، خود بولنے والا سمجھ سکتا ہے کہ کتنی بات مخاطب سن سکتا ہے، اس لیے یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر کوئی طویل تقریر نہیں کی، بلکہ صرف اتنا کہا:

اِنِّـیْ تَرَکْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُوْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُـمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ کَافِرُوْنَ، وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِیْ اِبْـرَاهِیْـمَ وَاِسْـحَاقَ وَیَعْقُوْبَ، مَاکَانَ لَنَا اَنْ نُشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْئٍ ، ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَی النَّاسِ، وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ، اور اس میں ساری بات کہہ دی اور بس تعبیر شروع کردی: یٰصَـاحِبَـیِ السِّـجْنِ اَمَّا اَحَدُکُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْراً، وَاَمَّا الْآخَرُ فَیُصْلَبُ فَتَاْکُلُ الطَّیْرُ مِنْ رَاْسِهٖ، قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیَانِ (۷)۔

تو قرآن کا ایک ایک لفظ معجزہ ہے، بہت غور کرنا باقی ہے، بہت کام کرنے کا ہے، حیرت ہوتی ہے تورات میں ایک ایک چیز کی تفصیل ہے مثلاً: نوحؑ کی کشتی کتنی بڑی تھی، لیکن اس میں اتنے اہم اور بنیادی وعظ کا ذکر ہی نہیں، صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتابیں بالکل محرف ہیں!

www.abulhasanalinadwi.org

یوسفؑ نے ساقی سے بادشاہ کے پاس اپنا تذکرہ کرنے کے لیے کیوں کہا؟

پھر یہ کہ یوسف علیہ السلام نے ایک سے کہا جس کو بادشاہ کا ساقی بننا تھا کہ بادشاہ کے پاس ہمارا تذکرہ کرنا: وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ (۸)، تو یوسف علیہ السلام نے جیل کی زندگی سے پریشان ہو کر یہ بات نہیں کہی تھی، یہ ان کی غیرت کے خلاف تھا، لیکن چوں کہ ان کے ذمے بہت بڑا کام تھا، منصبِ نبوت ان کو تفویض کیا گیا تھا، جیل میں رہ کر پوری طرح یہ کام نہیں ہوسکتا تھا، اس لیے انھوں نے مناسب سمجھا کہ بادشاہ کے سامنے تذکرہ آئے اور بادشاہ رہا کردے۔

یوسف علیہ السلام کا جیل سے نکلنے میں جلدی نہ کرنا اور برأت ثابت کرنا

پھر جب بادشاہ نے جیل سے نکلنے کے لیے کہا تو فوراً نہیں نکلے، اس لیے کہ اگر اسی وقت نکلتے تو لوگ کہتے کہ بادشاہ نے اپنے اثر سے ایک مجرم کو چھڑا دیا، اس لیے انھوں نے یوں ہی نکل جانا بالکل مناسب نہیں سمجھا، بلکہ تحقیق کرائی، تاکہ عمومی طور پر معلوم ہو جائے کہ ہم بری ہیں اور کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملے!

یوسف علیہ السلام کا بھائیوں سے خطاب اور انجامِ تقویٰ کا بیان

اور جب مصر کے بادشاہ بنے اور بھائی سب ان کے پاس آئے غلہ لینے اور ان کو یقین ہونے لگا کہ یہی یوسف ہیں قالوا أئنك لأنت یوسف! یہ وہ موقع تھا کہ یوسف ان سے بدلہ لیتے اور ان کو ڈانٹتے کوستے کہ شرم نہیں آتی اب پوچھ رہے ہو؟ تمھیں یاد نہیں کہ بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ ایک حرفِ شکایت زبان پر نہیں لائے، بلکہ کہا: اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (۹)، جو تقویٰ اختیار کرے اور صبر سے کام لے، اللہ ایسے محسنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا، قرآن کا ایک ایک لفظ غور کرنے کا ہے۔ اس موقع پر مولانا نذر الحفیظ صاحب نے یاد دلایا کہ آپ نے ایک مرتبہ دار العلوم میں تقریر کرتے ہوئے طلبہ سے کہا تھا کہ یہاں یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ میں نے

www.abulhasanalinadwi.org

تقویٰ اختیار کیا اور صبر سے کام لیا، بلکہ ایک اصول بیان کیا، اِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۔

فرمایا: ہاں اس میں یہ بات بھی غور کرنے کی ہے، ہمیں یاد نہیں رہی۔

غیبی طور پر غذا پہنچنے کے بعض واقعات کا ذکر

آج چوں کہ طعام کا تذکرہ یوسف علیہ السلام کے سلسلے میں آیا تھا، اسی مناسبت سے حضرت نے فرمایا: غیبی طور پر غذا پہنچانے کے بہت سے واقعات ہیں، لیکن مولانا صادق صاحب مجددی (جو براہ راست حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد میں ہیں) نے جو واقعہ سنایا، اس سے زیادہ موثر اور عجیب وغریب واقعہ ہم نے کتاب میں بھی نہیں پڑھا، پھر یہ واقعہ اور ٹرین پر چاول پہنچنے کا اپنا واقعہ سنایا، دونوں پیچھے گزر چکے ہیں (۱۰)۔

سید احمد شہیدؒ کے ساتھ غیبی مدد کا ایک عجیب واقعہ

فرمایا: سید صاحب کے ساتھ ایسے واقعات بہت سے پیش آئے ہیں، ان میں سب سے موثر واقعہ یہ ہے، جا رہے تھے پوری جماعت ساتھ تھی، موسم سردی کا تھا، سخت سردی پڑ رہی تھی، اولے برس رہے تھے، لیکن اوڑھنے کے لیے کوئی سامان نہیں، سب پریشان ہو گئے، سید صاحب نے کہا کہ خدا کا نام لے کر آگے بڑھو، آگے بڑھے ہی تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ چارپائیاں اور لحاف اور سردی کا دوسرا سامان لے کر آ رہے ہیں، اور یہ تمام چیزیں سید صاحب کے لیے پیش کیں، سید صاحب اور آپ کے ساتھیوں نے اطمینان سے رات گزاری، صبح ہوئی تو ان کو لے جانا ایک مسئلہ بن گیا، ساتھ لے کر تو جا نہیں سکتے تھے، ساتھیوں نے پوچھا کہ اس کو کیا کریں، فرمایا: یوں ہی چھوڑ دو، جن کا ہے وہ لے جائیں گے، چناں چہ اس کو وہیں چھوڑ کر روانہ ہوئے (۱۱)۔

www.abulhasanalinadwi.org

حواشی مجلس (۵۳)

(۱) اشارہ تھا اس آیت کی طرف: اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنَ (سورۂ یوسف: ۹۴) یعنی یوسف علیہ السلام نے جب بھائیوں کو اپنی قمیص دے کر بھیجا کہ جاؤ، والد صاحب کے منھ پر ڈال دو، ان کی بینائی پلٹ آئے گی، بھائیوں کا قافلہ مصر سے روانہ ہوا نہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ مجھے یوسف کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔

(۲) میرے خیال میں شاید مولانا نذر الحفیظ صاحب یہ پوچھنا چاہتے تھے کہ یوسف جب کنعان ہی کے کنویں میں تھے تو یعقوب کو خبر نہ ہو سکی اور جب مصر میں تھے تو ان کے کرتے کی خوشبو سے سمجھ گئے، جس کے بارے میں مثنوی میں مولانا روم کا ایک شعر ہے۔

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم گہے پشت پائے خود را نہ بینم

شاید اسی کی طرف مولانا نذر الحفیظ صاحب اشارہ کرنا چاہتے تھے، لیکن بات پوری ہونے سے پہلے ہی حضرت نے جواب دیا۔

(۳) یہ آخری لفظ حضرت نے ارشاد نہیں فرمایا، لیکن منشا یہی تھا۔

(۴) سورۂ یوسف، آیت: ۳۷، یعنی قبل اس کے کہ تمھارا مقرر کھانا تم تک پہنچے، میں تمھارے خوابوں کی تعبیر تمھیں بتا دوں گا۔

(۵) لیکن ترجمان القرآن میں ایسی کوئی بات نہیں ہے، البتہ انھوں نے عام مفسرین سے اس بات میں اختلاف کیا کہ یوسف علیہ السلام کے فوراً تعبیر نہ بتانے کی وجہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں: ''مفسرین کہتے ہیں: تاخیر اس لیے کی کہ وحی کا انتظار تھا، لیکن اگر آپ انتظار کی حالت میں ہوتے تو اس وثوق کے ساتھ کیوں کر وعدہ کر لیتے کہ "لَا یَاْتِیْکُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُکُمَا بِتَاْوِیْلِهٖ" (آیت: ۳۷) اور فیضانِ وحی سے تو آپ کا قلب معمور ہو رہا تھا، تعبیر کے لیے انتظار کی کیوں ضرورت پیش آتی؟ صاف بات یہی ہے کہ تاخیر قصداً کی تھی، اور اس خیال سے کی تھی کہ تعبیر کی احتیاج نے ان دونوں کو میری طرف متوجہ کر دیا ہے، چاہیے کہ اس توجہ سے فوراً فائدہ اٹھایا جائے اور دین حق کی دعوت چھیڑ دی جائے۔'' (ترجمان القرآن، جلد سوم، ص: ۸۵۲)

(۶) دیکھیے سورۂ یوسف، آیت: ۳۷-۴۰، ترجمہ یہ ہے، یعنی میں نے ان لوگوں کا طریقہ چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے، اور آخرت کے منکر ہیں اور اپنے بزرگوں: ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کا طریقہ اختیار کیا ہے، ہمارا کام یہ نہیں ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں، یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور تمام انسانوں پر (کہ اللہ نے ہمیں صرف اپنا بندہ بنایا ہے کسی اور کا بندہ نہیں بنایا) مگر اکثر لوگ شکر نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

کرتے، اے زنداں کے ساتھیو! بتاؤ یہ بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہے، اس کو چھوڑ کر جن کی تم بندگی کرتے ہو، وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ بس چند نام ہیں جو تمھارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نازل نہیں کی، فرماں روائی کا اقتدار اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں ہے، اس کا حکم ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو، یہی سیدھا طریق زندگی ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(۷) سورۂ یوسف، آیت: ۴۱، یعنی اے میرے زنداں کے ساتھیو! (تمھارے خوابوں کی تعبیر یہ ہے کہ) تم میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلائے گا، رہا دوسرا تو اسے سولی پر چڑھایا جائے گا، اور پرندے اس کا سر نوچ نوچ کر کھائیں گے۔

(۸) سورۂ یوسف، آیت: ۴۲

(۹) سورۂ یوسف، آیت: ۹۰

(۱۰) دیکھیے مجلس (۱۱) ص: ۱۴۸-۱۴۹

(۱۱) دیکھیے سیرت سید احمد شہید، جلد دوم، ص: ۴۰۸-۴۱۰

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۵۴)

۹/۹/۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹/۱/۱۹۹۷ء

حاجی عبدالواحد کا ذکر اور حضرت کا ان کو عربی پڑھانا

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری کا ذکر آیا تو مولانا نذرالحفیظ صاحب نے سوال کیا کہ حضرت کی سب سے پہلے رائے پور حاضری کب ہوئی تھی؟ حضرت نے وہ ساری تفصیل سنائی، جب خاکسار تحریک کے مقابلے میں کسی تحریک چلانے کے غرض سے مولانا منظور صاحب نعمانی اور حاجی عبدالواحد صاحب کے ساتھ رائے پور وغیرہ کا سفر ہوا تھا، یہ پوری تفصیل پیچھے آچکی ہے(۱)، فرمایا: حاجی عبدالواحد پر ہماری نظر پڑی کہ تعلیم یافتہ طبقے میں ان کے ذریعے اچھا کام کیا جاسکتا ہے، ان کی انگریزی بہت اچھی تھی، وہ پورے پنجاب میں بی اے میں فرسٹ آئے تھے، اچھے دینی مذاق کے حامل تھے، حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری سے بیعت وارادت کا تعلق رکھتے تھے، ان کو عربی سیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی، وہ اس کے لیے مصر یا کسی عرب ملک میں جانا چاہتے تھے، لیکن مولانا احمد علی صاحب نے ان کو ندوہ آنے کا مشورہ دیا اور ہمارا نام لے کر کہا کہ ان سے عربی پڑھو، چناں چہ وہ ہم سے عربی سیکھتے تھے اور ہم ان سے انگریزی سیکھتے تھے، ہمارے شیخ ومرشد حضرت رائے پوری سے پہلے ہمارا بھی بیعت کا تعلق مولانا احمد علی سے تھا، مولانا نے ہمیں لاہور کی شاہی مسجد میں ٹھہرایا تھا، کچھ اذکار وغیرہ انھوں نے بتائے تھے اور کہا تھا کہ تم اس کے علاوہ کچھ نہ کرو، سوائے اس کے کہ حاجی عبدالواحد صاحب کو عربی پڑھایا کرو۔

مولانا احمد علیؒ کے درسِ تفسیر کا انداز اور حضرت کی محنت

ہم مولانا احمد علیؒ صاحب سے پڑھتے تھے، تفسیر پڑھانے کا خاص انداز تھا، مولانا عبیداللہ سندھی کے براہ راست شاگرد تھے، انھی کا طرز تھا، ہر رکوع کا خلاصہ لکھا ہوا تھا، یہ

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا سندھی کا تیار کیا ہوا تھا، پہلے اس کو یاد کرنا پڑتا تھا، پھر درس ہوتا تھا، ہمارا حافظہ خاندانی طور پر اتنا قوی نہیں ہے، ہمارے لیے یاد کرنے میں بڑی دقت ہوتی تھی، ہمیں یاد ہے کہ ہم ریلوے لائن میں چکر لگاتے ہوئے یاد کرتے تھے، مولانا بہت بڑے صاحب کشف تھے، پھر ان کے کشف کے ایک دو واقعات سنائے جو پہلے گزر چکے ہیں (۲)۔

اور فرمایا وہ نو مسلم گھرانے کے تھے، غالباً ان کے والد پہلے مسلمان ہوئے تھے۔

حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوری کا ذکر اور حضرت کی ان کی خدمت میں حاضری

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے پوچھا: مولانا احمد علی کا بیعت کا تعلق کس سے تھا؟

فرمایا: وہاں ایک بزرگ تھے دین پور میں، حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری (۳)، مولانا احمد علی صاحب کو ان سے اجازت حاصل تھی، مولانا احمد علی صاحب نے ہمیں بھی ان کے پاس بھیجا، ہماری بھی سب سے پہلی بیعت ان ہی سے ہے، اچھا ایک لطیفہ پیش آیا، ہم جب وہاں گئے تو ہمیں چند دن بعد خیال ہوا کہ یہاں آئے ہیں، حضرت کی کچھ خدمت کرنی چاہیے، ہمیں کچھ شرم سی آئی، اس زمانے میں بڑے بڑے پنکھے ہوتے تھے، جو جھولے جاتے تھے، جو پنکھا جھول رہا تھا ہم نے اس سے لیا اور جھولنے کی کوشش کی، لیکن یہ اتنا وزنی تھا کہ ہم سے جھولا نہیں گیا، نہ جھولتے بنے نہ چھوڑتے بنے، چھوڑ دینا بھی ٹھیک نہیں، اس سے سبکی ہوگی، ہم نے بڑی طاقت لگائی، زور سے کھینچا، اتنے میں حضرت نے ہمارا نام لے کر کہا کہ پینے کے لیے پانی لائیے، ہم نے کہا کہ اب ہمیں چھٹی مل گئی، ہم پانی لائے، کچھ پیا اور بچا ہوا ہمیں کو دیا کہ یہ تم پیو، یہ ان کی شفقت تھی۔

دین پور کا عجیب دینی رنگ

اس پوری بستی میں کوئی آواز نہیں سنائی دیتی تھی سوائے الا اللہ کے، کسی کو بلانا ہوتو کہتا: الا اللہ، وہ جواب میں بھی کہتا الا اللہ، الا اللہ کے سوا کوئی آواز ہی نہیں آتی تھی (۴)۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا سید تاج محمود صاحب امروٹی

ایک اور بہت بڑے بزرگ تھے حضرت مولانا سید تاج محمود صاحب امروٹی (۵)، ان سے بھی مولانا احمد علی کو اجازت حاصل تھی، یہ بڑے بزرگ تھے، علمائے دیوبند بھی ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن سے بڑا اخلاص واختصاص کا تعلق تھا، ایک دفعہ حضرت شیخ الہند کی خدمت میں ایک ٹوپی بھیجی، اس پر لکھا: ''تاجِ محمودؔ'' یعنی محمود کے سر کا تاج اور خود ان کا نام بھی تاج محمود تھا۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی جب حج سے واپس ہورہے تھے تو کراچی میں کچھ دن ٹھہرے تھے اور ان کی ملاقات کو گئے تھے۔

ہم نے بھی ان کی زیارت کی ہے، ہم جب دوسری مرتبہ لاہور گئے تو ان کا مرضِ وفات تھا، لوگوں کو ملنے نہیں دیا جارہا تھا، ہم گئے تو ہماری آواز پہچان گئے اور فوراً اندر بلالیا، تھوڑی ہی دیر میں مولانا مودودی بھی آئے، ان کو بھی اجازت نہیں ملی، یہ تعلق کی بات ہے۔

حواشی مجلس (۵۴)

(۱) دیکھیے مجلس (۲۱) ص: ۲۱۹-۲۲۰

(۲) دیکھیے مجلس (۱۵) ص: ۱۸۲

(۳) مولانا خلیفہ غلام محمد دین پوری: ضلع جھنگ کے بلوچ قبیلے سے ان کا تعلق تھا، بڑے عابد وزاہد بزرگ تھے، سلسلۂ قادریہ میں مولانا حافظ محمد صدیق بھرچونڈوی (م ۱۳۰۸ھ) سے خلافت پائی تھی، علمائے دیوبند سے خصوصی لگاؤ تھا، ۱۹۱۲ء میں حضرت شیخ الہند کی خصوصی دعوت پر دارالعلوم دیوبند کے جلسۂ دستار بندی میں شرکت کی، تحریک ریشمی رومال میں حصہ لیا اور گرفتار ہوکر چھ ماہ جالندھر میں نظر بند رہے، ایک سوسال سے زیادہ عمر پائی، وفات: ۲۴/ مارچ ۱۹۳۶ء، دین پور

نوٹ: حضرت مولانا نے پرانے چراغ میں ان کے بارے میں جو لکھا ہے کہ وہ تقریباً ناخواندہ تھے، یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی، اس لیے کہ تذکرہ نگاروں کی صراحت کے مطابق پختہ حافظ قرآن تھے، اور انھوں نے فارسی اور شرح جامی تک تو باقاعدہ عربی کی تعلیم بھی حاصل کی تھی، پھر اپنے مطالعے سے قرآن وسنت میں درک حاصل کیا تھا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے ید بیضاء از حامی عبیدی

www.abulhasanalinadwi.org

دین پوری، مختصر حالات کے لیے دیکھیے تذکرہ علماے پنجاب دوم، ص:۴۸۲-۴۸۵)

(۴) دیکھیے پرانے چراغ اول، ص:۱۴۸-۱۴۹

(۵) مولانا سید تاج محمود امروٹی: آپ خیر پور ضلع سکھر، سندھ کے رہنے والے تھے، اپنے شیخ (حضرت حافظ محمد صدیق بھر چونڈوی) کے حکم سے ضلع سکھر ہی کے ایک قصبے امروٹ میں اقامت اختیار کی، اور رشد وہدایت میں مشغول ہوئے، امروٹ میں مدرسہ قائم کیا، آپ کی علمی ودینی خدمات میں سب سے اہم قرآن کریم کا سندھی زبان میں ترجمہ ہے، جس کو حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے انجمن خدام الدین سے شائع کیا، یہ ترجمہ بہت مقبول ہوا۔ شوقِ جہاد اور انگریز دشمنی، مزاج میں رچ بس گئی تھی، مولانا عبید اللہ سندھی نے حضرت شیخ الہند کے حکم سے جب کابل ہجرت کی تو حضرت امروٹی نے مولانا سندھی کی پوری مدد کی، اور تحریکِ ہجرت کے دوران میں قافلوں کی روانگی میں بڑا تعاون کیا، خلافت کمیٹی اور جمعیت علماے ہند کے پلیٹ فارم سے تحریکِ آزادی میں بھر پور حصہ لیا، گرفتار بھی ہوئے، تحریکِ خلافت کو کامیاب بنانے کے لیے دور دراز کے سفر کیے، ۱۹۲۲ء میں کلکتہ میں منعقد جمعیت علماے ہند کے اجلاس کے صدر منتخب ہوئے، اور تاحیات سندھ میں جمعیت کے صدر رہے، وفات: ۵/نومبر ۱۹۲۹ء (ہفت روزہ خدام الدین لاہور، امام الاولیاء حضرت لاہوری نمبر، ص:۹۵-۹۹، وید بیضا، ص:۶۸-۷۲)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۵۵)

۱۰/۹/ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۰/۱/ ۱۹۹۷ء

ذکر کی حقیقت

آج درسِ تفسیر (۱) میں وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ (۲) والا رکوع تھا، اس کی حضرت والا نے بڑی عمدہ روحانی تشریح فرمائی تھی اور ذکر کی حقیقت پر روشنی ڈالی تھی، تو مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا کہ حضرت نے آج درسِ قرآن میں ذکر کی بڑی اچھی تشریح فرمائی، آپ نے فرمایا کہ عربی میں ذکر یاد کرنے اور یاد رکھنے دونوں کو کہتے ہیں، فرمایا: ہاں اردو میں ذکر صرف یاد کرنے کو کہتے ہیں، فلاں نے فلاں کا ذکر کیا، لیکن عربی میں یہ لفظ بہت وسیع ہے، یاد کرنے کو بھی کہتے ہیں اور یاد رکھنے کو بھی، اسی سے صوفیہ نے یہ لفظ لیا ہے، اور یہ صرف زبان سے نہیں ہوتا، بلکہ قلب سے بھی ہوتا ہے یعنی خدا کا وصال اور استحضار رہے، قلب بھی ذاکر ہوتا ہے، اسی کو صوفیہ کہتے ہیں کہ قلب جاری ہوگیا۔

حضرت مولانا کے والد اور دادا کا موت کے وقت قلب جاری ہونا

قلب جاری ہونے کے دو واقعات ایک کا خود ہم نے مشاہدہ کیا اور ایک سنا، پہلا واقعہ یہ ہے کہ جب ہمارے والد صاحب کا انتقال ہو رہا تھا تو ان کے قلب سے اللہ اللہ کی آواز آرہی تھی، ہم نے خود سنی، ہماری عمر اس وقت بہت کم تھی، نو دس سال کی عمر، اور گھر میں مردوں میں ہمارے علاوہ کوئی تھا بھی نہیں، بھائی صاحب ایم-بی-ایس کے لیے مدراس گئے ہوئے تھے، اس موقع پر والد صاحب کے وفات کی پوری تفصیل سنائی جو پیچھے کسی مجلس میں بیان ہو چکی ہے (۳)۔

اور دوسرا واقعہ ہمارے دادا صاحب (حکیم فخر الدین خیالی صاحب) کا ہے، وہ انتہائی کمزور ہوگئے تھے، اتنے کہ جب تک کان ان کے لبوں کے قریب نہ کریں، ان کی

www.abulhasanalinadwi.org

آواز سنائی نہیں دیتی تھی، ہماری والدہ صاحبہ کہتی تھیں کہ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو وہ اس کوٹھے پر تھے (سامنے مولانا رابع صاحب کے موجودہ مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اور ہم یہاں نیچے تھے، بڑے زور زور سے اللہ اللہ کی آواز آرہی تھی، ان کا قلب اس وقت جاری ہوگیا تھا۔

ندوۃ العلماء کے اکثر بانیان اور ابتدائی ارکان مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے بیعت تھے

فرمایا: ہمارے ندوے کے اکثر بانیوں، ابتدائی ذمہ داروں کا بیعت وارادت کا تعلق حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی سے تھا، حضرت مولانا محمد علی مونگیری تو باقاعدہ ان کے خلیفہ تھے، پھر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب شروانی، ہمارے والد صاحب، مولانا خلیل الرحمٰن صاحب (۴) جو ناظم ندوہ رہ چکے تھے، نواب علی حسن خاں جو ہمارے والد صاحب کے بعد ندوے کے ناظم بنائے گئے تھے، یہ سب حضرات مولانا فضل رحمٰن صاحب سے بیعت تھے۔

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے پوچھا: نواب صدیق حسن خاں صاحب بھی ان سے بیعت تھے؟ جواب میں فرمایا: ایسا یاد پڑتا ہے، یقین سے تو کہہ نہیں سکتے (۵)، ہمارے والد صاحب یہاں لکھنؤ میں مولانا محمد نعیم فرنگی محلی (۶) سے پڑھتے تھے، ایک مرتبہ یہ خبر مشہور ہوئی کہ مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کا انتقال ہوگیا، والد صاحب کو بہت افسوس ہوا کہ زیارت سے محروم رہے، لیکن پھر معلوم ہوا کہ خبر غلط ہے، تو فوراً گنج مرادآباد کے لیے روانہ ہوئے، پہنچنے کے بعد حضرت نے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہیں؟ پھر واقعہ سنایا جو پیچھے گزر چکا ہے (۷)، والد صاحب کا ارادہ بیعت کرنے کا نہیں تھا، ان کی خط وکتابت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے تھی، ان کے کچھ خطوط والد صاحب کے نام ہیں، صوفی عبدالرب صاحب (۸) بعض خطوط کو دیکھ کر کہنے لگے کہ اس سے تو اجازت معلوم ہوتی ہے، اس میں

کچھ ایسی باتیں تھیں جس سے وہ سمجھ گئے، مثلاً: ''لوگوں کو تلقین کرو، بتاؤ''، اس قسم کے الفاظ تھے، چوں کہ حضرت حاجی صاحب سے تعلق تھا، اس لیے بیعت کا ارادہ نہیں تھا، مگر حضرت نے شاہ علم اللہ صاحب کے خاندان کی وجہ سے بڑی شفقت فرمائی اور ان سے بیعت لی، اور اس دن تین دفعہ حدیث کا درس دیا، جب کہ ہمیشہ ایک ہی دفعہ دیتے تھے، یہ تمام تفصیل والد صاحب نے اپنے ایک رسالے ''استفادہ'' میں بیان کی ہیں، یہ رسالہ پڑھنے کے قابل ہے، ہماری کتاب تذکرہ فضل رحمٰن کے آخر میں ضمیمے کے طور پر شامل ہے۔

اپنی چند اہم سوانحی کتابوں کے پڑھنے کی تاکید

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا: مولانا فضل رحمٰن صاحب پر آپ کی کتاب سب سے پہلی باقاعدہ مستند کتاب ہے۔

فرمایا: مستند اور بھی ہیں، مگر زیادہ تر بیاض کی شکل کی ہیں، تصنیفی حیثیت سے نہیں لکھی گئی، ایک دو جو لکھی گئی ہیں ان کی بھی اشاعت نہیں ہوئی، یہ کتاب تصنیفی حیثیت سے لکھی گئی ہے۔

فرمایا: ''تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن''، ''سیرت سید احمد شہید''، ''سوانح رائے پوری''، اور ''تذکرہ مولانا الیاس صاحب'' یہ سب کتابیں پڑھنی چاہیے۔

مولانا عبدالحی حسنی کی براہِ راست سید صاحب کے مرید سے ملاقات

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا: آپ کے والد صاحب نے جب دہلی اور اس کے اطراف کا سفر کیا تھا، اس وقت سید صاحب کے خلفاء میں سے کوئی زندہ تھا؟ فرمایا: مولانا محمد جعفر تھانیسری (۹) سے ملے تھے، وہ بھی شاید ایک واسطے سے خلیفہ تھے (۱۰) ہاں ایک بڑے میاں کا ذکر ملتا ہے (۱۱)۔

ہمارا مسلک وہی ہے جو شاہ ولی اللہ اور ان کی اولاد وخلفاء کا ہے

فرمایا: ہم صاف کہتے ہیں کہ ہمارا مسلک وہی ہے جو شاہ ولی اللہ اور آپ کی اولاد

www.abulhasanalinadwi.org

وخلفاء کا تھا، سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا تھا، اور جس پر علمائے دیو بند: حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ (۱۲)، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (۱۳) اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ قائم تھے، اور پھر آخر میں حضرت مدنی اور حضرت رائے پوری اور حضرت شیخ الحدیثؒ جس پر تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور آپ کے خلفاء واولاد نے توحیدِ خالص اور اصلاحِ عقائد کا کام جس وسیع پیمانے پر کیا شیخ محمد بن عبدالوہاب نے بھی اس طرح نہیں کیا، تقویۃ الایمان کے ذریعے اتنے لوگوں کی اصلاح ہوئی کہ مولانا گنگوہی کہتے تھے کہ کئی لاکھ آدمی اس کے ذریعے توحید خالص پر آئے (۱۴)۔

حواشی مجلس (۵۵)

(۱) رمضان المبارک میں نماز ظہر سے پہلے حضرت کا روزانہ درس قرآن ہوتا تھا۔

(۲) سورۃ الزخرف: ۳۶

(۳) دیکھیے مجلس (۴۶) ص: ۳۵۳

(۴) مولانا خلیل الرحمٰن سہارنپوری: اپنے عہد کے مشہور عالم اور نامور محدث صاحبِ حاشیۂ بخاری مولانا احمد علی سہارنپوری کے فرزند تھے، ندوۃ العلماء کی تحریک کے ابتدائی دور ہی سے اس سلسلے میں منسلک ہو گئے تھے۔ ۱۹۰۵ء میں نائب ناظم اور ۳۰/ جولائی ۱۹۱۳ء کو مستقل ناظم منتخب ہوئے، جس کا سلسلہ جولائی 1915ء تک جاری رہا، مگر اخیر تک وہ مجلس انتظامی کے رکن رہے، تحریک خلافت کے بڑے پر جوش حامی تھے۔ وہ اپنی دین داری، وضعداری واستقامت میں قدیم علماء کی یادگار تھے، وفات: ۴/ فروری ۱۹۳۶ء، سہارنپور، (حیات عبدالحی، ص: ۱۶۲-۱۶۳، حاشیہ، نیز دیکھیے تاریخ ندوۃ العلماء حصہ دوم ۴۱ وبعد)

(۵) نواب صدیق حسن خان، حضرت مولانا گنج مرادآبادی سے باقاعدہ غالباً بیعت تو نہیں تھے، لیکن اخیر عمر میں نواب صاحب کا مولانا گنج مرادآبادی سے ربط بہت بڑھ گیا تھا، اور خانقاہ میں زیادہ آمدورفت تھی، نیز نواب صاحب کی خودنوشت سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر عمر میں تصوف کے اعمال واشغال کا ان پر غلبہ ہو گیا تھا۔

(۶) مولانا محمد نعیم فرنگی محلی: علامہ عبدالعلی بحرالعلوم کے پڑپوتے، اپنے عہد کے کبار علماء میں سے تھے، زہد وقناعت اور تقویٰ وطہارت میں بھی ممتاز تھے، علم ظاہر اور علم باطن دونوں میں ایک کثیر تعداد نے ان سے

www.abulhasanalinadwi.org

استفادہ کیا، وفات: ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء (نزہۃ الخواطر ۸/ ۴۸۴، علمائے فرنگی محل، ص: ۸-۲۷۸-۲۷۹)

(۷) دیکھیے مجلس (۳۵) ص: ۲۹۸

(۸) سید عبدالرب ایم-اے، تخلص: صوفی، عرف: صوفی عبدالرب صاحب، اصلاً ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے تھے، انگریزی تعلیم یافتہ، مگر طالب علمی ہی میں حضرت تھانویؒ سے بیعت ہو گئے تھے، اور ان کے مواعظ نے اسی وقت سے تیزی کے ساتھ اثر کرنا شروع کر دیا تھا، حضرت تھانویؒ کے حکم سے ان کی زندگی ہی میں ان کے خلیفۂ اجل مولانا محمد عیسیٰ صاحب سے رجوع ہوئے، ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب سے اصلاحی تعلق قائم کیا، اخیر میں حضرت شیخ الحدیث سے متعلق ہو گئے تھے، اردو کے قادر الکلام، زود گو اور پُر گو شاعر تھے، جگر بھی ان کے شاعرانہ کمالات کے قائل تھے، مختلف جگہوں پر اسکولوں میں پڑھاتے رہے، اخیر میں اناؤ کو مستقر بنا لیا تھا، وہ پورے پابندِ شریعت اور متبعِ سنت بزرگ تھے، بلکہ دین کے بارے میں نہایت سخت تھے، اور بقول مولانا منظور نعمانی: ''اپنے رب کے بڑے وفادار بندے اور مثالی مردِ مومن تھے۔'' ان کا کلام، ''کلام صوفی'' (تقریباً پانچ سو صفحات) کے نام سے شائع ہو چکا ہے، وفات: ۷/ فروری ۱۹۷۵ء، اناؤ (الفرقان، فروری، مارچ ۱۹۷۵ء، کلام صوفی، ابتدائی پچاس صفحات جس میں مولانا منظور صاحب کا الفرقان والا مضمون، حضرت مولانا علی میاںؒ کا مضمون جو بعد میں پرانے چراغ حصہ دوم کا جز بنا (ص: ۲۶۵-۲۷۵) اور ان کے رفیق قدیم ماسٹر مولوی محمد ابراہیم ایم-اے کا مفصل اور معلومات افزا مضمون شامل ہے)

(۹) مولانا محمد جعفر تھانیسری: تحریک سید احمد شہید سے وابستہ مشہور شخصیت، ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۴۹ء میں تحریک میں شامل ہوئے تھے، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بھی حصہ لیا، وہ ایک رئیس آدمی تھے، سرحد پر مجاہدین کے پاس رقم اور آدمی بھیجتے تھے، اسی الزام میں گرفتار ہوئے اور ۱۸۶۴ء میں انبالہ کے مشہور مقدمے میں پھانسی کی سزا سنائی گئی جو حبسِ دوام بہ عبورِ دریائے شور میں بدل دی گئی، انبالہ اور لاہور جیل میں مصیبتیں جھیلتے ہوئے ۱۸۶۶ء میں انڈمان پہنچے، جہاں سے ۱۸۸۳ء میں رہائی ملی، انھوں نے ''کالا پانی'' کے نام سے کتاب لکھی ہے جس میں زمانۂ اسیری کے حالات اور مقدمات کی تفصیلات لکھی ہیں، زمانۂ اسیری میں انھوں نے بڑی عزیمت کا ثبوت دیا، وہ بہترین عرائض نویس اور ماہر قانون داں تھے۔ وفات: ۱۹۰۵ء، انبالہ (تفصیل کے لیے دیکھیے کالا پانی، جنگ آزادی ۱۸۵۷ واقعات و شخصیات از محمد ایوب قادری، ص: ۷۰-۹۱، کاملانِ تھانیسر، ص: ۹۵-۱۱۰، از ڈاکٹر محمد عامر الصمدانی القاسمی۔

(۱۰) مولانا محمد جعفر صاحب کا سنہ پیدائش ۱۸۳۲ء بتایا جاتا ہے، جب کہ سید احمد شہید کی شہادت اس سے ایک سال قبل ہو چکی تھی، تحریک مجاہدین سے ان کا تعلق ۱۸۴۹ء میں ہوا، جب ہندوستان میں تحریک مجاہدین کے امیر مولانا یحییٰ علی صادقپوری تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

(۱۱) ان کا نام مولانا محمد حسین ہے، بگھرہ ضلع مظفر نگر (یوپی) کے رہنے والے تھے، مولانا عبدالحی صاحب نے ۱۸۹۴ء میں اپنے سفر کے دوران میں بڑی جدوجہد کر کے ان سے ملاقات کی تھی، اس وقت ان کی عمر ایک سو گیارہ سال کی تھی۔ (دیکھیے دہلی اور اس کے اطراف، ص:۱۲۱) نیز مولانا عبدالحی صاحب نے سہارنپور میں سید صاحب کے ایک اور مرید سے بھی ملاقات کا ذکر کیا ہے، جنھوں نے صغرسنی میں سید صاحب کی زیارت کی تھی (دیکھیے کتاب مذکور ص:۱۰۰)

(۱۲) مولانا محمد قاسم نانوتوی: مجتہدانہ دماغ رکھنے والے عالم دین، متکلم اسلام، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے مجاہد، اور دارالعلوم دیوبند کے بانی ہیں۔ خلیفہ حاجی امداداللہ صاحب پچاس سال سے کم عمر پائی۔ وفات: ۴ ؍ رجمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۵ ؍اپریل ۱۸۸۰ء، دیوبند (تفصیلی حالات وکمالات کے لیے ملاحظہ ہو: سوانح قاسمی از مولانا گیلانی، مولانا محمد قاسم نانوتوی حیات اور کارنامے از مولانا اسیر ادروی، قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی احوال وآثار وباقیات ومتعلقات از مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی)

(۱۳) مولانا رشید احمد گنگوہی: اپنے زمانے کے مشہور اور ایک بہت بڑے عالم دین ومحدث، صاحبِ عزیمت، متبع سنت بلکہ ناشر سنت، ماحی بدعت، شیخ طریقت تھے، حاجی امداداللہ کے خلیفہ اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کے رفیق وہم درس تھے، ایک خلق نے علم ظاہر وباطن میں آپ سے استفادہ کیا، اور آپ نے بعد کی نسلوں میں اپنے گہرے نقوش چھوڑے، وفات: ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء، گنگوہ (ضلع مظفر نگر) (نزھۃ الخواطر ۸/۱۶۳-۱۶۷، تفصیل کے لیے دیکھیے تذکرۃ الرشید از محمد عاشق الٰہی میرٹھی)

(۱۴) یہ بات پہلے گزر چکی ہے، مگر وہاں ہزاروں فرمایا تھا، دیکھیے مجلس (۳۶) ص:۳۰۴

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۵۶)

۱۱/۹/۱۴۱۷ھ مطابق ۲۱/۱/۱۹۹۷ء

سورۂ کہف کا مضمون

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے پوچھا: حضرت کی کتاب "تأملات فی سورۃ الکهف" (معرکۂ ایمان و مادیت) (۱) کی تصنیف کا اصل محرک کیا ہوا؟

جواب میں فرمایا: کوئی خاص محرک تو یاد نہیں، البتہ ہماری والدہ مرحومہ نے بچپن ہی سے ہر جمعے کو اس کے پڑھنے کا پابند بنایا تھا، اس کی وہ بہت تاکید کرتی تھیں اور ہم نے پڑھا ہے یا نہیں، معلوم کرتی تھیں، اس وقت سے اب تک الحمدللہ ہم اس کے عادی ہیں، تو اس سورت پر غور کرنے کا اللہ نے موقع دیا، اس سورہ میں وہ تمام چیزیں ہیں جن کا اس موجودہ مادی دور سے تعلق ہے، مادیت کے مقابلے میں توحید و روحانیت، طاقت کے مقابلے میں عقیدہ، اور اسباب کے مقابلے میں خدا پر توکل، اصحابِ کہف کا واقعہ کیا ہے، انھوں نے مادیت کا کھل کر مقابلہ کیا (۲)۔

اصحاب کہف کا غار کہاں واقع ہے؟

ہم نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ غار ترکی کے قریب کسی شہر میں ہے، مگر اب نئی تحقیق ہوئی ہے کہ یہ عمّان کے قریب ہے، اردن کی مجمع علمی جس کے ہم رکن ہیں، اس کے اجلاس میں شرکت کے لیے عمّان گئے ہوئے تھے تو آثار قدیمہ کے ایک ڈائرکٹر سے ملاقات ہوئی، انھوں نے اصحاب کہف کے نو دریافت شدہ غار کے بارے میں ہمیں بتایا اور اس کو دیکھنے کی ترغیب دی، ہم ان کے ساتھ گئے اور اس کی زیارت کی، تو دل نے اس کو تسلیم کیا اور یقین ہو گیا کہ یہی غار ہے۔ اصحاب کہف کی قبریں بنی ہوئی ہیں اور ان کے کتے کی قبر کچھ فاصلے پر الگ بنی ہوئی ہے (۳)۔

www.abulhasanalinadwi.org

موجودہ عیسائیت کا اصل بانی

چوں کہ اصحاب کہف اصل عیسائی مذہب پر تھے اور اسی کے لیے انھوں نے مجاہدہ کیا تھا، اس ضمن میں حضرت نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات بہت کم عرصے تک باقی رہیں، یہ جو اس وقت عیسائیت ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم نہیں، سینٹ پال کی تعلیم ہے، اس نے عیسائی عقائد میں بڑے پیمانے پر تحریف کا کام کیا، یہ اصلاً یہودی تھا، اس نے مسیحیت کا لبادہ اوڑھ کر تحریف کی اور مسیحی تعلیمات کو یکسر بدل ڈالا اور لوگ آسانی سے اس کے جال میں پھنس گئے (۴)۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رومی حکومت کو اندیشہ تھا کہ اگر مسیحی تعلیمات اسی طرح باقی رہ گئیں تو ان کی حکومت کے لیے خطرہ ہے، وہ بہت جلد ختم ہو جائے گی، اس کے لیے انھوں نے سینٹ پال کو تیار کیا اور کامیاب ہوئے۔

عربی زبان میں فضلاے ندوہ کی خدمات کا ذکر

حضرت کی کتاب "تأملات في سورة الكهف" (معرکۂ ایمان و مادیت) کا ذکر چل رہا تھا، اس پر حضرت نے فرمایا: الحمدللہ ندوی فضلاء نے علمی زبان میں ایسی کتابیں لکھیں جو عربوں کے دل و دماغ کو متاثر کر سکیں، پہلے علماء نے اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی، اس لیے کہ نہ عالم عربی سے ایسے تعلقات تھے اور نہ ایسے حالات جن کا اس وقت عربوں کو سامنا ہے، پہلے عربی زبان صرف اس قدر پڑھنا کافی سمجھا جاتا تھا کہ جس سے قرآن مجید کو سمجھ سکیں، حدیث اور فقہ کی کتابوں کو سمجھ کر عمل کر سکیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ندوۃ العلماء سے یہ کام لیا کہ اس نے عربی زبان کو ایک زندہ زبان کی حیثیت سے پڑھانے کا اہتمام کیا۔

پھر فرمایا: مولانا مونگیری نے مولانا عبدالحیؒ صاحب کو خط لکھا کہ عربی پڑھانے کے لیے فلاں عرب صاحب کا تقرر کریں (۵)۔

پھر حضرت نے لطیفہ سنایا: أنا ذاهب من المكة إلى مدينة (٦)۔

www.abulhasanalinadwi.org

المیہ فلسطین کے حقیقی اسباب

چوں کہ مقالہ العوامل الأساسية لكارثة فلسطين کے سلسلے میں یہ لطیفہ پیش آیا تھا، اس لیے مسئلہ فلسطین کی طرف رخ پھیرا، اس پر حضرت نے فرمایا: عام طور پر لوگ المیہ فلسطین کے اسباب کے سلسلے میں مادّی اسباب کا تذکرہ کرتے ہیں، حقیقی اسباب ان کی نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں، ہم نے اس رسالے میں اس کے حقیقی اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ دینی غیرت وحمیت کی کمی اور جہاد فی سبیل اللہ کے جذبے کا فقدان اور شوقِ شہادت کا سرد پڑ جانا حقیقی اسباب ہیں، پھر حضرت نے اخوانیوں کی کوششوں کو سراہا اور ان کے جذبۂ جہاد کا بلند الفاظ میں تذکرہ کیا۔

جذبۂ جہاد کو فروزاں کرنے کے لیے سید احمد شہیدؒ کی کوشش

جذبۂ جہاد سے روئے سخن حضرت سید احمد شہیدؒ کی طرف پھر گیا، فرمایا: اس زمانے میں عام طور پر جہاد کا جذبہ سرد پڑ چکا تھا، اس لیے اس کے لیے کوششیں بھی کم ہوئی تھیں، سید صاحب نے جہاد کو منظّم کیا اور پورے ہندوستان میں جہاد کی روح پھونک دی۔

جہاد والی حدیثوں کو اہتمام سے پڑھانے اور شوقِ شہادت پیدا کرنے کی ضرورت

موجودہ حالات میں بھی اس کی ضرورت ہے کہ ہمارے مدارس میں جہاد والی حدیثوں کو اہتمام سے پڑھایا جائے اور شوق شہادت پیدا کرنے اور ملی غیرت کو بیدار کرنے کی کوشش کی جائے۔

حواشی مجلس (۵۶)

(۱) اس کتاب میں سورۂ کہف کی دعوتی انداز سے تشریح کی گئی ہے، حدیث شریف میں سورۂ کہف کو دجال کے فتنے سے بچنے کا سبب جو قرار دیا گیا ہے، اس کی اصل علت بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۲) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: معرکۂ ایمان ومادیت، حضرت نے اس موقع پر خلاصہ بیان کیا۔ اسی

www.abulhasanalinadwi.org

طرح ذوالقرنین نے اسباب پر اعتماد نہیں کیا، خدا کے توکل پر آگے بڑھا، اپنی طاقت پر اس کو اعتماد نہیں تھا، یہ بات حضرت کہنا چاہتے تھے کہ دوسری بات چھڑ گئی۔

(۳) اس کی تفصیل کوئی دیکھنا چاہے تو رجوع کرکے تیسیر ظبیان کی کتاب "موقع أصحاب الكهف" یا مولانا تقی عثمانی صاحب کے سفرنامے "جہانِ دیدہ" میں دیکھے، جہاں عمّان کے سفر کا انھوں نے تذکرہ کیا ہے وہاں اس کو مفصل لکھا ہے۔

(۴) عام طور پر عیسائیت کی تاریخ لکھنے والوں نے اس نکتے کو بیان کیا ہے، اس سلسلے میں تحقیقی بیان کے لیے دیکھیے ڈاکٹر ساجد میر کی کتاب "عیسائیت تحلیل وتجزیہ" باب سوم: عیسائیت کا اصل بانی، ص:۴۴-۶۷

(۵)

(۶) یہ لطیفہ پیچھے گزر چکا ہے، دیکھیے: مجلس (۱۵) ص:۱۸۳

مجلس (۵۷)

۱۲/ رمضان ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۲/ ۱/ ۱۹۹۷ء

مختلف مجددین ومصلحین کی نمایاں خصوصیات

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے پوچھا: حضرت نے مجددین ومصلحین کا تذکرہ لکھا، سب سے زیادہ متاثر کس سے ہوئے؟

فرمایا: یہ سوال بڑا نازک اور احتیاط طلب ہے، اس کو کسی ایک شخصیت میں محصور نہیں کیا جاسکتا، ہر ایک کے کام کی نوعیت الگ ہے، پھر فرمایا: اصل دین پر زور دینے میں کہ اس میں کسی کی طرح کی آمیزش گوارا نہ ہو، حضرت مجدد صاحب (۱) سب سے ممتاز ہیں، یہاں تک کہ بدعتِ حسنہ کا بھی انھوں نے انکار کیا، یہ بہت بڑی بات ہے؛ اور تحقیقاتِ تصوف میں اور انسانیت کے مقام ومرتبے کی توضیح اور مقصدِ تخلیق کی توجیہ اور صفاتِ الٰہی کی تفہیم وتشریح میں شیخ شرف الدین یحییٰ منیری (۲)، ان کے ملفوظات میں جو بلند مضامین اور غیبی حقائق کی توضیح ہے، جو نکتہ آفرینیاں اور علوم ومعارف کی جودرافشانیاں ہیں وہ ہمیں کہیں نہیں ملیں، اور بلاغت کا بھی اعلیٰ نمونہ ہے؛ اور کشف وکرامات میں عالم گیر مقبولیت حضرت سید عبدالقادر جیلانی (۳) کو حاصل ہے، تمام بزرگوں اور اولیاء میں سب سے زیادہ عظمت اور مقبولیت ان کو حاصل ہے، ان کی شہرت عالم گیر ہے۔ ان کے کشف وکرامات نے جو اصلاحی کام کیا، اس میں ان کا کوئی شریک وسہیم نہیں؛ اور علمی تحقیق، اور خواص کے ذریعے عوام میں کام کرنا، دینی اسپرٹ پیدا کرنا اور حکومت پر حاوی ہونے کی کوشش کرنا، اس میں شاہ ولی اللہ صاحب سب سے نمایاں ہیں (۴)۔

تاریخ دعوت وعزیمت لکھنے کی ضرورت اور شاہ عبدالقادر رائے پوری کا اس کے لیے اصرار

فرمایا: اللہ نے یہ کام بڑا اچھا کرایا کہ تاریخ دعوت وعزیمت لکھوائی، اصل میں بعض

www.abulhasanalinadwi.org

تحریکوں کے بانیوں اور سربراہوں کی طرف سے یہ بات ذہنوں میں بٹھائی جارہی تھی کہ صدیاں خالی ہیں کوئی شخص پیدا نہیں ہوا، جو دین کو صحیح طور پر سمجھاتا، آج تک دین کو پوری طرح سمجھا نہیں گیا، ہم یہ نہیں کہتے کہ ان لوگوں نے بدنیتی سے یہ بات کہی ہو، بلکہ اپنی تحریک کی اہمیت وافادیت بتانے کے لیے یہ ضروری سمجھا ہو، یہ ان کی مجبوری ہے، مگر یہ بات ہے بڑی خطرناک، اس سے تمام ائمہ ومجتہدین کے کارناموں پر پانی پھر جاتا ہے(۵)۔

تاریخ دعوت وعزیمت کے سلسلے کی تکمیل کی ضرورت

فرمایا: ہمارے حضرت اس کے لیے بڑا اصرار کرتے تھے، ان کے بار بار کہنے سے یہ کتاب تیار ہوئی، جب بھی ہم ملاقات کرتے اور کہتے کہ کمزوری محسوس ہورہی ہے حضرت توجہ فرمائیں، تو فرماتے: بس تاریخ دعوت وعزیمت مکمل کیجیے۔

فرمایا: یہ کام اور مکمل ہونا چاہیے، بعد کی شخصیات کا بھی تعارف کرایا جائے اور ان کے کارناموں کو بیاں کیا جائے، شیخ حسن البنا(۶) ہیں، محمد بن عبدالوہاب ہیں، اور الجزائر کے مجاہد امیر عبدالقادر(۷) اور عبدالحمید بن بادیس، شیخ سنوسی (۸)، اور ہندوستان میں حضرت تھانوی اور مولانا محمد الیاس صاحبؒ لیکن تناسب کے ساتھ، یہ کام اب آپ لوگوں کے کرنے کا ہے۔

حواشی مجلس (۵۷)

(۱) یعنی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی۔

(۲) حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری: برصغیر کے بلند مقام صوفیہ اور مصلحین کبار میں تھے۔ وفات: ۶ رشوال ۷۸۲ھ، بہار شریف (مفصل حالات اور مکتوبات کے تفصیلی تعارف کے لیے دیکھیے تاریخ دعوت وعزیمت حصہ سوم صفحہ ۱۷۵-۳۱۲، نیز دیکھیے مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری- احوال وآثار از سید ضمیر الدین احمد)

(۳) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، مصلح کبیر اور اولیاء اللہ میں سب سے مشہور ومقبول اور عظیم شخصیت

www.abulhasanalinadwi.org

کے مالک، ان کی تقریریں بڑی ہی دردانگیز اور ان کے مواعظ نہایت اثر انگیز ہوتے تھے، ان سے ہزاروں زندگیاں تبدیل ہوئیں، وفات: ۵٦۱ھ، بغداد (ان کے حالات میں بیسیوں کتابیں لکھی جاچکی ہیں، جامع حالات وکمالات کے لیے دیکھیے تاریخ دعوت وعزیمت حصہ اول، ص ۱۹۷-۲۲۴)

(۴) حضرت نے ایک دفعہ مجلس میں فرمایا تھا کہ پوری اسلامی تاریخ میں ہم سب سے زیادہ جن سے متاثر ہوئے، وہ شاہ ولی اللہ صاحب اور علامہ ابن تیمیہ ہیں۔

(۵) حضرت کاروان زندگی میں اس کو صاف لکھ چکے ہیں کہ جماعت اسلامی کے بعض لٹریچر سے تاثر مل رہا تھا کہ اصلاح وتجدید کا کام امت میں اب تک پوری طرح ہوا ہی نہیں (دیکھیے کاروانِ زندگی، اول، ص: ۲۴۴) لیکن یہاں وضاحت کرنا مناسب نہیں سمجھا، بلکہ ایک طرح سے ان کا دفاع کیا، تو یہ حضرت کی اعتدال پسندی اور توفیق خداوندی کی بات ہے، خوامخواہ کسی کی مذمت کرنا اور اس سے بدظن کرنے کی کوشش کرنا حضرت کا شیوہ نہیں تھا۔

(٦) حسن البنا: تحریک ''الاخوان المسلمون'' کے بانی اور بہت بڑے داعی اور عظیم مجاہد، جن کی تحریک نے مصر اور عالم عربی پر سب زیادہ اثرات ڈالے اور انقلابِ عظیم برپا کیا، مصر کی لادینی حکومت نے ان کو شہید کیا، تاریخ شہادت: ۱۲/ فروری ۱۹۴۹ء (ان پر اور ان کی تحریک پر دسیوں کتابیں لکھی جاچکی ہیں، اردو میں جامع معلومات کے لیے دیکھیے تحریک اخوان المسلمین ماضی وحال از سید رضوان علی ندوی)

(۷) الامیر عبدالقادر الجزائری (عبدالقادر بن محی الدین): عالم اسلام کی مشہور اور عظیم شخصیتوں میں تھے، بڑے عالم، شاعر اور مجاہد تھے، فرانسیسی سامراج کے خلاف انھوں نے زبردست جہاد کیا، پھر وہ دمشق چلے آئے تھے اور یہیں آسودۂ خاک ہیں، وفات: ۱۳۰۰ھ (الأعلام: ۴/ ۴۵-۴٦)

(۸) یعنی شیخ احمد شریف السنوسی، ان کا ذکر گزر چکا ہے، دیکھیے حواشی مجلس (۱۵) ص: ۱۸۴

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۵۸)

۱۳/۹/۱۴۱۷ھ مطابق ۲۳/۱/۱۹۹۷ء

بھوپال اور بھوپال کی نوابیت کا ذکر

مولانا محمد عمران خاں صاحب ندوی سابق مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے برادر خورد مولانا محمد لقمان خاں صاحب ندوی (۱) آئے ہوئے تھے، ان کے تعلق سے آج بھوپال اور شیخ خلیل عرب سے متعلق باتیں رہیں، حضرت نے ان سے پوچھا: آپ نے خلیل عرب صاحب کو دیکھا ہے؟ کہا: نہیں، ان کے بھائی عبید عرب کو دیکھا ہے۔ فرمایا: حکومت ہند کی طرف سے پہلا عربی ایوارڈ انھی کو ملا تھا، جو تم کو بھی ملا ہے (مولانا رابع صاحب کی طرف رخ کرتے ہوئے)۔

مولانا لقمان صاحب نے سوال کیا: رامپور، حیدرآباد، ٹونک، بھوپال اور بہت سی جگہوں پر نوابیت رہی ہے، لیکن بھوپال کے نوابی خاندان پر جو تباہی آئی ویسا کہیں نہیں ہوا کہ اب ان کا وجود ہی وہاں نہیں ہے، سمجھنا دشوار ہے کہ یہاں نوابیت بھی تھی، اس کی کیا وجہ ہے؟

نواب سلطان جہاں بیگم کی فیاضی اور سیرت النبی کے سلسلے میں ان کی امداد

حضرت نے اس سوال سے اعراض کیا، کچھ دیر بعد موقع نکال کر مولانا نے دوبارہ سوال کیا یہ کہتے ہوئے کہ حضرت ہم نے پوچھا تھا...... حضرت نے اس کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا اور اس خاندان کے محاسن بیان کرتے رہے، مولانا لقمان صاحب نے کہا: نواب سلطان جہاں بیگم (۲) بھوپال نے سیرت النبی کے سلسلے میں بڑی مدد کی تھی (۳)۔

فرمایا: ہاں ہم نے ان کو دیکھا ہے، بھوپال ہاوس (۴) میں دعوت تھی، وہ آئی ہوئی تھیں، ہم بچے دروازے پر کھڑے تھے، وہ ہمارے سروں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے گزر رہی تھیں (۵)، بڑی نیک خاتون تھیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

دعوت کے دو طریقے

خلیل عرب صاحب سے متعلق بتاتے ہوئے یمن کا ذکر آ گیا، فرمایا: ہم بہت سے عرب ممالک میں گئے تھے، لیکن یمن نہیں گئے تھے، یمن سے تعلق فطری تھا، جب گئے تو لوگ سب سے پہلے ایک گلی میں لے گئے، ایک معمولی مکان کے پاس گاڑی روک دی، جہاں بکریاں بندھی ہوئی تھیں، ہمیں حیرت ہوئی کہ مہمان کو تو فائیو اسٹار ہوٹل میں ٹھہرایا جاتا ہے، یہاں کیوں لے آئے! ایک بزرگ باہر نکلے، اور ہمارا استقبال کیا، انھوں نے کہا: دعوت کے دو طریقے ہوتے ہیں: ایک یہ کہ داعی حکومت تک پہنچ جائیں اور حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دعوت اہل حکومت تک پہنچائی جائے اور داعی حکومت کو ہاتھ نہ لگائیں، جہاں تک ہم نے آپ کی کتابوں سے سمجھا ہے آپ اسی دوسرے طریقے کے قائل معلوم ہوتے ہیں، ہم نے کہا: ہاں، معلوم ہوا کہ انھیں سے ملانے کے لیے یہاں لائے تھے(۶)۔

یمن میں حضرت کا فوجیوں سے خطاب

مولانا رابع صاحب نے یاد دلایا: آپ کی خاص تعبیر ہے: یا اہل ایمان حکومت تک پہنچیں یا ایمان حکومت تک پہنچایا جائے۔

اسی سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: اتنے عرب ممالک سے ہمارے تعلقات ہیں، کتنے ممالک میں کمیٹیوں کے ممبر ہیں، لیکن سوائے یمن کے کہیں بھی ہمیں فوجیوں سے خطاب کرنے کا موقع نہیں ملا، حالاں کہ سعودیہ سے ہمارا تعلق بالکل ظاہر ہے، اور دو دفعہ، بری فوج سے الگ، اور فضائی فوج سے الگ، اور بالکل آزادی کے ساتھ، نہ پہلے کچھ قید لگائی گئی نہ بعد میں کچھ کہا گیا۔

مولانا عمران خان صاحب کا ذکر

مولانا لقمان صاحب کی طرف رخ کرتے ہوئے فرمایا: مولانا عمران خان صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

ہمارے چند خاص دوستوں میں تھے، ہم الحمدللہ پابندی سے ان کے لیے دعا کرتے ہیں، ہم جب نظام الدین سے تبلیغ کا کام لے کر آئے تو سب سے پہلے انھوں نے ہی لبیک کہا اور آخر تک قائم رہے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں حضرت کا درسِ حدیث

پھر مولانا لقمان صاحب سے پوچھا کہ آپ کو بخاری شریف کس نے پڑھائی (۷)؟

انھوں نے کہا: شاہ حلیم عطا صاحب (۸) نے، ان کے انتقال کے بعد آپ نے بھی پڑھائی ہے، آپ بخاری شریف پڑھاتے تھے اور مولانا منظور صاحب مسلم شریف پڑھاتے تھے۔

دارلعلوم ندوۃ العلماء پر تقسیم ملک کے اثرات اور موجودہ حالات سے موازنہ

پھر ندوے کا ذکر آیا، مولانا نے کہا: جب تقسیم ہوئی اس وقت صرف نوے طلباء رہ گئے تھے، دونوں بورڈنگ کے طلباء کو ایک ہی بورڈنگ میں کر دیا گیا تھا۔

حضرت نے کہا: اچھا یاد دلایا، جی ہاں تقسیم کا اس پر بہت اثر پڑا، خطرہ ہو گیا تھا کہ ندوہ کہیں بند نہ ہو جائے! لیکن اللہ کا فضل کہ اس نے اس کو باقی رکھا اور اتنا کام لیا، آج کل کیا تعداد ہے؟ (مولانا نذر الحفیظ صاحب سے مخاطب ہو کر) انھوں نے کہا: دارالاقامہ میں مقیم طلبہ کی تعداد ۲۳ سو ہے اور پانچ سو کے قریب طلبہ شہر اور مضافات سے آتے ہیں، فرمایا: الحمدللہ، ماشاءاللہ

حکومت تک ایمان پہنچایا جائے

فرمایا: آپ لوگ جب دعوت کا کام کریں تو کبھی حکومت حاصل کرنے کی کوشش نہ کرنا، ایمان حکومت تک پہنچاؤ۔

سید احمد شہیدؒ کے امتیازی اوصاف

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا کہ سید صاحب کی سب سے نمایاں

خصوصت کیا ہے، جو آپ کو پسند آئی؟

فرمایا: اتباع رسول، اس میں بالکل فنا ہو جانا، دوسرا ان کا امتیازی وصف حمیت دینی ہے۔

انگریزی خطرے کا ادراک اور مہاراجہ گولیار کے نام سید صاحب کا خط

انگریزوں کے خطرے کو اس وقت بھانپا جب کہ دوسرے لوگ اس سے غافل تھے، مہاراجہ گوالیار کے نام ان کا خط ہے، اس سے اس پر پوری روشنی پڑتی ہے:

بیگا نگانِ بعید الوطن ملوکِ زمین و زمن گردیدہ اند، وتاجرانِ متاع فروش بپایہ سلطنت رسیدہ،......(۹)

حواشی مجلس (۵۸)

(۱) مولانا محمد لقمان خان ندوی ازہری: آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کی مدھیہ پردیش اکائی کے سابق صدر، لیبیا میں برسوں درس وتدریس کی خدمت انجام دی، پھر دارالعلوم تاج المساجد بھوپال میں کئی سال پڑھایا اور نائب مہتمم کے عہدے پر فائز رہے اور زندگی کے آخری چند سال جامعہ اسلامیہ عربیہ ترجمہ والی مسجد بھوپال میں عربی ادب کے استاد کی حیثیت سے خدمت انجام دی،، بڑے نیک نفس اور پاکیزہ خصال عالم تھے، جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے منبر پر روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی، بتاریخ: ۵/ جولائی ۲۰۰۲ء، بھوپال (سورج، چاند، ستارے، ص:: ۴۱-۴۲)

(۲) نواب سلطان جہاں بیگم: فرماں روائے بھوپال، ذہانت وذکاوت میں ممتاز، علم وادب سے بہرہ ور، اردو، فارسی، انگریزی اور پشتو میں ماہر، قرآن مجید پر عبور رکھنے والی، ذات نبوی کی عاشق، قومی خدمات میں سب سے آگے، علمی کاموں میں مالی امداد کرنے والی، فیاضی اور جود وسخا میں یکتا تھیں، دربار کے آداب بھی تمام تر شرعی تھے، بھوپال کو انھوں نے اپنے دورِ امارت میں تعمیری اور تعلیمی لحاظ سے بہت آگے بڑھایا، محمڈن کالج علی گڑھ جب مسلم یونی ورسٹی بنا تو سب سے پہلے اس کی چانسلر منتخب کی گئیں (۱۹۲۶ء)، بڑی علم پرور، ادب نواز، اور صاحب علم خاتون تھیں، ملک رانی کی مصروفیات کے باوجود متعدد موضوعات پر کتابیں تصنیف کیں، اسی کے ساتھ بڑی دین دار اور خداترس تھیں، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے بیعت وارادت کا تعلق تھا، وفات: ۱۲/ مئی ۱۹۳۰ء، بھوپال (ان کے مفصل حالات نقوش بھوپال میں موجود ہیں، ص: ۱۳۷-۱۵۵، مختصر حالات کے لیے دیکھیے: نزہۃ الخواطر ۸/ ۱۸۷-۱۸۸، نیز دیکھیے یادرفتگاں، ص: ۱۰۰-۱۰۲)

www.abulhasanalinadwi.org

(۳) دیکھیے حیات شبلی، ص: ۷۰۷-۷۰۸

(۴) اس موقع پر بھوپال ہاؤس میں قیام کی تفصیل، اس کی وجہ سے شاہی ٹھاٹ سے مرعوب نہ ہونے کا ذکر کیا، یہ باتیں پیچھے آچکی ہیں، دیکھیے مجلس (۳۴) ص: ۲۹۵

(۵) دیکھیے کاروانِ زندگی حصہ اول، ص: ۸۶

(۶) دیکھیے کاروانِ زندگی حصہ سوم، ص: ۳۳

(۷) یہ تو پوری طرح یاد نہیں کہ حضرت نے ان سے یہی سوال کیا تھا، البتہ ان کا جواب یہی تھا، یہ مجلس کئی دن بعد مرتب کی گئی ہے، اس لیے اس سوال میں کچھ تردد ہے۔

(۸) مولانا شاہ حلیم عطا سلونی: سلون (ضلع رائے بریلی، یوپی) کے مشہور خانوادۂ کریمیہ کے قابل فخر فرزند تھے، حدیث ورجال کے ماہر، ادب وبلاغت کے رمز آشنا، وسیع المطالعہ اور قوی الحافظہ عالم تھے، کثرتِ معلومات اور علمی استحضار میں ایک مثال تھے۔ ۱۹۳۹ء میں دار العلوم ندوۃ العلماء میں استاد حدیث منتخب ہوئے، اور صحیحین وغیرہ کا درس دیا، وفات: ۱۷/ اکتوبر ۱۹۵۵ء، الٰہ آباد، تدفین: خانقاہ کریمیہ سلون۔ (پرانے چراغ اول، ۲۵۹-۲۷۲، معارف، جلد: ۷۷، شمارہ: ۳/ مارچ ۱۹۵۶ء، ص: ۲۲۸-۲۳۵، سہ ماہی، فکر ونظر، علی گڑھ، خصوصی شمارہ شخصیات، جلد: ۳۷، شمارہ: ۳، ۲۰۰۰ء، ص: ۱۵۶-۱۶۲، مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں (جدید ایڈیشن)، ص: ۱۲۳-۱۲۹)

(۹) خط طویل ہے، پورے خط کا ترجمہ یہ ہے: جناب کو خوب معلوم ہے کہ یہ پردیسی، سمندر پار کے رہنے والے، دنیا جہاں کے تاجدار، اور سودا بیچنے والے سلطنت کے مالک بن گئے ہیں! بڑے بڑے اہلِ حکومت کی حکومت اور ان کی عزت وحرمت کو انھوں نے خاک میں ملا دیا ہے، جو حکومت وسیاست کے مردِ میدان تھے، وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں، اس لیے مجبوراً چند غریب وبے سامان کمر ہمت باندھ کر کھڑے ہو گئے، محض اللہ کے دین کی خدمت کے لیے اپنے گھروں سے نکل آئے۔ یہ اللہ کے بندے ہرگز دنیادار اور جاہ طلب نہیں ہیں، محض اللہ کے دین کی خدمت کے لیے اٹھے ہیں، مال ودولت کی ان کو ذرہ بھر طمع نہیں۔ جس وقت ہندوستان ان غیر ملکی دشمنوں سے خالی ہو جائے گا، اور ہماری کوششوں کا تیر مراد کے نشانے تک پہنچ جائے گا، حکومت کے عہدے اور منصب ان لوگوں کو ملیں گے جن کو ان کی طلب ہوگی، اور ان (ملکی) حکام واہل ریاست کی شوکت وقوت کی بنیاد مستحکم ہوگی۔ ہم کمزوروں کو والیانِ ریاست اور بڑے بڑے سرداروں سے صرف اسی بات کی خواہش ہے کہ جان ودل سے اسلام کی خدمت کریں اور اپنی مسندِ حکومت پر برقرار رہیں۔ (دیکھیے سیرت سید احمد شہید جلد اول، ص: ۴۰۳، وتحریک آزادی میں علماء کا کردار (۱۸۵۷ء سے پہلے) ص: ۳۳۱-۳۳۲)

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۵۹)

۱۵/۹/۱۴۱۷ھ مطابق ۲۵/۱/۱۹۹۷ء

مولانا عبدالحی حسنی کا حدیث سے شغف اور تکیے پر درسِ حدیث کی خواہش

حضرت نے آج بیٹھتے ہی فرمایا: یہ جو کمرہ ہے، یہ پہلے اتنا وسیع نہیں تھا، اوپر چھت تھی اور سامنے سائبان، والد صاحب کی خواہش تھی کہ مطب بھائی صاحب کے حوالے کر دیں اور نظامت کسی اور کے سپرد، اور یہاں حدیث کا درس دیں، والد صاحب کو حدیث سے خاص مناسبت تھی، انھوں نے بھوپال جا کر شیخ حسین بن محسن الیمانی الانصاری سے حدیث پڑھی تھی، ان کو والد صاحب سے خاص تعلق تھا، والد صاحب کے لیے انھوں نے کچھ رسالے بھی تصنیف کیے، مولانا سعید مرتضی صاحب (۱) نے کہا: آپ اس خواہش کی تکمیل فرما سکتے ہیں، انھی کے اشارے سے مولانا نذر الحفیظ صاحب نے بھی تائید کرتے ہوئے کہا کہ تجویز بڑی اچھی ہے، حضرت نے مزاحاً فرمایا: تو پھر نظامت سے چھٹی کرادو، مولانا سعید صاحب نے کہا: پہلے جز سے تو آپ فارغ ہیں ہی، حضرت نے فرمایا: لیکن اس سے اہم جز تصنیف و تالیف کا لگا ہوا ہے۔

مولانا سید ظاہر حسنیؒ سے سید صاحب کا تعلق خاطر

پھر فرمایا: یہ اور سامنے والا مکان ہماری ددھیالی وراثت نہیں ہے، ہماری شاخ نصیر آباد سے بہت بعد میں آئی، یہ مولانا سید ظاہر صاحب کا ہے، وہ ہمارے دادا کے ماموں اور خسر بھی تھے، ان کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی، تو وہ ہمارے دادا صاحب کے پاس آیا، سید ظاہر صاحب سید صاحب کے خلیفہ تھے، سید صاحب کو ان سے خاص تعلق تھا، (سعید صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) ان کے پردادا سید جعفر علی صاحب (۲) نے منظورۃ السعداء میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ جب وہ سید صاحب کے پاس سرحد پہنچے، تو سید صاحب نے پوچھا کہ

www.abulhasanalinadwi.org

رائے بریلی سے آئے ہیں؟ انھوں نے کہا: ہاں، سید صاحب نے پوچھا کہ مولوی ظاہر کیسے ہیں؟ (۳) پورے خاندان میں صرف ظاہر صاحب کی خیریت پوچھی، ان کی ایک کتاب بھی ہے: ''خیر المسالک''، اس میں انھوں نے سید صاحب کے طریقے کا ذکر کیا ہے۔

سید قطب الہدیٰ حسنی کی لکھی ہوئی شاہ عبدالعزیز کی تقریر ترمذی

انھی کے بھتیجے سید قطب الہدیٰ صاحب تھے وہ شاہ عبدالعزیز کے شاگرد تھے، ہمارا کتب خانہ جواب ندوے کے کتب خانے میں ہے، اصلاً انھی کا ہے، اس میں ترمذی شریف کا ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ بھی ہے، حاشیے پر انھوں نے شاہ عبدالعزیز کے درس کی تقریر لکھی ہے، جب ہم ترمذی پڑھنے لگے تو بھائی صاحب نے برکت کے خیال سے وہی نسخہ ہمیں پڑھنے کے لیے دیا، ہم نے مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی کے درس کی تقریر حاشیے پر لکھی، لیکن پھر خیال آیا، یہ ٹھیک نہیں ہے، اس لیے سب مٹا دیا، سوائے چند جگہوں کے، جو بہت زیادہ اہم ہونے کی وجہ سے ہم نے چھوڑ دیے، اب بھی یہ ندوے کے کتب خانے میں ہے۔

استغنا انبیاء کی میراث ہے

آج تراویح میں سورۂ شعراء پڑھی گئی تھی، مولانا نذرالحفیظ صاحب نے کہا: آج سورۂ شعراء میں ہر نبی کے ساتھ یہ تھا: لا أسئلكم عليه أجراً، فرمایا: یہ انبیاء کی میراث ہے، ان کا شعار ہے، خلفائے انبیاء کی خصوصیت ہے، اس کا بڑا نفسیاتی اثر پڑتا ہے، ہم نے دیکھا کہ علم، عبادت اور تقوے سے زیادہ استغنا کا اثر پڑتا ہے، اس کے بے شمار واقعات ہیں۔

استغنا کے بعض واقعات

پھر شاہ علم اللہ صاحب کے نام اورنگ زیب کے فرمان آنے کا اور ان کے ٹھکرانے کا واقعہ سنایا جو ایک سے زائد بار گزر چکا ہے (۴)۔ انھی کے پوتے سید محمد جی تھے، یہاں آتے ہوئے راستے میں جو مسجد اسی طرح کی ملتی ہے وہ انھی کی بنائی ہوئی ہے، ان کا واقعہ ہے کہ صوبے داران سے ملنے آیا اور یہ غیر مسلم تھا، اورنگ زیب کی ہدایت تھی اپنے صوبے داروں

www.abulhasanalinadwi.org

اورعمال کو کہ جہاں بھی جائیں بزرگوں کو تلاش کر کے ان سے ملاقات کریں اور دعا کرائیں، صوبے دار (اور صوبے دار کی وہی حیثیت ہوتی تھی جو آج گورنر کی ہوتی ہے، وہ پورے علاقے کا گورنر ہوتا تھا) یہاں بھی آیا، اور کسی بزرگ کو پوچھا، لوگوں نے سید محمد جی کا پتا دیا، وہ نماز کے بعد دیر تک مسجد میں بیٹھے رہتے تھے، وہ جب آیا تو یہ مسجد سے نکل چکے تھے، ملاقات کے لیے گھر گیا تو انھوں نے کہلا بھیجا، اس وقت کیوں نہیں ملے، جب ہم مسجد میں تھے، اب ہم کس نیت سے گھر سے نکلیں، سمجھ میں نہیں آتا، اگر اسلام قبول کرنے کا ارادہ ہے تو نکل سکتا ہوں، چناں چہ وہ واپس چلا گیا اور اس نے کہا: لوگ تو ہم سے ملنے کی تمنا کرتے ہیں، اس کے لیے وظائف پڑھتے ہیں، یہ پہلے شخص ہیں، جنھوں نے ملنے سے انکار کر دیا (۵)۔

شاہ غلام علی دہلویؒ کا استغنا

شاہ غلام علی جو نقشبندی سلسلے کے اکابر صوفیہ میں سے ہیں، ان کی خانقاہ میں پانچ سو سے زیادہ لوگ مقیم ہوتے تھے، اور نہ صرف ان کا کھانا پینا ان کے ذمے تھا، بلکہ ان کی ساری ضروریات کی کفالت بھی وہی کرتے تھے (۶)، یہ دیکھ کر نواب امیر خاں (۷) نے ایک دفعہ پیشکش کی کہ حضرت اجازت دیں، تو ہم خانقاہ کے کچھ اخراجات ادا کریں، انھوں نے کتنا بلیغ جواب دیا، فرمایا: فقیر نے روزہ رکھا تھا، اب عمر کا آفتاب غروب ہونے کو ہے، کوئی عقلمند، چاہے وہ کتنا ہی مریض اور پریشان ہو، غروبِ آفتاب کے وقت افطار نہیں کرتا (۸)۔

استغنا کی تاثیر

مولانا عبدالرحیم رامپوری (۹) کے واقعے کا ذکر فرمایا، پھر فرمایا: ایسے ہزاروں واقعات ہیں، تصوف کی کتابوں میں اور بزرگوں کے تذکروں میں؛ معمولی چیز بھی جس کی اس کے نزدیک کوئی اہمیت نہ ہو، اس کو بھی آپ قبول نہ کریں اور استغنا برتیں تو اس کا بھی اثر پڑتا ہے، دیانت، علم اور عبادت سے زیادہ۔

حضرت کے والد مولانا حکیم عبدالحی حسنی نے انگریزی پڑھانے کے نام پر انگریز

حکومت کی طرف سے ندوہ کو ملنے والی گرانٹ جو بند کی تھی اس کا تذکرہ کیا۔اس کا تذکرہ پیچھے آچکا ہے(۱۰)۔

حضرت کا وزیر اعلیٰ بہوگنا جی کی ندوے کے لیے کی ہوئی پیش کش کو ٹھکرانا

پھر فرمایا: (یوپی کے سابق وزیر اعلیٰ) بہوگنا جی نے اسمبلی کے جلسے میں ندوے کے لیے ایک لاکھ کی رقم پیش کرنے کا اعلان کیا، ہمیں پہلے سے کوئی خبر بھی نہیں تھی، جب معلوم ہوا تو ہم نے صاف انکار کر دیا۔

پھر ندوے کے پچاسی سالہ جشن کے موقع پر انھوں نے جو پیشکش کی تھی، اور حضرت نے اس کو جس حکمت عملی سے ٹالا تھا، اس کا ذکر کیا، یہ پوری تفصیل گزر چکی ہے۔

بہوگنا جی کا ذکرِ خیر

یہاں بھی ایک دو دفعہ آئے، حمزہ کے ولیمے میں بھی آئے، ہم نے اس خیال سے کہ برہمن ہیں، گائے کا گوشت نہیں کھائیں گے، الگ انتظام کرنا چاہا، وہ تیار نہیں ہوئے، اور کہا: ہم یہیں ساتھ کھائیں گے۔

فرمایا: ہم نے ایسا وزیر اعلیٰ نہیں دیکھا، کم از کم یوپی میں، انھوں نے ندوے کے لیے زمین دلوادی، پھر تفصیل بتائی کہ مہمان خانے کی بائیں طرف کنویں سے آگے تک جو زمین ہے، جہاں اطہر ہوسٹل بھی بنا ہے، یہ پوری زمین ہندوؤں کی تھی، اس میں ان کا کھیت تھا، یہاں مسجد میں نماز ہو رہی ہے لوگ آ رہے ہیں اور یہاں ہندو عورتیں کھیت میں کام کر رہی ہیں، ہمیں بڑی فکر تھی کہ کہیں یہ لوگ اس جگہ مندر نہ بنالیں، پھر کچھ نہ ہو سکے، ہم نے بہوگنا جی سے عرض کیا، انھوں نے کہنا چاہیے پیچھے پڑ کر یہ زمین ندوے کو دلوادی، ہم نے اس کی قیمت ادا کی، یہ بہت بڑا کام ہوا، ورنہ بڑا خطرہ تھا۔

مدارس اور مساجد کو حکومت کی امداد سے بالکل آزاد ہونا چاہیے

فرمایا: مدارس اور مساجد کو بالکل آزاد ہونا چاہیے، حکومت سے کسی قسم کا تعلق نہ ہو،

www.abulhasanalinadwi.org

یہ دین اپنی اصلی شکل میں اسی وجہ سے باقی ہے، جس دن یہ ہوگا کہ مدارس اور مساجد حکومت کے خرچے سے چلنے لگیں گے تو یہ دین اپنی اصلی شکل کھودے گا، اس کا اصلی شکل میں باقی رہنا مشکل ہوجائے گا، اب ایسا ہونے لگا ہے، کوئی صاحب ہیں الیاسی (۱۱) ائمۂ مساجد کے لیے جو حکومت سے تنخواہ کے طالب ہیں (۱۲)۔ہم نے شدت سے اس کی مخالفت کی ہے۔

مولانا عمر صاحب لداخی ندوی (۱۳) نے کہا: لداخ میں ائمہ کو تنخواہیں وقف ہی کی طرف سے ملتی ہیں، حضرت نے کہا: یہ بڑی خطرناک بات ہے، ایسا بالکل نہیں ہونا چاہیے، ائمہ کو ہرگز قبول نہیں کرنا چاہیے، محلے کے لوگ ہی جتنا دے سکیں اسی پر اکتفا کرنی چاہیے، جب ایسا ہوگا تو الیکشن میں ان سے کام لیا جائے گا، کہ ہم تنخواہ دیتے ہیں، ہمارے حق میں تقریر کرو۔

عرب ممالک سے سوائے دعوت کے کسی قسم کا تعلق نہیں ہونا چاہیے

پھر تحسر کے ساتھ فرمایا: کیا کیا جائے، آج مدارس چندے سے اور عرب ممالک کے چندے سے چل رہے ہیں، جی چاہتا ہے کہ عرب ممالک سے سوائے دعوت کے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جائے!

مولانا احمد علی لاہوریؒ کے درس کی بعض خصوصیات

پھر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے زہد کے واقعات سنائے، جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔
مولانا سعید صاحب نے سوال کیا: مولانا احمد علی کے درس قرآن کی کیا خصوصیت تھی؟ فرمایا: موجودہ سیاسی صورتِ حال کا ذکر اور انگریز کی مخالفت، ان کے یہاں ہر رکوع کا خلاصہ لکھا تھا، وہ ان کے استاد مولانا عبید اللہ صاحب کا تیار کیا ہوا تھا، پہلے وہ خلاصہ یاد کرایا جاتا تھا، ہمارا حافظہ خاندانی طور پر کمزور ہے، ہمیں یاد ہے کہ ہم ریلوے لائن میں ٹہلتے ہوئے یاد کرتے تھے، پھر آگے سبق ہوتا تھا، ہمیں اس سے زیادہ مناسبت نہیں ہوئی، ہمیں ان کے زہد وتقوے سے اصل فائدہ پہنچا۔

www.abulhasanalinadwi.org

علامہ سید سلیمان ندویؒ کا مطالعۂ قرآن

مولانا سعید صاحب نے پوچھا: حضرت کو سید صاحب (مولانا سید سلیمان ندوی) کے درس قرآن میں بھی شرکت کا موقع ملا ہے، فرمایا: ہاں یہ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ سید صاحب کا قرآن کا مطالعہ بہت گہرا تھا، بلکہ ان کا موضوع ہی قرآن اور علم کلام تھا (۱۴)۔

حواشی مجلس (۵۹)

(۱) مولانا سعید مرتضیٰ ندوی: مولانا سید مرتضیٰ سابق ناظر کتب خانہ ندوۃ العلماء کے صاحبزادۂ گرامی قدر، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فارغ التحصیل اور باصلاحیت عالم دین ہیں، اپنے والد کے زمانے میں ندوۃ العلماء کے کتب خانے کو ترقی دینے میں ان کا بڑا ہاتھ ہے، کئی سال سعودی عرب میں تدریسی خدمت انجام دینے کے بعد اس وقت لکھنؤ میں مقیم ہیں۔

(۲) مولانا سید جعفر علی نقوی: مجھوامیر ضلع بستی (یوپی) کے رہنے والے تھے، رمضان ۱۲۴۵ھ میں سید صاحب سے جا ملے، اور معرکۂ بالاکوٹ تک رفیقِ سفر و حضر رہے، آپ سید صاحب کے کاتبِ خاص اور منشی تھے، معرکۂ بالاکوٹ کے بعد وطن واپس آئے، اور پورے علاقے کی اصلاح کی باگ سنبھالی، اور مسلمانوں کی دینی حالت میں انقلاب عظیم برپا کیا، سید صاحب کے احوال پر ان کی کتاب منظورۃ السعداء فی اُحوال الغزاۃ والشہداء اہم مآخذ میں سے ہے، وفات: ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء، مجھوامیر (نزہۃ الخواطر ۷/ ۱۳۵، کاروانِ ایمان وعزیمت، ص: ۸۹-۹۱، جماعت مجاہدین، ص: ۱۹۲-۲۰۹، نیز ص: ۳۰۲-۳۰۳

(۳) دیکھیے منظورۃ السعداء (قلمی) جلد دوم، ص: ۳۲۷

(۴) دیکھیے مجلس (۲۵) ص: ۲۵۱

(۵) یہ واقعہ پیچھے گزر چکا ہے، دیکھیے مجلس (۲۵) اور بعض واقعات کا اوپر جو اشارہ آیا ہے، ان سب کا ذکر اسی مجلس میں دیکھیے۔

(۶) دیکھیے: آثار الصنادید، ص: ۴۶۵

(۷) نواب امیر الدولہ امیر خاں: بانی ریاست ٹونک، ایک جری، نڈر، بہادر اور حوصلہ مند سپاہی اور ایک قابل قائد تھا، اس وقت کے تمام امراء میں سب سے بہتر اور باا‌ثر، دین دار اور نماز روزے کا پابند اور خشیتِ الٰہی سے متصف تھا، وفات: ۱۸۳۴ء (مفصل حالات کے لیے دیکھیے امیر نامہ، اختصار کے لیے ملاحظہ ہو سیرت سید احمد شہید اول، ص ۱۳۴-۱۳۵، سید احمد شہید اول، ص: ۸۹، تحریک آزادی میں علماء کا

www.abulhasanalinadwi.org

کردار، (۱۸۵۷ء سے پہلے) ص: ۳۱۴-۳۱۵)

(۸) یہ واقعہ کتابوں میں صرف اس قدر لکھا ہے کہ ایک مرتبہ نواب امیر خاں نے لجاجت سے درخواست کی کہ خانقاہ کے لیے خرچ متعین کریں، اس کے جواب میں شاہ غلام علی صاحب نے صرف یہ شعر لکھا:

ما آبروے فقر وقناعت نمی بریم　　با میر خاں بگوے کہ روزی مقدر است

(ہم فقر وقناعت کی آبرو پر آنچ آنے نہیں دیں گے، امیر خاں سے کہہ دو کہ روزی مقدر ہے)

(دیکھیے ضمیمہ مقامات مظہری (اردو ترجمہ) ص: ۵۲۰، اخبار الصنادید، ص ۴۶۴)

کسی سے امداد لینے میں ان کی احتیاط کا اندازہ اس خط سے بھی ہوتا ہے جو انھوں نے میاں محمد حسن وکیل انگریز کے نام لکھا تھا، اس میں امیر خاں کا بھی ذکر آیا ہے، لکھتے ہیں: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ چالیس سال یا اِس سے زیادہ ہوگئے کہ خلوت کے اندر دل کی آرزوؤں کو شکستہ کرکے اور مخلوق سے نظر ہٹا کر صبر وقناعت میں زندگی بسر ہو رہی ہے، اور بغیر کسی کی امداد کے تقرر کے عافیت وفراغت کے ساتھ ایام گزر رہے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذلك۔ نواب امیر الدولہ (والیٔ ٹونک) سے امدادِ خانقاہ کا بالکل تذکرہ نہ کیا جائے، اُن کی امداد مجھے منظور نہیں ہے، ایسا نہ ہو کہ اس اخیر عمر میں فقر وقناعت اور صبر وتوکل کے طریقے میں کوئی خلل واقع ہو جائے۔

ما آبروے فقر وقناعت نمی بریم　　با میر خاں بگوے کہ روزی مقدر است

(ہم فقر وقناعت کی آبرو برباد کرنا نہیں چاہتے، نواب امیر خاں والیٔ ٹونک سے کہہ دو کہ روزی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ومقرر ہے)

اس عمر میں محتاجوں کے سامنے اپنی احتیاج پیش کرنا درویشوں کے استغنا کے خلاف ہے۔

والسلام (قافلۂ اہل دل، ص: ۱۱۵)

(۹) مجلس (۳۰) ص: ۲۸۲

(۱۰) مجلس (۲۵) ص: ۲۴۷

(۱۱) جمیل احمد الیاسی: تنظیم ائمۂ مساجد کے صدر ہیں، جنھوں نے کچھ مدت پہلے نرسمہا راؤ سے تنخواہ کی بھیک مانگ کر اسلام کو ذلیل کیا تھا۔ اللہ اس دین کو اپنی اصل شکل میں باقی اور غالب رکھے۔

(۱۲) یہ آخری جملہ حضرت کا نہیں ہے، حضرت نے اسی مفہوم کے الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔

(۱۳) مولانا محمد عمر لداخی ندوی: لداخ کے موثر اور سرگرم داعی، دعوت ان کی رگ وپے میں داخل ہے، متواضع اور خوش اخلاق ہیں، ہائی اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہیں، درس قرآن کا سلسلہ سالہا سال سے جاری ہے، ہمارے حضرت کے مجاز بھی ہیں۔

(۱۴) ملاحظہ ہو: پرانے چراغ حصہ اول، ص: ۵۶

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۶۰)

۱۶/۹/۱۴۱۷ھ مطابق ۲۶/۱/۱۹۹۷ء

تصوف کی اصل اور اس کے مقاصد اور اثرات

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت! قرآن میں بعثت کے مقاصد میں تزکیہ کا ذکر ہے، اس کا کیا مفہوم ہے؟

فرمایا: نفس اور شیطان کے اثر سے اپنے کو بالکل پاک کرنا، کفر وشرک، بدعات اور دوسرے اخلاقی امراض، خصوصاً حبِ جاہ ومال وغیرہ سے محفوظ رکھنا، اور اسی کا نام تصوف ہے، یہ خدا کی طرف سے انتظام تھا، آپ خود سوچیے، سارے لوگ تو مدرسے میں پڑھ نہیں سکتے تھے اور ان کے نفس کی اصلاح بھی ضروری تھی، صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے وہ بات حاصل کی، اور تابعین نے صحابہ سے براہِ راست کسبِ فیض کیا، پھر مسلمان مختلف ملکوں میں پھیل گئے، ان کے ہر طبقے کے لیے مدارس قائم کیے جائیں، یہ تو مشکل تھا؛ تو علمائے ربانیین کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ ان کا تزکیہ کس طرح کیا جائے، اللہ نے ان کے دل میں بات ڈالی اور انھوں نے اذکار، وظائف کی ایک مقدار متعین کی، بیعت لینے کے بعد وہ لوگوں کو اس کی تلقین کرتے تھے، اور بیعت لینا خود قرآن وحدیث سے ثابت ہے(۱)۔ اور واقعی اس کا اثر ہوتا ہے، یہ ایک نا قابلِ انکار حقیقت ہے، اس کی افادیت اور تاثیر تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہے، کتنے لوگوں کی زندگیاں یکسر بدل گئیں، کتنوں کی زندگی میں انقلاب آ گیا، کتنوں نے شرک وبدعت سے توبہ کی، کتنوں میں چوری اور دوسرے جرائم سے نفرت پیدا ہوگئی، کتنے ڈکیت اللہ والے بن گئے، اس کے بے شمار واقعات ہیں! سیدنا عبدالقادر جیلانی کے مواعظ سے کتنوں کے اصلاح ہوئی، خواجہ معین الدین چشتی کی وجہ سے کتنوں کی زندگی بدل گئی، حضرت شیخ نے تو لکھا ہے کہ پچاس لاکھ آدمی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، ہم نے صحیح تعداد معلوم کرنے کے لیے پروفیسر خلیق احمد نظامی (۲) کو خط لکھا

www.abulhasanalinadwi.org

کہ یہی اس وقت کے سب سے بڑے مورخ ہیں، خود سلسلۂ چشتیہ کے آدمی ہیں، ان سے زیادہ اس سے کوئی واقف نہیں ہے، انھوں نے لکھا کہ اس زمانے میں ایسا کوئی محکمہ نہیں تھا، اور نہ اس کا کوئی التزام کہ کتنے لوگ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، اس کی کیا تعداد ہے، ہاں البتہ بہت بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا، پورے راجستھان میں ایک ہوا چلی، یہی حال خواجہ نظام الدین اولیاء کا ہے، شیخ فریدالدین اجودھنی گنج شکر(۳)، خواجہ نصیرالدین چراغِ دہلی (۴) سب کا یہی عالم تھا، پھر حضرت سید احمد شہیدؒ کی تاثیر کا ذکر کیا کہ ادھر ہاتھ میں ہاتھ دیا، ادھر شرک وبدعت سے نفرت پیدا ہوگئی، اس سلسلے میں متعدد واقعات کی طرف اشارہ کیا، خصوصاً ٹیلہ والی مسجد کا واقعہ بیان کیا، اور نواب صدیق حسن خان کا یہ قول نقل کیا کہ ایسا صاحبِ تاثیر ہندوستان کے باہر ملکوں میں بھی نہیں سنا گیا(۵)۔

کچھ لوگوں میں تصوف سے وحشت کے اسباب ووجوہ

جب تصوف کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان تمام اعتقادی اور اخلاقی رذائل سے پاک ہو، اور خدا اور سول کی محبت سب پر غالب ہو، دنیا کی اس کے نزدیک کوئی وقعت نہ ہو، پھر بھی اس سے ایک حلقے میں وحشت ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ یہ سوال بھی مولانا نذرالحفیظ صاحب کا تھا۔

حضرت نے فرمایا: دراصل اصطلاح کی وجہ سے ہے، اور اصطلاح بسا اوقات حقائق پر پردہ ڈال دیتی ہے، بہت سے علوم ومعارف کے ساتھ یہ پیش آیا، ہم نے اپنی کتاب "ربّانية لا رهبانية" میں جنایۃ المصطلحات کے عنوان سے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، تصوف کے ساتھ بھی یہی ہوا، حالاں کہ تصوف، تزکیہ واحسان ہی کا دوسرا نام ہے، یہ حضرات دنیا سے بے رغبتی کی وجہ سے اون (صوف) کا کمبل پہنتے تھے، اسی وجہ سے صوفی کے نام سے مشہور ہوئے، چوں کہ یہ اصطلاح قرآن وحدیث کی نہیں ہے، پھر یہ کہ دنیا سے جائز تمتع کو صحیح نہ سمجھنے کا خیال ان کے ساتھ قائم کیا گیا، اور اس کو رہبانیت کے مرادف قرار دیا گیا، اس لیے ایک حلقے میں اس سے بعد اور وحشت پیدا ہوگئی، ہم نے کتاب کے نام میں بھی اس کا لحاظ رکھا ہے، "ربانية لا رهبانية" کہ اس سے مقصود دنیا سے

www.abulhasanalinadwi.org

بے تعلق ہونا نہیں، بلکہ ربانی یعنی خدا والے اوصاف سے متصف ہونا ہے؛ اس سے وحشت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض لوگوں نے اپنے طرزِ عمل سے اس کو بدنام کیا، ان کا عمل روحِ شریعت کے خلاف تھا، مقاصدِ شرعیہ کی انھوں نے غلط ترجمانی کی، چوں کہ یہ لوگ تصوف کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے، اس لیے لوگ حقیقی صوفی اور ان میں فرق نہ کرسکے، اور سب کو ایک ہی طرح سے سمجھنے لگے، مصر و ہندوستان میں اس کا خاص طور پر مظاہرہ ہوا، اس وجہ سے بھی تصوف سے وحشت پیدا ہوگئی؛ ایک اور تیسری وجہ یہ ہوئی کہ بزرگانِ دین جن کے عقائد بالکل صحیح تھے، اور عمل بھی پوری طرح شریعت پر تھا، ان کے انتقال کے بعد ان کی تقدیس و تعظیم میں لوگ ان کی قبروں پر چادر اور پھول چڑھانے لگے، اور بعض مزارات پر گانے بجانے کی بھی نوبت آ گئی، یہ بزرگانِ دین ان سے بالکل بری تھے، لیکن چوں کہ ان کی قبروں کے ساتھ یہ ہوا، اس لیے یہ بھی تصوف کی تعلیم سمجھی گئی، ہم یہ نہیں کہتے کہ ان کو معصوم مانا جائے اور ان کے ساتھ نبیوں جیسا سلوک کیا جائے، وہ بھی محتاج تھے، البتہ صالح بندے تھے، خدا کے یہاں ان کو خاص مقام حاصل تھا، لیکن وہ اس کے حقدار نہیں کہ ان کو متصرف فی الکائنات سمجھا جائے، ان کے سامنے جبینِ نیاز خم کی جائے، ان سے منتیں مانی جائیں، نہ انھوں نے کبھی دعویٰ کیا، نہ کبھی اس کا خیال آیا، وہ پوری طرح توحید پر قائم تھے!

شیخ عبدالقادر جیلانی اور توحید

سیدنا عبدالقادر جیلانی نے اس کی جو مثال دی ہے، جو آج درسِ قرآن میں بھی ہم نے سنائی تھی، وہ بالکل آخری مثال ہے، اس سے بڑھ کر کوئی مثال نہیں ہوسکتی، ان کے عقائد کو سمجھنے کے لیے یہ بالکل کافی ہے، اور سیدنا عبدالقادر جیلانی، دنیا میں سب سے زیادہ جن کی شہرت ہے، آپ جہاں بھی ان کا نام لیجیے، ہندوستان میں یا افریقہ کے دور دراز جنگلات میں، ہر کوئی ان کے نام سے واقف ہے، ان کی جب یہ بات ہے تو اس سے بڑھ کر کوئی بات نہیں ہوسکتی، وہ کہتے ہیں کہ بادشاہ نے ایک معتوب غلام کو درخت سے لٹکا دیا ہے، اور اس کے سامنے کرسی پر بیٹھا ہے، اور اس کے ہاتھ میں نیزوں سے بھرا ہوا ترکش

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، وہ ایک ایک تیر اٹھا کر اس کو مارتا جاتا ہے، اب کوئی آئے، اور اس بادشاہ سے رجوع ہونے کے بجائے اس غلام سے فریاد کرنے لگے، تو اس سے بڑھ کر کوئی بے وقوف ہو سکتا ہے! توحید کی یہی مثال ہے، خدا کے سامنے بندے اسی طرح، بلکہ اس سے بڑھ کر عاجز ہیں، ان سے مرادیں مانگی جائیں، یہ کیسی کم عقلی کی بات ہے!!(۶)

حواشی مجلس (۶۰)

(۱) یہ آخری جملہ حضرت نے ارشاد فرمایا تھا یا نہیں، کچھ تردد ہے، غالب گمان یہی ہے اور سیاق بھی بتاتا ہے کہ ارشاد فرمایا ہوگا، بہر حال اس کا یہ محل ہے۔

(۲) پروفیسر خلیق احمد نظامی: مشہور مورخ، سابق صدر شعبۂ تاریخ مسلم یونی ورسٹی، اور پھر وائس چانسلر مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ، نیز سفیر ہند برائے سیریا بھی رہے، وفات: ۶/ دسمبر ۱۹۹۷ء (بشکریہ محترم عطا خورشید، اسسٹنٹ لائبریرین مولانا آزاد لائبریری مسلم یونی ورسٹی، نیز دیکھیے پرانے چراغ سوم (جدید ایڈیشن) ص: ۲۹۳-۳۰۰)

(۲) حضرت شیخ فریدالدین فاروقی اجودھنی گنج شکر (نام مسعود اور لقب فریدالدین اور عرف گنج شکر) اپنے عہد کے سب سے بڑے شیخ تھے، حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے خلیفہ اور حضرت نظام الدین اولیاء کے پیر ہیں، بقول مولانا علی میاں: خواجہ فریدالدین ہندوستان میں سلسلۂ چشتیہ کے مجدد اور اس کے آدمِ ثانی ہیں۔ ذوق وشوق، درد وعشق اور خدمتِ الٰہی وخدا مستی ان کا امتیاز ہے، ہمیشہ روزہ رکھتے اور تلاوت اور حفظِ قرآن کا بہت اہتمام اور تاکید کرتے، طویل عرصے تک خلقِ خدا کی ہدایت میں مصروف رہ کر ایک عالم کو سیراب کیا، وفات: ۵/محرم ۶۶۴ھ بعمر ۹۵ سال، اجودھن یعنی پاک پٹن ضلع منٹگمری پاکستان۔ (تاریخ دعوت وعزیمت جلد سوم، ص: ۳۶-۵۱، و بزم صوفیہ، ص: ۱۴۷-۱۸۷)

(۳) خواجہ نصیرالدین محمود چراغِ دہلی (محمود نام، نصیرالدین اور چراغِ دہلی لقب) حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کے خلیفۂ اعظم اور جانشین، ایک خلق کو آپ نے مستفیض فرمایا، ہند و بیرونِ ہند سے کثیر تعداد میں لوگوں نے آکر آپ سے استفادہ کیا، آپ مجلسوں میں زیادہ تر کلام پاک اور احادیث نبوی کی تعلیمات پر گفتگو فرماتے، اور نمازِ باجماعت کے اہتمام کی بہت تاکید کرتے تھے، وفات: ۱۸/ رمضان ۷۵۷، دہلی (تفصیل کے لیے دیکھیے: بزم صوفیہ ۳۵۵-۳۹۸)

(۴) یہ بات پیچھے گزر چکی ہے، دیکھیے مجلس (۴۹) ص: ۳۶۰

(۵) دیکھیے فتوح الغیب، المقالۃ السابعۃ عشرۃ، ص: ۳۳، یا دیکھیے رموز الغیب (اردو ترجمہ فتوح الغیب مع متن عربی) ص: ۴۹-۵۰

مجلس (۶۱)

۱۷/۹/ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۷/۱/ ۱۹۹۷ء

حضرت شیخ الحدیث کی شفقتوں کا ذکر

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت شیخ کے یہاں بھی رمضان گزارنے کا موقع ملا ہے؟

فرمایا: ہاں، ہم آخری عشرے میں کچھ دن گزارنے کے لیے شیخ کے یہاں جاتے تو حضرت شیخ خصوصی معاملہ فرماتے تھے، تراویح کے بعد جو کھانے پینے کی مجلس لگتی، اس میں بہت خیال رکھتے تھے، کہتے تھے: لو یہ علی میاں کو دو، یہ علی میاں کو کھلاؤ، پھر مدینہ طیبہ میں حضرت شیخ کی شفقت کا ذکر فرمایا۔

اختلاط اور کثرتِ کلام کے نقصانات اور ان سے بچنے کی تاکید

حضرت شیخ کے یہاں رمضان میں اس کا بڑا اہتمام تھا کہ باتیں نہ کریں، خانقاہ میں اعلان کیا جاتا تھا کہ جو رمضان گزارنے آئے ہیں وہ ذکر وتلاوت میں مشغول ہو جائیں یا پھر سو جائیں، گفتگو نہ کریں، خوب کھاؤ، پیو، لیکن باتیں نہ کرو، پھر حضرت نے فرمایا: دراصل گفتگو سے بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے، دل، دماغ اور اعصاب سب مشغول ہو جاتے ہیں، سب کی طاقت خرچ ہوتی ہے، برخلاف کھانے کے کہ صرف معدے کا کام ہے، لیکن باتیں کرنے کا نقصان بہت زیادہ ہے، اسی لیے سلوک میں اختلاط اور کثرت سے ملنے جلنے سے منع کیا جاتا ہے کہ یہ چیز راہِ سلوک طے کرنے والوں کے لیے بہت مضر ہے اور اس لیے بھی کہ اس میں زیادہ تر حد سے تجاوز ہو جاتا ہے، غیبتیں ہوتی ہیں، اسی لیے بزرگوں کے یہاں اس کا بڑا اہتمام ہوتا ہے کہ لغو باتیں نہ ہوں، ذکر میں مشغولیت ہو کہ قلب ہر وقت خدا کی طرف متوجہ رہے، حضرت شیخ کے یہاں اس کا بالخصوص اہتمام تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

بزرگوں کے یہاں ہمارے حضرت کی محبوبیت کا ایک سبب

مولانا نذرالحفیظ صاحب نے سوال کیا کہ بزرگوں کے یہاں آپ کو جو محبوبیت حاصل تھی، آپ فرماتے ہیں کہ اس میں سید صاحب کی نسبت کو دخل تھا، فرمایا: ہاں، بات یہ ہے، ان سب حضرات کے ہاں یہ بات قدر مشترک تھی، کہ سب کے دلوں میں سید صاحب کی عظمت، ان کے بارے میں تشکر وامتنان اور احسان شناسی کا جذبہ تھا، پھر حضرت تھانوی کے اس واقعے کا ذکر فرمایا کہ ہم نے جب سیرت سید احمد شہید لکھی تو اس کا ایک نسخہ مولانا منظور صاحب نے حضرت تھانوی کو بھیجا، حضرت نے اس کو پڑھنے کے بعد مولانا منظور صاحب کو خط لکھا کہ اس کو پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ہم لوگوں کی زندگی بہائم کی زندگی ہے اصل زندگی ان لوگوں کی زندگی تھی۔

بزرگوں کا فیض انتقال کے وقت بہت بڑھ جاتا ہے

اور حضرت مولانا الیاس صاحب کے متعدد واقعات بیان کیے، یہ قول بھی نقل فرمایا: ہم لوگ ابھی تک سید صاحب کی تجدید کے سایے میں ہیں، حضرت کی آخری علالت میں ہم احمد الحسنی کو ملانے کے لیے نظام الدین لے گئے، وہاں اس وقت بڑے بڑے لوگ جمع تھے، حضرت رائے پوری، حضرت شیخ الحدیث، مولانا ظفر احمد تھانوی، اور حافظ حبیب الرحمٰن (۲) جو دہلی کے ایک بڑے بزرگ تھے، وغیرہ حضرات موجود تھے کہ کب وفات کا واقعہ پیش آجائے، اور بزرگوں کا فیض انتقال کے وقت بہت بڑھ جاتا ہے۔ پھر احمد الحسنی کا قصہ سنایا جو ایک سے زائد بار گزر چکا ہے۔

حضرت رائے پوری کے امتیازی اوصاف

حضرت رائے پوری کی شفقتوں کا بھی ذکر کیا، مولانا نذرالحفیظ صاحب نے پوچھا کہ ان کا امتیازی وصف کیا تھا؟ فرمایا: زہد واستغنا، تقویٰ وطہارت، عبادت وریاضت، اس میں دوسرے بزرگ بھی مشترک ہیں، لیکن ان کا امتیازی وصف جو ان کو دوسروں سے ممتاز

www.abulhasanalinadwi.org

کرتا ہے، وہ ہے حقیقت پسندی اور حالات زمانہ سے باخبری، حقیقت پسندی بھی پورے توازن اور تناسب کے ساتھ، ان دو اوصاف میں وہ ان بزرگوں سے بھی بڑھے ہوئے تھے، جن کو اس سے بذات خود واسطہ پڑتا تھا اور جو سیاست میں لگے ہوئے تھے، اور یہ کمال حضرت کا زیادہ تر وہبی تھا، حضرت روز کی خبریں پڑھوا کر سنتے تھے، زمانے کی ترقی کی رفتار سے واقف ہوتے تھے، اور چاہتے تھے کہ کہ اسلامی ممالک اقتصادی طور پر ترقی کریں، وہ موجودہ فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے بھی فکر مند رہتے تھے، اس کا بڑا تجربہ اس وقت ہوا جو پاکستان میں (۱۹۵۷ء میں) عالمی پیمانے پر مذاکرات اسلامی کا انعقاد ہوا، اس میں عالم اسلام کے چوٹی کے علماء تشریف لائے تھے، بالخصوص مصر وشام اور دوسرے عرب ممالک سے مصطفیٰ زرقا، دوالیبی وغیرہ ہوں گے، ہمارے نام بھی دعوت نامہ آیا تھا، مگر ہم شریک نہ ہو سکے، اس کے کچھ اسباب بھی ہیں، جو سب کے سامنے کہنے کے نہیں۔ حضرت کے خدام میں ایک تھے قاضی عبدالقادر صاحب، وہ روز کی روداد سناتے تھے، ایک دن انھوں نے سنایا کہ آج یہ افسوسناک واقعہ پیش آیا کہ عرب فضلاء نے پاکستانی علماء سے قادیانیت پر عربی میں کتاب مانگی، لیکن پاکستانی علماء پیش نہیں کر سکے، حضرت کو یہ سن کر بہت دکھ ہوا، بہت متفکر ہوئے اور فرمایا کہ علی میاں آجائیں تو ہم ان سے لپٹ جائیں گے، اور ان سے اس موضوع پر کتاب لکھوائیں گے، ہم جب آئے تو اسٹیشن پر حضرت کے بھانجے آئے تھے، کہنے لگے: حضرت آپ کو بہت یاد فرما رہے ہیں، ہم پہنچے تو حضرت نے یہ ساری باتیں بتائیں، اور کتاب لکھنے کے لیے کہا، ہم نے کہا: یہ ہمارا موضوع نہیں ہے، اور نہ ہمارا اس سلسلے میں کچھ مطالعہ ہے اور نہ ہمیں اس سے دلچسپی ہے (پھر فرمانے لگے: ہماری دلچسپی کا سامان دو چیزوں میں ہے: ایک جن میں معلومات ہوں بالخصوص تاریخ کی معلومات، دوسرے جس میں ادب ہو) ہم نے عرض کیا کہ اس کے لیے مولانا یوسف صاحب بنوری (۳) موزوں ہیں، ان کو اس سے دلچسپی ہے، ان کا مطالعہ بھی اچھا ہے اور عربی لکھنے پر قادر بھی ہیں اور مولانا منظور صاحب کا یہ موضوع ہے، اور ہمارا حال یہ تھا کہ اس موضوع پر ہمارا بالکل مطالعہ نہیں تھا، ہمیں کچھ معلومات نہیں تھی،

www.abulhasanalinadwi.org

ہم نے جب یہ باتیں عرض کیں تو حضرت خاموش ہوئے، پھر اچانک ہمارا خیال بدل گیا، جیسے کوئی تصرف ہوا ہو، اور ہم نے کہا: ہم لکھیں گے، پھر اللہ نے اس کی توفیق دی، اور بیس بائیس دن میں یہ کتاب تیار ہوئی، اس کے لیے حضرت نے کتنی محنت کی اور کس طرح لمحہ لمحہ مشغول ہوئے اس کی تفصیل سنائی، یہ بات پہلے کسی مناسبت سے آچکی ہے (۴)۔

تنقید میں بھی سخت زبان نہیں استعمال کرنی چاہیے-اس سلسلے میں حضرت کا ایک لطیفہ

پھر ہم جب دوسری مرتبہ حاضر ہوئے تو اردو میں ترجمے کا حکم ہوا، اور ہم نے اس کو اردو میں منتقل کیا، لطیفے کی بات ہے، جب ہم اس کو حضرت کے پاس لے گئے، حضرت کو اس کے اقتباسات سنائے، حضرت چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے، اور ہم اس کے قریب تھے، بہت سے لوگ موجود تھے، عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب (۵) بھی آئے، وہ بھی یہیں بیٹھ گئے، ان کی کوئی عبارت نقل کرنا ہو تو ہم کہتے تھے، مرزا صاحب نے فرمایا: مرزا صاحب لکھتے ہیں، اسی طرح ذرا ادب سے نام لیا جا رہا تھا، یہ طریقہ زیادہ مفید ہوتا ہے، ہم جب بار بار کہتے تھے مرزا صاحب، تو عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب نے کہا: یہ ہم سے سنا نہیں جاتا، اب حضرت کے سامنے مناظرہ کرنا بھی مشکل، ہم نے چپکے سے کہا: شاہ صاحب، یہ کتاب آپ کے لیے نہیں لکھی گئی، پھر وہ خاموش ہو گئے، کچھ نہیں کہا۔

تعلیم یافتہ طبقے میں قادیانیت کے پھیلنے کی وجہ

فرمایا: حضرت قادیانیت کو بہت خطرناک سمجھتے تھے، آج کل قادیانیت پھر حرکت میں آئی ہے، ہماری کتاب سے الحمدللہ بہت فائدہ ہوا، یہ پہلی کتاب ہے جو سنجیدہ زبان میں لکھی گئی ہے، خود قادیانی پرچوں نے بھی اس کا اعتراف کیا، الحمدللہ عربی اردو اور انگریزی تینوں زبانوں میں آچکی ہے۔

فرمایا: حیرت ہوتی ہے کہ محمد علی لاہوری (۶) جیسا ذہین شخص بھی قادیانیت سے متاثر ہوا، جس نے سیرت خیر البشر جیسی کتاب لکھی ہے، اور اس کی وجہ یہی ہے، اس وقت

کوئی متوازی تحریک نہیں تھی، نہ تبلیغی جماعت، نہ جماعت اسلامی، اور خصوصاً ایسی کوئی اجتماعی کوشش نہیں تھی، جو تعلیم یافتہ طبقے کو متاثر کر سکے۔

حضرت رائے پوری کی حقیقت پسندی کی ایک مثال

حضرت کی حقیقت پسندی کے سلسلے میں اس واقعے کا بھی ذکر فرمایا کہ جب ہم کو کویت کا سفر درپیش ہوا، تو ہم نے حضرت سے اجازت لی، حضرت نے فرمایا: جاؤ اور کویت والوں کو میری یہ بات پہنچاؤ کہ اپنی دولت کا صحیح استعمال کریں، کارخانے قائم کریں، اور اقتصادی طور پر مستحکم اور خود کفیل ہو جائیں، اور مغربی ممالک کے محتاج نہ ہوں۔

رائے پور کی خانقاہ میں ہمارے حضرت کے لیے اہتمام

مجلس میں مولانا لقمان خاں ندوی اور اجراڑہ کے مولانا عبداللہ مغیثی (۷) اور مولانا صاحب اور کچھ اور بزرگ تھے، حضرت نے پوچھا کہ آپ میں سے کسی نے حضرت رائے پوری کو دیکھا ہے؟ مولانا عبداللہ مغیثی صاحب نے سنایا کہ آخری رمضان میں ہم رائے پور میں موجود تھے، حضرت نے دودھ لانے کے لیے ہم کو بھیجا کہ حضرت علی میاں ٹھہرے ہوئے ہیں، ان کے لیے دودھ لے آؤ، یہاں جو دودھ ملتا ہے اس پر ہمیں اطمینان نہیں، تم جا کر لے آؤ (۸)۔

ماضی قریب کے بزرگوں کی یاد

پھر فرمانے لگے: خدا کی شان ایک وقت میں اتنے بزرگ جمع تھے، حضرت تھانویؒ، مولانا الیاس صاحبؒ، ہمارے حضرت رائے پوری، حضرت شیخ الحدیث، پھر یہ شعر پڑھا: ع

بتا تا باغباں رو رو یہاں غنچہ وہاں گل تھا (۹)

حواشی مجلس (۶۱)

(۱) دیکھیے پرانے چراغ، اول، ص: ۱۲۷

www.abulhasanalinadwi.org

(۲) حافظ حبیب الرحمٰن: اصلاً میوات کے تھے، مولانا الیاس کی خدمت میں رہتے تھے، ان کی ڈاک لکھا کرتے تھے۔ (بشکریہ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی)

(۳) مولانا سید محمد یوسف بنوری: نامور عالم دین، تلمیذ خاص مولانا انور شاہ کشمیری، علمائے دیوبند میں عربی تقریر و تحریر میں ممتاز، سابق صدر مدرس و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، سابق شیخ التفسیر والحدیث دارالعلوم ٹنڈوالہ یار، بانی و ناظم اعلیٰ و شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی، امیر مجلس تحفظ ختم نبوت، رکن اسلامی نظریاتی کونسل، وفات: ۱۷/ اکتوبر ۱۹۷۷ء (وفیات ناموران پاکستان، ص: ۸۰۲)

(۴) دیکھیے: مجلس (۹) ص: ۱۳۴-۱۳۵

(۵) مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری: عالمی شہرت یافتہ زبردست خطیب، اردو فارسی شاعر، تحریک آزادی اور تحریک خلافت کے عظیم رہنما، مجلس احرار اسلام کے پہلے صدر، تحفظ ناموس رسالت و ختم نبوت کے عظیم داعی، قادیانیت کے تعاقب میں شمشیر برہنہ، کئی دفعہ قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے بیعت تھے، وفات: ۲۱/ اگست ۱۹۶۱ء، ملتان (تذکرہ علمائے پنجاب حصہ اول، ص: ۳۷۹-۳۸۳، وفیات ناموران پاکستان، ص: ۵۵۳، جنھیں میں نے دیکھا، ص: ۳۷-۴۲، تفصیل کے لیے دیکھیے سید عطاء اللہ شاہ بخاری از شورش کاشمیری، حیات امیر شریعت از جانباز مرزا)

(۶) محمد علی لاہوری: مشہور قادیانی عالم، لاہوری جماعت احمدیہ کا سربراہ۔ وفات: ۱۳/ اکتوبر ۱۹۵۱ء (معاصرین صفحہ ۴۳، یادرفتگاں (تذکرۂ انصار احمدیہ) حصہ اول صفحہ ۳۵-۶۳، وفیات ناموران پاکستان، ص: ۷۷۹)

(۷) مولانا عبداللہ مغیثی: جامعہ حسینیہ اجراڑہ (میرٹھ) کے بانی و ناظم، مشہور عالم، اور ملی کونسل کے صدر، رکن شوریٰ ندوۃ العلماء، ہمارے حضرت کے مجاز بھی ہیں۔

(۸) مولانا لقمان صاحب نے بھی عرض کیا کہ میں نے بھی نظام الدین میں حضرت کو دیکھا ہے، وہ مولانا صاحب کہنے لگے: میرا بیعت کا تعلق حضرت ہی سے ہے۔

(۹) یہ ایک مصرع ہے، مکمل چار مصرعے ہیں، جو اس طرح ہیں:

چمن کے تخت پر جس دم شہِ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلیں تھیں باغ میں، اک شور تھا غل تھا
کھلی جب آنکھ نرگس کی، نہ تھا جز خار کچھ باقی
بتاتا باغباں رو رو، یہاں غنچہ وہاں گل تھا

یہ اشعار مولانا حکیم عبدالحی صاحب نے گجرات کے اصحاب علم و فضل کی تاریخ بیان کرنے کے بعد ''یادِایام'' کے اخیر میں نقل کیے ہیں۔ معلوم نہ ہوسکا کہ کس کے ہیں (یادِایام، ص: ۱۱۸)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۶۲)

۱۸/ ۹/ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۸/ ۱/ ۱۹۹۷ء

شکر کا مفہوم

آج تراویح میں پڑھی ہوئی سورۂ سبا کی آیت: ''وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ'' (۱) کے پیش نظر مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا کہ شکر کا مفہوم کیا ہے؟ فرمایا: اردو میں یہ مفہوم بہت ہی محدود ہے، یعنی زبان سے کہہ دیا شکریہ، لیکن عربی میں اس کا مفہوم بہت وسیع ہے، اعتراف، قدرشناسی، انعام، عمل، اور اللہ کے لیے بھی عمل، سب اس میں داخل ہیں، اس لیے کہ انسان صرف زبان ہی سے شکر ادا نہیں کرتا، بلکہ زبان سے اعتراف کے ساتھ ساتھ دل سے بھی اس کی قدر کرتا ہے، اور اس کا بدلہ دینے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے، خدا نے کوئی نعمت دی، تو اس سے وہی کام لیتا ہے جو خدا نے کہا، تو یہ بھی شکر ہے، اس کے بالمقابل عربی میں کفر کا لفظ آتا ہے۔

قرآن کا ایک ایک لفظ معجزہ ہے۔اس کی چند مثالیں

فرمایا: زبان کا معاملہ بڑا نازک ہے، زبان کا ایک مزاج ہوتا ہے، ہر لفظ کا ایک ٹمپریچر ہوتا ہے، اس اعتبار سے قرآن کا ایک ایک لفظ مستقل معجزہ ہے، کسی بھی دوسری زبان میں ایک لفظ سے اس کا ترجمہ نہیں ہوسکتا، اور خود ایک زبان میں بھی دوسرا اس مفہوم کا لفظ پوری طرح اس کے مرادف نہیں ہوتا، ہر لفظ کی خاص قوت ہوتی ہے، اس کا ایک آہنگ اور صوتی خوبی ہوتی ہے، جو دوسرے لفظ میں نہیں ہوتی، مثلاً: إِنَّ هٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيهِ (۲)، اس مفہوم کے دوسرے لفظ مثلاً: هالك وغیرہ سے یہ بات پیدا ہی نہیں ہوسکتی، تشدید کی وجہ سے خاص قوت پیدا ہوگئی ہے، ہر لفظ ایک خاص کیفیت کو بتاتا ہے، اسی طرح دمدم (۳) کا لفظ ہے، دال اور میم کی تکرار سے خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے، جس کو اردو میں کہیں گے: پٹرا کر دیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنے ترجمے میں اس کا بڑا لحاظ کیا ہے، ان کا ترجمہ بے نظیر ہے، پھر اس کی چند مثالیں دیں، قرآن میں جو ہے فَصُرْهُنَّ (۴) اس کے معنی میں عام طور پر مفسرین لکھتے ہیں: أَمِلْهُنَّ ہم نے اس کے لیے بہت سی قدیم وجدید تفسیریں دیکھیں، صرف ایک نے لکھا ہے: أَلِّفْهُنَّ، اس کے معنی لغت میں اَلَّفَ کے بھی لکھے ہوئے ہیں، یعنی اس کو ہلاؤ۔

شاہ عبدالقادر کے ترجمے کی بلاغت اور اس کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے ان کا اہتمام

شاہ عبدالقادر صاحب نے ترجمے کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے جو کوشش کی، اس کا ذکر کیا، کہ وہ دہلی کے بازاروں کا چکر لگاتے تھے، کہ دہلی والے اس کو کس طرح ادا کرتے ہیں، اس وقت کونسا محاورہ استعمال کرتے ہیں۔

ترجمۂ قرآن کے سلسلے میں شاہ ولی اللہ کا جرأت مندانہ اقدام اور ان کے صاحبزادگان کی کوششیں

پھر فرمایا: ہندوستان میں ترجمے کا آغاز ہی شاہ صاحب کے خاندان نے کیا، شاہ ولی اللہ صاحب نے فارسی میں ترجمہ کیا، شاہ عبدالقادر صاحب نے بامحاورہ اردو میں اور شاہ رفیع الدین (۵) نے تحت اللفظ اور شاہ عبدالعزیز نے تفسیر لکھی، ورنہ اس سے پہلے علماء ڈرتے تھے کہ کہیں ان کی حیثیت مٹ نہ جائے، اگر قرآن کا ترجمہ کیا جائے اور عوام براہِ راست استفادہ کرنے لگیں تو ہمارا کاروبار ٹھپ پڑ جائے گا، اور بہت سے علماء سمجھتے تھے کہ اب لوگ ہماری طرف رجوع نہیں کریں گے، لیکن شاہ صاحب نے سب سے پہلے ہمت کی۔

شاہ عبدالقادر کے ترجمے کی اشاعت

پھر شاہ عبدالقادر کے ترجمے کی اشاعت کے بارے میں بتایا کہ وہ پہلی دفعہ کلکتے سے شائع ہوا، سید صاحب کا قافلہ حج کو جاتے ہوئے کلکتہ میں ٹھہرا ہوا تھا، خاندان کے ایک عزیز

www.abulhasanalinadwi.org

تاخیر سے پہنچے، انھوں نے کہا: میں ایک تحفہ لے کر آیا ہوں، پھر شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ پیش کیا، کلکتے ہی کے ایک تاجر نے اس کی اشاعت کی ذمہ داری لی، اور اس کو شائع کیا (٦)۔

جو عربی سمجھنے پر قادر ہو اس کو براہ راست قرآن سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے

فرمایا: جو عربی سمجھنے پر قادر ہو، اس کو براہِ راست قرآن پڑھ کر سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے، صرف تفاسیر پر اکتفا نہ کیا جائے، لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ ان سے استغنا برتا جائے، بلکہ ضرورت پر مراجعت کی جائے، لیکن براہِ راست قرآن سمجھنے کی بھی عادت ڈالنی چاہیے، کہ نئے نئے مضامین سمجھ میں آتے ہیں، اور کوئی نکتہ ہاتھ آجاتا ہے، جو تفسیروں میں بھی نہیں ملے گا، اس کا فہم ختم تو نہیں ہوا، قرآن کا عالم یہ ہے کہ لا تنقضی عجائبہ (۷)!

لفظ وزبان کے بارے میں احتیاط کی ضرورت

پھر زبان کے بارے میں بات جاری رکھی، کہ اس میں کتنی احتیاط رکھنی چاہیے، فرمایا: آپ نے کسی لفظ کو احتیاط کے ساتھ صحیح جگہ پر استعمال کیا، تو اہل زبان بھی لطف لیتے ہیں، اور داد دیتے ہیں، ہم مکہ مکرمہ میں رابطے کی عمارت میں بیٹھے ہوئے تھے، ہمارے ساتھ لبنان کے ایک ادیب وعالم سعدی یٰسین (۸) بھی تھے، تھوڑی دیر میں ایک شخص داخل ہوا، جس پر برص کے داغ تھے، تو اس کو مبروص، صاحب برص، اُصیب بالبرص وغیرہ مختلف تعبیرات سے ادا کیا جاسکتا تھا، لیکن ہم نے شیخ سعدی یٰسین سے پوچھا: من ھذا الرجل الذی فیہ الوضح (۹) تو انھوں نے اس کی بڑی داد دی، اور کہا: یہ بہت مناسب لفظ ہے، بڑے صحیح موقع پر آپ نے استعمال کیا، لفظ برص میں توہین ومذمت کا پہلو بھی ہے، اس کے برخلاف ذرا سی بے احتیاطی سے (کہ ایک کے بجائے ایک استعمال ہو) تعلقات خراب ہوجاتے ہیں، اور دوستی دشمنی میں بدل جاتی ہے، مثال کے طور پر یہیں لکھنؤ میں غالباً مرزا سودا (۱۰) نے یا کسی اور شاعر نے ایک نواب کو نجیب الطرفین کے بجائے یہ کہہ دیا تھا کہ آپ تو انجب ہیں (۱۱)، یہ لفظ انجب دو متضاد معنی میں آتا ہے، مذمت کے لیے بھی استعمال

www.abulhasanalinadwi.org

ہوتا ہے، تو دونوں کے تعلقات خراب ہو گئے۔

زبان کے معاملے میں ہندوستان میں بھی بڑی احتیاط رہی ہے، لکھنؤ اور دہلی میں خاصا فرق ہے، لکھنؤ والے جب دوکان بند کرتے ہیں تو اس کے لیے بند کرنا استعمال نہیں کرتے، بلکہ ''دکان بڑھانا'' بولتے ہیں، لکھنؤ کے کسی شاعر کا شعر ہے: ع

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے (۱۲)

اسی طرح دستر خوان اٹھانے کے لیے ''دستر خوان بڑھانا'' بولتے ہیں، ان سب میں نیک شگون ہے۔

نزہۃ الخواطر میں تعبیر کی خوبی

پھر بتایا کہ نزہۃ الخواطر میں والد صاحب نے بعض موقعوں پر ایسی تعبیرات اختیار کی ہیں جس سے تنقید بھی ہوتی ہی مگر مذمت کا پہلو نمایاں نہیں ہوتا، جاننے والے صحیح لطف لے سکتے ہیں، مثلاً سیر سید کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کو علماء کے بجائے فضلاء میں شمار کرنا چاہیے، اس سے سب کچھ کہہ دیا، سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ عالم اس کو کہتے ہیں جس نے ماہر اساتذہ سے باقاعدہ تعلیم حاصل کی ہو، مخصوص ''کورس'' پڑھا ہو، فاضل کے لیے یہ سب ضروری نہیں ہے، آدمی ذہانت اور علم ومطالعے سے کمال حاصل کر سکتا ہے، لیکن قدم پھسلنے کا ہر وقت خطرہ رہتا ہے، سر سید کا یہی عالم تھا، اسی وجہ سے انھوں نے جو تفسیر لکھی، اس میں بہت سے حقائق کا انکار کیا ہے، معجزات کی بھی تاویل کی ہے۔

قرآن میں مخصوص قصص کا انتخاب اور اس کی وجہ

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا کہ قرآن مجید نے انبیاء کا ذکر بار بار کیا، جا بجا ان کے قصے بیان کیے ہیں، اس کا خاص مقصد کیا ہے؟ حضرت نے جواب میں فرمایا: چوں کہ سب سے زیادہ طاقتور اور موثر واقعات، انبیاء ہی کے واقعات ہیں، اس لیے ان سے عبرت ونصیحت حاصل کرنا بہت آسان ہے: لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي

www.abulhasanalinadwi.org

الأَلْبَابِ (۱۳)، إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ (۱۴)، اور یہ بھی انسانی نفسیات میں ہے کہ وہ انھیں کو اسوہ سمجھتا ہے جن کے نام سے پہلے سے واقف ہو اور ان کی نیکی اور اچھائی کا اس کو علم ہو، اسی لیے قرآن میں انھی انبیاء کا تذکرہ کیا گیا ہے، جن سے کسی نہ کسی حد تک ان کے کان آشنا تھے اور وہ ان کو اللہ کے مقبول بندے سمجھتے تھے، ان کے کارناموں سے واقف تھے اور ان کی شخصیت اور ان کے صلاح وتقویٰ پر ان کا اتفاق تھا، چاہے وہ ہود وصالح علیہما السلام ہوں یا موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام ہوں، قرآن نے اسی وجہ سے رستم وسہراب کے قصوں کو بیان نہیں کیا، اس لیے کہ اول تو عرب ان سے واقف نہیں تھے، یا اگر جانتے بھی تھے تو ان کو اسوہ کے قابل نہیں سمجھتے، اس کے برخلاف انبیاء کی شخصیتیں ان کے نزدیک مسلم تھیں، ان میں بھی ابراہیم علیہ السلام کو سب سے نمایاں مقام حاصل تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام انبیاء اور رسولوں کے سردار، اس لیے ان دونوں کی زندگی کو قرآن نے اسوہ کہا ہے، حضرت ابراہیم نے ایثار وقربانی کے مثال قائم کی!

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نقطۂ اشتراک

ایک صاحب نے سوال کیا، حضرت ابراہیمؑ اور آپ ﷺ میں کیا چیز مشترک ہے؟

فرمایا: توحید خالص کی پرزور دعوت، کفر وشرک سے انتہائی نفرت، آخری درجے میں دین کی غیرت وحمیت۔

حضرت کے قصص النبیین کی تالیف کا محرک

جب انبیاء کے قصوں کا ذکر آیا تو مولانا نذر الحفیظ صاحب نے یہ سوال بھی کر دیا کہ حضرت کے قصص النبیین کی تالیف کا اصل محرک کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا کہ ندوے میں پہلے بچوں کو کامل کیلانی کی حکایات الاطفال پڑھائی جاتی تھیں، وہ ادب کے لحاظ سے تو ٹھیک تھیں مگر اسلامی نقطۂ نظر پر پوری نہیں اترتی تھیں، اسی زمانے میں صدق میں مولانا عبدالماجد صاحب کا ایک مضمون چھپا، جس کا مضمون

یہ تھا کہ جس ادارے کے معتمد تعلیمات مولانا سید سلیمان ندوی جیسے شخص ہوں اور جس کے ناظم حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی ہوں، اس کے لیے یہ بالکل زیبا نہیں کہ اس میں کتے بلی کی کہانیاں پڑھائی جائیں (۱۵) اب ٹھیک سے یاد نہیں کہ اصل محرک یہ ہوا ہو یا خود ہمیں خیال آیا ہو کہ اس کا بدل ہونا چاہیے، اس لیے کہ یہ گھنٹے ہمارے ذمے تھے، بہر حال کتاب لکھی گئی، اس میں بچوں کی نفسیات کا پورا خیال رکھا گیا ہے، اور تلقین کا طریقہ اختیار نہیں کیا گیا، بلکہ ایسا اسلوب اپنایا گیا ہے کہ بچہ خود نتیجہ نکال سکے، اور شرک اور توحید کی حقیقت اس کے سمجھ میں آجائے، بچوں کی نفسیات کا اس میں پورا خیال رکھا گیا ہے، اسی وجہ سے مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے قصص النبیین کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ بچوں کا علم کلام ہے۔

سید قطب نے اس کتاب کے حسن تالیف پر جو داد دی تھی، اس کا ذکر فرمایا (۱۶)، پھر القراءۃ الراشدۃ اور مختارات کا ذکر آیا تو مختارات کی اہمیت کے سلسلے میں علی طنطاوی نے جو واقعہ حضرت کو بتایا تھا، اس کو بھی بیان فرمایا (۱۷)۔

حواشی مجلس (۶۲)

(۱) سورۂ سبا، آیت: ۱۳، (اور میرے بہت کم بندے شکر گزار ہیں)

(۲) سورۃ الأعراف، آیت: ۱۳۹

(۳) سورۃ الشمس کی آیت: ۱۴ فدمدم علیهم ربهم بذنبهم فسواها کی طرف اشارہ ہے۔

(۴) سورۂ بقرہ آیت: ۲۶۰، ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں آیا ہے: فخذ أربعة من الطير فصُرهن إليك۔

(۵) شاہ رفیع الدین دہلوی: شاہ ولی اللہ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ تمام علوم نقلیہ وعقلیہ میں پوری مہارت تھی، عربی ادب وشاعری میں بھی کمال حاصل تھا، بالخصوص علوم عقلیہ میں آپ کا پایہ تمام بھائیوں اور علمائے عصر سے بلند تھا، شاہ عبدالعزیز آپ کو اپنے برابر اور یکتائے روزگار قرار دیتے تھے۔ وفات: ۱۲۳۳ھ (آثار الصنادید، ص: ۵۴۲-۵۴۵، نزہۃ الخواطر ۷/ ۲۰۴-۲۰۸)

(۶) دیکھیے وقائع احمدی (قلمی) ص: ۹۹۱، یا دیکھیے سیرت سید احمد شہید اول، ص ۳۴۲

(۷) ترمذی کی حدیث کا ٹکڑا ہے، پہلی مجلس کے تحت اس کی تخریج ہو چکی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

(۸) شیخ سعدی یاسین: اصلاً دمشق کے رہنے والے تھے، پھر بیروت (لبنان) ہجرت کی تھی، وہ الکلیة الشرعیة اللبنانیة (از ہر لبنان) کے مدرس، المجلس الشرعی الإسلامی کے سکریٹری، اور رابطہ عالم اسلامی کے رکن رکین اور متعدد اسلامی اداروں اور خیراتی تنظیموں سے وابستہ محتاجوں اور نادار طلبہ کی اعانت میں سرگرم، اصابتِ رائے اور غیرتِ ملی میں ممتاز، وفات: ۱۹۷۶ء، بیروت (اِتمام الأعلام، ص: ۳۶۳، نثر الجواہر والدرر، ۲/ ۱۱۶۸)

(۹) اس موقعے پر حضرت نے بتایا کہ وضح کے اصل معنی سپیدی اور چمک کے آتے ہیں، اور برص کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

(۱۰) سودا (مرزا محمد رفیع سودا) اردو کے مشہور استاد شاعر، شاہ حاتم کے شاگرد، دلی میں پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے اور شاعری کی، زندگی کے آخری چند سال لکھنؤ میں گزارے اور یہیں انتقال کیا، ۱۱۹۵ھ (۱۷۸۱ء) (آب حیات، ص: ۱۴۱-۱۷۲، گل رعنا، ص: ۱۳۶-۱۵۴)

(۱۱) یہ لکھنؤ کے مشہور شاعر انشاء اللہ خان کا واقعہ ہے جو نواب سعادت علی خاں والی اودھ کے ساتھ پیش آیا تھا، محمد حسین آزاد نے آب حیات میں اس کا تذکرہ کیا ہے، پورا قصہ ان کے الفاظ میں پڑھیے (آب حیات، ص: ۲۸۱)

(۱۲) معلوم نہیں کہ کسی لکھنوی شاعر نے یہ شعر کہا ہو، البتہ بہادر شاہ ظفر کے یہاں یہ شعر ملتا ہے:

کوئی کیوں کسی کا لبھائے دل، کوئی کیا کسی سے لگائے دل
وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے
(دیوان ظفر، ص: ۱۹)

(۱۳) سورۂ یوسف، آیت: ۱۱۱

(۱۴) آل عمران، آیت: ۶۲

(۱۵) صدق میں اس طرح کا مضمون چھپا ہو نہ چھپا ہو، یا کس شمارے میں چھپا، اشاریے سے اس کا پتا نہیں چلتا، البتہ مولانا دریابادی نے اس طرح کا خط علامہ سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر سید عبدالعلی اور حضرت مولانا کو لکھا، حضرت نے اپنے نام لکھا ہوا خط کاروانِ زندگی میں نقل بھی کیا ہے (دیکھیے حصہ اول، ص: ۲۱۶)

(۱۶) قصص النبیین کے جزء ثالث کا جدید ایڈیشن دار الکتاب العربی مصر نے شائع کیا تھا، اس کے مقدمے میں سید قطب نے کھل کر اس کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے اور بڑی داد دی ہے، اسی کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۷) دیکھیے مجلس (۴۲) ص: ۳۳۶-۳۳۷

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۶۳)

۲۱/۹/۱۴۱۷ھ مطابق ۳۱/۱/۱۹۹۷ء

حضرت کل تراویح کے بعد ختم قرآن کے سلسلے میں لوہانی پور کی مسجد میں تشریف لے گئے تھے، جہاں مولانا محمد الحسنی کے صاحبزادے مولانا عمار صاحب تراویح سناتے ہیں(۱) اسی لیے کل مجلس نہیں ہوئی۔ آخری عشرے میں مجلس بنگلہ کے بجائے مسجد ہی میں لگتی ہے، تاکہ معتکفین محروم نہ رہیں، معتکفین کی تعداد سابقہ سالوں سے زیادہ ہے، یعنی ستاون تک پہنچ گئی ہے، اس کے علاوہ رمضان گزارنے کے لیے جو لوگ آئے ہوئے ہیں ان کی تعداد بھی روزافزوں ہے۔

روزے میں ایمان واحتساب کا مطلب

مولانا نذرالحفیظ صاحب نے سوال کیا کہ من صام رمضان إیماناً واحتساباً(۲) اس حدیث کا کیا مفہوم ہے؟ رمضان کے روزے کے ساتھ ایمان واحتساب کی شرط کیوں لگادی گئی ہے؟

حضرت نے فرمایا: ایمان کا مطلب یہاں صرف یہ نہیں ہے کہ اللہ ورسول اور آخرت وغیرہ پر ایمان ہو، بلکہ ایمان کا مطلب یہاں یہ ہے کہ روزے کے بارے میں اللہ کے جو وعدے ہیں ان پر یقین کرتے ہوئے روزہ رکھے، یہ معجزانہ الفاظ ہیں، ایک نبی ہی کہہ سکتا ہے، اس کی طرف ذہن بھی نہیں جاسکتا، اور کوئی اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا کہ روزہ کسی اور مقصد سے رکھے؛ لیکن یہ ایک حقیقت ہے، اس لیے کہ بہت سے کام، بہت سی عبادات کرتے کرتے عادت بن جاتی ہیں، اور ان کے کرتے وقت عبادت کا تصور نہیں ہوتا، تو پھر اجر وثواب کی امید کیسے ہوگی، لوگ بزرگوں کی خدمت میں اسی لیے جاتے ہیں اور رہتے ہیں کہ ہر کام میں ثواب کے استحضار کی کیفیت پیدا ہو، اور یہی احتساب ہے کہ جو

بھی کام کرے، اجروثواب کی نیت سے اور رضائے الٰہی کے حصول کے جذبے سے ہو کہ عادت عبادت بن جائے، عام لوگوں اور بزرگانِ دین کے درمیان یہی فرق ہے کہ وہ جو بھی کام کرتے ہیں، چاہے اس کا تعلق امورِ طبعیہ ہی سے کیوں نہ ہو، مثلاً: کھانا پینا، سونا جاگنا، ہنسنا بولنا، کسی کے ساتھ سلوک کرنا، سب میں اللہ کی رضا کے حصول کا جذبہ ہوتا ہے۔

بزرگوں کے یہاں تصحیح نیت کا اہتمام

ہم نے اس معاملے میں حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کو سب سے بڑھا ہوا پایا، ان کے یہاں تصحیحِ نیت پر بہت زور تھا، ہر کام کے وقت حصول رضائے الٰہی کا جذبہ ان کے پیشِ نظر ہوتا تھا، ان کے صحبت میں رہ کر اس حدیث کا مفہوم سمجھ میں آیا، جس میں ہے کہ انسان جب وضو کرتا ہے تو اس کے گناہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں، مع الماء أو مع آخر قطر الماء (۳)۔ عام طور پر لوگ وضو کرتے ہیں تو اس کا استحضار نہیں ہوتا، ایک عادت سمجھ کر وضو کر لیتے ہیں۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کے متعلق یہ بات ہم پہلے سنا چکے ہیں کہ انھوں نے ایک دفعہ فرمایا تھا: جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے، اس وقت سے اب تک مجھے یاد نہیں کہ میں نے طبعی امور میں بھی کوئی کام رضائے الٰہی کی نیت کے بغیر کیا ہو، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ بزرگوں کے یہاں تصحیحِ نیت کا کتنا اہتمام ہوتا ہے، ان کے یہاں ساری توجہ اسی پر مرکوز رہتی ہے، امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کا آغاز إنما الأعمال بالنیات والی حدیث سے کیا، اس کی حیثیت گویا مقدمے کی ہے، انھوں نے بتایا کہ اس کتاب کا مقصد رضائے الٰہی کے حصول کے سوا کچھ نہیں، اس لیے پڑھنے والے کو اسی نیت سے پڑھنا چاہیے، یہ حدیث بہت ہی جامع ہے، انسانوں کی پوری زندگی کا رخ متعین کرتی ہے۔

پھر روس میں امام بخاری پر ہونے والے سیمینار کا ذکر کیا، اس میں حضرت نے اس حدیث پر امام بخاری کے تعلق سے تقریر کی تھی، یہ پورا واقعہ سنایا (۴)۔

اسی ضمن میں سید محمد جی سے صوبے دار کے ملنے کا واقعہ بیان کیا، جو چند دن قبل گزر چکا ہے (۵)۔

مسلمانوں کا مرض بدنیتی نہیں، بے نیتی ہے

پھر نیت کی اہمیت بتاتے ہوئے اپنی حکیمانہ بات دہرائی، جو حضرت ہمیشہ فرماتے رہتے تھے کہ مسلمانوں کا مرض بدنیتی نہیں، بلکہ بے نیتی ہے، مسلمان بدنیت نہیں ہوتے، بلکہ بے نیت ہوتے ہیں، وہ بڑے سے بڑے کام کر جاتے ہیں، لیکن رضائے الٰہی کی نیت نہیں ہوتی، حج جیسی عبادت بھی وہ دنیاوی مقاصد کے لیے کرتے ہیں حالاں کہ اس میں بہت وقت لگتا ہے، اور پیسے بھی صرف ہوتے ہیں، رمضان کے روزوں کے سلسلے میں بھی اس کا اندیشہ تھا کہ کوئی شخص شرما حضوری میں روزہ رکھے، کہ لوگ کہیں گے کہ روزہ نہیں رکھتا، یا عادتاً روزہ رکھے، یا اور کوئی مقصد پیشِ نظر ہو، صحت کے خیال سے یا اس لیے کہ روزہ افطار کرنے میں بڑا مزہ آتا ہے۔

ہم تو روزہ رکھتے ہی اس لیے ہیں کہ روزہ کھولنے میں لطف آتا ہے

ایک لطیفہ پیش آیا: شروع شروع میں لکھنؤ میں جب ریڈیو اسٹیشن قائم ہوا، تو ہم سے فرمائش کی گئی کہ رمضان کے موضوع پر کوئی مضمون پڑھیں، ہمارا یہ مضمون ہمارے عزیز مولوی سید ابوبکر حسنی نے ریکارڈ کرالیا تھا، پھر ہم کوئٹہ کے دورے پر چلے گئے، تو وہاں ایک فوجی افسر نے جو اسی طرف یعنی یوپی ہی کا رہنے والا تھا، ہماری اور مولانا منظور صاحب کی دعوت کی، انھوں نے کہا کہ کل ہم نے ریڈیو پر آپ کی تقریر سنی، آپ نے بڑی اچھی باتیں کہی ہیں، مگر ایک بات یہ کہ روزہ کھولنے میں جو مزہ آتا ہے وہ کسی اور چیز میں نہیں، اور ہم تو روزہ رکھتے ہی اسی لیے ہیں کہ روزہ افطار کرنے میں بڑا لطف آتا ہے، اس فوجی کے اس کہنے سے اس حدیث کی قدر آئی کہ یہ ایک نبی ہی کہہ سکتا ہے، کہ ایمان واحتساب ہر کام میں ضروری ہے۔

مخلص اور غیر مخلص کا فرق

پھر حضرت نے مخلص اور غیر مخلص داعیوں اور مصنفوں کا فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مخلصین کا کام اسباب نہ ہوتے ہوئے بھی زندۂ جاوید ہوتا ہے، اس سلسلے میں اپنے والد مرحوم کا ذکر کیا، اور غیر مخلص کا کام اسباب ہوتے ہوئے بھی برباد ہوتا ہے، اس کی کشتی ساحل پر پہنچ کر بھی ڈوب جاتی ہے (٦)۔

حواشی مجلس (٦٣)

(۱) سالہا سال سے یہ معمول تھا کہ مولانا واضح رشید صاحب کے صاحبزادے مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی اور مولانا محمد الحسنی (محمد میاں) کے صاحبزادے مولانا عمار حسنی ندوی ادل بدل کر پندرہ پندرہ دن تکیے کی مسجد میں اور قریبی گاؤں لوہانی پور کی مسجد میں تراویح سناتے تھے۔

(۲) پوری حدیث اس طرح ہے: من صام رمضان إيماناً واحتساباً غفر له ماتقدم من ذنبه (یعنی جو ایمان واحتساب (احتساب کی تشریح اوپر ہے) کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہوتے ہیں) أخرجه البخاري، كتاب الإيمان ، باب صوم رمضان احتساباً من الإيمان، رقم: ٣٨، ومسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب الترغيب في قيام رمضان، رقم: ٧٦٠۔

(۳) صحیح مسلم کی ایک حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں ہر عضو کا الگ الگ ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ جب بندہ وضو کرتے ہوئے اس کو دھوتا ہے تو اس کے گناہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں، حدیث کے الفاظ ہیں: إذا توضأ العبد المسلم (أو المؤمن) فغسل وجهه، خرج من وجهه كل خطيئة نظر إليها بعينيه مع الماء (أو مع آخر قطر الماء) فإذا غسل يديه خرج من يديه كل خطيئة كان بطشتها يداه مع الماء (أو مع آخر قطر الماء) فإذا غسل رجليه خرجت كل خطيئة مشتها رجلاه مع الماء (أو مع آخر قطر الماء) حتى يخرج نقياً من الذنوب (صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء (رقم: ٢٤٤)

(۴) دیکھیے مجلس (۴۵) ص: ۳۴۹

(۵) دیکھیے مجلس (۲۵) ص: ۲۵۰

(٦) نیز دیکھیے مجلس (۱۱) ص: ۱۵۳

مجلس (۶۴)

۲۲/۹/۱۴۱۷ھ مطابق ۱/۲/۱۹۹۷ء

شاہ علم اللہ کا امتیازی وصف، کمالِ اتباعِ سنت

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے دریافت کیا کہ شاہ علم اللہ کے زمانے میں یہاں کی آبادی کیا رہی ہوگی؟

فرمایا: بالکل تھوڑی، دو تین گھر، اس سوال پر کہ شاہ علم اللہ صاحب کا نمایاں وصف کیا تھا، حضرت نے فرمایا: اتباع سنت اور زہد، اتباعِ رسول کا یہ عالم تھا کہ عالم گیر نے ایک رات خواب دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا ہے، عالم گیر نے اس کی تعبیر پوچھی، تو معبر نے بتایا کہ آج رات سب سے بڑے متبعِ سنت کا انتقال ہوگیا ہے، عالم گیر کے پاس روز کی خبر روز پہنچتی تھی، یہ تعبیر سنی ہی تھی کہ خبر آئی کہ آج رات شاہ علم اللہ کا انتقال ہوگیا ہے(۱)۔

شاہ علم اللہ کی دنیا سے بیزاری اور ارادۂ ہجرت

اور زہد کے سلسلے میں اورنگ زیب کے قاصد کے آنے اور زمین کی پیشکش اور شاہ صاحب کے انکار کرنے کا واقعہ سنایا(۲)۔

شاہ علم اللہ پہلے شاہ جہاں کی فوج میں تھے، ایک دن اچانک خیال آیا کہ ایک بادشاہ کے اشارے پر ہم چلتے ہیں، اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں، اور اس کے روکنے سے رکتے ہیں، کیوں نہ ہم شاہنشاہِ کائنات کے اشارے پر چلیں، یہ سوچ کر فوج کی ملازمت ترک کی اور خدا سے لو لگائی، حضرت آدم بنوری کے ہاتھ میں ہاتھ دیا، اور زہد کو اپنا وظیفہ بنایا(۳)، حضرت آدم بنوری کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت شاہ علم اللہ اور حضرت سلطان بلیاوی (بلیا یہاں یوپی کا نہیں بلکہ جو بہار میں ہے) یہ دو حضرت آدم بنوری کے سب سے بڑے خلفاء ہیں، شاہ صاحب نے حضرت بنوری سے ہجرت کی اجازت مانگی

www.abulhasanalinadwi.org

تھی، انھوں نے اجازت تو دی لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا تھا کہ تم کو خدا کا کوئی نیک بندہ روک دے تو رک جانا، یہیں پاس میں ایک بزرگ تھے، ان کا نام عبدالشکور تھا، وہ مجذوب قسم کے تھے، اتنا غلبہ ہوتا تھا کہ ان کو اپنے کپڑوں کا بھی ہوش نہیں رہتا تھا، ایک دن شاہ علم اللہ صاحب ان سے ملنے گئے تو انھوں نے فوراً کپڑے سمیٹ لیے اور اپنے مریدین سے شاہ علم اللہ کے بارے میں بلند کلمات ارشاد فرمائے، شاہ صاحب نے باتوں باتوں میں ان سے اپنے ارادۂ ہجرت کا بھی ذکر کیا، انھوں نے اس سے روکا، اور یہ بھی یاد دلایا کہ کیا آپ کے پیر نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ کوئی روکے تو رک جانا، چناں چہ شاہ صاحب ہجرت کے ارادے سے باز آ گئے (۴)۔

حضرت خواجگی عریضی اور ان کی تواضع

مولانا نذرالحفیظ صاحب نے پوچھا: حضرت خواجگی (۵) کا آپ کے خاندان سے کوئی تعلق ہے؟

لمحے دو لمحے کی خاموشی کے بعد فرمایا: ہاں ہماری دادی انھی کے خاندان سے ہے، ان کی اولاد میں ہے، ان کا مزار کڑا مانک پور میں ہے، لطیفہ پیش آیا، ہم جب کڑا گئے تو ہمیں معلوم نہیں تھا کہ حضرت خواجگی سے ہمارا خاندانی تعلق ہے، وہاں ایک صاحب تھے علاء الدین، ندوے میں انھوں نے کچھ مدت تعلیم حاصل کی تھی، اگرچہ تکمیل نہ کر سکے، وہ بڑی محبت سے ملے، انھوں نے کہا: میں کچھ نقد پیش کر رہا ہوں، آپ کو قبول کرنا ہی پڑے گا، اب کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے، انھوں نے پچیس یا تیس روپے پیش کیے، انھوں نے ہمیں بتایا کہ حضرت خواجگی آپ کی دادی کے اجداد میں ہیں، پھر ہمارے والد صاحب کی کتاب ''نزھۃ الخواطر'' لا کر انھوں نے دکھایا، اور ان کی قبر کی زیارت کرائی، مزار کی تختی پر انھیں کے یہ اشعار لکھے ہوئے تھے:

برائے خدا اے عزیزانِ من — نویسید بر گورِ من ایں سخن
کہ چوں خواجگی در تہہِ خاک شد — نکو شد کہ خس کم جہاں پاک شد

ہم نے کہا: ہمارا بھی حق پہنچتا ہے، ہم نے کچھ تصرف کر کے اس کو اس طرح پڑھا:

کہ چوں خواجگی درتہہِ خاک شد　　نکوشد کہ منزل بہ افلاک شد(۶)

ہمارے علماء اور ائمہ کو زہد کی زندگی اختیار کرنی چاہیے

فرمایا: ضرورت ہے کہ ہمارے علماء وائمۂ مساجد زہد کو اپنائیں، داعیانِ دین اور مبلغین کو زہد کی زندگی اختیار کرنی چاہیے، حکومت کے بالکل محتاج نہ ہوں، اب جو چل پڑا ہے، یہ بڑی خطرناک بات ہے، ایسی صورت میں الیکشن میں ان سے مدد لی جائے گی، کہ ہم تنخواہ دیتے ہیں، ہماری تائید میں تقریریں کرو۔

حواشی مجلس (۶۴)

(۱) دیکھیے تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ حسنی، ص ۹۲، وہاں اس کے اصل مآخذ کو بیان کیا گیا ہے۔

(۲) پیچھے اس کا ذکر آچکا ہے، دیکھیے مجلس (۲۵) ص: ۲۵۱

(۳) دیکھیے تذکرہ شاہ علم اللہ، ص: ۴۰-۴۳

(۴) وقائع احمدی جلد اول، ص: ۲-۴ (قلمی) نیز دیکھیے تذکرہ شاہ علم اللہ، ص ۴۶-۵۱

(۵) حضرت سید شمس الدین خواجگی بن احمد العریضی: اپنے زمانے کے بڑے عالم وصوفی تھے، حدیث وفقہ اور تصوف میں درک تھا، وفات: ۱۸/ محرم ۸۹۸ھ، کڑا مانک پور (نزھۃ الخواطر ۳/ ۴۹-۵۰)

(۶) اشعار کا ترجمہ یہ ہے: اے میرے عزیزو! برائے خدا تم میری قبر پر یہ بات لکھنا کہ جب خواجگی کو زمین میں دفن کیا گیا تو اچھا ہوا کہ بیکار اور نالائق آدمی دنیا سے چلا گیا اور دنیا پاک ہوگئی۔

حضرت نے جو تصرف کیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب خواجگی کو دفن کیا گیا، تو اچھا ہوا کہ وہ افلاک یعنی عالم بالا میں پہنچ گئے اور اونچا مقام حاصل کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۶۵)

۲۵/ ۹/ ۱۴۱۷ھ مطابق ۵/ ۲/ ۱۹۹۷ء

حضرت رائے پوری کے نزدیک ہمارے حضرت کا احترام

آج مولانا تقی الدین ندوی مظاہری (۱) مجلس میں موجود تھے، کچھ اسی مناسبت سے حضرت رائے پوری اور حضرت شیخ کا ذکر رہا، رائے پور کے رمضان کا تذکرہ فرمایا۔

صوفی صاحب (۲) نے یہ واقعہ یاد دلایا کہ آپ رائے پور تشریف لے گئے تو آزاد صاحب (۳) کے کمرے میں ٹھہرے تھے، حضرت کو معلوم ہوا تو فرمایا: علی میاں آئے ہوئے ہیں، میں خود ان کے پاس جاؤں گا۔ حضرت رائے پوری نے ہمارے حضرت کے ساتھ جس تعظیم کا سلوک کیا، اس کا ایک اور واقعہ صوفی صاحب نے سنایا، حضرت نے منع کیا کہ ہمارا ذکر نہ کرو، اور پھر فرمایا: اس میں دوسرے فریق کی خوبی نہیں ہے، بلکہ ان کی بڑائی ہے۔

حضرت رائے پوری کی بے نفسی

فرمایا: حضرت رائے پوری تواضع اور بے نفسی، ذکر میں مشغولیت، توجہ الی اللہ اور شفقت میں بے مثال تھے، راولپنڈی تشریف لے گئے تو وہاں یہ خبر مشہور ہوئی کہ ہندوستان سے ایک بڑے بزرگ آئے ہیں، استفادہ کرنا چاہیے، استفادے کے خیال سے بڑے بڑے لوگ مجلس میں شرکت کرنے لگے، ایک دن ایک صاحب نے پوچھا کہ حضرت صبر کی حقیقت کیا ہے؟ کہنے لگے: علی میاں سے پوچھو، ہم نے کہا یہ عربی زبان کا لفظ ہے، ہم صرف اس کے لفظی معنی بتا سکتے ہیں، حضرت نے کسی کی پروا کیے بغیر پوری بے تکلفی سے کہا، ہم تو یہ بھی نہیں جانتے تھے، بالکل اس کی فکر نہیں کی کہ یہ لوگ کیا سوچیں گے، کیا تاثر لیں گے، بے نفسی کا یہ آخری درجہ ہے (۴)۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت رائے پوری کا مقام حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے نزدیک

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور حضرت رائے پوری وغیرہ تھے، مغرب کی نماز ہوئی، حضرت رائے پوریؒ نے ضعف کی وجہ سے صرف دو رکعت سنت پڑھی اور آ کر لیٹ گئے، مولانا الیاس صاحبؒ طویل طویل نوافل پڑھتے تھے، چھ رکعتیں، اس میں پارہ سوا پارہ پڑھنے کا ان کا معمول تھا، صرف دو رکعت جلدی جلدی پوری کی، اور حضرت کے پاس آ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: آپ کے پاس بیٹھنا ہماری نوافل سے بڑھ کر ہے (۵)۔

حضرت شیخ کی ہمارے حضرت پر شفقت

حضرت رائے پوری اور حضرت شیخ، حضرت مولانا کے ساتھ جس محبت و شفقت کا سلوک کرتے تھے، اس کے متعدد واقعات سنائے، اسی سلسلے میں بتایا، ہم نظام الدین گئے ہوئے تھے، ہمیں اس زمانے میں گوشت سے پرہیز تھا، حضرت شیخ بھی وہاں موجود تھے، ان کے لیے گوشت بہت ضروری تھا، انھوں نے ہمارے لیے کسی سے کہلوا کر سبزی کا انتظام کیا، اور جب تک ہم وہاں رہے خود بھی ہماری خاطر گوشت نہیں کھایا۔

حضرت شیخ کی کرامت

ایک دفعہ سہارنپور میں یہ واقعہ پیش آیا کہ کھانے کے لیے گوشت نہیں تھا، خدام فکر مند ہو گئے۔ شیخ کا کھانا اس کے بغیر نہیں چلتا تھا، لیکن کہیں گوشت نہیں ملا، شیخ کار پر سوار ہو کر جا رہے تھے، ایک ہرن اچانک سامنے آیا، ہٹانے سے ہٹتا ہی نہیں تھا، بہت کوشش کی گئی، مگر ٹلنے کا نام نہیں، راستہ روکے ہوئے کھڑا ہے، گویا کہہ رہا ہے ہمیں شکار کر کے ہمارا گوشت کھاؤ، بالآخر وہیں اس کو ذبح کیا گیا، اور لمبی لمبی ٹانگیں کاٹ کر کار میں رکھی گئیں، اسی کو پکوا کر حضرت شیخ نے کھانا تناول فرمایا، یہ شیخ کے لیے بالکل غیبی انتظام تھا، شیخ کی کرامت تھی۔ مولانا تقی الدین صاحب نے حضرت شیخ کی ایک اور کرامت کا ذکر کیا، کہنے

www.abulhasanalinadwi.org

لگے: جب ہم ازہر میں پڑھتے تھے ایک مرتبہ پیٹ میں سخت تکلیف ہوئی، ڈاکٹروں نے کہا کہ آپریشن کرنا ضروری ہے، میں نے کہا میں آپریشن بالکل نہیں کروں گا، اتنے میں آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ ہومیوپتھک علاج کرو، اچھا ہوجائے گا، پھر ہم نے ہومیوپتھک علاج کیا تو بالکل اچھے ہوگئے، اور آپریشن کی ضرورت نہیں ہوئی۔

مولانا ابرارالحق صاحب اور قاری صدیق صاحب کا ذکرِ بلند

فرمایا: مولانا صدیق صاحب کی شخصیت بہت غنیمت ہے، اور یہاں ہردوئی میں مولانا ابرارالحق صاحب، اب بہت تھوڑے لوگ رہ گئے ہیں:

وہ جو بیچتے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

حواشی مجلس (۶۵)

(۱) مولانا تقی الدین ندوی مظاہری: مشہور عالم، جامعہ اسلامیہ قلندر پور (مظفر پور، ضلع اعظم گڑھ) کے بانی، دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد سہارنپور جاکر حدیث کی مزید تعلیم حاصل کی، اور حضرت شیخ الحدیث سے خصوصی تعلق پیدا کیا، پھر جامعہ ازہر جاکر ڈاکٹریٹ کی۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء اور گجرات میں کچھ مدت حدیث کا درس دیا، پھر سالہا سال جامعۃ العین (امارات) میں تدریس حدیث کی خدمت انجام دی۔ حدیث سے شغف رکھتے ہیں، خود بھی کئی کتابیں لکھیں، اور ''بذل المجہود'' اور شیخ کی شرح ''أوجز المسالک'' بڑے اہتمام سے شائع کی، ندوۃ العلماء اور مظاہر علوم سہارنپور کے رکن شوریٰ ہیں، اس وقت بخاری شریف پر کام کررہے ہیں، اور بقول ان کے: اس کا سب سے صحیح نسخہ تیار کررہے ہیں، ابھی ۲۰۱۰ء میں علم حدیث میں نمایاں خدمات انجام دینے پر شاہ ولی اللہ ایوارڈ دہلی سے سرفراز ہوئے ہیں۔ (ان کے کچھ سوانحی حالات اور علمی خدمات کی تفصیل کے لیے دیکھیے ''علمائے مظاہر علوم سہارنپور اوران کی تصنیفی خدمات''، ج ۲/ص: ۳۰۵-۳۱۸)

(۲) یعنی صوفی انیس صاحب: جو اصلاً اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے، حضرت رائے پوری وغیرہ کی صحبت اٹھائی تھی اور انھیں سے بیعت تھے۔ حضرت رائے پوری نے ہمارے حضرت کے حوالے کیا تھا،

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت کے کہنے سے انھوں نے انہونہ (ضلع رائے بریلی) میں مکتب قائم کیا اور یہیں بود و باش اختیار کی تھی، پھر تو ہمارے حضرت کے عاشق ہوگئے، حضرت کے مجاز بھی تھے، نہایت سادہ طبیعت رکھتے تھے، وفات: ۲۰۰۰ء۔ (بشکریہ مولانا محمود حسن حسنی، نیز دیکھیے تعمیر حیات شمارہ، ۱۰/ اپریل ۲۰۰۰ء اس میں ان کے انتقال کی خبر کے ساتھ ان کا مختصر تعارف ہے)

صوفی صاحب، حضرت سے محبت اور تعلق کی وجہ سے حضرت کی خوبی اور فضیلت بیان کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔

(۳) آزاد صاحب: (سید مسعود علی آزاد کاظمی) جن کو حلقۂ احباب میں ہمیشہ آزاد صاحب ہی کے نام سے پہچانا اور یاد کیا جاتا تھا، اچھے غزل گو شاعر، جگر صاحب کے جگری دوست، جوانی شاعروں کی طرح خوش عیشی اور اوباشی میں گزری۔ ۱۹۴۸ء میں تبلیغی جماعت سے تعلق ہوا اور زندگی میں انقلاب آیا، ۱۹۴۸ء میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری سے بیعت ہوئے اور ان کا دامن اس طرح تھاما کہ پھر اور کسی کام کے نہ رہے، ان سے اجازت بھی حاصل تھی، حضرت نے ان کو اپنی نمازوں کا امام بنایا، یہاں تک کہ نماز جنازہ بھی انھوں نے ہی پڑھائی۔ ۱۹۷۰ء کے قریب پاکستان منتقل ہوئے۔ وفات: ۲۵/ مئی ۱۹۷۴ء، لاہور (پرانے چراغ اول، ص: ۳۶۵ حاشیہ، احوال العارفین، ۲۷۴-۲۷۷، وفیات ناموران پاکستان، ص: ۸۲۳)

(۴) دیکھیے سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، ص: ۲۴۷

(۵) دیکھیے ایضاً، ص: ۳۱۰

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۶۶)

۲۶/۹/۱۴۱۷ھ مطابق ۶/۲/۱۹۹۷ء

رمضان میں حفاظ کا معاوضہ لینا بدعت ہے

حاضرین میں سے ایک صاحب نے سوال کیا: رمضان میں حفاظ کو بعض علاقوں میں جوڑے اور پیسے دیے جاتے ہیں، اس کی کیا حیثیت ہے؟

حضرت نے فرمایا: بدعت ہے، ان صاحب نے کہا: لوگ اپنی خوشی سے دیتے ہیں، حافظ جی کا مطالبہ نہیں ہوتا، فرمایا: یہ رسم ہے، بہر حال بدعت ہے، پھر فرمایا: ہمارے یہاں تو ایسا نہیں ہوتا۔

شاہ علم اللہ کے اخلاص کی برکت

فرمایا: یہ شاہ علم اللہ کے اخلاص کی برکت ہے، اس دیہات اور غیر آباد جگہ میں کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ اتنے لوگ اعتکاف کریں گے، سید صاحب بھی اسی جگہ سے اٹھے، اور ہندوستان سے لے کر افغانستان تک دین کا پرچم لہرایا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۶۷)

۲۷/۹/۱۴۱۷ھ مطابق ۷/۲/۱۹۹۷ء

مسلمان وطن پرست نہیں وطن دوست ہوتا ہے

بمبئی کے ایک ڈاکٹر صاحب نے (جو حضرت کے مرید ہیں) پوچھا کہ حب الوطنی نے کے سلسلے میں اسلام کی کیا تعلیمات ہیں، عام طور پر یہ شکایت ہے کہ مسلمان وطن پرست نہیں ہوتے؟

حضرت نے فرمایا: ہاں، مسلمان وطن پرست نہیں ہوتا، وہ خدا پرست ہوتا ہے، وہ وطن کو نہیں پوجتا۔

حب الوطنی میں مسلمان سب سے آگے رہے ہیں

لیکن جہاں تک حب الوطنی کا تعلق ہے، مسلمان اس میں سب سے آگے رہے ہیں، لیبیا کو آزاد کرنے والے شیخ احمد سنوسی تھے، الجزائر میں امیر عبدالقادر اور عبدالحمید بن بادیس نے آزادی کے لیے جو کوششیں کیں، اور خود یہاں ہندوستان میں مسلمانوں نے جو قربانیاں پیش کیں، اس سے کون ناواقف ہے؟ مسلمان ہی سب سے پیش پیش تھے، خصوصاً ہمارے علمائے کرام پر تو یہی فکر سوار تھی کہ جلد سے جلد آزادی حاصل کریں، جنرل بخت خاں (۱) جو یہیں سلطان پور کے رہنے والے تھے، بہادر شاہ نے ان کو فوج کا کمانڈر بنایا تھا، یہ مولانا کرامت علی جونپوری کے مرید تھے (۲)، بیعت لیتے وقت مولانا کرامت علی نے ان سے عہد لیا تھا کہ انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے اور ہندوستان کو آزاد کرنے کی کوشش کرو، پھر مسلمانوں نے آزادیِ ہند کے لیے جو کارہائے نمایاں انجام دیے وہ سب پر عیاں ہیں!

روزے اور تقوے میں مناسبت

حاضرین میں سے ایک صاحب نے سوال کیا کہ رمضان کے ساتھ تقوے کو بیان

www.abulhasanalinadwi.org

کرنے کی کیا وجہ ہے، اس کے ساتھ اس کو کیا خاص تعلق ہے؟

حضرت نے فرمایا: روزے کے ساتھ تقوے کو خاص مناسبت ہے، روزے میں تقوے کی مشق ہوتی ہے، آدمی اپنے اختیار سے کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے اور خدا کا حکم سمجھ کر اس پر شکوہ نہیں کرتا، اس طرح اس کی زندگی خدا کے حکم کے تابع ہو جاتی ہے، اور اس میں تقوے کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، پھر خدا کی نافرمانی پر جرأت نہیں کر سکتا، اسی لیے اللہ نے روزے کے حکم کے بعد آخر میں فرمایا: لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۳) (تاکہ تمھارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے)

غیر متعلق باتوں میں ذہن نہیں لگانا چاہیے

پھر حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کے متعلق کچھ باتیں ارشاد فرمائیں، جو زیادہ تر پیچھے آچکی ہیں۔

ایک شخص نے پوچھا: حضرت! حضرت یوسف علیہ السلام نے بعد میں زلیخا سے شادی کی تھی؟ فرمایا: قرآن میں اس کا ذکر نہیں، یہ سب غیر متعلق باتیں ہیں، اس میں نہیں پڑنا چاہیے، پھر مزاحاً فرمایا: ہم اس وقت موجود نہیں تھے۔

سیرتِ نبوی کے واقعات میں غور کرنے کی ضرورت ہے

کچھ دیر سکوت کے بعد فرمانے لگے: ہم ایک بات بتاتے ہیں، عموماً لوگ اس پر غور نہیں کرتے، سیرت پڑھتے ہیں اور یوں ہی گزر جاتے ہیں، سیرت نگاروں کا ذہن بھی اس طرف نہیں جاتا، فتح مکہ کا واقعہ یاد کیجیے، جب انصار کا علم سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں تھا، وہ جوش میں یہ کہتے ہوئے گزرے: الیوم یوم الملحمة (آج رَن کا دن ہے) ابوسفیان نے یہ سنا تو گھبرا گیا، حضرت عباس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ابوسفیان کو ایک ٹیلے پر کھڑا کیا تھا، تاکہ وہ فتحِ اسلام کا یہ منظر دیکھے، اور اس کا دل نرم پڑ جائے، پورے جوش و خروش اور اسلامی شان کے ساتھ قافلے پر قافلہ گزر رہا تھا، انصار کا قافلہ آیا تو اس کے علم بردار سعد بن عبادہ کا نعرہ تھا: الیوم یوم الملحمة، آخر میں جب سالارِ کارواں

www.abulhasanalinadwi.org

صلی اللہ علیہ وسلم کا قافلہ گزرا، تو ابوسفیان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ سعد بن عبادہ اس طرح کہہ رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً فرمایا الیوم یوم المرحمۃ (یعنی آج رَن کا دن نہیں، بلکہ عفو وکرم اور مہربانی کا دن ہے) اور سعد بن عبادہ کے ہاتھ سے جھنڈا لے کر ان کے بیٹے قیس بن سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں دیا(۴)، تو ہم کہا کرتے ہیں کہ ایک حرف کو ایک حرف سے بدلا، اور ایک ہاتھ کو ایک ہاتھ سے بدلا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمتِ عملی کی ایک مثال

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا تو عبادہ کے ہاتھ سے لیا، لیکن انھی کے بیٹے کے حوالے کیا، آپ یہ بھی چاہتے تھے کہ عبادہ کو تنبیہ بھی ہو، اس کے لیے جھنڈا ان کے ہاتھ میں رہنے دینا خلافِ مصلحت ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ساتھ یہ بھی چاہتے تھے کہ وہ بالکل دل برداشتہ بھی نہ ہوں، تو اس موقع پر بڑے سے بڑا تجربہ کار اور سیاست داں ہوتا، اس سے بڑھ کر کچھ نہیں کرسکتا تھا کہ جھنڈا ان کے بیٹے کے حوالے کیا جائے، اس لیے کہ انسان طبعی طور پر بیٹے ہی کو اپنی جگہ پر دیکھنا چاہتا ہے، بیٹے کے ہوتے ہوئے وہ باپ اور بھائی کو بھی اپنا قائم مقام نہیں بنانا چاہتا، تو اس سے تینوں باتیں ہوئیں، ان کو تنبیہ بھی ہوا، لیکن ان کے بیٹے ہی کو ان کا قائم مقام بنا کر ان کو دلبرداشتگی سے بھی بچایا گیا، اور ابوسفیان کی بھی غیرت کا خیال رکھا گیا، ان کی بات کی بھی لاج رکھی گئی، پوری سیرت معجزہ ہے، لوگ غور نہیں کرتے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیمؑ کی وفات پر جب سورج گہن ہوا تھا، اس موقع پر آپ ﷺ نے جو موقف اختیار کیا، جو ایک نبی ہی کے مطابق تھا، اس کی بھی پوری تشریح کی، جو ایک سے زائد بار گزر چکی ہے(۵)۔

حواشی مجلس (٦٧)

(۱) جنرل بخت خان: ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا کمانڈر انچیف، نہایت بہادر، بے باک اور دیندار سپاہی، اس کے والد نواب نجیب الدولہ کے حقیقی بھتیجے تھے، اور خود اس کی شادی اودھ کے شاہی خاندان میں ہوئی تھی۔ اس نے اس جنگ آزادی میں زبردست کارنامے انجام دیے، سنہ ستاون کے مشہور فتوائے جہاد کا محرک بھی وہی تھا، دہلی کی شکست کے بعد مختلف جگہوں پر ہوتا ہوا لکھنؤ پہنچا، لکھنؤ پر انگریزوں کے قابض ہونے کے بعد شاہ جہاں پور، محمدی ہوتا ہوا، دوسرے بعض مجاہدین کی طرح نیپال میں داخل ہوا اور باقی عمر وہیں گزاری، اس کے بعد کے حالات معلوم نہیں (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی تمام کتابوں میں اس کا تذکرہ ملتا ہے، مولانا غلام رسول مہر نے اس کے مربوط حالات پیش کرنے کی کوشش کی ہے، دیکھیے ۱۸۵۷ء کے مجاہد، ص ۱۶۳-۱۸۵، نیز دیکھیے خورشید مصطفیٰ رضوی، تاریخ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، ص: ۵۵۶ و ٦٦١-٦٦٢)

(۲) چوں کہ جنگ آزادی کی تاریخ میرا ایک دلچسپ موضوع تھا، اور یہ بات میں نے کہیں نہیں پڑھی تھی، اس لیے مجھے کچھ اچنبھا سا ہوا، چناں چہ میں نے حضرت مولانا سے خود اس کا ماخذ دریافت کیا، حضرت مولانا نے فرمایا: ہم نے کسی قلمی کتاب میں یہ بات پڑھی ہے، انتہی۔ ہوسکتا ہے کہ یہ بات ایسی ہی ہو، مگر کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مولانا سرفراز علی کا مرید تھا، اور مولانا سرفراز علی وہی ہیں، دہلی میں جن کے امیر المجاہدین ہونے کا اعلان کیا گیا تھا، اور مختلف بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وہابی تھے یعنی بالفاظِ دیگر حضرت سید احمد شہید کی تحریک سے وابستہ، اور ان کی نسبت میں کہیں گورکھپوری، کہیں شاہ جہاں پوری اور بعض جگہوں پر جونپوری بھی آیا ہے، اس لیے یہاں اس کا احتمال زیادہ ہے کہ ان کے وہابی ہونے اور جونپوری ہونے -بعض بیانات کے مطابق- کی وجہ سے حضرت سے تسامح ہوا ہو، اس کی پوری تحقیق میری زیر تالیف کتاب ''۱۸۵۷ء اور علماء'' میں آئے گی، انشاء اللہ۔

(۳) سورۃ البقرہ: ۱۸۳

(۴) دیکھیے فتح الباری، ۹/۳۹۳ (۸/۹) کتاب المغازی حدیث نمبر ۴۲۸۰ کے تحت۔

(۵) دیکھیے مجلس (۴۱) ص: ۳۳۳

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۶۸)

۲۸/۹/۱۴۱۷ھ مطابق ۸/۲/۱۹۹۷ء

ہمارے حضرت کے ساتھ بزرگوں کی شفقتوں کے عجیب واقعات اوران کی نظر میں حضرت کا مقام

آج کی مجلس میں زیادہ تر وہ باتیں ہوئیں جن سے اکابر کی نظر میں ہمارے حضرت کی جو عزت اور جو مقام تھا اور جو حیثیت تھی، اور وہ حضرات جس شفقت کا معاملہ فرماتے تھے اس کا کچھ پتا چلتا ہے، صوفی صاحب موقع موقع سے ایسی باتیں چھیڑتے رہتے ہیں، حضرت اکثر اعراض کر جاتے ہیں، لیکن کبھی صوفی صاحب یا بعض متعلقین ایسا اشارہ کرتے ہیں جو حاضرین کے لیے خلجان اور پریشانی کا باعث بن جاتا ہے، اسی خلجان کو دور کرنے کے لیے حضرت ایک دو باتیں اپنی طرف سے کہہ دیتے ہیں جس سے ایک پورا واقعہ سامنے آجاتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث اور حضرت رائے پوری کی شفقتوں کا ذکر فرمایا، حضرت شیخ مختلف کھانے کی چیزیں ہماری طرف بڑھاتے تھے، ہم سے کھایا نہیں جاتا تھا، ہم لینے کو لیتے تھے، لیکن کرتے یہ تھے کہ پیچھے کسی کو بٹھا دیتے تھے، وہاں سے لیتے اور پیچھے ان کو دیتے جاتے تھے۔

پھر صوفی صاحب کے اشارے سے ننھے میاں حضرت شاہ یعقوب مجددی بھوپالی (۱) کی شفقت کا واقعہ سنایا، ہم کو بھوپال جانا تھا، رات کا وقت تھا اور سخت سردی کا موسم تھا، لیکن کیا دیکھتے ہیں کہ ننھے میاں سردی میں کانپتے ہوئے چادر اوڑھے اسٹیشن پر موجود ہیں!

مولانا سید ابوبکر حسنی نے مولانا شاہ وصی اللہ صاحب کی شفقت کا ذکر چھیڑا، کہنے

لگے: علی میاں افوہ! شاہ وصی اللہ صاحب تمھارے ساتھ جس طرح پیش آئے وہ اس سے بڑھ کر ہے، اس پر حضرت نے پورا واقعہ سنایا کہ اعظم گڑھ (یا کسی اور جگہ کا نام لیا) جانا تھا، گاڑی شاہ وصی اللہ صاحب کے مستقر فتح پور اسٹیشن پر رکتی تھی، ہم نے ان کی تکلیف کی خاطر عمداً اطلاع نہیں دی تھی۔ لیکن کسی طرح ان کو پتا چل گیا، تو اسٹیشن پر ناشتہ دان لیے دوڑے ہوئے تشریف لائے اور بہت ہی آؤ بھگت سے ملے، بڑی شفقت فرمائی (۲)۔

مولانا سید ابو بکر صاحب نے سنایا کہ جب میں تمھارے ساتھ دیو بند گیا تھا تو وہاں شاہ وصی اللہ صاحب کے مدرسے میں پڑھنے والے ایک طالب علم سے ہماری ملاقات ہوئی، ان کو تم سے ملنے کی بڑی خواہش تھی، میں نے کہا: وہ کوئی ایسے تکلف کے آدمی نہیں، آپ ان سے آسانی سے مل سکتے ہیں، لیکن یہ بتایئے کہ آپ کو ان سے ملنے کی اتنی خواہش کیوں ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں شاہ وصی اللہ صاحب کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، شاہ صاحب فرمانے لگے کہ علی میاں کی قدر کرو (۳)، میں نے سارے علماء کا دل دیکھا ہے لیکن علی میاں کا آئینہ کہیں نہیں!

حضرت مولانا ہاتھ کے اشارے کے ساتھ مولانا ابو بکر صاحب کو روک رہے تھے کہ بس کرو، ہمارا ذکر نہ کرو۔

پھر سیتاپور میں آنکھ کے آپریشن کے وقت مولانا شاہ وصی اللہ کی بے چینی اور کرب کی پوری تفصیل اور ان کے مشورے پر عمل کر کے شفا پانے کی باتیں بتائیں، یہ ساری تفصیل گزر چکی ہے (۴)۔

شاہ محمد یعقوب مجددی کے حکیمانہ ملفوظات

پھر فرمایا: (۵) اس دورِ آخر میں آخری درجے کی حکمت کی باتیں کسی کے یہاں ہوتی تھیں تو وہ ننھے میاں کے یہاں ہوتی تھیں، مولانا عبد الماجد صاحب ہمارے کہنے پر خاص طور پر ان سے ملنے لیے گئے اور صدق میں بھی لکھا، اور مولانا عبد الباری صاحب بھی

تشریف لے گئے۔

حواشی مجلس (٦٨)

(۱) حضرت شاہ محمد یعقوب مجددی بھوپالی: حضرت مجدد الف ثانی کے نسلی وروحانی وارث، بہت بڑے عارف باللہ، شیخ کامل، کاشفِ اسرار معرفت، عطر بیز گلہاے حکمت، تصوف کی نازک حقیقتوں اور دقیق مسائل کو روزمرہ کی مثالوں اور چھوٹی چھوٹی حکایتوں کے پیرایے میں اس طرح بیان کرتے تھے کہ معمولی آدمی بھی آسانی سے سمجھ لیتا اور کسی قسم کا ابہام اور پیچیدگی باقی نہیں رہتی۔ وفات: ۲۰/مئی ۱۹۷۰ء، بھوپال (ذکر جمیل، ص:۱۲-۱۷، اور صحبتے با اہل دل)

(۲) اسی طرح کا ایک واقعہ پرانے چراغ میں بیان کیا ہے (حصہ اول ص:۱۷۲) اغلب گمان یہ ہے کہ یہ وہی واقعہ ہے۔

(۳) علی میاں کی قدر کرو، اتنا جملہ مولانا ابوبکر صاحب نے سنایا تھا، یا نہیں، اچھی طرح محفوظ نہیں، البتہ بعد والی بات پوری طرح یاد ہے۔

(۴) دیکھیے مجلس (۳۷) ص:۳۱۱

(۵) یہ بات ننھے میاں کے تذکرے کے ساتھ اوپر ہی ارشاد فرمائی تھی، ہم نے اوپر کے عنوان کی وجہ سے ترتیب بدل کر اس کو اخیر میں رکھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۶۹)

۱۸/۱۲/ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۶/۴/ ۱۹۹۷ء

بچپن میں حضرت کا ایک کارنامہ

مولانا نذر الحفیظ کے استفسار پر بچپن کے دو موثر واقعات سنائے: ایک یہ کہ ایک مرتبہ ہم نے محلے کے لوگوں کو جمع کر کے ایک جلسہ کیا، اور سیرت پر تقریر کی، اس وقت ہم عبدالمطلب کا صحیح تلفظ بھی نہیں جانتے تھے، اس کو عبد المُطَّلب پڑھا، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ اور مولویوں کے طبقے میں جو بعد تھا، وہ ختم ہوا، اس وقت ہمارے یہاں مولویوں کے طبقے اور جدید تعلیم یافتہ طبقے میں ربط نہیں تھا، ہم مولوی گھرانے کے تھے، ہمیں فکر ہوئی کہ اس بعد کو ختم کرنا چاہیے، تو ہم نے یہ طریقہ اختیار کیا، اس سے الحمدللہ بعد میں فرق آ گیا، محلے کے لڑکوں سے بھی ہمارا ربط قائم ہوا (۱)۔

بچپن میں حضرت مولانا کا کتابی ذوق

بچپن میں حضرت مولانا کا کتابی ذوق عجیب وغریب اور حیرت انگیز تھا، اس سلسلے میں یہ دلچسپ واقعہ سنایا کہ میرے پاس کچھ پیسے آ گئے، مجھے کتاب خریدنے کا شوق ہوا، میں اتنا چھوٹا تھا کہ مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کتاب کی مخصوص دکان ہوتی ہے، اور وہ کتب فروشوں ہی کے یہاں ملتی ہے، میں امین آباد گیا، گھنٹہ گھر والے پارک کے سامنے دکانوں کی جو قطار ہے، اس میں کسی دوا فروش کی دکان پر پہنچ کر میں نے پیسے بڑھائے کہ کتاب دیجیے، دکان والے نے سمجھا ہو کہ کسی شریف گھرانے کا بھولا بھالا بچہ ہے، کیمسٹ کی دکان پر کتاب کیا ملتی، دواؤں کی فہرست جو اردو میں تھی، اس نے وہی بڑھا دیا! میں پھولے نہیں سماتا تھا کہ کتاب بھی مل گئی اور پیسے بھی واپس آ گئے، خوش خوش گھر پہنچا اور اس سے اپنے چھوٹے سے کتب خانے کو سجایا (۲)۔

بچپن کی پڑھی ہوئی چیزیں عین موقع پر یاد آجاتی ہے

اس موقع پر بتایا کہ والد صاحب کے پاس بہت سے لوگ کتابیں بھیجتے تھے، جو کتابیں ان کے کام کی نہ ہوتی تھیں، اس کو ہم لے لیتے اور جمع کرتے تھے، اس طرح ہم نے اپنا چھوٹا سا کتب خانہ سجایا تھا، یوں ہی کتابیں دیکھتے رہنے سے بھی بڑا فائدہ ہوتا ہے، مثل ہے: کوئلے کی دلالی میں ہاتھ کالے، اسی میں ہمارے ہاتھ وہ دستاویز بھی لگی، جو سید قطب الہدیٰ صاحب نے سید ظاہر صاحب کو اپنا کتب خانہ دینے کے سلسلے میں تیار کی تھی، اس دستاویز پر خاندان کے تمام بزرگوں کے دستخط تھے، سید احمد شہیدؒ کے بھی دستخط تھے، مہر صاحب نے سید صاحب کے بارے میں ایک موقع پر لکھا ہے کہ وہ اس وقت دہلی میں تھے، لیکن ہمیں یاد تھا کہ وہ اس وقت دہلی میں نہیں، رائے بریلی میں تھے، اس دستاویز پر ان کے دستخط ہیں (۳)، ہم نے مراجعت کی تو ہمارا اندازہ صحیح نکلا، اسی طرح بچپن میں دیکھی ہوئی کوئی بات عین موقع پر یاد آجاتی ہے، اور اس سے بڑا فائدہ ہوتا ہے۔

حضرت مولانا کے پردادا مولانا سید عبدالعلی کی پرہیزگاری

یہ سید ظاہر صاحب ہمارے دادا کے حقیقی نانا تھے، ان کی وجہ سے اور پھر بعد میں سید امین صاحب وغیرہ کے اثر سے پرتاب گڑھ اور اعظم گڑھ کے علاقوں سے بدعت ختم ہوئی، آج بھی وہاں بدعت کا اتنا غلبہ نہیں ہے، پرتاب گڑھ سے آگے ناگور ہے، وہاں ہمارے پردادا مولوی سید عبدالعلی صاحب مدفون ہیں، وہ وہاں منشی کے عہدے پر تھے، لیکن لوگ کھانے کی چیز دیتے تو کبھی کھاتے نہیں تھے، لوگوں نے ان سے شکایت کی، آپ ہمارا کھانا نہیں کھاتے، انھوں نے فرمایا: ہم کیا ہمارا گھوڑا بھی نہیں کھاتا، چناں چہ انھوں نے گھوڑے کے سامنے چارہ ڈالا تو اس نے بالکل نہیں کھایا، لوگوں کو اس پر بڑا تعجب ہوا، یہ واقعہ وہیں کے لوگوں نے سنایا۔

www.abulhasanalinadwi.org

المرتضٰی کی اہمیت شیخ الازہر کی نظر میں

کچھ دیر سکوت کے بعد مولانا نذر الحفیظ صاحب سے پوچھا: کاروان زندگی کا حصہ ششم تم نے پڑھ لیا، اس میں بڑی کام کی باتیں آ گئی ہیں، ایک پورے دور کی سیاسی، سماجی، معاشرتی تاریخ اس میں ہے، یہ کہیں جمع نہیں ہوتیں، خطوط اور دستاویزات وغیرہ میں بکھری ہوتی ہیں، مصر کے سفر کا طویل اقتباس بھی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''المرتضٰی'' وہاں بہت پسند کی گئی، شیخ الازہر جاد الحق علی جاد الحق (۴) نے کہا کہ حضرت علی کی سیرت پر آج تک ایسی کتاب نہیں لکھی گئی، حضرت علیؓ کی تعریف میں سنیوں نے بھی بہت سی کتابیں لکھی ہیں، لیکن تاریخی واقعات سے اس کو ثابت کیا جائے، ایسا کام اسی کتاب میں ہوا ہے۔

خلفائے ثلاثہ ساتھ حضرت علی کا سلوک

حضرت ابو بکرؓ سے ان کا تعلق، حضرت عمرؓ سے ان کا برتاؤ، پھر حضرات شیخینؓ کا ان سے سلوک کہ حضرت عمرؓ نے حضرت حسنؓ کا وظیفہ ابن عمرؓ سے زیادہ مقرر کیا تھا، پھر حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کی ہمدردی کہ حضرات حسنینؓ کو ان کے گھر پہرہ دینے کے لیے متعین کیا تھا، یہ سب وہ چیزیں ہیں جس پر لوگ غور نہیں کرتے ہیں، حالاں کہ یہی وہ حقائق ہیں جن سے حضرت علیؓ کی شخصیت سامنے آتی ہے، اور ان کا مرتبہ ومقام معلوم ہوتا ہے، اس کو سوچا جائے اور تسلیم کیا جائے تو سارا شیعہ سنی اختلاف مٹ جائے!

خلفائے اربعہ کی تربیت میں خدا کی حکمتیں

ہم نے مولانا عبد الشکور ہال میں تقریر کی (۵) اور اس میں کہا کہ نظام خلافت بھی نظام فلکی سے کچھ کم اہم نہیں، یہ اتنا بڑا نظام یوں ہی اتفاقی نہیں، اس ترتیب میں بڑی حکمتیں ہیں، سب سے پہلے اس کی ضرورت تھی، جو شریعت کی روح کو پوری طرح سمجھے، اور اس کے مزاج سے واقف ہو، اس کے لیے حضرت ابو بکرؓ؛ اس کے بعد اسلامی شان قائم رکھنے اور اس کے دبدبے کو باقی رکھنے کی ضرورت تھی، اس کے لیے حضرت عمرؓ؛ پھر خاندانی

www.abulhasanalinadwi.org

قوت سے اس کو مستحکم کرنے کی ضرورت تھی، اس کے لیے حضرت عثمانؓ؛ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ انھی کے خاندان کے تھے؛ پھر اس کی ضرورت تھی کہ زہدِ نبوی اور مزاجِ نبوی کو بحال کیا جائے، اس کے لیے حضرت علیؓ۔

آپ سوچیے! کیسی معقول اور فطری ترتیب ہے، مگر لوگوں کے سمجھ میں نہیں آتا، اگر شیعہ غور کرتے تو اس کو قبول کرتے، اور اختلاف ہی باقی نہیں رہتا، یہ کتاب یہاں پسند نہیں کی گئی، سخت گالیوں کے خطوط آئے، اس پر مولانا نذر الحفیظ صاحب نے یاد دلایا: ایک شیعہ کے خط میں تھا، ہم بددعا دیتے ہیں کہ آپ کی موت عمر جیسی ہو، اس پر آپ نے کہا تھا، آمین، حضرت مولانا ہنسنے لگے، اور کچھ اس طرح فرمایا، یہی تو ہماری تمنا ہے، اگر ان کی جیسی موت ہو تو ہماری قسمت ہے۔

حواشی مجلس (۶۹)

(۱) کاروانِ زندگی میں بھی بچپن کی اس تقریر کا ذکر کیا ہے، مگر دوسرے سیاق میں، اور اس کے یہ فوائد بھی بیان نہیں کیے، دیکھیے حصہ اول، ص ۵۹

(۲) دیکھیے کاروانِ زندگی اول، ص: ۵۷

(۳) دیکھیے سیرت سید احمد شہید حصہ اول، ص: ۱۳۱

(۴) شیخ الازہر جاد الحق علی جاد الحق: مشہور عالم، مصر کے قاضی، پھر مفتی عام، پھر وزیر اوقاف اور اخیر میں شیخ الازہر بنائے گئے، متعدد کتابیں لکھیں، دعوتی امور سے شغف تھا، شاہ فیصل ایوارڈ سے بھی سرفراز ہوئے، وفات: ۱۹۹۶ء (إتمام الأعلام، ص: ۹۳)

(۵) یہ ایک طویل تقریر ہے جو ۱۵/ محرم ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۸/ جولائی ۱۹۹۱ء کو حضرت مولانا نے دار المبلغین لکھنؤ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے ''شہدائے اسلام'' کے پروگرام میں مولانا عبد الشکور ہال واقع احاطۂ شوکت علی، لکھنؤ میں کی تھی، یہ تقریر چھپی ہوئی ہے، اس کا پورا عنوان ہے: ''خلفائے اربعہ کی ترتیبِ خلافت میں قدرت وحکمتِ الٰہی کی کارفرمائی اور حضرات حسنین کے اقدام میں امت کے لیے رہنمائی''، ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۷۰)

۱۹/۱۲/۱۴۱۷ھ مطابق ۲۶/۴/۱۹۹۷ء

سیرتِ نبوی دعاؤں کے آئینے میں

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا: ماہر القادری (۱) نے لکھا ہے کہ آپ کی کتابوں میں دو چیزیں مشترک طور پر پائی جاتی ہیں: ایک اخلاص اور دوسرا ادب۔

فرمایا: ہم نے فاران میں مضامین لکھے ہیں، ایک توحید پر اور دوسرا اس عنوان پر: ''سیرت نبوی دعاؤں کے آئینے میں''، یہ ایک نیا پہلو تھا، کسی نے اس پر ہماری معلومات کی حد تک غور نہیں کیا، یا کم از کم نہیں لکھا تھا، دعا میں تضرع وابتہال ہوتا ہی ہے، پھر آپ کی دعاؤں میں تو کیا کہنے! مگر دعا کے الفاظ سے دعا مانگنے والے کی نفسیات، اندرونی کیفیات، اس کے حالات، اس کی محبوب اور پسندیدہ چیزیں، اور کونسی چیز اس کے نزدیک کتنی اہم ہے، اس کا بھی پتا چل جاتا ہے، اور اس کی سیرت کے نئے پہلو اجاگر ہوتے ہیں، اللہ نے اس پر غور کرنے کی توفیق دی، اور ہم نے اس پر لکھا، پھر عربی میں بھی اس کا ترجمہ ہوا۔

غیر مسلموں کو حضرت کی دعوت اور اس کے لیے والدہ کی دعا

ہماری والدہ صاحبہ بہت ہی دعا ومناجات کرنے والی خاتون تھیں، ہمیشہ دو رکعت پڑھ کر ہمارے لیے دعا کرتی تھیں، ان کی خواہش تھی کہ زیادہ سے زیادہ آدمی ہمارے ہاتھ پر مسلمان ہوں، اللہ نے ان کی یہ خواہش ایک حد تک پوری بھی فرمائی، ہوائی جہاز پر ایک انگریز ہمارے ہاتھ پر مسلمان ہوا، ہم بیٹھے ہوئے تھے، ایک عرب ایک انگریز کو ہمارے پاس لے آئے کہ یہ مسلمان ہونا چاہتے ہیں، ان کو مسلمان کیجیے۔

اللہ نے امبیڈکر کو بھی دعوت دینے کی توفیق دی، یہ بھائی صاحب اور خلیل عرب صاحب کی کوشش تھی، (غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینے کی طرف بھائی صاحب کا خاص

میلان تھا) مگر اس کی قسمت میں نہیں تھا، اس نے بدھ مذہب قبول کیا، اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا، ہندو مورخوں نے بھی اس کو لکھا ہے، اگر یہ مسلمان ہوتا تو لاکھوں نہیں کروڑوں لوگ مسلمان ہوتے، لیکن اس نے بدھ مت کو ترجیح دی، یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ایک محلے سے دوسرے محلے میں منتقل ہوا، بلکہ گھر کے ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں منتقل ہوا۔

جگ جیون رام نے بھی اس کی خواہش ظاہر کی تھی، یہ پہلے وزیر دفاع رہ چکے تھے، اب ہم سوچتے ہیں تو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے، وہ اچانک ایرپورٹ آئے اور ہم سے ملاقات کی، پتا نہیں کس نے ان سے ہمارا تعارف کرادیا تھا، انھوں نے خواہش ظاہر کی کہ ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں، لیکن سعودی عرب جاکر، ہم نے کہا: آپ یہاں مسلمان ہوجایئے، پھر سعودی عرب جایئے، وہاں آپ کے اکرام کی ہم ضمانت لیتے ہیں، اگر آپ وہاں جاکر اسلام قبول کریں گے، تو لوگ کہیں گے کہ سعودی حکومت نے آپ کو خرید لیا، اور یہ آپ کے لیے اچھا نہیں معلوم ہوتا، اب ہم جب اس واقعے کو سوچتے ہیں تو ہمیں افسوس ہوتا ہے، کاش ہم ان کی پہلی بات ہی کی تائید کرتے!

حضرت کی کتاب تزکیہ واحسان کی اہمیت اور تصوف کی حقیقت

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے دریافت کیا: کونسی مسنون دعا حضرت کو سب سے زیادہ پسند ہے؟

جواب میں فرمایا: مشکل سوال ہے، ویسے سبھی دعائیں محبوب ہیں، اور ایک سے بڑھ کر ایک ہیں، پھر فرمایا: کل "تزکیہ واحسان" یاد دلانا، بھولنا نہیں، پھر ارشاد فرمانے لگے:

ہماری کتاب "ربانية لا رهبانية" (تزکیہ واحسان) ان کتابوں میں سے ہے، جن سے رحمت ومغفرت کی امید کی جاسکتی ہے، ہم نے اس کتاب کے ذریعے ان اولیاء اور بزرگوں کا دفاع کیا ہے جنھوں نے دین کو عام کیا، تقوے کو عوام میں رواج دیا، اور اس کا ایک مزاج وماحول بنایا، سلفیوں (۲) نے انھی کو ہدفِ ملامت بنالیا ہے، بعض اعتبار سے یہ سلفی ہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

اس کتاب میں بعض کام کی باتیں آ گئی ہیں، جناية المصطلحات کے عنوان سے ہم نے جولکھا ہے وہ حقیقت ہے، بعض چیزیں صرف نام کی وجہ سے بدنام ہوتی ہیں، تصوف بھی انھی میں سے ہے، تصوف کیا ہے؟ یہ تزکیہ اور احسان ہی کا دوسرا نام ہے، کچھ لوگ زہد کی خاطر صوف (اون) کے کپڑے پہننے لگے، تو ان کے طریقۂ کار کا نام تصوف پڑ گیا، اس کی حقیقت وہی ہے جو "ربانیہ" کہہ کر اللہ نے بیان کی ہے: کُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ (۳)۔

خواجہ معین الدین چشتی جن کے ہاتھ پر لاکھوں آدمی مسلمان ہوئے، شیخ عبدالقادر جیلانی، توحید کو انھوں جس طرح سمجھایا ہے اور اس کی جو مثال دی ہے اس سے بڑھ کر مثال نہیں ہوسکتی (۴)، یہ سب اسی تصوف کے حامل، بلکہ اس کے سب سے بڑے داعی تھے، سرگروہ تھے۔

ہم نے اس کتاب میں علامہ ابن تیمیہ کو بھی مثال میں پیش کیا ہے، بڑے سے بڑے صوفی کے یہاں جو باتیں ملتی ہیں، یہ سب ان کے یہاں پائی جاتی ہیں، جب ان کو کوئی دشواری پیش آتی تھی، مسجد جا کر سجدے میں گر جاتے تھے، اور تضرع وابتہال کے ساتھ دعائیں کرتے تھے۔

ہم نے ان کتابوں سے ثابت کیا ہے، جن کو سلفی حضرات بھی معتبر مانتے ہیں۔

حواشی مجلس (۷۰)

(۱) ماہر القادری (منظور حسین): اردو کے معروف اسلامی فکر کے حامل شاعر وادیب، بہترین نعت گو، نام ور صحافی اور عظیم نقاد، بانی مدیر "فاران" (کراچی) وفات: ۱۲/مئی ۱۹۷۸ء، جدہ، تدفین: جنت المعلیٰ، مکہ مکرمہ (وفیاتِ ناموران پاکستان، ۶۷۴،۲۷، پرانے چراغ دوم، ص: ۲۰۳-۲۱۳)

(۲) ہمارے حضرت نے سلفیوں کو ان کے بعض سلبی کاموں کی وجہ سے سلبی کہا، یہ لفظ حضرت کی زبان سے جھٹ سے نکل گیا، بہت سے حاضرین نے اس وقت نہیں سمجھا، بعد میں حضرت نے اس تعلق سے جو باتیں ارشاد فرمائیں، اس سے لوگ سمجھ گئے۔

(۳) آل عمران، آیت: ۷۹ (یعنی اللہ والے بن جاؤ)

(۴) دیکھیے مجلس (۶۰) ص: ۴۱۴-۴۱۵

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۷۱)

۲۰/۱۲/۱۴۱۷ھ مطابق ۲۷/۴/۱۹۹۷ء

الفاروق کی اہمیت

مولانا نذرالحفیظ صاحب نے کہا: "الفاروق" آپ کی پسندیدہ کتابوں میں سے ہے؟

فرمایا: ہاں، بہت کم کتابیں اس کے مقابلے کی ہوں گی، تاریخ نویسی میں علامہ شبلی کا اسلوب اس میں سب سے زیادہ اجاگر ہے، یہ بڑی موثر کتاب ہے،.....صاحب جب جیل میں تھے، تو انھوں نے اس کتاب کے ذریعے بہت سے کیمونسٹوں کے خیالات تبدیل کیے۔

بچپن میں حضرت کی پڑھی ہوئی بعض ادبی کتابیں

والد صاحب کی کتاب "یادایام" بھی تاریخ نویسی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

ہم نے اُس زمانے میں یہ کتابیں پڑھیں، جن کو عموماً اس عمر میں پڑھا نہیں جاتا، راشدالخیری کی "صبح زندگی"، "شام زندگی" وغیرہ، یہ سب کتابیں دس بارہ سال کی عمر میں پڑھ چکے تھے۔

مولانا مسعود عالم اور مولانا ناظم صاحب کا ذکر

سیرت میں "خطباتِ مدراس" سے موثر کوئی کتاب نہیں، اس کا عربی میں ترجمہ (۱) ہے، مولانا ناظم صاحب نے ترجمے کا کام کیا ہے، ترجمہ بھی بڑا طاقتور ہے، انھوں نے سیرت عائشہ کو بھی عربی میں منتقل کیا ہے، لیکن اس میں وہ بات نہیں (۲)۔

ہمارے ساتھیوں میں وہی ایک رہ گئے ہیں، جی چاہتا ہے کہ ہماری زندگی میں یہاں آئیں، ہم، مولانا مسعود عالم صاحب اور مولانا ناظم صاحب ساتھ رہتے تھے، مصر کی چھپی ہوئی چیزیں (رسائل ہوں یا کتابیں) جو یہاں آتی تھیں، ہم ہی لوگ سب سے پہلے اس کا مطالعہ کرتے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اقبال اور اکبر پر حضرت کا عربی میں کام

اقبال کی فکر کو عربی میں منتقل کرنے کے سلسلے میں بھی ہم لوگوں نے اسی وقت سوچا تھا، مولانا مسعود عالم صاحب ہم سے کہنے لگے: ہم سے اشعار کا ترجمہ مشکل ہوتا ہے اس کی ہمیں مشق نہیں ہے، یہ کام آپ کیجیے، نثر کا کام ہم کریں گے۔ اقبال اور اکبر دونوں پر کام ہوا، دونوں کی فکر عربی میں منتقل ہوگئی (۳)، اللہ نے اس کی توفیق دی۔

غزل گوئی میں جگر کا مقام

جگر کا ذکر آیا تو حضرت نے جگر کے سلسلے میں ندوے کے مہمان خانے میں پیش آیا ہوا لطیفہ بھی سنایا، جس کا ذکر پہلے آچکا ہے (۴)۔

پھر ارشاد فرمایا: غزل گوئی میں جگر کا ثانی نہیں، چھوٹی چھوٹی بحروں میں بلا کی شوخی ہوتی ہے:

کامل رہبر، قاتل رہزن　　　دل سا دوست نہ دل سا دشمن

جوش وحسرت (۵) بھی غزل گوئی میں بہت ممتاز ہیں، اور ایک مقام رکھتے ہیں، لیکن جگر سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔

حضرت کے بچپن میں مشاعروں کا رواج اور حضرت کا ان سے تعلق

ہمارے بچپن میں مشاعروں کا بہت رواج تھا، تکیے تک میں مشاعرے ہوتے تھے، ہم چھوٹوں کو شرکت سے روکا جاتا تھا، لیکن کبھی شرکت ہو ہی جاتی تھی (۶) ہم نے بڑے بڑے شعراء کو دیکھا ہے، لکھنؤ کے مشہور شاعر ثاقب قزلباش (۷) کی بھی زیارت کی ہے۔

حضرت کا ایک اردو مسدس

فرمایا: ہم نے اردو، عربی میں جتنے اشعار کہے ہیں اتفاقاً سب مکہ مکرمہ میں کہے ہیں، سواری پر کہیں جارہے تھے کہ یہ قافیہ بندھا:

عاشقوں کو شباب نے مارا فاسقوں کو شراب نے مارا
عالموں کو کتاب نے مارا منشیوں کو حساب نے مارا
ہم جواب تک بچے رہے سب سے ہم کو روٹی کباب نے مارا

حواشی مجلس (۱۷)

(۱) جوالرسالة المحمدية کے نام سے شائع ہوا ہے (دارالمصنفین) اور اس کا جدید ایڈیشن دار ابن کثیر دمشق سے عبدالماجد غوری کی تعلیق کے ساتھ شائع ہوا ہے (الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء)، جدید ترجمہ، تخریج و تحقیق مولانا رحمت اللہ ندوی مقیم قطر نے اسی نام سے کیا ہے۔

(۲) سیرت عائشہ کا بھی جدید ترجمہ تحقیق و تخریج کے ساتھ مولوی رحمت اللہ مذکور نے کیا ہے (مطبوعہ دارالقلم دمشق، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء)

(۳) اقبال پر حضرت مولانا نے جو کام کیا وہ ''روائع اقبال'' کے نام سے ہندو بیرون ہند سے شائع ہو کر نہایت مقبول ہوا، پیغام اقبال کو سمجھنے میں اس کی حیثیت سنگ میل کی ہے، نقوش اقبال کے نام سے اس کا نہایت طاقتور اور موثر ترجمہ مولانا شمس تبریز خاں کے قلم سے مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ سے شائع ہوا ہے۔

اکبر پر جو کتاب لکھی، اس کا نام ہے: الحضارة الغربية الوافدة وأثرها في الجيل المثقف، اس کا جدید ایڈیشن مکتبہ ابوالحسن علی، اردو بازار، جامع مسجد دہلی سے شائع ہوا ہے۔

(۴) دیکھیے مجلس (۱۰) ص: ۱۴۰

(۵) حسرت (سید فضل الحسن حسرت موہانی) اردو کے مشہور شاعر، صنف غزل گوئی میں ممتاز، عظیم مجاہد آزادی، ان کے علمی کارناموں میں متعدد اساتذۂ سخن کے دواوین کی اشاعت، اور خاص طور پر ''ارباب سخن'' کے نام سے گیارہ جلدوں میں اساتذہ کے کلام کا جامع انتخاب ہے۔ وفات: ۱۳/مئی ۱۹۵۱ء، لکھنؤ (وفیات مشاہیر اردو، ص: ۲۱۵-۲۱۶)

(۷) پرانے چراغ حصہ اول میں جگر کے تذکرے میں لکھا ہے کہ لکھنؤ کے کسی مشاعرے میں شرکت نہیں ہوئی سوائے ایک کے، جس کی صدارت جعفر علی خان اثر کر رہے تھے، اور مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی اس میں شریک تھے۔

(۶) آغا ثاقب قزل باش لکھنوی: (مرزا ذاکر حسین قزل باش ثاقب لکھنوی) اپنے عہد کے عظیم شاعر تھے۔ ان کو میر و غالب کا جانشین سمجھا جاتا تھا۔ دیوان عام طور پر دستیاب ہے۔ وفات: ۲۴/نومبر ۱۹۴۶ء (ثاقب لکھنوی، حیات اور شاعری از ڈاکٹر نظر الحسنین خیال لکھنوی)

مجلس (۷۲)

۱۲/۲۱/ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۷/۴/ ۱۹۹۷ء

ایک لطیف مزاح

آج عشاء کے وقت بجلی گل ہوجانے کی وجہ سے مجلس برآمدے میں ہوئی، کچھ کرسیوں پر اور کچھ آس پاس گھیرے ہوئے کھڑے تھے، حضرت نے مزاحاً فرمایا: ہمیشہ مجلس لگتی تھی آج مقامہ ہوا ہے۔

حضراتِ اکابر کیا ندوے آمد اور حضرت رائے پوری کی آمد پر ذکر کا اہتمام

مولانا نذرالحفیظ صاحب نے سوال کیا: حضرت رائے پوری جب یہاں تشریف لاتے تو کیا یہاں ان کی مجلس بھی لگتی تھی؟

حضرت نے فرمایا: رات کے آخری پہر میں سب ذکر میں مشغول ہوجاتے تھے، البتہ مرکز پر مجلس لگتی تھی۔

فرمایا: یہاں مولانا الیاس صاحب بھی آئے، حضرت شیخ الحدیث بھی آئے، پھر مولانا الیاس صاحب نے آنے کے بعد جو کہا کہ ہم کو ایسی جگہ لے جایئے جہاں سے پورا ندوہ نظر آئے، اس کی تفصیل سنائی (۱)۔

مولانا عبدالحی کے دورِ نظامت کی بعض برکتیں

والد صاحب جب ناظم ہوئے تو مولانا محمد علی مونگیری کو سرپرست کی حیثیت سے نامزد کیا، والد صاحب کے ناظم ہوتے ہی تمام اختلافات مٹ گئے، شبلوی گروپ بھی خاموش ہوا، اور مولانا خلیل الرحمٰن سہارنپوری کا حلقہ بھی مطمئن ہوا، اور سب بہ یک زبان کہنے لگے: مولوی عبدالحی ناظم ہیں تو پھر ہمیں کسی قسم کا اشکال اور اعتراض نہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہمارے حضرت کا اضطراب وتضرع اور تواضع

حضرت ہر وقت سوچتے رہتے تھے، سلسلۂ گفتگو جب منقطع ہوتا، یہ فکر اور اضطراب پوری طرح چہرے سے عیاں ہوتا تھا، اس وقفے میں ذکر اور استغفار کرتے رہتے تھے، آج اس وقفے میں بڑی بے چینی کے ساتھ وقاکم اللّٰہ شرّی، وقاکم اللّٰہ شرّی کہہ رہے تھے، یعنی اللہ آپ لوگوں کو میرے شر سے بچائے۔ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمارے شر سے حضرت کو بچائے۔آمین

حواشی مجلس (۷۲)

(۱) دیکھیے مجلس (۲۱) ص: ۲۲۰

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۷۳)

۱۴۱۷/۱۲/۲۷ھ مطابق ۱۹۹۷/۵/۵ء

مولانا منظور نعمانی کی بیماری اور حضرت کی بے چینی اور مولانا نعمانی کا انتقال

۲۲/ ذوالحجہ کو حضرت رائے بریلی تشریف لے گئے، ۲۶/ ذوالحجہ مطابق ۴/مئی ۱۹۹۷ء بروز اتوار رات ساڑھے آٹھ بجے حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا انتقال ہوا، ایک ماہ قبل مولانا پر فالج کا حملہ ہوا تھا، جس کے بعد طبیعت بگڑتی ہی جارہی تھی، سنبھلنے کی امید بہت کم تھی، ہر وقت یہ خطرہ تھا کہ کب حادثہ پیش آجائے، ہمارے حضرت کو بھی اس کی بڑی فکر لگی ہوئی تھی، مولانا محمود حسن حسنی ندوی (۱) نے بتایا کہ ہر وقت حضرت یہی پوچھتے رہتے تھے: مولانا منظور صاحب کی طبیعت کیسی ہے؟ کوئی اطلاع تو نہیں آئی؟ فون کرکے معلوم کرو، حضرت بے چین سے رہتے تھے، وفات کی اطلاع ملتے ہی صبح آٹھ بجے ہی حضرت لکھنؤ پہنچ گئے، نمازِ جنازہ ندوے ہی میں تھی۔

مولانا نعمانی کی نمایاں خصوصیات کا ذکر اور ان کی قدر شناسی

دوسرے دن بعدِ نمازِ مغرب ندوے میں تعزیتی جلسہ بھی ہوا، جس میں حضرت نے اپنی پچاس سالہ رفاقت کا حوالہ دیتے ہوئے دل کھول کر پورے اعتراف کے ساتھ مولانا منظور صاحب کے کمالات، امتیازات، خصوصیات اور کارناموں کو بیان فرمایا، یہ پوری تقریر تعمیر حیات میں چند روز بعد شائع ہوگی (۲)، دونوں کے تعلق کے پیش نظر گمان بلکہ یقین یہی تھا کہ آج مجلس کا موضوع بھی مولانا نعمانی ہی کی ذات والا صفات ہوگی، چناں چہ ایسا ہی ہوا، ابھی کھانا کھا ہی رہے تھے کہ دسترخوان پر ہی مولانا نعمانی کا ذکر شروع ہوا، فرمایا: مولانا منظور صاحب کا رسوخ فی العلم اخیر تک رہا، اور یہ بہت بڑی بات ہے، بہت سے لوگوں کو علمی رسوخ حاصل ہوتا ہے، لیکن دوسری مشغولیات کی وجہ سے اس میں کمی آجاتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مغرب کی تقریر میں حضرت نے کہا تھا کہ مولانا نے فِرَقِ منحرفہ اور محرّفہ دونوں کا کھل کر مقابلہ کیا، حضرت نے اس وقت یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ تعبیر ہم سوچ سمجھ کر استعمال کررہے ہیں، وضاحت نہیں کریں گے، سمجھنے والے سمجھ جائیں، لیکن پھر جلدی میں زبان سے بریلویت نکل آیا، اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ ہم اس کی وضاحت نہیں چاہتے تھے، لیکن زبان سے نکل آیا، پھر فرمایا: مولانا منظور صاحب نے بریلویت کا جتنا مقابلہ کیا، کسی نے نہیں کیا، والد صاحب نے احمد رضا خاں کے لیے حامل لواء التکفیر کہا ہے، کیسی نپی تلی تعبیر ہے، اس کا لطف وہی لے سکتا ہے جس کی نظر اس کی تاریخ پر ہے۔

مولانا برہان صاحب نے کہا: آپ ہی کے الفاظ میں وہ (بریلوی حضرات) بے توفیق ہیں، حضرت نے فرمایا: ''الفرقان'' پہلے بریلی سے نکلتا تھا، یہ بریلویت ہی کے مقابلے لیے شروع ہوا تھا۔

ان کی دوسری بڑی خصوصیت سہل نگاری ہے، بہت آسان اور عام فہم زبان میں لکھتے تھے۔

مولانا برہان صاحب نے کہا کہ اس سلسلے میں خود مولانا نے اپنا دلچسپ اور انوکھا واقعہ سنایا کہ وہ جب ''اسلام کیا ہے؟'' لکھ رہے تھے، تو تھوڑا تھوڑا لکھتے، اور اپنی اہلیہ کو پڑھنے کے لیے دیتے تھے، وہ معمولی پڑھی ہوئی تھیں۔ اس زمانے کی عورتوں کی طرح، وہ جہاں بھی اٹکتی تو ہم اس کی جگہ دوسرا لفظ لکھتے۔

فرمایا: آج تقریر کا موڈ نہیں تھا، حق سمجھ کر کہا۔

حضرت مولانا کا مولانا منظور صاحب اور مولانا مودودی کے ساتھ اشتراک

مولانا برہان صاحب نے کہا: آپ کا اور مولانا منظور صاحب کا نام ساتھ ساتھ آئے گا، حضرت نے کہا: مگر باہر ہمارا اور مولانا مودودی کا۔

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے مولانا محمد منظور صاحب کی کچھ اہم تصنیفات کا ذکر

www.abulhasanalinadwi.org

کرتے ہوئے کہا کہ حضرت! معارف الحدیث پر آپ کا بڑا طاقتور مقدمہ ہے، پوچھا: ہمارا مقدمہ ہے؟ ہمیں یاد بھی نہیں!

سید احمد شہید پر حضرت کی کتاب اور اس کی مقبولیت

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا: ''سیرت سید احمد شہید'' نے خلا کو پُر کیا، نوجوانوں کے سامنے کوئی آئیڈیل نہیں تھا، حضرت نے کہا: عجیب بات ہے کہ سو سال گزرنے کے باوجود کسی کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ جدید حالات کے مطابق، اپ ٹو ڈیٹ اسلوب میں سید صاحب کے حالات مرتب کرے، یہ کتاب بڑی مقبول ہوئی، حضرت تھانویؒ نے بھی پسند کیا، مولانا منظور صاحب کو اس کے مطالعے کے بعد جو خط لکھا ہے، اس سے ان کا تاثر معلوم ہوتا ہے (۳)۔

سید احمد شہیدؒ کی مقبولیت عند اللہ کا ایک ظاہری اثر

مولانا نذر الحفیظ صاحب سے پوچھا: تم نے احمد الحسنی کو دیکھا ہے، یہ سید صاحب کے حقیقی نواسے کے پوتے تھے، ہماری نظر میں ہندوستان بھر میں ان کی طرح عربی پر کسی کو قدرت حاصل نہیں تھی، وہ اسی روانی سے بولتے اور تقریر کرتے تھے، جیسے کوئی اردو بولے، یہ سب محلّہ قافلہ ٹونک میں رہتے تھے، بعد میں پاکستان گئے، پھر تحسر کی کیفیت کے ساتھ فرمایا: ٹونک آباد تھا، اجڑ گیا، چچا اسماعیل جو سید صاحب کی اولاد میں تھے، وہ جب ٹونک سے گئے، ان کے گھر خالی ہو گئے، اس میں ہندو رہنے لگے تو ان کی موتیں ہونے لگیں، سید صاحب کی مقبولیت عند اللہ اور تاثیر کا یہ عالم کہ خدا کو یہ بھی پسند نہیں کہ ان کی اولاد کے گھروں میں بھی کوئی ہندو رہے، یہ اسی نسبت کا اثر ہے!

مولانا منظور صاحب کے لیے فون پر ایصالِ ثواب کی تاکید

مجلس کے دوران میں مکہ معظّمہ سے نشاط صاحب کا ٹیلیفون آیا، تو ان سے کہا

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا منظور صاحب کے لیے ایصال ثواب کرنا، لوگوں سے بھی اس کے لیے کہو، ہو سکے تو ان کی طرف سے عمرہ بھی کرنا۔

حواشی مجلس (۴۳)

(۱) مولانا محمود حسن حسنی ندوی: حضرت مولانا کے خواہرزادے مولانا محمد ثانی حسنی کے نواسے، استاد مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی، ونائب مدیر پندرہ روز ''تعمیر حیات'' لکھنؤ، مصنف ''حیات عبدالباری'' وسوانح حضرت مولانا ابرار الحق صاحب، تاریخ سے دلچسپی ہے اور تصوف کا اچھا ذوق رکھتے ہیں۔

(۲) چناں چہ ۱۰/مئی ۱۹۹۷ء کے شمارے میں وہ شائع ہوئی، پھر کاروان زندگی حصہ ہفتم کا جز بنی (ص: ۲۷-۳۷) اور اب وہ پرانے چراغ حصہ سوم جدید ایڈیشن کا حصہ ہے۔

(۳) دیکھیے پرانے چراغ اول، ص: ۱۲۶-۱۲۷

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۴۷)

۴/۱/۱۴۱۸ھ مطابق ۱۲/ ۵/ ۱۹۹۷ء

ضلع سہانپور اور ضلع مظفر نگر میں سید صاحب کے اثرات

آج بھی حضرت سید احمد شہید کا کچھ تذکرہ ہوا، فرمایا: یہ پورا علاقہ: دیوبند، نانوتہ، گنگوہ، تھانہ بھون، کاندھلہ، کیرانہ، جھنجانہ یہ پورا علاقہ سید صاحب کا تھا، بڑی تعداد میں یہاں سید صاحب کے معتقدین تھے، والد صاحب نے جب یہاں کا سفر کیا تو ہر جگہ ان کو اس کا احساس ہوا۔

خلیفہ غلام علی کی عظمت ومقام اور ان کی بستی کا حال

مولانا احمد علی لاہوری اور ان کے پیر خلیفہ غلام محمد صاحب کا ذکر کیا، ان کے پاس جانے اور پنکھا جھولنے کا واقعہ سنایا (۱)۔

فرمایا کہ دین پور جہاں وہ رہتے تھے اس پوری بستی میں سوائے الا اللہ کے کوئی آواز نہیں سنائی دیتی تھی، کسی کو پکارنا ہوتا تو کہتا الا اللہ، جواب میں بھی دوسرا شخص کہتا: الا اللہ (۲)۔

فرمایا: بھاولپور کے رئیس کی تاج پوشی خلیفہ غلام محمد صاحب ہی کرتے تھے۔

حواشی مجلس (۴۷)

(۱) مجلس (۵۴) ص: ۳۸۴

(۲) مولانا شمس الحق صاحب نے اس پر کہا: ہم نے کہیں پڑھا تھا کہ خلیفہ غلام صاحب چوں کہ ہر وقت الا اللہ کہتے رہتے تھے، ایک دفعہ استنجے کا ڈھیلا پھینکتے ہوئے انھوں نے کہا: الا اللہ، کچھ ہندو عورتیں بھی وہاں سے آ رہی تھیں، انھوں نے خلیفہ صاحب کو جب الا اللہ کہتے سنا تو سب نے الا اللہ کی رٹ لگانی شروع کی اور مسلمان ہوگئیں۔

مجلس (۷۵)

۱۴۱۸/۱/۵ھ مطابق ۱۳/ ۵/ ۱۹۹۷ء

استعمار و استشراق کا تعلق اور مستشرقین کی مکاری اور فریب کاری

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا کہ دار المصنفین میں مستشرقین پر جو سیمینار ہوا تھا(۱)، اس میں جو مقالات پڑھے گئے تھے، دار الشروق (۲) نے اس کو الگ کتابی شکل میں شائع کیا ہے، اس میں حضرت کا بھی ایک مقالہ ہے۔

فرمایا: اس سیمینار میں ایک نئی بات ہم نے کہی، ہم نے کیا کہی، خدا نے کہلوائی کہ یہ استشراق دراصل مغربی استعمار ہی کا ایک جز ہے، ہم نے کہا کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب استعمار نہیں رہا اور اکثر ممالک آزاد ہو گئے تو استشراق میں بھی اب وہ زور نہیں ہے، انھوں نے جب دیکھا کہ مشرقی علاقوں میں اب ہمارا جسمانی تسلط باقی رہنا مشکل ہے، اب ہماری حکومت زیادہ مدت تک رہ نہیں سکتی، انھوں نے سوچا کہ ہمارا جسمانی تسلط وہاں نہ رہے، مگر دماغوں پر قبضہ ہمارا ہی ہو، وہ ہمارے دماغ سے سوچیں، اور ہماری زبان سے بولیں، ذہنوں پر ہماری مرعوبیت چھائی رہے، تو انھوں نے علم کو ذریعہ بنایا، اور تشکیک کی راہ اپنائی، تاریخ نویسی اور تحقیق کے نام پر وہ تشکیک پیدا کرتے ہیں، اس طرح کہ اگر آدمی کا اس موضوع پر گہرا مطالعہ نہ ہو تو وہ یقین کرے اور ان کی باتوں میں آجائے، مثلاً دس باتیں تعریف کی کرتے ہیں کہ ایسے تھے، ان کی یہ خوبی تھی، یہ کمال تھا، پڑھنے والا سمجھے کہ یہ لکھنے والا بڑا مخلص اور مسیحا ہے، لیکن پھر وہ ایک بات ایسے لکھتے ہیں کہ ساری خوبیوں پر پانی پھر جائے، لیکن بڑی حکمت عملی سے یہ کام لیتے ہیں، ہر آدمی آسانی سے ان کے مکر کو سمجھ نہیں سکتا۔

پھر عقائد، نظریات اور جذبات بھی بدلتے ہیں، ان کی بڑی کوشش یہ ہوتی ہے کہ حکمراں طبقے کو تشکک وارتیاب میں مبتلا کریں، اور خاص کر وہ طبقہ جو حکمراں بننے والا ہے اور جس کے ہاتھ میں قیادت آنے والی ہے، اس پر ان کی نظر رہتی ہے، اس لیے کہ حکومت

www.abulhasanalinadwi.org

کرنے والا طبقہ محدود رہتا ہے، لیکن بعد میں جو ملک کی قیادت سنبھالنے والا ہے، وہ طبقہ بہت وسیع ہے یعنی کالجوں اور یونی ورسٹیوں کے طلبہ، تو پہلے انھی کو اسلام سے بدظن کیا جائے، تاکہ جب وہ کرسی سنبھالیں تو پورے اسلام سے نکل جائیں کہ زیادہ آزادی کے مواقع ہیں، پہلے ہی ان کی طبیعت میں آزادی ہوتی ہے، ان کو متاثر کرنا آسان بھی ہے۔

عالم اسلام میں حکمراں طبقے کو اسلام کی ابدیت پر یقین نہیں

آج پورے عالم اسلام کا یہی حال ہے کہ حکمراں طبقے کو اسلام کے ابدی پیغام پر یقین نہیں، اس کی صلاحیت پر ان کا ایمان نہیں، اسی میدان میں کام کرنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے، لیکن اسی طرف توجہ سب سے کم ہے!

قرآن کریم نے یہود کو مغضوب علیہم کیوں کہا؟

مولانا شمس الحق صاحب نے پوچھا کہ یہودیوں نے انبیاء کے ساتھ جو سلوک کیا، کیا اسی کے بدلے میں اللہ نے ان کے نصیب میں ہمیشہ کے لیے مکروسازش لکھ دی ہے۔

فرمایا: یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ اللہ نے ان کے لیے مغضوب علیہم کہا، ہم کہتے ہیں: یہودیوں کی پوری تاریخ پر جس کی نظر نہ ہو وہ اس کی حقیقت کو سمجھ ہی نہیں سکتا کہ اللہ نے یہودیوں کے لیے مغضوب علیہم کیوں کہا؟ اور نہ اس کی اصل کیفیت کو وہ محسوس کرسکتا ہے، عام طور پر لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ دونوں کی مذمت کرنی تھی، تو ایک کے لیے مغضوب علیہم کہا اور ایک کے لیے ضالین، یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ یہودیوں کی زیادہ مذمت کرنی تھی، اس لیے ان کے لیے سخت لفظ استعمال کیا، لیکن وہ غضب الٰہی کے کیوں مستحق ہوئے، اور قیامت تک کے لیے یہ غضب ان کے ساتھ کیوں چپک گیا، اس کی کیا حقیقت ہے، اس کی کیا حکمت ہے؟ جو پوری تاریخ ادیان سے واقف نہ ہو، وہ اس کو سمجھ ہی نہیں سکتا، یہ قرآن کا اعجاز ہے اور اس کے کلامِ الٰہی ہونے کی دلیل ہے کہ یہود کو مغضوب علیہم کہا!

www.abulhasanalinadwi.org

قرآن مجید کی بعض لفظی خوبیاں

فرمایا: اب بھی قرآن پر بہت غور کرنا باقی ہے، مثال کے طور پر کہتے ہیں، قرآن میں ہے: لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (۳)، (یعنی ہر نفس کے لیے چاہے اس نے اچھا کیا ہو یا برا، اس کا بدلہ ملے گا) تو اللہ نے اچھائی کے لیے کسب کا لفظ استعمال کیا، جو مجرد کا صیغہ ہے، اور بدی کے لیے اکتسب کہا جو مزید فیہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیکی انسان کی طبیعت میں داخل ہے، بلا تکلف اس سے صادر ہونی چاہیے، اور بدی اس کی فطرت کے خلاف ہے، وہ بہ تکلف خلافِ طبیعت اس کو کرتا ہے، اس لیے اکتسب کا لفظ استعمال کیا، عام طور پر کسب اور اکتساب میں کوئی فرق نہیں سمجھا جاتا، ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کرتے ہیں، لیکن حقیقت میں اس میں نازک فرق ہے، اکتساب میں تکلف کو دخل ہوتا ہے۔

اسی طرح لَا تحمِلْ عَلَيْنَا اور لَا تُحَمِّلْنَا ہے، لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ (۴) یعنی، ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال، جس کو ہم مشقت کے ساتھ بھی اٹھا نہ سکیں، اور کبھی صوتی کیفیت اور الفاظ کا اتار چڑھاؤ بھی خاص معنی دیتا ہے، ہم کہا کرتے ہیں کہ الفاظ کا بھی ایک ٹمپریچر (مقیاس الحرارہ) ہوتا ہے، مثال میں ہم کہا کرتے ہیں، مُتَبَّر ہے، یہاں نہ ھالک سے وہ بات کہی جا سکتی ہے نہ کسی اور لفظ سے، اسی طرح اللہ نے کہا ہے: "وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ" (۵) ظلام مبالغہ کا صیغہ ہے، بظاہر اس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ بہت زیادہ ظلم کرنے والا نہیں ہے، یعنی کچھ ظلم کرتا ہے زیادہ نہیں، اس کا یہ مطلب نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ بالکل ہی ظالم نہیں، وہ لوگ چوں کہ ایسی چیز کی نسبت خدا کی طرف کرتے تھے، جس سے اللہ کے بہت زیادہ ظلم کا تصور ہوتا تھا، اس لیے مبالغے کے صیغے ہی سے اس کی نفی کی گئی، اور مبالغہ ایسے موقع پر بھی آتا ہے۔

مولانا دریابادی اور ان کی تفسیر کا ذکر

مولانا شمس الحق صاحب نے پوچھا: کیا مولانا عبدالماجد صاحب دریابادیؒ کا

عربی ادب کا مطالعہ تھا، ان کی تفسیر میں بعض ایسی چیزیں آئی ہیں جن سے ایسا معلوم ہوتا ہے، مثلاً یہ کہ انھوں نے لکھا ہے کہ سورہ براءت کے شروع میں بسم اللہ لکھے جانے کے اسباب کی وضاحت کرتے ہوئے انھوں نے ایک نئی بات لکھی ہے کہ عرب جاہلیت میں بھی جنگ ناموں وغیرہ میں بسم اللہ نہیں لکھتے تھے، جہاں غصے کا اظہار مقصود ہوتا تھا، عہد نامے میں بسم اللہ لکھتے تھے، اور سورۂ براءت میں بھی غضبِ الٰہی کا اظہار ہے؟

فرمایا: ایسی بات نہیں کہ ان کا عربی ادب کا بھی مطالعہ ہو، ہمیں معلوم نہیں، البتہ ان کی تفسیر میں بڑے کام کی باتیں ہیں۔

دوران مجلس میں مولانا محمد کلیم صدیقی (۶) کا فون آیا، ان سے کہا کہ مولانا منظور صاحب کے لیے ایصالِ ثواب کا اہتمام کرنا۔

حواشی مجلس (۷۵)

(۱) اس کا ذکر گزر چکا ہے، دیکھیے مجلس (۳۸) ص: ۳۲۱

(۲) جدہ کا مشہور اشاعتی ادارہ جس کے مالک شیخ محسن احمد باروم تھے۔

(۳) سورہ بقرہ، آیت:: ۲۸۶

(۴) اوپر ہی کی آیت کا ٹکڑا ہے۔

(۵) سورۂ حم السجدہ، آیت: ۴۶، اور بھی بعض آیتوں میں "ظـــلام" کا لفظ اس طرح استعمال ہوا ہے، دیکھیے سورہ آل عمران، آیت: ۱۸۲، سورۃ الحج آیت: ۱۰، سورہ ق آیت: ۲۹

(۶) مولانا محمد کلیم صدیقی: پھلت (مظفر نگر) سے تعلق رکھنے والے مشہور داعی۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۷۶)

۱۴۱۸/۱/۸ھ مطابق ۱۹۹۷/۵/۱۶ء

مغربی تہذیب کے سلسلے میں حضرت مولانا کے اندر معتدل نقطۂ نظر پیدا ہونے کے اسباب وعوامل

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا: مغربی تہذیب کے سلسلے میں آپ کا جو نقطۂ نظر ہے، جس کو آپ نے الصراع بین الفکرۃ الإسلامیۃ والفکرۃ الغربیۃ (اسلامیت ومغربیت کی کشمکش) میں اپنایا ہے، تو یہ اعتدال آپ کے اندر کیسے آیا، اس کے کیا اسباب ہوئے؟

جواب میں فرمایا: بھائی صاحب اور پھوپھا مولانا سید طلحہ صاحب کی صحبت کے اثر سے، بھائی صاحب قدیم وجدید دونوں کے جامع تھے، انھوں نے باقاعدہ ندوہ اور دیوبند میں تعلیم حاصل کی، پھر میڈیکل کالج میں پڑھا، اور مولانا سید طلحہ صاحب بھی درس نظامی کے فارغ، نحو وصرف وغیرہ میں اچھی دستگاہ تھی، پھر انھوں نے بیرسٹری پڑھی اور اورینٹل کالج پنجاب میں پروفیسر ہوئے تو ان کی صحبت کی وجہ سے نہ مغرب کی آئی ہوئی ہر جدید چیز سے نفرت ہوئی اور نہ اس کو پوری طرح قبول کرنے کا داعیہ پیدا ہوا۔

پھر اللہ نے بچپن ہی میں ایسا انتظام فرمایا کہ امراء اور اہل ثروت کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، والد صاحب کا جب انتقال ہوا تو بھائی صاحب کی تعلیم مکمل نہیں ہوئی تھی، میڈیکل کے دو تین سال باقی تھے، نواب نور الحسن خاں جو والد صاحب کے صرف دوست ہی نہیں تھے، بلکہ عاشق تھے، ان کی اہلیہ اور بیٹوں نے بھائی صاحب کے لیے اپنی کوٹھی کا ایک حصہ دے دیا، ہماری والدہ کو بھی وہیں رہنے پر آمادہ کیا، وہ بہت شفقت سے پیش آتے، ان کی بہو جو ہماری چچی بھی ہوتی تھیں، وہ ہم پر بڑی مہربان تھیں، ایک مرتبہ کہنے لگیں: علی! ہم نے سنا ہے کہ تم اپنے گھر جاتے ہو تو والدہ سے پیسے مانگتے ہو، کیا ہم سے

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں مانگتے؟ پھر انھوں نے اپنا پرس کھول کر پانچ روپے دیے، اس زمانے کے پانچ روپے آج کے پچاس روپے سے زیادہ ہیں، وہ نواب نورالحسن کی کوٹھی تھی، وہاں بڑے بڑے امراء اور آفیشل لوگ ہی زیادہ تر آتے تھے، ہم سب دیکھتے کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے، کس طرح پیش آتے ہیں، تو دولت سے ہم کبھی مرعوب نہیں ہوئے، جس طرح ایک غریب گھرانے کا دیہاتی بچہ مرعوب ہوسکتا ہے، ایسا کبھی نہیں ہوا، بڑے امراء اور وزراء اور بادشاہوں سے ملے، لیکن مرعوبیت کی نظر سے کبھی نہیں دیکھا۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ ہمارے بچپن میں خاندان کے بہت سے افراد یورپ وامریکہ گئے، تکیہ میں ابھی تو کچھ گھر بنے ہیں، اس زمانے میں صرف چند ہی گھر تھے، تو یہاں سے اتنے لوگوں کا یورپ وامریکہ جانا بہت بڑی بات تھی، اس لیے کہ اس زمانے میں باہر جانے کا اتنا رواج نہیں تھا، پتا نہیں ان کو کیسے خیال آیا، ہمارے حقیقی خالہ زاد بھائی لندن گئے، اور حقیقی ماموں زاد بھائی جرمنی گئے، اور ایک رشتے کے چچا امریکہ اور جاپان گئے، بعد میں وہ ڈپٹی کمشنر بھی ہوگئے تھے، ہم بچے ان لوگوں کے ساتھ بیٹھتے، وہاں کی باتیں سنتے، اس طرح یورپ اور امریکہ بھی ہمارے لیے بالکل نامانوس نہیں تھے، اس کی مرعوبیت بھی دل میں نہیں تھی، اس لیے یورپ کی تمام چیزوں کو علی عِلّاتہا، (اس کی خرابیوں کے باوجود) قبول کرنے کا رجحان کبھی نہیں ہوا، اور نہ بالکل آنکھ بند کرکے اس کے مخالف ہوئے، اس لیے کہ انتہا پسندی کا نتیجہ کبھی اچھا نہیں ہوتا، اور نہ انتہا پسندی کو اچھا سمجھا جاتا ہے، اعتدال کو ہمیشہ وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، مغربی تمدن میں کچھ چیزیں ایسی ہیں، جن کو ضرور قبول کرنا چاہیے، مثلاً: وقت کی قدر وقیمت، انتظام، محنت، اپنے اصل جوہر کو پہچاننا، اور اسی پر جدوجہد کرنا، اور اس کو اجاگر کرنا، اور ایسی بہت سی چیزیں ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

مجلس (۷۷)

۱۴۱۸/۱/۹ھ مطابق ۱۹۹۷/۵/۱۷ء

قادیانیت سے اصل خطرہ کس بات کا ہے

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے دریافت کیا، قادیانیت سے اصل خطرہ کس بات کا ہے؟

فرمایا: پہلی بات یہ ہے کہ اس کو تسلیم کرنے سے دین کا سانچا ہی بدل جائے گا، اللہ تعالیٰ نے دین کا ایک سانچا بنایا ہے، اس کی ساری تعلیمات اسی سانچے میں ڈھلی ہوئی ہیں، اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ، وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً (۱)، دین کا سانچا ڈھلا جا چکا ہے، اس میں کسی تبدیلی کی گنجائش ہی نہیں، اسی لیے جب یہ آیت اتری تو یہودیوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ کے یہاں ایک ایسی آیت اتری ہے اگر ہمارے یہاں اترتی تو ہم اس دن کو تہوار مناتے (۲)۔

دوسری چیز یہ ہے کہ اس سے امت کی وحدت باقی نہیں رہے گی، علامہ اقبال نے ایک حکیمانہ بات کہی ہے، جو کسی بڑے عالم دین کو کہنی چاہیے تھی، انھوں نے کہا کہ دین کی بقا کتاب اللہ سے ہے، اور امت کی بقا ختم نبوت کے عقیدے سے ہے (۳)، علامہ اقبال کو اللہ نے بچایا، علامہ اقبال اور مولانا ظفر علی خان اور بالخصوص اقبال اگر قادیانیت سے متاثر ہوتے تو نئی نسل کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خاتم النبیین نہیں تسلیم کیا جانے لگا تو آپ کو کون تسلیم کرے گا؟ اسی طرح نبوت کے مدعی پیدا ہوتے جائیں گے، اور امت چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹ جائے گی، وحدت بہت بڑی چیز ہے، اس میں زبردست قوت ہے، لوگ سمجھتے نہیں۔ کل (۴) ہم نے تقریر میں کہا: آپ مشرق سے مغرب تک چلے جایئے، آپ کو ہر جگہ یک ہی طرح کی نماز ملے گی، ہم نے مراکش میں جو شمالی افریقہ کے آخری سرے پر ہے، نماز پڑھی تو کسی نے نہیں پوچھا کہ آپ اس طرح نماز کیوں پڑھتے ہیں، ہم نے دمشق کی ایک مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھائی تو کسی نے ہم سے نہیں کہا کہ

www.abulhasanalinadwi.org

یہاں کاروباری لوگ ہیں، لہٰذا یہ خطبہ ہوگا، یا نماز مختصر پڑھی جائے گی، مثال ہے اس وحدت کی! آپ ایک گرجے میں جائیے، تو ایک عبادت ملے گی، اور دوسرے گرجے میں دوسری طرح!!

حج کی ایک مصلحت امت کی وحدت کی حفاظت

ہم نے حج کے سلسلے میں بھی یہی لکھا ہے(۵) کہ اس سے پوری امت کی وحدت کی حفاظت ہوتی ہے، اگر حج نہ ہوتا تو کسی علاقے میں کوئی رواج چل پڑتا، کوئی بدعت جنم لیتی، اور سالوں اس کا پتا نہ چلتا کہ یہ بدعت ہے، اور اصل دین سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ پوری دنیا کے مسلمان حج کے نام پر ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اور دین کے صحیح طور وطریق سے واقف ہوتے ہیں، اوران کو اپنی صحیح وحدت اور قوت کا احساس ہوتا ہے، آج یہاں کے ہندو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کا مرکزِ عقیدت حجاز کے بجائے ہندوستان ہو، تا کہ یہاں کے مسلمان باہر نہ جائیں، وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان وہاں جاتے ہیں اور دوسرے ملکوں کے مسلمانوں سے ملتے ہیں، اور قوت حاصل کرتے ہیں، اس کو وہ اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔

قادیانی کسی رعایت کے مستحق نہیں

قادیانیت سب سے خطرناک فتنہ ہے، یہ لوگ قابلِ جہاد، قابلِ قتال ہیں، بالکل کسی رعایت کے مستحق نہیں، مشرکین سے بدتر ان سے سلوک کرنا چاہیے۔ مرزا صاحب نے صاف صاف لکھا ہے کہ وہ انگریزوں کا پرداختہ اوران کا خودساختہ پودا ہے، انھوں نے اس کو کھڑا کیا، ہم نے اپنی کتاب میں بھی اس کو نقل کیا ہے(۶)، شیعیت نے بھی اسی وحدت کو نقصان پہنچایا ہے۔

اہل سنت میں سے ہونا اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے

تو اہل سنت والجماعت میں سے ہونا اللہ کی بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے، اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، آج کوئی مذہب باقی نہیں، صرف اور صرف اسلام ہے، اس کے

www.abulhasanalinadwi.org

علاوہ کچھ نہیں (۷)۔

موجودہ عیسائیت بالکل تحریف شدہ ہے

ان کو بھی یہ معلوم ہے، مولانا عبدالماجد صاحب نے ہمارے پاس ایک کتاب بھیجی تھی..........اس کا مصنف انگریز اور عیسائی ہے، اس نے صاف اقرار کیا ہے کہ موجودہ عیسائیت کا مسیح کی تعلیم سے کوئی علاقہ نہیں، یہ ایک بالکل الگ مذہب سینٹ پال کا پیش کیا ہوا ہے (۸)۔

سینٹ پال رومن امپائر کا ایجنٹ تھا

اور ہمیں ایسا لگتا ہے کہ سینٹ پال دراصل رومن امپائر کا ایجنٹ ہو، رومی حکومت کو خطرہ ہوا کہ کہیں عیسائی آگے بڑھتے بڑھتے ان کی حکومت کے لیے خطرہ نہ بن جائیں، اس لیے انھوں نے سینٹ پال کو کھڑا کیا، کہ عیسائیت کا حلیہ ہی بگاڑ دیں، اور اس کی تعلیمات ہی کو مسخ کر دیں، لیکن اس میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے، مگر ہمارے مدارس کے یہ فارغین تحقیق نہیں کرتے، ملازمت کے چکر میں پڑ جاتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھانے کی حقیقت

اور عیسائیوں کے یہاں جو یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی، خود عیسائی محققین اس کے خلاف ہیں، انھوں نے لکھا ہے کہ عیسیٰ مسیح کو یہودی جب سولی دینے کے لیے لے جا رہے تھے، تو وہ صلیب اٹھائے ہوئے تھے، اور پہچان یہ تھی کہ جو اس کو اٹھائے ہوئے ہے اسی کو سولی پر چڑھایا جائے گا، لیکن مسیح علیہ السلام بہت کمزور تھے، ان سے اٹھایا نہیں جا سکا، راستے میں دوسرے شخص نے ہمدردی میں (یا اس وجہ سے کہ جلد سے جلد عیسیٰؑ کو پھانسی پر چڑھایا جائے) ان سے لیا، اور خود اٹھایا، جب سولی کی جگہ پر پہنچے تو وہی شخص اس کو اٹھائے ہوئے تھا، تو جو شخص سولی دینے پر متعین تھا، اس نے اسی کو پکڑ کر سولی

www.abulhasanalinadwi.org

پر چڑھایا، اس نے لاکھ چیخا، کہ ہم عیسیٰ نہیں، ہم نے اس لیے اٹھائی تھی کہ عیسیٰ اٹھا نہیں سکتے تھے، لیکن اس نے نہیں مانا، اس لیے کہ قاعدہ یہی تھا کہ جو شخص اس کو اٹھائے ہوئے ہے اسی کو سولی پر چڑھایا جائے گا(۹)۔ یہ ہے حقیقت عیسیٰ کو سولی پر چڑھانے کی، اور اسی کو آج تک عیسائی سمجھتے ہیں کہ یہود نے مسیح علیہ السلام کو سولی دی!

حواشی مجلس (۷۷)

(۱) سورۂ مائدہ، آیت: ۳

(۲) دیکھیے صحیح بخاری، کتاب الإیمان باب زیادة الإیمان و نقصانه، ح: ۴۵ وصحیح مسلم، کتاب التفسیر، ح: ۳۰۱۷ وترمذی، کتاب التفسیر، ح: ۳۰۴۳، ونسائی، کتاب مناسك الحج، باب ما ذکر فی یوم عرفة، ح: ۳۰۰۵ وکتاب الإیمان و شرائعه، باب زیادة الإیمان، ح: ۵۰۱۵

(۳) یہ بات پیچھے گزر چکی ہے، دیکھیے مجلس (۹) ص: ۱۳۴

(۴) پرسوں سات محرم کی رات مدحِ صحابہ کے جلسے میں حضرت مولانا کی تقریر تھی، اس لیے اس دن مجلس نہ ہو سکی، اس سے پہلے ۶/محرم جو بدھ کا دن تھا، اس دن بھی مجلس نہیں ہوئی، اس لیے کہ مولانا پاریکھ صاحب کا دارالعلوم کی مسجد میں بعد نماز عشاء خطاب تھا۔

(۵) دیکھیے ارکان اربعہ، ص: ۳۲۱-۳۲۳

(۶) دیکھیے قادیانیت تحلیل وتجزیہ، ص ۱۱۴، حضرت مولانا نے مرزا قادیانی کتاب تبلیغ رسالت جلد ہفتم، ص: ۱۹ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔

(۷) یہ بات حضرت نے ایسے اطمینان سے کہی کہ ان کو پورا یقین ہے کہ دنیا عنقریب اس کو تسلیم کرے گی، اور تمام مذاہب سے دستبردار ہو کر اسلام کی پناہ میں آئے گی اور پوری دنیا میں اسلام کا بول بالا ہوگا۔

(۸) یہ بات پیچھے گزر چکی ہے، دیکھیے مجلس (۵۶) ص: ۳۹۴

(۹) ان حقائق کے لیے دیکھیے تفسیر ماجدی، سورہ نساء، آیت نمبر ۱۵۷ کے تحت، جلد اول، ص: ۸۲۴-۸۲۸

مجلس (۷۸)

۱۰/۱/۱۴۱۸ھ مطابق ۱۸/۵/۱۹۹۷ء

شاہ اسماعیل شہیدؒ کی کتاب ''منصبِ امامت''

مولانا نذرالحفیظ صاحب نے پوچھا کہ مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے ''منصب امامت'' لکھی، اس کا پس منظر کیا ہے؟

فرمایا: سید صاحب کی امامت کے سلسلے میں کچھ لوگوں نے اعتراض اٹھائے ہوں، اس کو ثابت کرنے کے لیے یہ کتاب لکھی ہو، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ علمی حیثیت سے امامت کے منصب پر بحث کی ہو، بہرحال بڑی گہری اور مدلل اور اپنے موضوع پر منفرد کتاب ہے(۱)۔

مفتی الٰہی بخش کی کتاب ملہمات احمدیہ

مولانا نذرالحفیظ صاحب نے دریافت کیا: ''ملہمات احمدیہ'' یہ کیسی کتاب ہے، کیا سید صاحب کے ملفوظات ہیں؟

فرمایا: مفتی الٰہی بخش کاندھلوی جو بہت بڑے عالم اور شیخ تھے، مولانا الیاس صاحب کے نانہالی اجداد میں ہیں، یہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد تھے، اوران سے بیعت واجازت بھی حاصل تھی، جب سید صاحب کاندھلہ سے گزرے تو مفتی صاحب بہت متاثر ہوئے، اور سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی، اوراپنے بیٹوں کو بھی بیعت کروایا، اور فرمایا: ہم نے جو پیسا تھا وہ موٹا تھا، سید صاحب آئے تو باریک (میدہ) ہوگیا، تواس کتاب میں مفتی صاحب نے سید صاحب کے سلوک کو جمع کیا ہے(۲)۔

مولانا عبدالرحیم ولایتی کی بیعت کا ذکر(۳) اور صحابہ جیسی دو رکعت نماز والا مولانا عبدالحی، مولانا اسمٰعیل شہید اور سید صاحب کا قصہ سنایا(۴)۔

www.abulhasanalinadwi.org

حواشی مجلس (۷۸)

(۱) اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے بقلم حکیم محمد حسین علوی، مخزن ادب، چوک مینار، انار کلی، لاہور، بار دوم ۱۹۶۲ء

(۲) یعنی سلوک کے سلسلے میں جو باتیں مفتی صاحب نے سید صاحب سے سنی تھیں، ان کو اس میں قلمبند کیا ہے، گویا یہ کتاب سید صاحب کے ارشادات وتعلیماتِ سلوک کی جامع اور ترجمان ہے، دو مرتبہ شائع ہو چکی ہے، نسخۂ مصنف کا اکثر حصہ بھی محفوظ ہے (دیکھیے مختصر تذکرہ حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی، ص:۱۷)

(۳) پیچھے گزر چکا ہے، دیکھیے مجلس (۳۶) ص:۳۰۴

(۴) مفصل قصہ گزر چکا ہے، مجلس دیکھیے (۳۶) ص:۳۰۲

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۷۹)

۱۱/۱/۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹/ ۵/ ۱۹۹۷ء

سید احمد شہیدؒ سے متعلق حضرت مولانا الیاس صاحب کے معلومات کی وسعت

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا: حضرت نے جب سیرت سید احمد شہید تصنیف کی تھی تو اس کا ایک ایک نسخہ بہت سے اکابر کو بھیجا تھا، کیا حضرت مولانا الیاس صاحب کو بھی بھیجا تھا؟

فرمایا: ہاں، انھوں نے پڑھ کر فرمایا کہ ہماری معلومات میں کوئی اضافہ نہیں ہوا، یہ سب ہم نے اپنی نانیوں اور دادیوں سے سن رکھا تھا۔

کتاب اس وقت چھوٹے حجم میں تھی، بعد میں بہت اضافے ہوئے، شاید ان اضافوں کو دیکھتے تو یہ نہ فرماتے۔

پھر ان سب بزرگوں کے نزدیک سید صاحب کا جو احترام تھا، اس کا ذکر کیا، اس سلسلے میں مولانا الیاس صاحب اور مولانا مدنی کے واقعات سنائے۔

محسن کی احسان شناسی سے غیب سے فیصلے ہوتے ہیں

اور فرمایا: محسن کی احسان شناسی بہت ضروری ہے، معلوم ہوتا ہے کہ عالمِ غیب پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے، اس کی وجہ سے خدا کے یہاں فیصلے ہوتے ہیں، بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں، جس میں ہاتھ پیر استعمال نہیں ہوتا، اور بظاہر اس کا کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا، لیکن خدا اس کی قدر کرتا ہے، اور اس کی وجہ سے فیصلے فرماتا ہے، تو محسن کی قدر شناسی، اس کی عظمت، اس کے لیے دعا کرنا، سب اسی میں سے ہے، آج کل اسی چیز کی سب سے کمی ہے، خصوصاً جدید تعلیم یافتہ طبقے اور سیاسی حلقے میں تنقیدوں پر تنقیدیں ہوتی ہیں، اس کو کوئی چیز ہی نہیں سمجھتے، نہ کسی کی عظمت کا خیال ہے، نہ کسی کی بزرگی تسلیم، جب کہ سلف کا یہ حال

www.abulhasanalinadwi.org

تھا کہ وہ اس کو سوچ بھی نہیں سکتے تھے!

استاد کے احترام کا ایک عجیب واقعہ

ایک واقعہ ہم نے کہیں پڑھا(۱)، شاید مولانا مناظر احسن گیلانی صاحبؒ نے لکھا ہے کہ ایک استاد پڑھا رہے تھے، قاعدہ یہ ہے کہ استاد کا منہ دروازے کی طرف ہوتا ہے اور طلبہ قبلہ رو بیٹھتے ہیں، تو استاد بار بار کھڑے ہوتے تھے اور بیٹھ جاتے تھے، شاگردوں سے برداشت نہیں ہوا، آخر پوچھا: کیا بات ہے کہ آپ اس طرح کر رہے ہیں، کبھی ایسا نہیں کرتے؟ فرمایا: کیا بتاؤں، میرے استاد کا لڑکا کھیلتے کھیلتے سامنے آجاتا تھا، تو میں بے اختیار کھڑے ہو جاتا تھا۔ اس سے بڑھ کر مثال ہو سکتی ہے! یہ آخری درجے کا احترام ہے، اور اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں، استاد کی عظمت اور کتابوں کا احترام، اس کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا!!

بخاری شریف کی بے حرمتی کا وبال

فرمایا: حضرت شاہ عبدالعزیز ایک دفعہ بخاری شریف کا درس دے رہے تھے، آندھی چلی، بخاری شریف کے اوراق اڑنے لگے، بخاری شریف بڑی تقطیع ہی میں ہوتی تھی، کسی نے قلم رکھا کسی نے کوئی چھوٹی چیز، تاکہ ورق اڑنے نہ پائیں۔ ایک شاگرد نے پاؤں رکھ دیا۔ بس تقدیر بدل گئی اور یہ بعد میں ملحد ہوا۔ سید صاحب حج کو جاتے ہوئے کلکتہ میں جب مقیم تھے اور وہاں ٹیپو سلطان کے شہزادوں سے ملاقات ہوئی تھی، اس نے ان سب شاہزادوں کو ملحد بنا دیا تھا۔ پھر سید صاحب کے اثر سے یہ شہزادے تائب ہوئے (۲)۔

غور کرنے کی بات ہے، ڈرنے کا مقام ہے کہ بخاری شریف کی بے حرمتی سے اللہ نے اس کو الحاد و زندقہ میں مبتلا کیا، اس کا ایمان سلب ہو گیا، اللہ حفاظت فرمائے (۳)۔

علی طنطاوی کی حضرت مولانا سے عقیدت

فرمایا: علی طنطاوی نے سید صاحب پر ایک رسالہ لکھا ہے (۴)، اور یہ پہلے عرب

ہیں، جنھوں نے سید صاحب پر کچھ لکھا ہے، صحیح معنوں میں وہ ادیب ہیں، وہ یہاں بھی آئے ہیں، ندوہ دیکھ کر انھوں نے تمنا کی، کاش وہ پھر جوانی میں لوٹ جاتے اور یہاں پڑھتے! یہاں ریڈیو نے ان سے انٹرویو لیا کہ آپ کہاں رہنا پسند کریں گے، انھوں نے کہا کہ مکے میں، نہ ہوسکے تو اپنے وطن دمشق میں یا پھر لکھنؤ میں، پوچھا گیا، لکھنؤ میں کیا ہے؟ انھوں نے ہمارا نام لیا کہ وہاں وہ ہیں، ان کے ساتھ رہیں گے۔

حواشی مجلس (۷۹)

(۱) صاحب تعلیم المتعلم نے اپنے استاد شیخ برہان الدین صاحب ہدایہ کے حوالے سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ دیکھیے فصل فی تعظیم العلم و أهله، ص:۴۴۔ مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی نے بھی اپنی کتاب آداب المتعلمین میں تعلیم المتعلم کے حوالے سے اس کو نقل کیا ہے، دیکھیے ص:۳۲

(۲) اس شخص کا نام عبدالرحیم تھا، گورکھپور کا رہنے والا، دہلی میں شاہ عبدالعزیز اور شاہ صاحب کے بھائیوں سے تعلیم حاصل کی۔ علوم عقلیہ سے گہری وابستگی رہی اور اس میں بڑا کمال پیدا کیا، متعدد کتابیں بھی لکھیں، نزہۃ الخواطر میں اس کے حالات موجود ہیں (دیکھیے جلد ہفتم ص ۲۸۸) حضرت مولانا نے سیرت سید احمد شہید میں اس کے اثر سے سلطان شہید کے شاہزادوں کے متاثر ہونے اور سید صاحب کی برکت سے تائب ہونے کا ذکر کیا ہے (جلد اول ص ۳۳۶)

لیکن بخاری شریف پر پاؤں رکھنے کا واقعہ کسی کتاب میں نظر نہیں آیا اور نہ حضرت نے کہیں لکھا ہے، البتہ مجلس میں ایک سے زائد بار ہم نے سنا ہے، نیز فرماتے تھے کہ یہ وہی ہے جو بعد میں ملحد ہوگیا تھا اور سلطان ٹیپو کے شہزادوں پر اثر ڈالا تھا۔

(۳) یہ الفاظ میرے ہیں، جب حضرت نے بیان کیا تھا اس وقت ان کے الفاظ میں ہم نے نوٹ نہیں کیا تھا، صرف اشارہ کردیا تھا۔ آج مورخہ ۷ اپریل ۲۰۱۱ء ہم نے اس کو لکھا ہے۔

(۴) یہ اکتالیس (۴۱) صفحات پر مشتمل ایک مختصر رسالہ ہے جو احمد بن عرفان الشہید کے نام سے دمشق سے شائع ہوا ہے۔

مجلس (۸۰)

۱۲/۱/۱۴۱۸ھ مطابق ۲۰/۵/۱۹۹۷ء

سید احمد شہیدؒ کا امتیازی وصف

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا: آپ نے حضرت سید احمد شہیدؒ پر لکھا ہے، اور ایک عرصے تک ان کا مطالعہ کیا ہے تو آپ کے نزدیک ان کا کونسا وصف سب سے امتیازی ہے، جو ان کو سب سے ممتاز کرتا ہے؟

حضرت نے فرمایا: ایک ذاتی ہے، اور ایک متعدی، ذاتی یہ ہے کہ ان کا مزاج پورا شریعت کے سانچے میں ڈھل چکا تھا، خود فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے، کوئی کام رضائے الٰہی کی نیت کے بغیر نہیں کیا ہے، کھانا کھایا ہے تو نیت کی ہے، غسل کیا ہے تو نیت کی ہے، کسی سے ملے ہیں تو نیت کی ہے؛ جو متعدی وصف ہے، وہ ان کی تاثیر ہے، کہیں صدیوں میں ایسے صاحب تاثیر پیدا ہوتے ہیں، ہاتھ میں ہاتھ دیا، اور شرک و بدعت سے نفرت ہوئی، پھر وہ شخص اس کو سوچ بھی نہیں سکتا۔ پھر جذبۂ جہاد ان کا امتیازی وصف ہے۔

سید صاحب کی تربیت کا ایک حیرت انگیز واقعہ

سید صاحب کا ذکر آیا ہے تو ایک واقعہ سناتے ہیں: پھر وہ واقعہ سنایا، کہ ایک پٹھان نے سید صاحب کی فوج کے ایک شخص سے پوچھا تھا: کیا ہندوستانیوں کی دور کی نظر نہیں ہوتی؟ (۱) اس نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا: اتنے دن سے آپ لوگ یہاں ہیں، اور یہاں کی عورتیں خوبصورت ہیں، مگر میں نے تم میں کسی کو کسی عورت پر نظر اٹھائے نہیں دیکھا، تو میں سمجھا کہ ہندوستانیوں کی نظر کمزور ہوتی ہے!

مہر صاحب کی کتاب سید صاحب پر اور سید صاحب کا خواب میں جہاد کو نمایاں کرنے کی ان کو تاکید کرنا

سوال کے جواب میں فرمایا کہ مہر صاحب کی کتاب ہماری کتاب کے بعد شائع

www.abulhasanalinadwi.org

ہوئی، چار جلدوں میں ہے(۲)، اور ایک ہزار صفحات میں، وہ اس کو سالوں سے لکھ رہے تھے، پتا نہیں، ان کو اس کا خیال کیسے آیا؟ وہ ایک جرنلسٹ آدمی تھے، بڑے اچھے ادیب تھے، مولانا ظفر علی خاں کا ''زمیندار'' وہی نکالتے تھے، پھر انھوں نے ''انقلاب'' نکالا، ان کے اجداد میں کوئی سید صاحب سے بیعت رہے ہوں، انھوں نے خود ہمیں بتایا کہ وہ اس کو ایک عرصے سے لکھ رہے ہیں، اور جب بھی لکھنے بیٹھتے ہیں تو دو رکعت نماز پڑھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں، پھر لکھتے ہیں، انھوں نے بتایا کہ ان کو تمنا تھی کہ خواب میں سید صاحب کی زیارت ہو، لیکن کبھی زیارت نہیں ہوئی، ہم سوچنے لگے کہ شاید یہ کام مقبول نہ ہو، ایک دن سحر کے وقت زیارت ہوئی، ہمارے گھر میں تشریف لائے ہیں اور ہم سے فرمارہے ہیں کہ ہمارے جہاد کو نمایاں کرنا۔

طلبہ کو کچھ نصیحتیں چھٹی کے موقع پر

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کچھ دیر کے بعد کہا: کل سے ایک مہینے کی چھٹی ہو رہی ہے، طلبہ کے لیے کوئی پیغام؟ حضرت نے فرمایا: ہمارا پیغام وہی ہے جو عصر کے بعد سنایا جاتا ہے، پھر ارشاد فرمایا: اپنے فرقان (۳) کو قائم رکھو، باجماعت نماز ادا کرو، وقت سے پہلے مسجد آیا کرو، مدارس کے فضلاء اور طلبہ میں اور دوسروں میں ایک امتیاز ہونا چاہیے، محلے میں کہیں درس کا یا کتاب سنانے کا موقع ہو تو اس سے فائدہ اٹھاؤ، مجلس کی کتابیں ہیں، مثلاً: ''دستورِ حیات''، ہم نے لندن میں کہا، اور نیویارک میں بھی کہا کہ اپنے اندر ایک شانِ امتیازی پیدا کریں کہ دوسروں میں تجسس ہو، اور اسلام کا مطالعہ کرنے کا جذبہ ابھرے، کیا چیز ہے جس کی وجہ سے ہماری زندگی اتنی مختلف ہے؟ پھر وہ اس کی تحقیق کریں گے۔

پاجا سراغ زندگی کی بڑے پیمانے پر اشاعت کرنے کی ضرورت

پھر فرمایا: یہ ''پاجا سراغ زندگی'' (۴) کا اچھا مجموعہ تیار ہوا ہے، ہم سب بھول بھال گئے، ہمیں یاد بھی نہیں کہ یہ تقریریں کب اور کہاں کہاں کی تھیں، ہم اس طرح سنتے ہیں

جیسے دوسرے کی لکھی ہوئی ہے، مدارس میں بڑے پیمانے پر اس کی اشاعت کی ضرورت ہے، لیکن کون کرے گا، لکھی ہوئی کس کی ہے؟

بعض لوگوں کے دل کی جگہ پر بھی دماغ ہوتا ہے

فرمایا: آج ہمیں یہ بات پسند آئی (۵) کہ بعض لوگوں کے دماغ کی جگہ پر بھی دماغ ہوتا ہے اور دل کی جگہ پر بھی دماغ ہوتا ہے، پھر اس جملے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: یہ بڑی گہری بات ہے، دماغ کی جگہ پر دماغ ہوتا ہی ہے، مگر دل کی جگہ پر بھی دماغ ہوتا ہے، دل کا کام ہے رقت، خشوع، نرمی، ہمدردی، محبت، آج اس کا فقدان ہے، دماغ کا کام ہے سوچنا، جانچنا، پرکھنا، آج یہ چیزیں بڑی کثرت سے ہیں، لیکن دل کہیں نہیں۔

فرمایا: اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی

اقبال کی بھی عجیب شان ہے، پھر یہ پورا قصیدہ سنایا، جب اس شعر پر پہنچے:

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن (۶)

تو فرمایا: شعر شعر یہ ہے!

حواشی مجلس (۸۰)

(۱) یہ غالباً وہ واقعہ ہے جو غلام رسول مہر صاحب نے اپنی کتاب میں ان الفاظ میں نقل کیا ہے: ایک مرتبہ سرحد کی مستورات نے کہا: سید صاحب کے غازی یا تو خواہشات جنسی سے فطرتاً محروم ہیں یا پھر اولیاء اللہ ہیں، اس لیے کہ غلہ پسوانے کی غرض سے پن چکیوں پر آتے ہیں، لیکن کبھی کسی نے نگاہ اٹھا کر کسی عورت کو نہیں دیکھا۔ (سید احمد شہید حصہ دوم، ص: ۲۴۰)

(۲) دو جلدیں ''سید احمد شہید'' کے نام سے سید صاحب کے حالات کے ساتھ مخصوص ہیں، تیسری جلد جماعت مجاہدین، اور چوتھی جلد سرگزشت مجاہدین کے مستقل ناموں سے شائع ہوئی ہے، دونوں کتابیں اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ جماعت مجاہدین میں سید صاحب کی جماعت کے تنظیمی حالات اور ان اکابر رفقاء کے سوانح حیات بیان کیے گئے، جو سید صاحب کی زندگی میں یا ان کے ساتھ شہید ہوئے ہوں یا جنھوں

نے بعد ازاں جہاد میں حصہ نہ لیا ہو، اور سرگزشت مجاہدین میں ۱۸۳۱ء سے زمانۂ حال تک جماعت مجاہدین کے کارناموں کو بیان کیا گیا ہے، یہ کتابیں پہلے کتاب منزل لاہور سے شائع ہوئی تھیں، پھر شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور نے ان کو شائع کیا، اس کا ایک تازہ ایڈیشن دیوبند سے ''تحریک سید احمد شہید'' کے نام سے چار جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ (اشاعت: جنوری ۲۰۰۸ء، دیوبند کے مکتبوں میں دستیاب ہے)

(۳) اشارہ تھا آیت: یاأیها الذین آمنوا إن تتقوا الله یجعل لکم فرقاناً ، (الانفال: ۲۹) کی طرف، حضرت اس کا ترجمہ فرماتے ہیں: اللہ تمہیں شانِ امتیازی عطا کرے گا، حضرت اس پر بہت زور دیتے ہیں کہ اپنی ایک شانِ امتیازی پیدا کرو۔

(۴) یہ کتاب مختلف اوقات میں اور مختلف جگہوں پر طلبہ کے مجمعوں میں کی ہوئی حضرت مولانا کی نہایت موثر اور بصیرت افروز تقریروں کا مجموعہ ہے، جو طلبہ کو ان کا صحیح منصب یاد دلاتی ہیں، اور ملت کو ان سے جو توقعات ہیں ان کی وضاحت کرتی ہیں۔ طالبان علوم نبوت کو بار بار اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

(۵) یعنی عصر کے بعد مسجد میں جو کتاب پڑھی گئی، اس میں یہ مضمون تھا۔

(٦) ان اشعار کی تخریج پہلے گزر چکی ہے دیکھیے مجلس (۲۵) ص: ۳۵۲

مجلس (۸۱)

۱۳/۱/۱۴۱۸ھ مطابق ۲۱/۵/۱۹۹۷ء

صلیبی حملے کے پیچھے کوئی فکر، فلسفہ نہیں تھا

آپ نے تازہ مضمون (۱) میں لکھا ہے کہ صلیبی حملے کے پیچھے کوئی تہذیب، فکر، فلسفہ نہیں تھا، آج کل کے مغربی حملے کے پیچھے ایک فلسفہ ہے؟

اس سوال کے جواب میں فرمایا: یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ وہ صرف حملہ تھا، مقدس مقامات پر قبضہ مقصود تھا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کے اوصاف

اس کے مقابلے میں اللہ نے سلطان صلاح الدین ایوبی کو کھڑا کیا، سلطان صلاح الدین بہت ہی مثالی انسان تھا، اخلاص، ایمان واحتساب اور زہد وتقویٰ سے متصف تھا، اس نے ان کے خلاف زبردست جہاد کیا، اور ان کو پسپا ہونے پر مجبور کیا۔

اس وقت کے علماء وصوفیہ کا کردار

اس وقت علماء اور صوفیہ نے بھی بڑا کردار ادا کیا ہے، علماء نے اپنے درس کے ذریعے یہ بتایا کہ ان کے پاس کوئی تہذیب نہیں ہے، صوفیہ نے اپنے طور پر ثابت کیا کہ ان کے پاس کوئی پیغام نہیں ہے، اور صرف اسلام ہی باعثِ نجات ہے۔

شیخ جمال الدین کا عجیب واقعہ اور تاتاریوں میں دعوتِ اسلام

شیخ جمال الدین ایرانی، ایک گمنام بزرگ ہیں، ان کے حالات بھی معلوم نہیں ہوتے، مگر انھوں نے تاتاری قوم میں انقلاب برپا کردیا، پوری تاتاری قوم کے اسلام لانے کا سبب بنے۔ شیخ جمال الدین اپنے رفقاء کے ساتھ سفر میں تھے، غلطی سے تاتاری شہزادے تغلق تیمور کی شکاری زمین پر سے ان کا گزر ہوا، تغلق تیمور نے اس قصور میں ان

سب کی مشکیں کسوا کر اپنے سامنے طلب کیا اور نہایت غصے سے پوچھا کہ تم ہماری زمین پر بے اجازت کیسے داخل ہوئے؟ اور اپنے شکاری کتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کمالِ حقارت سے شیخ جمال الدین سے پوچھا کہ یہ کتا بہتر ہے کہ تم بہتر ہو؟ شیخ نے بڑے اطمینان سے جواب دیا کہ اگر ایمان پر میری موت ہوگئی تو میں بہتر ہوں ورنہ یہ کتا (۲)۔ اس کے دل میں یہ بات چبھ گئی، وہ سوچنے لگا کہ ایمان کیا چیز ہے؟ اس نے اس کی تفصیل دریافت کی، شیخ نے ایمان کی حقیقت بیان کی، ایمان اس کے دل میں گھر کر گیا، لیکن اس نے کہا کہ میں ابھی بااختیار نہیں ہوں، اگر اس وقت اپنا مسلمان ہونا ظاہر کردوں گا تو پھر رعایا کو راہِ راست پر نہ لاسکوں گا؛ لہٰذا جب میری تخت نشینی ہو تب آجانا۔ شیخ جمال الدین اپنے وطن کو چلے گئے، انتقال کے وقت اپنے بیٹے رشید الدین کو یہ ساری بات بتائی، رشید الدین کو اب یہ فکر سوار ہوئی، وہ بادشاہ کے لشکر گاہ پہنچے، مگر باوجود کوشش کے باریابی نہیں ہوئی۔ انھوں نے یہ تدبیر کی کہ ایک دن فجر کے وقت تغلق کے خیمے کے قریب زور سے اذان کہنی شروع کی، تغلق کی نیند میں خلل ہوا تو اس نے غصے میں ان کو اپنے پاس حاضر کرنے کے لیے کہا، بس ان کی تدبیر کامیاب ہوئی، وہ آئے اور اپنے باپ کا پیغام سنایا اور اس کا کیا ہوا وعدہ یاد دلایا، اس کو اپنے وعدے کا پہلے سے خیال تھا، چناں چہ وہ مسلمان ہوا اور اپنی رعایا میں اسلام کی اشاعت کی اور کچھ ہی عرصے میں پوری قوم کا مذہب اسلام ہو گیا (۳)۔

موجودہ مغربی حملے کا مقصد

فرمایا: اس کے برخلاف مغربی حملے کے پیچھے پورا فلسفہ ہے، آج امریکہ اسرائیل کا پشت پناہ ہے، سب مل کر اس بات میں لگے ہوئے ہیں کہ مسلمانوں کے اندر سے دینی حمیت ختم کریں، دین سے غفلت، دوری اور اخلاقی پستی کو عام کریں۔

عالم اسلام کے حکمراں طبقے کا حال اور وہاں کرنے کے کام

اس وقت عالم اسلام پر جن کا قبضہ ہے، جس طبقے کے ہاتھ میں حکمرانی ہے، اس کو

www.abulhasanalinadwi.org

خوف ہے کہ کچھ لوگ دینی حمیت، قوت ایمانی، اسلامی جذبات کے ساتھ اس کے تخت کو الٹ نہ دیں، معمولی بغاوت کو تو فرو کر سکتے ہیں، مگر دینی حمیت اور اسلامی جذبے کے ساتھ جو بغاوت ہوگی، اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے، بہت کم لوگوں کو اس خطرے کا احساس ہے، آج کا سب سے مقدس، اہم اور مقبول کام یہ ہے کہ اسلامی ممالک اور بالخصوص عرب ممالک میں دینی حمیت پیدا کریں، آج وہاں اللہ کی رضا، رسول کے اتباع وغیرہ کی کوئی اہمیت نہیں، صرف کرسی اور اقتدار چاہتے ہیں، یہ بڑی خطرناک بات ہے۔

لوگوں کو معلوم نہیں، وہاں جاتے ہیں تو صرف حج اور عمرے کے لیے، اس کو اس کا احساس ہو جو بار بار وہاں جاتا ہو، مجلسوں میں شریک ہوا ہو، لوگوں سے ملا ہو، ان کا جائزہ لیا ہو۔ ہم جب شروع شروع میں گئے تو ان کو بڑا تعجب ہوا کہ ایک ہندوستانی ہم کو اس طرح مخاطب کرتا ہے۔ قاہرہ میں ایک شخص نے ناقدانہ مضمون لکھا، مگر سید قطب کے مقدمے (۴) نے سب کو خاموش کر دیا، اور وہ وقت بھی آیا کہ ہم نے کھل کر "اسمعی یا مصر" کہہ کر قوت کے ساتھ خطاب کیا۔

عربوں کو سمجھانے کے لیے عربی پر عبور پیدا کرنا چاہیے

ہمارے طلبہ کو عربی پر عبور رکھنا چاہیے، سب سے پہلے مولانا مونگیری کو اس کا خیال آیا۔ ہونا یہ چاہیے کہ ہم ان کو مخاطب کریں، احتساب کریں، اور ان سے صاف کہیں کہ یہ غلط ہے، یہ راستہ ہونا چاہیے، دین سے غفلت، عیش وعشرت تم میں نہیں ہونی چاہیے، لیکن کون کرے گا...... کسی مہدی کا انتظار ہے! والی اللہ المشتکی! اقبال نے اس حقیقت کو سمجھا تھا، اس نے صاف کہا تھا: ع

ہے حقیقت جس کے دیں کی احتسابِ کائنات (۵)

www.abulhasanalinadwi.org

حواشی مجلس (۸۱)

(۱) یہ درحقیقت حضرت مولانا کی ایک تقریر ہے جو حضرت مولانا نے کلیۃ اللغہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ہال میں المعہد العالی کے افتتاح جدید کے موقع پر کی تھی، اس وقت ہم اسی درجے میں زیر تعلیم تھے، جو"یورپ، امریکہ اور اسرائیل- ایک اظہارِ حقیقت، انکشاف اور تنبیہ" کے نام سے تعمیر حیات شمارہ: ۲۵ مئی ۱۹۹۷ء میں چھپی ہے، اور پھر اسی نام سے الگ رسالے کی شکل میں مجلس تحقیقات ونشریات اسلام سے شائع ہوئی۔

(۲) یہ بعض ترکی روایتوں کے مطابق ہے، دیکھیے تاریخ دعوت وعزیمت اول، ص: ۳۳۴، پروفیسر آرنلڈ نے اس کو اس طرح ذکر کیا ہے:...... بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ لوگ ایرانی ہیں تو اس نے کہا کہ ایک ایرانی سے تو ایک کتا بھی بہتر ہوتا ہے، شیخ نے کہا کہ ہاں، یہ سچ ہے، اگر دین برحق ہمارے پاس نہ ہوتا تو فی الحقیقت ہم کتے سے بھی بدتر تھے، یہ جواب سن کر تغلق تیمور حیران رہ گیا، اور حکم دیا کہ جب ہم شکار سے واپس آئیں تو یہ ایرانی ہمارے سامنے حاضر کیے جائیں، چناں چہ ایسا ہی ہوا، اور بادشاہ نے شیخ جمال الدین کو علاحدہ لے جا کر کہا کہ جو کچھ تم اس وقت کہتے تھے، اب اس کو سمجھاؤ، دین برحق سے تمھارا کیا مطلب ہے؟ یہ سن کر شیخ نے اسلام کے احکام اور ارکان کو ایسے جوش سے بیان کیا کہ تغلق تیمور کا دل جو پہلے پتھر تھا، اب موم کی طرح نرم ہو گیا، شیخ نے حالت کفر کا ایسا مہیب نقشہ کھینچا کہ بادشاہ کو اپنی غلطیوں سے اب تک بے بصیرت رہنے کا یقین ہو گیا...... (دعوت اسلام، ص: ۲۳۵)

(۳) یاد نہیں کہ حضرت نے اُس وقت یہ واقعہ اس تفصیل سے بیان کیا تھا یا نہیں، ہم نے صرف اشارہ کر دیا تھا، آج (مورخہ ۱۱/ مارچ ۲۰۱۱ء) اپنے الفاظ میں ایک حد تک اختصار کے ساتھ لکھا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے دعوت اسلام، ص: ۲۳۵-۲۳۶، اور تاریخ دعوت وعزیمت جلد اول، ص: ۳۳۱-۳۳۴)

(۴) یعنی ماذا خسر العالم پر جوان کا مقدمہ ہے۔

(۵) یہ شعر اقبال کی مشہور نظم ابلیس کی مجلس شوریٰ کی جان ہے، اس کا پہلا مصرع یہ ہے:

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں

(ضربِ کلیم، ص ۱۶۱، کلیاتِ اقبال، ص ۵۴۷)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۸۲)

۱۷/۲/۱۴۱۸ھ مطابق ۲۳/۶/۱۹۹۷ء

قادیانیت پر حضرت مولانا کی سنجیدہ کاوش

قادیانیت پر بات آئی، فرمایا: ہم نے اس پر مفصل کتاب لکھنے سے پہلے ایک مضمون لکھا تھا القادیانیة ثورة علی النبوة المحمدیة، یہ اس وقت کی بات ہے جب پاکستان میں یہ مسئلہ پوری طرح نہیں اٹھا تھا، لیکن خطرہ تھا کہ ان کو دوسرے مسلمانوں کی طرح مسلمان تسلیم کیا جائے، بعد میں پوری قوت کے ساتھ اس مسئلے نے زور پکڑا اور مولانا مودودی کو اس کی مخالفت کی وجہ سے سزائے موت سنائی گئی اور ایک صاحب کو چودہ سالہ قید۔ ہم نے اس مضمون میں اس طرف اشارہ کیا تھا کہ پاکستان کو بھی کو فیصلہ کرنا چاہیے کہ ان کو غیر مسلم قرار دیا جائے، یہ مضمون زیادہ مدلل نہیں تھا اور نہ اس وقت تک ہم نے قادیانیت کا مطالعہ کیا تھا، بس صرف نبوت محمدی کے خلاف بغاوت کے طور پر قادیانیت کو پیش کیا گیا تھا، پھر کچھ سال بعد عربوں کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ہمارے شیخ و مرشد حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری کے حکم سے ہم نے کتاب لکھی، حضرت قادیانیت کے خطرے کو پوری طرح محسوس کرتے تھے، اس کتاب کا اسلوب انوکھا ہے، عام طور پر اس قسم کی کتابیں جس اسلوب میں لکھی جاتی ہیں یہ کتاب اس طرح نہیں لکھی گئی، اس کا اسلوب استدلالی ہے ہجوی نہیں ہے، مرزا صاحب کی کتابوں ہی سے ہم نے دلائل دیے ہیں اور سنجیدگی کو ہر وقت ملحوظ رکھا ہے، قادیانی پرچے نے اس کا اعتراف کیا کہ یہ پہلی کتاب ہے جو سنجیدہ اسلوب میں لکھی گئی (۱) دراصل کتاب کے لیے ندوی قلم درکار تھا، شبلی کا قلم، سید سلیمان ندوی کا قلم، ہم نے اسی کی کوشش کی ہے، ندوے کے بانیوں اور ذمہ داروں نے جو اسلوب اختیار کیا تھا، وہ جدید نسل کے لیے بہت مفید ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے ایمان کی ہر وقت فکر کرنی چاہیے

ہمارے فضلاء اور اونچے درجے کے طلبہ کو قادیانیت سے پوری طرح واقف رہنا چاہیے، کہیں بھی واسطہ پڑسکتا ہے، تعجب امیز انداز میں فرمایا: حیرت ہوتی ہے کہ محمد علی لاہوری جیسا شخص جس نے ''سیرت خیر البشر'' جیسی کتاب لکھی اور حکیم نورالدین (۲) جیسا صاحبِ علم بھی اس سے متاثر ہوا اور ان کے جال میں پھنسا تو ہدایت صرف اور صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جب چاہے چھین سکتا ہے، کوئی کچھ نہیں کرسکتا، اس لیے ہر وقت اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے، پھر دعا کی اللّٰھم اھدنی فیمن ھدیت، وعافنی فیمن عافیت۔

حواشی مجلس (۸۲)

(۱) مولانا نذر الحفیظ نے اس پر کہا کہ ان کے پرچہ ''الفضل'' میں دس قسطوں میں اس پر تبصرہ شائع ہوا تھا۔

(۲) حکیم نور الدین بھیروی قادیانی: مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد ان کے خلیفہ بنائے گئے۔ وفات: ۱۶/ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ/۱۳/مارچ ۱۹۱۴ء (نزھۃ الخواطر ۸/۵۳۴-۵۳۶، یادِ رفتگاں (تذکرۂ انصار احمدیہ) حصہ اول ص: ۹-۲۴)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۸۳)

۱۸/۲/۱۴۱۸ھ-مطابق ۲۴/۶/۱۹۹۷ء

حق واضح ہونے کے باوجود قبول نہ کرنے کے موانع

مولانا نذرالحفیظ نے دریافت کیا: حضرت! حق واضح ہوتا ہے اور اس کے دلائل بھی صاف اور روشن ہوتے ہیں، مگر پھر بھی لوگ اس کو تسلیم نہیں کرتے، سب سے بڑا مانع کیا ہے، کیا چیز اس کے لیے رکاوٹ بنتی ہے؟

حضرت نے فرمایا: نفسانیت، لذت، انتفاع، تعلق اور اس طرح کی چیزیں کہ اگر ہم تسلیم کریں تو اس لذت سے محروم رہیں گے، یہ مالی فائدہ جو حاصل ہو رہا تھا بند ہو جائے گا، فلاں صاحب سے تعلقات خراب ہو جائیں گے، ان کی نظر میں ہماری وقعت نہیں رہے گی۔

تزکیہ انبیاء کا مشن ہے

مشائخ کا یہی کارنامہ ہے کہ انھوں نے اسی نفسانیت اور تعلق مع الغیر کو ختم کرنے اور قلب کو علائق دنیویہ سے پاک کرنے کی کوشش کی، یہی انبیاء کا مشن تھا، قرآن میں انبیاء کی بعثت کے مقاصد کے تحت بار بار فرمایا گیا ہے: ویزکیھم (۱)، مشائخ نے بھی اسی جانب توجہ دی۔

صحبتِ صالح سے محبوب ترین چیز کی قربانی آسانی ہوتی ہے۔ایک واقعہ

صحبت کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے، ان کی صحبت کی وجہ سے محبوب ترین چیز کی قربانی آسان ہو جاتی ہے، اس سے بڑھ کر کیا مثال ہو سکتی ہے کہ غازی پور کے نواب فرزند علی نے اپنے جوان بیٹے کو سید احمد شہیدؒ کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کیا تھا، میں چاہتا ہوں کہ میرا یہ بیٹا بھی اللہ کے نام پر ذبح ہو (۲)، اللہ نے ان کے اخلاص کو قبول فرمایا کہ یہ لڑکا شہادت سے سرفراز ہوا، غور کرنے کی

بات ہے کہ ایک باپ اپنے ہاتھ سے اپنے جوان بیٹے کو شہادت کے لیے پیش کر رہا ہے!!

تصوف، تزکیہ واحسان ہی کا نام ہے

لوگ تصوف کے نام سے وحشت محسوس کرتے ہیں، حالاں کہ تصوف وہی ہے جس کو قرآن وحدیث میں تزکیہ اور احسان سے تعبیر کیا گیا ہے، حقیقت اور مقصد ایک ہی ہے، اصطلاح الگ ہے، ہم پہلے "ربانية لا رهبانية" میں "جناية المصطلحات" کے عنوان سے اس کو واضح کر چکے ہیں، اب ہم نے اضافہ کر کے لکھا ہے "جناية العوارف والمصطلحات على الحقائق والغايات"، یہ بالکل حقیقت ہے! ابھی شام کے کسی ذمہ دار عالم کے لڑکے کا خط آیا ہے کہ آپ اکتوبر میں شام تشریف لائیں اور اسی عنوان ربانية لا رهبانية پر تقریر کریں۔

ایک مصنف کی ساری کتابیں ایک ساتھ شائع ہونے کا فائدہ اور نقصان

جب اس خط کا ذکر آیا تو ایک اور خط حضرت کو یاد آ گیا فرمایا: شام ہی کے ایک دوسرے عالم کا خط آیا ہے کہ آپ کی ساری کتابیں ایک ساتھ شائع ہوں تو ایک انسائیکلوپیڈیا بن جائے گا۔

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا: اب یہی طریقہ ہے کہ ایک مصنف کی تمام کتابوں کو ایک ساتھ شائع کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا: اس سے اس کی قدر و قیمت تو بڑھ جائے گی، لیکن اس سے دعوتی کام نہیں ہو سکتا، دعوتی کام ان چھوٹے چھوٹے رسائل ہی سے ہوتے ہیں۔

ہماری حکومت کی بے حسی پر اظہار تأسف

اسی اثنا میں بجلی گل ہو گئی تو افسوس اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: یہ ہماری حکومت کا حال ہے، ہم نے سعودیہ میں مسلسل کئی مہینے قیام کیا لیکن کبھی بجلی گل نہیں ہوئی،

دوسرے خلیجی ممالک میں بھی ہمیں یہ یاد نہیں، یورپ وامریکہ کا کیا کہنا! لیکن یہ ہماری حکومت ہے، لکھنؤ جو یوپی کا دارالحکومت ہے اس کا یہ حال ہے تو دیہاتوں کا کیا حال ہوگا! حالاں کہ اسی لائن پر میڈیکل اسپتال ہے، اس وقت کسی مریض کا آپریشن ہورہا ہوگا تو اس کی جان کو خطرہ ہوسکتا ہے، لیکن حکومت کو کوئی احساس ہی نہیں!!

ہندوستان کے موجودہ حالات پر تشویش

کچھ دیر سکوت رہا پھر فکر آمیز انداز میں کہنے لگے: بڑا خطرہ ہے کہ ہندوستان میں پُرامن زندگی گزاری جاسکے گی یا نہیں! مسلمانوں ہی کے لیے نہیں، بلکہ ہندوؤں کے لیے بھی یہ خطرہ ہے، ان کے آپس میں شدید اختلافات ہیں، یہ مدارس باقی رہیں گے، یہ کمپنیاں قائم رہ سکیں گی، بلکہ اس کی بھی فکر کی ضرورت ہے کہ یہ ریلیں بھی چل سکیں گی یا نہیں! یہ پیام انسانیت کی تحریک اسی غور وفکر کی دعوت دیتی ہے، ہندو آپس میں لڑرہے ہیں، کل دیوے گوڑا وزیراعظم تھے، آج گجرال ہیں، کل یہ بھی نہیں رہیں گے، اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بھی ہٹانے کی باتیں ہورہی ہیں، پہلے راجیو تھے۔

راجیو گاندھی کی تعریف

راجیو ہمیں کچھ حقیقت پسند اور سنجیدہ معلوم ہوا، جب شاہ بانو کیس چل رہا تھا، اس وقت ہم نے پرسنل لا بورڈ کے وفد کے ساتھ اس سے بات کی تھی، اس نے بھری پارلیمنٹ میں اس کا اعتراف کیا، اس نے کہا کہ مسلمانوں کے ذمہ دار علماء سے ملنے کے بعد معلوم ہوا کہ اسلام نے عورتوں کا بڑا لحاظ کیا ہے، ہندو مذہب سے زیادہ حقوق دیے ہیں۔

مختلف سیاسی رہنماؤں سے ملاقات کا ذکر اور گاندھی جی کا احترام

ہم راجیو سے بھی ملے ہیں، اندرا سے بھی، جواہر لال کو بھی دیکھا، ان کے والد موتی لال کو بھی دیکھا ہے، ان کی تقریریں سنی ہیں، گاندھی جی کو بھی دیکھا ہے، وہ لکھنؤ آتے رہتے تھے، وہ جب آتے تھے تو پورے شہر میں سناٹا ہوجاتا تھا، دکانیں بند ہوجاتیں، لوگوں

کے دلوں میں ان کی عقیدت تھی، احترام تھا۔

اندرا گاندھی کی رائے بریلی آمد اور ایک لطیفہ

اندرا کا ایک لطیفہ پیش آیا، اندرا گاندھی ہم سے ملنے رائے بریلی آئی، مولانا ابواللیث صاحب، مولانا عبدالسلام قدوائی بھی عید کی مبارک باد دینے کے لیے آئے تھے، عید کا دوسرا دن تھا، اندرا بھی اسی دن آنے والی تھی، مولانا ابواللیث کہتے ہیں کہ ہم جب رائے بریلی آرہے تھے تو ہمیں معلوم ہوا کہ اندرا بھی آرہی ہے تو ہم نے کہا سوءِ اتفاق، پھر جب یہ معلوم ہوا کہ وہ آپ کے یہاں آرہی ہے تو ہم نے کہا اُسواُ اتفاق (۳) ہم نے سب کا تعارف کیا، یہ مولانا عبدالسلام قدوائی ہیں، یہ مولانا ابواللیث ندوی ہیں، مولانا ابواللیث صاحب کا تعارف کرتے وقت ہم نے کہا کہ ابھی جیل جاکر آرہے ہیں، تاکہ اس کو احساس ہو کہ اسی کی وجہ سے جیل گئے تھے، یہ زمانہ ایمرجنسی کے قریب کا تھا۔

وزیر اعظم اندرا گاندھی سے ملنے میں حضرت کی گھر کی عورتوں کی عدم دلچسپی

اندرا نے کہا کہ ہم گھر میں بھی سلام کرنا چاہتے ہیں، گھر میں رابع کی والدہ اور دوسری عورتیں تھیں، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ لوگ اپنی قسمت سمجھتے اور خوش ہوتے کہ وزیر اعظم ہم سے ملنا چاہتی ہے، لیکن انھوں نے کوئی توجہ نہیں دی، کوئی خاص اہتمام نہیں کیا، نہ زیادہ احترام کیا۔

سیاست کاروں اور وزراء کا دامن داغ دار ہو چکا ہے

پھر فرمایا: اب تمام سیاست کاروں اور وزراء کا دامن داغ دار ہو چکا ہے، کسی کا دامن پاک نہیں ہے، دیکھیے بہار کے وزیر اعلیٰ کا کیا حال ہے! کروڑوں کے گھپلے میں ملوث ہونے کا الزام ہے (۴)، کسی کو انسانیت کا غم نہیں، کوئی فکر نہیں، سب اپنے پیٹ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، ہمیں سب سے زیادہ حیرت اس وقت ہوئی، جب جمشید پور اور راوڑکیلا

www.abulhasanalinadwi.org

کے فساد کے بعد ہم ونوبا بھاوے سے ملے(۵)، یہ گاندھی جی کے ساتھی اور ان کے حقیقی جانشین سمجھے جاتے تھے، ہم انگریزی میں تاثر میں ڈوبا ہوا ایک خط لے کر گئے تھے، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس کو پڑھ کر ان کے آنسو نکل آتے اور ہندو مسلم اتحاد اور فسادات کی روک تھام کے سلسلے میں باتیں کرتے، بلکہ اُلٹے وہ ہم پر اثر ڈالنے لگے، ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ وہ اپنے پورے یوگ کے ساتھ ہمارے قلب کی طرف متوجہ ہیں، ہم درود شریف پڑھنے لگے، الحمدللہ ان کی توجہ کا کوئی اثر نہیں پڑا؛ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب گاندھی کے حقیقی جانشین کا یہ حال ہو تو عام ہندوؤں کا کیا حال ہوگا، ان کو انسانیت کا کتنا درد ہوگا!!

حواشی مجلس (۸۳)

(۱) سورۃ البقرہ، آیت:۱۲۹، آل عمران، آیت:۱۶۴، سورۃ الجمعہ، آیت:۲، اور ایک جگہ و یـز کیـکـم ہے سورۃ البقرہ، آیت:۱۵۱

(۲) دیکھیے سیرت سید احمد شہید حصہ اول، ص:۴۵۱

(۳) پرانے چراغ میں اس کا تذکرہ کیا ہے دیکھیے حصہ سوم، ص۲۶۴ (جدید ایڈیشن)

(۴) بہار کے وزیر اعلیٰ اس وقت لالو پرساد یادو تھے، ان کے چارہ گھپلے کے واقعات اس وقت اخبارات کی سرخیوں میں تھے۔

(۵) دیکھیے کاروانِ زندگی اول، ص:۵۰۰-۵۰۱، اس کی کچھ تفصیلات پیچھے بھی گزر چکی ہیں، دیکھیے مجلس (۲۳) ص:۲۳۷

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۸۴)

۲۰/۲/۱۴۱۸ھ مطابق ۲۶/۶/۱۹۹۷ھ

ایران کے اہلِ کمال

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے پوچھا: آپ نے ایران کے سفر میں وہاں کے لوگوں سے ایک سوال کیا تھا کہ ایران میں اب ایسے باکمال کیوں نہیں پیدا ہوتے، جس طرح پہلے ہوتے تھے، تو اس کا کوئی معقول جواب ملا تھا؟

حضرت نے فرمایا: کوئی جواب نہیں ملا تھا، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر فن کے ماہر اور باکمال ایران میں پیدا ہوئے، نحو میں دیکھیے تو سیبویہ (۱) زمخشری، فلسفہ میں ابن سینا (۲)، فارابی (۳)، اور ان سب سے بڑھ کر امام غزالی (۴)، ادب میں ابوبکر خوارزمی (۵)، ابواسحاق الصابی (۶) اور ابن المقفع (۷) بھی، جس نے ''کلیلہ ودمنہ'' جیسی کتاب لکھی، جس کی زبان وادب میں کوئی تکلف نہیں۔

فلسفۂ ادب کا ایک نکتہ اور ''کلیلہ ودمنہ'' کی اہمیت

ہم ایک فلسفۂ ادب کی بات بتاتے ہیں: ایک زبان کا آدمی دوسری زبان سیکھتا ہے تو اس میں تکلف پیدا ہوتا ہے، اس کی دو وجوہات ہیں: ایک یہ کہ اس کو اس زبان پر پوری قدرت نہیں ہوتی، دوسرے یہ کہ وہ اپنی براعت اور مہارت اور قابلیت دکھانا چاہتا ہے، لیکن ''کلیلہ دمنہ'' اس سے مستثنیٰ ہے، یہ ابن المقفع ہی کا کمال ہے کہ اس نے روزمرہ کی زبان میں اس کا ترجمہ کیا، بالکل تکلف سے پاک ہے، عربی سکھانے کے لیے اس سے بہتر کتاب مشکل سے ملے گی، یہ ابن المقفع بھی ایرانی ہے۔

ہم امام غزالی کی قبر پر بھی گئے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

درسِ نظامی پر ایران کے اثرات

یہ درس نظامی بھی وہیں سے آیا، اس کی بنیاد ایران ہی میں رکھی گئی (۸)۔ وہاں فلسفہ اور منطق کا بڑا زور تھا، اس کے ماہرین وہاں سے ہندوستان آئے اور کتابیں بھی ساتھ لائے، ان کے اثر سے یہاں بھی فلسفہ و منطق کا بڑا زور ہوا، یہاں بھی اس طرح کی کتابیں لکھی گئیں، یہاں کی لکھی ہوئی بعض کتابیں ایران میں بھی پڑھائی جاتی ہیں۔

اکبری فتنہ اور ایران

اسی طرح وہاں سے فتنے بھی اٹھے، دین الٰہی کا جال وہیں بُنا گیا، وہاں سے کچھ لوگ اکبر کے دربار میں پہنچے اور اس کو یہ پٹی پڑھائی کہ ہم نے تمام مذاہب کا مطالعہ کیا ہے، اس مطالعے سے ہمیں معلوم ہوا کہ ہر مذہب الفی ہوتا ہے یعنی اس کی عمر ہزار سال ہوتی ہے، اسلام کے اب ہزار سال پورے ہونے کو ہیں، اب آپ کا وقت ہے، آپ اپنا مذہب تیار کیجیے اور اس کی دعوت دیجیے، اکبر چوں کہ امی محض تھا، اس لیے اس نے یہ تمام باتیں صحیح سمجھیں، چناں چہ اس نے تمام مذاہب کے بڑے لوگوں کو اپنے دربار میں جمع کیا، اس میں ہندو بھی تھے، مسلمان بھی اور عیسائی بھی تھے، اور ان تمام لوگوں کے سامنے یہ بات رکھی، اور ہر مذہب کے ذمہ داروں سے مل کر ان سے کچھ کچھ چیزیں لیں اور ایک نیا مذہب پیش کیا، اسی فتنے کے مقابلے کے لیے حضرت مجدد الف ثانی اٹھ کھڑے ہوئے۔

اکبر کے جانشینوں کی بتدریج دین داری

اس کا اثر یہ ہوا اکبر کے بعد جو بادشاہ ہوا جہانگیر، وہ اس سے بہتر تھا، وہ مسلمان رہا، اس کے بعد شاہ جہاں آیا، وہ مذہبی شخص تھا، تخت طاؤس پر بیٹھ کر وہ سجدے میں گر پڑا اور کہا کہ فرعون کتنا بدبخت تھا کہ اس نے تخت پر بیٹھ کر خدائی کا دعویٰ کیا (۹)، اس کے بعد اورنگ زیب آیا، اس کا تو پوچھنا ہی کیا! علی طنطاوی ان کو سادس الخلفاء الراشدین کہتے ہیں، اس نے ایک شخص

www.abulhasanalinadwi.org

سے ایک مرتبہ کہا کہ آج کھانا ہمارے ساتھ کھانا، پھر وہ واقعہ سنایا جو پہلے گزر چکا ہے(۱۰)۔

پھر انتقال کے وقت کی ہوئی اورنگ زیب کی وصیت کا ذکر کیا، اس کا ذکر بھی پہلے ہو چکا ہے(۱۱)۔

حضرت خواجہ محمد معصوم اورنگ زیب کو جب وہ بادشاہ نہیں بنا تھا، شہزادہ تھا، خطوط لکھتے، تو شہزادۂ دین پناہ سے ان کو مخاطب کرتے تھے، اس کا اورنگ زیب کی ذات پر گہرا اثر پڑا ہوگا کہ ایک بہت بڑے بزرگ ہم کو دین پناہ کہتے ہیں تو ضرور ہم کو دین پناہی کرنی چاہیے۔

اسی طرح بہائیت کا فتنہ بھی ایران ہی سے اٹھا۔

ایران میں روحانیت نہیں

بات زبان پر آئی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ جب تک ہمارا قیام ایران میں رہا، نمازوں میں کوئی لطف نہیں آیا، اور روحانیت میں کوئی ترقی محسوس نہیں ہوئی، جیسے ہی ہم نے وہاں سے پرواز کی تو جہاز ہی پر ایسا لگا کہ روحانیت کا کوئی جھونکا آیا ہے، یہ سب اثر ہے شیعیت اور تبرا بازی کا، لیکن اس میں شک نہیں کہ وہاں کے لوگ اب بھی بڑے ذہین ہوتے ہیں۔

پھر ہندوستان کا ذکر آنے پر اقبال کا یہ شعر پڑھا(۱۲):

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی (۱۳)

اقبال کے کلام کی جان ان کے فارسی کلام میں ہے

اقبال کے کلام کی جان دراصل ان کے فارسی کلام میں ہے، اسرار خودی، رموز بے خودی، زبور عجم، پس چہ باید کرد (۱۴)۔

اقبال کا مقام اور ان کو ایران میں متعارف کرانے کی ضرورت

لیکن ایران میں اس کو وہ شہرت اور مقبولیت حاصل نہیں ہوئی، اس میں قصور

www.abulhasanalinadwi.org

پاکستانیوں کا ہے، ہم نے ایران کے زمانۂ قیام میں کسی کو ان کا نہ نام لیتے دیکھا اور نہ کسی جلسے میں ان کی نظم سنی، جب کہ ہمارے یہاں عام طور پر جلسوں میں ان کی اردو نظمیں پڑھی جاتی ہیں۔

اقبال، سید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود کو تعلیمی امور پر غور کرنے کے لیے شاہ افغانستان کی طرف سے دعوت

اقبال ایران گئے بھی نہیں، وہ افغانستان گئے تھے، جب شاہ افغانستان نادر شاہ (۱۵) نے تعلیمی امور پر غور کرنے کے لیے ہندوستان سے تین فضلاء کو منتخب کر کے بلایا تھا (۱۶): اقبال، سر راس مسعود (۱۷) اور مولانا سید سلیمان ندوی۔ اور یہ بہت صحیح انتخاب تھا، نادر شاہ نے سید صاحب کو جو تحفہ دیا تھا، وہ انھوں نے ہمارے بھائی صاحب کو دے دیا۔

شاعری کی تاریخ میں اقبال کی مثال نہیں

جب صرف بانگ درا شائع ہوئی تو ہم اقبال سے اتنے متاثر نہیں ہوئے تھے، بال جبریل جب بازار میں آئی تو کسی نے ہمیں بتایا، امین آباد پارک میں ایک بک ڈپو تھا، دانش محل، وہاں سے ہم نے یہ کتاب خرید کر پڑھی تو بہت متاثر ہوئے۔

اقبال کے یہ جو شعر ہیں:

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن — جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا
مقصودِ ہنر حیاتِ سوزِ ابدی ہے — یہ ایک نفس یا دو نفس مثلِ شرر کیا
جس سے دلِ دریا متلاطم نہیں ہوتا — اے قطرۂ نیساں وہ صدف کیا، وہ گہر کیا
شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو — جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا

اور اصل شعر یہ ہے:

بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں — جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا (۱۸)

پوری شاعری کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں، نہ عربی میں نہ فارسی میں، نہ اردو میں۔ ہم نے مدینے میں بھی اس کو پڑھ کر سنایا اور اس کا ترجمہ کیا، پاکستان والوں کو چاہیے کہ

www.abulhasanalinadwi.org

اقبال کے فارسی کلام پر بھی توجہ دیں، اس کو ایران میں عام کریں اور اس کی اہمیت بتائیں۔

اقبال کا عالم عربی میں تعارف

اللہ نے ہم سے کام لیا کہ ہم نے اقبال کا تعارف عالم عربی میں کرایا، ورنہ کوئی ان کو نہیں جانتا تھا۔ ہم نے دارالعلوم قاہرہ میں اور یہ دارالعلوم فکر صحیح اور دینی پختگی میں جامعۃ القاہرہ سے ممتاز تھا، شیخ حسن البنا اور سید قطب نے یہیں تعلیم پائی تھی، مضمون پڑھا: "العوامل الأساسية التي كوّنت شخصية إقبال" جو بہت غور اور دلچسپی سے سنا گیا، لوگ تعجب کرنے لگے کہ ایسی شخصیت اور ہم ان سے واقف ہی نہیں، پھر ایک مضمون جامعۃ القاہرہ میں پڑھا جو غور سے نہیں سنا گیا، ایک وجہ یہ کہ اس کے بعد ٹی وی دکھائی جانے والی تھی، پھر یہ کہ کھانے کا وقت قریب تھا، جب غور سے نہیں سنا جا رہا تھا تو منتظم نے ہمیں اشارہ کیا اور ہم نے مختصر کر کے ختم کر دیا، پھر منتظم نے ہم سے بہت معذرت کی۔

بڑے بڑے لوگ تک اقبال سے ناواقف تھے، ڈاکٹر احمد امین سے ہم نے کہا: آپ نے "زعماء الاصلاح" میں سر سید اور امیر علی (۱۹) کو تو لیا ہے جب کہ سب سے زیادہ حق دار اقبال تھے، انھوں نے کہا: ہم واقف نہیں۔

روائع اقبال اور اس کی اہمیت

پھر ہم نے "روائع اقبال" لکھی، مولوی شمس تبریز خاں (۲۰) نے اس کو اردو میں منتقل کیا، انھی کے کہنے سے ہم نے رشید احمد صدیقی (۲۱) سے مقدمہ لکھوایا، انھوں نے حق ادا کر دیا، اللہ نے انتظام فرمایا کہ ہم کو اقبال سے ملایا، ہم دو مرتبہ ان سے ملے، حالاں کہ ہم بہت چھوٹے تھے، اس وقت والد صاحب کی کتاب "گل رعنا" شائع ہو کر پھیل چکی تھی، اور بعض یونی ورسٹیوں نے نصاب میں داخل کر لیا تھا، ہماری خیریت رہی کہ اقبال نے ہم سے نہیں پوچھا کہ آپ کے والد صاحب نے ہمارا تذکرہ نہیں کیا، حالاں کہ والد صاحب نے اکبر کا تذکرہ کیا ہے، وہ اقبال سے زیادہ واقف نہیں تھے (۲۲)۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے اس پر کہا ع

اگر پدر نتواں کرد پسر تمام کند

فرمایا: نہیں، یہ بہت ضروری کام تھا، پھر طلبہ سے مخاطب ہوکر فرمایا: ''روائع اقبال'' آپ لوگوں کو پڑھنی چاہیے، زبان کے لحاظ سے بھی اور بیان کے لحاظ سے بھی، اور اقبال کا اصل کلام بھی پڑھنا چاہیے۔

حواشی مجلس (۸۴)

(۱) سیبویہ (ابو بشر عمرو بن عثمان بن قنبر): مشہور امام نحو۔ صحیح قول کے مطابق ۱۸۰ھ میں صرف ۳۲ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ سنہ وفات اور عمر میں اختلاف ہے۔ (وفیات الأعیان ۳/۴۶۳-۴۶۵)

(۲) ابن سینا: (ابو علی حسین بن عبد اللہ) مشہور فلسفی، حکیم اور طبیب، کبار حکماے اسلام میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ عرصے تک ہمدان میں منصب وزارت پر فائز رہا۔ ایک سو سے زیادہ کتابیں لکھیں، جن میں الشفاء، القانون اور اشارات سب سے مشہور ہیں۔ موخر الذکر کتاب درس نظامی میں داخل ہے۔ وفات: ۴۲۸ھ (عیون الانباء فی طبقات الاطباء، ص ۴۳۷-۴۵۹ وفیات الاعیان ۲/۱۵۷-۱۶۲، حکماے اسلام جلد اول، ص ۲۸۴-۳۲۳)

(۳) فارابی (ابو نصر محمد بن محمد): اپنے زمانے کا سب سے بڑا فلسفی، متعدد زبانوں کا ماہر۔ وفات: ۳۳۹ھ، دمشق (عیون الانباء، ص: ۶۰۳-۶۰۹، وفیات الأعیان ۵/۱۵۳-۱۵۷ وغیرہ)

(۴) امام غزالی (محمد بن محمد الغزالی) حجۃ الاسلام، فقیہ مجتہد، منطق وفلسفہ اور تصوف کے امام اور متکلم عصر تھے۔ وفات: ۵۰۵ھ (تفصیل کے لیے دیکھیے طبقات الشافعیہ للسبکی ۶/۱۹۱-۲۸۷، الغزالی از علامہ شبلی نعمانی، تاریخ دعوت وعزیمت حصہ اول ص ۱۳۰-۱۹۶)

(۵) ابو بکر خوارزمی: اپنے عہد کا نامور شاعر اور بہت بڑا انشا پرداز، جس نے اپنے رسائل سے بڑی شہرت پائی، وفات: ۳۸۷ھ (وفیات الأعیان ۴/۴۰۰-۴۰۳، وسیر أعلام النبلاء ۱۶/۵۲۶)

(۶) ابو اسحاق الصابی (ابراہیم بن ہلال) اپنے زمانے کا بہت بڑا ادیب، صابی مذہب کا پیرو تھا، کوششوں کے باوجود اسلام قبول نہیں کیا، مگر حافظ قرآن تھا اور رمضان کے روزے بھی رکھتا تھا، وفات: ۳۸۴ھ (وفیات الأعیان ۱/۵۲-۵۴، معجم الادباء ۲/۲۰-۹۴، سیر أعلام النبلاء ۶/۵۲۳-۵۲۴)

(۷) ابن المقفع (عبد اللہ بن المقفع): امام ادب، فارسی الاصل مجوسی تھا، پھر اسلام قبول کیا۔ سب سے پہلے اس نے منطق کی کتابوں کے ترجمے کی طرف توجہ دی۔ کلیلہ دمنہ اس کی سب سے مشہور کتاب ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

جو عربی ادب کا شاہ کار ہے۔اس کے علاوہ الادب الکبیر، الادب الصغیر اور رسائل وغیرہ ہیں۔۱۴۲ھ میں الحاد و زندقہ کے الزام میں قتل کیا گیا؛ اس وقت اس کی عمر صرف ۳۶/ برس کی تھی (وفیات الأعیان ۲/ ۱۵۱-۱۵۵، امراء البیان صفحہ ۸۳-۱۳۸) معاصر ادباء نے ابن المقفع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں: سلیم الجندی: عبد اللہ بن المقفع، عمر فروخ: عبد اللہ بن المقفع، خلیل مردم بك: ابن المقفع، عبد الطیف حمزہ: ابن المقفع (دیکھیے الأعلام ۴/۱۴۰)

(۸) درس نظامی کیسے وجود میں آیا، اس کی بنیاد کیا ہے اور کن مراحل سے اس کو گزرنا پڑا اور اس کی بنیادی کتابیں کیا ہیں؟ اس کی تفصیل کے لیے مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی فاضلانہ کتاب ''ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت حصہ اول دیکھیے، بعنوان ''ہندوستان اور معقولات''، ص: ۲۰۶ و بعد

(۹)

(۱۰) دیکھیے مجلس (۱۶) ص: ۱۹۲

(۱۱) دیکھیے مجلس (۱۶) ص: ۱۹۲

(۱۲) اصلاً مولانا نذر الحفیظ نے یہ شعر یاد دلایا تھا، شاید اس پس منظر کو سامنے رکھ کہ جس طرح باکمال ایران میں پیدا ہوئے، ہندوستان بھی اس سے محروم نہیں ہے، اس کی مٹی بھی بہت زرخیز ہے۔

(۱۳) بال جبریل، ص: ۱۰ (کلیات اقبال، ص: ۲۵۰)

(۱۴) اقبال کے فارسی کلام کے مجموعے، ان سب کا مجموعہ کلیات اقبال فارسی ہے۔

(۱۵) نادر شاہ (محمد نادر خاں) شاہ افغانستان، امان اللہ خاں کے زمانے میں وہ سپہ سالار تھا، امان اللہ خاں کے زمانے میں بعض سیاسی وجوہات سے انگریزوں نے ملک میں ابتری پھیلائی تو امان اللہ خاں افغانستان سے رخصت ہو کر اٹلی چلا گیا، اور وہاں سکونت اختیار کی، اس وقت سپہ سالار محمد نادر خان نے جو اس وقت فرانس میں افغانستان کا سفیر تھا، واپس آ کر حکومت اپنے ہاتھ میں لی، اور ۱۲/ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا، اس نے مختصر مدت میں ملک میں مچی ابتری ختم کرنے میں کامیابی حاصل کی، بغاوتوں کو فرو کیا، عساکر کو منظم کیا، اور علم کو فروغ دینے کی طرف خاص طور پر توجہ دی، دار الفنون کے نام سے ایک درسگاہ کی بنیاد ڈالی، اسی طرح ۱۹۳۲ء میں کابل یونیورسٹی قائم کی، نادر شاہ نے تعلیمی نظام کو اسلامی بنیاد پر منظم کرنے کی بھی کوشش کی، اور اسی مقصد کے لیے اس نے برصغیر کے مذکورہ تین ناموراہل علم کو مشورے کے لیے افغانستان بلایا تھا۔ ۸/ نومبر ۱۹۳۳ء کو ایک طالب علم نے اس کو گولی مار کر ہلاک کر دیا، ظاہر شاہ اس کا بیٹا اس کا جانشین ہوا، جو افغانستان کا آخری بادشاہ ثابت ہوا۔ (اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، ج ۲/ ص: ۱۰۰۳-۱۰۰۴، ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، ج ۳/ ص: ۱۸۹-۱۹۰)

(۱۶) یہ سفر اکتوبر ۱۹۳۳ء میں پیش آیا تھا، تفصیل کے لیے دیکھیے حیات سلیمان، ص: ۴۰۶ و بعد

(۱۷) سر راس مسعود: سرسید پوتے اور جسٹس سید محمود صاحب کے بیٹے تھے، ملک کے ماہرین تعلیم میں

www.abulhasanalinadwi.org

ان کا شمار ہوتا تھا، وہ پہلے پٹنہ میں ہیڈ ماسٹر، وہاں سے کٹک میں پروفیسر، پھر حیدرآباد میں ناظمِ تعلیمات اور اس کے بعد مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر، اور اخیر میں ریاست بھوپال میں وزیرِ تعلیم ہوگئے تھے، وفات: ۳۰/ جولائی ۱۹۳۷ء بھوپال، تدفین: علی گڑھ (یادِ رفتگاں، ص: ۱۷۸-۱۷۹، وفیاتِ مشاہیر اردو، ص: ۲۵۹-۲۶۰)

(۱۸) ضربِ کلیم، ص: ۹۹ بہ عنوان فنونِ لطیفہ (کلیاتِ اقبال، ص: ۴۸۵)

(۱۹) سید امیر علی: مشہور قانون داں اور اسلامی اسکالر، جنھوں نے یورپ میں اسلام کی بہت خدمت کی، اور اسلام سے متعلق بہت سے شبہات کا ازالہ کیا، مذھباً شیعہ تھے۔ وفات: اگست ۱۹۲۸ء (یادِ رفتگاں از سید سلیمان ندوی، اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد سوم ص: ۲۷۱-۲۷۲، تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے آپ بیتی سید امیر علی مترجم جمیل نقوی)

(۲۰) مولانا شمس تبریز خاں: دار العلوم دیوبند کے فارغ التحصیل، سابق رفیق مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ، مصنف تاریخ ندوۃ العلماء جلد دوم وغیرہ، اس وقت لکھنؤ یونیورسٹی میں شعبۂ عربی کے صدر ہیں۔

(۲۱) رشید احمد صدیقی: اردو کے معروف صاحبِ طرز ادیب بلند پایہ انشاء پرداز اور نثر نگار، منفرد طنز ومزاح نگار، سابق اردو پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، دسیوں کتابوں اور مضامین کے مصنف وتخلیق کار، ۱۹۶۳ء میں حکومت ہند نے پدم شری کے اعزاز سے نوازا، ۱۹۷۶ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری عطا کی اور اسی سال جامعہ اردو نے بھی دکتور ادب کی ڈگری سے نوازا۔ وفات: ۱۵/ جنوری ۱۹۷۷ء، علی گڑھ (نثر نگارانِ اردو (اترپردیش-۱) ص ۱۳۵-۱۳۷، بیسویں صدی کے اردو مصنفین (نصف اول) ص: ۱۶۵-۱۷۲، پرانے چراغ حصہ دوم (ص: ۱۶۹-۱۹۰) بزمِ رفتگاں حصہ دوم، ص: ۲۱۱-۲۱۶ یادِ رفتگاں، ماہر القادری، حصہ اول ۲۲۰-۲۲۴، تفصیل کے لیے دیکھیے رشید احمد صدیقی - شخصیت اور ادبی قدر و قیمت، مرتبہ پروفیسر ابو الکلام قاسمی)

(۲۲) حقیقت میں اس کی طبعی وجہ ہے، اس لیے کہ مولانا عبد الحی صاحب کا انتقال ۱۹۲۳ء میں ہوا اور علامہ اقبال کا ۱۹۳۸ء میں، تو دونوں کے سالہائے وفات میں پورے پندرہ سال کا فرق ہے، مولانا عبد الحی کی وفات تک علامہ اقبال فکر اسلامی کے پیامبر اور مغربی اقدار کے باغی اور انقلابی شاعر کی حیثیت سے معروف نہیں ہوئے تھے، ان کے مجموعوں میں صرف "بانگ درا" شائع ہوا تھا، "بال جبریل" اور "ضرب کلیم" کے مجموعے اس وقت سامنے نہیں آئے تھے، جن سے ان کی فکر معلوم ہوتی ہے اور جوان کی شخصیت کو بہت بلند مقام تک پہنچاتی ہے، اس کے برخلاف اکبر ان سے معمر تھے، ۱۹۲۱ء میں ان کا انتقال ہو چکا تھا اور اس وقت تک مغربی تہذیب پر ان کی تنقید اور ظرافت کے پردے میں ان کے چبھتے ہوئے اشعار زبان زدِ خاص وعام، اور ان کی شخصیت ملک گیر ہو چکی تھی۔

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۸۵)

۲۱/۲/۱۸ ۱۴ھ مطابق ۲۷/۶/ ۱۹۹۷ء

دینی حمیت پیدا کرنے اور معاشرے کی اصلاح کے لیے اجتماعی کوششوں کی ضرورت

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا: بالخصوص ہندوستان اور بالعموم پورے عالم اسلام کے اس وقت جو حالات ہیں ان میں کس قسم کی تیاری کی ضرورت ہے، کیا کرنا چاہیے؟

حضرت نے ارشاد فرمایا: صحیح دینی حمیت پیدا کی جائے، اپنی اصلاح کا عزم ہو اور اس کے لیے جماعتی کوششیں ہوں، معاشرے کا جو مرض ہے اس پر ہاتھ رکھنا چاہیے، معاشرے میں جو برائیاں پنپ رہی ہیں، جو بدعات، رسوم ورواج اور غلط افکار ہیں ان کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے، بلکہ صحیح تعبیر میں، ان کو نشانہ بنایا جائے۔

تمام مجددین نے اصلاحِ معاشرہ کی کوشش کی اور اپنے زمانے کے فتنوں کا مقابلہ کیا

مجددین کا یہی طریقہ تھا، معاشرے میں جو خرابیاں ہیں ان کو وہ نشانہ بناتے تھے، چاہے شیخ عبدالقادر جیلانی ہوں یا ہندوستان کے مشائخ، سب نے یہی کیا، مجدد الف ثانی کو دیکھیے، اکبر کا فتنہ جب اٹھا تو وہ اس کے مقابلے کے لیے کس طرح کمر بستہ ہو گئے!

اسی طرح حضرت سید احمد شہیدؒ کا حال بھی یہی ہے، ان کے زمانے میں کچھ معقولی علماء نے یہ بات چلائی تھی، یا فتویٰ دے دیا تھا کہ ہندوستانی مسلمانوں پر حج فرض نہیں ہے، اس لیے کہ حج کے لیے استطاعت شرط ہے مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَيۡهِ سَبِيۡلًا (۱)، یعنی وہاں آسانی سے جاسکیں، اور ہندوستان اور حجاز کے درمیان سمندر حائل ہے، اس لیے ہندوستانی مسلمانوں پر حج فرض نہیں ہے، یہ ایک زبردست فتنہ تھا، دورِ صدیقی کے مانعینِ زکاۃ کے فتنے کی طرح، اللہ نے سید صاحب کو توفیق دی، وہ اس کے مقابلے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، مولانا عبدالحی بڈھانویؒ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ سے خطوط لکھوائے کہ ہم

www.abulhasanalinadwi.org

حج کو جانے والے ہیں، جس کا جی چاہے ہمارے ساتھ چلے، سارا خرچہ ہمارے ذمے ہوگا، اگر اس کے لیے مزدوری کرنی پڑی تو ہم مزدوری کریں گے، چناں چہ سات سو اور ایک روایت کے مطابق آٹھ سو آدمی اس کے لیے تیار ہوئے اور گیارہ جہاز کرایے پر لیے گئے تھے اور اتنا بڑا قافلہ حج کے لیے روانہ ہوگیا (۲) اور یہ فتنہ اسی وقت دب گیا۔

اسی طرح نکاحِ بیوگان کو انتہائی معیوب، بلکہ صحیح نہیں سمجھا جاتا تھا، حضرت سید احمد شہیدؒ نے اس کا بھی مقابلہ کیا اور خود اپنے بھائی کی بیوہ سے نکاح کر کے عملاً اس کی مثال قائم کی اور اپنے بھتیجے یا بھانجے کی شادی بھی بیوہ سے کرائی، اور اس کی اہمیت اور ضرورت کو واضح کیا (۳)۔

اس طرح اس فکر میں بھی کمی آ گئی، آج بھی بہت سی جگہوں پر بیوہ عورتوں سے نکاح کو معیوب سمجھا جاتا ہے، لیکن وہ بات نہیں جو سید صاحب کے زمانے میں تھی۔

مجددین کا کام ختم نبوت کی ایک دلیل ہے

تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ تمام مجددین نے اپنے اپنے زمانے کے فتنوں کا مقابلہ کیا۔ ''تاریخ دعوت وعزیمت'' پر ایک نظر ڈالنے سے اس کا کچھ اندازہ ہو جائے گا، یہ بھی اللہ کا ہمارے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ ہوا کہ اس نے اس کام کی ہمیں توفیق دی، مجددین بہت ہوتے رہے ہیں، ہر زمانے میں ہوئے ہیں، لیکن کسی نے اس پر کام نہیں کیا تھا کہ جامع انداز میں تسلسل کے ساتھ مجددین کو دکھائے، اس وقت تک اس موضوع پر کئی کتابیں سامنے آجانی چاہیے تھیں، لیکن کسی کا ذہن اس طرف نہیں گیا، خاص خاص شخصیات پر بہت کام ہوا، لیکن ''تاریخ دعوت وعزیمت'' میں جس جامعیت اور تسلسل کے ساتھ یہ دکھایا گیا ہے، ایسا کسی نے نہیں کیا، محض اللہ کی توفیق ہے، اور یہ ختمِ نبوت کی ایک بہت بڑی دلیل ہے، جب جب بھی اسلام میں کوئی فتنہ اٹھا اور غلط فکر اور غلط عقیدہ جڑ پکڑنے لگا اور کوئی خلافِ اسلام رسم ظاہر ہوئی تو اس کا مقابلہ کرنے والے ہر زمانے میں پیدا ہوتے رہے، دوسرا مذہب اس کی ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتا، یہودیت میں جو خرابی

www.abulhasanalinadwi.org

آئی وہ ہمیشہ رہی، عیسائیت میں کوئی برائی داخل ہوئی وہ کبھی نہیں نکلی، مذہب کا جز بن گئی، اس کو مذہب کے خلاف کہنے والا ایک شخص پیدا نہیں ہوا، ان کے یہاں Religion Refarmer (یعنی مذہبی مصلح) کا وجود ہی نہیں۔

خدا کا غذاب اچانک آتا ہے

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے پوچھا" قرآن میں عذاب الٰہی کے ساتھ اکثر بَـغْتَةً وَّهُـمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (۴) آیا ہے، شعور نہ ہونے کا کیا مطلب! اس کی کیا تحقیق ہے؟ حضرت نے فرمایا: لَا يَشْعُرُوْنَ کا تعلق ماقبل سے ہے، کس قسم کا عذاب آئے گا! کب آئے گا! لوگوں کو بالکل معلوم نہیں ہوتا، چناں چہ ایک جگہ ہے: مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ (۵)۔

معاشرتی برائیاں عذابِ الٰہی کو دعوت دیتی ہیں

پھر فرمایا: آج ہمارے معاشرے میں ایسی برائیاں ہو رہی ہیں جو خدا کے عذاب کو لانے والی ہیں، عذاب آجائے تو کوئی بعید نہیں، وہ کبائر مسلمان کر رہے ہیں، جن کی گزشتہ قومیں مرتکب ہوئی تھیں، جن کے نتیجے میں عذاب آیا اور پوری کی پوری قوم ہلاک ہوگئی، زلزلوں کا آنا اور وباؤں کا پھیلنا بھی ایک عذاب ہے، لیکن خدا کی مہربانی کہ ایسا عذاب نہیں آرہا ہے جو گزشتہ قوموں پر آگرا، آجائے تو کوئی نہ بچے، حد یہ کہ پاکستان سے لوگ منشیات کو سعودیہ لے جارہے ہیں، سعودیہ جہاں سے ہمیں ہدایت کی روشنی ملی، آج ہم وہاں حرام چیز کو لے جائیں، کتنوں کا سر قلم کیا جاچکا ہے اور کتنے اس جرم میں جیلوں میں بند ہیں!

مولوی خالد غازی پوری (۶) سنا رہے تھے کہ جہیز میں ٹی وی نہ لانے کی وجہ سے ایک مسلمان نے اپنی نو بیاہتا کو رسیوں میں باندھ کر زندہ جلا ڈالا، اور اس قسم کے واقعات روز اخبارات میں آتے ہیں۔

ظاہری دین داری کے باوجود معاشرہ کے رسوم کی اصلاح پر توجہ نہیں دی جاتی

آج بہت تقریریں ہوتی ہیں اور جگہ جگہ وعظ ہوتے ہیں، لیکن وہی ایک ڈھنگ،

معاشرے کا جو مرض ہے، اس پر کوئی زور نہیں دیتا، تبلیغی جماعت بہت کام کر رہی ہے، کثیر تعداد میں لوگوں کو اللہ کے راستے میں نکال رہی ہے، لیکن وہ بھی اس پر توجہ نہیں دیتی (۷)۔

زوالِ اندلس کا ایک بڑا سبب

مولانا وحید احمد ندوی نے سوال کیا: اندلس کے مسلمانوں پر جو تباہی آئی، ویسا کہیں نہیں ہوا، اس کے کیا خاص اسباب ہیں؟

حضرت نے فرمایا: اس پر ابھی تک محقق کام نہیں ہوا (۸)، اندلس پر بہت سی کتابیں ہیں: استاد کرد علی کی بھی کتاب ہے غابر الأندلس و حاضرها، ایک بہت بڑا سبب آپس کی نااتفاقی، اور عدنانیوں اور قحطانیوں میں منافست ہے، یہ منافست آخری حد کو پہنچ گئی تھی، یہ بھی خیال پیدا ہو گیا تھا کہ یمنی قحطانیوں کی حکومت ہو یا حجازی عدنانیوں کی حکومت ہو، اس کے علاوہ اور دوسرے اسباب ہیں، اس پر تحقیق کے ساتھ مستقل کام کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا کا سفرِ اندلس، اور اندلس میں روحانیت کا ذکر

ہم اندلس گئے ہیں (۱۰)، ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک سفر کیا ہے۔ طلیطلہ (جس کو آج Tolato کہتے ہیں) جو یورپ کی سرحد سے ملا ہوا ہے، غرناطہ تک جس کی سرحد مراکش سے ملی ہوئی ہے، طلیطلہ سے غرناطہ تک ہم نے دیکھا ہے، اشبیلیہ، مالقہ، قرطبہ، سب کو دیکھا ہے، قرطبہ کی جامع مسجد میں نماز بھی پڑھی ہے، ویسے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے، علامہ اقبال نے بھی وہاں نماز پڑھی تھی، مسجد کے اندر چھ گرجے بنے ہوئے ہیں، بعض لوگوں نے بتایا کہ مسجد کے اندر سے قرآن شریف کی تلاوت کی آواز آتی ہے اور ایسا بھی ہوا کہ کبھی اذان کی آواز آئی (جب کہ اس پر پابندی ہے) اور آذان دینے والا کوئی نظر نہیں آتا، آج بھی وہاں روحانیت محسوس ہوتی ہے۔

گائیڈ کا طرزِ عمل اور ہندستان سے اس کا موازنہ

میدرڈ سے طلیطلہ جانے کے لیے ہم ٹورسٹ بس پر سوار ہوئے، بس پر سوار

www.abulhasanalinadwi.org

ہوتے ہی اعلان کیا گیا کہ فرنچ سمجھنے والے اس طرف بیٹھیں اور انگریزی سمجھنے والے اس طرف، ہم انگریزی سمجھنے والوں میں بیٹھ گئے، ہمارا گارڈ تاریخی مقامات دکھاتے جاتا تھا، وہ جگہ جگہ پر کہتا تھا When we Expeled the Arabs یعنی جب ہم نے عربوں کو جلاوطن کیا، پھر آگے کہتا تھا یعنی جب ہم نے عربوں کو نکال باہر کیا تو اس عمارت کو اس طرح کیا، یہاں یہ بنایا، جب اس نے دو تین دفعہ کہا تو ہم سے برداشت نہیں ہوا(۱۱)، ہم نے اس سے کہا: دیکھو بھائی! ہم عرب بھی ہیں، مسلمان بھی ہیں، اب اس طرح نہ کہیے، اس نے لحاظ کیا، پھر اس نے Banish (جلاوطن) کا لفظ استعمال نہیں کیا، اگر کوئی ہندو ہوتا تو ضرور کہتا۔

موجودہ اندلس میں حضرت نے سب سے پہلا جمعہ قائم کیا

غرناطہ میں جمعہ پڑ گیا، وہاں کہیں جمعہ نہیں ہوتا تھا، کچھ عرب طلبہ وہاں پڑھتے تھے، ہم نے ان کو جمع کیا اور خطبہ دیا اور جمعے کی نماز پڑھائی اور ان سے کہا: اسی طرح آپ ہر جمعے کو جمع ہو کر جمعے کی نماز پڑھیں، آج تک الحمدللہ یہ سلسلہ باقی ہے(۱۲)۔

اندلس کے حالات کے پیش نظر ایک شعر میں لطیف ترمیم

ہمارے اس سفر کا انتظام شیخ سعید رمضان (۱۳) نے کیا تھا، ہمارے ساتھ ڈاکٹر اشتیاق صاحب قریشی (۱۴) تھے، دونوں کے ٹکٹ وغیرہ کا نظم انھوں نے ہی کیا تھا اور یہ کہہ کر کیا تھا کہ ہم اس سفر کی روئداد لکھیں، لیکن اتفاق دیکھیے یہی ایک سفر ہے جس کے بارے میں ہم نے نہیں لکھا، البتہ ایک مضمون لکھا تھا، جو اس زمانے میں المسلمون میں شائع ہوا تھا(۱۵)، اس میں ہم نے دو شعر لکھے تھے:

لمن الديار ببرقة الروحان إذ لا نبيع زماننا بزمان
صدع الليالي إذ رمين دياره صدع الزجاجة مالذلك تداني (۱۶)

یہ شعر اصلاً اس طرح ہے:

صدع الغواني إذ رمين فؤاده   صدع الزجاجة مالذٰلك تداني

یعنی محبوبہ نے جب اس کے دل پر حملہ کیا تو اس کو شیشے کی طرح چکنا چور کر دیا، اب وہ جڑ نہیں سکتا۔

یہ غزل کا شعر تھا، ہم نے اس کو بدل کر تاریخی شعر کر دیا:

صدع الليالي إذ رمين دياره   صدع الزجاجة مالذٰلك تداني (۱۷)

اندلس میں دعوتی کام کی شدید ضرورت ہے

پھر فرمایا: دعوت کا کام آج بہت ہو رہا ہے، مختلف جماعتیں ادارے اور تنظیمیں ہیں، لیکن اندلس میں کام کی کسی کو فکر نہیں، جماعتیں ہر جگہ جاتی ہیں، لیکن وہاں نہیں جاتیں، حالاں کہ اندلس میں دعوتی کام کی بہت ضرورت ہے، خالص عرب ہیں، ان کی رگوں میں عربی خون ہے، ان کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے۔

ندوۃ العلماء میں سید صاحب کی مجالس کا ذکر

مجلس کے اختتام پر فرمایا: کچھ مدت سے عشاء کے بعد جمع ہونے کا یہ سلسلہ شروع ہوا ہے، اب زیادہ دن نہیں رہے گا، پہلے بھی اس کی افادیت تھی اور ضرورت بھی تھی، علامہ سید سلیمان ندوی یہاں آتے تھے تو پانچ دس اساتذہ ان کے پاس بیٹھ جاتے تھے، طلبہ نہیں آتے تھے، ان سے استفادہ نہیں کرتے تھے، سید صاحب کو بھی اس کا احساس تھا، ہم سے ایک دفعہ پوچھا: طلبہ ہمارے پاس کیوں نہیں آتے، ہم نے کہا: آپ امتحان بہت لیتے ہیں، کہا: اچھا، تو ان سے کہو، آیا کریں، اب امتحان نہیں لیں گے، مگر سید صاحب کو خیال نہیں رہا، پھر امتحان لیا (۱۸)۔ وہ خالص اول سے آخر تک علمی آدمی تھے، وہ اکثر صرف ونحو کی بات پوچھ لیتے تھے، وہ پہلے علمی شخص تھے، پھر کچھ اور تھے، فخرِ ندوہ ہی نہیں، فخرِ ایشیا، فخرِ عالمِ اسلامی علامہ سید سلیمان ندوی!۔

حواشی مجلس (۸۵)

(۱) سورۂ آل عمران، آیت: ۹۷

(۲) فریضۂ حج کی منسوخی کے فتنے کے لیے دیکھیے سیرت سید احمد شہید جلد اول، نواں باب، پھر حج کی تیاری، روانگی اور دیگر تفصیلات کے لیے دیکھیے اس کے بعد کے ابواب۔

(۳) دیکھیے سیرت سید احمد شہید، جلد اول، ص: ۲۳۹-۲۴۸

(۴) یعنی مذہبی مصلح

(۵) سورہ الأعراف، آیت: ۹۵، سورہ یوسف، آیت: ۱۰۷، سورۃ الشعراء، آیت: ۲۰۲، سورۃ العنکبوت، آیت: ۵۳، سورۃ الزخرف، آیت: ۶۶

(۶) بلکہ تین جگہ آیا ہے: سورۃ النحل، آیت: ۲۶، سورۃ النحل، آیت: ۴۵، سورۃ الزمر، آیت: ۲۵

(۷) مولانا خالد غازیپوری ندوی: بہترین خطیب، استاد حدیث ونگران اعلیٰ دار العلوم ندوۃ العلماء، وصدر جمعیۃ المعارف الإسلامیہ

(۸) یہ بات بہت سے لوگوں کے سمجھ میں نہیں آئے گی اور وہ اس کو خلافِ واقعہ سمجھیں گے، لیکن یہ بالکل حقیقت ہے، بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں، جو پورے تبلیغی اور دعوتی کام میں ڈھلے ہوتے ہیں، امت کی اصلاح اور ہدایت کی فکر ان کو ہر وقت بے چین کیے رہتی ہے، اس کے لیے بڑی بڑی قربانیاں ان کے لیے آسان ہوتی ہیں، ان میں درد ہوتا ہے اور دعوت کا ایسا غلبہ ہوتا ہے جو اکثر علماء میں بھی نہیں ہوتا اور علماء ان کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، لیکن معاشرے کے رسم ورواج کے وہ پورے پابند ہوتے ہیں، اس کو کسی طرح چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور نہ اپنے عمل کو خلاف دین سمجھتے ہیں، ہم نے ایسے بعض افراد کو دیکھا ہے اور ہر جگہ ایسے لوگ ہوں گے، اس لیے اس جانب توجہ کی بہت ضرورت ہے۔

(۹) سعودی عالم شیخ ناصر العمر کی ایک چھوٹی سے بڑی اچھی کتاب آئی ہے: أسباب سقوط الأندلس، اس میں انھوں نے زوال اندلس کے اسباب کا تجزیہ کرنے کی اچھی کوشش کی ہے، اسی طرح ڈاکٹر عبدالحلیم عویس نے بھی اپنی کتاب دراسة لسقوط ثلاثين دولة إسلامية میں اس سے بحث کی ہے، دیکھیے، صفحہ: ۱۰-۱۱، صفحہ: ۱۹-۵۳

(۱۰) اندلس سمیت یورپ کا یہ پہلا سفر ستمبر-نومبر ۱۹۶۳ء میں پیش آیا تھا، اس کی کچھ تفصیل اور مختصر تاثرات کاروان زندگی میں ملاحظہ ہوں (حصہ اول، ص: ۴۸۷-۴۹۵)

(۱۱) اس کا کچھ ذکر کاروان زندگی میں بھی کیا ہے (حصہ اول، ص: ۴۹۰)

(۱۲) چند سال قبل کویت سے ایک کتاب شائع ہوئی تھی: "الصحوة الإسلامية في الأندلس" اس

www.abulhasanalinadwi.org

میں اس کا اعتراف کیا گیا ہے کہ شیخ ابوالحسن علی ندوی نے سب سے پہلے یہاں جمعہ قائم کیا تھا، وہ آج تک باقی ہے، یہ کتاب ہم نے حضرت کے پاس ہی دیکھی تھی۔

(۱۳) شیخ سعید رمضان: مصر سے تعلق رکھنے والے سحر انگیز خطیب اور عظیم داعی، شیخ حسن البنا الشہید کے داماد اور ان کے تربیت یافتہ و معتمد، الاخوان المسلمون کے رکن رکین اور ترجمان، وہ کامیاب وکیل اور بیرسٹر بھی تھے، برلن سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی حاصل کی تھی، حالات کے پیش نظر مصر میں قیام دشوار ہونے کے بعد کچھ عرصہ دمشق میں قیام کر کے مستقل جنیوا میں مقیم ہو گئے تھے، جہاں انھوں نے اسلام کے تعارف و ترجمانی کے لیے ایک دعوتی مرکز (Islamic Center) قائم کیا۔ اس سے قبل قاہرہ سے ایک موقر دینی و دعوتی رسالہ ''المسلمون'' نکالا، جو بعد میں دمشق اور ان کے جینوا منتقل ہو جانے کے بعد کچھ عرصہ وہاں سے بھی نکلتا رہا، وفات: ۴/ اگست ۱۹۹۵ء، جنیوا، تدفین: قاہرہ (پرانے چراغ حصہ سوم، ص: ۵۹-۶۵، جدید ایڈیشن، ذیل الأعلام: ص: ۹۲-۹۳، من أعلام الدعوة والحركة الإسلامية المعاصرة، ص: ۳۴۵-۳۵۴)

(۱۴) ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی: لکھنؤ کے مشہور ہومیو پیتھک ڈاکٹر، سماجی و تعلیمی میدان کی سرگرم شخصیت اور بہترین خطیب، جنرل سکریٹری دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش، و بانی جامعہ نسواں دوبگا روڈ لکھنؤ، وفات: ۲۶/ اگست ۲۰۰۳ء، لکھنؤ (تعمیر حیات، ۱۰/ ستمبر ۲۰۰۳ء کے شمارے میں ڈاکٹر صاحب پر متعدد مضامین ہیں، نیز دیکھیے شمارہ ۲۵/ ستمبر ۲۰۰۳ء، مولانا محمد رابع صاحب کا مضمون۔

(۱۵) المسلمون، شعبان ۱۳۸۳ھ/ جنوری ۱۹۶۴ء میں ''درس من الأندلس'' کے عنوان سے یہ مضمون شائع ہوا تھا۔

(۱۶) یہ شعر مشہور عربی شاعر جریر کے ہیں، مگر اس کے دیوان میں دوسرا شعر اس طرح ہے:

صدع الظغائن يوم بِنّ فؤاده　　صدع الزجاجة ما لذلك تدانی

(دیوان جریر، ص ٤٦٨ - ٤٦٩، دار صادر)

البتہ صاحب الاغانی نے ویسے ہی نقل کیا ہے جیسے حضرت مولانا نے لکھا ہے۔

(دیکھیے الأغانی، ج ۵/ ص: ۲۰۱ و ج ۱۱/ ص: ۶۲)

(۱۷) یعنی زمانے کے حوادث نے جب اندلس کو اپنی گرفت میں لے لیا تو اس کو شیشے کی طرح چور چور کر دیا کہ جڑنے کی کوئی امید نہیں۔

(۱۸) دیکھیے پرانے چراغ اول، ص: ۲۳-۲۴

مجلس (۸۶)

۲۲/۲/۱۴۱۸ھ مطابق ۲۸/۶/۱۹۹۷ء

ہندوستانی مسلمانوں میں جذبا بیت کا سبب

ہندوستانی مسلمانوں میں جذباتیت بہت زیادہ کیوں ہے؟ اس سوال کے جواب میں حضرت نے فرمایا: اس کی وجہ تحریکات کی کثرت ہے، کسی ملک میں اتنی تحریکات نہیں اٹھیں جتنی ہندوستان میں، اور تحریک میں قوت پیدا کرنے کے لیے لوگوں کے جذبات کو بھڑکانے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ کام لیا جاتا ہے خطابت سے، ہمیشہ خطابت کو اسی لیے استعمال کیا گیا ہے۔ ہندوستان میں ایسے مقررین ہوئے ہیں کہ بہت کم ملکوں میں ویسے مقررین ہوئے ہوں گے، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، (ہم نے ان کی تقریر سنی ہے یہ ہمارے پیر بھائی تھے، مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری کے مرید تھے) مولانا ظفر علی خاں، مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام آزاد، اپنے خاص معیار سے، مولانا آزاد ثقاہت میں سب سے بڑھے ہوئے تھے، نواب بہادر یار جنگ (۱) بھی چوٹی کے مقررین میں تھے، بسا اوقات ایک جلسے میں اتنے مقررین جمع ہوجاتے تھے کہ سب کو موقع دینا مشکل ہوجاتا تھا، جوشیلی تقریروں میں آدمی اعتدال پر قائم نہیں رہتا۔ بس واہ واہ ہوتی ہے اور تالیاں پیٹی جاتی ہیں۔

ہندوستانی مسلمانوں میں انگریزوں سے نفرت کرنے کی وجہ

مولانا نذرالحفیظ صاحب نے پوچھا: ہندوستان میں انگریزوں سے جو نفرت کی گئی کسی عرب ملک میں ایسی نفرت کا اظہار نہیں کیا گیا، اس کا سبب کیا ہے؟

فرمایا: اس میں ہمارے علماء کا دخل ہے، اس بات پر علماء اور سیاسی رہنماؤں میں اتفاق تھا۔

اعتدال کیوں مشکل ہے؟

مولانا نذرالحفیظ صاحب نے عرض کیا: حضرت نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ

www.abulhasanalinadwi.org

اعتدال سب سے مشکل چیز ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟

فرمایا: اعتدال میں اپنے نفس پر قابو رکھنا پڑتا ہے اور جذبات کی قربانی کرنی ہوتی ہے، افراط اور تفریط میں نفس کو لذت ملتی ہے، اور اکثر تحریف ہوتی ہے۔

اللہ کو اپنی مخلوق پر کتنا پیار ہے

مولانا نذر الحفیظ نے کہا اعتدال ہمیشہ حضرت کی خصوصیت رہی ہے، جمشید پور اور راوڑ کیلا کے فساد کے بعد حضرت نے جو تقریر فرمائی تھی، اس میں بھی بڑا اعتدال تھا۔

حضرت نے فرمایا: اس کو سوائے خدا کی توفیق کے اور کیا کہا جا سکتا ہے! ہمیشہ اس نے ہمیں افراط اور تفریط سے محفوظ رکھا، ہم نے وہاں کے فساد کے بعد جلسے میں یہ تقریر کی تھی، اس کی صدارت کوئی ہندو کر رہا تھا، جو ایک کمپنی کا منیجر تھا، ہم نے کہا: اگر کوئی ہماری بنائی ہوئی چیز کو بگاڑ دے تو ہم آپے سے باہر ہو جائیں گے، اگر کوئی منیجر صاحب کی کمپنی کا کوئی برتن توڑ دے تو ان کو غصہ آجائے گا تو کیا وہ خدا جس نے انسانوں کو پیدا کیا اور تمام مخلوقات میں سب سے مکرم اور مشرف بنایا، اگر ہم اس انسان کو ختم کریں، اس کی گردن ماریں اور اس کو ذبح کریں تو اس کو غصہ نہیں آئے گا اور وہ جوش میں نہیں آئے گا؟

جذباتیت سے استدلال کمزور پڑ جاتا ہے

ہم نے جب قادیانیت پر کتاب لکھی تو اس میں جذباتیت والا طریقہ اختیار نہیں کیا، بلکہ سنجیدہ طرز اپنایا، مولانا امین احسن اصلاحی (۲) (وہ ایک پرچہ نکالتے تھے) نے لکھا کہ مولانا کو جہاں غصہ آنا چاہیے تھا وہاں بھی غصہ نہیں آتا، فرمایا: دراصل جذباتیت اور غصہ سے اہمیت کم ہو جاتی ہے اور استدلال کمزور پڑ جاتا ہے۔

حضرت علیؓ کا خلفائے ثلاثہ کے ساتھ مخلصانہ برتاؤ

فرمایا: ہماری کتاب ''المرتضی'' اس لحاظ سے بہت اہمیت رکھتی ہے کہ ایک سنی کے قلم سے پہلی دفعہ اس طرز پر لکھی گئی، حضرت علی کا خلفائے ثلاثہ سے جو تعلق تھا، اس سلسلے

میں ہم نے جو شواہد پیش کیے ہیں جن کو سوائے اخلاص کے کچھ کہا نہیں جا سکتا، حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں جب ارتداد پھیلا اور منعِ زکاۃ کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا تو حضرت ابوبکرؓ نے اس وقت ایسی ایمانی قوت کا ثبوت دیا تھا جس کی مثال نہیں، أیُنقص الدِّین و أنا حي (۳) (کیا میرے جیتے جی دین میں کوئی کمی آسکتی ہے) حضرت ابوبکرؓ نے ایسے لوگوں سے قتال کے لیے خود نکلنے کا ارادہ کیا تو حضرت علیؓ نے ان کی رکاب تھام لی کہ ہم آپ کو جانے نہیں دیں گے، اگر خدانخواستہ کچھ ہو گیا تو پھر اسلام کا شیرازہ کبھی مجتمع نہیں ہو سکے گا، اس کو اخلاص کے سوا اور کیا کہا جائے، اگر حضرت علیؓ کے دل میں معاذ اللہ کوئی کھوٹ ہوتا اور وہ حضرت ابوبکرؓ کو غاصب سمجھتے اور اپنے کو خلافت کا حق دار سمجھتے تو کم از کم حضرت ابوبکرؓ کو جانے دیتے کہ شہادت ہو جائے تو اچھا ہے ہم کو خلافت مل جائے گی۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب مسجد اقصیٰ کا معاملہ پیش آیا تو یہودیوں نے کہا کہ ہم اس کی چابی خلیفہ کے حوالے کر سکتے ہیں۔

اس وقت حضرت عمرؓ نے صحابہ سے مشورہ کیا، بہت سے صحابہ حضرت عمر کا مدینے سے نکلنا مناسب نہیں سمجھتے تھے، لیکن حضرت علیؓ نے اسی وقت کہا کہ یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے، آپ کو ضرور جانا چاہیے۔

اسی طرح جب بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کو گھیر لیا اور ان کی جان کے درپے ہو گئے اور ان پر کھانا پانی بند کر دیا تو اس وقت حضرت علیؓ ہی ہیں جنھوں نے اپنے صاحبزادے حضرت حسنؓ کو حضرت عثمانؓ کے گھر پہرے پر مقرر کیا کہ ان کو کھانا پہنچائیں اور بلوائیوں کو گھسنے نہ دیں، تصور کیجیے یہ کتنا نازک موقع تھا اور کتنی سخت صورتحال تھی!

حضرت حسنؓ اکیلے اس مجمع کو کیسے روک سکتے تھے! مگر حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے بچاؤ کے لیے اپنے فرزند کی جان کو خطرے میں ڈال دیا، یہ سب ایسے شواہد ہیں جن میں سوائے اخلاص اور خیر خواہی کے اور کوئی چیز نظر نہیں آتی، یہ سب تاریخ کے صفحات میں بکھرے ہوئے ہیں، آدمی زمین کھود کر نہیں نکالتا، تاریخ کے اوراق ہی سے پیش کرتا ہے!

خلفائے اربعہ پر چار اہم کتابیں

تو حضرت ابوبکرؓ کی سیرت پر مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی کی کتاب ''سیرت الصدیق'' بہت جامع اور موثر ہے، حضرت عمرؓ پر علامہ شبلی کی ''الفاروق'' کا کیا کہنا! اور حضرت عثمانؓ کی سیرت پر مولانا سعید احمد اکبرابادی کی ''عثمان ذی النورین'' ایک اچھی کتاب ہے، ان کی خواہش تھی کہ یہ مجلس تحقیقات سے شائع ہو جائے، انھوں نے اس کا مسودہ ہم کو بھیجا، مگر اس میں ہم نے کچھ چیزیں ایسی محسوس کیں جو ہمیں مناسب نہیں معلوم ہوئیں، اس لیے ہم نے ان سے معذرت کردی، اور حضرت علیؓ کی سیرت پر ہماری کتاب ''المرتضیٰ''، خلفائے اربعہ کی سیرت پر یہ کتابیں گویا پورے کتب خانے کا حاصل ہیں۔

ردِّ شیعیت میں بہترین کتابیں

شیعیت کی تردید میں دو کتابیں سب سے بہتر ہیں، اعتدال اور استدلال دونوں لحاظ سے، ایک شاہ ولی اللہ کی ''ازالۃ الخفاء'' (۴) اور دوسری شاہ عبدالعزیز کی ''تحفۂ اثنا عشریہ''۔

ہم نے اپنی کتاب ''دو متضاد تصویریں'' میں فیصلہ قاری پر چھوڑ دیا ہے، ایسے حقائق پیش کیے ہیں کہ آدمی خود سمجھ جائے کہ حق کیا ہے؟

صحابہ کرامؓ کے بارے میں شیعوں کے عقیدے کی بے حقیقتی

شیعہ جو کہتے ہیں صحابہ نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایمان سے پھر گئے تھے اور مرتد ہو گئے تھے، اس کی حقیقت کو سمجھانے کے لیے یہاں لکھنؤ میں ایک تقریر میں ہم نے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ عالم علی اور اصغر علی (۵) پہلے بڑھیا عطر تیار کرتے تھے، اب ان کے یہاں اچھا عطر نہیں ملتا تو وہ ازالۂ حیثیتِ عُرفی کا مقدمہ دائر کریں گے، یا اگر کوئی کہے کہ احمد حسین اور محمد حسین (۶) کا تمباکو پہلے اچھا ہوتا تھا اب بیکار ہوتا ہے تو وہ مقدمہ دائر کریں گے۔ اسی طرح اگر کوئی ندوے کے متعلق کہے کہ ندوے نے پہلے مولانا سید سلیمان ندوی کو

www.abulhasanalinadwi.org

پیدا کیا، اب کسی کو پیدا نہیں کر رہا ہے تو ہم اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں، تو صحابہ کے متعلق یہ کیسے سمجھا جائے کہ وہ اپنے ہادی اور رہنما کے بعد ایمان سے پھر گئے!

شیعوں کے اس عقیدے کی سنگینی

اس سے چوٹ براہِ راست نبی کی ذات پر پڑتی ہے کہ وہ صحابہ کی ایسی تربیت نہیں کر سکے کہ آپ کے بعد بھی وہ دین پر قائم رہ سکیں، اللہ نے ایک بات ذہن میں ڈالی، ہم نے کہا: کوئی شخص کسی چیز کے متعلق دعویٰ کرتا ہے تو پورے یقین کے ساتھ کہ یہ ایسا ہے، تو وہ اللہ جو عالم الغیب والشہادہ ہے وہ کہہ رہا ہے: اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجاً (۷)، تو کوئی کیسے کہہ سکتا ہے کہ وہ سب دین سے نکل گئے، وہ اللہ کو جھوٹا قرار دے رہا ہے، اللہ نے یخرجون من دین اللّٰہ نہیں کہا، بلکہ یدخلون کہا!

سوچو اگر خدانخواستہ ہم یہ مانیں: صحابہ دین سے نکل گئے تو ہم اسلام کی دعوت کیسے دے سکتے ہیں؟ تبلیغ کیسے کر سکتے ہیں؟ جس کو دعوت دیں گے وہ کہے گا کہ براہِ راست جنھوں نے نبی کو دیکھا تھا اور ان کے ہاتھ پر ایمان لے آئے تھے، وہ جب اس پر قائم نہیں رہ سکے تو اس دین کا کیا اعتبار! ہم کیسے اس میں داخل ہوں!

شیعیت یہودیوں کی سازش ہے

فرمایا: یہ شیعیت دراصل یہودیوں کی ایک سازش ہے کہ مسلمان احساس کمتری میں مبتلا ہو جائیں کہ جب صحابہ سے دین پر عمل نہیں ہو سکا اور وہ اس پر جم نہیں سکے تو ہم سے دین کی خلاف ورزی ہو تو ہمارا کیا قصور! یہودیوں نے اس کے لیے عبداللہ بن سبا کو تیار کیا جو خود یہودی تھا، وہ برائے نام اسلام میں داخل ہوا اور اس نے شر و فساد کا کام شروع کیا، عبداللہ بن سبا پر ابھی تک پورا تحقیقی کام نہیں ہوا اور اب چودہ سال گزر چکے ہیں، اس لیے پوری معلومات حاصل بھی نہیں ہو سکتی، دوسری یا تیسری صدی میں یہ کام ہوتا تو بڑا اچھا ہوتا۔

www.abulhasanalinadwi.org

حواشی مجلس (۸۶)

(۱) نواب بہادر یار جنگ (محمد بہادر خان) اپنے عہد کے مشہور خطیب اور نہایت ہر دلعزیز قائد، بقول علامہ سید سلیمان ندوی: میں نے حیدر آباد کے لیڈروں میں ان سے زیادہ ہر دلعزیز کوئی آدمی نہیں دیکھا، جس کا سکہ ہر کہہ ومہ پر یکساں چلتا تھا۔ خدا ترس، عاشق رسول ﷺ، مجاہد اسلام، مجلس اتحاد المسلمین کے سربراہ اور مسلمانوں کی ملی بیداری کے لیے از حد کوشاں، چالیس سال سے کم عمر پائی، وفات: ۲۵/ جون ۱۹۴۴ء، حیدر آباد (یادِ رفتگاں، ص: ۲۹۳-۳۰۰، کراچی میں نواب بہادر یار جنگ اکیڈمی قائم ہے، جہاں سے ان پر مفصل کتاب شائع ہو چکی ہے، اس کے علاوہ ان پر اردو، انگریزی میں مزید تحقیقی کام ہوا ہے)

(۲) مولانا امین احسن اصلاحی: ممتاز عالم دین، بہترین خطیب، مشہور مفسر قرآن، مصنف تدبر قرآن (۹ جلدیں) وغیرہ، جانشین مولانا حمید الدین فراہی، سابق صدر نشین قانون کمیشن، سابق مدیر مدینہ بجنور، وفات: ۱۵/ دسمبر ۱۹۹۷ء، لاہور۔ (وفیات ناموران پاکستان، ص: ۱۰۷، ماہنامہ تدبر خصوصی اشاعت

(۳) دیکھیے مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب أبي بكر رضي الله عنه، ح: ۶۰۲۵، صاحب مشکاۃ نے محدث رزین کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے، پورا قصہ اس طرح ہے کہ جب مانعینِ زکاۃ کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ نے سخت موقف کا اظہار کیا تو حضرت عمرؓ نے ان کو نرمانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا، يا خليفة رسول الله، تألف الناس وارفق بهم، فقال لي: أجبّار في الجاهلية وخوّار في الإسلام! إنه قد انقطع الوحي وتم الدين أينقص وأنا حي۔

(۴) پورا نام ہے إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء، ایک بے نظیر کتاب ہے، اس کتاب کے بارے میں علامہ فضل حق خیر آبادی نے کہا تھا کہ اس کا مصنف علم کا بحر ناپیدا کنار ہے۔ اس کا اردو ترجمہ مولانا عبد الشکور فاروقی کے قلم سے شائع ہو چکا ہے۔ عربی ترجمہ اور تحقیق کا کام مرکز الشیخ أبي الحسن للبحث والتحقيق جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ میں زیر نگرانی مولانا تقی الدین ندوی مظاہری جاری ہے، نیز ڈاکٹر محمد اکرم ندوی مقیم آکسفورڈ بھی اس کا عربی ایڈیشن تیار کر رہے ہیں۔

(۵) لکھنؤ کے مشہور تاجرانِ عطر۔

(۶) لکھنؤ کے مشہور تمباکو فروش۔

(۷) یعنی جب اللہ کی مدد آ جائے اور (مکہ) فتح ہو جائے اور تم، لوگوں کو جوق در جوق اللہ کے دین میں داخل ہوتے دیکھو...... سورۂ نصر

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۸۷)

۲۳/۲/۱۴۱۸ھ مطابق ۲۹/۶/۱۹۹۷ء

حضرت مولانا کی اپنی محبوب کتابیں

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے پوچھا: آپ کو اپنی کتابوں میں سب سے محبوب اور پسندیدہ کونسی کتاب ہے؟

حضرت نے فرمایا: یہ بڑا نازک سوال ہے، پھر فرمایا: موضوع اور درجے کے لحاظ سے "السيرة النبوية" اور "الطريق إلى المدينة" اور محنت اور مقبولیت کے لحاظ سے ماذا خسر العالم، یہ ایسا موضوع تھا جس پر کسی نے قلم نہیں اٹھایا تھا، اور تعجب کی بات یہ ہے کہ ہم نے بہت کم عمری میں یہ کتاب لکھی، ہم جب کسی سے کہتے کہ ہم اس موضوع پر لکھنا چاہتے ہیں تو وہ منع کرتا کہ ابھی نہیں، آپ کی عمر اس کی متحمل نہیں، ہم اس کی تفصیل لکھ چکے ہیں (۱)۔ مصری اخبار نے اس پر تبصرہ کیا (ہمارے مصر جانے سے پہلے ہی یہ تبصرہ شائع ہو چکا تھا) یہ کیا عجیب نام رکھا ہے! کیا مسلمان بھی اس پوزیشن میں ہیں کہ وہ دنیا کی ترقی پر اثر انداز ہو سکیں! ان کی ترقی سے دنیا کو عروج ہو اور ان کے تنزل سے دنیا کو زوال ہو!

مسلمانوں کی ترقی سے دنیا کی ترقی ہے

لوگوں کے ذہن میں بھی یہ بات نہیں آتی تھی، وہ سمجھتے تھے کہ مسلمان صرف ایکٹر (actor) ہیں اور ایکٹر کا کام یہ ہوتا ہے کہ ڈرامہ جس طرح تیار کر کے دیا گیا ہے، اس کو چلائے، ہم نے دکھایا کہ مسلمان ایکٹر نہیں، بلکہ فیکٹر Factor ہیں، عامل ہیں موثر ہیں، مسلمانوں کی ترقی سے دوسرے ممالک کی ترقی ہوئی، عقائد کی اصلاح ہوئی، بت پرستی کم ہوئی، اخلاق درست ہوئے، امن وامان قائم ہوا اور مسلمانوں کو جب تنزل ہوا تو دنیا وہیں آکر رکی، جہاں پہلے تھی، دنیا ایسی بت پرستی میں مبتلا تھی کہ آدمی تصور نہیں کر سکتا۔

www.abulhasanalinadwi.org

گوتم بدھ کا مقصد اور بدھ ازم کی موجودہ حالت

فرمایا: گوتم بدھ ہندو مذہب کی بڑھتی ہوئی بت پرستی کو ختم کرنے کے لیے اٹھا تھا، لیکن اسی کی ماننے والوں میں ایسی بت پرستی پھیلی کہ وہ خود بت بن گیا، فارسی میں صنم کے لیے بت کا لفظ جو آیا ہے یہ اسی بدھ سے بنا ہے، جگہ جگہ گوتم بدھ کے مجسمے لگے ہوتے ہیں، راولپنڈی جاتے ہوئے ایک میوزیم میں ہم نے اس کے مجسمے دیکھے، پچاسوں قسم کے عجیب عجیب شکل کے مجسمے کہ آدمی گھن کرنے لگے، متلی آجائے، قے آجائے۔

عیسائیت میں بت پرستی کیسے آئی؟

عیسائیت میں بت پرستی کیسے آئی؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا: دوسری قوموں کی مصاحبت کی وجہ سے ان میں بت پرستی پیدا ہوئی، پھر مصلحین اور صادعین بالحق (یعنی حق کا برملا اعلان کرنے والے) کی کمی، بلکہ ان کے نہ ہونے کی وجہ سے اس کو اور ترقی ہوئی، جو چیز پیدا ہوئی تھی بڑھتی چلی گئی کہ آج معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ بھی توحید والا آسمانی مذہب ہے، ہم ان کے گرجوں میں گئے ہیں، برطانیہ میں بھی اور اسپین میں بھی، قدم قدم پر تصویریں اور مجسمے ہیں، بالکل معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ توحید اور اللہ کی عبادت کی جگہ ہے۔

تنہا اسلام ہی توحید و مساوات کا مذہب ہے، اسلام میں شاہ و گدا کا کوئی فرق نہیں - مثالوں کی روشنی میں

اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس میں عقائد ہیں، توحید ہے، مساوات ہے، امیر وغریب کی کوئی تمیز نہیں، شاہ و گدا کا کوئی فرق نہیں، ہم مراکش کے بادشاہ ملک حسن (۲) سے ملے، وہ پورے مغرب اقصیٰ: الدار البیضاء (۳) سے وجدہ تک کے حکمراں ہیں، وہاں ایک ادارہ ہے: رابطة الجامعات الإسلامية (۴)، ہم اس کے رکن ہیں، اس کے جلسے میں شرکت کے لیے ہم گئے تھے (۵)، آخری دن بادشاہ سے ملاقات کا رکھا گیا، سب کی

طرف سے ہمیں کو بات کرنے کے لیے کہا گیا، ہم نے ملک سے کہا کہ ہم آپ کو اسلام کا سلام کرتے ہیں اور آپ کو وہی دعا دیتے ہیں جو ہر جمعے میں دی جاتی ہے: اللّٰھم انصر من نصر دین محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم واجعلنا منھم، واخذل من خذل دین محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم، ہم شاہ سعود سے ملے (۶)، وہ بمبئی آئے ہوئے تھے (۷)، ہم ندوہ آنے کی دعوت دینے کے لیے بمبئی گئے، وہ عام کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے، ہم وہاں گئے اور ان سے بات کی اور ندوے آنے کی دعوت دی، ان کو بنارس جانا تھا، اس لیے انھوں نے اپنے چچا امیر مساعد (۸) کو بھیجا، ان کا یہاں اسی طرح استقبال ہوا جس طرح دوسرے لوگوں کا ہوتا ہے، کوئی خاص اہتمام نہیں کیا گیا، حالاں کہ بادشاہ کے چچا تھے، ملک سعود بنارس چلے گئے، وہ جس دن بنارس گئے تو وہاں کے سارے مندروں پر کپڑا ڈال دیا گیا، تا کہ مورتیوں پر ان کی نظر نہ پڑے۔

اسی طرح ہم شاہ فیصل (۹) سے بھی ملے، شاہ خالد (۱۰) اور شاہ فہد (۱۱) سے بھی ملے، شاہ فیصل خود ہمیں پہنچانے کے لیے ساتھ آئے، شاہ فہد کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھایا، کوئی امتیاز نہیں، کوئی تفریق نہیں، کوئی فوقیت نہیں، یہ اسلام ہی کی شان ہے!

شیخ عزالدین بن عبدالسلام کی حق گوئی و بے باکی

شیخ عزالدین بن عبدالسلام (۱۲) سے کسی موقع پر ایک امیر نے بادشاہ کی دست بوسی کے لیے کہا، انھوں نے کہا: تم بادشاہ کی دست بوسی کو کہتے ہو؟ بادشاہ میری دست بوسی کرے، میں اس پر بھی راضی نہیں (۱۳)!

ایک دفعہ بادشاہ کی سواری بڑی شان وشوکت اور تزک واحتشام کے ساتھ جا رہی تھی، انھوں نے بادشاہ کو روکتے ہوئے ڈانٹ کر کہا: فلاں دوکان پر شراب فروخت ہوتی ہے، کل خدا قیامت کے دن تم سے اس سلسلے میں سوال کرے تو تم کیا جواب دو گے؟ بادشاہ نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ یہ سب میرا کیا ہوا نہیں، یہ سلسلہ میرے والد کے زمانے

سے قائم ہے، انھوں نے کہا تم ان لوگوں میں سے ہو جو کہتے ہیں اِنَّـا وَجَـدْنَـا اٰبَاءَ نَا عَلٰی اُمَّةٍ (۱۴)، اس پر بادشاہ نے فوراً شراب بندی کا حکم جاری کیا، شیخ سے بعد میں پوچھا گیا کہ آپ کو کوئی ڈر نہیں محسوس ہوا؟ تو انھوں نے کہا: میں نے اس کے سامنے اللہ کی ہیبت وعظمت کا تصور کیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ یہ میرے سامنے کوئی بِلّا ہے (۱۵)۔

ایک مرتبہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام کے کہنے سے بادشاہ نے امرائے سلطنت کو نیلام کر کے آزاد کیا (۱۶)۔ شیخ عزالدین تاریخ اسلام کی بہت ہی ممتاز شخصیتوں میں سے تھے، حق گوئی و بے باکی میں، اور امر و نہی میں وہ کسی سے گھبراتے نہیں تھے، تو یہ ایک مثال ہے، اسلام میں اس کی سیکڑوں مثالیں ہیں۔

شیخ قطب الدین منور کی جرأتِ ایمانی

شیخ قطب الدین منور (۱۷) کو بادشاہ نے تعظیمی سلام نہ کرنے پر عتاب کے لیے دربار میں بلایا، وہ گئے، امراء، وزراء سب ہتھیار لگائے ہوئے تھے، شیخ کے ساتھ ان کے لڑکے نورالدین بھی تھے، جو کم سن تھے، انھوں نے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا تھا، وہ کچھ ڈر سے گئے اور مرعوب ہو گئے، شیخ قطب الدین نے پکار کر کہا: بابا نورالدین! العظمة للّٰہ، نورالدین کہتے ہیں کہ میں نے یہ آواز سنی تو میرا خوف کافور ہو گیا اور ایسا معلوم ہوا کہ یہ سب بھیڑ بکری ہیں (۱۸)۔

حضرت ابوبکرؓ ہی خلافت کے سب سے زیادہ حق دار تھے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ آپ کے خلیفہ ہوئے، اس سلسلے میں فرمایا: یہ محض امر اتفاقی نہیں، یہ ترتیب بالکل فطری ہے، مشیت ایزدی کے پورے مطابق، نبی کی خلافت کے لیے سب سے اہم چیز جو ہے وہ یہ کہ اس میں دینی حمیت اور اسلامی غیرت سب سے زیادہ ہو، نبی کے زمانے میں جو کچھ ہو رہا تھا، نبی نے دین کو جس طرح پیش کیا تھا، وہ اسی شکل میں اس کو دیکھنا چاہے، تمام صحابہ کا اپنا ایک مقام اور ان کی ایک

www.abulhasanalinadwi.org

شان ہے، لیکن حضرت ابو بکرؓ اس وصف میں سب سے بڑھے ہوئے تھے، أینقص الدین وأنا حي کی کوئی نظیر ہے! ایک نبی اور داعی حق کی نیابت کے لیے یہ سب سے ضروری چیز ہے، پھر حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم جس ترتیب سے خلیفہ ہوئے اس کی حکمتیں بتائیں، یہ بات پہلے گزر چکی ہے (۱۹)۔

شیعوں کی ضد

پھر فرمایا: لیکن شیعوں کے سمجھ میں یہ بات بالکل نہیں آئے گی، یہ ایسا فرقہ ہے جو کبھی صحیح بات کو تسلیم نہیں کرے گا، چاہے چاند لاکر بھی ان کے سامنے رکھو تب بھی نہیں مانیں گے!

حواشی مجلس (۸۷)

(۱) دیکھیے "قصة كتاب يحكيها مؤلفه" ماذا خسر کے شروع میں ہے اور الگ رسالے کی شکل میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ راقم نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا تھا، جو "کتاب کی کہانی خود مصنف کی زبانی" کے عنوان سے تعمیر حیات کے مفکر اسلام نمبر میں شامل ہے۔

(۲) ملک حسن یعنی شاہ حسن ثانی بن سلطان محمد الخامس: اپنے والد سلطان محمد خامس کے انتقال کے بعد فروری ۱۹۶۱ء میں مراکش کے بادشاہ ہوئے، یہ حسنی سادات کا خاندان ہے، دسمبر ۱۹۶۲ء میں نیا دستور نافذ کیا، بھاری اکثریت نے جس سے اتفاق کیا، ۱۹۶۵ء میں ہنگامی حالات میں یہ دستور معطل کر دیا گیا، ۱۹۷۲ء میں دوسرا آئین نافذ کیا۔ شاہ حسن نے بڑی مقبولیت کے ساتھ وسیع اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے حکومت کی، اور مغرب (مراکش) کو طاقتور ملک بنایا، اور مسئلۂ فلسطین سے بڑی دلچسپی لی، اور اس کے لیے بڑی کوششیں کیں، وفات: ۱۹۹۹ء (إتمام الأعلام، ص: ۱۱۸-۱۱۹، ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، جلد چہارم، ص: ۲۴۸-۲۴۹)

(۳) مغرب (مراکش) کا ایک مشہور شہر جس کو انگریزی میں کاسابلانکا (Casablanca) کہتے ہیں۔

(۴) رابطة الجامعات الإسلامية (Islamic universities federation)

(۵) یہ مئی ۱۹۷۶ء کی بات ہے (دیکھیے کاروان زندگی دوم، ص: ۲۳۲)

(۶) شاہ سعود بن عبد العزیز: اپنے والد شاہ عبد العزیز کے بعد ۱۹۵۳ء میں سعودیہ کے بادشاہ ہوئے،

لیکن ۱۹۵۸ء میں داخلی سیاست کی وجہ سے اپنے بھائی اور ولی عہد شاہ فیصل کے حق میں دست بردار ہونے کے لیے مجبور ہونا پڑا، مگر اس پر ان سے صبر نہ ہوسکا، تو دخل اندازی شروع کی، نتیجہ یہ نکلا کہ آل سعود کے ذمہ داران اور علمائے ریاض نے ۱۹۶۴ء میں ایک اشتہار جاری کیا، جس میں شاہ سعود کی معزولی اور شاہ فیصل کی تخت نشینی کا باضابطہ اعلان کیا گیا، شاہ سعود اہلیہ اور بعض بچوں کو لے کر علاج کے بہانے یونان چلے گئے، اور وہاں ایک ہوٹل میں رہنے لگے، اس اثنا میں مصر اور یمن کا بھی سفر کیا، ۱۹۶۹ء میں اسی ہوٹل میں اچانک ان کا انتقال ہوگیا، ان کی لاش سعودیہ لائی گئی، مکہ مکرمہ میں خود شاہ فیصل نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ریاض میں شاہی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی (الأعلام ۳/۹۰)

(۷) یہ جنوری ۱۹۵۶ء کی بات ہے۔

(۸) الأمیر مساعد بن عبدالرحمٰن: شاہ عبدالعزیز کے بھائی اور شاہ سعود اور ان کے برادران کے چچا، متعدد چھوٹے بڑے عہدوں کے ساتھ ۱۳۸۰ھ (۱۹۶۰ء) میں کچھ عرصہ وزیر داخلہ اور پھر ۱۳۸۱ھ-۱۳۹۵ھ (۱۹۶۱ء-۱۹۷۵ء) وزیر مالیات رہے، آل سعود کے سب سے زیادہ پڑھے لکھے امراء میں ان کا شمار ہوتا تھا، ان کا ذاتی کتب خانہ وقیع اور نادر کتابوں پر مشتمل تھا، ریاض میں یہ پہلا کتب خانہ تھا، جو پبلک کے لیے کھلتا تھا، ان کے انتقال کے بعد یہ کتب خانہ جامعۃ الامام کو ہدیہ کیا گیا۔ وہ امارت کے ٹھاٹ باٹ سے دور ایک سادہ مزاج اور متواضع امیر تھے، وفات: ۱۴۰۷ھ (۱۹۸۶ء)، ریاض (www.aljazirah.com اور دیگر سائٹس)

(۹) شاہ فیصل بن عبدالعزیز: سعودیہ کے سب سے باحمیت، غیرت مند، دین پسند حکمراں اور مملکتِ سعودیہ کے اصل دماغ، ۱۹۶۴ء سے ۱۹۷۵ء تک تخت نشیں رہے، اور اس مختصر سے عرصے میں بقول حضرت مولانا علی میاں صاحب: ''انھوں نے اپنی ذکاوت وذہانت، دانشمندی اور فراست اور سوجھ بوجھ کے ذریعے وہ پوزیشن حاصل کرلی تھی کہ بڑی طاقتوں کو ان کے سامنے جھکنا پڑا۔'' عالمی طاقتوں کے لیے وہ ناقابل برداشت ہوگئے، اور اپنے مفاد کے لیے ان کو راستے سے ہٹانا ان کے نزدیک ضروری ہوگیا، چناں چہ امریکہ کے اشارے پر ان ہی کے بھتیجے فیصل بن مساعد بن عبدالعزیز نے ان پر گولی چلائی اور وہ شہید ہوئے، یہ واقعہ ۲۵/ مارچ ۱۹۷۵ء کا ہے۔ (الأعلام، ج ۵/ص: ۱۶۶-۱۶۸، پرانے چراغ سوم، ص: ۱۶۵-۱۷۲، جدید ایڈیشن، جنھیں میں نے دیکھا، از کوثر نیازی، ص: ۹-۲۷)

(۱۰) شاہ خالد: شاہ عبدالعزیز کے چوتھے بیٹے، پہلے امریکہ میں رہے، پھر اپنے بھائی شاہ فیصل کے بعد ان کے جانشین ہوئے، شاہ فیصل کے منصوبے کے مطابق ہی حکومت کرنے کی کوشش کرتے رہے، وہ تواضع اور سنجیدگی میں ممتاز تھے، جسمانی صحت نے ان کو زیادہ موقع نہیں دیا، وفات: ۱۹۸۲ء (تتمۃ الأعلام ص: ۱۵۸-۱۵۹، ذیل الأعلام، ص: ۷۷، إتمام الأعلام، ص: ۱۳۵)

www.abulhasanalinadwi.org

(۱۱) شاہ فہد: شاہ عبدالعزیز کے نویں فرزند اور شاہ خالد کے بعد سلطنت کے وارث (جون ۱۹۸۲ء)، سعودی بادشاہوں میں شاہ فہد پہلے شخص ہیں جنھوں نے خادم الحرمین الشریفین کا لقب اختیار کیا، انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے لیے ناقابل فراموش خدمات انجام دیں، حرمین شریفین کی توسیع اور دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کی اعلیٰ پیمانے پر اشاعت وغیرہ، تاہم ان کی سیاسی پالیسیوں سے اختلاف کی بڑی گنجائش ہے، وفات: یکم اگست ۲۰۰۵ء، ریاض (تفصیل کے لیے موسوعة الحرة Wikipedia)

(۱۲) شیخ عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام: اپنے عہد کی نہایت عظیم المرتبت اور باعظمت شخصیت، تفسیر میں ماہر، فقہ میں بے نظیر، زہد وورع میں ممتاز، امر ونہی میں بے مثال اور حق گوئی اور بے باکی میں نادرۂ روزگار اور قرونِ اولیٰ کی یادگار تھے، سلطان العلماء کے لقب سے ملقب تھے، بادشاہ اور امراء ان سے گھبراتے تھے، دمشق میں رہے تو اسی شان سے اور جب وہاں سلطان سے نہیں بنی تو مصر چلے گئے اور وہاں بھی اسی آن بان کے ساتھ رہے، وفات: ۶۶۰ھ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للسبکی ۸/ ۲۰۹-۲۵۵، اور دوسرے مصادر، نیز دیکھیے تاریخ دعوت وعزیمت حصہ اول، ص: ۲۸۷-۳۰۲)

(۱۳) طبقات الشافعیہ ۸/ ۲۴۴

(۱۴) سورۃ الزخرف، آیت: ۲۲-۲۳

(۱۵) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۸/ ۲۱۱-۲۱۲

(۱۶) واقعے کی کچھ تفصیل یہ ہے کہ متعدد امرائے سلطنت جن میں نائب السلطنت بھی تھا، شیخ کے نزدیک بیت المال کی ملکیت تھے، اور شرعی طریقے پر آزاد نہیں کیے گئے تھے، یہ امرائے سلطنت نسلاً ترک تھے، اور سلطنتِ مصر پر بڑے حاوی تھے، شیخ نے فتویٰ دیا کہ جب تک یہ امراء شرعی طریقے پر آزاد نہ ہوں ان کے معاملات شرعاً صحیح نہیں ہیں، اور وہ عام غلاموں کے حکم میں ہیں، ان کا فتویٰ دینا تھا کہ اودھم مچ گیا، اور امراء کے حلقے میں بڑی برہمی پیدا ہوئی کہ شیخ ان کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں اور سرِ بازار نیلام کرنے کو کہتے ہیں، بادشاہ نے ان کو راضی کرنا چاہا، مگر انھوں نے اپنی رائے سے رجوع نہیں کیا، اس گفت وشنید میں بادشاہ کی زبان سے ایسا کلمہ نکل گیا، جو شیخ کی شان کے خلاف تھا، شیخ نے ناراض ہوکر مصر سے چلے جانے کا عزم کیا، اور تیاری کر کے روانہ بھی ہو گئے، اس خبر سے قاہرہ میں کھلبلی مچ گئی، شہر کا بڑا حصہ ان کے پیچھے ہولیا، علماء، صلحاء، تجار سب ان کے پیچھے روانہ ہو گئے، سلطان کو اس کی اطلاع ہوئی اور کسی نے اس سے کہا کہ اگر شیخ چلے گئے تو تمھاری سلطنت جاتی رہے گی، سلطان خود سوار ہوکر گیا، اور ان کو منا کر واپس لایا، اور طے ہوا کہ امرائے سلطنت کا وہ خود نیلام کریں گے، یہ منظر دیکھ کر نائب السلطنت سے رہا نہیں گیا، اس نے بڑی منت سماجت کی، لیکن شیخ کسی سے دبنے والے کہاں تھے، آخر وہ شمشیر برہنہ شیخ کے گھر گیا، شیخ نکلے تو اس پر کپکپی طاری ہو گئی، اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی اور اس نے

www.abulhasanalinadwi.org

روکر دعا کی درخواست کی، اور کہا کہ میرے آقا! آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ انھوں نے کہا: میں تمھارا نیلام کروں گا اور تمھیں فروخت کروں گا، اس نے کہا: میری قیمت آپ کس مد میں صرف کریں گے؟ فرمایا: مسلمانوں کے کاموں میں، اس نے عرض کیا: قیمت کون وصول کرے گا؟ فرمایا: میں خود، اس نے کہا: بہت اچھا، چناں چہ شیخ نے ایک ایک کرکے سب امراء کو نیلام کیا، ہر ایک پر بولی بولی گئی، شیخ نے ان کے اعزاز کے طور پر ان کے دام بہت لگائے، اور بہت بڑی بولی پر ان کو فروخت کیا، اور قیمت وصول کرکے خیر کے کاموں میں صرف کی، اور وہ شرعی طور پر آزاد ہوگئے۔ یہ قصہ نقل کرکے سبکی لکھتے ہیں کہ اس طرح کا واقعہ کسی اور کے متعلق سننے میں نہیں آیا۔ (طبقات الشافعیہ ۸/ ۲۱۷) اور حضرت مولانا نے لکھا ہے: یہ شیخ کی زندگی کا سب سے زیادہ حیرت انگیز اور اہم واقعہ ہے (تاریخ دعوت وعزیمت، ج ۱/ص: ۲۹۶)

(۱۷) شیخ قطب الدین ہانسوی المشہور بہ منور: اپنے عہد کے مشہور مشائخ میں تھے، بڑے زاہد ومرتاض، بادشاہوں اور امراء سے نہ کوئی چیز قبول کرتے تھے نہ ان کو خاطر میں لاتے تھے، حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کے خلیفہ تھے، وفات: ۷۵۷ھ (سیر الاولیاء، ص: ۲۴۷-۲۵۶، یا ۳۵۴-۳۶۶ (اردو ترجمہ) نیز نزہۃ الخواطر ۲/ ۱۱۶)

(۱۸) سیر الاولیاء، ص: ۲۵۳-۲۵۴ یا ۳۶۲-۳۶۳، اردو ترجمہ) حضرت مولانا نے ارکان اربعہ میں بھی اس کو نقل کیا ہے۔ (ص ۵۶)

(۱۹) دیکھیے مجلس (۶۹) ص: ۴۵۰

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۸۸)

۲۴/۲/۱۴۱۸ھ مطابق ۳۰/۶/۱۹۹۷ء

آج پہلے سے بجلی غائب تھی اور گرمی بھی شدید تھی، اس لیے کھانا باہر چبوترے پر کھایا گیا، اور وہیں برائے نام مجلس ہوئی۔

حضرت آج بہت تھکے ہوئے تھے، دن میں طلبۂ دارالعلوم کے سامنے ایک طویل اور بڑی اہم تقریر فرمائی تھی، اس لیے ضعف معلوم ہو رہا تھا، حضرت اٹھنا چاہتے تھے کہ طلبہ آ کر بیٹھ گئے، ان کی رعایت سے حضرت بھی بیٹھ گئے۔

شیعوں کی ہنگامہ آرائی پر حضرت کی فکر اور بے چینی

آج کل لکھنؤ میں شیعوں کی ضد، حکومت سے ان کا ٹکراؤ، قانون کی خلاف ورزی، ہنگامہ آرائی، اور پھر ان کی ناعاقبت اندیشی سے جو صورتِ حال پیدا ہو رہی ہے اور حالات جو رخ لے رہے ہیں، اس سے حضرت کی صحت پر بڑا اثر پڑا ہے، طبیعت بہت مضمحل ہے، ہر وقت یہ فکر رہتی ہے: ہندو کیا کہیں گے؟ وہ کیا تاثر لیں گے؟ اور مسلمانوں کے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے؟ اور اسلام کا کیا ہوگا؟

شَیَّبَتْنِيْ هُوْدٌ کا مطلب

اسی صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے مولانا نذرالحفیظ صاحب نے دریافت کیا: حضرت! حدیث شریف میں جو آتا ہے: شَیَّبَتْنِيْ هُوْدٌ (۱)، وہ کس نوعیت سے ہے؟ حضرت نے فرمایا: اس لیے کہ اس میں قوموں کے حالات اور واقعات ہیں کہ ان پر کیسا عذاب آیا؟ اور وہ کس طرح تباہ ہوئیں؟ ان کا کیا حشر ہوا؟ یہ چیز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بڑی فکرمندی اور پریشانی کا باعث تھی اور اسی فکرمندی کا نتیجہ ہے کہ جلدی بڑھاپا آ گیا (۲)۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت رائے پوری کی دل سوزی اور دردمندی

پھر حضرت رائے پوری کا قصہ سنایا کہ ان کو مسلمانوں کی کیسی فکر رہتی تھی، فرمایا: ہمارے حضرت رائے پوری کچھ وقت کے لیے مراقب رہتے تھے، بعض لوگوں کو خواہش ہوتی کہ دیکھیں کہ حضرت اس وقت کیا عبادت کرتے ہیں، لوگوں نے حضرت سے آ کر پوچھا تو حضرت فرمانے لگے کہ ساری عمر مسلمانوں کی فکر میں گزری۔

ایک بزرگ کا قول: قرآن کے عجائبات نے میری نیند اڑادی

ایک بزرگ کے بارے میں آتا ہے کہ رات میں ان کو نیند نہیں آتی تھی، ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انھوں نے کہا: "عجائب القرآن طیّرت نومی" (۳) یعنی قرآن کے عجائبات نے، اس کی وعیدوں نے اور اس میں بیان کیے ہوئے قوموں کے واقعات نے میری نیند اڑادی ہے، اسی سوچ اور فکر میں رات کٹتی ہے۔

حواشی مجلس (۸۸)

(۱) مشہور حدیث ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: حضور! آپ کے بال جلد سفید ہونے لگے، کیا بات ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیبتنی هود والواقعة والمرسلات وعم يتساء لون وإذا الشمس كورت، یعنی مجھے سورۂ ہود اور ان سورتوں نے بوڑھا کردیا (ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الواقعة، ح: ۳۲۹۷، اس کے علاوہ مختلف صحابہ سے متعدد محدثین نے یہ بات نقل کی ہے۔ دیکھیے تفسیر الدر المنثور للسیوطی یا تفسیر فتح القدیر للشوکانی، سورۂ ہود کے آغاز میں۔

(۲) اس کے ساتھ ساتھ ایک بات یہ بھی ہے کہ اس میں ایک آیت ہے "فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ" جیسا کہ بعض مفسرین نے صراحت کی ہے، تو یہ ابدی استقامت ایسا مشکل کام ہے کہ اس کو سوچ کر ہی بڑھاپا آجائے۔

(۳) دیکھیے مختصر قیام اللیل للمروزی، ص: ۷۴، مگر وہاں أذهبن نومی ہے مطلب وہی ہے جو اوپر مذکور ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۸۹)

۲۵/۲/۱۴۱۸ھ مطابق ۱/۷/۱۹۹۷ء

انگریزی دور میں ریل کا نظام اور کرایہ

بیٹھتے ہی بجلی گل ہوگئی، کہنے لگے: کیا ٹھکانہ ہے! یہ کیا نظام ہے! عمر بھر ہمیں یاد نہیں، نہ انگریزوں کے دور میں، نہ اس کے بعد! حضرت کی اسی فکر اور احساس کو دیکھتے ہوئے مولانا نذر الحفیظ صاحب نے پوچھا: انگریزی دور میں ریل کا نظام کیسا تھا؟

حضرت نے فرمایا: بڑا اچھا تھا، کرایہ بہت کم تھا، ہم رائے بریلی اسٹیشن سے پنجاب میل پر سوار ہوے اور لاہور اسٹیشن پر اترے، کرایہ صرف اٹھ روپے، رائے بریلی کہاں اور لاہور کہاں! لکھنؤ سے بمبئی سولہ روپے تھے اور اب تین سو! لکھنؤ سے سہارنپور چار روپے کچھ آنے، اسی طرح لکھنؤ سے دہلی کا کرایہ، کچھ آنوں کا فرق تھا، ہوائی جہاز کا کرایہ بھی بہت کم تھا، لکھنؤ سے دہلی صرف نوے روپے تھا، اب دو ہزار۔

اُس دور کی ارزانی اور آج کی گرانی

یہ نیوکٹ جو جوتا ہے، اس کی قیمت سوا دو روپے تھی، نظیر آباد میں کسی ندوی کی دکان تھی، ہم وہاں جاتے اور سوا دو روپے دے کر لے آتے، کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی، اب معلوم ہوا ہے کہ اس کی قیمت ایک ہزار روپے ہوگئی، کوئی تناسب ہے؛ اگر کئی آدمیوں سے نہ سنتے تو ہمیں یقین نہ آتا، آزادی کا ہمیں کیا فائدہ حاصل ہوا ہے!

پہلے ہر چیز بہت سستی تھی، ہم جب یہاں مدرس ہوئے تو کوئی اچھی شروانی نہیں تھی، مولانا عمران خاں صاحب ندوی نے تنخواہ کی رقم پیشگی ہی دے دی، تا کہ ہم شروانی بنوالیں تو ہم نے شروانی بنوائی، کپڑے سمیت سلائی کے صرف ۳۰ روپے تھے۔ اب سنا کہ صرف سلائی کے ایک ہزار ہو گئے ہیں، اللہ اکبر! کوئی حد ہے! اس زمانے میں ہمارے گھر میں ناشتہ بنانے

کا رواج نہیں تھا، رات کا بچا ہوا صبح کو کھا لیتے تھے، جب معلوم ہوتا کہ رات کا بچا ہوا نہیں ہے تو ہم بازار سے قورمہ لے آتے، پورا پیالہ بکرے کا گوشت اور اصلی گھی صرف دو پیسے میں مل جاتا تھا، ہم ہی لے آتے تھے، ہم، ابوبکر اور ہمارے ہم عمر اسی سے ناشتہ کرتے تھے۔

انگریزی دور میں ریل کے چار کلاس اور ان کا حال

انگریزوں کے زمانے میں ریل میں چار کلاس تھے، فرسٹ کلاس، سکینڈ کلاس، اپر کلاس اور تھرڈ کلاس، زیادہ لوگ اپر کلاس میں سفر کرتے تھے اور بڑے لوگ سکینڈ کلاس میں اور بہت ہی مخصوص لوگ فرسٹ کلاس میں، اس وقت کا تھرڈ کلاس بھی آج کے سکینڈ کلاس سے بہت بہتر تھا، بھیڑ بھی زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے کوئی دقت بھی نہیں ہوتی تھی۔

حضرت تھانوی کے مواعظ اور ملفوظات پڑھنے کی تاکید

مجلس کے اختتام پر جب اکثر لوگ اٹھ چکے تھے، ایک طالب علم نے اپنا خواب بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ایسا ایسا ہوا، خواب سننے کے بعد حضرت نے فرمایا: اس کو لوگوں سے بیان کرتے نہ پھرو، پھر فرمایا: موقع ملے تو حضرت تھانوی کے مواعظ اور ملفوظات پڑھو، اس میں بڑی رہنمائی ہے، پھر کوئی اہم بات آج پیش نہیں آئی۔

مجلس (۹۰)

۲۶/۲/۱۴۱۸ھ مطابق ۲/۷/۱۹۹۷ء

"الصراع" کی تالیف کا محرک اور مشرق و مغرب کے مزاج کا فرق

یہ پوچھے جانے پر کہ الصراع (۱) کی تالیف کا اصل محرک کیا ہوا؟

حضرت نے فرمایا: پہلے ہم نے ترکی کی تاریخ پڑھی تو احساس ہوا کہ مغرب سے مرعوبیت اور ان کی تہذیب کو بلا کسی تنقید کے پورے طور پر اپنانے کا مرض ترکی کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ پورا عالم اسلام اس سے دوچار ہے، تو ہم نے ایک مضمون لکھا: "الموقف الحضاری تجاہ الغرب" پھر ہم لندن گئے تو بچشمِ خود وہاں کے حالات کا مشاہدہ کیا اور مغربی تہذیب کی اثر انگیزی اور جادوگری کو بہت قریب سے دیکھا، تو احساس بہت بڑھ گیا، اور اسی وقت یہ خیال پیدا ہوا کہ اس جانب توجہ کرنے کی بہت شدید ضرورت ہے اور عالم اسلام کی صحیح رہنمائی اور اس کو مشورہ دینا ہمارا فرض ہے، وہیں ہم نے کسی ادارے میں ایک تقریر کی جو بہت موثر ثابت ہوئی، اس کا یہ جملہ بہت مشہور ہو گیا تھا "الشرق شرق والغرب غرب، وبینھما برزخ لا یلتقیان" یعنی مشرق اور مغرب کے درمیان اس کی طبیعت اور مزاج کے درمیان ایک دیوار ہے، دونوں کبھی ایک ہو نہیں سکتے، اس کے بعد ہم نے یہ کتاب لکھی، اس میں انگریزی کتابوں کے بھی بہت سے حوالے ہیں۔

اس وقت کے دو چیلنج

فرمایا: اس وقت الحاد کی اساس مغربیت ہے، اس وقت دو چیلنج ہیں: ایک عالمی اور ایک مسلمانوں کا اندرونی، ان دونوں کی طرف توجہ کی سب سے زیادہ ضرورت ہے، جو چیز عالمی ہے وہ مغربیت ہے، اپنے وسیع مفہوم کے ساتھ، سیاسیات میں، اقتصادیات میں، سماجیات میں، افکار میں، کردار میں، تمام برائیوں کی جڑ مغربیت ہے، اور جو چیز مسلمانوں میں

www.abulhasanalinadwi.org

اندرونی طور پر ہے، وہ اسلام کی صلاحیت پر یقین کا نہ ہونا اور یہ سمجھنا کہ اسلام کا دور اب ختم ہو چکا، وہ اب ہمارے مسائل حل نہیں کر سکتا، ہماری آزادی کو سلب کرتا ہے اور ہم پر پابندیاں لگاتا ہے، خصوصاً جدید تعلیم یافتہ طبقے میں یہ مرض بڑھتا ہی جا رہا ہے، اس وقت پورا عالم اسلام اسی کشمکش میں ہے، اسلام پسندوں اور حکومت کے درمیان جنگ ہے، مصر میں، شام میں، ترکی اور الجزائر میں ہر جگہ یہی ہو رہا ہے، خصوصاً مصر اور الجزائر میں حکومت جس طبقے کے ہاتھ میں ہے وہ اسلام سے گھبراتا ہے اور خوف محسوس کرتا ہے، کم سے کم الفاظ میں اور محتاط تعبیر میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ اسلام سے گھبراتا ہے کہ اسلام اگر برسر اقتدار آیا، تو ہمارا کیا ہوگا!

"الصراع" کی اہمیت

فرمایا: بہت مدت بعد یہ کتاب یعنی الصراع دیکھنے کا موقع ملا، ہمیں خود حیرت ہوئی کہ اتنا مواد اس میں ہے، اس کے لیے ہم نے انگریزی کتابوں سے بہت استفادہ کیا ہے، اللہ ہمارے بھائی صاحب کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے عربی اور فارسی کے ساتھ انگریزی بھی پڑھائی، جس سے ہم نے بہت کام لیا، انگریزوں کے یہاں بھی کبھی بڑی گہری بات اور حقائق مل جاتے ہیں، لیکن بڑی تلاش کی ضرورت ہے۔

انسان کو ترقی کے باوجود آدمی کی طرح چلنا نہیں آیا

مثلاً یہ لطیفہ: ایک ہندوستانی حکیم اور فاضل لندن آئے، کسی انگریز سے بات ہو رہی تھی وہ کہہ رہا تھا کہ آج دنیا بہت ترقی کر چکی ہے، ہوائی جہاز کی ایجاد ہوئی ہے، تو انھوں نے ایک بڑی حکیمانہ بات کہی کہ آج انسان پرندوں کی طرح ہوا میں اڑتا ہے اور مچھلی کی طرح پانی میں تیرتا ہے، لیکن ابھی تک اس کو آدمی کی طرح زمین پر چلنا نہیں آیا، یہ کتنے پتے کی بات ہے، اس کو ایک انگریز نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

"الصراع" اور "ماذا خسر" میں مغربیت سے مقابلے کا پورا مواد ہے

فرمایا: الصراع کو معهد العالی (۲) کے نصاب میں داخل کر کے بڑا اچھا کیا، پھر

اس کے ساتھ ماذا خسر ، مغربیت کے مقابلے کے لیے سارا مواد ان دو کتابوں میں موجود ہے، انگریزی میں بڑے پیمانے پر ان کی اشاعت کی ضرورت ہے۔

اکبر اور اقبال مغربیت کے سب سے بڑے باغی

فرمایا: مغربیت کا سب سے بڑا باغی اقبال ہے، ان لوگوں کو روائع اقبال پڑھنے کے لیے کہو یا پھر نقوش اقبال، لیکن روائع اقبال سے زیادہ فائدہ ہوگا۔ فرمایا: حیرت ہوتی ہے اکبر الہ آبادی پر، کچھ انگریزی بھی پڑھی، انگریزی حکومت میں ملازمت بھی کی، وہ کچھ مدت جج بھی رہے تھے، مگر مغربیت پر ایسی کھلی تنقید کرتے ہیں، مثلاً ان کا یہ شعر دیکھیے:

لکھے گا کلکِ حسرت دنیا کی ہسٹری میں　　اندھیر ہو رہا تھا بجلی کی روشنی میں

ساری بات اس میں کہہ دی۔

ہم نے اکبر پر بھی لکھا ہے: مصر میں ہم نے ان پر مقالہ لکھا تھا: "الحضارة الغربية الوفدة وأثرها في الجيل المثقف" یہ الگ رسالے کی شکل میں شائع ہو چکا ہے، لیکن اردو اور انگریزی میں ابھی اس کا ترجمہ نہیں ہوا، اللہ نے بڑا کام لیا کہ اقبال اور اکبر دونوں کا عالم عربی میں تعارف کرایا۔

حواشی مجلس (۹۰)

(۱) حضرت کی مشہور اور بہت اہم کتاب الصراع بين الفكرة الإسلامية والفكرة الغربية في الأقطار الإسلامية ، جس کا اردو ترجمہ "مسلم ممالک میں اسلامیت و مغربیت کی کشمکش" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ (مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ)

(۲) المعهد العالي للدعوة والفكر الإسلامي کے نام سے دار العلوم ندوۃ العلماء میں منتہی طلبہ کے لیے ایک شعبہ تھا، حضرت مولانا کو جس کی بڑی فکر رہتی تھی، اب کلیۃ الدعوۃ والإعلام قائم ہونے کے بعد اس کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۹۱)

۲۷/۲/۱۴۱۸ھ مطابق ۳/۷/۱۹۹۷ء

حضرت شیخ الحدیث سے تعلق کی ابتدا اور ان کی شفقت

مولانا نذرالحفیظ صاحب نے پوچھا کہ حضرت شیخ الحدیث سے تعلق کی ابتدا کب سے ہوئی؟

حضرت نے فرمایا: جب ہم، مولانا منظور صاحب اور حاجی عبدالواحد صاحب دینی کاموں کا جائزہ لینے کے لیے نکلے تھے، اس وقت سہارنپور بھی گئے تھے، لیکن غالباً اس وقت حضرت شیخ الحدیث موجود نہیں تھے، پھر اس کے بعد نظام الدین میں سب سے پہلے ملاقات ہوئی، ہم نظام الدین میں تھے، شور ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث آرہے ہیں، سب لوگ کھڑے ہوئے تو ہم بھی کھڑے ہوئے، پہلی ہی ملاقات میں بغیر کسی انتظام اور اہتمام کے یکایک تعلق ہوگیا اور حضرت شیخ شفقت فرمانے لگے، ہمیں خود حیرت ہوئی، ہم سمجھ نہیں سکے، پھر تعلق بڑھا، ہم سہارنپور جانے لگے، رمضان کا آخری عشرہ وہیں گزارتے، حضرت شیخ ہمارا بہت اہتمام فرماتے خصوصاً کھانے کے معاملے میں، عشاء بعد کھانے کی چیزیں ان کو پیش کی جاتیں تو کہتے کہ ابھی نہیں، علی میاں آجائیں تب دینا، ہم جاتے تو کہتے لو یہ علی میاں کو دو، یہ علی میاں کو کھلاؤ، ہم اس وقت کھانے کے عادی نہیں، ہمیں جو کچھ کھانا ہوتا ہم افطار ہی میں کھالیتے تھے، تو ہم پہلے ہی کسی سے کہہ دیتے کہ آج ہمارے پاس بیٹھنا، حضرت شیخ ہماری طرف بڑھاتے اور ہم پیچھے دیتے جاتے، ایک رمضان ہم نے حضرت شیخ کے پاس نظام الدین میں بھی گزارا ہے، پانچ چھ روز بعد ہم نے شیخ سے کہا کہ ہم گھر جانا چاہتے ہیں، شیخ نے کہا: کہاں جاؤ گے؟ اور کوئی ایسا لفظ فرمایا جس سے ہمیں محسوس ہوا کہ یہاں رکنے سے فائدہ ہوگا، پھر ہم پورا مہینہ رک گئے، ہم نے پہلے ہی شیخ کو لکھ دیا تھا۔ ہمیں لکھنا نہیں چاہیے تھا۔ کہ ہم کو نقرس کی بیماری ہے، گوشت کھانے سے احتیاط ہے، پھر شیخ

نے جو اہتمام فرمایا اس کا قصہ پہلے گزر چکا ہے(۱)۔

حضرت پر ماں کی سی شفقت کرنے والے بزرگ

حضرت شیخ کی شفقت بالکل ماں کی سی شفقت تھی، ایک شفقت مادری ہوتی ہے اور ایک شفقت پدری، جس سے خصوصی تعلق ہوتا ہے اس کے ساتھ ماں کی سی شفقت ہوتی ہے، ہم نے چار بزرگ ایسے دیکھے جن کے پاس شفقت مادری پائی: حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری، حضرت مولانا الیاس صاحب، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری اور حضرت شیخ الحدیث، ان کی شفقتوں کو ماں کی شفقت سے تعبیر کر سکتے ہیں، جس نے نہیں دیکھا وہ اس کا اندازہ نہیں کر سکتا، اس سے کچھ قیاس کیا جا سکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا جو آپ کو اپنی امت کے خصوصی افراد اور اکابر صحابہ سے تھی، خود قرآن میں ہے: عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ، حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ (۲)، اور حدیث میں بھی اس کے اشارے ملتے ہیں (۳)۔

ان بزرگوں کی زیارت کی، ان کی خدمت میں رہنے کی توفیق ہوئی، ان کی جو شفقتیں اور خصوصیات دیکھیں، اس کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

بزرگوں سے سب سے زیادہ قریب کرنے والی کون سی چیز ہے؟

پوچھا گیا کہ بزرگوں سے سب سے زیادہ قریب کرنے والی ان کی توجہ اور دعا کا باعث بنانے والی کونسی چیز ہے؟

فرمایا: ان کو ایک روحانی احساس ہوتا ہے جس کی کوئی تعریف نہیں کی جا سکتی، پھر یہ کہ تکبر اور بڑائی لے کر نہ آئے، ریا سے پاک ہو، اور طلبِ صادق کا جذبہ ہو، یہ چیز بھی القائی ہے کہ کسی کی محبت دل میں ڈال دی جاتی ہے، پھر اس پر خاص توجہ ہونے لگتی ہے۔

بزرگوں سے استفادے کی شرط اور محرومی کا سبب

اس بات کا تذکرہ جب صوفی انیس صاحب سے کیا گیا تو وہ کہنے لگے: ہم نے

www.abulhasanalinadwi.org

ایک دفعہ بالکل تنہائی میں حضرت سے پوچھا، ہم اور حضرت تھے، کوئی تیسرا نہیں تھا، ہم نے پوچھا: کس چیز سے بزرگوں سے فائدہ سب سے زیادہ پہنچتا ہے؟ فرمایا: احترام سے، پھر ہم نے پوچھا: اور کس چیز سے نقصان پہنچتا ہے؟ فرمایا استخفاف سے (۴)۔

کس چیز سے روحانی ترقی سب سے زیادہ ہوتی ہے

اسی سے ملتی جلتی بات مولانا محمود حسن حسنی ندوی نے بتائی کہ ایک دفعہ ہم نے حضرت سے تنہائی میں ہمت کر کے پوچھا: ہم اور حضرت تھے، کوئی تیسرا نہیں تھا، ہم نے پوچھا: روحانی ترقی کس چیز سے سب سے زیادہ ہوتی ہے تو حضرت نے تین باتیں ارشاد فرمائیں، دو ہمیں یاد رہ گئیں اور یہی زیادہ اہم ہیں، حضرت نے فرمایا: ذکر و عبادت، اخلاص اور استقامت کے ساتھ، اور دعوت کا کام ایمان اور احتساب کے ساتھ۔

حواشی مجلس (۹۲)

(۱) دیکھیے مجلس (۱۴) ص: ۱۷۲

(۲) سورۃ التوبہ، آیت: ۱۲۸، یعنی تمھارا ہلاکت میں پڑنا اس پر شاق ہے، وہ تمھاری بھلائی کا حریص ہے، اور اہل ایمان کے لیے سراپا شفقت و رحمت ہے۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر اعتبار سے امت کے حق میں رحمت تھے، حدیث و سیرت کی کتابیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت و شفقت کے واقعات سے بھری پڑی ہیں۔

(۴) یعنی اس کو معمولی اور ہلکا سمجھنے سے۔ اس پر صوفی صاحب نے ایک قصہ سنایا، انھوں نے بتایا گزشتہ سال ہم جب حج کو گئے ہوئے تھے، کعبۃ اللہ کے پاس ایک بزرگ پر نظر پڑی، شکل وصورت سے پشاوری معلوم ہو رہے تھے، ان کے ساتھ ان کے مریدین کا حلقہ بھی تھا، وہ ہم کو غور سے دیکھتے رہے، پھر ہمیں قریب بلایا اور پوچھا: آپ کہاں کے رہنے والے ہیں، ہم نے بتایا: لکھنؤ کے ہیں، کہا: ہم جانتے ہیں، پھر پوچھا: آپ کا اصلاحی تعلق کس سے ہے؟ تو ہم نے حضرت کا نام لیا تو انھوں نے کہا: ہم ان کو جانتے ہیں، اچھا، ان کی کوئی بات یاد ہو تو سناؤ، تو ہم نے یہی دو باتیں سنائیں تو انھوں نے فوراً اپنی ڈائری نکالی اور اس کو نوٹ کیا اور اپنے مریدوں کو مخاطب کر کے کہا: سنو ایک عارف کا قول، پھر یہ باتیں بتائیں۔

مجلس (۹۲)

۲۸/۲/۱۴۱۸ھ مطابق ۴/۷/۱۹۹۷ء

قرآن کی بلاغت کی ایک مثال

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا: بنگلور میں معلوم ہوا کہ حضرت کچھ دنوں قبل جب بنگلور آئے تھے تو زہد وتقویٰ کے عنوان پر تقریر فرمائی تھی، تو زہد وتقوی کا مفہوم؟ تو حضرت نے اس کی کوئی تشریح نہیں فرمائی، صرف لفظی معنی بتائے، تقوی یعنی احتیاط، زہد یعنی تقلیل، پھر فرمایا: اب کی بنگلور میں جو تقریر ہوئی اس میں بڑی کام کی باتیں اللہ نے کہلوائیں، مثلاً اس آیت کی تشریح: "یـاایُّھَـا الَّـذِیْـنَ امَـنُـوْا کُـوْنُـوْا قَـوّامِیْنَ لِلّٰهِ شُھَدَاءَ بِـالْـقِسْطِ (۱)"، قوام: یعنی پوری مستعدی، اہتمام اور توجہ کے ساتھ اللہ کے لیے اٹھ کھڑے ہو جاؤ، قوام ہی کا لفظ لانے کی کیا وجہ ہے؟ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ، یَجْرِمَنّ کا لفظ کیوں لایا گیا؟ شنـان میں کیا قوت ہے؟ قرآن پر اس حیثیت سے غور کرنا اب بھی بہت باقی ہے اور قرآن کے اعجاز کو سمجھنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے، عربوں کو اس کی ضرورت نہیں ہوئی اور عجمیوں کی اس طرف توجہ نہیں ہوتی، اللہ نے اس مقام پر یہی لفظ کیوں کہا؟ دس لفظ کہے جا سکتے تھے، اس طرح پورے قرآن پر کسی نے غور نہیں کیا۔

قرآن کی بلاغت کو سمجھنے کے لیے تین چیزوں کی ضرورت ہے

اس کے لیے تین چیزوں کی ضرورت ہے: ایک یہ کہ عربی زبان سے پوری واقفیت ہو اور صرف واقفیت ہی نہیں، بلکہ اس کا ذوق، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اس کا ذائقہ ہو۔

دوسرے یہ کہ اس زمانے کی تاریخ، نفسیات، آزمائش اور امتحانات سے واقف ہو کہ کن حالات میں یہ بات کہی گئی ہے۔

پھر تیسرے یہ کہ اس زمانے میں لوگ اس لفظ سے کیا تاثر لیتے تھے اور اس سے

www.abulhasanalinadwi.org

ان کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟ اس کا جاننا بھی ضروری ہے۔

کسی تابعی یا تبع تابعی سے منقول ہے، وہ فرماتے تھے: "عجائب القرآن أذهبن نومی (۲)" قرآن کے عجائبات، اس کے الفاظ نے میری نیند اڑادی۔

ومار بک بظلام للعبید کی بلاغت

فرمایا: قرآن کا ایک ایک لفظ معجزہ ہے، کسی ندوی فاضل نے ہم سے پوچھا کہ قرآن میں ہے: "وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ" یہاں اللہ اپنے ظلّام ہونے کی نفی کر رہا ہے، ظالم ہونے کی نفی نہیں کر رہا ہے، گویا وہ ظالم ہے۔

ہم نے کہا کہ یہاں ظلّام سے مراد بہت زیادہ ظلم کرنے والا نہیں، کمیت مراد نہیں، بلکہ کیفیت مراد ہے، یعنی اللہ بالکل ہی ظلم کرنے والا نہیں ہے، وہ لوگ جس چیز کی خدا کی طرف نسبت کرتے تھے، اس سے خدا کا بہت زیادہ ظلم کرنا یعنی ظالم ہی نہیں بلکہ ظلام ہونا ثابت ہوتا تھا، اسی لیے مبالغے کے صیغے کے ساتھ اس کی نفی کی گئی ہے، تو اس کے لیے پوری تاریخ جاننے کی ضرورت ہے۔

شاہ عبدالقادر کے ترجمے میں بلاغت قرآنی کا لحاظ

اور شاہ عبدالقادر صاحب نے ترجمے میں اس کا پورا لحاظ رکھا ہے، ہم نے کہا تھا (۳) قَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ کا ترجمہ اکثر مفسرین نے یہ کیا ہے: "فرعون کی عزت سے، فرعون کے غلبے سے، ہم غالب آئیں گے" اور بعض نے باء کو قسمیہ سمجھ کر یہ ترجمہ کیا: "فرعون کی عزت کی قسم"، لیکن شاہ عبدالقادر صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے: "فرعون کے اقبال سے ہم غالب آئیں گے"، یعنی خدا آپ کا اقبال سلامت رکھے، ہم غالب آئیں گے، درباری اور خوش آمدیوں کی یہی زبان ہے اور یہ جادوگر خوش آمدی تھے، تو قرآن کے ترجمے کے لیے ماحول اور نفسیات کو جاننے کی ضرورت ہوتی ہے، آدابِ شاہی سے بھی باخبر ہونا چاہیے۔

www.abulhasanalinadwi.org

قرآن کی صوتی کیفیات

قرآن نے صوتی کیفیت کا بھی پورا لحاظ کیا ہے، جیسے: فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيْرًا (۴)، اِنَّ هٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ (۵)، تشدید سے دوسری کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، متبّر کی جگہ دس لفظ کہے جا سکتے تھے، مگر متبـّر میں جو بات ہے وہ کسی اور لفظ سے حاصل نہیں ہو سکتی، دوسری زبانوں میں بھی ایسا ہوتا ہے، مثلاً: ''پرخچے اڑا دیے''، اس مفہوم میں دوسرا لفظ ملنا مشکل ہے!

حواشی مجلس (۹۲)

(۱) سورۃ المائدہ، آیت: ۸

(۲) دو دن پہلے کی مجلس میں یہ بات گزر چکی ہے۔

(۳) تین روز قبل ندوۃ العلماء کی مسجد میں کی ہوئی اپنی تقریر کی طرف اشارہ ہے، اس میں شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمۂ قرآنی کی خصوصیات کے ذکر میں یہ بات بیان فرمائی تھی، تقریر راقم نے ٹیپ ریکارڈ سے قلمبند کر لی تھی، جو اس وقت تعمیر حیات میں شائع ہوئی تھی۔

(۴) سورۂ بنی اسرائیل، آیت: ۱۶

(۵) سورۂ اعراف، آیت: ۱۳۹

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۹۴)

۱/۳/۱۴۱۸ھ مطابق ۷/۷/۱۹۹۷ء

مغربیت کو سمجھنے کے لیے بعض اہم کتابیں

سوال کیا گیا کہ مغربیت کو سمجھنے اور اس سے مرعوبیت کو ختم ہونے کے لیے حضرت نے کن کتابوں کا مطالعہ فرمایا؟

فرمایا: بہت سی کتابیں ہیں، خاص طور پر یہ کتابیں:

1-A Guide of European......(۱)

2-Making of Humanity(۲)

3-Decline and fall of the Roman Empire(۳)

4-History of the conflict between Religion and Science

یعنی ''معرکۂ مذہب وسائنس'' (۴)

5-History of European Morals

یعنی ''تاریخ اخلاق یورپ'' (۵)

۶- علامہ اقبال کی کتاب انگریزی میں (۶)

۷- محمد اسد کی کتاب Islam at the cross road(۷)

مغربیت سے مرعوب نہ ہونے میں ماحول کا اثر

ہمارے خاندان کے کچھ لوگ لندن، امریکہ، جرمنی اور جاپان گئے (۸) یہ ہمارے بچپن کی بات ہے، یہ جب واپس آئے تو ہم دس گیارہ سال کے تھے، ان سے وہاں کا ہر وقت تذکرہ سنتے تھے، تو یہ نام ہمارے لیے بعد میں نئے نہیں رہے کہ یک دم سے مرعوب ہو جائیں، اس کا رعب پہلے ہی سے ختم ہو چکا تھا۔

عیسائیت اور یہودیت محرف مذاہب میں

پھر فرمایا: خالص علمی اور کلامی لحاظ سے-تقلیدی لحاظ سے نہیں-اسلام کے سوا کوئی مذہب صحیح ہے، نہ باقی ہے، موجودہ یہودیت اور عیسائیت کسی طرح آسمانی مذہب ہو ہی نہیں سکتے، عیسائیت تو سینٹ پال کا مذہب ہے، مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے ہمیں ایک کتاب بھیجی تھی جس کا مصنف ایک انگریز ہے، اس نے صاف اعتراف کیا ہے کہ موجودہ عیسائیت حضرت عیسیٰ کی عیسائیت نہیں، بلکہ یہ سینٹ پال کا ایجاد کیا ہوا مذہب ہے (۹)۔

مریم جمیلہ (۱۰) جو پہلے یہودی تھیں، پھر مسلمان ہوئیں، انھوں نے بھی ایک کتاب لکھی ہے جس میں انھوں نے یہودیت کے محرف ہونے اور خدائی مذہب نہ ہونے کے کافی دلائل دیے ہیں۔

تاریخ دعوت وعزیمت کی تالیف کا محرک، کتاب کی اہمیت اور مریم جمیلہ کا اس سے تأثر

مریم جمیلہ نے پاکستان ہجرت کی تھی، جب ہم پاکستان گئے تھے تو ان سے ملنے بھی گئے تھے، جب ہماری کتاب ''تاریخ دعوت وعزیمت'' کا انگریزی ایڈیشن نکلا تو ہم نے ان کو بھیجا تھا، جس کو پڑھ کر وہ بہت متاثر ہوئیں، ہمارے نام ان کا خط ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر ان کی فکر بدل گئی، اس کتاب کے ذریعے الحمدللہ ایک خلا پر ہوا، اللہ نے لکھوائی، ہوا یہ کہ (۱۱) یہاں تبلیغی مرکز میں جماعتیں ٹھہری ہوئی تھیں، ان سے خطاب کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا، ہمیں خیال ہوا کہ یہ دعوتی کام کرنے والے لوگ ہیں تو اسلام میں جو مصلحین اور مجددین پیدا ہوئے ہیں، ان کے حالات سے ان کو واقف کرایا جائے، تاکہ دعوتی کام میں وہ روشنی حاصل کریں، ہم تقریر کرتے، بریلی کے ایک صاحب تھے عبدالصمد، وہ اس کو نوٹ کرتے تھے، ہم نے وہ نوٹ ان سے لیا تو ہمیں خیال پیدا ہوا کہ اس پر باقاعدہ مستقل کام کی ضرورت ہے، تو ہم نے لکھنا شروع کیا۔اسی زمانے میں دمشق سے ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کا خط آیا کہ یونی ورسٹی میں پہلی دفعہ کلیۃ الشریعہ قائم ہوا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، ہماری کمیٹی نے سوچا ہے کہ آپ کو اسٹاف میں شامل کریں، سال دو سال کے لیے آپ یہاں آکر رہیں استاد کی حیثیت سے، اور انھوں نے بڑی تنخواہ کی پیش کش بھی کی، ہم نے اس سے معذرت کی، ہم نے کہا: ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ ہم اس کے اسٹاف میں شامل ہو جائیں، البتہ محاضرات دینے کے لیے مہینے دو مہینے کے لیے آسکتے ہیں، چناں چہ ہم محاضرات کو تیار کر کے لے گئے (۱۲)، مولوی سعید الرحمٰن (۱۳) مرکز میں آتے تھے، ہم املا کراتے تھے، وہ لکھتے تھے، پھر یہ محاضرات دمشق میں بڑے شوق وذوق اور دلچسپی سے سنے گئے، رمضان کا مہینہ تھا، اور محاضرے مغرب اور عشاء کے درمیان ہوتے تھے، مگر پورا ہال بھرا ہوا ہوتا تھا، جب کہ ہمارے یہاں رمضان میں اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

اس سے بہت بڑی ضرورت پوری ہوئی، لوگ یہ تو سمجھتے تھے کہ بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے ہیں، لیکن پورے تسلسل کے ساتھ اور زمانے کی ضرورت اور اس کے تقاضے کے مطابق ہر دور میں لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں، اس کو لوگ نہیں جانتے تھے، بلکہ اس کے خلاف یہ سمجھتے تھے کہ ہر زمانے میں لوگ پیدا نہیں ہوئے، جنھوں نے اسلام کو پوری طرح سمجھا جب کہ حقیقت یہ ہے کہ جیسے فتنے اٹھے اور جیسے لوگوں کی ضرورت ہوئی، اسی طرح کے لوگ پیدا ہوئے، ایک زمانے میں پورے عالم اسلام پر فلسفۂ یونان کا ایسا غلبہ ہوا، قریب تھا کہ مسلمان اس سے اس طرح مرعوب ہو جائیں جس طرح یہاں ہندوستان میں انگریزوں سے ہوئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت امام ابوالحسن اشعری (۱۴)، امام ماتریدی (۱۵)، امام غزالی اور امام ابن تیمیہ جیسے لوگ پیدا کیے، انھوں نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

حواشی مجلس (۹۳)

(۱) پورا نام کیا لیا، یاد نہیں، غالباً اس سے مراد مالکم بریڈبری (Malcom Bradbury) اور جیمس میک فارلین (James McFarlane) کی مشترکہ کتاب (A Guide of European Literature 1890-1930) ہے۔

(۲) یعنی تعمیر انسانیت، یہ روبرٹ بریفلٹ (Robert Briffault) کی کتاب ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

(۳) یعنی تاریخ زوال روما، اس کا مصنف ایڈورڈ گبن (Edward Gibbon) ہے، اس کا عربی ترجمہ "اضمحلال الإمبراطورية الرومانية وسقوطها" کے نام سے الهيئة المصرية العامة للكتاب نے شائع کیا ہے، بقلم محمد علی ابودرۃ۔

(۴) اردو ترجمہ مولانا ظفر علی خان جیسے ادیب وشاعر نے کیا ہے، جس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۱۰ء میں انجمن اردو حیدر آباد دکن نے رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور سے شائع کیا، جدید کمپوز شدہ ایڈیشن الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار لاہور سے ستمبر ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا ہے، یہ ایک معرکۃ الآرا کتاب ہے، ایک لحاظ سے یورپ کی ذہنی ترقی کی تاریخ کا خلاصہ ہے۔

(۵) اصل کتاب W.E.H. Lecky کی ہے، ترجمہ مولانا عبدالماجد دریابادی کے جادو نگار قلم سے ہے، کتاب دو جلدوں میں ہے، پہلی جلد کا ترجمہ الناظر پریس چوک لکھنؤ سے ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا تھا، اور دوسری جلد کا ترجمہ ۱۹۲۴ء میں، جدید ایڈیشن تیار ہو رہا ہے، صدق فاؤنڈیشن لکھنؤ سے عنقریب شائع ہوگا۔ یہ یورپ کی اخلاقی تاریخ کے سلسلے میں اہم ترین کتاب ہے، قدیم یورپ کی تاریخ کی روشنی میں فلسفہ، معاشرت، تمدن اور مذہب واخلاق کے باہمی تعلقات سے بحث کی گئی ہے۔

(۶) یعنی ان کے خطبات جو انگریزی میں ہیں، اس کتاب کا نام ہے: Islamic thoughtof the Re-Conception اس کتاب کے اردو میں کم سے کم پانچ ترجمے ہمارے علم میں ہیں: پہلا ترجمہ مشہور ماہر اقبالیات سید نذیر نیازی نے "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" کے نام سے مع حواشی وتصریحات کیا ہے، یہ ترجمہ علامہ اقبال ہی کے حکم سے ہوا تھا، اور کتاب کا نام بھی ان ہی کا تجویز کیا ہوا تھا، مگر اس کی اشاعت علامہ اقبال کی زندگی میں نہ ہو سکی، اس کا جدید ایڈیشن بزم اقبال لاہور سے ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا، ایک ترجمہ "تفکیر دینی پر تجدید نظر" از ڈاکٹر محمد سمیع الحق (مطبوعہ دہلی) ایک ترجمہ بنام "مذہبی افکار کی تعمیر نو" بقلم پروفیسر شریف کنجاہی، ایک سلیس اور رواں ترجمہ شہزاد احمد کے قلم سے مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور نے "اسلامی فکر کی نئی تشکیل" کے نام سے شائع کیا ہے، سنہ ۲۰۰۵ء، (اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا تھا) اور ایک ترجمہ "تجدید فکریات اسلام" کے نام سے اقبال اکادمی لاہور کے زیر اہتمام ڈاکٹر وحید عشرت کے قلم سے شائع ہوا ہے، (۲۰۰۱ء) ہندوستان میں اریب پبلی کیشنز نئی دہلی نے اس کو شائع کیا ہے، (۲۰۰۵ء) نیز علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد نے "تسہیل خطبات اقبال" شائع کی ہے۔ عربی ترجمہ تجديد التفكير الديني في الإسلام کے نام سے عباس محمود العقاد نے کیا ہے، اسی طرح پنجابی، فارسی، اور فرانسیسی میں بھی اس کے تراجم ہو چکے ہیں۔ (دیکھیے تجدید فکریات اسلام کا عرض مترجم، ص ۲۳۷-۲۳۸) اس کے بعض مباحث علماء کی نظر میں قابل اعتراض ہیں، چناں چہ مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے "خطبات اقبال پر ایک نظر" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے، یہ کتاب خطبات اقبال پر تنقیدی نظر کے عنوان سے ان کے تین خطبات کا مجموعہ ہے (شائع کردہ اقبال انسٹی ٹیوٹ، کشمیر یونیورسٹی سری نگر، ۱۹۸۳ء) اور بھی متعدد لوگوں نے اس پر نقد ونظر کا کام کیا ہے۔

(۷) اس کا عربی ترجمہ الإسلام علیٰ مفترق الطرق کے نام سے ڈاکٹر عمر فروخ نے کیا ہے (مطبوعہ دار العلم للملايين بيروت)

(۸) ان کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے، دیکھیے مجلس (۴۴) ص: ۲۴۲

(۹) یہ بات پیچھے ذرا تفصیل سے گزر چکی ہے، دیکھیے مجلس (۵۶) ص: ۳۹۴ و مجلس (۷۷) ص: ۴۷۳

(۱۰) مریم جمیلہ (سابق مارگریٹ مارکوسن): نیویارک (امریکہ) کے ایک یہودی خاندان میں ۱۹۳۴ء میں پیدا ہوئیں، نوجوانی ہی میں اسلام سے متاثر ہوئیں، ۱۹۶۱ء میں نیویارک ہی میں باقاعدہ اپنے اسلام کا اعلان کیا، اور بڑی آزمایشوں سے گزریں، دوسرے سال مولانا مودودی کی دعوت پر ہجرت کر کے پاکستان آ گئیں، اور ۱۹۶۳ء میں ایک سرگرم داعی محمد یوسف خان سے ان کی شادی ہوئی، وہ نہ صرف مسلمان ہوئیں، بلکہ اسلام کی ایک پُر جوش داعی اور اس کی نقیب بن گئیں، اور اسلام کی دعوت اور اس کے پیغام کی تفصیل و تائید میں پچیس طاقتور کتابیں بھی تصنیف کیں، اور خود مسلمانوں کو غیرت دلانے اور جھنجھوڑنے لگیں، ان کی بیس کتابیں عربی میں منتقل ہو چکی ہیں اور بعض کتابوں کا اردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے، ۱۹۸۳ء میں اپنے والدین کو دعوتی خط بھیجا، لیکن وہ مسلمان نہیں ہوئے، اور یہودیت ہی پر مرے۔ وہ اس وقت لاہور میں مقیم ہیں، حفظها الله وبارك في حياتها۔ (ان کے بارے میں مفصل معلومات انٹرنیٹ پر موجود ہیں، ابھی حال ہی میں ذاکر اعظمی نے مریم جمیلہ کے نام سے عربی میں ان پر کتاب لکھی ہے، جس میں مولانا مودودی کے ساتھ ہوئی ان کی تفصیلی مراسلت کا تذکرہ کیا ہے، اور ان کی بعض کتابوں کا اچھا تعارف کرایا ہے۔ (مطبوعہ دار القلم دمشق ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء)

(۱۱) نیز دیکھیے کاروان زندگی حصہ اول، ص: ۴۱۱

(۱۲) یہ ۱۹۵۶ء کی بات ہے، پیچھے اس کی تفصیل گزر چکی ہے، مزید تفصیل کے لیے دیکھیے کاروانِ زندگی حصہ اول، ص: ۴۱۸ و بعد

(۱۳) یعنی مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، مدیر البعث الاسلامی، سابق عمید کلیۃ اللغۃ العربیہ، وحال مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، وچانسلر انٹیگرل یونی ورسٹی لکھنؤ، شعراء الرسول ﷺ اور دیگر کتابوں کے مصنف۔

(۱۴) امام ابوالحسن اشعری (علی بن اسماعیل الاشعری): اہل سنت کے زبردست امام، جنھوں نے عقیدۂ اہل سنت کی تائید اور معتزلہ کی عقلی دلائل سے تردید میں مجددانہ کردار ادا کیا۔ وفات: ۳۲۴ھ (تفصیل کے لیے دیکھیے سیر اعلام النبلاء ۱۵/۸۵-۹۰، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ۳/۳۴۷-۴۴۴، نیز دیکھیے تاریخ دعوت و عزیمت جلد اول، ص: ۱۰۵-۱۱۴)

(۱۵) ماتریدی (محمد بن محمد بن محمود ابو منصور الماتریدی): علم کلام کے امام، انھوں نے ماوراء النہر کے علاقے میں عقیدۂ اسلام کی صحیح ترجمانی اور معتزلہ کی تردید میں قائدانہ کردار ادا کیا، وفات: ۳۳۳ھ (الفوائد البھیۃ، ص: ۳۱۹، الأعلام، ج ۷/ص: ۱۹)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۹۴)

۱۶/۳/۱۴۱۸ھ مطابق ۲۲/۷/۱۹۹۷ء

حضرت کو جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کی فکر

مصر کے ایک تعلیم یافتہ نوجوان ڈاکٹر جلال سعید حفناوی آئے ہوئے تھے، وہ مصر کی ایک یونی ورسٹی میں اردو زبان کے استاد ہیں، اردو سے خاصے واقف ہیں، مصر ہی میں انھوں نے اردو سیکھی ہے، ترجمة القرآن الكريم باللغة الأردية کے نام سے انھوں نے ایک مفصل مضمون لکھا ہے، جو رابطہ کے مجلّے میں شائع ہوا ہے، اس موقع پر وہ علامہ اقبال اور مولانا حالی وغیرہ کے بارے میں ریسرچ کرنے کے لیے ہندستان آئے ہوئے ہیں(۱)، دو مہینے سے ہندوستان میں ہیں، متعدد بڑے کتب خانوں سے استفادہ کر کے اب ندوے کے کتب خانے سے استفادے کے لیے یہاں آئے ہوئے تھے، وہ عصری تعلیم یافتہ شخص کی طرح سوٹ بوٹ میں تھے، حضرت کو خیال ہوا کہ عموماً تعلیم یافتہ طبقے میں اسلام کی ابدیت اور صلاحیت پر پورا اعتماد نہیں ہوتا، اس لیے حضرت کو فکر تھی کہ ان سے اس سلسلے میں گفتگو کی جائے، مولانا نذر الحفیظ صاحب سے آج بیٹھتے ہی فرمایا کہ ذرا ان کی فکر کرنا، ان سے بات کرنا، ان کے سر پر ٹوپی نہیں تھی، فرمانے لگے پتا نہیں آج کل لوگوں کو ٹوپیوں سے کیوں نفرت ہوگئی ہے، ہندو بھی پہلے باقاعدہ ٹوپی پہنا کرتے تھے، اب جب کسی وقت پل سے گزرنا ہوتا ہے تو ایک ہندو بھی ٹوپی پہنے ہوئے نظر نہیں آتا، البتہ سوڈان میں غیر مسلم بھی صافہ باندھتے ہیں۔

افریقی ممالک اور اسپین میں فقہ مالکی کی مقبولیت کی انتہا

سوڈان کا ذکر آیا تو فرمایا: یہ پوری پٹی سوڈان، تیونس، طرابلس، سب مالکی تھے، اور اسپین تو سو فیصد مالکی تھا، یہاں تک کہ جیسا کہ ہم نے تقریر میں کہا تھا کہ مالکیوں کے

اصولوں میں یہ بات تھی: عمل أهل قرطبة حجة (۲)، جس طرح عمل اہل مدینہ حجت ہے اسی طرح عمل اہل قرطبہ بھی حجت ہے۔

حضرت کے سفرِ اندلس کی یاداشت اور کچھ تجاویز

اسپین کے سفر کے بعد ہم نے ایک مذکرہ (۳) شیخ صالح قزّاز کو بھیجا تھا، وہ بڑے دین دار شخص تھے، رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سکریٹری تھے، ان کا ہمارے نام ایک خط ہے، اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ یہ مذکرہ پڑھ کر ہم اپنی آنکھ پر قابو نہیں رکھ سکے اور جس نے بھی سنا اس کی آنکھیں چھلک پڑیں (۴) اس میں ہم نے وہاں کے کچھ حالات لکھے تھے اور کچھ تجاویز پیش کی تھیں، مثلاً یہ کہ میڈرڈ میں ایک مسجد ہونی چاہیے۔

عدنانیوں اور قحطانیوں کا اختلاف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی طرف ہجرت کی ایک مصلحت

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا کہ اسپین سے مسلمانوں کا جس طرح صفایا کیا گیا، تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں، اس کے اسباب کیا تھے؟

حضرت نے فرمایا اسباب بہت سے ہو سکتے ہیں: ابھی تک اس پر مکمل تحقیقی کام نہیں ہوا، ایک وجہ عدنانیوں اور قحطانیوں کی منافست ہے، یہ آخری حد تک پہنچ چکی تھی، یہاں تک کہ یہ بات بھی آنے لگی تھی کہ حکومت قحطانیوں کی ہو یا عدنانیوں کی، پھر حضرت نے ایک بڑے پتے کی بات فرمائی، اس میں اللہ کی بڑی حکمت ہے کہ اس نے ہجرت مدینہ کی طرف کرائی، جو قحطانی النسل تھے، آپ ﷺ اور مکہ والے عدنانی تھے، پھر عدنانی اور قحطانی اس طرح گھل مل گئے کہ بالکل شیر وشکر ہو گئے کہ برسوں بلکہ صدیوں تک اس طرح منافست کی کوئی بات نہیں آئی، پھر پتا نہیں، کیا اسباب ہوئے کہ آپس میں منافست پیدا ہوئی اور اندلس میں واضح طور پر سامنے آئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

اللہ کے غصے کو بھڑکانے والے کسی بھی قول وفعل سے ڈرتے رہنے کی ضرورت

اس کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے پھر حضرت نے ایک بڑے اہم نکتے کی طرف اشارہ فرمایا: فرمایا: یہ تقدیر کی بات ہے، خدا کا فیصلہ ہے، کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا، کسی وقت تکبر کا کوئی جملہ ان کی زبان سے نکلا ہو یا کسی پر ظلم ہوا ہو جو اللہ کو اس طرح ناپسند آیا، اس طرح اس کے غصے کو بھڑکایا کہ اس نے ان کو بالکل صفحۂ ہستی سے مٹادیا، اس لیے بہت ڈرتے رہنے کی ضرورت ہے کہ اس کی طرح کوئی بات زبان سے نہ نکلے، کسی پر زیادتی نہ ہونے پائے کہ پھر خدا کی طرف سے پھٹکار ہو!

اسپین کی فضا میں روحانیت اور اذان اور تلاوتِ قرآن کی آوازیں

پھر فرمایا: لیکن اب بھی اندلس کی فضا میں روحانیت ہے، ذکر وعبادت میں لذت محسوس ہوتی ہے، قبرستان میں بھی خاص کیفیت اور نورانیت محسوس ہوتی ہے، ہم صاحبِ کشف تو نہیں ہیں، لیکن پھر بھی ہمیں خاص کیفیت محسوس ہوئی، کتنے اولیاء اللہ، علمائے ربانیین اور فقہاء ومحدثین وہاں مدفون ہوئے ہیں!

اب بھی اس کی فضا سے اذان اور قرآن کی تلاوت کی آواز آتی ہے، کسی نے وہاں بتایا کہ ہم کو اذان کی آواز آئی، دیکھا تو کوئی مسجد نہیں، پھر معلوم ہوا کہ یہ آواز فضا سے آرہی ہے، اور خود شیخ سعید رمضان نے بتایا کہ انھوں نے وہاں فضا سے قرآن کی تلاوت کی آواز سنی۔

اس پر مولانا نذر الحفیظ صاحب نے ایک واقعہ سنایا: ایک یہودی نے اسپین کا سفر کیا، پھر وہ مسلمان ہوا، اس نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے کہ وہاں قرآن کی تلاوت کی آواز اس کو سنائی دی، دیکھا تو پڑھنے والا کوئی نہیں، معلوم ہوا کہ فضا سے یہ تلاوت کی آواز آرہی ہے، اس سے ہمارے قلب پر ایسا اثر ہوا اور ہم ایسے متاثر ہوئے کہ یہ چیز ہمارے اسلام کا سبب بنی۔

''استقرا'' کا اصول اندلس کی دین ہے

فرمایا: اسپین میں بڑے بڑے مفکرین اور علماء پیدا ہوئے، یہ جو استقرا (۵) کا

اصول ہے، وہ وہیں سے آیا، جو مغرب کی ساری ترقی کی بنیاد ہے، خود مغربی مفکرین اور دانشوروں نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ ہمارے یہاں پہلے صرف قیاس تھا، استقرا ہم نے اندلس سے سیکھا۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ قیاس یعنی کسی ایک چیز کو بنیاد بنا کر اس کو کلیہ قرار دے کر دوسری چیزوں کو اس پر پرکھا جائے، قیاس کیا جائے، استقرا میں مجموعے کو سامنے رکھ کر کوئی فیصلہ کیا جاتا ہے۔

اندلس میں دعوتی کام اور اشاعتِ اسلام کی ضرورت

پھر فرمایا: اب کسی کو اندلس کی فکر ہی نہیں، ضرورت ہے کہ پاکستان اور عالم اسلام سے وفود جائیں اور اس کی کوشش کریں کہ وہاں کے کچھ لوگ مسلمان ہو جائیں، ان کی رگوں میں عربی خون ہے، ہم نے توجہ دلانے کی کوشش کی، لیکن کسی کی توجہ نہیں ہوئی۔

ہندوستان کو اندلس بنانے کا پلان

فرمایا: ہندوستان میں پورا پلان بنایا گیا ہے کہ کس طرح اس کو اندلس بنایا جائے (٦)، تقسیم اور آزادی کے وقت ہندو، کتب خانوں اور لائبریریوں سے اسپین سے متعلق کتابیں نکال رہے تھے (٧)، تاکہ معلوم ہو اکہ کس منصوبے کے تحت مسلمانوں کا وہاں سے صفایا کیا گیا، ان کا اسپین سے متعلق کتابیں نکالنا ایک بہت بڑے راز کا انکشاف ہے!

ممبئی اور ممبئی کے اہلِ تعلق اور میزبانوں کا ذکر

دو دن قبل ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ ہوا تھا، اراکین انتظامیہ بہت سے جا چکے تھے، لیکن کچھ موجود تھے، ممبئی- اندھرا ٹرانسپورٹ کے مالک اور بمبئی میں حضرت کے میزبان محمد بھائی بھی موجود تھے، ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: منصوری صاحب (٨) یاد آتے ہیں، بہت نیک آدمی تھے، ہمارا بڑا خیال رکھتے تھے، پھر حضرت خود فرمانے لگے: ہم پہلی دفعہ بمبئی امبیڈکر سے ملنے کے لیے گئے تھے، اس وقت آپ لوگوں سے تعارف کہاں تھا! خلافت ہاؤس میں ٹھہرے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہماری عمر اس وقت بیس بائیس سال کی تھی، بھائی صاحب اور خلیل عرب صاحب نے امبیڈکر کو اسلام کی طرف دعوت دینے کے لیے بھیجا تھا(۹)، ہم جس سے بھی کہتے کہ امبیڈکر سے ملنے آئے ہیں تو وہ بڑے تعجب کے ساتھ ہم کو دیکھتا، آپ اور امبیڈکر سے ملنے آئے ہیں! ہم ایک عام کپڑوں میں ملبوس نوجوان، اور امبیڈکر جن کی شہرت اور عزت ملک بھر میں تھی، ہم ان کے بنگلے گئے تو وہ ٹہلنے کے لیے نکلے تھے، لوگ انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، ہم بھی بیٹھ گئے، ہم نے کہا: یہ بڑے بڑے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، ہمیں کون پوچھے گا! لیکن امبیڈکر آئے تو ہماری طرف اشارہ کر کے کہا: آپ اوپر آیئے، ہم اوپر گئے تو دیکھا میز پر قرآن شریف بھی رکھا ہوا ہے، اس میں نشانی بھی ہے، یعنی اتنا پڑھ چکے ہیں، ہم نے اسلام کے بارے میں بات کی تو کہنے لگے: ابھی غور کر رہے ہیں، فیصلہ نہیں کیا، لیکن مسلمان نہ ہو سکے، گاندھی جی وغیرہ نے رکاوٹ ڈالی۔

اس کے بعد مسافر خانہ صابو صدیق میں حاجی احمد غریب (۱۰) کے یہاں ٹھہرنے لگے، وہیں منیری صاحب (۱۱) سے تعارف ہوا۔

ابھی آم کھا رہے تھے تو یاد آیا کہ بمبئی میں انفا سو مشہور آم ہے، احمد غریب نے یہ آم پیش کرتے ہوئے کہا: اگر اس سے میٹھا کوئی آم ہو تو ہم آم کھانا ہی چھوڑ دیں۔

ابھی اس مرتبہ بمبئی گئے تو وہاں لوگ محمد بھائی کے یہاں ملنے آئے، ہم نے پوچھا: آپ لوگوں کو ہمارے آنے کی کیسے اطلاع ہوئی؟

وہ کہنے لگے کہ آج امام صاحب نے جمعے کی نماز مختصر پڑھائی، جب آپ آتے ہیں تو وہ مختصر نماز پڑھاتے ہیں، ان کو بھی آپ سے ملنے کی جلدی ہوتی ہے، جب نماز مختصر ہوتی ہے تو ہم سمجھ جاتے ہیں کہ آج آپ تشریف لائے ہیں، مولوی شوکت صاحب (۱۲) کی مسجد کے لوگ ہوں گے، وہ یہاں کے رکن انتظامی بھی ہیں، ہزاروں ہزار حاجیوں نے آتے جاتے وہاں نماز پڑھی ہوگی، دعائیں کی ہوگی، ان کی برکات ہوں گی۔

پھر حاضرین سے کہا: محمد بھائی نے ہمارے لیے بڑا اچھا انتظام کر رکھا ہے، نویں

www.abulhasanalinadwi.org

منزل پر ہمیں ٹھہراتے ہیں، کوئی تکلیف نہیں، کوئی پریشانی نہیں، گھر کی طرح آرام، نہ کہیں جلسہ، نہ کوئی پروگرام، نہ وہ کسی کی دعوت قبول کرتے ہیں، کوئی بہت اصرار کرتا ہے تو کہتے ہیں یہیں لے آؤ۔

ہم نے وہاں بہت تصنیفی کام بھی کیا ہے، بابرکت کتابیں لکھی ہیں السیرۃ النبویۃ کا بھی بڑا حصہ وہیں لکھا، ''المرتضیٰ'' کے کچھ ابواب بھی وہیں لکھے گئے، اور ابھی اس سفر میں ''قادیانیت'' پر جو کتاب لکھی (۱۴)، یہ بھی وہیں لکھی، انشاء اللہ سب کا ثواب محمد بھائی کو ملے گا۔

حواشی مجلس (۹۴)

(۱) انھوں نے علامہ شبلی کی مشہور کتاب ''الفاروق'' کا بھی عربی میں ترجمہ کیا ہے، ۲۰۰۳ء میں وہ دوبارہ لکھنؤ آئے تھے تو یہ ترجمہ ساتھ لائے تھے۔

(۲) عمل أهل قرطبة حجة: مالکیوں کے عام اصولوں میں تو نہیں، البتہ مغرب کے علاقے میں یہ اصطلاح رائج ہوگئی تھی، هذا ما جرى العمل به في قرطبة، جیسا کہ فقہ مالکی کی بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔

(۳) یعنی یادداشت، نوٹ

(۴) یہ بات دراصل مولانا نذر الحفیظ صاحب نے یاددلائی تھی۔

(۵) استقرا: اس کے لغوی معنی تلاش وتتبع اور چھان بین کے ہیں، اور اصطلاح میں استقرا اس عمل کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کے چند افراد پر کوئی تجربہ کر کے نتیجہ اخذ کرنا اور کل افراد پر وہی قاعدہ مقرر کرنا۔

(۶) ۴۸۵ صفحے کی ایک انگریزی کتاب بمبئی (ہندو ویویک کیندر) سے چھپی ہے، اس کا پورا نام اور پتا یہ ہے B.N.Jog, Threat of Islam

Indian Dimensions, 1, Purvanchal, Navghar Marg, Bombay 400081

اس کتاب کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام ساری دنیا کے لیے خطرہ ہے، کیوں کہ وہ مذہب اور کلچر کے ساتھ پُرامن طور پر نہیں رہ سکتا، اس لیے اسلام کے مسئلے کا حل صرف ایک ہے، یعنی اسلام کا مکمل خاتمہ۔ اس معاملے میں ساری دنیا کو اسپین کے نمونے کو اختیار کرنا چاہیے، اسپین نے اسلام اور مسلمانوں کو مکمل طور پر اپنے یہاں سے خارج کردیا، اسی طرح ہندوستان اور دوسرے ملکوں کو چاہیے کہ ان کو اپنے یہاں سے خارج کردیں، اس کے سوا اس مسئلے کو کوئی حل نہیں۔ (سفرنامہ اسپین وفلسطین از وحید الدین

www.abulhasanalinadwi.org

خان، ص:۹۲-۹۳) وحید الدین خان آگے لکھتے ہیں: ہندوستان میں کچھ لکھنے اور بولنے والے مسلمان یہ انکشاف کرنے میں مشغول ہیں کہ ۱۹۴۷ء سے پہلے کچھ ہندو لیڈر اسپین گئے، اس سفر کا مقصد یہ جاننا تھا کہ اسپین سے کس طرح مسلمانوں کا خاتمہ کردیا گیا، تاکہ آزادی ملنے کے بعد اسی عمل کو دہرا کر ہندوستان کو دوسرا اسپین بنایا جاسکے (کتاب مذکور، ص:۹۵) وحید الدین خان نے اس بات کو مضحکہ خیز قرار دیتے ہوئے اس خیال کو حسب توقع غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

(۷) یاد پڑتا ہے کہ میں نے اردو کے کسی ڈائجسٹ میں بھی یہ بات پڑھی تھی، واللہ اعلم۔

(۸) یعنی حاجی اسماعیل منصوری: بمبئی کے مشہور لوگوں میں تھے، حضرت مولانا کے بڑے عقیدت مند تھے اور حضرت کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ وفات: جنوری ۱۹۹۷ء

(۹) امبیڈکر کو دعوت دینے کے لیے بمبئی جانے کی بات پیچھے گزر چکی ہے، دیکھیے مجلس (۱۳) ص:۱۶۸ یہاں کچھ مزید باتیں تھیں، اس لیے باقی رکھا۔

(۱۰) حاجی احمد غریب میمن: ممبئی کے نہایت مشہور لوگوں میں تھے، بڑے تاجر ہونے کے ساتھ حجاج کی خدمت کو انھوں نے اپنا شیوہ بنالیا تھا، دینی واسلامی کاموں سے بے پایاں دلچسپی لیتے تھے، اور اپنے اثر ورسوخ سے اس میں جان ڈال دیتے تھے۔ وفات: ۱۴/ جولائی ۱۹۶۷ء، ممبئی (البلاغ بمبئی، غریب نمبر، جلد: ۱۷، شمارہ: ۶، ستمبر ۱۹۶۷ء)

(۱۱) یعنی محی الدین منیری صاحب، جن کا تعلق بھٹکل سے تھا، ممبئی میں ایک عرصہ قیام کرکے حجاج کی بے پناہ خدمت کی، اور اس معاملے میں ملک گیر شہرت حاصل کی۔ سابق مدیر مسئول البلاغ ممبئی، بھٹکل کے نہایت اہم اور ممتاز دینی وسماجی کارکنوں میں تھے، یکے از بانیانِ جامعہ اسلامیہ بھٹکل، وبانی جامعات الصالحات بھٹکل، بھٹکل کے تمام اداروں کے روح رواں ہونے کے ساتھ ملک گیر پیمانے پر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن، ندوۃ العلماء لکھنؤ کے رکن انتظامی اور ملی کونسل کے بھی رکن تھے۔ ہندوستان کے تقریباً تمام کبار علماء سے ان کے تعلقات تھے، ان کی وجہ سے متعدد بڑے علماء بھٹکل تشریف لائے۔ وفات: ۳۰/ اگست ۱۹۹۴ء، بھٹکل (تفصیل کے لیے دیکھیے الحاج محی الدین منیری حیات وخدمات، مرتب: محمد الیاس ندوی)

(۱۲) مولانا شوکت صاحب: بمبئی کی جامع مسجد کے امام، نہایت بزرگ اور محترم شخصیت، ان کا اصل تعلق شری وردھن (کوکن) سے ہے۔ بمبئی میں ان کی بڑی عزت ہے، ندوۃ العلماء کے رکن شوریٰ ہیں، مگر ضعف وپیری کی وجہ سے کئی سال سے ندوہ حاضر نہیں ہوئے۔

(۱۳) یعنی ۱۲-۱۳/ نومبر ۱۹۹۷ء میں دار العلوم ندوۃ العلماء میں قادیانیت کے موضوع پر منعقد عظیم عالمی اجلاس کے لیے افتتاحی خطبے کے طور پر جو مقالہ لکھا تھا، جو ''قادیانیت کا ظہور، اس کا دعویٰ اور دعوت اور اس کے موید وسرپرست'' کے نام سے رسالے کی شکل میں شائع ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۹۵)

۱۸/۳/ ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۴/ ۷/ ۱۹۹۷ء

عمان کے کچھ نوجوان اور حضرت کا ان سے خطاب

عمان کے کچھ نوجوان طلبہ جن میں ایک دو کلیہ کے جوان اساتذہ بھی تھے، ان دنوں حکومتِ عمان کے خرچ پر ہندوستان کے دورے پر آئے ہوئے ہیں، سفر کا مقصد: دینی مدارس کی زیارت، دینی ودعوتی تحریکات کا جائزہ اور اسلامی شخصیات سے ملاقات اور استفادہ ہے، یہ اباضی فرقے (۱) سے تعلق رکھتے ہیں، آج وہ ندوہ آئے ہوئے تھے، حضرت سے کچھ سننے اوران کی ہدایات حاصل کرنے کے لیے بے چین تھے، ظہر کی نماز کے بعد ہی ہمارے کسی ساتھی سے پوچھنے لگے کہ حضرت شیخ کا خطاب کب ہوگا؟

مغرب کے بعد حضرت نے ان سے تفصیلی ملاقات کی اور ان سے مختصراً خطاب کیا، جس میں اس دور کے چیلنجوں کا ذکر کیا اور بالخصوص تعلیم یافتہ طبقے میں اسلام پر اعتماد بحال کرنے پر زور دیا، عشاء بعد کی مجلس میں مولانا نذر الحفیظ صاحب سے حضرت نے کہا: شام کے وقت ہم بات نہیں کر سکتے، ضعف بہت بڑھ جاتا ہے، اس لیے مختصراً بات کی۔

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا: لیکن اس میں پوری بات آگئی، وہ بہت خوش اور مطمئن تھے، ان میں عجیب پیاس معلوم ہورہی تھی، انھوں نے مجلس سے کافی کتابیں بھی خریدیں، ''المرتضیٰ'' اور ''صورتان متضادتان'' بھی خریدی، بعض نے پورا سیٹ لیا۔

حضرت نے پوچھا: ''المرتضیٰ'' بھی لی؟ ہمارے دل میں یہ بات آئی تھی کہ وہ ''المرتضیٰ'' بھی لے جائیں۔

ایک لطیفہ

پھر فرمایا: ہم تمام عرب ممالک میں جاچکے ہیں سوائے عمان کے، وہاں سے دعوت

www.abulhasanalinadwi.org

نامہ بھی آیا، لیکن ہم جا نہیں سکے، ہم نے کہا: وہاں اباضیہ ہیں جو خوارج کی ایک شاخ ہے تو وہاں علی کی کیا ضرورت! (۲)

حواشی مجلس (۹۵)

(۱) کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اباضی خوارج کا ایک فرقہ ہے، مگر عمان کے موجودہ اباضیوں کو خوارج کی طرف نسبت کرنے سے بڑا غصہ آتا ہے، وہ بھڑ اٹھتے ہیں، تاہم وہ اہل سنت والجماعت میں نہیں ہیں، وہ رویت باری تعالیٰ کے منکر ہیں، اور مرتکبِ کبیرہ کو مُخلّد فی النار کہتے ہیں، اسی طرح بعض عقائد میں اہل سنت سے ان کا صریح اختلاف ہے، لیکن ہیں بڑے دین دار اور خوش اخلاق، ان کی اکثریت عمان میں ہے، عمان میں حکومت بھی انھی کی ہے، کچھ عمان سے متصل یمن کے سرحدی علاقوں میں اور کچھ لیبیا وغیرہ میں ہیں۔

(۲) یعنی چوں کہ خوارج حضرت علیؓ کے دشمن تھے، بلکہ وہ حضرت علیؓ و معاویہؓ دونوں کو اسلام سے خارج سمجھتے تھے، اور چوں کہ ہمارے حضرت کا نام بھی علی ابوالحسن تھا، اس لیے حضرت نے لطیفے کے طور پر یہ بات فرمائی۔

مجلس (۹۶)

۲۰/۳/۱۴۱۸ھ مطابق ۲۶/ ۷/ ۱۹۹۷ء

ڈاکٹر ذاکر حسین اور پروفیسر رشید احمد صدیقی کا ''تذکرہ فضل رحمٰن'' سے تأثر

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا کہ حضرت کی کتاب ''تذکرہ فضل رحمٰن'' جب شائع ہوئی تو حضرت نے ڈاکٹر ذاکر حسین اور پروفیسر رشید احمد صدیقی کو بھیجی تھی، ان دونوں کا بڑا تاثراتی خط ہے، اور ڈاکٹر ذاکر حسین نے ''تاریخ دعوت وعزیمت'' حصہ سوم کو پڑھ کر خط میں لکھا ہے کہ آپ کی کتاب نے بہت رلایا، لیکن تسکینِ قلب کا باعث بھی بنی۔

ڈاکٹر ذاکر حسین کی شرافتِ نفس اور دین داری

فرمایا: ڈاکٹر ذاکر حسین بہت نیک آدمی تھے، ان میں شرافت اور سلامتِ فکر تھی، خالص انگریزی تعلیم کے باوجود دین سے محبت اور اس کی طرف رغبت تھی، پہلے بعض خاندانوں کی یہ خصوصیات تھیں، اب دین دار گھرانوں سے بھی یہ چیز رخصت ہوتی جارہی ہے، بزرگوں سے بھی ان کو تعلق تھا، حضرت مولانا الیاس صاحب کے پاس نظام الدین میں بھی اکثر ان کی آمد ورفت رہا کرتی تھی، حضرت کو جب میوات جانا ہوتا تو ہمیں ان کی گاڑی پر سوار کرتے تھے، تاکہ ان کے مزاج کے مطابق بات کرسکیں، ایک مرتبہ بھوپال جاتے ہوئے ان کا ساتھ ہوا، ہم شاہ محمد یعقوب صاحب کے پاس جارہے تھے، اسٹیشن پر اترے تو وہ بھی شاہ محمد یعقوب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، جس وقت وہ جامعہ ملیہ کے وائس چانسلر تھے ہمارا جانا ہوتا تو وہ خود ہمارے ناشتے کا انتظام کرتے۔

جامعہ ملیہ کی جبلی کے موقع پر مذہب وتمدن پر حضرت کا مقالہ

جبلی کے موقع پر جامعہ نے ہمیں دعوت دی کہ کوئی مقالہ پڑھیں، ہم نے ''مذہب وتمدن''(۱) پر مقالہ پڑھا، عنوان بھی شاید ہمارا ہی اختیار کیا ہوا تھا۔ مولانا سعید احمد اکبرآبادی

www.abulhasanalinadwi.org

کو صدر بنایا گیا کہ مقالہ نگار بھی جوان ہے صدر بھی جوان ہو، اس وقت ڈاکٹر ذاکر حسین نے بڑی اہم تقریر کی، وہ ان کی حمیتِ دینی کی پوری عکاسی کرتی ہے۔

مولانا شروانی کی حضرت سے محبت و تعلق

خدا بخش لائبریری کے ڈائرکٹر حبیب الرحمٰن چغانی صاحب (۲) آئے ہوئے تھے، اس مناسبت سے حضرت نے تذکرہ کیا کہ مولانا مسعود عالم صاحب خدا بخش لائبریری کے کیٹلاگر تھے، اس کی جبلی تھی، بڑے بڑے لوگ اور مشاہیر آئے ہوئے تھے، ڈاکٹر تفضّل حسین (۳)، مولانا شروانی، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا سید مناظر احسن گیلانی وغیرہ، عصر کی نماز کا وقت آیا، مولانا شروانی نے کہا: سید علی نماز پڑھائیں گے، وہ ہمیں سید علی کہتے تھے، اتنے بڑے بڑے لوگ موجود ہیں، ان کی موجودگی میں ہم کیسے نماز پڑھائیں! لیکن مولانا شروانی کا حکم تھا، اس کے بغیر چارہ بھی نہیں تھا۔

علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کی گولڈن جبلی تھی، ہم بھی گئے تھے، مولانا شروانی سے ملاقات ہوئی، انھوں نے خاص انداز میں پوچھا: کہاں ٹھہرے ہوئے ہو؟ ہم نے کہا: مولانا ابوبکر صاحب کے یہاں، پوچھا: کون ابوبکر؟ (حالاں کہ وہ سمجھ گئے تھے کہ مولانا ابوبکر شیث (۴)، صدر شعبۂ دینیات مراد ہیں) معلوم ہے یہاں کوئی شروانی بھی رہتا ہے؟ ہم نے کہا: جی ہاں، کہا: اس کے یہاں کیوں نہیں ٹھہرے؟ ہم نے کہا: غلطی ہوگئی، کہا: مانتے ہو غلطی ہوئی؟ ہم نے کہا: ہاں، کہا: تو پھر کب سامان لے کر آؤ گے؟ ہم نے کہا: ابھی، اور اسی وقت ان کے یہاں منتقل ہوگئے۔

ان حضرات کے یہاں جس سے جو تعلق ہوگیا، وہ اخیر تک رہا، پھر اس کے بعد اس کی اولاد اور اقارب سے، اب یہی چیز کم ہوتی جارہی ہے، بہت کم لوگ تعلق باقی رکھتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

حواشی مجلس (۹۶)

(۱) پھر ''مذہب وتمدن'' کے عنوان سے یہ کتاب شائع ہوئی، یہ بڑی اہم کتاب ہے، مذہب کی ضرورت پر اس میں نہایت نفیس مباحث ہیں۔

(۲) ڈاکٹر حبیب الرحمٰن چغانی: علی گڑھ کے رہنے والے ہیں، مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ یونی ورسٹی میں اسسٹنٹ لائبریرین پھر ڈپٹی لائبریرین اور ۱۹۹۶ء-۲۰۰۲ء تک خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ کے ڈائرکٹر رہے۔

(۳) ڈاکٹر تفضّل حسین: یہی نام لیا یا کچھ اور، اس نام کے کسی معروف آدمی کا ذکر نہیں ملا۔

(۴) مولانا ابوبکر محمد شیث فاروقی جونپوری: سابق ناظم دینیات مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ، علم میں راسخ اور عمل میں ممتاز، صاحب نظر فقیہ، اور اعلیٰ درجے کے ہیئت وریاضی داں تھے، نہایت باوقار، شائستہ مزاج، خوش ذوق ودلآویز شخصیت کے مالک تھے، وفات: ۲۶/ستمبر ۱۹۴۰ء، جونپور (کاروان زندگی حصہ اول، ص: ۱۸۳-۱۸۴، یادرفتگاں، ص: ۲۱۰-۲۱۲، گنجہائے گراں مایہ، ص: ۵۲-۸۱، کاروان رفتہ، ص: ۸۰)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۹۷)

۲۵/۳/۱۴۱۸ھ مطابق ۳۱/۷/۱۹۹۷ء

چند خداترس اور مجاہد سلاطین کا ذکر اور ان کے ایصالِ ثواب کے لیے حضرت کا اہتمام

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سلطان نورالدین زنگی (۱) کا ذکر کیا، تو فرمایا: سلطان نورالدین زنگی، سلطان صلاح الدین ایوبی، سلطان محمد الفاتح، سلطان ٹیپو، ان سب کے لیے ہم روزانہ اہتمام سے ایصالِ ثواب کرتے ہیں، سلطان صلاح الدین ایوبی کی نسبت حضرت ابوایوب انصاری کی طرف نہیں ہے، بلکہ ان کے اجداد میں کوئی ایوب ہیں، یہ کردی النسل ہیں۔

فرمایا کسی کا شعر ہے: (۲)

ھات صلاح الدین ثانیة فینا وجددی حطین أو شبه حطینا (۳)

جنگی کارناموں اور فتوحات کے علاوہ ان کی ذاتی زندگی بھی بڑے اتقاء اور خدا پرستی کی تھی (۴)۔

رابطہ عالم اسلامی میں ایک اہم تقریر

یہ شعر ہم نے رابطہ کی جلسے میں بھی پڑھا، رابطہ کا جلسہ تھا (۵)، یاسر عرفات (۶) بھی آئے ہوئے تھے، ارکانِ رابطہ تقریریں کر رہے تھے، لیکن کوئی خاص پیغام نہیں دیا جا رہا تھا، ہم نے کہا: کوئی پیغام ہونا چاہیے، جنرل سکریٹری اس وقت محمد علی الحرکان (۷) تھے، ان سے بھی ہم نے کہا: یاسر عرفات بھی ہیں اچھا موقع ہے، کوئی پیغام دینا چاہیے، ہمارے ذہن میں بھی بالکل نہیں تھا کہ ہمیں کو یہ ذمہ داری ادا کرنی ہوگی، انھوں نے تھوڑی ہی دیر میں اعلان کر دیا کہ شیخ ابوالحسن علی ندوی خطاب کریں گے، اس وقت ہم نے یہ شعر پڑھا اور ساری بات کہہ دی! پھر یہ شعر پڑھا:

کہاں ہم اور کہاں یہ نکہتِ گل نسیم صبح تیری مہربانی (۸)

کبھی اللہ ناقابلِ تصور غیر معمولی کام لیتا ہے

پھر خاص طلبہ سے مخاطب ہو کر مخصوص انداز میں فرمایا: ہم آپ لوگوں سے بھی کہتے ہیں: آپ لوگ محنت کریں اور دعا کریں، آپ کے والدین اور بزرگ دعا کریں تو اللہ تعالیٰ آپ سے وہ کام لے گا جس کا آپ تصور نہیں کر سکتے۔

زبان پر بات آتی ہے تو کہتے ہیں: اللہ معاف فرمائے آج سے دس بارہ سال پہلے ہم مکہ مکرمہ حاضر ہوئے، دیکھا کہ حرم شریف کے خطیب ہماری کسی کتاب کی عبارت خطبے میں پڑھ رہے ہیں، پھر یہ تفصیلی واقعہ سنایا (۹)۔

ملک عبداللہ شاہِ اردن سے ملاقات

سلطان صلاح الدین کی بات چل رہی تھی، اسی مناسبت سے فرمایا: ہم بیت المقدس گئے ہیں، مسجد اقصیٰ میں جمعے کی نماز پڑھی ہے، ایک عجیب بات پیش آئی، اردن میں ہم نے ملک عبداللہ سے کہا: آپ کو بیت المقدس جاتے رہنا چاہیے، تاکہ وہاں کے مسلمانوں کو تقویت ملے، پھر ہم اردن سے شام گئے، صبح شیخ احمد کفتارو (۱۰) کے درس میں حاضر ہوئے تو وہ یہ خبر سنا رہے تھے کہ ملک عبداللہ بیت المقدس گئے تھے کہ شہید کر دیے گئے، ہم نے کہا: اِنا للہ، ہم ہی نے تو مشورہ دیا تھا! وہ ہماری شکل دیکھ کر ہی سمجھ گئے تھے کہ ہمارا تعلق حسنی سادات سے ہے، چناں چہ انھوں نے ہم سے پوچھا: ہم نے یہ شعر ان کے سامنے پڑھے:

عطفاً أمير المؤمنين فإننا   في دوحة العلياء لا نتفرق
ما بيننا يوم الفخار تفاوت   أبداً كلانا في المعالي مُعْرِق
إلا الإمارة ميزتك فإنني   أنا عاطل منها وأنت مطوق (۱۱)

اصل شعر میں إلا الخلافة ہے، ہم نے بدل کر إلا الإمارة کر دیا (۱۲)۔

www.abulhasanalinadwi.org

شاہ فیصل کی ذہانت کا ایک لطیفہ

مراکش کے شاہ حسن بھی حسنی یا حسینی (۱۳) ہیں، ہم ان سے بھی ملے ہیں، ملک فیصل، ملک خالد اور یہ فہد سب سے ملے ہیں، فیصل سب میں ذہین اور صاحبِ عزم تھے، ہم سے بہت تعلق ہو گیا تھا، ہم نہیں ملتے تو وہی خواہش کرتے تھے، شیخ سرور صبان وغیرہ سے کہتے تھے، وہ ہمیں اشارہ کرتے تھے، کیا آپ ملک سے نہیں ملے ہیں؟ ان کی ذہانت کا ایک لطیفہ ہے: انھوں نے ملک میں شراب بندی کروادی کہ باہر کے لوگ بھی یہاں شراب کا استعمال نہیں کر سکتے، فرانس کے سفیر نے کہا: ہمارے یہاں تو لوگ شراب کے اس قدر عادی ہیں کہ چھوڑ نہیں سکتے تو پھر فرانس کا سفارت خانہ بند کرنا پڑے گا، کوئی سفیر نہیں آسکے گا، انھوں نے پوچھا: کتنے فیصد لوگ آپ کے یہاں شراب پیتے ہیں؟ انھوں نے کہا: ستر یا اسّی فیصد، تو شاہ فیصل نے کہا: بقیہ جو فیصد ہے انھی میں سے سفیر بھیجا کرو، تو وہ خاموش ہو گئے، کچھ نہیں کہہ سکے۔

جنرل ضیاء الحق کی دین داری اور حضرت مولانا سے انس و عقیدت

فرمایا: اُدھر فیصل تھے اور اِدھر ضیاء الحق (۱۴)، دونوں کو امریکہ نے قتل کروادیا، جو بھی ابھرتا ہے اور اسلام کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتا ہے تو امریکہ اور اسرائیل اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور اس کو مرواہی دیتے ہیں، ضیاء الحق ہم سے بہت مانوس تھے، بڑی فکر رکھتے تھے، ہم کراچی گئے (۱۵) تو وہاں یونی ورسٹی میں ہماری تقریر رکھی گئی، وائس چانسلر رشید احمد صدیقی صاحب کے فرزند (۱۶) تھے، تقریر ہونے والی تھی کہ اس وقت کے وزیر قانون اے کے بروہی صاحب (۱۷) بھی تھے، ان کو کچھ خوف ہوا ہوگا کہ یہ ہندوستان سے آئے ہیں، پتا نہیں کیا کہیں گے، اس لیے انھوں نے پروگرام رکوادیا، اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجی، کسی نے ہم سے کہا: جنرل صاحب آپ کو یاد کر رہے ہیں، ہم نے ان سے بات کی اور انھوں نے بروہی صاحب سے کہا کہ مولانا کی تقریر کیوں رکوائی؟ تقریر رکھی جائے،

www.abulhasanalinadwi.org

تو اسلام آباد سے بیٹھے اسی وقت کراچی کی خبر لی۔

ضیاء الحق بڑے دین دار تھے، دین کا بڑا پاس تھا، ایک دفعہ باتیں ہو رہی تھیں کہ نماز کا وقت آ گیا تو اسی وقت ہمارے ساتھ ہی اٹھے اور محلّے کی مسجد میں نماز باجماعت ادا کی۔ دراصل ان کے والد حضرت رائے پوری سے بیعت تھے، یہ اسی کا اثر تھا۔ وہ ہمیں سرگودھا لے جانے کے لیے ہوائی جہاز کا انتظام کرنا چاہتے تھے، لیکن ہم نے انکار کیا۔

اسرائیل کے سامنے جھک کر عربوں نے بہت بڑی غلطی کی

فرمایا: بڑی غلطی کی عربوں نے جو اسرائیل کے آگے جھک گئے، ان کو گھٹنے ٹیک دینے چاہیے تھے کہ سب کچھ ہو سکتا ہے، مگر یہ نہیں ہو سکتا!!

حواشی مجلس (۹۷)

(۱) سلطان نور الدین زنگی (الملک العادل نور الدین محمود زنگی): تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت، جنھوں نے صلیبیوں کے خلاف زبردست محاذ قائم کیا تھا، اور اپنے حملوں سے تمام مسیحی ریاستوں پر دھاک بٹھا دی تھی، انھوں نے تقریباً پورے فلسطین کے علاقے سے صلیبیوں کو بے دخل کیا اور مصر بھی فتح کیا، وہ اپنی شجاعت، بہادری، جذبۂ جہاد اور حسن انتظام کے ساتھ دین داری اور تقوی اور پرہیزگاری میں بھی ممتاز تھے، مورخین ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں، ابن اثیر جیسے مورخ نے یہاں تک لکھا ہے کہ خلفائے راشدین اور عمر بن عبدالعزیز کے بعد ان سے زیادہ عادل سلطان میری نظر سے نہیں گزرا۔ وفات: ۱۱/شوال ۵۶۹ھ مطابق ۱۵/مئی ۱۱۷۴ء (تاریخ دمشق ۶۰/ ۱۱۸-۱۲۳، المنتظم ۱۰/ ۲۴۷، الکامل لابن الاثیر ۹/ ۳۹۳-۳۹۵، وفیات الأعیان ۵/ ۱۸۴-۱۸۸، وسیر أعلام النبلاء ۲۰/ ۵۳۱-۵۳۹، والبدایۃ والنہایۃ ۱۶/ ۴۸۰-۴۹۳، مفصل حالات وکمالات اور کارناموں کے لیے دیکھیے الکواکب الدریۃفی السیرۃ النوریۃ لبدر الدین ابن قاضی شھبۃ، نیز دیکھیے ڈاکٹر حسین مونس کی کتاب ”نور الدین محمود- سیرۃ مجاھد صادق“ بہت شاندار کتاب ہے، اسی طرح ڈاکٹر عماد الدین خلیل نے بھی ”نور الدین محمود“ کے نام سے کتاب لکھی ہے، اور مختصر اور جامع حالات کے لیے دیکھیے تاریخ دعوت وعزیمت اول، ص: ۲۵۵-۲۶۱)

(۲) یہ شعر ”الأعلام“ کے مولف خیر الدین زرکلی کا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

(۳) یعنی صلاح الدین کو دوبارہ پیدا کرو، اور حطین یا حطین جیسا معرکہ پھر برپا کرو۔

(۴) اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ سلطان اور فرماں روا ہونے کے باوجود ان کے پاس اتنا مال بھی نہیں تھا کہ وہ حج ادا کر سکیں۔

(۵) یہ ۱۹۸۱ء کی بات ہے۔

(۶) یاسر عرفات: منظمة التحرير الفلسطينية، یعنی تنظیم آزادی فلسطین کے سربراہ اور فلسطین کے مشہور لیڈر، وفات: ۱۱/نومبر ۲۰۰۴ء

(۷) شیخ محمد علی الحرکان: ایک ماہر اور وسیع النظر عالم دین وفقیہ، سابق مدرس مسجد نبوی، پھر جدہ میں جج، اس کے بعد وزیر عدل (شیخ اپنے ملک کے سب سے پہلے وزیر عدل تھے، ۱۹۷۰ء-۱۹۷۶ء) اور اخیر میں رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سکریٹری کے عہدے پر فائز رہے، وفات: ۱۹۸۳ء (البعث الإسلامی ج ۲۸، شمارہ: ۳، ذوالقعدہ ۱۴۰۳ھ، اگست-ستمبر ۱۹۸۳ء، تتمۃ الأعلام ۲/۲۰۱، ویرانے چراغ سوم، ص: ۴۹-۵۰ (جدید ایڈیشن)

(۸)

(۹) پیچھے گزر چکا ہے، دیکھیے مجلس (۳۸) ص: ۳۲۳

(۱۰) شیخ احمد کفتارو: سلسلۂ نقشبندیہ خالدیہ کے شیخ طریقت، شام کے مفتی اعظم اور بڑے علماء واعیان میں سے تھے، وفات: یکم ستمبر ۲۰۰۴ء (تفصیل کے لیے الموسوعة الحرة Wikipedia)

(۱۱) یعنی اے امیر المومنین! ذرا نرمی سے کام لیں، بلندی میں ہم آپ الگ نہیں، فخر کا موقع ہو تو ہمارے اور آپ کے درمیان کوئی خاص فرق نہیں، ہم دونوں خاندانی شرافت میں ممتاز ہیں، ہاں صرف یہ بات ہے امارت وحکومت کا ہار آپ پہنے ہوئے ہیں اور میں اس سے تہی دست ہوں۔

یہ مشہور شاعر وادیب شریف رضی (جن کا تعلق سادات سے تھا) کے اشعار ہیں جو اس نے عباسی خلیفہ امیر المومنین قادر باللہ کو مخاطب کر کے کہے تھے۔ (دیکھیے دیوان الشریف الرضی ۲/۴۲)

(۱۲) ہم نے ایک دفعہ حضرت مولانا سے عرض کیا: آپ کے شایانِ شان تو أنا عاطل منها کے بجائے أنا هارب منها ہے، عاطل میں تو کچھ تحسر معلوم ہوتا ہے تو حضرت نے بڑا لطف لیا اور لوگوں سے اس کا تذکرہ کیا۔

(۱۳) حسنی ہی ہیں جیسا کہ گزر چکا ہے۔

(۱۴) جنرل محمد ضیاء الحق: پاکستانی فوج کے نامور اعلیٰ افسر اور صدر مملکت، یکم مارچ ۱۹۷۶ء تا وفات چیف آف آرمی اسٹاف رہے، اور چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر (۵/ جولائی ۱۹۷۷ تا ۳۰/ دسمبر ۱۹۸۵ء) صدر پاکستان (۱۶/ستمبر ۱۹۷۸ء تا وفات) وہ ذاتی طور پر بڑے دین دار، پاکستان میں نفاذ شریعت کے

لیے کوشاں، خدمت اسلام کے جذبے سے سرشار اور دینی حمیت میں ممتاز تھے، وفات: (ہوائی حادثہ) ۱۷/ اگست ۱۹۸۸ء، تدفین: احاطۂ فیصل مسجد، اسلام آباد (اردو ڈائجسٹ، جنرل ضیاء الحق نمبر، نیز پرانے چراغ حصہ سوم، ص:۳-۱۷۳-۱۸۲ (جدید ایڈیشن) ونقوش رفتگاں از مولانا محمد تقی عثمانی، ص ۲٦۲-۲۹۵، تفصیلی حالات اور کارناموں کے لیے دیکھیے جنرل محمد ضیاء الحق -شخصیت اور کارنامے از ضیاء الاسلام انصاری، لاہور)

(۱۵) جولائی ۱۹۷۸ء میں یہ سفر پیش آیا تھا، جس میں حضرت نے پاکستان کے مختلف شہروں میں نہایت پُرزور ولولہ خیز اور فکر انگیز تقریریں کی تھیں، ان تقریروں کا مجموعہ ''حدیث پاکستان'' کے نام سے مجلس نشریات اسلام کراچی سے ۱۹۷۹ء میں شائع ہوا تھا، اور اس کا ہندوستانی ایڈیشن ''دعوت فکر وعمل'' کے نام سے مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ نے شائع کیا ہے۔

(۱٦) یعنی پروفیسر ڈاکٹر احسان رشید صدیقی: ممتاز ماہر تعلیم واقتصادیات، پروفیسر رشید احمد صدیقی کے دوسرے فرزند اور سر راس مسعود کے داماد، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی میں اکنامک کی تعلیم حاصل کی، پھر جرمنی سے پی-ایچ-ڈی کی ڈگری لی، اور اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے: ریکٹر بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد، ڈائرکٹر اپلائڈ اکنامکس ریسرچ سینٹر، وائس چانسلر جامعہ کراچی، پھر سفیر پاکستان برائے اردن (۱۹۸۲-۱۹۸٦ء)، چیرمین اسلامائزیشن کمیشن ووائس چانسلر کمیٹی، صدر پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ڈویلپمنٹ اکنامکس، وفات: ۱۴/فروری ۲۰۰۲ء، لاہور (وفیات ناموران پاکستان، ص:۹۹، ومعلومات از محترم فصیح احمد صدیقی صاحب خواہر زادہ پروفیسر رشید احمد صدیقی)

(۱۷) اے کے بروہی (اللہ بخش) پاکستان کے ممتاز قانون دان، دانشور، مصنف، سیاست دان، وفاقی وزیر قانون (۵۴-۱۹۵۳ء) سفیر پاکستان برائے ہند (٦۱-۱۹٦۰ء) صدر پاکستان بار ایسوسی ایشن (٦۷-۱۹٦۴ء) وفاقی وزیر قانون ومذہبی امور (۷۹-۱۹۷۸ء) رکن وفاقی مجلس شوریٰ (۸۵-۱۹۸۱ء) چیرمین قومی ہجرہ کونسل، ریکٹر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد، مصنف Islam in the modren world, Basic Principles of International Law وغیرہ، وفات: ۱۳/ دسمبر ۱۹۸۷ء، لندن، تدفین: کراچی (وفیات ناموران پاکستان، ص:۱۹۸)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۹۸)

۲۷/۳/۱۴۱۸ھ مطابق ۲/۸/۱۹۹۷ء

حضرت کے بچپن کا حال

حال میں دیوبند سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے: ''بڑوں کا بچپن''، مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب (۱) نے اس کو مرتب کیا ہے، اس میں ہمارے حضرت کا ذکر سب سے مفصل ہے، وہ کتاب مولف نے حضرت کی خدمت میں بھیجی تھی، کتاب پیچھے کھڑکی پر رکھی ہوئی تھی کہ اس کتاب کا ذکر آیا تو فرمایا: بچپن ہمارا اس طرح کا نہیں تھا کہ کوئی سوچ سکتا ہو کہ ہم اتنی ترقی کریں گے، اپنے درجے میں بھی ہمارا شمار ذہین لڑکوں میں نہیں تھا، ایک عام طالب علم تھے، یہ اللہ ہی کا فضل اور اسی کی مہربانی ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

ہم تقریر بھی نہیں کرتے تھے، پہلی دفعہ ہم نے الاصلاح میں اس وقت تقریر کی جب کوئی سیاسی شخص آیا ہوا تھا، تو ہمیں اندازہ ہوا کہ ہم تقریر کر سکتے ہیں۔

حاجی ارشد صاحب کا دعوتی درد و جذبہ

سیرت کمیٹی کی دعوت پر پشاور میں حضرت کی جو موثر ترین تقریر ہوئی تھی جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے، مولانا نذر الحفیظ صاحب نے وہ تقریر یاد دلائی، حضرت نے پوری تفصیل سنائی، پھر فرمایا: اس جلسے کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ارشد صاحب کا انکشاف ہوا، وہ بڑا دعوتی و تبلیغی درد رکھتے تھے، پشاور اور آس پاس انھوں نے تبلیغی جماعت کا تعارف کیا، اور بڑا کام کیا، مولانا الیاس صاحبؒ کے پاس نظام الدین آئے اور ان سے برابر ربط رہا، پھر وہ جاپان گئے تو وہاں بھی دعوتی کام جاری رکھا، کافی لوگ ان کے ہاتھ پر مسلمان بھی ہوئے۔

کاروانِ مدینہ کی تاثیر اور اہمیت

سیرت کے اس جلسے کی مناسبت سے ''کاروانِ مدینہ'' کا ذکر آیا، فرمایا: رشید احمد

www.abulhasanalinadwi.org

صدیقی صاحب نے اس کو پڑھ کر خط لکھا کہ اس میں سے کوئی مضمون پڑھتے تو کہتے کہ پوری کتاب میں سب سے موثر مضمون یہی ہوگا، لیکن اگلا مضمون اس سے زیادہ موثر نکلتا۔

اس کا سب سے موثر مضمون ہے "وفود الأمة بين يدي نبيها" یعنی "امت کے وفود آقا کے حضور میں"۔ لکھنؤ ریڈیو سے یہ دوبار نشر کیا گیا، پہلی دفعہ نشر کرنے کے بعد پھر مطالبہ کیا گیا کہ دوبارہ نشر کیا جائے، حضرت نے فرمایا کہ ریڈیو میں کام کرنے والے کسی مسلمان نے ہمیں بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آتے ہی مسلمان زور سے ایک ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے، تو وہاں کے ہندو عملہ پر خاص اثر پڑتا۔

نیویارک کے ندوہ ہاؤس کا ذکر

ہم پشاور گئے تو ارشد صاحب ہی کے یہاں ٹھہرے تھے، ہر جگہ گھروں ہی پر ٹھہرنا ہوا، مصر میں، شام میں، بلکہ امریکہ میں بھی، نیویارک میں فصیح صدیقی (۲) کا گھر ہے ندوہ ہاؤس، وہاں ہم نے کوئی مضمون لکھا تھا، آخر میں جیسا کہ ہم عادی ہیں لکھا: ندوہ ہاؤس نیویارک، کوئی پڑھے تو کہے ارے مولانا کو اتنی بڑی غلط فہمی ہوئی، ندوہ تو لکھنؤ میں ہے نیویارک کہاں! البتہ خلیج میں زیادہ ہوٹلوں میں ٹھہرنا ہوا۔

کہیں جانے پر گھروں میں ٹھہرنے کا دعوتی فائدہ

گھروں میں ٹھہرنے سے بڑا فائدہ ہوتا ہے، وہاں کے کیا اعراف ہیں؟ کیا رسم ورواج ہیں؟ تہذیب کیا ہے؟ بے تکلف عادات واطوار کیا ہیں؟ عام ماحول اور مذاق کیا ہے؟ فیشن کیا ہے؟ سب کا پتا چل جاتا ہے، جس سے دعوتی کام میں بڑی مدد ملتی ہے، ہوٹل میں ٹھہرنے سے کیا حاصل! آرام زیادہ ملتا ہے اور کوئی دعوتی فائدہ نہیں۔

زبان سماعی ہے، قیاس سے نہیں چلتی

کسی صاحب نے حضرت کے کسی مضمون یا کتاب کا عربی میں ترجمہ کیا ہے، اس کے بارے میں مولانا نذر الحفیظ صاحب سے فرمانے لگے: اس کو ذرا غور سے دیکھنا، اس

میں اعرابی اور تعبیری بھونڈی غلطیاں ہیں، لکھا ہے: یکتب الشیخ فی کتابہ یہ تو اردو کا خالص ترجمہ ہوا، عرب بالکل اس طرح نہیں بولتے، پھر بڑا قیمتی گر بتایا، فرمایا: زبان قیاس سے نہیں چلتی، زبان سماعی ہے، ایک زبان کے محاورے کو دوسری زبان میں منتقل نہیں کیا جاسکتا، اس کا محاورہ الگ ہوتا ہے، اسی لیے اہل زبان سے بولنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے، ایک زبان اور دوسری زبان میں مذکر و مونث کا بڑا فرق ہوتا ہے، بلکہ خود لکھنؤ اور دہلی میں کافی فرق ہے، ایک چیز کو لکھنؤ والے مذکر بولتے ہیں، اور دہلی والے اسی کو مؤنث استعمال کرتے ہیں، اسی طرح تعبیرات میں بھی علاقائی فرق ہوتا ہے۔ اہل زبان اس کو خوب جانتے ہیں، لکھنؤ میں دکان بند کرنا نہیں بولتے، بلکہ دوکان بڑھانا بولتے ہیں۔ لکھنؤ کے کسی شاعر کا شعر ہے:

جو چھٹے قفس سے اسیر ہم　　تو سنا کہ خزاں کے دن آگئے
وہ جو بیچتے تھے دوائے دل　　وہ دکان اپنی بڑھا گئے (۳)

دکان بند کرنے میں بدشگونی پیدا ہوتی ہے کہ دیوالیہ نکل گیا، زبان جہاں وجود میں آتی ہے، وہاں خاص طور پر ایسی باریکیوں کا بڑا لحاظ رکھا جاتا ہے، ہر زبان کا یہی حال ہے۔

حواشی مجلس (۹۸)

(۱) مولانا محمد اسلم شیخوپوری: پاکستان کے معروف عالم، استاد حدیث جامعہ بنوریہ کراچی، نیز مفسر قرآن کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں، ان کے دروس قرآن انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔

(۲) فصیح احمد صدیقی: ماسٹر محمد سمیع صدیقی، سابق انگریزی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فرزند اور پروفیسر وصی احمد صدیقی سابق معتمد مالیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے برادر۔

(۳) شعر میں یہاں اسیر بظاہر بطور تخلص استعمال ہوا ہے، مگر یہ شعر اسیر لکھنوی کے دیوان میں نہیں ملا، معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ کس شاعر کا ہے، البتہ دوسرا شعر ظفر کے یہاں بھی موجود ہے، اس کی تخریج پیچھے گزر چکی ہے، دیکھیے ص: ۴۲۸

مجلس (۹۹)

۲۸/۳/۱۴۱۸ھ مطابق ۳/۸/۱۹۹۷ء

ٹونک، مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی اور ٹونک کا محلّہ ''قافلہ''

مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی کا ذکر آیا، فرمایا: حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے ان کو اجازت حاصل تھی، یہاں شیخ الحدیث تھے، ہم سے بڑی محبت کرتے تھے، ہمیں اپنے ساتھ ٹونک لے گئے، وہاں ہم نے شکار کھیلا، ہمارے خاندان کا ٹونک سے پرانا گہرا تعلق ہے، حضرت سید احمد شہیدؒ کی جب شہادت ہوئی تو ان کے خاندان کے بقیہ لوگوں کو نوابِ ٹونک نے وہاں بلالیا تھا، یہ قافلہ جہاں ٹھہرا، وہ پورا محلّہ ہی ''قافلہ'' کہلایا، اور آج تک اسی نام سے موسوم ہے، وہیں ہم نے نہر میں پاؤں ڈال کر سیرت سید احمد شہیدؒ کا مقدمہ لکھا۔

مولانا محمود حسن خاں ٹونکی کا کارنامہ اور اس کے ضائع ہونے پر افسوس

ہم نے مولانا حیدر حسن خاں کے بھائی مولانا محمود حسن خان (۱) صاحبِ ''معجم المصنفین'' کو بھی دیکھا ہے، یہ ایک زبردست کارنامہ تھا، مگر افسوس کسی نے چوری کر کے اس کو بیچ ڈالا، اب بیروت سے معجم المولفین جو شائع ہوئی ہے عمر رضا کحالہ (۲) کے نام سے، ہوسکتا ہے کہ انھوں نے اس کو خریدا ہو (۳)!

حضرت کے کھیل اور شکار

فرمایا: ہم بچپن میں رائے بریلی میں شکار کھیلا کرتے تھے، کبھی پورا پورا دن اس میں لگ جاتا تھا۔

ایک لطیفہ ہے: جب ہم قاہرہ میں تھے تو کچھ نوجوانوں کے ساتھ تفریح کے لیے نکلے، ایک درخت پر چڑیا بیٹھی ہوئی تھی، ہر ایک نے پستول سے جوان کے ساتھ تھی اس کو

www.abulhasanalinadwi.org

شکار کرنے کی کوشش کی، لیکن کسی کا نشانہ نہیں بیٹھا، ہم نے بندوق ہاتھ میں لی اور نشانہ لگایا تو وہ صحیح بیٹھا۔

ہم نے بہت سے کھیل کھیلے ہیں، ہاکی کا بہت شوق تھا۔

حضرت کی کار ڈرائیورنگ کا ایک لطیفہ

ہم نے موٹر بھی چلائی ہے، ایک لطیفہ ہے: لکھنؤ سے سندیلہ (یا کسی قریبی علاقے کا نام لیا) کا کوئی دعوتی سفر تھا، موٹر ساتھ تھی، ہم عموماً آگے کی سیٹ پر بیٹھتے ہیں، اس وقت بھی سامنے بیٹھے ہوئے تھے، پیچھے دوسرے لوگ تھے، کچھ دور چلنے کے بعد ڈرائیور نے ہم سے کہا کہ آپ بہت دیر سے ہمارے پاس بیٹھے ہوئے ہیں، آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ کس طرح موٹر چلاتے ہیں، اب آپ چلایئے، ہم نے معذرت کی، اس نے اصرار کیا تو ہم نے ہاتھ میں لیا، پیچھے جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے، وہ بعد میں کہنے لگے کہ آپ نے گاڑی چلانی شروع کی اور ہم نے کلمہ پڑھنا شروع کیا کہ کہیں کوئی حادثہ پیش نہ آجائے، خیر الحمدللہ کوئی بات پیش نہیں آئی۔

مولانا عبدالحی حسنی کا ذوقِ حدیث اور ان کی کتاب تہذیب الاخلاق پر جامعہ ازہر میں ڈاکٹریٹ

کچھ دیر سکوت کے بعد مولانا نذرالحفیظ صاحب سے فرمانے لگے کہ ازہر میں ایک صاحب "تهـذيـب الأخـلاق" (۴) پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں خدا کی شان کہ ایک ہندوستانی کی کتاب پر ازہر جیسے ادارے میں ڈاکٹریٹ!! پھر فرمایا: والد صاحب کو حدیث کا بڑا ذوق تھا، ان کی خواہش تھی کہ روز حدیث کا درس دیں، مگر دوسری مصروفیات کی وجہ سے یہ تمنا پوری نہیں ہوسکی۔

حواشی مجلس (۹۹)

(۱) مولانا محمود حسن خان ٹونکی: اپنے عہد کے بڑے جید عالم تھے، قرآن وحدیث سے گہری واقفیت کے

www.abulhasanalinadwi.org

ساتھ فقہ واصول میں دست گاہ رکھتے تھے، نیز تاریخ ورجال کے بڑے ماہر تھے، ان کا سب سے عظیم کارنامہ معجم المصنفین کی تالیف ہے، جو اسی (۸۰) جلدوں میں بیس ہزار صفحات میں چالیس ہزار مصنفین کے تذکروں پر مشتمل تھی، صرف احمد نام کے ۲۸۰۴ مصنفین کے حالات اس میں ہیں، اس کتاب کی صرف چار جلدیں حیدرآباد اور پھر بیروت سے شائع ہوئیں، بقیہ جلدیں ضائع ہوئیں یا سرقہ کرلی گئیں، اس کے علاوہ بھی متعدد کتابیں لکھیں، وفات: ۱۷/ شوال ۱۳۶۶ھ/ ۴/ ستمبر ۱۹۴۷ء، ٹونک (نزھۃ الخواطر ۸/ ۴۹۰-۴۹۱، ریاست ٹونک کے چند علماء وفضلاء، ص: ۶۵-۴۷، نیز تفصیل کے لیے دیکھیے جرنل عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان، جلد ۸، مضمون: مولانا محمد عامر خان ٹونکی ندوی)

(۲) عمر رضا کحالہ: مشہور مورخ اور میدان بحث وتحقیق کی نامور شخصیت، دمشق سے ان کا تعلق تھا، مشہور کتب خانہ ظاہریہ دمشق کے ڈائرکٹر تھے، نیز مصر وشام وعراق کی مختلف علمی، ادبی اور اسلامی تنظیموں کے رکن تھے، ستر کے قریب کتابیں لکھیں جن میں سب سے اہم معجم المولفین ہے جو پہلے پندرہ جلدوں میں اور اب باریک خط میں چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے، اس کے علاوہ ان کی کتابوں میں أعلام النساء (۵/ جلدیں) بھی بہت مشہور کتاب ہے، وفات: ۱۹۸۷ء (المستدرک علی معجم المولفین، ص: ۷-۱۰ بقلم خود، وتتمۃ الأعلام ۲/ ۳۷-۴۷، إتمام الأعلام، ص: ۲۹۴-۲۹۵، نثر الجواھر والدرر ۲/ ۱۹۹۶-۱۹۹۷)

(۳) حضرت کا ان کے ساتھ سوئے ظن نہیں، اس کو دوسرے لوگوں نے بھی لکھا ہے، ٹونک کے کتب خانے سے شائع ہونے والے محولۂ بالا سالانہ جرنل میں مولانا عبدالرشید نعمانی کے حوالے سے یہ بات لکھی گئی ہے، اور مولانا عبدالرشید نعمانی براہِ راست مصنف کے شاگرد ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے قریبی لوگوں تک کا یہ خیال تھا، واللہ اعلم۔ لیکن انھوں نے وہاں کحالہ کا نام نہیں لیا، اشارے میں یہ بات کہی ہے کہ سمجھنے والے سمجھ جائیں، مگر ہم نے شام کے بعض علماء سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ ایسی بات نہیں ہے، بلکہ عمر رضا کحالہ کتابوں اور کتب خانوں کے بڑے واقف کار تھے اور بڑے صاحب علم تھے۔

(۴) حضرت کے والد مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب کی کتاب ہے جس میں حدیث کا جامع انتخاب ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۰۰)

۱/۴/۱۴۱۸ھ مطابق ۶/ ۸/ ۱۹۹۷ء

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے حسنِ اخلاق کا ایک عجیب واقعہ

شیخ سعید حلبی کے پاؤں پھیلانے کا واقعہ سنایا اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا بھی اسی قسم کا واقعہ سنایا، یہ دونوں واقعات گزر چکے ہیں (۱)، پھر فرمایا: حضرت نظام الدین اولیاء کا یہ واقعہ بھی قابلِ عبرت اور ان کے اخلاق کا آئینہ دار ہے۔ مشائخ کو تحفے تحائف دینے کا سلسلہ قدیم سے چلا آرہا ہے، حضرت نظام الدین اولیاء کی خدمت میں بھی لوگ ہدایا اور تحائف پیش کرتے تھے، لیکن حضرت اس میں سے کوئی چیز استعمال نہیں کرتے تھے، ہمیشہ روزے سے رہتے تھے، شام کے وقت محتاجوں میں یہ تقسیم کردیتے تھے۔ ایک معقولی عالم نے یہ صورتِ حال دیکھی تو انھوں نے کہا: لوگ ان کو تحائف دیتے ہیں اور یہ کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگاتے، ان کو کیا پتا کہ ہدیہ کیسا ہے اور اس میں کیا ہے؟ اس لیے انھوں نے کسی کپڑے میں مٹی لپیٹ کر پیش کی، جب خدام اٹھانے کے لیے آئے تو حضرت نے کہا: دیکھو اس کو نہ اٹھانا، یہ میری آنکھ کا سرمہ ہے (۲)۔

حضرت نے یہ اس لیے کہا تھا کہ لوگ اس کو لے جائیں گے اور کھولیں گے، اور بہت سے لوگوں کو یاد رہتا ہے کہ کس نے کیا چیز پیش کی، وہ دیکھتے رہتے ہیں، جب ان کا ہدیہ کھولا جائے گا اور اس سے مٹی نکلے گی تو ان عالم صاحب کی بڑی سبکی ہوگی، اور لوگ ان کے پیچھے پڑیں گے اور ان کو تکلیف بھی پہنچا سکتے ہیں، جس نے ان کے ساتھ اتنا برا سلوک کیا، اسی کے ساتھ یہ حسن سلوک، اللہ اکبر!

صوفیائے کرام کے اخلاق اور عزیمت

فرمایا: ان حضرات مشائخ، صوفیہ کرام اور علمائے ربانیین کے یہاں اخلاق ایک

www.abulhasanalinadwi.org

تسلسل کے ساتھ پائے جاتے ہیں، کوئی دور اس سے خالی نہیں رہا۔

پھر مولانا عبدالرحیم صاحب رام پوری کا واقعہ سنایا، یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے (۳)، خلاصہ یہ کہ وہ رامپور میں کسی مدرسے میں معمولی تنخواہ پر پڑھاتے تھے، انگریزوں نے جب بریلی میں کالج قائم کیا تو انھوں نے مولانا عبدالرحیم صاحب کو وہاں لے جانا چاہا، لیکن وہ راضی نہیں ہوئے، دونوں کے درمیان بڑا مکالمہ ہوا، آخر میں مولانا نے کہا: اگر خدا کل قیامت کے روز مجھ سے پوچھے کہ تم رامپور سے بریلی صرف اس لیے گئے تھے کہ وہاں زیادہ تنخواہ ملتی تھی تو میں کیا جواب دوں گا!

اشرافِ نفس سے بچنے کا ایک حیرت انگیز واقعہ

پھر اشرافِ نفس سے بچنے کا ایک حیرت انگیز واقعہ سنایا: کہ ایک استاد تھے، انھوں نے ایک دن کہا کہ آج سبق نہیں ہوگا، بعض طلبہ بڑے ذہین ہوتے ہیں، ایک ذہین طالب علم سمجھ گیا کہ بھوک کی شدت ہے، فاقہ ہے، اس وجہ سے پڑھانے کی قوت نہیں ہے، فوراً وہ طالب علم گھر گیا اور کھانا لے آیا، استاد نے کہا جب تم گئے تھے تو مجھے خیال ہوا کہ تم کھانا لانے گئے ہو تو یہ اشراف ہوا، اس لیے میں نہیں کھا سکتا، وہ فوراً واپس لے گیا، یہ کہتے ہوئے کہ یہی جناب کے شایان ہے اور پلٹ کر لایا اور کہنے لگا کہ اب تو اشراف نہیں تھا، استاد اس طالب علم کی ذہانت، اخلاص اور محبت سے بہت خوش ہوئے، اس کو دعائیں دیں اور کھانا تناول فرمایا (۴)، مولانا مناظر احسن گیلانی نے اس کو نقل کیا ہے، اور انھوں نے کثرت سے اس قسم کے واقعات ذکر کیے ہیں۔

بزرگوں سے سیکھنے کی باتیں

فرمایا: دو ہی چیزیں ہیں ان حضرات سے سیکھنے کی: ایک ان کا تعلق مع اللہ، دوسرے ان کے اخلاقِ عالیہ۔

www.abulhasanalinadwi.org

وزیر اعلیٰ بہوگنا جی کا ندوے کے لیے سالانہ امداد کا اعلان اور اس کو ٹالنے کے لیے حضرت کی حسنِ تدبیر

اپنا ایک واقعہ سنایا: وزیر اعلیٰ بہوگنا جی نے ہمارے علم کے بغیر اسمبلی میں اعلان کیا کہ ندوے کے لیے ایک لاکھ روپے سالانہ دیں گے، ہم نے ان کو لکھا: آپ نے تاریخ پڑھی ہے، ہندوستان کی سرزمین کو اس پر فخر ہے کہ یہاں کے درویشوں اور علماء نے درختوں کے نیچے پڑھایا ہے، آپ اس کو ختم نہ کیجیے، باقی رہنے دیجیے، وہ اس سے بہت متاثر ہوئے، اس کے بعد ان کو مرکز میں کوئی منسٹری ملی تو وہ یہ خط لے گئے اور وہ اس کو لوگوں کو سناتے تھے!

علم کو پیسہ کمانے کا ذریعہ بنانا علم کی تحقیر ہے

فرمایا: ہمارے علماء کے اسی زہد وقناعت نے دین کو اصل شکل پر باقی رکھا ہے، اب یہ بات نہیں، علماء نے علم کو پیسہ کمانے کا ذریعہ بنایا ہے، عربی مدارس میں رہ کر کچھ عربی سیکھ لیتے ہیں اور عرب ممالک میں جاکر ملازمت اختیار کرتے ہیں، کوئی کپڑے کی دکان پر ہے، کوئی جوتے کی دکان پر ہے، کوئی کسی اور دکان پر، یہ علم کی قدر دانی ہے یا تحقیر، یا پھر وہاں کسی مسجد میں مؤذن ہیں، مقصد صرف تنخواہ ہوتی ہے اور پیسہ کمانا ہوتا ہے!

مدارس اور مساجد کا حکومت سے امداد لینے کا انجام

آج ائمۂ مساجد کو وقف بورڈ کی طرف سے تنخواہ دینے کا مطالبہ کیا جارہا ہے، اور یہ آواز علماء ہی اٹھارہے ہیں، ہم نے اسی وقت اس کی بحمد للہ مخالفت کی، اس وقت کے وزیر اعظم نرسمہا راؤ کو ہم نے خط لکھا کہ آپ ائمۂ مساجد کو وقف بورڈ کی طرف سے تنخواہ دینے کا فیصلہ نہ کریں، انھوں نے پارلیمنٹ میں اس کا حوالہ دیا کہ مولانا علی میاں نے یہ لکھا ہے کہ وقف بورڈ کی جانب سے مساجد کے ائمہ کو تنخواہ نہ دی جائے، اب تو مدارس (۵) کے اساتذہ بھی حکومت سے اس کا مطالبہ کرنے لگے ہیں، اس کے انجام کو یہ نہیں سوچتے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ الیکشن کے موقع پر ان سے اپنی تائید میں تقریریں کروائی جائیں گی اور اپنے

مقصد کے لیے ان کو استعمال کیا جائے گا!

حواشی مجلس (۱۰۰)

(۱) دیکھیے مجلس (۲۵) ص:۲۴۶

(۲) دیکھیے سیر الاولیاء، ص۱۴۲ (اردو ترجمہ، ص۲۲۶)

(۳) دیکھیے مجلس (۳۰) ص:۲۸۲

(۴) یہ واقعہ سید مبارک محدث بلگرامی کا ہے، جو ان کے شاگرد استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی کے ساتھ پیش آیا اور میر طفیل محمد نے مولانا غلام علی آزاد بلگرامی سے خود بیان کیا اور انھی کی زبانی مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے اس کو نقل کیا ہے۔ واقعے کی صحیح اور مکمل صورت یہ ہے، میر طفیل کہتے ہیں: ایک دن میں حضرت میر مبارک کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ حضرت موصوف وضو کرنے کے لیے اٹھے تھے کہ اچانک گر گئے، میں لپک کر تیزی سے نزدیک گیا، ایک گھنٹے کے بعد افاقہ ہوا، میں نے وجہ دریافت کی، بہت دیر تک کہنے سننے کے بعد فرمایا کہ تین دن گزر گئے اور اس عرصے میں غذا بالکل نہ مل سکی، ان تینوں دنوں میں نہ کسی کے سامنے لب کھولا اور نہ قرض ہی لیا، مجھے بہت ترس آیا، فوراً وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر پہنچا اور شیریں کھانا جو آپ کو مرغوب تھا، تیار کر کے خدمت میں حاضر کیا، پہلے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور دعائیں دیں۔ پھر فرمایا: ایک بات کہوں اگر تمھیں بارِ خاطر نہ ہو؟ میں نے عرض کیا: حضرت بخوشی فرمائیں، فرمایا: صوفیہ کی اصطلاح میں اسے اشرافِ نفس کا کھانا کہتے ہیں، اگرچہ کہ فقہاء کے نزدیک اس کا کھانا جائز ہے اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ تین دن کے بعد شریعت میں مردار حلال ہو جاتا ہے، لیکن صوفیہ کے یہاں ''اشراف'' کا کھانا جائز نہیں، میر طفیل محمد، استاد کے مذاق شناس تھے، بغیر کسی اصرار اور ردوکد کے کھانا سامنے سے اٹھا لیا اور چلے گئے، اوٹ میں جانے کے بعد پھر لوٹے اور اب کھانا پیش کر کے استاد سے پوچھتے ہیں کہ خاکسار جب کھانا اٹھا کر حضرت کے سامنے سے گیا تو کیا آپ کو واپسی کی توقع تھی؟ میر مبارک نے جواب دیا کہ نہیں، میر طفیل نے کہا: اس وقت یہ کھانا خلافِ توقع لایا ہوں، لہٰذا یہ طعامِ اشراف باقی نہیں رہا، سعید شاگرد کی اس حسنِ تدبیر سے استاد خوش ہوئے اور بولے: تم نے عجیب سمجھ داری کا ثبوت دیا، اور پوری رغبت سے کھانا تناول فرمایا۔ (مآثر الکرام، ص:۹۶-۹۷) مولانا گیلانی نے اسی کے حوالے سے اپنی کتاب نظام تعلیم وتربیت میں نقل کیا ہے۔ (دیکھیے جلد اول، ص:۳۸-۴۱، یا صفحہ ۵۷-۶۰ جدید ایڈیشن مکتبۃ الحق جوگیشوری، ممبئی)

(۵) دو دن پہلے کی بات ہے کہ یوپی کے مدارس کے اساتذہ نے اسمبلی ہاؤس کے سامنے دھرنا دیا تھا کہ ہمارے مطالبات پورے کیے جائیں، اس میں اساتذہ کی تنخواہ اور پنشن کا مطالبہ بھی تھا۔

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۰۱)

۱۲/۴/۱۴۱۸ھ مطابق ۱۷/۸/۱۹۹۷ء

بسا اوقات چھوٹے واقعات مستقبل کا فیصلہ کر دیتے ہیں

مولانا نذر الحفیظ صاحب کے یاد دلانے پر شیخ خلیل عرب صاحب کے مارنے کا واقعہ سنایا، فرمایا: ایک دفعہ عرب صاحب داخل ہو رہے تھے، ہوا کے زور سے دروازہ بند ہوا، عرب صاحب سمجھے کہ ہم نے بند کیا، اس کو انھوں نے گستاخی سمجھا، انھیں سخت غصہ آیا، اس پر انھوں نے ہمیں بہت مارا، خبر ہمارے گھر میں پہنچی، والدہ صاحبہ نے ہم سے پوچھا: سنا ہے کہ عرب صاحب نے تم کو بے وجہ مارا ہے، اس وقت اللہ نے ہمیں توفیق دی، ہم نے عرب صاحب کا پورا دفاع کیا، اور ان کو حق بجانب ٹھہرایا۔ ہم کہتے ہیں: اس وقت کاتبِ تقدیر قلم لیے کھڑا تھا کہ لکھے ان کو عربی آئے گی یا نہیں، اگر ہم عرب صاحب کی شکایت کرتے تو لکھتا کہ ان کو عربی نہیں آئے گی۔

پھر فرمایا: غور کرنے کی بات یہ ہے کہ چھوٹے واقعات مستقبل کا فیصلہ کر دیتے ہیں، بہت سے باکمال لوگوں کے حالات میں آپ دیکھیں گے کہ کوئی معمولی واقعہ پیش آیا، جس کو عام لوگ زیادہ اہمیت نہیں دیتے، لیکن یہی بات تقدیر بدل دیتی ہے۔

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۰۲)

۱۳/۴/۱۴۱۸ھ مطابق ۱۸/ ۸/ ۱۹۹۷ء

آخری نبی کے لیے اللہ نے عربوں کا انتخاب کیوں کیا؟

آخری نبی کے لیے اللہ تعالیٰ نے عربوں کا انتخاب کیوں کیا؟

اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا: بعض صفات اور خوبیاں عربوں میں ایسی تھیں جو دنیا کی کسی قوم میں نہیں تھیں: اعتراف، قدر شناسی، عالی ظرفی، قوتِ فیصلہ، پھر عکرمہ بن ابی جہل کا واقعہ سنایا کہ جنگ یرموک میں انھوں نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا تھا: آپ کیوں پیچھے ہٹتے ہیں، بات جب سمجھ میں نہیں آئی تھی تو ہم نے اسلام کے خلاف جنگ کی تھی، اب جب بات سمجھ میں آچکی ہے تو پیچھے ہٹنا کیا معنی! (۱)

اسی طرح وہاں تحریکات نہیں اٹھی تھیں، جو آدمی کے ذہن کو منتشر کر دیتی ہیں، پھر وہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ کس کو حق سمجھے: اس نظریے کو یا اس تحریک کو، جیسے ایران میں ہوا، اس کے برخلاف عربوں میں ایسی بات نہیں تھی، ان کے دل کی تختی بالکل صاف تھی، یہ اور ان جیسے دوسرے اسباب کی وجہ سے اللہ نے عربوں کا انتخاب کیا، وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (۲)، غور کرو! یہ اللہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے تمام جہاں والوں پر ان کا انتخاب کیا ہے اپنے علم پر۔

الله أعلم حيث يجعل رسالته کا مطلب

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (۳)، حیث کا تعلق فرد سے بھی ہے اور ماحول سے بھی، یعنی کس فرد کو نبوت سے سرفراز کرے اور کس ماحول اور کس علاقے میں بھیجے، عموماً مفسرین اس کو فرد کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں، ایسی بات نہیں، بلکہ یہ دونوں کو جامع ہے۔

شامی سفیر کی عالی ظرفی اور خوش خلقی

عربوں کی سماحت اور عالی ظرفی کے سلسلے میں شامی سفیر سے ملاقات کا قصہ سنایا،

www.abulhasanalinadwi.org

جب ماذا خسر کو پہلی دفعہ انھی کے پاس چھپا ہوا دیکھا تھا اور لطیفہ پیش آیا تھا (۴)۔

فرمایا: سفیر کی بڑی اہمیت ہوتی ہے، ہم عام آدمی، وہ بھی ہندوستانی، نہ پہلے سے کوئی شناسائی، یوں ہی خیال آیا اور ہمیں ملنے کا اشتیاق ہوا، لیکن انھوں نے بڑی سماحت اور عالی ظرفی کا ثبوت دیا، محبت واخلاص سے ملے، وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے: ہم نہیں ملتے، یا اب وقت نہیں ہے، پھر کبھی آنا، اور جب انھیں معلوم ہوا کہ ہم ہی "ماذا خسر العالم" کے مصنف ہیں تو بڑا خیر مقدم کیا اور ہمیں کھانے پر بلایا، لیکن ہندوستانی سفارت خانے کو اس کی توفیق نہیں ہوئی کہ بلائے اور تعارفی جلسہ کرے۔

ہندوستانی اور عربی مزاج کا فرق

اسی طرح جب مصر گئے، تب بھی وہاں ہندوستانی سفارت خانے نے کوئی توجہ نہیں دی، مولانا ابوالکلام آزاد بھی اس زمانے میں یورپ جاتے ہوئے قاہرہ کے ہوائی اڈے پر اترنے والے تھے تو پورا سفارت خانہ ان کے استقبال میں آیا، بڑے آدمی تھے، ملک گیر شہرت رکھنے والے، حکومتی سطح پر سب کو آنا بھی چاہیے تھا، ہم بھی ان کے استقبال میں ایرپورٹ گئے، مولانا آزاد ہم سے پہلے سے واقف تھے، جتنی دیر مولانا آزاد رکے رہے صرف ہم ہی سے بولتے رہے (۵)، سفارت خانہ والوں کی طرف کوئی التفات نہیں کیا، تب یہ سمجھے کہ ہم کون ہیں، لیکن اس کے بعد بھی انھوں نے نہیں بلایا، یہ انھی کے فائدے کے لیے تھا، ملک کا تعارف ہوتا، نعوذ باللہ ہمارے فائدے کے لیے نہیں، اللہ معاف فرمائے، یہ ہندوستان کا مزاج ہے، یہ فرق ہے عربوں اور غیر عربوں میں۔

جزیرۃ العرب میں یہود ونصاریٰ کی تعداد بڑھنے پر تشویش

فرمایا: دبئی سے مولوی فاروق (٦) کا خط آیا ہے، وہ خاص طور پر رابع، واضح اور مولوی سعید الرحمٰن اور تمھارے (روئے سخن مولانا نذر الحفیظ صاحب کی طرف تھا) پڑھنے کا ہے، انھوں نے لکھا ہے کہ یہاں یہود ونصاریٰ اور ہندو اپنے اسکول چلا رہے ہیں اور اس

www.abulhasanalinadwi.org

کی تعداد بڑھاتے جارہے ہیں، نئی مسلمان نسل کے لیے خطرہ پیدا ہورہا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہا تھا: أخرجوا الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب (۷) یہ پیغمبر ہی کہہ سکتا ہے، پوری پیغمبرانہ بات ہے، یہ صرف اس پر نہیں فرمایا تھا کہ کہیں یہود ونصاریٰ دشمنی میں تم کو مار نہ ڈالیں، بلکہ ان کے ساتھ مل کر رہنے سے بھی تمھارے اعمال واخلاق پر اثر پڑسکتا ہے اور ایمان کے لیے خطرہ ہوسکتا ہے۔

حواشی مجلس (۱۰۲)

(۱) یہ بات پیچھے گزر چکی ہے، دیکھیے مجلس (۴۷) ص:۳۵۶

(۲) سورۃ الدخان، آیت:۳۲، یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ یہ آیت بنی اسرائیل کے سلسلے میں ہے، ہم پیچھے اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں، دیکھیے حواشی مجلس (۲۹) ص:۲۷۶

(۳) سورۃ الانعام، آیت:۱۲۵، یعنی اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی پیغامبری کا کام کس سے لے، کون اس کا زیادہ اہل ہے۔ یہ مطلب ہوا عام مفسرین کے مطابق جب حیث کو فرد سے متعلق مانا جائے، حضرت مولانا اس کا مفہوم اور وسیع قرار دیتے تھے یعنی کس کو نبی بنائے اور کہاں نبی مبعوث کرے۔

(۴) دیکھیے مجلس (۱۴) ص:۱۷۴

(۵) یہ بات پہلے گزر چکی ہے، دیکھیے مجلس (۱۹) ص:۲۰۴

(۶) یعنی مولانا محمد فاروق قاضی بھٹکلی ندوی: سابق استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ وسابق مہتمم جامعہ اسلامیہ بھٹکل، دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فضیلت کے بعد حضرت مولانا نے انھیں شام بھیجا، وہاں ایک عرصہ قیام کر کے شیخ حسن حبنکہ اور دوسرے علمائے شام سے استفادہ کیا، اس وقت دبی میں مقیم ہیں، وہاں مدرسہ عمر بن الخطاب کو دیکھتے ہیں، دو ہفتے دمشق میں اور خطبات جمعہ (۲/ حصے) ان کی تصنیفات ہیں۔

(۷) یعنی یہود ونصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکال باہر کرو، ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث مسند البزار میں ہے، دیکھیے ۱/ ۳۴۹، ح:۲۳۰، اور اس کے قریب قریب الفاظ میں صحاح میں بھی موجود ہے، مثلاً صحیح مسلم میں ہے، لأخرجن الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب (مسلم، کتاب الجہاد، باب إخراج الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب، ح:۱۷۶۷)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۰۳)

۱۴/۴/۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹/ ۸/ ۱۹۹۷ء

مولانا احمد علی لاہوری اور خواجہ عبدالحی فاروقی کا اندازِ تفسیر

مولانا نذرالحفیظ صاحب نے دریافت کیا کہ مولانا احمد علی لاہوری کے درسِ تفسیر کا انداز کیا تھا؟ کیا مراجع کی طرف بھی رہنمائی کی جاتی تھی؟

فرمایا: وہ مولانا عبیداللہ سندھی کے خاص شاگرد تھے اور مولانا عبیداللہ سندھی میں انگریزوں کی مخالفت کا جذبہ بہت شدید تھا، ان کا درس تفسیر بھی اس کا آئینہ دار ہوتا تھا، مولانا احمد علی صاحب کے درس تفسیر کا بھی یہی رنگ تھا، موجودہ حالات میں اور خاص طور سے سیاسی حالات میں اس سے کیا روشنی ملتی ہے، لیکن اصل فائدہ ہمیں ان کی صحبت اور قرب سے پہنچا، وہ صاحبِ کرامات تھے، اہل اللہ میں سے تھے۔

ان سے پہلے ہم نے خواجہ عبدالحی فاروقی (۱) سے کچھ قرآن پڑھا تھا، وہ لکھنؤ بھائی صاحب کے پاس آئے ہوئے تھے، دیوبند کے ان کے رفیق درس تھے، بھائی صاحب نے ان سے کہا کہ ان کو قرآن پڑھا دیں، مولانا عبیداللہ سندھی کے دو سب سے ممتاز شاگرد تھے: مولانا احمد علی لاہوری اور خواجہ عبدالحی فاروقی، دونوں کا طرز تقریباً ایک ہی تھا۔

مولانا لاہوری کی بعض اصلاحی کوششیں

مولانا احمد علی سے پنجاب میں بڑی اصلاح ہوئی توحید اور عقائد کی، ان کے جمعے میں بھی کثیر تعداد میں لوگ شرکت کرتے تھے، وہ جمعہ پڑھاتے تھے اور تقریر کرتے تھے۔

مولانا لاہوری کا حضرت مولانا سے تعلق

ہم سے بہت زیادہ تعلق تھا۔ مولانا عبدالحنان صاحب (۲) نے بتایا کہ وہ جیل میں تھے مولانا احمد علی لاہوری کے ساتھ، اور مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری بھی تھے اور دوسرے

www.abulhasanalinadwi.org

حضرات بھی تھے، کہنے لگے کہ علی میاں کے لیے دعا کرو، سب نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔

حواشی مجلس (۱۰۳)

(۱) خواجہ عبدالحی فاروقی: مشہور عالم دین، مفسر قرآن، تلمیذ شیخ الہند و مولانا عبیداللہ سندھی، وسرگرم کارکن تحریک ریشمی رومال، استاد جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی پھر استاد اسلامیہ کالج لاہور، تفسیر میں متعدد کتابیں لکھیں، وفات: ۸/ جنوری ۱۹۶۵ء، لاہور (خفتگان خاک لاہور، ص۹، ومشاہیر علمائے دیوبند، اول، ص:۲۶۴-۲۶۶، نقوش عظمت رفتہ، ص:۴۴۶-۴۵۷)

(۲) مولانا عبدالحنان صاحب: اس سے مراد غالباً وہ مولانا عبدالحنان صاحب ہیں جو جمعیت علمائے ہند کے ناظم اعلیٰ تھے، پھر امیر جمعیت علمائے اسلام راولپنڈی، نیز بانی دارالعلوم عثمانیہ وخطیب جامع مسجد بھوسہ منڈی راولپنڈی، وفات: ۳۰/ اگست ۱۹۶۶ء، تدفین: بالاکوٹ، ہری پور (وفیات نامورانِ پاکستان، ص:۴۷۷)

مجلس (۱۰۴)

۱۸/۴/۱۴۱۸ھ مطابق ۲۳/۸/۱۹۹۷ء

شاہ ولی اللہ کی شخصیت اور حجۃ اللہ البالغہ کا اسلوب

''حجۃ اللہ البالغہ'' کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ بالکل منفرد کتاب ہے، زبان کے لحاظ سے بھی اس کو خاص امتیاز حاصل ہے، ''حریری'' (۱) کے بعد پورے عالم عربی اور عالم اسلام پر ان کے مسجع و مقفی اسلوب کا جادو چل گیا تھا، ہر شخص اسی اسلوب میں لکھنے کی کوشش کرتا اور اسی کو کمال سمجھتا، عربی زبان کی نشاۃ ثانیہ تک یہی حال رہا، لیکن اس پوری تاریخ میں صرف دو شخصیتیں اس سے مستثنیٰ رہیں: ایک علامہ ابن خلدون (۲) ''مقدمہ'' میں، دوسرے شاہ ولی اللہ صاحب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں، تعجب تو شاہ ولی اللہ صاحب پر ہوتا ہے کہ یہاں ہندوستان کے رہنے والے تھے، اور ابن خلدون مغرب کے تھے اور جینیس لوگوں میں تھے۔

فرمایا: یہ شاہ صاحب کا کمال، ان کی ذہانت کی دلیل ہے کہ انھوں نے علمی کتاب کے لیے حریری کے اسلوب سے ہٹ کر علمی زبان اختیار کی، جب شاہ صاحب نے حجاز کا سفر کیا اور وہاں کچھ مدت رہ کر یمنی اساتذہ سے حدیث پڑھی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہاں انھوں نے ادب و انشا کی طرف بھی توجہ کی اور علمی مضامین کو ادا کرنے کے لیے علمی زبان لکھنے کی مشق کی، یہ ان کی ذہانت و فراست اور وسعتِ فکر و نظر کی بات ہے۔

پھر فرمایا: اگر اس امت کے پانچ سات، سب سے ممتاز افراد کا شمار کیا جائے تو شاہ ولی اللہ صاحب کا نام بھی ہوگا، یہ عباقرۂ اسلام میں سے ہیں۔

حواشی مجلس (۱۰۴)

(۱) حریری (قاسم بن علی ابو محمد الحریری البصری) نامور ادیب، جس نے اپنی کتاب مقامات کے ذریعے

بڑی شہرت پائی، یہ کتاب کیا لکھی کہ صدیوں پورے عربی ادب کے حلقے پر چھائی رہی، وفات: ۵۱۶ھ (معجم الادباء ۴/ ۵۹۶، وفیات الاعیان ۱/ ۴۱۹، طبقات الشافعیہ للسبکی ۷/ ۲۶۶-۲۷۰، الأعلام ۵/ ۱۷۷-۱۷۸)

(۲) علامہ ابن خلدون: (عبدالرحمٰن بن محمد التونسی المعروف بابن خلدون): اپنے عہد کے مشہور عالم و محقق، علم اجتماع کے ماہر، عظیم فلسفی، اور وسیع النظر مؤرخ تھے، نیز مختلف علوم میں انھیں درک حاصل تھا، مصر کی قضاءت پر بھی فائز رہے۔ وفات: ۸۰۸ھ (الضوء اللامع ۴/ ۱۴۵-۱۴۹، نفح الطیب ۶/ ۱۷۱-۱۹۰، نیز دکتور علی عبدالواحد وافی نے بہت تفصیل کے ساتھ ابن خلدون کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے، اور تفصیل سے ان کے حالات بیان کیے ہیں۔ دیکھیے ان کی تحقیق سے شائع شدہ مقدمہ ابن خلدون ۱/ ۳۳-۲۳۵)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۰۵)

۱۹/۴/۱۴۱۸ھ مطابق ۲۴/ ۸/ ۱۹۹۷ء

سیرت سید احمد شہید کی تصنیف کا محرک اور پس منظر

''سیرت سید احمد شہید'' کی تصنیف کا محرک کیا تھا۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: کہ سید صاحب پر کوئی ایسی کتاب نہیں تھی جو جدید ذہن کو سامنے رکھ کر مرتب انداز میں لکھی گئی ہو، دوسری کتابیں تھیں خاص طور پر ''سوانح احمدی'' (۱)۔

مگر ایک نئی کتاب کی ضرورت تھی جو لوگوں میں جوش پیدا کرے اور منظّم کام کرنے پر آمادہ کرے، اسی زمانے میں ''خاکسار تحریک'' بھی شروع ہوئی تھی، علامہ مشرقی اس کی قیادت کرتے تھے، یہ بالکل لادینیت کی سی تحریک تھی، ورزش تھی، کچھ اعمال تھے، نظم وضبط تھا، مگر دین کی طرف کوئی توجہ نہیں تھی، اگر یہ تحریک چل پڑتی تو بڑا خطرہ ہوتا، اس کا مقابلہ کرنے کے لیے بھی ''سیرت سید احمد شہید'' کی تالیف بہت ضروری معلوم ہوئی کہ پوری طرح دین پر کاربند رہنے کے ساتھ کس طرح نظم وضبط کے ساتھ منظّم کوشش کی جاسکتی ہے، اس کی تصویر سامنے آجائے، یہ ایک خلا تھا، اور خلا کا پُر ہونا ضروری ہے، پُر ہونا ہی ہے چاہے اچھے طریقے سے ہو یا برے طریقے سے، بہرحال پر ہونا ہے، یہاں کوئی دینی تحریک نہیں تھی۔

زندگی کے لیے دینی تحریک کی ضرورت

کسی ملک میں تحریک کا نہ ہونا اس کے لیے بڑا خطرناک ہوتا ہے، تبلیغی تحریک نے اس خلا کو پُر کیا، یہ بڑی مفید اور موثر تحریک ہے، اس سے لگے رہنا چاہیے، مگر افسوس عرب ممالک میں کوئی تحریک نہیں، ایک اخوانی تحریک تھی، اس کو بھی کچل کر رکھ دیا گیا۔

طالب علمی کے دور میں تحریک سے وابستہ ہونا چاہیے یا شخصیت سے

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا، طالب علمی کے دور میں کسی تحریک سے

www.abulhasanalinadwi.org

وابستہ ہونا بہتر ہے یا شخصیت سے؟

فرمایا: شخصیت سے، اور سوال کی تعریف کرتے ہوئے کہا: بڑا اچھا سوال کیا تم نے۔

حواشی مجلس (۱۰۵)

(۳) سیرت سید احمد شہیدؒ کی تالیف سے پہلے سید صاحب کے حالات پر یہی سب سے مشہور و مقبول کتاب تھی، اس کے مصنف مولانا محمد جعفر صاحب تھانیسری ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۰۶)

۲۱/۴/۱۴۱۸ھ مطابق ۲۶/۸/۱۹۹۷ء

سلفِ صالحین اور بزرگوں سے حسن ظن کس طرح پیدا کیا جائے؟

سلف صالحین اور بزرگوں سے حسن ظن پیدا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ کونسی چیز اس میں سب سے ممد ومعاون ثابت ہوتی ہے؟

اس سوال کے جواب میں فرمایا: اس کے لیے سب سے معاون بزرگوں اور اہل اللہ کی صحبت ہے، جن کی زبان سے ان کے واقعات سنیں، جن سے تاثر پیدا ہوتا ہے، اور ان بزرگوں کی محبت دل میں اترتی ہے، اور ان کی عظمت پیدا ہوتی ہے، خدا کی توفیق سے ایسی صحبت نصیب ہوتی ہے۔

دوسری چیز جس سے سلف کے ساتھ حسنِ ظن پیدا ہوگا، ایسی کتابوں کا مطالعہ ہے جن میں ان کے مناقب و مآثر بیان کیے گئے ہوں اور کوئی کام خود سے نہیں ہوتا، اس میں بھی خدا کی توفیق کا دخل ہوتا ہے، شروع شروع میں نقد وجرح کی کتابوں سے احتیاط کرنی چاہیے، شروع شروع میں ایسی ہی کتابیں پڑھنی چاہیے جن میں ان کے مناقب وفضائل اور کمالات کا بیان ہو، اور ایسی کتابوں سے احتیاط کرنی چاہیے جن میں جرح ونقد ہو، ائمۂ اربعہ کے متبعین کے ایک دوسرے پر اعتراضات سے بھی شروع میں بچنا چاہیے، اگر بچپن ہی سے کسی کو ایسی کتابیں مل گئیں جن میں بزرگوں پر اعتراضات ہوں تو یہ بڑے خطرے کی بات ہے، تو وہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا، کبھی ان سے حسنِ ظن پیدا نہیں ہوگا، بلکہ وہ سمجھنے لگے گا کہ وہ عام آدمی تھے، ہماری طرح ان میں یہ یہ خرابیاں تھیں، ان کی یہ بات قابلِ اعتراض ہے۔

ان میں بھی سب سے زیادہ موثر بزرگوں کی صحبت ہے، کسی کو بچپن ہی سے حاصل ہوتی ہے، کسی کو جوانی سے، کسی کو بڑی عمر میں۔

ہم پر اللہ کا بڑا فضل رہا کہ شروع ہی سے الحمد للہ بزرگوں کی صحبت رہی۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت سید ضیاء النبی صاحب کا روحانی مقام اور قوتِ نسبت

ہمارے خاندان میں اس وقت کوئی بڑی اور محترم شخصیت نہیں تھی، خاندان اس وقت زوال کی طرف جا رہا تھا، ہمارے نانا سید ضیاء النبی صاحب آخری تھے۔

والد صاحب نے ان کے متعلق "نزهة الخواطر" میں لکھا ہے: بركة الدنيا وسر الوجود ولب لباب العرفان (۱)، ان کی نسبت بڑی قوی تھی، ایک چچا تھے، وہ بتاتے تھے کہ سید ضیاء النبی صاحب نے ہمارے والد (مولانا حکیم عبدالحی صاحب) سے ایک دفعہ کہا: (اور وہ اس وقت مسجد میں تھے) سید دیکھو (وہ والد صاحب کو سید کہتے تھے) کوئی ہے تو نہیں؟ جب معلوم ہوا کہ کوئی نہیں ہے تو توجہ دینی شروع کی اور دیر تک توجہ دیتے رہے، ہمارے چچا کہتے ہیں: ہم مسجد کے ایک کنارے پر تھے، ہمیں توجہ دینا مقصود بھی نہیں تھا، لیکن اس توجہ کا ہم پر ایسا اثر پڑا کہ فجر کے بعد ہی سے ظہر کا اشتیاق ہوتا تھا، اور ظہر کی نماز نہیں پڑھی کہ عصر کا اشتیاق، تو یہ ان کی قوتِ نسبت ہے، ہم نے ان کا زمانہ تو نہیں پایا۔

حضرت مولانا کو اپنے زمانے کے کبارِ اہل اللہ کی صحبت نصیب ہونا

لیکن ہمیں دوسرے بزرگوں کی صحبت رہی، جو اپنے زمانے کے کبارِ اہل اللہ میں سے تھے، اور اپنے عہد کے بہت ممتاز لوگوں میں تھے، مولانا احمد علی لاہوری جو کبار اہل اللہ میں سے تھے ان کی صحبت رہی، کشف ان کا اتنا بڑھا ہوا تھا کہ حیرت ہوتی ہے، صاف بتا دیتے تھے کہ ابھی اس راستے سے کوئی بے دین گزرا ہے، ابھی یہاں سے کوئی گمراہ گزرا ہے، اس قبر کی حالت اچھی ہے، فلاں قبر میں عذاب ہو رہا ہے (۲)۔ اللہ کی توفیق کہ ہم پر ان کی نظرِ خاص تھی، رمضان کا زمانہ تھا، مجلس لگی ہوئی تھی، شہر کے بھی لوگ آئے ہوئے تھے، کہنے کی بات نہیں، زبان پر آئی ہے، تو کہتے ہیں، اللہ معاف فرمائے، ہم سے فرمانے لگے: مولوی ابوالحسن! ہم آپ کی شرافت کے قائل ہوگئے، مولوی ابوالحسن! ہم آپ کی شرافت کے قائل ہوگئے، دو تین بار فرمایا۔

www.abulhasanalinadwi.org

پھر حضرت مولانا الیاس صاحب، حضرت رائے پوری، حضرت شیخ الحدیث، اس میں کوئی مبالغہ نہیں، یہ حضرات بالکل ماں کی سی شفقت فرماتے تھے، ان کی شفقتوں سے کچھ اندازہ ہوا اور احساس ہوا کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت امت کے ساتھ اور مخصوص احباب کے ساتھ کیسی رہی ہوگی! عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ، حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ (۳)، خود اللہ تعالیٰ شہادت دے رہا ہے۔

ہمارے یہ دونوں دن مولانا لاہوری ہی کو پڑھتے میں گزر رہے ہیں، ہمیں معلوم نہیں تھا کہ ان پر یہاں اتنا مواد ہے (۴)۔

سلف سے حسنِ ظن اور موجودہ بزرگوں کی خوشنودی سے انابت کی توفیق اور برکت ہوتی ہے

فرمایا: سلف سے حسنِ ظن اور موجود بزرگوں کی خوشنودی سے انابت اور دعاؤں میں تضرع پیدا ہوتا ہے اور برکت ہوتی ہے، اس کے برخلاف ان سے سوءِ ظن اور ان کے عدمِ احترام سے پوری زندگی پر اثر پڑتا ہے، نہ تزکیۂ قلب کی توفیق ہوتی ہے نہ انابت واخبات حاصل ہوتا ہے، نہ دعاؤں میں ابتہال اور تضرع پیدا ہوتا ہے، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ برکت پوری طرح ختم ہوجاتی ہے، کسی چیز میں برکت نہیں رہتی، اور بہت ڈرنے کی بات ہے، کبھی تو ایمان سلب ہوجاتا ہے، لاہور کی شاہی مسجد کا واقعہ ہم سنا چکے ہیں (۵)۔

بزرگوں کی بے احترامی اور گستاخی کا وبال

اسی ضمن میں مولانا نذر الحفیظ صاحب نے یہ واقعہ سنایا کہ ہمارے ایک عزیز تھے، انھوں نے بیان کیا کہ ان کے والد حضرت مدنی سے بیعت تھے اور حضرت مدنی رمضان گزارنے کے لیے موجودہ بنگلہ دیش کے کسی علاقے میں جاتے تھے، ہمارے والد صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

بھی گئے، ہم پندرہ سولہ سال کے، والد صاحب کے ساتھ ہو گئے، یہ وہ زمانہ تھا جب مسلم لیگ اور پاکستان کی تحریک زوروں پر تھی، اس کے مخالف علماء کی توہین بھی کی جاتی تھی، اور بے باکانہ ان کی پگڑی اچھالی جاتی تھی، حضرت مدنی بھی تحریکِ پاکستان کے شدید مخالفین میں تھے، ایک شخص نے حضرت مدنی کی ٹوپی جو وہاں کہیں رکھی ہوئی تھی لی اور پاؤں سے اس کو روندا، دوسرے ہی دن ایک قریبی تالاب میں کود کر اس نے خودکشی کی اور حرام موت مرا۔

حضرت نے کہا: اللہ اکبر! چہرے کا رنگ بدل گیا اور کہنے لگے: بہت ڈرنے کی بات ہے، جب اللہ فرما رہا ہے: من اذى لي ولياً فقد اذنته بالحرب (۲)، جو میرے دوست اور ولی کو کوئی اذیت پہنچائے، میرا اس کے ساتھ جنگ کا اعلان ہے، جب اللہ جنگ کا اعلان کرے تو اس کو خیر کی توفیق کیسے ہوگی، زندگی بھر وہ ٹھوکریں کھائے گا اور کبھی کامیابی نہیں ہوگی، اللہ حفاظت فرمائے۔

پھر مولانا نذرالحفیظ صاحب کی طرف رخ کرتے ہوئے فرمایا: تم جانتے ہو کہ آج ایک جماعت اسی میں لگی ہوئی ہے، اس کا کام ہی سلف کے کارناموں پر پانی پھیرنا اور ان سے بدظن کرنا ہے، حد ہے حضرت سید احمد شہیدؒ کو شہید تک کہنے کے لیے تیار نہیں، قتیل کہتے ہیں، جس نے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم کی خاطر اسلام کی سربلندی کے لیے جان ودھڑ کی بازی لگائی، اپنا سب کچھ قربان کیا، گھر لٹایا، سر کٹایا!!

حواشی مجلس (۱۰۶)

(۱) دیکھیے نزھۃ الخواطر ۸/۲۱۲

(۲) اس عورت کا قصہ گزر رہی چکا ہے کہ ہمارے لڑکے کے انتقال کی خبر آئی ہے، دعا فرمائیں، اس وقت فرمایا تھا: کیسے دعا کریں، وہ تو حرام موت مرا ہے۔ (پورا واقعہ دیکھیے مجلس (۱۵) ص: ۱۸۲)

(۳) سورۃ التوبہ، آیت: ۱۲۸

(۴) حضرت کو مولانا لاہوریؒ کے متعلق کسی چیز کی تلاش تھی، یا پھر اپنے شیخ کو پڑھنے کا اشتیاق پیدا ہوا تو

www.abulhasanalinadwi.org

ناظم کتب خانہ مولانا ہارون صاحب ندوی سے کہا تھا کہ مولانا لاہوری پر کوئی کتاب ہو، تو لے آنا، وہ دو کتابیں لے آئے، ایک ہفت روزہ ''خدام الدین'' کا مولانا احمد علی لاہوری نمبر جو بہت ضخیم ہے، دوسری ایک کتاب ''مردمومن'' جو مولانا احمد علی کی سوانح حیات اور ایمان افروز حالات پر مشتمل ہے، حضرت فوراً کھول کر دیکھنے لگے، ہم اس وقت حضرت کے پاس تھے، ہم نے اور دو کتابیں مولانا لاہوری کے متعلق کتب خانے میں دیکھی تھیں، ایک ''سوانح حیات مولانا احمد علی لاہوری''، دوسری کتاب ''شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری اور ان کے خلفاء''، ہمیں خیال ہوا کہ حضرت کو بتا دینا چاہیے کہ حضرت کو اپنے شیخ پر کتابیں دیکھ کر مسرت ہو، ہم نے بتا دیا، لیکن حضرت اس وقت پڑھنے میں مشغول تھے، اس طرف توجہ نہیں تھی، دوسرے دن جب ہم حضرت کے پاس گئے تو مولانا لاہوری کا تذکرہ کیا، اس وقت حضرت مولانا، مولانا لاہوری کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات دیکھ کر جاننا چاہتے تھے کہ کل کتنی عمر ہوئی، ہم سے پوچھا، ہم نے جھٹ سے بتا دیا، کہنے لگے: بڑے ماہر معلوم ہوتے ہو، ہم نے موقع کو غنیمت جان کر یہ بات بتا دی کہ یہاں حضرت لاہوری پر یہ یہ کتابیں ہیں، حضرت بہت خوش ہوئے اور کہا ہو سکے تو لے آؤ، ہم نے پہنچا دی، حضرت کو تعجب ہوا کہ مولانا لاہوری پر یہاں اتنی کتابیں ہیں۔ اور ہمیں خبر بھی نہیں!

(۵) یہ واقعہ مجلس (۲) ص: ۹۸ پر گزر چکا ہے، وہاں دیکھ لیا جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سید احمد شہید کے مقابلے میں رنجیت سنگھ کی فوج میں شامل ہو کر ایک شخص لڑا تو مرتے وقت لاکھ کوشش کے باوجود کلمہ نہیں نکلا اور اسی حالت میں مر گیا، اللہ محفوظ رکھے۔

(۶) حدیث کی تخریج گزر چکی ہے، دیکھیے حواشی مجلس (۲) ص: ۱۰۲

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۰۷)

۲۲/۴/۱۴۱۸ھ مطابق ۲۷/۸/۱۹۹۷ء

تصوف کی حقیقت اور صوفیہ کا کردار

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا: ایک طالب علم جو کچھ دن قبل جدہ سے آئے ہیں اور یہاں داخلہ لیا ہے، وہ حضرت سے سوال کرنا چاہتے ہیں کہ تصوف کیا ہے؟ ہم نے ان کو "ربانية لا رهبانية" پڑھنے کا مشورہ دیا، حضرت نے فرمایا: بہت اچھا کیا، بالکل صحیح کیا۔

پھر فرمایا: ہم نے اس میں لکھا ہے: جناية المصطلحات على الحقائق، اگلے ایڈیشن میں انشاء اللہ شائع ہوگا، جناية الأعراف و المصطلحات على الحقائق والغايات، یہ ایک تاریخی حقیقت ہے: بہت سے مشہور نام اور اصطلاحات، حقائق پر پردہ ڈال دیتے ہیں، حقیقت کو بالکل چھپا لیتے ہیں، اب تصوف جو صوف (اون) سے نکلا ہے، متصوف یا صوفی کے لفظ سے ایسا لگتا ہے جو صرف اون اوڑھ لیتا ہو، اونی کپڑا پہنتا ہو، یہ بات حقیقت سے کتنی بعید ہے، تصوف کی حقیقت وہی ہے جس کو شریعت میں قرآن وحدیث میں احسان اور تزکیہ سے یاد کیا گیا ہے۔

غور کرنے کی بات ہے: جب امت میں وسعت اور تنوع پیدا ہوا، دو چیزیں ہیں ایک وسعت اور دوسری تنوع، لاکھوں لوگ اور مختلف مزاج اور طبائع کے اسلام میں داخل ہونے لگے تو ان کو راہِ راست پر رکھنا نہ حکومت کے قابو میں تھا، نہ مدارس کے، یہ حکومت اور مدارس ان کی طبیعتوں اور اخلاق ورجحانات سے واقف نہیں ہو سکتے تو اللہ نے ان مشائخ کو پیدا فرمایا، جن کا معاملہ خدا اور بندوں سب سے بالکل صاف تھا، وہ اصلاح کے لیے جم کر بیٹھ گئے، مختلف قسم کے لوگ آتے تھے، ان سے بیعت ہوتے تھے، ان کے ہاتھ پر توبہ کرتے تھے، دین کی پابندی اور گناہوں سے اجتناب کا عہد کرتے تھے، یہ بالکل انھی چیزوں پر بیعت لیتے تھے جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لیتے تھے، اصلاحِ عقائد،

www.abulhasanalinadwi.org

فرائض کی پابندی، گناہوں سے اجتناب۔

ہندوستان میں صوفیہ کی کثرت کی وجہ

ہندوستان میں صوفیہ کی کثرت کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: یہاں جوگی اور سنیاسی کثرت سے تھے، جو اپنے زہد وفقر سے اور کشف سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بناتے تھے تو ان کے مقابلے کے لیے ایمان وعمل صالح اور محبتِ الٰہی اور عشقِ نبوی کے ساتھ اسی قسم کے لوگوں کی ضرورت تھی، یہاں کے لوگوں کی طبیعتیں جوگیوں اور سنیاسیوں، رشیوں اور مُنیوں کے ساتھ رہتے ہوئے ایسی ہی ہوگئی تھیں کہ وہ کشف وکرامات سے متاثر ہوتے تھے، زہد کو دیکھنا چاہتے تھے، اس کا ان پر بڑا اثر پڑتا تھا، زہد کے بغیر یہاں گاڑی نہیں چل سکتی، ہندو فقیر بھی اپنے مذہب کے مطابق زاہد ہوتے تھے، برت رکھتے تھے، کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے، یہ مشائخ صوفیہ بھی اسلام کی تعلیم کے مطابق رہبانیت سے بچتے ہوئے زاہد ہوتے تھے، جس کا عوام پر خود بخود اثر پڑتا تھا، اس کے بغیر اتنی بڑی آبادی کو سنبھالنا مشکل تھا، یہ محض ایک غیبی انتظام ہے، خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ(۱) کے ہاتھ پر لاکھوں آدمی اسلام لے آئے، سید علی ہمدانی (۲) کشمیر آئے تو پورا کشمیر مسلمان ہوا، پھر دہلی کی جو شان تھی سرکاری اور درباری، اس کے اثر سے عوام کو محفوظ رکھنے کے لیے خواجہ نظام الدین اولیاءؒ جیسی شخصیت کی ضرورت تھی۔

کچھ لوگ بزرگوں کی عبارتوں میں خرد برد کر کے تکفیر وتضلیل کرتے ہیں

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا: بعض لوگ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، خواجہ نظام الدین اولیاء اور حضرت مجدد الف ثانی وغیرہ کی بعض عبارتیں کہیں سے نقل کر کے کہتے ہیں کہ اس سے شرک نکلتا ہے، یہ مشرک تھے۔ حضرت نے فرمایا: إنّا بُرآء (ہم اس سے بری ہیں) دراصل ان کے حالات میں تمام کتابیں معتبر نہیں، خود اس زمانے کے بزرگوں: امیر خسرو(۳) وغیرہ نے یہ بات کہی ہے، مثلاً خواجہ نظام الدین اولیاء کے سلسلے میں "فوائد

www.abulhasanalinadwi.org

الفواد' معتبر ہے۔

فرمایا آج ایک نیا بریلوی فرقہ پیدا ہو گیا ہے، پہلا بریلوی فرقہ تکفیر کرتا تھا، یہ فرقہ تضلیل کرتا ہے، یہ لوگ بڑی غلط راہ پر جا رہے ہیں۔

حواشی مجلس (۱۰۷)

(۱) حضرت خواجہ معین الدین چشتی سجزی اجمیری: جنھوں نے ہندوستان جیسے کفرستان میں توحید کا غلغلہ بلند کیا، اور نورِ اسلام کی ضیا پاشیوں سے اس ظلمت کدے کو منور کیا، ان کے قدم کی برکت سے ہندوستان میں اسلام کی اشاعت ہوئی، جن کے ہاتھ پر لاکھوں لوگ مسلمان ہوئے، وہ ہندوستان پر شہاب الدین غوری کے حملے کے وقت اس کے لشکر کے ساتھ تھے، پھر انھوں نے اسی دوران اجمیر میں (جو اس وقت راجپوت طاقت وحکومت اور ہندو مذہب وروحانیت کا بہت بڑا مرکز تھا) اقامت اختیار کی، اور اسلام کی اشاعت اور حقیقی روحانیت کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا، وفات: ۶۲۷ھ یا ۶۳۳ھ (تفصیل کے لیے دیکھیے خواجہ معین الدین چشتی از سید صباح الدین عبدالرحمٰن، معین الہند از ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، نیز دیکھیے تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ سوم، ص: ۲۴-۳۱)

(۲) سید علی ہمدانی: اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم، نامور صوفی اور زبردست داعی، مختلف ملکوں کی سیاحت کی اور سینکڑوں علماء ومشائخ سے استفادہ کیا، جن کی تعداد چودہ سو تک پہنچتی ہے، ۷۷۳ یا ۷۸۰ھ میں سات سو اصحاب کے ساتھ کشمیر آئے تو ان کی دعوت سے متاثر ہو کر کشمیر کی بڑی آبادی نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، دسیوں اور بقولِ بعض سیکڑوں کتابیں تصنیف کیں، وفات: ۶/ ذی الحجہ ۷۸۶ھ (نزہۃ الخواطر ۲/ ۸۹-۹۳، تذکرۂ اولیاے کشمیر، ج ۱/ص: ۵۱-۷۳)

(۳) امیر خسرو: (ابوالحسن یمین الدین خسرو، مشہور بہ امیر خسرو) مشہور اور بلند پایہ صوفی شاعر اور عظیم نثر نگار، خواجہ نظام الدین اولیاء کے محبوب وجاں نثار مرید اور سلاطین دہلی کے انیس وجلیس تھے۔ اسی کے ساتھ وہ گوناگوں کمالات کے مالک تھے۔ وفات: ۷۲۵ھ (شعر العجم، حصہ دوم، ص: ۹۶-۱۷۵، طبع ہفتم، مزید تفصیل کے لیے دیکھیے صوفی امیر خسرو از صباح الدین عبدالرحمٰن (دار المصنفین اعظم گڑھ) خسرو پر اس کے علاوہ متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۰۸)

۲۴/۴/۱۴۱۸ھ مطابق ۲۸/۸/۱۹۹۷ء

آج یہاں مقامی اسپتال سحر نرسنگ ہوم میں عالم ربانی عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی کا سانحۂ ارتحال پیش آیا، لمحہ بھر میں پورا لکھنؤ امنڈ آیا، جنازے کو باندہ لے جایا گیا، بہت سے لوگ طلبہ واساتذہ، شہر کے معتقدین سمیت جنازے میں شرکت کے لیے باندہ چلے گئے، ہم انتقال کے بعد نرسنگ ہوم میں زیارت کر چکے تھے اس لیے اور اس لیے بھی کہ چند دنوں قبل حضرت قاری صاحب کی خدمت میں کچھ دن گزار کر آئے تھے، اور پھر حضرت مجلس میں قاری صاحب کے متعلق کیا باتیں ارشاد فرمائیں گے، ان وجوہات کی بنا پر باوجود اشتیاق اور خواہش کے اور ارادہ ہوتے ہوئے نہیں گئے، قاری صاحب کے انتقال کے بعد کیسا سماں بندھ گیا تھا، اس پر ہم نے مفصل مضمون بھی لکھا ہے، جس سے اندازہ ہوگا کہ قاری صاحب کی مقبولیت کا کیا عالم تھا۔

قاری صدیق احمد صاحب کا انتقال اور حضرت مولانا کا تاثر

حضرت مولانا دامت برکاتھم والطافھم، حضرت قاری صاحب سے اپنے تعلق، مناسبت اور قلبی لگاؤ کی بنیاد پر ان کی وفات سے بہت رنجیدہ اور مغموم تھے، مغرب بعد ہم خدمت میں حاضر ہوئے، ایک دو اور اصحاب بھی تھے، فرمانے لگے: بہت بڑی ہستی تھی، اب نہیں رہی، اپنے مشائخ کبار کے بعد ہمیں سب سے زیادہ مناسبت انھی سے تھی۔

آج عشاء بعد کی مجلس میں تعداد بہت زیادہ تھی، بیٹھتے ہی حضرت نے فرمایا: آپ لوگ قاری صاحب کے لیے ایصالِ ثواب کیا کریں، یہاں بھی اس کا اہتمام ہوگا، آپ لوگ انفرادی طور پر بھی اس کی کوشش کریں، کچھ نہیں تو سورہ فاتحہ ہی سہی، اس کا فائدہ خود

www.abulhasanalinadwi.org

آپ لوگوں کو ہوگا، ان کی برکت حاصل ہوگی اور آپ کے علم میں برکت ہوگی۔

مولانا شمس الحق صاحب نے پوچھا: قاری صاحب سے آپ کا تعلق کب سے ہے؟

حضرت نے فرمایا: ہم حضرت شیخ کے پاس سہارنپور جاتے تھے تو یہ وہاں پڑھتے تھے، یہ، محمد ثانی، مولوی مرتضی، مولوی عاشق الٰہی بلند شہری (۱)، یہ چاروں ہمیشہ ساتھ نظر آتے تھے، ایک ساتھ وضو کر رہے ہیں، ایک ساتھ نماز میں کھڑے ہیں، تو اسی وقت سے ان سے تعارف ہے، پھر انھوں نے تعلقات بعد میں بہت بڑھا لیے۔

غالب , مومن , ذوق اور مرزا مظہر جانِ جاناں کا ذکر

کچھ دیر سکوت رہا، پھر مولانا شمس الحق صاحب نے موضوع بدل کر کہا: اردو شاعری میں غالب کا بہت ذکر آتا ہے، لیکن ان کی شاعری میں کوئی پیغام نہیں معلوم ہوتا، حضرت نے کہا: پیغام کیا ہوگا! وہ تو ایک غزل گو شاعر تھے، انھی کی یہ بات نہیں، اس زمانے کے شعراء میں کسی کے یہاں کوئی پیغام نہیں ملتا، ہاں مومن (۲) کے یہاں کچھ ملتا ہے، اس لیے کہ وہ سید صاحب کے مرید تھے اور حضرت مرزا مظہر جانِ جانان کے یہاں، کہ وہ صوفی منش اور صاحبِ قلب شاعر تھے، ذوق کو بھی مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے، وہ صحیح العقیدہ سنی شاعر تھے (۳)۔

مومن کا شعر ہے جس میں سید صاحب کا اثر نمایاں ہے:

الٰہی مجھے بھی شہادت نصیب   یہ افضل سے افضل عبادت نصیب (۴)

ہمارے والد صاحب کی نانی سید صاحب سے بیعت تھیں، وہ جب والد صاحب کو بچپن میں سلاتی تھیں تو یہ لوریاں دیتی تھیں:

الٰہی مجھے بھی شہادت نصیب   یہ افضل سے افضل عبادت نصیب

غور کرنے کی بات ہے عموماً ایسے موقع پر عورتیں کہتی ہیں: تیری عمر دراز ہو، تجھے مال و دولت حاصل ہو، راحت ملے، یہ یہاں درازی عمر کے بجائے جان چلی جانے کی دعائیں دے رہی ہیں، شہادت میں یہی تو ہوتا ہے کہ جان ختم ہوتی ہے!

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت کی بچپن میں پڑھی ہوئی کچھ ادبی کتابیں

غالب کے کلام سے آپ کو کچھ مناسبت رہی ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا: ہاں ''آب حیات'' ہم نے کئی بار پڑھی تھی، اور ''گل رعنا'' تو گھر ہی کی تھی، اسی طرح مولانا شبلی کی کتابیں بھی بچپن ہی میں پڑھ لی تھیں، ہمارے ایک چچا تھے سید فاروق صاحب (۵) وہ یہاں کے فاضل تھے، ان کے پاس علامہ شبلی کی کتابیں تھیں، ایک ہی گھر میں رہتے تھے، ہمیں ان کی کتابوں کے پڑھنے کا موقع ملا (۶)، ہم جب پندرہ سولہ سال کی عمر میں لاہور گئے تو بہت سی باتیں زبانی بتا دیتے تھے، لوگوں کو بڑا تعجب ہوتا تھا۔

علامہ شبلی کی کتابوں میں ''شعر العجم'' بہت ممتاز ہے، تو ہمیں بچپن ہی میں ایسی کتابوں کو پڑھنے کا موقع ملا، عموماً اس عمر میں وہ کتابیں نہیں پڑھی جاتیں۔

مطالعے کی وسعت اور تنوع کا فائدہ

فرمایا: مطالعے کی وسعت اور تنوع دو چیزیں الگ ہیں، ایک وسعت دوسرے تنوع، تو وسعت اور تنوع سے ذہن وسیع ہوتا ہے، سوچنے اور موضوع کے مطابق بات کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

ہر موضوع کا خاص اسلوب ہوتا ہے

ہر موضوع کا ایک مزاج ہوتا ہے، جس طرح خاندانوں، نسلوں اور قبیلوں کا مزاج ہوتا ہے تو ہر موضوع کا اسلوب جدا ہونا چاہیے، ادبی موضوع کے لیے ادبی طرز و اسلوب: استعارہ وتشبیہات، تاریخی موضوع کے لیے تسلسل اور بیانیہ کا ہونا شرط ہے، اسی طرح اگر موضوع دینی ہے تو دینی اصطلاحات، قرآن وحدیث کے الفاظ ہونے چاہیے۔

مولانا فتح محمد کے ترجمۂ قرآن کا ذکر

اس مناسبت سے مولانا شمس الحق صاحب نے ذکر کیا کہ پاکستان میں ایک

صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے: ''اشاریۂ قرآنیہ''، اس میں انھوں نے تین زبانوں: اردو، انگریزی اور غالباً فرانسیسی تراجم کو جمع کیا ہے، اردو ترجمہ مولانا فتح محمد (۷) صاحب کا لیا ہے، ''البلاغ'' میں اس پر تبصرہ آیا ہے، اس میں انھوں نے کہا ہے کہ مولانا فتح محمد صاحب کا ترجمہ پرانا ہے، اس زمانے کے مناسب نہیں ہے۔

پھر مولانا شمس الحق صاحب نے پوچھا: فتح محمد صاحب سے آپ کی ملاقات ہے؟

فرمایا: یاد نہیں، وہ جالندھر کے رہنے والے تھے، ان کا ترجمہ دیکھا ہے، اچھا ہے۔

زبان کی گرفت میں ماہر القادری اور مولانا دریابادی کا امتیاز

فرمایا: زبان کی گرفت میں ماہر القادری اور مولانا دریابادی سب سے ممتاز تھے۔

ماہر القادری کی قابلِ رشک موت

ماہر صاحب کا انتقال جدہ میں ہوا اور تدفین جنت المعلی میں ہوئی، ایک شعر پڑھا گیا، جوان کو ناپسند ہوا، اس پر انھوں نے تنقید کی پھر روح پرواز ہوگئی۔

ماہر القادری کی نعت کی مسیحائی

ایک دفعہ ہمیں تقریر کرنی تھی، مگر طبیعت تقریر کی طرف مائل نہیں تھی، نشاط نہیں تھا، جلسے میں ماہر صاحب کی مشہور نعت پڑھی گئی، جس میں ہے:

اے نام محمد صلِ علیٰ ماہر کے لیے تو سب کچھ ہے
ہونٹوں پہ تبسم بھی آیا آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے

تو ہم نے قوت محسوس کی، پھر بڑی اچھی تقریر ہوئی، ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ورود ہو رہا ہو (۸)۔

بمبئ میں مسافر خانہ صابو صدیق میں ہماری تقریر رکھی گئی، جلسے میں اعلان کیا گیا: آپ لوگوں کی خوش قسمتی سے ماہر صاحب تشریف لائے ہیں، ہم نے کہا: خدا کرے، یہی نعت سنائیں، چناں چہ انھوں نے یہی نعت سنائی (۹)، پھر موٹر پر بھی ساتھ رہا۔

ماہر القادری کا حضرت مولانا سے تعلق

ایک مرتبہ حجاز یا یورپ جاتے ہوئے دہلی سے ہم دونوں ایک ہی جہاز پر سوار ہوئے، ان کو کراچی اترنا تھا۔

ان کو ہم سے بڑا تعلق ہو گیا تھا، ہم کراچی جاتے تو قاری رشید الحسن صاحب کے یہاں اترتے تھے، انھوں نے قاری صاحب سے شکایت کی کہ جب مولانا آتے ہیں تو ہمیں خبر نہیں کرتے، پھر وہ خود ملنے آتے تھے۔ اچھے مسلمان شاعر تھے، مولانا دریابادی بھی ان کو پسند کرتے تھے، پھر کسی بات پر خفا ہو گئے، پھر جب انھوں نے جوش کی خودنوشت سوانح عمری ''یادوں کی برات'' پر مفصل تبصرہ کیا تو بہت خوش ہو گئے، اس میں بہت سی دین مخالف باتیں ہیں۔

جگر کے حضرت سے تعلقات اور ان کی دین پسندی

پہلے جوش و جگر دونوں پیتے تھے، پھر جگر تائب ہو گئے، جگر کے ہم سے اچھے مخلصانہ تعلقات تھے، وہ یہاں بھی آئے ہیں، ہم نے گونڈہ میں ان کے گھر پر قیام بھی کیا ہے، ہم جب آخری شب کو اٹھے تو دیکھا، جگر صاحب سر جھکائے کھڑے ہیں اور نوٹوں کی گڈی ان کے ہاتھ میں ہے، انھوں نے ہمیں پیش کی، ہمیں قبول کرنا پڑا۔

ہم نے پیامِ انسانیت کے پہلے جلسے میں مقالہ پڑھا تو اس کو انھوں نے پسند کیا، مسجد میں دوبارہ پڑھوایا، اور پیام انسانیت کے لیے اپنے پاس سے ایک ہزار روپے دیے، ایک شاعر آدمی اور اتنی کثیر رقم دینی کام کے لیے اور وہ بھی آج سے تیس سال پہلے! ایک ہزار بڑی مالیت تھی، یہ ان کے دینی رجحان کی بات ہے۔

مفتی محمد شفیع اور مولانا محمد تقی عثمانی کا ذکر

مولانا شمس الحق صاحب نے سوال کیا: مفتی شفیع صاحب (۱۰) سے آپ کی ملاقات کب ہوئی؟

www.abulhasanalinadwi.org

فرمایا: دمشق میں ایک کانفرنس ہوئی تھی (۱۱)، ہندوستان سے ہم اور پاکستان سے مفتی صاحب اور مولانا مودودی مدعو تھے (۱۲)، سابق وزیر اعظم انڈونیشیا (۱۳) کو صدر اور ہمیں اور مولانا مودودی کو نائب صدر بنایا گیا تھا۔ مفتی صاحب اور مولانا مودودی ایک ہی ہوٹل میں ٹھہرے تھے، ہم مفتی صاحب کے پاس جاکر بیٹھتے تھے اور ان کے احترام میں انھی کے ساتھ جلسے میں آتے تھے۔

وہیں تفصیلی ملاقات رہی، پھر کراچی میں بھی ملاقات ہوئی، ابھی ان کے لڑکے جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب (۱۴) کے ہم سے اچھے روابط ہیں، انھوں نے اپنی ایک کتاب پر ہم سے مقدمہ بھی لکھوایا ہے (۱۵)، انھوں نے آسمانی مذاہب اور تورات وانجیل کی تحریفات پر اردو میں ایک کتاب لکھی ہے (۱۶)، مولانا رحمت اللہ کیرانوی (۱۷) کی ''اظہار الحق'' (۱۸) کے طرز پر، جو عربی میں ہے۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور ان کی کتاب ''اظہار الحق''

''اظہار الحق'' بالکل بے نظیر اور لاجواب کتاب ہے، آج تک عیسائی اس کا جواب نہیں دے سکے، عیسائی مناظرین ان سے اتنا گھبراتے تھے کہ جب پادری کو معلوم ہوجاتا کہ مولانا رحمت اللہ اس شہر میں ہیں تو وہ شہر چھوڑ کر بھاگتا، ہم نے اس پر بھی الگ سے مقدمہ لکھا ہے، قطر کے شیخ عبداللہ بن ابراہیم انصاری (۱۹) نے ہم سے اس پر مقدمہ لکھوایا، یہ ہمارے لیے بڑے شرف کی بات ہے۔ مولانا محمد سلیم مکی (۲۰) مولانا رحمت اللہ ہی کے خاندان کے ہیں، انھوں نے کسی عرب سے ہمارا تعارف کراتے ہوتے کہا: اسمہ أکبر من جسمہ أبوالحسن علی الحسنی الندوی (۲۱)، مدرسہ صولتیہ کو انھوں نے ترقی دی، جس کی بنیاد مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے رکھی تھی۔

شیخ عبداللہ بن ابراہیم انصاری اور دوحہ میں منعقد سیرت کا تاریخی سمینار

عبداللہ بن ابراہیم انصاری صاحب نے اسی مدرسے میں پڑھا، بڑے صالح

آدمی تھے، سیرت پر دوحہ میں ایک سمینار منعقد کیا (۲۲)، سیرت پر اتنا بڑا سمینار شاید کہیں ہوا ہو، ہم نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا، امریکہ سے لے کر ہندوستان، پاکستان تک کے افراد کو دعوت دی گئی تھی، سمینار سے پہلے ہماری کتاب "السیرة النبویة" اور والد صاحب کی "تهذیب الأخلاق" چھپوا کر تمام شرکاء میں تقسیم کروائی تھی، اللہ ان کو جزائے خیر دے، جو کتاب ساتھ نہیں لے جاسکتے تھے ان کو ڈاک سے بھیجا، کلمۃ الوفود ہمارے نام تھا، ہمیں خیال نہیں رہا، ہم نے نہیں لکھا، ان کے لڑکے جب بلانے آئے تو ہم نے معذرت کی، کہ کسی اور کے سپرد کیا جائے، ہم جب جلسہ گاہ میں گئے تو دیکھا ہر ایک کے پاس پروگرام رکھا ہے، جس میں ہے: کلمة الوفود للشيخ أبي الحسن علي الحسني الندوي اب ہمیں شرمندگی ہوئی، ہم نے زبانی ہی تقریر کی، بڑی موثر تھی، ایک ورود تھا، رات میں ٹیلی ویژن پر دکھایا گیا تو بہت سی آنکھیں اشک بار نظر آئیں۔

اس کانفرنس کے لیے لاکھوں روپیہ انھوں نے خرچ کیا ہوگا، تمام مہمانوں کا کرایہ، ہوٹل میں قیام اور موٹر کا انتظام ان سب کا خرچہ الگ، اللہ انھیں جزائے خیر دے، ہندوستانی علماء کی بہت سی کتابوں کو انھوں نے اپنے اہتمام میں شائع کیا ہے۔

حواشی مجلس (۱۰۸)

(۱) مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی، مظاہر علوم سہارنپور کے فارغ التحصیل، فراغت کے بعد ہندوستان کے مختلف علاقوں میں تدریسی خدمت انجام دے کر ۱۹۶۵ء میں پاکستان ہجرت کی اور دارالعلوم کراچی میں تفسیر وحدیث پڑھاتے رہے۔ ۱۹۷۶ء میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے اور مستقلاً وہیں مقیم ہوگئے۔ درجنوں علمی اور اصلاحی کتابیں لکھیں، وفات: ۲۸/نومبر ۲۰۰۱ء مدینہ منورہ، تدفین: جنۃ البقیع، (وفیات نامورانِ پاکستان، ص: ۷۶، علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات، ص: ۱۳۱-۱۵۸)

(۲) مومن: (حکیم محمد مومن خاں مومنؔ) استاذِ فن تھے، شاعری کی ایک دنیا میں ان کی چھاپ ہے۔ حضرت سید احمد شہید سے بیعت تھے، اس لیے مزاج میں تدین اور اتباعِ سنت غالب تھا۔ وفات:

www.abulhasanalinadwi.org

۱۲۶۸ھ/۱۸۵۲ء (مومن، شخصیت اور فن از پروفیسر ظہیر احمد صدیقی)

(۳) اس زمانے کے شعراء میں خواجہ میر درد بھی اپنی دین داری اور صوفیانہ شاعری میں ممتاز ہیں۔

(۴) چالیس اشعار پر مشتمل یہ چھوٹی سی جہادیہ مثنوی ہے جو کلیات مومن کے سب سے اخیر میں درج ہے، اسی کا یہ ایک شعر ہے، اس کا مطلع ہے:

پلا مجھکو ساقی شرابِ طہور — کہ اعضا شکن ہے خمارِ فجور

(کلیات مومن، ص ۴۱۸-۴۱۹)

(۵) مولانا سید فاروق احمد ندوی: بالکل ابتدائی دور میں دار العلوم ندوۃ العلماء میں داخلہ لیا، اس وقت دار العلوم خاتون منزل گولہ گنج لکھنؤ میں تھا، اور مشہور اساتذہ اور بڑے علماء درس دے رہے تھے، کئی سال دار العلوم میں رہ کر ان اساتذہ سے استفادہ کر کے فارغ التحصیل ہوئے، علم ومطالعے کا شوق تھا، مگر عمر نے وفا نہیں کی، ۳۰-۳۱ سال کی عمر میں انفلوئنزا میں مبتلا ہو کر انتقال کیا، وفات: ۱۹۱۸ء، بھوپال (خانوادۂ علم اللہی، ص: ۲۴۱-۲۴۳)

(۶) یعنی بظاہر ان کے انتقال کے بعد ان کی متروکہ کتابوں سے۔

(۷) مولانا فتح محمد جالندھری: اردو کے مشہور مترجم قرآن، جن کا ترجمۂ قرآن اردو کے مشہور اور معتبر تراجم میں ہے، اس کے علاوہ متعدد کتابیں لکھیں، جن میں سب سے مشہور مصباح القواعد ہے، جو اردو قواعد میں سب سے اہم اور مفید کتاب سمجھی جاتی ہے، اسی کے ساتھ اسکول کی نصابی کتابیں بھی تیار کیں، نیز "اردو" کے نام سے ایک رسالہ بھی نکالا۔ (مصنفین اردو، ص: ۵۲)

(۸) دیکھیے پرانے چراغ دوم، ص: ۲۰۴-۲۰۵

(۹) ایضاً ص: ۲۰۵

(۱۰) مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی: سابق استاد ومفتی دار العلوم دیوبند، پھر مفتی اعظم پاکستان، اپنے عہد کے نامور عالم دین اور مفسر قرآن، مصنفِ معارف القرآن (۸/ جلدیں) وغیرہ، خلیفۂ حضرت تھانوی، تحریک پاکستان کے بڑے مؤید وراہنما، اولین سربراہ جمعیت علمائے اسلام، پاکستان کے دستور اور قرارداد مقاصد کی تدوین میں شریک، بانی دار العلوم کراچی، وفات: ۶/ اکتوبر ۱۹۷۶ء، کراچی (نقوش رفتگاں، ص ۶۵-۷۵، البلاغ کراچی کا خصوصی نمبر (۱۳۶۸ صفحات) مرتبہ مولانا محمد تقی عثمانی، ج ۱۳/ شمارہ: ۶-۷-۸، جمادی الثانیہ تا شعبان ۱۳۹۹ھ)

(۱۱) دمشق کی موتمر اسلامی کے نام سے کاروان زندگی میں اس کا تذکرہ کیا ہے، یہ موتمر جون ۱۹۵۶ء میں ہوئی تھی۔ (کاروان زندگی اول، ص: ۴۳۳)

(۱۲) مولانا ظفر احمد انصاری بھی، کاروان زندگی میں اس کا ذکر کیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

(۱۳) یعنی ڈاکٹر محمد ناصر داتو سیتارو، بہت بڑے عالم اور عظیم داعی، رابطہ عالم اسلامی کے رکن تاسیسی، انڈونیشیا کی سیاست میں بڑا اہم کردار ادا کیا، ۱۹۴۶ء میں انڈونیشیا کی آزادی کے بعد وزیر اطلاعات ونشریات اور پھر ۱۹۵۰ء میں وزیر اعظم بنائے گئے، مگر کچھ عرصے کے بعد صدر سوکارنو سے اختلاف کی بنیاد پر استعفا دیا، لیکن ''ماتسومی'' پارٹی کے بانی اور صدر کی حیثیت سے حکومت پر اثر انداز رہے۔ ۱۹۶۱ء میں سوویت یونین اور دیگر ملکوں کی طرف سے صدر سوکارنو کی حمایت کی وجہ سے یہ کمزور پڑے، اور ان کو جیل میں بند کر دیا گیا، اور سوکارنو نے ''ماتسومی'' کو کالعدم قرار دیا۔ ڈاکٹر محمد ناصر کے اہم ترین کارناموں میں سے یہ ہے کہ انھوں نے انڈونیشیا میں عیسائی مشنری کے خلاف زبردست محاذ قائم کیا، اور مستقل ان سے مقابلہ کرتے رہے، مختلف عالمی سمیناروں میں شرکت کی، ۱۴۰۰ھ میں شاہ فیصل ایوارڈ سے سرفراز ہوئے، نہایت حساس، ضروری اور اہم موضوعات پر پچاس سے زیادہ کتابیں لکھیں، وفات: ۱۹۹۳ء، جکارتا (علماء ومفكرون عرفتهم ۲/۳۱۱-۳۲۹، من أعلام الدعوة والحركة الإسلامية المعاصرة، ص: ۳۹-۴۶، إتمام الأعلام، ص: ۴۱۵، نثر الجواهر والدرر ۲/۲۱۴۱-۲۱۴۳)

(۱۴) مولانا مفتی محمد تقی عثمانی: فقہ وحدیث اور دیگر علوم میں ممتاز اور اسلامک بینکنگ اور جدید معاشیات کے ماہر، اور نہایت مشہور عالم دین، سابق چیف جسٹس پاکستان، بیسیوں اہم ترین کتابیں تصنیف کی ہیں، اور مسلسل لکھ رہے ہیں، أدام الله بقاءه ومتع المسلمين به (ان کی حیات وخدمات پر دار القلم دمشق سے کتاب شائع ہوئی ہے، محمد تقي العثماني- القاضي الفقيه والداعية الرحالة، بقلم لقمان حكيم، الطبعة الأولى ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء)

(۱۵) تکملة فتح الملهم پر حضرت مولانا کی تقریظ ہے، نیز ''عیسائیت کیا ہے؟'' کے عربی ایڈیشن پر حضرت کا مقدمہ ہے اور اسی کا ترجمہ شعبۂ دعوت وارشاد ندوۃ العلماء کی طرف سے شائع شدہ اردو ایڈیشن میں بھی شامل ہے۔ (سنۂ اشاعت جنوری ۲۰۰۵ء)

(۱۶) یہ مستقل کتاب نہیں، بلکہ اظہار الحق کا جو اردو ترجمہ مولانا اکبر علی صاحب (سابق استاد حدیث دار العلوم کراچی) نے کیا تھا، جو ''بائبل سے قرآن تک'' کے نام سے تین جلدوں میں شائع ہوا ہے، اس پر مولانا محمد تقی صاحب نے وقیع حواشی کا اضافہ کیا ہے۔

(۱۷) مولانا رحمت اللہ کیرانوی: اپنے زمانے کے مشہور ترین عالم دین اور مناظرِ اسلام، جنھوں نے عیسائی مشنری کے لیے زمین تنگ کر دی تھی اور ناک چنے چبوائے تھے، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں سرگرم حصہ لیا، اور شاملی کا مشہور معرکہ برپا کیا، جنگ کے بعد ان کے خلاف گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا، بچتے بچاتے اور چھپتے چھپاتے مکہ معظمہ پہنچے، جہاں مدرسہ صولتیہ قائم کیا اور وہیں مقیم ہو گئے، انھوں نے اظہار الحق، ازالۃ الشکوک، ازالۃ الاوہام، اعجاز عیسوی وغیرہ کے ذریعے ناقابل فراموش دین کی خدمت

www.abulhasanalinadwi.org

کی، وفات: ۲۲/ رمضان ۱۳۰۸ھ مطابق یکم مئی ۱۸۹۱ء، مکہ مکرمہ، تدفین: جنۃ المعلاۃ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے جوار میں (ایک مجاہد معمار از مولانا محمد سلیم کیرانوی مکی، آثارِ رحمت از امداد صابری، مولانا رحمت اللہ کیرانوی اوران کے معاصرین از حکیم محمود احمد ظفر)

(۱۸) یہ تورات اور انجیل کی تحریفات اور ردِّ عیسائیت پر نہایت فاضلانہ اور بے نظیر کتاب ہے، اس کا سب سے عمدہ ایڈیشن چار حصوں میں ڈاکٹر محمد احمد محمد عبدالقادر خلیل ملکاوی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ ادارۃ البحوث العلمیۃ والافتاء (الریاض، سعودی عرب) نے شائع کیا ہے۔

(۱۹) شیخ عبداللہ بن ابراہیم الانصاری: قطر سے تعلق رکھنے والے عہد حاضر کے ایک مشہور وممتاز عالم وداعی وخادم دین اور ملت کے بڑے محسن، رابطہ عالم اسلامی کے رکن تاسیسی، قطر کے رئاست امور دینیہ اور شعبۂ احیاء التراث الاسلامی کے صدر وروحِ رواں، جنھوں نے اسلاف کی علمی یادگاروں اور مفید وبیش قیمت تصانیف کی ایک بڑی تعداد کو اہل علم اور تحقیقی کام کرنے والوں تک پہنچانے کا عظیم کارنامہ انجام دیا، وفات: ۱۵/ اکتوبر ۱۹۸۹ء، لندن، تدفین: دوحہ-قطر۔ (علماء ومفكرون عرفتهم ۳/ ۸۵-۹۵، من أعلام الدعوة والحركة الإسلامية المعاصرة، ص: ۳۴۵-۳۵۵، إتمام الأعلام، ص ۲۵۲، نثر الجواهر ۲/ ۱۸۶۵-۱۸۶۷، نیز دیکھیے پرانے چراغ سوم، ص: ۵۱-۵۸ (جدید ایڈیشن)

(۲۰) مولانا محمد سلیم کیرانوی مکی: حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے خاندان کے چشم و چراغ تھے، ان کے بھائی کے پڑپوتے تھے، مدرسہ صولتیہ کے ناظم اور بڑے اچھے منتظم، بارعب ہونے کے باوجود ظرافت مزاج میں گویا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، تاریخ کے اچھے واقف کار، اور حجاز کی پیدائش، نشو ونما اور مستقل قیام کے باوجود اردو کے ذوق آشنا بلکہ ادیب، مکہ مکرمہ سے ''ندائے حرم'' کے نام سے اردو پرچہ نکالتے تھے، وفات: ۲/ شعبان ۱۳۹۷ھ مطابق جولائی ۱۹۷۷ء، مکہ مکرمہ۔ (نثر الجواہر ۲/ ۱۲۱۲، پرانے چراغ دوم، ص ۱۳۰-۱۴۰، مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور ان کے معاصرین، ص: ۵۵۲-۵۶۲، موخر الذکر کتاب میں ان کے زمانے میں مدرسہ صولتیہ کے احوال وکوائف بھی مذکور ہیں)

(۲۱) دیکھیے پرانے چراغ دوم، ص: ۱۳۵

(۲۲) یہ سمینار محرم ۱۴۰۰ھ مطابق نومبر ۱۹۷۹ء میں قطر کے دارالحکومت دوحہ میں منعقد ہوا تھا، تفصیل کے لیے دیکھیے کاروان زندگی حصہ دوم، ص: ۲۸۷-۲۸۹، لیکن کاروان زندگی میں اس موقع پر تہذیب الاخلاق چھپوا کر تقسیم کرنے کا ذکر نہیں کیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۰۹)

۲۴/۴/۱۴۱۸ھ مطابق ۲۹/ ۸/ ۱۹۹۷ء

آج مولانا احمد لاٹ صاحب (۱) آئے ہوئے تھے، بعد نماز مغرب طلبہ سے ان کا بڑا اہم خطاب بھی ہوا، وہ بھی مجلس میں موجود تھے، شاید ان کی وجہ سے بھی اور حضرت قاری صاحب کے انتقال کی وجہ سے آج حاضرین کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ کبھی نہیں دیکھی گئی، کمرے میں بالکل گنجایش نہیں تھی، دائیں بائیں حجرے میں بھی لوگ بھر گئے، دروازے پر بھی کھڑے رہے۔

دعوت، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے دل ودماغ ہی پر نہیں بلکہ اعصاب پر چھائی ہوئی تھی

مولانا لاٹ صاحب کی موجودگی کی مناسبت سے مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کرتے ہوئے کہا: حضرت کا اپنے زمانے کے بہت سے بزرگوں اور اکابر اور علماء سے تعلق رہا ہے، لیکن حضرت مولانا الیاس صاحب میں خصوصی وصف حضرت نے کیا محسوس کیا، جو ان کو سب سے ممتاز کرتا ہے؟

حضرت نے فرمایا: دعوت کا غلبہ، دعوت ان کے دل ودماغ پر ہی نہیں، اعصاب پر چھائی ہوئی تھی (۲) دو چیزیں ہیں: دماغ اور اعصاب، دماغ پر بہت سے لوگوں کے دعوت چھائی رہتی ہے، اس کی فکر رہتی ہے، لیکن حضرت مولانا الیاس صاحب کے اعصاب پر، ہر ہر عضو میں دعوت چھائی ہوئی تھی، ہر وقت، ہر آن، ہر گھڑی اور ہر پل یہی فکر، امت کی فکر، اہل وعیال بلکہ اپنی جان اور صحت سے زیادہ، اس میں بالکل گھل گئے تھے، امت کی غفلت دیکھ کر وہ کڑھ کڑھ جاتے تھے، یہی فکر اور کوشش تھی کہ یہ غفلت کیسے ختم ہو، برائیاں

www.abulhasanalinadwi.org

کیسے مٹ جائیں، پوری امت کے چند ہی افراد میں یہ وصف اس حد تک رہا ہوگا!!

احتساب کی اہمیت اور حضرت مولانا الیاس صاحب کے یہاں اس کا اہتمام

حضرت نے ایک مرتبہ ذکر کیا تھا: حدیث میں جو آتا ہے احتساب: مـــن قـــام رمـضـان ایـمـانًـا واحتسابًا وغیرہ تو مولانا الیاس صاحب ہی کو دیکھ کر احتساب سمجھ میں آیا(۳)، مولانا نذر الحفیظ صاحب نے اس کو یاد دلایا، حضرت نے فرمایا: احتساب یعنی ہر کام میں اجر کی امید اور ثواب کا استحضار۔ یہ بڑی اہم چیز ہے، حضرت مولانا الیاس صاحب اس پر بہت زور دیتے تھے، بہت کم لوگوں کو یہ بات حاصل ہوتی ہے، اور جب سے اس مشینی دور میں زندگی میں سرعت پیدا ہوئی ہے، اس میں اور بھی کمی آئی ہے، بالکل اس کا خیال ہی نہیں رہتا، نل کھولا، وضو ہوگیا؛ موٹر پر بیٹھے، مسجد پہنچے: نہ یہ خیال کہ وضو کرتے ہوئے ہر ہر عضو دھوتے وقت اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے(۴) اور نہ اس کا دھیان کہ مسجد جاتے ہوئے ہر ہر قدم پر ثواب ملے گا، اچھے اچھوں کو اس کا احساس نہیں ہوتا، جو دعوتی اور اصلاحی کام بھی کرتے ہیں ان کو بھی اس کا استحضار نہیں ہوتا، اس میں بڑی غفلت ہے، پھر اس فوجی انسپکٹر کا واقعہ سنایا جس سے کوئٹہ میں ملاقات ہوئی تھی، جس نے کہا تھا کہ ہم تو روزہ اسی لیے رکھتے ہیں کہ روزہ کھولنے میں بڑا لطف آتا ہے، ایسا مزہ کسی چیز میں نہیں(۵)۔ پتا نہیں لوگوں کی کیا کیا نیتیں ہوتی ہیں، حج بھی کرلیتے ہیں، اس سے بڑھ کر کیا چاہیے، مگر مختلف اغراض ہوتے ہیں، کوئی وہاں نوکری کی تلاش میں جاتا ہے، کوئی دکھاوے کے لیے جاتا ہے اور کثیر تعداد ایسی ہے جو ثواب کی نیت سے حج کرنے جاتی ہے کہ فرض ہے ضروری ہے، لیکن سعی کرتے وقت یہ ثواب مل رہا ہے، طواف سے یہ اجر ملے گا، ہر ہر عمل کے وقت اجر وثواب کا استحضار کتنوں کو ہوگا، جس کو یہ بات حاصل ہوجائے کہ ہر عمل اور ہر عبادت کے وقت اجر وثواب کا استحضار ہو، اس کو بہت بڑی نعمت مل گئی؛ اب عبادت عادت بن گئی ہے تو پھر عادت عبادت کیسے بنے گی! اصل بات یہ

www.abulhasanalinadwi.org

ہے کہ عادت کو عبادت بنایا جائے۔

احتساب کے سلسلے میں سید احمد شہیدؒ کی مثال

اس موقع پر حضرت سید صاحب کی بات یاد آتی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا، امور طبعیہ میں سے بھی کوئی کام بغیر نیت کے نہیں کیا(۶)، کہنے کو یہ ایک بات ہے، لیکن گہرائی میں جاؤ، اس کی کیا حقیقت ہے، یعنی کھانا پینا، سونا جاگنا، چلنا پھرنا، ہنسنا بولنا، ہر کام میں نیت اور ثواب کا استحضار، آدمی سوچ بھی نہیں سکتا، اہل اللہ کی یہی شان ہوتی ہے، مثلاً: گھر ہوتے ہیں اور بیوی بچوں سے بات کرتے تو یہ نیت کہ دل خوش ہوگا، اللہ کا حکم ہے، اہل وعیال کا حق ہے۔

ماذا خسر العالم نے ہمارے لیے وزیٹنگ کارڈ کا کام کیا

حجاز میں شروع شروع میں کس طرح دعوت وتبلیغ کام کیا تھا، یہ ساری تفصیلات بھی سنائیں(۷)، اور بتایا کہ ہم جب مصر گئے تھے تو ہماری کتاب "ماذا خسر العالم" شائع ہو چکی تھی اور پڑھی گئی تھی، اس نے ویزیٹنگ کارڈ کا کام کیا۔

دعوتی اور اصلاحی کام کے لیے پہلے سے کسی اعتماد کے ہونے کی اہمیت

فرمایا: دعوتی کام یا کسی طرح کے اصلاحی کام کے لیے پہلے سے کوئی اعتماد اور معاون ہونا ضروری ہے، ورنہ دعوت زیادہ موثر نہیں ہوتی، ہماری کتاب شائع ہو کر مقبول ہو چکی تھی، جس سے ہمیں دعوتی کام میں بڑی سہولت ہوئی، اس لیے اس کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے کہ اس کی ایک کتاب شائع ہوئی، کیا کمال کی بات ہے؟ کبھی اسی سے اس کا سارا کام بن جاتا ہے، اس لیے ہمارے طلبہ کو محنت اور تیاری کرنی چاہیے، لغوی علمی اور دعوتی ہر اعتبار سے مکمل تیار رہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

حواشی مجلس (١٠٩)

(١) مولانا احمد لاٹ صاحب گجراتی ندوی: دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم کے دوران ہی میں تبلیغی جماعت سے وابستہ ہوئے، پھر اس کے سرگرم داعی بن گئے، اور اس کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی، اور تبلیغی مرکز نظام الدین ہی میں مقیم ہو گئے، دعوتی مناسبت سے دنیا کے اکثر حصوں کا دورہ کر چکے ہیں، وہ ایک بڑے خطیب اور تبلیغی جماعت کی زبان اور اس کے ترجمان ہیں، عافاہ اللہ و أطال بقاءہ لصالح الإسلام والمسلمین۔

(٢) یہ کہتے ہوئے حضرت کی جو کیفیت تھی، اس سے حضرت مولانا الیاس صاحب کی کیفیت کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا تھا، الفاظ میں اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔

(٣) حضرت مولانا الیاس صاحب کے تعلق سے یہ بات پیچھے گزر چکی ہے، دیکھیے مجلس (٦٣) ص: ٤٣٠، نیز اس حدیث کی تخریج کے لیے اسی مجلس کے حواشی سے رجوع کیجیے، ص: ٤٢٣

(٤) اس حدیث کی تخریج کے لیے دیکھیے حواشی مجلس (٦٣) ص: ٤٣٢

(٥) یہ واقعہ پیچھے گزر چکا ہے، دیکھیے مجلس (٦٣) ص: ٤٣١

(٦) دیکھیے مجلس (٦٣) ص: ٤٣٠، نیز مجلس (٨٠) ٤٨٠

(٧) یہ بات تفصیل سے پیچھے گزر چکی ہے، دیکھیے مجلس (٢٠) ص: ٢٢١-٢٢٢

مجلس (۱۱۰)

۵/۵/۱۴۱۸ھ مطابق ۹/۹/۱۹۹۷ء

تعریفی الفاظ اور حلیہ بیان کرنے کی دقت اور مولانا عبدالحی حسنی کا اس میں کمال

"نزھة الخواطر" کا ذکر آنے پر فرمایا: حیرت ہوتی ہے کہ والد صاحب نے عربی زبان پر اتنی قدرت کیسے پیدا کی، جب کہ ہندوستان سے باہر قدم نہیں نکالا! ہر ایک کے لیے اس کے درجے کے مطابق الفاظ کا انتخاب، اگر کم درجے والے کے لیے بڑا لفظ استعمال کیا تو مبالغہ ہو جائے گا اور اہمیت کم ہو جائے گی، اسی طرح ہر شخص کے لیے کوئی عام تعریفی لفظ استعمال کیا، تب بھی یہی بات ہے، اس لیے بہت سوچ سمجھ کر ناپ تول کے ساتھ لفظ کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح حلیہ اور اوصاف بیان کرنا، حلیہ بیان کرنا انتہائی مشکل کام ہے، لیکن والد صاحب نے پوری قدرت کے ساتھ حلیہ بیان کیا ہے۔

زبان کے معاملے میں عربوں کی حس اور علامہ تقی الدین ہلالی کا ایک واقعہ

زبان کا معاملہ بڑا نازک ہے، اہل زبان ہی اس کو سمجھتے ہیں، ان کے پاس ذکاوتِ حس ہوتی ہے، ایک موقع کا لفظ دوسرے موقع پر وہ گوارا نہیں کر سکتے (۱) عربوں میں یہ حس اور زیادہ ہے، علامہ تقی الدین ہلالی مراکشی یہاں تھے، کچھ لوگ آئے سواری پر سوار ہو کر، کسی نے کہا: جاءت جماعة على السيارة تو فوراً ان کا ذہن اس طرف گیا کہ کوئی خاص سواری ہوگی، وہ پوچھنے لگے: کونسی سواری؟ ان کی حس بھڑک اٹھی، یہاں کہنا چاہیے تھا: على سيارة کسی سواری پر، اہل زبان ہی فرق محسوس کرتے ہیں، عام لوگوں کے نزدیک على السيارة، على سيارة سب برابر ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول إني سقيم کی بلاغت

فرمایا: اچانک ہمارا ذہن گیا کہ ابراہیمؑ سے جب ان کی قوم نے تہوار میں شرکت کرنے کے لیے کہا تو انھوں نے جواب دیا: إني سقيم (۲)، مرض کے لیے یہاں بہت

سے الفاظ استعمال کیے جاسکتے تھے: إني مريض ، إني عليل ،لیکن اس وقت ان سے پوچھا جاسکتا تھا کہ کیا بیماری ہے؟ کیا مرض ہے؟ اس لیے انھوں نے مریض، علیل کچھ نہیں کہا، بلکہ کہا: إني سقيم ، سقیم کہتے ہیں: طبیعت پر گرانی ہو، بار ہو، اندرون سے آمادگی نہ ہو، جیسے آج کل کی زبان میں کہتے ہیں: موڈ نہیں ہے، إني سقيم میں بالکل یہی بات ہے، یعنی موڈ نہیں ہے، اس فرق کو وہی محسوس کرسکتے ہیں جن کی زبان کی باریکیوں پر نظر ہو، عام لوگ سقیم، علیل، مریض سب کو ایک ہی سمجھتے ہیں!

حضرت کے نزدیک محسنین کی نسبت کا احترام

حضرت کچھ دنوں سے رائے بریلی میں تھے، آج مغرب کے بعد اچانک ندوہ آئے، وجہ یہ ہے کہ کاندھلہ کے کسی صاحب (۳) کا جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ لکھنؤ میں رہتے تھے، انتقال ہوا تھا، اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ حضرت نے اس عمر میں اور وہ بھی شام کے وقت جب کہ بقول حضرت: اس وقت ضعف میں اضافہ ہوتا ہے، اس سب کے باوجود حضرت رائے بریلی سے لکھنؤ تشریف لائے، صرف کاندھلہ کی نسبت سے، حضرت مولانا الیاس صاحب اور حضرت شیخ الحدیث کے ساتھ حضرت کے جو تعلقات تھے ان کا حق سمجھتے ہوئے تشریف لائے، خود حضرت نے بھی مجلس میں اس طرف اشارہ کیا کہ ہم ان کو پہچانتے نہیں تھے، صرف کاندھلہ کی نسبت سے حق سمجھ کر آئے، اور صرف اسی جنازے میں شرکت کے لیے آئے تھے، چناں چہ صبح رائے بریلی تشریف لے گئے! یہ ہیں حضرت کے اخلاق اور غایتِ احسان شناسی اور قدردانی، اور بزرگوں کا احترام، اللہ حضرت کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔

حواشی مجلس (۱۱۰)

(۱) اس پر بعض واقعات سنائے، جو پیچھے گزر چکے ہیں، دیکھیے مجلس (۶۲) ص: ۴۲۴

(۲) سورۂ صافات، آیت: ۸۹

(۳) یہ برادر محترم مولوی معاذ احمد کاندھلوی ندوی کے چچا اور برادر عزیز مولوی محمد اسامہ کاندھلوی کے والد تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۱۱)

۱۰/ ۵/ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۴/ ۹/ ۱۹۹۷ء

موضوع کے لحاظ سے حضرت کے مطالعے کی ترتیب، بچپن اور جوانی میں

بچپن میں حضرت کو کس قسم کے مطالعے سے دلچسپی رہتی تھی؟ اس سلسلے میں فرمایا: پہلے تاریخ وادب اور معلومات، پھر سیرت وسوانح، معارف وحقائق، بزرگوں کے ملفوظات اور مکتوبات۔ ملفوظات میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی ''فوائد الفواد'' بڑی اہم ہے۔

مکتوباتِ امام ربانی اور مکتوباتِ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کی اہمیت

اور مکتوبات میں ''مکتوباتِ امام ربانی''، مجدد الف ثانی کا جواب نہیں، پھر حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کے مکتوبات، اس میں بڑے حقائق اور عارفانہ باتیں ہیں، خصوصاً انسان کا مرتبہ انھوں نے جو بیان کیا ہے آج تک کہیں نظر سے نہیں گزرا۔

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری فخرِ بہار ہیں

اہل بہار نے ان کو نہیں پہچانا، ان کی قدر نہیں جانی، حالاں کہ یہ فخرِ بہار ہیں، کسی کی اس طرف توجہ ہی نہیں ہوئی کہ ان پر لکھے۔

مصنف کے نظریات وخیالات اور اس کی نیت کا بھی قاری پر اثر پڑتا ہے

پڑھنے والے پر کس کا اثر زیادہ پڑتا ہے، مصنف کے نظریات کا یا کتاب کا؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ پہلے آدمی کو غور کرنا چاہیے کہ کس کی کتاب پڑھ رہا ہے، اس لیے کہ مصنف کا اثر قاری پر براہِ راست پڑتا ہے، اس کے نظریات اور خیالات اس میں منتقل ہوتے ہیں، اگرچہ اس کتاب میں وہ بات پوری واضح نہ ہو، اور اگر مصنف کی نیت اچھی ہے، اخلاص ہے تو اس کا اثر بھی قاری پر پڑتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۱۲)

۱۱/۵/۱۴۱۸ھ مطابق ۱۵/۹/۱۹۹۷ء

ادب واحترام کے بغیر محض ذہانت کبھی گمراہی اور بربادی کا باعث ہوتی ہے

ندوے میں جب دوسری دفعہ اسٹرائک ہوئی تھی تو اس میں ایک انتہائی ذہین طالب علم نے حصہ لیا تھا، بلکہ اس کی قیادت کی تھی، مولانا سید سلیمان ندوی اس وقت معتمد تعلیم تھے، اس طالب علم نے سید صاحب کے بارے میں کہا کہ ان کا دماغ خراب ہوگیا ہے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس طالب علم کا دماغ خراب ہوگیا اور وہ پاگل ہوگیا، اور اس کی حالت یہاں تک پہنچی کہ اس کے گھر والوں نے اس کو رسیوں سے باندھ دیا، میں جب اس کو دیکھنے گیا تو رسیوں میں بندھا ہوا دیکھ کر آنکھ میں آنسو آ گئے، پھر سید صاحب کی دعا سے اچھا ہوا(۱)، اس واقعے کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ذہین طلبہ ایسے معاملات میں پیش پیش ہوتے ہیں، محض ذہانت کچھ کام نہیں دیتی، جب تک اس کے ساتھ ادب واحترام نہ ہو، ہزاروں ذہین ضائع ہوگئے، اور زیادہ ذہانت کبھی گمراہی کا سبب بنتی ہے، بلکہ مُضل ہوتی ہے۔ تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ جتنے فرقِ ضالہ اسلام میں پیدا ہوئے، ان کے بانی اکثر انتہائی ذہین تھے، مگر لگتا ہے کہ جوانی میں ان سے کوئی ایسی غلطی ہوئی تھی جس کی ان کو یہ سزا ملی، تو کتاب وسنت کی عظمت، شریعت کا احترام اور اساتذہ اور بزرگوں کا ادب یہ سب سے مقدم ہے، اس کے بغیر کچھ نہیں حاصل ہوسکتا!

حواشی مجلس (۱۱۲)

(۱) یہ واقعہ مفصل دیکھیے پرانے چراغ حصہ اول، ص: ۴۱-۴۲

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۱۳)

۱۵/ ۵/ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹/ ۹/ ۱۹۹۷ء

خارجی بگاڑ داخلی بگاڑ کا سبب ہوتا ہے

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے ''سوانح رائے پوری'' میں حضرت رائے پوری کی ایک بات نقل فرمائی ہے کہ خارجی بگاڑ داخلی بگاڑ کے سبب سے ہے (۱)، اس کی تفصیل کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا کہ جب آدمی کے اندرون میں بگاڑ ہوتا ہے تو اس کا اثر اس کی تمام خارجی چیزوں پر پڑتا ہے، اور اس کی کوئی کوشش سودمند نہیں ہوتی، اسی طرح جب اندرونی حالت اچھی ہوتی ہے تو باہر بھی اس کا اثر پڑتا ہے، سب اس کو مانتے ہیں، اس کے قریب آتے ہیں اور اس کی بزرگی تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور سلاسلِ اربعہ کے دیگر مشائخ (۲)، حضرت جنید بغدادی (۳)، امام غزالی اور امام ابن تیمیہ سب کا یہی حال تھا، ہر طرح کے لوگ ان کے ساتھ جمع ہو گئے تھے، ایسا بھی ہوا کہ دو سخت ترین دشمن ایک دوسرے کا منھ دیکھنا گوارا نہیں، لیکن دونوں ان کے پاس جمع ہو گئے، سید صاحب کے سفر میں بارہا ایسے واقعات ہوئے ہیں، بات یہ ہے کہ جب لوگ اس کو مخلص سمجھتے ہیں اور اس کے اخلاص میں کوئی شک نہیں رہ جاتا تو پھر اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔

امام حسن البنا کی جامع شخصیت نے ہر طرح کے لوگوں کو جوڑا

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا: آج ایک خلا ہے، کوئی طاقتور تحریک نہیں ہے اور نہ امید ہے، تو یہ خلا کیسے پر ہوگا؟ (۴)

حضرت نے ایک آہِ سرد بھری اور فرمایا اللہ ہی اس کو پُر کرے گا کہ کوئی ایسی شخصیت پیدا کرے گا، جو بالکل جامع ہو، کہ ہر طبقے اور ہر مکتبِ خیال کے لوگ اس قریب آجائیں،

www.abulhasanalinadwi.org

جیسے قریب ہی کی شخصیتوں میں امام حسن البنا تھے، ہر طرح کے لوگ ان کے ساتھ ہو گئے، سعید رمضان جو پورے جدید تعلیم یافتہ تھے، اور محمد الغزالی قدیم طرز کے پڑھے ہوئے تھے، اور وہ لوگ جن کا نام ہمارے روزنامچہ (۵) میں آیا ہے، سب نے شیخ حسن البنا کو بڑا تسلیم کیا، اور اپنے اپنے حلقوں میں کام کرنے لگے اور ان کی تعلیمات عام کرنے لگے۔

زمانہ ہمیشہ کمال کے آگے جھک جاتا ہے

فرمایا: زمانہ چاہے بدل جائے، لیکن یہ ہمیشہ انسان کی فطرت رہی ہے کہ وہ کمال کو تسلیم کرتا ہے اور اس کے آگے جھک جاتا ہے، لیکن کمال واضح اور نمایاں ہو، معمولی کمال نہیں، یہ تقریر کرتا ہے اور وہ اس سے اچھی تقریر کرتا ہے، یہ مضمون لکھتا ہے اور وہ اس سے اچھا مضمون لکھ لیتا ہے، انیس بیس کا فرق کچھ نہیں، بلکہ کمال سب سے ممتاز ہو، حقیقت یہ ہے کہ جب انسان دوسرے کے اندر وہ چیز دیکھتا ہے جو وہ اپنے اندر نہیں پاتا، بلکہ ہزاروں میں نہیں پاتا اور ایک شخص ایسا مل جاتا ہے جس کے اندر اس کو وہ کمال نظر آتا ہے تو وہ اس سے چمٹ جاتا ہے، پھر اس سے جدا نہیں ہوتا۔

کمال کے ساتھ زہد واستغنا اور ایثار کی ضرورت

لیکن اس کے ساتھ ایک اور بات بھی ہے اور وہ ہے: ایثار وقربانی، آدمی چاہے جتنا باکمال ہو، سو کمالات اس کے اندر جمع ہوں، لیکن ایثار کا مادہ نہ ہو، دنیا کی طرف رغبت ہو، اس سے مرعوب ہو تو ان کمالات کا بھی اثر نہیں پڑتا، بلکہ زہد وقناعت اور ایثار وقربانی بہت ضروری ہے، جب یہ بات پیدا ہو جائے تو اس کی مثال بالکل شمع کی ہے کہ جلانے کی دیر کہ پروانے ہر طرف سے ٹوٹ پڑیں، پروانوں کو دعوت دینے یا جمع کرنے کی ضرورت نہیں، ایسے ہی اس شخص کا بھی حال ہوتا ہے، ہر طرف سے لوگ پروانہ وار ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اس سلسلے میں بزرگوں کے بہت سے واقعات سنائے، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا پاؤں پھیلانا، شیخ عزالدین بن عبدالسلام کا بادشاہ کی دست بوسی سے انکار، شاہ غلام علی دہلوی کی والی ٹونک

www.abulhasanalinadwi.org

امیر خاں (جوان کے مرید تھا) سے خرچہ لینے سے معذرت اور حکیمانہ بات، مولانا عبدالرحیم رامپوری کا بریلی کالج میں تدریس کے لیے انگریز کی دعوت ٹھکرانا اور انگریز کا لاجواب ہونا، یہ تمام حیرت انگیز واقعات پہلے مختلف موقعوں پر گزر چکے ہیں (۶)۔

توکل پر غیب کے دروازے کھل جاتے ہیں

ان تمام واقعات کو بیان کر کے ارشاد فرمایا: جب آدمی زہد اختیار کرتا ہے اور ایثار کو اپناتا ہے اور اللہ پر توکل کرتا ہے تو اللہ اس کو غیب سے روزی پہنچاتا ہے، آدمی سوچ نہیں سکتا: وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجاً، وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ، وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (۷)

اس سلسلے میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا واقعہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی جب گیلان سے تعلیم حاصل کرنے کے لیے بغداد آئے تو کچھ دنوں کے بعد بغداد میں سخت قحط پڑا، لوگ بہت پریشان ہو گئے، اسی پریشانی کی حالت میں وہ دجلہ کے کنارے جاتے تھے کہ سبزی فروش اور پھل فروش جو سبزی اور پھل دوسرے کنارے سے لاتے تھے، اور عموماً پھل، سبزی دوسرے کنارے سے دریا پار کر کے لائی جاتی ہے۔ لوگ دجلہ کے کنارے اس لیے جاتے تھے کہ جو پھل وغیرہ گر جائیں تو اس کو اٹھا کر کھالیں اور باوجود یہ کہ لے جانے والے احتیاط سے لے جاتے ہیں، کوئی پھل گر جاتا ہے۔ اضطرار تھا اور جو پھل وغیرہ گر جاتے، وہ لقطہ کے حکم میں ہے، اس لیے شیخ عبدالقادر جیلانی بھی وہاں چلے گئے کہ اٹھا کر کھالیں، لیکن جب گئے تو دیکھا لوگ اس طرف ٹوٹے پڑ رہے ہیں تو ان کو شرم آئی، ان کا مرتبہ بہت بلند تھا، وہ اسی بھوک کی حالت میں کسی گوشے میں ایک مسجد میں گئے اور وہاں بیٹھ گئے، اتنے میں دیکھا کہ ایک شخص دسترخوان بچھا رہا ہے، اس نے شیخ کو دیکھ کر محسوس کیا کہ بہت بھوکے ہیں، وہ ان کو نہیں جانتا تھا، اس نے ان کو کھانے میں شرکت کی دعوت دی، شیخ شریک ہو گئے، کھانے کے دوران

www.abulhasanalinadwi.org

میں اس شخص نے نام دریافت کیا، انھوں نے کہا: عبدالقادر اور اپنا تعارف کرایا، اس نے کہا: ارے یہ تو آپ ہی کا پیسہ ہے، میں جب گیلان سے آرہا تھا تو آپ کی والدہ نے یہ سب پیسہ میرے ساتھ کر دیا تھا کہ عبدالقادر ملے تو دے دینا، میں نے بہت تلاش کیا، لیکن آپ ملے نہیں، اس لیے میں نے اس کو خرچ کرنا مناسب سمجھا، آپ عبدالقادر ہیں تو میں آپ کا مہمان ہوں، یہ آپ ہی کے پیسے سے ہے(۸)۔

تو دیکھیے! شیخ نے ایثار سے کام لیا تو اللہ نے ان کی روزی کا انتظام کیا، اور ان کا پیسہ بھی مل گیا۔

غیب سے روزی پہنچنے کے بعض واقعات

پھر غیب سے رزق کے انتظام کے کئی واقعات سنائے، حضرت سید احمد شہیدؒ جب برفانی راتوں میں پہاڑوں پر سے گزر رہے تھے تو اس وقت اللہ نے سردی کے لیے لحاف اور کھانے کے لیے غذا کا جس طرح انتظام کیا تھا(۹)، پھر سفیر افغانستان صادق مجددی کا عجیب وغریب واقعہ سنانے کے بعد بہت زور دے کر بار بار یہ آیت پڑھی: "وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ"، فَهُوَ حَسْبُهُ پر خاص انداز میں بہت زور دیا۔

جیسے حضرت کو زندگی میں بار بار اس کا تجربہ ہوا ہو، چناں چہ اپنا ہی ایک واقعہ لطیفے کے طور پر سنایا، آنکھ کے آپریشن کے بعد ٹرین پر بے سان وگمان چاول پہنچنے کا قصہ، یہ بھی گزر چکا ہے(۱۰)۔

گورنمنٹ آف انڈیا کا دارالعلوم ندوۃ العلماء کو ماڈل عربی کالج بنانے کی پیشکش اور ذمہ دارانِ ندوہ کا جواب

پھر فرمایا: الحمد للہ ندوے نے ہمیشہ ایثار وقربانی کا خیال رکھا ہے، اس سلسلے میں یہ واقعہ سنایا کہ آزادی کے بعد جب مولانا آزاد ہندوستان کے وزیر تعلیم تھے، اس وقت گورنمنٹ آف انڈیا کی خواہش تھی کہ ایک ماڈل عربی کالج بنایا جائے، اس کے لیے مولانا

آزاد کے سامنے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے موزوں کوئی مدرسہ نہیں تھا، چناں چہ مولانا آزاد نے اس کے لیے ندوے کے سامنے تجویز رکھی۔ ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں کے لیے یہ موت وحیات کا مسئلہ تھا، ندوے کے خادم اور امین اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اس تجویز کو قبول کرنے کے بعد ندوہ، ندوہ نہیں رہے گا، ایک عربی کالج بن جائے گا اور ملت کے ہاتھ سے نکل جائے گا، لیکن مشکل یہ تھی کہ مولانا آزاد جو ایک بزرگِ خاندان کی حیثیت رکھتے تھے، اور ندوۃ العلماء کی تحریک کے زبردست مؤیدین میں تھے، اور مستقل رکنِ انتظامی چلے آرہے تھے، اس لیے مولانا کی تجویز کو یکسر رد کردینا بہت مشکل تھا، آخر یہ طے پایا کہ مولانا مسعود علی ندوی (۱۱) کو جو اپنی ذہانت اور حاضر جوابی میں ممتاز تھے اور مولانا آزاد کے بے تکلف دوستوں میں تھے، ان کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ وہ دہلی جاکر مولانا آزاد سے اس مسئلے میں ایسی گفتگو کریں کہ مولانا آزاد کے جذبے کی ناقدری بھی نہ ہو، اور معذرت بھی ہوجائے۔ مولانا مسعود علی ندوی نے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اس گھتی کو سلجھایا، وہ مولانا آزاد سے ملاقات کے لیے دہلی گئے، مولانا نے پوچھا: کہیے مولانا ے مسعود! کیسے آئے؟ مولانا مسعود علی کہنے لگے: کہ کچھ بزرگوں کے لوحِ مزار کی عبارت کے بارے میں غور وخوض ہورہا ہے، مثلاً مولانا محمد علی کے لوحِ مزار پر بانی ندوۃ العلماء لکھنا تجویز ہوا ہے، اور مولانا شبلی کے لوحِ مزار پر محسن ندوۃ العلماء یا اس طرح کی کوئی عبارت انھوں نے بتائی، مگر اندیشہ ہے کہ ہمارے اور آپ کے لوحِ مزار پر قاتل ندوۃ العلماء لکھا جائے، مولانا نے بڑے استعجاب سے پوچھا: کیوں؟ معاملہ کیا ہے؟ کہنے لگے کہ آپ نے جو تجویز پیش کی ہے، اس کا انجام یہی تو ہے کہ ندوۃ العلماء ختم ہوجائے، اور ہم آپ اس کے قاتل ٹھہریں، اب تو آپ منصبِ وزارت پر ہیں، اور ندوۃ العلماء کے مقصد سے اچھی طرح واقف اور اس کے مؤید، آپ کی موجودگی میں اس کا خطرہ نہیں، لیکن اس کے بعد کیا ہوگا، اس کی کوئی ضمانت نہیں لی جاسکتی۔ مولانا آزاد انتہائی ذہین تھے، ان کے لیے اتنا اشارہ کافی تھا، وہ دور تک بات کو سمجھ گئے، اور فرمایا کہ آپ لوگوں کا فیصلہ صحیح ہے (۱۲)۔

www.abulhasanalinadwi.org

استغنا وایثار کے سلسلے میں ذمہ دارانِ ندوہ کے بعض واقعات

اسی طرح مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب نے نظامت کا چارج لیتے ہی گورنمنٹ کی گرانٹ کو جو بند کردیا تھا، اس کا ذکر کیا (۱۳)، پھر ندوے کی اس طرف کی زمین کا جب مسئلہ اٹھا تھا، اور وزیر اعلیٰ نے اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے ندوے کو دلوایا تھا، لیکن ندوے نے اس کی قیمت ادا کی، پھر بہوگنا جی نے ندوے کے لیے بھری پارلیمنٹ میں بیش قیمت سالانہ رقم کا جو اعلان کیا تھا، پھر ہمارے حضرت نے جس خوش اسلوبی کے ساتھ اس کو رد کیا تھا، اور بہوگنا جی پر اس کا جو اثر پڑا تھا اس کا ذکر کرنے کے بعد (۱۴) فرمایا:

زہد وایثار کا اثر بہر حال پڑتا ہے

زہد وایثار کا اثر بہر حال پڑتا ہے، تواتر سے یہ بات ثابت ہے، چاہے دینے والے کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہ ہو، بلکہ وہ اس طرح دے جس طرح فقیروں کو دیا جاتا ہے، لیکن آپ اس سے بے نیازی ظاہر کریں اور قبول نہ کریں تو وہ بہت متاثر ہوتا ہے۔

طلبہ کو زہد وایثار کی خاص تاکید

اخیر میں خاص طلبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم بھی اس بات کو گرہ میں باندھ لو: اہل دنیا سے دنیا کا تعلق نہیں رکھیں گے، زہد اختیار کریں گے، ایثار وقربانی کو طرۂ امتیاز بنائیں گے، کسی سے کچھ نہیں لیں گے جب تک کہ اضطرار نہ ہو، شرعاً وفقہاً تو جائز ہے، مگر دعوت کا کام کرنے کے لیے یہ احتیاط بہت ضروری ہے۔

حواشی مجلس (۱۱۳)

(۱) دیکھیے سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، ص ۸۸-۸۹

(۲) یعنی حضرت شیخ معین الدین اجمیری (متوفی: ۶۲۷) حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند (متوفی: ۷۹۱ھ) اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (متوفی: ۶۳۲ھ)

www.abulhasanalinadwi.org

(۳) حضرت جنید بغدادی: امام تصوف، کتاب وسنت کے بڑے عالم، اور شدت سے ان پر عامل اور داعی، مشہور صوفیہ سَری سقطی اور حارث محاسبی وغیرہ سے استفادہ کیا، وہ فقہ میں مشہور شافعی فقیہ مجتہد ابوثور کے شاگرد تھے، وفات: ۲۹۷ھ، بغداد (طبقات الصوفیہ للسلمی، ص: ۱۲۹-۱۳۵، حلیۃ الاولیاء ۱۰/ ۲۵۵-۲۸۷، تاریخ بغداد ۷/ ۲۴۱-۲۴۹، طبقات الشافعیہ للسبکی ۲/ ۲۶۰-۲۷۵، سیر أعلام النبلاء ۱۴/ ۶۶-۷۰، اور متعدد کتابوں میں ان کا تذکرہ ہے۔

(۴) غالباً عرب ممالک کے پس منظر میں مولانا نے یہ سوال کیا تھا۔

(۵) اپنی کتاب "مذکرات سائح فی الشرق العربی" (شرق اوسط کی ڈائری) کی طرف اشارہ ہے۔

(۶) دیکھیے مجلس (۲۵) ص: ۲۴۶، و مجلس (۸۷) ص: ۵۱۹، و مجلس (۵۹) ص: ۴۰۷، و مجلس (۳۰) ص: ۲۸۲

(۷) سورۃ الطلاق، آیت: ۲-۳، یعنی جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کے لیے راستہ پیدا کرتا ہے اور ایسی جگہ سے اس کو روزی پہنچاتا ہے جہاں اس کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اس کے لیے کافی ہے۔

(۸) دیکھیے قلائد الجواهر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، ص: ۱۱-۱۲

(۹) دیکھیے مجلس (۵۳) ص: ۳۸۰

(۱۰) ان دونوں واقعات کے لیے دیکھیے مجلس (۱۱) ص: ۱۴۹

(۱۱) مولانا مسعود علی ندوی: بارہ بنکی کے قدوائی خاندان سے ان کا تعلق تھا، نہایت ذہین، طباع، حاضر جواب، زندہ دل، خوش گفتار، خوش سلیقہ، غیر معمولی انتظامی وتنظیمی صلاحیت کے مالک اور ہر فن وشعبہ میں دخیل تھے، دارالمصنفین کے قیام کے ساتھ ہی سب سے پہلے اس کے ناظم مقرر ہوئے، اور اخیر تک اس کا انتظام سنبھالا، خلافت تحریک اور ترک موالات میں آگے آگے رہے، حضرت تھانوی کے مجازِ صحبت تھے، وفات: ۲۷/ اگست ۱۹۶۷ء، اعظم گڑھ (معاصرین: ص: ۱۵۶-۱۵۸، بزم اشرف کے چراغ، ص: ۶۷-۶۸، پرانے چراغ دوم، ص: ۱۰۱-۱۱۴)

(۱۲) پرانے چراغ دوم، ص: ۱۰۸-۱۱۰

(۱۳) دیکھیے مجلس (۲۵) ص: ۲۴۷-۲۴۸

(۱۴) ان واقعات کا ذکر پیچھے متعدد جگہوں پر آچکا ہے، مثلاً دیکھیے مجلس (۵۹) ص: ۴۰۸ و مجلس (۱۰۰) ص: ۵۶۸۔ شروع سے ان مجالس پر جن کی نظر رہے، یہ تمام واقعات کھل کر ان کے سامنے آتے جائیں گے، اس لیے یہاں صرف اشارہ کردیا ہے، تاکہ تکرار نہ ہو، اور اشارہ بھی کرنا اس لیے ضروری معلوم ہوا تاکہ حقیقت مثالوں کی روشنی میں واضح ہو اور ذہن میں پوری طرح جاگزیں ہوجائے!

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۱۴)

۱۶/۵/۱۴۱۸ھ مطابق ۲۰/۹/۱۹۹۷ء

صحبت، تعلیم سے زیادہ ضروری ہے

بیٹھتے ہی فرمانے لگے: خیال ہوتا ہے کہ اس سلسلے کو بند کر دیا جائے، تا کہ ان کے مطالعے میں حرج نہ ہو، اس سے حرج ہوتا ہوگا۔

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا: تعلیم کے ساتھ صحبت بھی بہت ضروری ہے، آج اسی صحبت کی کمی کی وجہ سے بقول آپ کے: تحریف اور انحراف پیدا ہو گیا ہے۔

حضرت نے اس پر فرمایا: بات صحیح ہے، صحبت تعلیم سے زیادہ ضروری ہے، اس کی اہمیت تعلیم سے بڑھ کر ہے، پھر اقبال کا یہ مشہور شعر پڑھا:

صحبتِ پیر روم سے مجھ پہ یہ نکتہ فاش   لاکھ حکیم سر بہ جیب، ایک کلیم سر بکف (۱)

پتا نہیں کہاں سے مضامین اقبال کے ذہن میں آتے تھے۔ پھر اقبال کا یہ شعر پڑھا:

در عجم گردیده و هم در عرب   مصطفیٰ نایاب است وارزاں بولہب (۲)

ہم نے عرب و عجم کی سیاحت کی، ہر جگہ ہو آئے، لیکن مصطفیٰ کہیں نظر نہیں آئے، ابولہب ہر جگہ ہیں۔

اقبال مولانا روم کی کس چیز سے متاثر تھے

پوچھا گیا: اقبال مولانا روم کی کس چیز سے سب سے متاثر تھے؟

فرمایا: ان کے واردات اور ملہمات سے، مولانا روم ایسے مضامین اور نکتے بیان کرتے ہیں جو دوسرا کر نہیں سکتا۔

پیرِ رومی مرشدِ روشن ضمیر   کاروانِ عشق و مستی را امیر (۳)

www.abulhasanalinadwi.org

شیخ خلیل عرب کے استادانہ کمال اور ان سے استفادے کا ذکر

دریافت کیا گیا کہ حضرت کو کس استاد کی صحبت سب سے زیادہ رہی ہے؟

فرمایا: خلیل عرب صاحب، گویا یہی ہمارے اصل استاد ہیں، عربی کی ابتدا سے آخر تک سب کتابیں انھی سے پڑھیں، پھر ان کو زبان کا جو ذائقہ تھا ہم نے عرب میں بھی کہیں نہیں دیکھا (۴)۔

پھر فرمایا: استاد کے اس تاثر اور کیفیت کا اثر طلبہ پر پڑتا ہے اور ان میں بھی ذوق پیدا ہوتا ہے، عرب صاحب نے پابندی لگائی تھی کہ عربی ہی میں بات کریں گے، ورنہ ایک آنہ یا دو آنہ جرمانہ ادا کرنا پڑتا تھا۔

پھر انھوں نے ہمیں توحید کے لیے سورۂ زمر بھی پڑھائی، اور مسلم شریف سے کتاب الجہاد بھی پڑھایا۔

حواشی مجلس (۱۱۴)

(۱) بال جبریل، ص: ۳۳ (کلیات اقبال، ص: ۲۷۳) اصل شعر میں نکتہ کے بجائے راز ہے یعنی: ''صحبتِ پیرِ روم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش'' مگر ہم نے دسیوں دفعہ حضرت مولانا کی زبانی یہ شعر سنا، حضرت ہمیشہ راز کی جگہ پر نکتہ کہتے تھے۔

(۲) دیکھیے مثنوی پس چہ باید کرد، ص ۴۹ (کلیات اقبال فارسی، ص: ۸۴۵)

(۳) شعر کی تخریج پیچھے گزر چکی ہے، دیکھیے مجلس (۲۰) حاشیہ: ۲۰، ص: ۲۱۸

(۴) شیخ خلیل عرب کے کمالات اور استادانہ مہارت کا ذکر پیچھے ایک سے زائد موقعوں پر گزر چکا ہے، مثلاً دیکھیے مجلس (۱۳) ص: ۱۶۷

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۱۵)

۱۴۱۸/۵/۱۷ھ مطابق ۱۹۹۷/۹/۲۱ء

آج بعد نمازِ مغرب گنگا پرساد میمورل ہال لکھنؤ میں ''مولانا محمد علی جوہر اور تحریک آزادی میں ان کا حصہ'' کے موضوع پر حضرت کی صدارت میں سمینار کا انعقاد کیا گیا تھا، اسی میں شرکت کرنے کے لیے بہار کے گورنر ڈاکٹر اخلاق الرحمٰن قدوائی (۱) کو بھی مدعو کیا گیا تھا، چناں چہ وہ صبح ہی تشریف لائے تھے، اور حضرت دامت برکاتھم سے ملنے کے لیے دارالعلوم ندوۃ العلماء بھی حاضر ہوئے تھے، لیکن سمینار کے وقت تک رک نہ سکے، کسی کال کی وجہ سے پہلے ہی روانہ ہونا پڑا۔

مدارس اور مساجد گورنمنٹ کی امداد سے بالکل آزاد ہونا چاہیے

مجلس میں مولانا عبدالحی صاحب کے ناظم ہوتے ہی گورنمنٹ کی گرانٹ بند کرنے کا ذکر آیا تو فرمایا کہ ابھی گورنر صاحب بتا رہے تھے کہ بہت سے مدارس گرانٹ پر چل رہے ہیں، انھوں نے بتایا کہ بہار میں تقریباً ایک ہزار مدارس کو گورنمنٹ گرانٹ دیتی ہے، انھوں نے ندوے کے لیے بھی اس کا خیال ظاہر کیا تو ہم نے کہا: کچھ مدرسے گورنمنٹ سے بالکل آزاد رہنے چاہییں۔ جب مدارس اور مساجد آزاد رہیں تب تک کچھ امید بندھی رہتی ہے۔

مولانا محمد علی جوہر کا ذکر

آج مولانا محمد علی جوہرؒ پر کی ہوئی تقریر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے ان کے ان تین اشعار سے تقریر شروع کی:

تم یہ نہ سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے — پر غیب سے سامان بقا میرے لیے ہے
پیغام ملا تھا جو حسین بن علی کو — خوش ہوں کہ وہ پیغامِ وفا میرے لیے ہے

www.abulhasanalinadwi.org

اور اصل شعر یہ ہے:

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے　　یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے(۲)

واہ واہ کیا کہا ہے، خدا نصیب کرے!!

اب مولانا محمد علی جوہر کو دیکھنے والے بہت کم لوگ رہ گئے ہوں گے، ہم نے ان کو دیکھا ہے اور یاد پڑتا ہے کہ امین آباد پارک میں ان کو تقریر کرتے ہوئے بھی سنا ہے، ان کو جو مقبولیت حاصل تھی شاید کسی کو حاصل ہوئی ہو!

تحریکِ آزادی کا ہندوستانی فضا میں اثر اور انگریزوں سے جذباتی نفرت

وہ دور ایسا تھا کہ آزادی کے جوش اور انگریزوں سے نفرت کی ایک لہر دوڑ گئی تھی، ولایتی کپڑے پہن کر کوئی سامنے گزر نہیں سکتا تھا، خطرہ ہوتا تھا کہ کوئی پھاڑ نہ دے، اور بارہا ایسا ہوا بھی، اس لیے اگر کوئی ولایتی کپڑا پہنا ہوتا تھا تو چھپ چھپا کر پیچھے سے نکل جاتا تھا۔

ہمارے بعض عزیز جو سرکاری اسکولوں میں پڑھتے تھے اور ان کو اسکول میں تمغے ملے تھے، جب آزادی کی تحریک زور سے اٹھی تو وہ یہ تمغے زمین پر پھینک کر پیروں سے روندتے تھے کہ یہ انگریزوں کے دیے ہوئے ہیں، صرف فکری ہی نہیں، بلکہ جذباتی طور پر انگریزوں سے نفرت پیدا ہو گئی تھی، اور یہ بہت بڑی بات ہے۔

حواشی مجلس (۱۱۵)

(۱) ڈاکٹر اخلاق الرحمٰن قدوائی: بڑا گاؤں ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے ہیں، وہاں کے مشہور قدوائی خاندان سے ان کا تعلق ہے، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے چانسلر اور ہریانہ اور اڑیسہ کے گورنر رہ چکے ہیں، پدم شری ایوارڈ بھی مل چکا ہے، اس وقت تقریباً نوے سال کی عمر ہے۔(بشکریہ برادر محترم مولانا نعیم الرحمٰن صدیقی ندوی)

(۲) دیکھیے جوہر اور ان کی شاعری، ص:۱۱۰، نیز سخن جوہر، ص:۴۶، مگر پہلا مصرع اس طرح ہے:

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے

اور دوسرے شعر میں مصرع اس طرح ہے:

خوش ہوں وہی پیغام قضا میرے لیے ہے

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۱۶)

۱۸/ ۵/ ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۲/ ۹/ ۱۹۹۷ء

امام حسن البنا شہیدؒ سے حضرت کا تاثر اور مصر میں ان کی تحریک کے اثرات

دریافت کیا گیا کہ شیخ حسن البنا سے حضرت کا تاثر مصر جانے کے بعد ہوا یا پہلے ہی اخبار ورسائل کے ذریعے ہوا تھا؟

حضرت نے فرمایا: پہلے ان کی تحریک کے بارے میں کچھ چیزیں رسائل میں غالباً پڑھی تھیں، لیکن اصل حالات کا مشاہدہ اور اس کی حقیقت سے واقفیت مصر جانے کے بعد ہی ہوئی، یہی لوگ ہمارے استقبال میں سب سے آگے تھے اور ہونا بھی چاہیے تھا، ہماری اور حسن البنا کی فکر میں یگانگت تھی، وہاں اخوانی ہی ہمیں متحرک نظر آئے۔ یا تو کچھ لوگ متشرع تھے، یا خوش اوقات، لیکن دعوت کا جذبہ اور حرکیت صرف اخوان ہی میں تھی، شیخ حسن البنا سے ہماری ملاقات نہیں ہوسکی، ۱۹۴۷ء میں جب ہم پہلی دفعہ حجاز گئے اسی سال حسن البنا حج کے لیے نہیں آئے، ورنہ شاید ملاقات ہوجاتی، پھر ان کا حادثۂ شہادت پیش آیا۔

حسن البنا شہیدؒ کی ڈائری اور اس پر حضرت کا مقدمہ

حسن البنا شہیدؒ کی ایک ڈائری تھی (۱)، ان کے داماد سعید رمضان اس کو شائع کرنا چاہتے تھے، انھوں نے ہم سے اس پر مقدمہ لکھنے کی فرمایش کی، ہم نے معذرت کی کہ مقدمہ اس سے لکھوانا چاہیے جو شیخ حسن البنا کو ذاتی طور پر جانتا ہو، ان سے ملاقات ہو، اور ان سے اچھی طرح واقف ہو، ہماری تو ملاقات بھی نہیں ہے، انھوں نے اصرار کیا، ہم نے پھر یہی معذرت کی، ہم جب ہندوستان آئے تو ان کا خط آیا کہ جب تک آپ کا مقدمہ نہیں ہوگا، یہ ڈائری شائع نہیں ہوسکتی، پھر ہم نے لکھ دیا، یہ مقدمہ خود ہمیں بھی احساس ہے کہ بڑا طاقتور ہے، اس کو الگ سے شائع ہونا چاہیے (۲)، اس میں ہم نے لکھا ہے کہ زندگی کی

www.abulhasanalinadwi.org

گاڑی چلتی ہے، پھر لوگ آتے ہیں اور اس کو آگے بڑھاتے ہیں، لیکن کبھی ایسا عبقری اور نادرۂ روزگار شخص آتا ہے تو اس کا رخ ہی بدل دیتا ہے، حسن البنا انھی میں سے تھے، جنھوں نے چلتی زندگی کی گاڑی کا رخ ہی موڑ دیا۔

حسن البنا شہیدؒ کی جامع شخصیت اور ان کے روحانی کمالات کا ذکر

حسن البنا بہت ہی جامع شخصیت کے مالک تھے، علوم ظاہری، دعوت کا جذبہ، اخلاص وروحانیت ہر چیز میں بڑھے ہوئے تھے، دورِ آخر میں عرب میں ایسی شخصیت پیدا نہیں ہوئی، سعید رمضان نے ایک عجیب واقعہ سنایا کہ وہ شیخ حسن البنا سے ملنے ان کے دفتر جایا کرتے تھے، یہ ان کے داماد بننے سے پہلے کا واقعہ ہے، لوگ آتے تھے، شیخ کرسی سے اٹھ کر مصافحہ کرتے تھے اور بیٹھ جاتے تھے، سعید رمضان کہتے ہیں: ایک رات خواب میں ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، اس کی صبح جب وہ حسن البنا سے ملنے گئے تو وہ کرسی سے اٹھ کر دروازے تک آئے، اس واقعے کو بیان کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ حسن البنا کو کشف بھی ہوتا تھا۔

آدمی جو کچھ بنتا ہے محض توفیقِ الٰہی سے بنتا ہے

پھر فرمایا: آدمی جو کچھ بنتا ہے محض توفیقِ الٰہی سے بنتا ہے، نہ ذہانت، نہ مطالعہ، نہ محنت، نہ مالی حیثیت، کسی چیز کی کوئی حقیقت نہیں، جو کچھ ہے صرف توفیقِ الٰہی۔

انقلاب کے لیے ذہنی وسعت، قوتِ ارادی اور بلند ہمتی کی ضرورت

پھر کچھ دیر بعد فرمایا: انقلاب ہمیشہ ان لوگوں سے آیا ہے جن میں ذہنی وسعت ہو، قوتِ ارادی اور بلند ہمتی ہو، اس کے ساتھ ساتھ ذہانت اور مطالعہ بھی ہو تو کیا کہنا!

دعوت کی کامیابی کے لیے پہلے اہل علم کو متاثر کرنے کی ضرورت

فرمایا: معلوم ہوا کہ جب تک اہل علم کا طبقہ متاثر نہ ہو، دعوت عموماً زیادہ کارگر نہیں ہوسکتی۔

حواشی مجلس (۱۱۶)

(۱) یہ کتاب "مذکرات الدعوۃ والداعیۃ" کے نام سے شائع ہوئی ہے، پہلے قاہرہ سے اور بعد میں دمشق، بیروت وغیرہ سے، اس کا اردو ترجمہ حسن البنا کی ڈائری کے نام سے مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی نے شائع کیا ہے۔

(۲) حضرت کو اس وقت ذہن میں نہیں رہا، یہ مقدمہ ''شیخ حسن البنا ایک مثالی شخصیت'' کے نام سے امریکن صحافی رابرٹ جاکسن کے طاقت ور مضمون کے اضافے کے ساتھ الگ سے رسالے کی شکل میں شائع ہو چکا ہے، اردو ترجمہ مولانا شمس الحق صاحب ندوی کے قلم سے ہے (مکتبۂ فردوس، مکارم نگر، ۱۹۸۰ء)، پھر یہ پرانے چراغ حصہ سوم (ص: ۱۷-۲۵، جدید ایڈیشن) میں شامل کیا گیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۱۷)

۱۹/۵/۱۴۱۸ھ مطابق ۲۳/۹/۱۹۹۷ء

بزرگوں کی اولاد میں بدعات کیوں فروغ پاتی ہیں

ردولی سے ایک صاحب آئے ہوئے تھے، ایسا لگ رہا تھا کہ حضرت سے بیعت کا تعلق بھی ہے، انھوں نے کہا کہ ردولی کی خانقاہ میں اب بدعات وخرافات ہوتی ہیں، انھوں نے سوال کیا کہ بزرگوں کی اولاد میں بدعات کیوں رواج پاتی ہیں؟

حضرت نے فرمایا: صحیح تربیت نہ ہونے کی وجہ سے، بزرگوں کے بعد کوئی بڑا شخص نہیں رہتا، جو ان کی جانشینی کر سکے اور ان کی اولاد وغیرہ کو صحیح رخ پر قائم رکھ سکے۔ دوسری وجہ ذکر اور مجاہدے کا چھوٹ جانا ہے، ایک دو نسل مجاہدہ کرتی ہے پھر نہیں ہوتا، اس کا بھی اثر ظاہر پر پڑتا ہے۔

جب تک شرک صریح نہ ہو بدعتی امام کے پیچھے نماز ادا کی جاسکتی ہے

ان صاحب نے مزید کہا: ردولی میں رضاخانی بہت چڑھ آئے ہیں، ان ہی کا اثر ورسوخ ہے، مسجدوں میں بھی انھی کے امام ہیں، ہم ان ہی کے پیچھے نماز پڑھیں یا الگ نماز ادا کریں، حضرت نے فرمایا: جب تک شرک صریح نہ ہو(۱)، انھی کے پیچھے نماز ادا کی جائے، رسوم وبدعات ایک حد تک چل جاتی ہیں، لیکن ہاں عقائد کی جہاں بات ہو وہاں ان سے علاحدہ الگ سے نماز ادا کی جائے۔

حواشی مجلس (۱۱۷)

(۱) حدیث میں صاف طور پر موجود ہے: الصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر (دیکھیے سنن ابی داؤد، كتاب الجهاد باب الغزو مع أئمة الفجور، اور دارقطنی اور بیہقی میں ہے: صلوا خلف كل بر وفاجر دیکھیے سنن الدار قطنی، ج ۲/ص: ۵۷، والسنن الکبریٰ للبیھقی ۴/۱۹، مگر اس کی سند میں انقطاع ہے۔ اور کفر صریح نہ ہونے کی صورت میں اطاعتِ امیر کا حکم متعدد احادیث میں آیا ہے، مثلاً دیکھیے صحیح بخاری کتاب الفتن، ح: ۷۰۵۶، اور صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية، ح: ۱۷۰۹

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۱۸)

۱۸/ ۶/ ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۱/ ۱۰/ ۱۹۹۷ء

اعتراف اور قدر دانی میں عربوں کی وسعتِ ظرفی اور ہندوستان والوں کی تنگ دلی

مولانا شمس الحق صاحب نے ماذا خسر کی مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ....نے بتایا کہ ہم ٹیکسی پر جا رہے تھے تو دیکھا کہ ٹیکسی ڈرائیور بھی اپنے پاس ماذا خسر رکھے ہوئے ہے، لیکن ہندوستان والوں نے اس کی قدر نہیں جانی۔

حضرت نے فرمایا: آج ہی خط آیا ہے علی احمد (۱) کا کہ ماذا خسر کی مانگ بڑھتے جا رہی ہے اور بہت سے ناشرین نے اس کو شائع کیا ہے، بعض میں کچھ اغلاط بھی ہیں، ہم مزید شائع کرنا چاہتے ہیں، انھوں نے شائع کرنے کی اجازت مانگی تھی، لیکن ہندوستان والے کیا جانیں! یہ تو عربوں ہی کی خصوصیت ہے، عرب اپنی بہت سی کمزوریوں اور خامیوں کے باوجود بہت سی خصوصیات میں دنیا کی تمام قوموں سے منفرد ہیں، انصاف، اعتراف، قدر دانی، حق شناسی۔ پھر علی طنطاوی کے مختارات والے واقعے (۲) کو بیان کر کے فرمایا: کیا ہندوستان میں اس کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے! آج تک اپنے نصاب میں جگہ نہیں دے سکے، یہاں تو انظر إلى ما قال، ولا تنظر إلى من قال کے بجائے انظر إلى من قال پہلے ہوتا ہے، کیا کہا، یہ نہیں دیکھتے، کہنے والا کون ہے؟ لکھنے والا کون ہے؟ کس مکتب فکر سے اس کا تعلق ہے؟ ندوی ہے تو رہنے دو، ہاتھ نہ لگاؤ، یہ تنگ دلی دراصل ہندوؤں کے اثر سے ہے، ہندوؤں میں بہت زیادہ تنگ دلی ہے، وہ بہت جلد کسی کا اعتراف نہیں کرتے۔ اپنے اکابر سے وابستگی اور تعلق ہونا چاہیے، یہ بہت ضروری ہے، بلکہ یہ چیز محافظ ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو چیز ان کی طرف سے نہ آئی ہو، اور ان سے بظاہر اس کا تعلق نہ ہو، بلکہ دوسرے کی طرف سے آئی ہو، لیکن ان کی مخالف بھی نہیں بلکہ موید ہو، اس سے آنکھ بالکل بند کر لی جائے اور اس کی طرف دیکھا ہی نہ جائے اور اس کا اعتراف نہ کیا جائے!!

www.abulhasanalinadwi.org

علماے ندوہ کی کشادہ ذہنی

مولانا شمس الحق صاحب نے پوچھا: آپ اپنے معاصرین کا تذکرہ جس کشادہ ذہنی اور فراخ دلی کے ساتھ کرتے ہیں یہ بہت کم دیکھنے میں آیا ہے، اس میں کس چیز کا اثر ہے؟

فرمایا: کیا کہا جائے، ندوے کا ماحول، بھائی صاحب کی تربیت اور بزرگوں کی صحبت کا اثر ہے کہ ہر شخص کے امتیاز اور تفرد کا اعتراف کیا جائے، یہ اس کا حق ہے، اس کا اعتراف نہ کرنا اور اس کو چھپانے کی کوشش کرنا اس پر ظلم ہے، یہ بات ہمارے یہاں کے قدیم فضلاء میں تھی، علامہ سید سلیمان ندوی جیسا علامۂ دہر اور مولانا عبدالباری جیسا فلسفے کا ماہر، لیکن حضرت تھانوی سے بیعت ہوتے ہیں، سب سے بڑھ کر سید سلیمان ندوی جن کی عالم میں شہرت تھی، لیکن اس کی انھوں نے پروا نہیں کی کہ لوگ کیا کہیں گے، بلکہ ان کو حضرت تھانوی کے پاس وہ چیز نظر آئی جس سے ان کو فائدہ ہوسکتا ہے تو ان کے دست گرفتہ ہوگئے، یہ خصوصیت ہمیشہ ندوے میں رہنی چاہیے کہ ہر ایک کی قدر، مرتبہ شناسی اور اس کے کمال کا اعتراف ہو، خیر جہاں سے بھی ہو، فائدے کی چیز جہاں بھی نظر آئے، اس کو حاصل کرنے کی کوشش ہونی چاہیے، یہ نہیں کہ یہ بات کس مکتبِ فکر سے تعلق رکھتی ہے، کس حلقے کی طرف سے کہی گئی ہے، ہمارے گھر میں بھی الحمدللہ یہ بات رہی، بھائی صاحب نے ندوے سے فراغت کی حاصل، لیکن والد صاحب نے ان کو حضرت شیخ الہند اور علامہ کشمیری کے درس حدیث سے استفادے کے لیے دیوبند بھیجا، اسی طرح بھائی صاحب نے ہمیں مولانا مدنی کے پاس بھیجا۔

حواشی مجلس (۱۱۸)

(۱) مولانا علی احمد گجراتی ندوی، ندوۃ العلماء کے قابل فخر سپوت، باصلاحیت عالم دین اور خاص طور پر فقہ میں نمایاں مقام رکھتے ہیں، المجمع الفقہی جدہ سے وابستہ ہیں، ان کی کتاب "القواعد الفقهية" کا شمار بہت وقیع کتابوں میں ہے، یہاں تک کہ اس پر انھیں ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۰۰۴ء میں شاہ فیصل ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا، جدہ ہی میں مقیم ہیں۔

(۲) دیکھیے مجلس (۴۲) ص: ۳۳۶

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۱۹)

۲۸/۶/۱۴۱۸ھ مطابق ۳۱/۱۰/۱۹۹۷ء

ادب اور لٹریچر کی تاثیر سب سے بڑھی ہوئی ہے

۲۴-۲۵/اکتوبر ۱۹۹۷ء کو لاہور میں رابطۂ ادب اسلامی کا سمینار ہوا تھا، حضرت اس میں شرکت کے لیے لاہور تشریف لے گئے تھے، اس مناسبت سے مولانا شمس الحق صاحب نے سوال کیا کہ ادب اسلامی کو تحریک کے طور پر چلانے کا خیال کیوں کر آیا؟

حضرت نے فرمایا: ادب میں ایک تاثیر ہے، اتنی تاثیر نہ کسی سیاسی تحریک میں ہے، نہ مذہبی دعوت میں، نہ فلسفے میں؛ فلسفے کی خاص اصطلاحات ہوتی ہیں، پیچیدگیاں ہوتی ہیں، ذہن لگانے اور سوچنے کی ضرورت ہوتی ہے، ادب میں کچھ نہیں، بلکہ اس کے بجائے ایک دلکشی ہوتی ہے، دل اس کی طرف کھنچا جاتا ہے، نوجوانوں میں تشکک اور ارتیاب ادب ہی کے راستے سے آتا ہے، عرب نوجوانوں میں بھی جو فکری انحراف آیا وہ وہاں کے ادباء ہی کے ذریعے آیا، طٰہٰ حسین اور اس جیسے ادباء۔ ہم جب مصر گئے تو وہاں اکثر نوجوانوں کا یہی حال تھا، سوائے اخوانیوں کے کہ انھوں نے اپنے کو محفوظ رکھا تھا، وہاں اسلامی فکر کے داعی ادباء بہت کم تھے، جن کے یہاں کوئی اسلامی پیغام ہو، سید قطب تھے جن کے یہاں اسلامی دعوت تھی، احمد امین کے یہاں بھی وہ اعتماد نہیں پایا جاتا۔

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۲۰)

۲/ رمضان/ ۱۴۱۸ھ مطابق ۲/ جنوری/ ۱۹۹۸ء

سید احمد شہیدؒ کا توکل اور دعا کی قبولیت

سید احمد شہیدؒ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ بالکل مادرزاد ولی تھے، پھر ان کی وہ بات سنائی کہ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے اب تک طبعی امور میں سے بھی کوئی کام بغیر نیت کے نہیں کیا۔

یہیں تکیے کی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، مولانا اسماعیل شہیدؒ کا جہاد پر وعظ ہو رہا تھا کہ ان کے بھانجے سید محمد علی (۱)- جو ہمارے پھوپھا مولانا سید طلحہ کے جد امجد ہیں- آئے، اس زمانے میں پورے اودھ کے علاقے میں قحط پڑا ہوا تھا، سید محمد علی نے کہا کہ مجھ سے بچوں کا رونا نہیں سنا جاتا، آپ دعا فرمائیں، سید صاحب نے کہا: دیکھو بھائیو! محمد علی پریشان ہیں، ان کے لیے دعا کرلو، پھر خود دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، ہاتھ چہرے پر پھیرا ہی نہیں تھا کہ دریا کے اس پار سے ایک آواز سنائی دی، کوئی کہہ رہا تھا کہ مجھے اتارو، اس کو اتارنے کے لیے ڈونگی بھیجی گئی، اس نے آتے ہی سید صاحب کو ایک کثیر رقم پیش کی کہ کانپور کے آپ کے فلاں مرید نے بھیجا ہے، سید صاحب نے یہ رقم محمد علی کو دی کہ اس سے بچوں کے لیے غلے کا انتظام کرو (۲)، پھر بالاکوٹ جاتے ہوئے راستے میں اللہ تعالیٰ نے چارپائیوں اور بستروں کا جو انتظام فرمایا تھا، وہ واقعہ سنایا (۳)۔

پھر فرمایا کہ سید احمد شہیدؒ فرماتے تھے: اگر سندھ کے ریگستانوں میں یا عرب کے بادیے میں ہوں اور آب ودانا ناپید ہو، تب بھی ہم کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ غیب سے سامان کرے گا (۴)۔

اور اس کے بعد غالباً حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ سید صاحب فرماتے تھے کہ تمام خزانے میرے قبضے میں ہوں، تب بھی مجھے کوئی شبہ نہیں ہوگا کہ رزق پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت کو مہمانوں کی فکر

حاضرین سے جو رمضان گزارنے کے لیے آئے ہوئے تھے، فرمایا: آپ لوگوں کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے، کھانا وغیرہ صحیح مل رہا ہے؟

بزرگوں کو ایصالِ ثواب کرنے سے برکت ہوتی ہے

فرمایا: آپ لوگ یہاں کی سرزمین میں مدفون بزرگوں اور بالخصوص شاہ علم اللہ صاحب جنھوں نے اس بستی کو آباد کیا ان کے حق میں ایصالِ ثواب کیا کریں، ایک یٰسین شریف پڑھ کر، اس سے ان کو ثواب ملے گا اور فائدہ ہوگا، اور آپ کو برکت ہوگی، درس وتدریس میں، دعوت کے کام میں۔

سید صاحب کے سرحد کو مرکزِ جہاد کے طور پر منتخب کرنے کے بعض اسباب

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا کہ سید صاحب نے جہاد کے لیے مرکز کے طور پر سرحد کا انتخاب کیوں کیا؟

حضرت نے فرمایا: چوں کہ سید صاحب دیکھ چکے تھے کہ ہندوستان میں انگریزوں کے مقابلے میں جو بھی اٹھا، انگریزوں نے اس کے ساتھیوں کو ایسا توڑا، جن سے اس کو شکست کا سامنا کرنا پڑا، ٹیپو سلطان کے ساتھ بھی یہی ہوا، تو یہاں جہاد کی تحریک کو لے کر بڑھنے کا نتیجہ یہی ہوگا، اس لیے انھوں نے سرحد کا انتخاب کیا اور اس لیے بھی کہ وہ جنگجو لوگ تھے، اور وہاں اسلامی حکومتیں بھی تھیں، امراء تھے، تو وہاں سے امید تھی (۵)، لیکن یہ امید رائیگاں گئی، خود پشاور، کوئٹہ، خٹک، ہنڈ، وغیرہ کے امراء بغاوت پر آمادہ ہوگئے۔

حواشی مجلس (۱۲۰)

(۱) مولانا سید محمد علی: حضرت سید احمد شہیدؒ کے بڑے بھانجے تھے، عالم وشاعر اور فارسی کے اچھے منشی تھے، سید صاحب سے سب سے پہلی بیعت کا فخر انھی کو حاصل ہے، ''مخزنِ احمدی'' کے مصنف ہیں، جو سید

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب کے حالات میں سب سے پہلی مستند کتاب اور بنیادی ماخذ ہے، اس کے علاوہ متعدد کتابیں لکھیں، سید صاحب کی شہادت کے بعد ٹونک میں مقیم ہو گئے تھے، والیٔ ٹونک نواب وزیر الدولہ کوئی اونچا عہدہ دینا چاہتے تھے، مگر انھوں نے معذرت کی، مزاج میں زہد و قناعت تھی، وفات: ۱۲۶۶ھ/۱۸۵۰ء، ٹونک (نزھۃ الخواطر ۷/ ۴۹۵، کاروانِ ایمان و عزیمت، ص: ۱۳۰-۱۳۱، خانوادۂ علم اللّٰہی، ص: ۱۳۹-۱۴۲)

(۲) دیکھیے مخزن احمدی، ص: ۴۰-۴۲، اسی کے حوالے سے حضرت مولانا نے سیرت سید احمد شہید میں نقل کیا ہے، دیکھیے حصہ اول ۱۸۷-۱۸۸

(۳) یہ واقعہ پیچھے بالتفصیل گزر چکا ہے، دیکھیے مجلس (۵۳) ص: ۳۸۰

(۴) سید محمد علی کے مذکورہ واقعے کے بعد ہی کی یہ بات ہے جیسا کہ مخزن احمدی میں ہے، تفصیل یہ ہے کہ سید محمد علی واقعے کے اخیر میں لکھتے ہیں: دوسرے وقت سید صاحب نے محبت سے میرے کان پکڑ کر کہا: ''کہو کچھ کھانے کی اشتہا باقی ہے؟'' میں نے عرض کیا: ایک ہفتے کا تو سامان ہو گیا ہے، اب میں بے فکر ہوں، فرمایا: ایک ہفتہ کیا چیز ہے؟ ہمیں رزاق مطلق کی رزاقی پر اعتماد ہے کہ اگر سندھ......

یہ بات میں نے ذرا مختلف انداز سے نقل کی تھی، مخزن احمدی سے تصحیح ہوئی، لہٰذا اسی کے مطابق سیرت سید احمد شہید کے الفاظ میں نقل کر دیا ہے۔

(۵) سید صاحب نے سرحد کو مرکز کیوں بنایا؟ اس سلسلے میں سیر حاصل بحث کے لیے دیکھیے راقم کی کتاب تحریک آزادی میں علماء کا کردار (۱۸۵۷ء سے پہلے) ص: ۳۵۳-۳۵۸، اس کے دس اسباب وہاں ذکر کیے گئے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۲۱)

۳/۹/۱۴۱۸ مطابق ۳/۱/۱۹۹۸ء

سب سے ممتاز کرنے والی سید صاحب کی صفات

دریافت کیا گیا کہ آپ نے ائمہ و مصلحین کے حالات لکھے، مجددین کے کارنامے بیان کیے، مگر سید احمد شہیدؒ میں کونسی بات آپ کو ایسی نظر آئی جو ان کو سب سے ممتاز کرتی ہے اور جو آپ کے لیے سب سے زیادہ کشش کا باعث ہوئی؟

حضرت نے فرمایا: حمیت دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کا جذبہ کہ پوری دنیا میں خدا کا کلمہ بلند ہو اور اسلام کا بول بالا ہو۔

دوسری چیز اتباعِ شریعت، اس میں پورا جذب ہونا اور گھل جانا، یہ باتیں مزید تفصیل کے ساتھ پہلے گزر چکی ہیں (۱)۔ کوئی نئی بات آج کی مجلس میں نہیں ہوئی۔

حواشی مجلس (۱۲۱)

(۱) مثلاً دیکھیے مجلس (۵۸) ص: ۳۰۳، ۴۰۳ و مجلس (۸۰) ص ۴۸۰

مجلس (۱۲۲)

۶/۹/۱۴۱۸ھ مطابق ۶/۱/۱۹۹۸ء

بزرگوں سے استفادے کی شاہ کلید

دریافت کیا گیا کہ بزرگوں کی مجلس میں کس طرح حاضر ہوا جائے؟ کس طرح ان سے استفادہ ہوسکتا ہے؟

فرمایا: تواضع وادب کے ساتھ حاضر ہو، خاموش بیٹھے، وہ کچھ بات کریں تو غور سے سنے، ان کے قلب کی طرف اپنے قلب کو متوجہ کرنے کی کوشش کرے، وہ خاموش بھی رہیں تو بھی قلب پر اثر پڑتا ہے، بشرطیکہ شیخ بھی صاحبِ قلب ہو، جیسے: ہمارے حضرت رائے پوری تھے، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ، حضرت تھانویؒ، مولانا مدنیؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ اور پھر حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ۔ بزرگوں سے استفادے کے لیے تواضع اور انقیاد (بات ماننا) دو بنیادی چیزیں ہیں، یہ استفادے کی کنجی ہیں اور انقیاد کو ہم استفادہ کے لیے شاہ کلید سمجھتے ہیں، اس کے بغیر فائدہ ہو ہی نہیں سکتا۔

مولانا نذر الحفیظ صاحب کے استفسار پر وہ واقعہ سنایا جب حضرت کا ان کے شیخ حضرت رائے پوری نے حج سے روک کر انقیاد کا امتحان لیا تھا(۱)۔

اکابر ومشائخ کا آپس میں ایک دوسرے کا احترام کرنا

یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی اتنی تعظیم کرتے تھے کہ للّٰہیت کی آخری مثال ہے، حضرت رائے پوری حضرت تھانوی کا، حضرت تھانوی حضرت رائے پوری کا، حضرت تھانوی اور مولانا مدنی ایک دوسرے کا، حضرت مولانا الیاس مولانا رائے پوری کا۔

حضرت مولانا الیاس صاحب کا آخری وقت میں حضرت رائے پوری کی مجلس میں حاضری کی تاکید کرنا

پھر ایک واقعہ سنایا: حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کا آخری وقت تھا، نہیں کہا

www.abulhasanalinadwi.org

جا سکتا تھا کہ کس وقت حادثہ پیش آجائے، تمام اکابر: حضرت رائے پوری، مولانا ظفر احمد تھانوی، دہلی کے حافظ فخر الدین وغیرہ سب موجود تھے، ہم بھی وہاں تھے، ہم ٹہلنے کے لیے نکلے، مولانا انعام الحسن صاحب ہمیں تلاش کرتے ہوئے آئے، ہم اس مسجد کے پاس ملے جو بنگلہ والی مسجد جاتے وقت راستے میں پڑتی ہے، کہا کہ حضرت آپ کو یاد فرما رہے ہیں، ہم حاضر ہوئے تو آہستہ سے ہم سے کہا: اس وقت بولا بھی نہیں جاتا تھا کہ لوگوں سے کہو کہ حضرت رائے پوری کی مجلس میں بیٹھا کریں۔

حواشی مجلس (۱۲۲)

(۱) یہ واقعہ پیچھے گزر چکا ہے، دیکھیے (۱۵) ص:۱۸۱

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۲۳)

۷/۹/۱۴۱۸ھ مطابق ۷/۱/۱۹۹۸ء

ایک بزرگ سے بیعت کا تعلق ہوتو کیا دوسرے بزرگ سے بیعت کی جاسکتی ہے؟

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے پوچھا کہ ایک بزرگ سے بیعت کا تعلق ہو تو دوسرے بزرگ سے بیعت کی جاسکتی ہے؟

فرمایا: ابتدا میں مناسب نہیں ہے، کچھ مدت بعد ٹھیک ہے، جب کہ دوسرا شیخ بھی اسی مسلک و مشرب کا ہو۔

حضرت تھانویؒ اور مولانا احمد علی لاہوریؒ کے مابین علمی وسیاسی اختلاف

اس کے علاوہ مولانا احمد علی لاہوریؒ کے سلسلے میں باتیں ہوئیں۔ ایک بات یہ پوچھی گئی کہ مولانا تھانویؒ اور مولانا احمد علی لاہوریؒ کے درمیان سیاسی اختلاف تھا؟

جواب میں فرمایا: نہیں، ایسی کوئی بات نہیں، البتہ کچھ علمی اختلاف تھا، مولانا لاہوری کا درس تفسیر دراصل مولانا عبیداللہ سندھی کا تیار کردہ درس تھا، اس میں بعض چیزیں ایسی مستنبط کی گئی تھیں جو مولانا تھانوی کے نزدیک منصوص یا قرآن سے مفہوم نہیں ہوتی تھیں۔

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۲۴)

۹/۹/۱۴۱۸ھ مطابق ۹/۱/۱۹۹۸ء

سورۂ یوسف کو احسن القصص کیوں کہا گیا ہے؟

آج تراویح میں سورۂ یوسف پڑھی گئی، اس کے پیش نظر مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا کہ سورۂ یوسف کو احسن القصص کیوں کہا گیا ہے؟

فرمایا بہت سی وجوہات کی بنا پر کہا گیا ہے، تفصیل کا موقع نہیں، اس سورہ میں بڑی عبرتیں اور نصیحتیں ہیں: یوسف علیہ السلام کا کردار موقع موقع سے سامنے آتا ہے کہ کس طرح وہ بھائیوں کے ساتھ پیش آئے، جیل میں تعبیر پوچھنے والوں کو کس طرح موقع غنیمت سمجھ کر انھوں نے نصیحت کی، پوری تفصیل بتائی جو گزشتہ سال کے رمضان کی کسی مجلس میں گزر چکی ہے(۱)۔

فرمایا: سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال چھلکتا ہے، ہم ان کی قبر پر بھی گئے ہیں، الخلیل میں ہے۔

حواشی مجلس (۱۲۴)

(۱) دیکھیے (۵۲) ص: ۳۷۷ و بعد

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۲۵)

۱۰/۹/۱۴۱۸ھ مطابق ۱۰/۱/۱۹۹۸ء

موجودہ دور کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے فضلاے مدارس کو کس طرح تیاری کرنی چاہیے؟

مولانا محمد عمر صاحب لداخی ندوی نے سوال کیا کہ حضرت! موجودہ دور کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مدارس کے فضلاء کو کس طرح تیاری کرنی چاہیے؟

حضرت نے فرمایا: اس دور کا سب سے بڑا چیلنج جس کو ہم ایک سے زائد بار بیان کر چکے ہیں یہ ہے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ (انٹلکچول کلاسس) کے ذہن سے اسلام کے اس زمانے میں قابل عمل ہونے کا احساس ختم ہوگیا ہے، تو اس بات کی ضرورت ہے کہ ان کے ذہن میں یہ بات جاگزیں کی جائے کہ اسلام میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ پوری طرح اس دور کا بھی ساتھ دے سکتا ہے، تو فضلائے مدارس کے لیے ضروری ہے کہ ان کتابوں کا مطالعہ کریں جن سے مغربی تہذیب کا کھوکھلا پن معلوم ہو، بہت سے انگریز مصنفین نے بھی اعتراف کیا ہے کہ یہ تہذیب ناکام ہو چکی ہے، پھر حضرت نے ان کتابوں کا ذکر کیا جن کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے (۱)۔

اسی طرح ہمارے فضلاء کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ موجودہ زمانے کے تقاضوں سے واقف ہوں، اتنی صلاحیت پیدا کریں کہ جدید تعلیم یافتہ حضرات سے وہ بات کرسکیں۔

حواشی مجلس (۱۲۵)

(۱) دیکھیے مجلس (۹۳) ص: ۵۳۸

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۲۶)

۱۱/۹/۱۴۱۸ھ مطابق ۱۱/۱/۱۹۹۸ء

آیت فإذا جاء وعد الآخرة جئنا بکم لفیفاً کا مطلب اور آیت کا اعجاز

آج تراویح میں سورۂ بنی اسرائیل پڑھی گئی، اس کے آخر میں ایک آیت کا ٹکڑا ہے، فَاِذَا جَاءَ وَعْدُ الآخِرَةِ جِئْنَا بِکُمْ لَفِیْفًا (آیت:۱۰۴)، اس آیت میں خطاب یہودیوں سے ہے کہ جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم تم کو لپیٹ کر لے آئیں گے۔

حضرت نے فرمایا کہ یہ آیت ایک معجزہ ہے، اللہ یہودیوں سے غصہ میں کہہ رہا ہے کہ آخر زمانے میں ہم تم سب کو سمیٹ کر لپیٹ کر ایک جگہ جمع کریں گے، تاکہ تم سب کو ایک ساتھ ماریں، تو غور کرنے کی بات ہے کہ یہودی پوری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے، لیکن آج ہر جگہ سے سمٹ کر اسرائیل میں جمع ہو رہے ہیں، امریکہ میں بھی کچھ ہیں، لیکن بالآخر سب سمٹ کر ایک جگہ جمع ہو جائیں گے؛ ایسی نافرمان خدا کی باغی کوئی قوم نہیں، ان کو ایک زعم ہے، اور ان کے دل میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ ہم انبیاء کی اولاد ہیں، نبی زادے ہیں، کچھ بھی کریں جائز ہے، کوئی پکڑ نہیں (۱)!

یہودیوں کی بنیاد "رسالہ" پر نہیں "سلالہ" پر ہے

کچھ دن پہلے فلسطین سے جو وفد آیا تھا، اس سے ہم نے کہا کہ یہودیوں کی بنیاد "سلالہ" پر ہے، "رسالہ" پر نہیں، یعنی نسل پر ان کی بنیاد ہے کہ ہم انبیاء کی اولاد ہیں، سب سے مقدس و محترم ہیں، ان کے پاس کوئی پیغام نہیں، اور خدا کے یہاں نسب کا کوئی اعتبار نہیں، چاہے نسب جتنا عالی ہو، اگر اعمال خدا کے احکام کے مطابق نہیں تو یہ عالی نسبی کسی کام کی نہیں۔

حواشی مجلس (۱۲۶)

(۱) یہ بات حضرت نے اس پر کہی کہ مولانا نذر الحفیظ صاحب نے کہا کہ اقوام متحدہ کی طرف سے ہر سال جائزہ شائع ہوتا ہے کہ کونسی قوم جرائم میں سب سے آگے ہے۔ گزشتہ سال کے جائزے کے مطابق یہودی ہر قسم کے جرائم میں دنیا کی تمام قوموں سے آگے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۲۷)

۱۲/۹/۱۴۱۸ھ مطابق ۱۲/۱/۱۹۹۸ء

ندوے نے تبلیغی دعوت کو سب سے پہلے قبول کیا

مولانا محمد عمران خاں ندوی کے برادر خورد مولانا محمد لقمان خاں ندوی بھوپالی اور بھوپال کے دیگر حضرات موجود تھے، اس مناسبت سے حضرت مولانا نے شیخ خلیل عرب صاحب کا اور مولانا عمران خاں کا کچھ ذکر کیا، مولانا عمران خاں صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم جب حضرت مولانا الیاس صاحب کی تبلیغی تحریک سے متاثر ہوئے اور اس کو دار العلوم ندوۃ العلماء کے اساتذہ کے سامنے پیش کیا تو سب سے پہلے مولانا عمران خاں صاحب نے ساتھ دیا اور پھر اس کو پوری طرح اوڑھ لیا، ندوے کے طلبہ کی جماعتیں آس پاس بارہ بنکی کے علاقے میں جاتی تھیں، دینی مدارس میں سب سے پہلے ندوے ہی نے اس تحریک کا ساتھ دیا، حضرت مولانا الیاس صاحب بھی اس کو محسوس کرتے تھے، جب کہ دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم کو پہلے قبول کرنا چاہیے تھا، خیال یہ ہے ندوے کے طرز عمل سے پھر دوسرے مدارس بھی متاثر ہوئے، عموماً ان کو غیرت آئی، ہم ہی دیوبند سب سے پہلے جماعت لے کر گئے، دار العلوم کی مسجد میں ہماری تقریر ہوئی، مولانا طیب صاحب (۱) نے بھی تائید کی۔

حواشی مجلس (۱۲۷)

(۱) حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب: برصغیر کے مشہور ترین عالم وخطیب، دار العلوم دیوبند کے نامور مہتمم، جنھوں نے تقریباً پچاس سال دار العلوم کے منصب اہتمام کو زینت بخشی، اور اس کو ترقی کے بام عروج پر پہنچایا، مسلم پرسنل لا بورڈ کے اولین صدر، وفات: ۱۷/ جولائی ۱۹۸۳ء، دیوبند (بزم اشرف کے چراغ، ص: ۱۷-۴۷، پس مرگ زندہ، ص: ۱۰۸-۱۷۶، جنھیں میں نے دیکھا، ص: ۲۰۷-۲۱۲)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۲۸)

۱۳/ ۹/ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۳/ ۱/ ۱۹۹۸ء

تصوف میں ہر شخص کے حالات کے مطابق مجاہدہ کرایا جاتا ہے

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے دریافت کیا کہ تصوف وسلوک میں ریاضت ومجاہدہ کرایا جاتا ہے، آپ سے بھی کرایا گیا؟ کیا یہ ضروری ہے؟

حضرت نے فرمایا: نہیں، ایسی بات نہیں (۱)، بلکہ یہ مرید کے حالات کے اعتبار سے ہوتا ہے، جس سے جس قسم کا خطرہ رہتا ہے اور جس کو جس قسم کے مجاہدے کی ضرورت ہوتی ہے وہ مجاہدہ اس سے کرایا جاتا ہے، کسی سے تواضع کے لیے مجاہدہ کرایا جاتا ہے، کسی کو قوت بہیمیہ کو کم کرنے کے لیے مجاہدہ کرایا جاتا ہے، کسی کو شہرت کا شوق ہوتا ہے، اور سب سے بڑی چیز حب جاہ ہے جو سالکین کے قلوب سے بھی سب سے اخیر میں نکلتی ہے۔ اور ہر ایک کا حب جاہ الگ ہوتا ہے، عالم کا حب جاہ الگ ہوتا ہے اور قائد اور زعیم کا الگ، ہر ایک سے اس کے موافق مجاہدہ کرایا جاتا ہے، اور شیخ خود صاحبِ بصیرت اور صاحبِ فراست ہوتا ہے، اس کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس کو کس قسم کے مجاہدے کی ضرورت ہے، اور کسی کو ریاضت ومجاہدے کی بالکل ضرورت ہی نہیں ہوتی، اور فرمایا: اصلاحِ نفس کے لیے حضرت تھانوی کی کتابیں بڑی مفید اور چشم کشا ہیں۔

نماز میں کس قسم کے خیالات کے آنے سے آدمی معذور ہے

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے پھر سوال کیا کہ نماز میں عام طور پر دوسرے خیالات آتے ہیں، کسی کو دنیاوی خیالات گھیر لیتے ہیں اور کسی کا ذہن دینی کاموں میں سوچنے لگتا ہے، کہ دعوت کا کام کس طرح کرنا چاہیے تو کیا کس قسم کے خیالات سے محفوظ ہونا چاہیے؟

حضرت نے فرمایا: نماز میں سوائے توجہ الی اللہ کے کسی قسم کا خیال نہیں آنا چاہیے،

www.abulhasanalinadwi.org

دنیاوی خیال تو ہرگز نہ آنے دے، دینی خیال بھی اس وقت محمود نہیں ہے، البتہ اگر کسی پر کسی فکر کا غلبہ ہو اور دفع کرنے کی کوشش کے باوجود یہ خیال آتا ہو تو وہ معذور ہے، لیکن حتی الامکان ہر قسم کے خیالات و وساوس سے ذہن کو پاک کرنے کی کوشش کرے اور ہر طرف سے یکسو ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہو۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ کا اخلاص اور حضرت تھانویؒ کی قدر افزائی

پھر حضرت نے از خود فرمایا کہ علامہ سید سلیمان ندویؒ جو ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ عالمی طور پر شہرت رکھتے تھے، وفد خلافت میں مولانا محمد علی جوہر کے ساتھ لندن وغیرہ گئے، پھر مکہ میں جو موتمر اسلامی منعقد ہوئی، اس میں مدعو کیے گئے، پھر خلافت کے کاموں میں برابر پیش پیش رہے، محققِ روزگار، سیرت نگار، بہت بڑے مصنف، جن کی بعض کتابیں بے نظیر ہیں، مثلاً: ''خطباتِ مدراس''، ''سیرتِ عائشہ''، اتنے سب کمالات اور شہرت کے باوجود ان کو اصلاحِ قلب کی ضرورت محسوس ہوئی اور حضرت تھانوی کے پاس چلے گئے، حضرت تھانویؒ نے اجازت بھی دی اور ان کی بڑی قدر کی، ان کی شان میں قصیدہ کہا: ع

از سلیمان گیر اخلاصِ عمل (۲)

سید صاحب کی عربی میں مہارت

سید صاحب کا مزید ذکر کرتے ہوئے عربوں کے اس وفد کا ذکر کیا جس میں شیخ عبدالوہاب نجار (۳) وغیرہ چوٹی کے عرب ادباء و مفکرین شریک تھے، جن کے استقبال میں سید صاحب اور حضرت مولانا نے مل کر عربی میں سپاس نامہ تیار کیا تھا، فرمایا: اس وقت معلوم ہوا کہ سید صاحب کو عربی پر بڑی قدرت تھی، سید صاحب بولتے تھے اور ہم لکھتے تھے، بیچ بیچ میں کہتے کہ آگے آپ لکھیے، ہم اپنی خاص ادبی تعلیم کی وجہ سے مسجع مقفی جملوں سے بچنے کی کوشش کرتے تھے، سید صاحب نے اس وقت فرمایا: بلا تکلف اگر اس طرح کے جملے آجائیں تو ان کو استعمال کرنا چاہیے، غرض یہ سپاس نامہ چندے سے تیار ہوا۔ پھر فرمایا: سید

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب حقیقت میں ادیب تھے، عربی کے شاعر بھی تھے۔

سید صاحب کا انتہائی علمی ذوق

پھر فرمایا: سید صاحب پورے علمی آدمی تھے، علمی ذوق ان پر اس طرح چھایا ہوا تھا کہ خال خال ہی نظر آئے گا، ہر وقت علمی کاموں میں دماغ کو مشغول رکھتے تھے، فلاں مضمون لکھ رہے ہیں، فلاں کتاب کی تصنیف میں مشغول ہیں، کسی سے کہہ رہے کہ کتب خانے سے فلاں کتاب لے آؤ، اور کسی سے عرض کر رہے ہیں کہ فلاں کتاب میں فلاں مضمون دیکھو۔ اس کی مثالیں پہلے بالتفصیل گزر چکی ہیں (۴)۔

حقیقی علمی ذوق کسے کہتے ہیں؟

فرمایا: علمی ذوق یہ نہیں کہلاتا کہ کسی وقت ضرورتاً کوئی کتاب لکھ دی، یا کوئی علمی کام کر دیا؛ بلکہ یہ ذوق ہر وقت ذہن و دماغ پر حاوی رہتا ہے، اعصاب پر چھایا رہتا ہے، خون میں مل جاتا ہے!

حواشی مجلس (۱۲۸)

(۱) یہاں حضرت مولانا نے تواضع سے کام لیا اور اپنے مجاہدوں کو معمولی سمجھا، ورنہ لاہور میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے پاس قیام کے زمانے میں حضرت نے بڑے مجاہدے کیے ہیں۔

(۲) اس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے، دیکھیے مجلس (۱۰) ص: ۱۳۹

(۳) عبدالوہاب النجار: مشہور مصری فاضل، فقہ و تاریخ پر اچھی نظر تھی، ان کی کتابوں میں ''قصص الانبیاء'' اور ''تاریخ الخلفاء الراشدین'' بہت مشہور ہیں، وفات: ۱۹۴۱ء (الأعلام ۴/۱۸۲)

(۴) دیکھیے مجلس (۴۳) ص: ۳۳۹-۳۴۰

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۲۹)

۱۴/۹/۱۴۱۸ھ مطابق ۱۴/۱/۱۹۹۸ء

حضرت کی والدہ کا اندازِ تربیت اور ان کا پختہ دینی مزاج

مولانا محمد عمر لداخی صاحب نے سوال کیا کہ آپ کی والدہ کا اندازِ تربیت کیا تھا؟

فرمایا: اس بات کی کوشش رہتی تھی کہ ہم دینیات میں پختہ ہوں، دینی علوم حاصل کریں، ایک زمانے میں جب انگریزی میں ہمارا انہماک بڑھ گیا تو ان کو فکر لاحق ہوئی، وہ خاندان کے بزرگوں کے حالات وواقعات بتا بتا کر ہمیں دینی علوم ہی کی طرف مائل کرتی تھیں، ان کی خواہش تھی کہ اگر چھ بیٹے ہوں تو بھی سب کو عالم بنائیں۔

شیخ سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے عرض کیا کہ شیخ سے بیعت کے بعد کس طرح تعلق بڑھائے، جس سے اس کو دینی ترقی ہو، کس طرح شیخ سے اس سلسلے میں استفادہ کرے؟

فرمایا: اصل چیز شیخ کی صحبت ہے، جتنا ہوسکے اس کے ساتھ رہنے کی کوشش کرے، اس کی نشست وبرخاست کو بغور دیکھے، اس کے اعمال واشغال پر نظر رکھے۔ صحبت سے بڑا فائدہ ہوتا ہے، اگر کوئی چیز کھٹک رہی ہو اور اپنے اندر کوئی کمی محسوس ہو رہی ہو مثلاً نماز میں جی نہیں لگتا، ذہن منتشر ہوتا ہے، تو شیخ سے اس کا علاج دریافت کرے اور اس کی تدبیر پوچھے کہ کس طرح خشوع وخضوع حاصل ہوسکتا ہے، ایسی چیزیں زبانی بھی عرض کرسکتا ہے یا خط لکھ کر بھی دریافت کرسکتا ہے۔

حضرت رائے پوری کے نزدیک ''تاریخ دعوت وعزیمت'' کی اہمیت

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے پوچھا: آپ نے حضرت رائے پوری سے جب کہا تھا کہ ہم اپنے اندر کچھ نہیں پاتے، اس وقت حضرت رائے پوری نے آپ سے جو کہا تھا کہ آپ

''تاریخ دعوت وعزیمت'' پوری کیجیے تو کیا اس کام سے آپ کی روحانی ترقی سمجھتے تھے؟

فرمایا: نہیں، ایسی بات نہیں، خود توجہ فرماتے ہوں گے، اس کام کی اہمیت جتانے اور ہمیں اس میں مشغول رکھنے کا یہ ایک انداز تھا۔

تاتاری حملے کی خطرناکی اور اس کے حقیقی اسباب

پھر حضرت نے تاتاریوں کے حملے اور اس کی خطرناکی کا ذکر فرمایا، شاید اس مناسبت سے کہ ''تاریخ دعوت وعزیمت'' میں فتنۂ تاتار پر حضرت کا مفصل مضمون ہے۔

فرمایا: انسانوں کی نسل کشی جس کو کہا جاسکتا ہے اور جس سے سخت حملہ اسلام کی تاریخ میں نہیں ہوا، وہ تاتاریوں کا حملہ ہے، جن کو درندوں اور جنگلی جانوروں سے زیادہ مسلمانوں کی جان لینے میں لطف آتا تھا، یہ ایک عذابِ الٰہی تھا، اس کی تفصیلات تاریخ میں لکھی ہوئی تھیں، لیکن اس کو کسی نے موضوع نہیں بنایا تھا، اور خوارزم شاہ کے سفیر کے قتل کے ظاہری سبب کے علاوہ اس کے جو حقیقی اور لازمی اسباب تھے، اس پر کسی نے غور نہیں کیا، اللہ نے ہمیں توفیق دی۔

ہم نے "البداية والنهاية" وغیرہ سے نکتے جمع کیے، لوگ غور نہیں کرتے، اس وقت مسلمان دینی، روحانی اور اخلاقی طور پر انتہائی پستی کا شکار ہو گئے تھے، ظلم وزیادتی، آپس کی دشمنی اور نااتفاقی، سنگ دلی اور خونخواری کی انتہا کو پہنچ گئے تھے، اس زمانے میں مصر جیسے زرخیز ملک میں سخت قحط پڑا، کھانے پینے کی اشیاء بالکل ختم ہو گئیں، انسانوں کو کھانے کی نوبت آگئی، لوگ اپنے بچوں کو ذبح کر کے کھاتے تھے، جب بچے بھی ختم ہو گئے، یا کم ہو گئے تو ایک دوسرے پر جھپٹ پڑنے لگے اور مار کر کھانے لگے(۱)، انسانی تاریخ میں ایسی نوبت شاید کبھی آئی ہو!

دینی امور میں تساہل اور تہاون کا یہ عالم تھا کہ عید کے دن بادشاہ کی سواری نکلی، لیکن وہ شان وشوکت اور لوگوں کے بے جا استقبال اور ہُو ہا کی وجہ سے رات کے وقت

www.abulhasanalinadwi.org

عیدگاہ پہنچی اور غروبِ آفتاب کے وقت عید کی نماز ادا کی گئی (۲)، سوچنے کی بات ہے کہ کس حد کو وہ پہنچ گئے تھے!

اسی زمانے میں تاتاری چڑھ آئے، چین کے کسی علاقے میں یہ رہتے تھے، ان کا کوئی مذہب نہیں تھا، درندہ صفت لوگ تھے برسوں سے آباد تھے، لیکن ان کا کوئی ذکر نہیں تھا، مسلمانوں کو چونکا دینے کے لیے اللہ نے اچانک ان کو اٹھایا، یہ سیلِ رواں کی طرح چڑھ آئے، ایران وغیرہ کو تہس نہس کرتے ہوئے بغداد کا رخ کیا، پھر انھوں نے وہ تباہی مچائی ہے اور مسلمانوں کے ساتھ وہ خوں خواری کی ہے کہ اس کو پڑھا نہیں جاتا، پورا خطرہ تھا کہ اسلام بالکل صفحۂ ہستی سے مٹ جائے اور تاریخ میں اس کا صرف نام رہ جائے کہ اسلام کے نام سے کوئی دین فلاں زمانے میں آیا تھا، آرنلڈ (۳) نے بھی اس کو لکھا ہے۔ انھوں نے مسلمانوں کے سروں کے مینار بنائے تھے، مینار تو سروں سے نہیں بن سکتا، گر جائیں گے، لیکن بڑی بڑی گیندوں کی شکل اختیار کرتے تھے اور میل آدھے میل سے نظر آتے تھے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ دجلہ کا پانی کبھی مسلمانوں کے خون سے سرخ ہو جاتا اور کبھی کتابوں کی سیاہی سے کالا ہو جاتا تھا۔

تاتاریوں کی دہشت کا یہ عالم تھا کہ اس زمانے میں یہ کہاوت چل پڑی تھی: إذا قيل لك إن التتر انهزموا فلا تصدّق (جب تم سے کہا جائے کہ تاتاری شکست کھا گئے تو کبھی تسلیم نہ کرنا) وہ شکست کھا ہی نہیں سکتے، چاہے پوری دنیا بدل جائے!

کوئی تاتاری عورت کسی مسلمان کو پکڑ کر کہتی کہ یہیں کھڑے رہو، میں گھر جا کر تلوار لے آتی ہوں اور تم کو قتل کرتی ہوں تو وہ ٹس سے مس نہیں ہو سکتا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ پوری دنیا تاتاریوں کے نام سے کانپتی تھی، خود انگریز مورخوں نے لکھا ہے کہ تاتاریوں کی دہشت کی وجہ سے انگلستان کے ساحل پر مچھیروں نے شکار کھیلنا چھوڑ دیا تھا۔

تاتاری قوم کا مسلمان ہونا اسلام کا کھلا معجزہ ہے

لیکن یہ اسلام کا کھلا معجزہ ہے، اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ یہ اسلام کا بالکل معجزہ

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، اور اس کے خدا کی طرف سے ہونے اور آخری اور ابدی دین ہونے کی دلیل ہے کہ پھر اسلام ابھرا، نہ صرف ابھرا بلکہ تاتاری قوم کے اندر سے ابھرا، پوری تاتاری قوم مسلمان ہوگئی، جو لوگ کل تک اسلام کے سخت ترین مخالف تھے، یکدم سے اس کے حامی ہوگئے، یہ بات کسی کے تصور میں بھی نہیں آسکتی تھی کہ وہ تاتاری جو مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے اور مسلمانوں کو مارنے میں ان کو درندوں کو مارنے سے زیادہ مزہ آتا تھا، مسلمان ہوجائیں گے، لکھا ہے کہ صرف دو قومیں پوری کی پوری اسلام میں داخل ہوئیں: ایک تاتاری، دوسری افغانی۔

پھر تاتاریوں نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے، یہ مغل اور ہندوستان کے دوسرے سلاطین تقریباً اسی نسل کے ہیں۔

تاتاریوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے میں علماء وصوفیہ کی دانش مندی

تاتاری، اہلِ تصوف کے اثر سے مسلمان ہوئے تھے، شیخ جمال الدین کا مشہور واقعہ اس کا سبب ہوا، جب تیمور تغلق نے ان سے پوچھا تھا کہ تم بہتر ہو یا میرا یہ کتا؟ اس وقت انھوں نے جو جواب دیا تھا وہی اس پوری قوم کے اسلام کا سبب ہے کہ اگر ایمان کی حالت میں میری موت ہوجائے تو میں بہتر ہوں، ورنہ یہ کتا، یہ پورا واقعہ مفصل گزر چکا ہے(۴)۔ تو ایک طرف اہلِ سلوک نے ان کی باطنی اصلاح کی فکر کی تو دوسری طرف ہمارے علماء نے اس وقت بڑی دانشمندی سے کام لیا، وقت کے تقاضے اور ضرورت کی پوری رعایت کے ساتھ کام کیا، اس پر بہت کم لوگوں کی نظر ہے، تاتاری، فوجی اور عسکری طاقت میں بہت آگے تھے کہ ان کا مقابلہ نہیں ہوسکتا تھا، لیکن لکھنے پڑھنے سے بہت دور اور تہذیب وتمدن سے بالکل ناآشنا تھے، علماء نے ان کی نبض پر ہاتھ رکھ کر ان کو تعلیم کی طرف متوجہ کیا، لکھنا پڑھنا سکھایا، چوں کہ اس کی ان کو ضرورت تھی، اس لیے ان کے دلوں میں اسلام کی عظمت جاگزیں ہوگئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

حواشی مجلس (۱۲۹)

(۱) دیکھیے البدایۃ والنھایۃ ۱۶/۳۰۳-۷، اور اس سے زیادہ تفصیل اور وضاحت کے ساتھ شیخ موفق الدین عبداللطیف البغدادی نے اس قسم کے دسیوں دلدوز اپنے چشم دید واقعات بیان کیے ہیں، جن کو پڑھا نہیں جاسکتا۔ (دیکھیے الافادۃ والاعتبار، ص:۴۹-۵۴)

(۲) ۶۴۰ھ میں عیدالفطر کی نماز نصف شب میں اور ۶۴۴ھ میں عیدالاضحیٰ کی نماز غروب آفتاب کے وقت ادا کی گئی تھی (دیکھیے العسجد المسبوک ص:۵۴۳-۵۴۴، نیز تاتاری حملوں کے حقیقی اسباب کے لیے پڑھیے تاریخ دعوت وعزیمت اول، ص:۳۰۲-۳۱۳)

(۳) پروفیسر آرنلڈ: انگلستان سے تعلق رکھنے والا مشہور مستشرق، عربی اور اسلامیات کا ماہر، وہ ہندوستان میں محمڈن کالج علی گڑھ کے پروفیسر ہوکر آئے، یہاں دس برس رہنے کے بعد ۱۸۹۸ء میں الوداع ہوکر گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفے کے پروفیسر مقرر ہوئے، ان کے شاگردوں میں علامہ شبلی، علامہ اقبال اور مولانا ظفر علی خان کا نام نمایاں ہے، پھر انڈیا آفس لندن سے متعلق ہوئے، ان کے اہم علمی کارناموں میں Preaching of Islam کی تصنیف ہے، جس کا اردو ترجمہ اردو کے مشہور مترجم مولوی عنایت اللہ دہلوی نے کیا ہے، اس کے علاوہ ان کا سب سے بڑا علمی کام انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی تالیف میں شرکت ہے، وفات: جولائی ۱۹۳۰ء (یادرفتگاں، ص۱۰۳-۱۰۵)

(۴) دیکھیے مجلس (۸۱) ص:۴۸۴

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۳۰)

۱۵/۹/۱۴۱۸ھ مطابق ۱۵/۱/۱۹۹۸ء

دعوت کے لیے استغنا کی ضرورت اور موجودہ طلبۂ مدارس کی صورتِ حال پر تشویش

تراویح میں آج سورۂ شعراء پڑھی گئی، جس میں متعدد انبیاء کا ذکر ہے اور ہر نبی کے تذکرے میں یہ ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا: لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْراً، اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (ا)، اس کو سامنے رکھتے ہوئے مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا کہ تمام انبیاء کے ذکر میں یہ موجود ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

فرمایا: استغنا، دعوت کے لیے ازحد ضروری ہے، اس کے بغیر دعوت کا کام ہو نہیں سکتا، یہ ایک ہتھیار ہے داعیوں کے پاس، جس سے ان کا کام بآسانی ہوسکتا ہے، استغنا میں ایک تاثیر ہے جس طرح ذکر اللہ میں ایک تاثیر ہے، اسی طرح استغنا میں ہمیشہ سے ایک تاثیر اللہ نے رکھی ہے؛ لیکن آج ہمارے مدارس میں یہ فضا چل پڑی ہے کہ مدارس سے فارغ ہوئے اور ملازمت کے چکر میں خلیج کا رخ کیا، دبئی اور قطر چلے گئے، دکانوں میں ملازم ہوئے، جس کام سے ان کو کچھ مناسبت بھی نہیں ہوتی وہ کام بھی کرنے لگتے ہیں، صرف پیسے کے لیے، یا کچھ نہیں تو وہاں مسجد میں مؤذن ہو گئے، پھر فرمایا: ہماری خواہش ہے کہ اگر اللہ سہولت پیدا کرے تو عرب ممالک سے چندے کا سلسلہ بھی ختم کردیا جائے، اس سے بھی اثر پڑتا ہے، صرف دعوت کا تعلق رکھا جائے۔

حواشی مجلس (۱۳۰)

(ا) یعنی میں اپنے اس دعوتی کام پر تم سے کسی اجرت کا طالب نہیں ہوں، میری اجرت تو رب العالمین کے ذمے ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۳۱)

۱۴۱۸/۹/۱۶ھ مطابق ۱۹۹۸/۱/۱۶ء

حضرت مولانا کی تحریروں اور کتابوں کا مرکزی موضوع

ہر مصنف کا ایک طرز ہوتا ہے اور امتیازی پہلو ہوتا ہے، آپ نے مختلف موضوعات پر لکھا، تاریخ لکھی، سیرت وسوانح جمع کیے، عقائد پر لکھا، آپ کی تمام تحریرات میں قدر مشترک کیا چیز ہے؟ یہ سوال مولانا نذر الحفیظ صاحب نے حضرت سے کیا۔

حضرت نے فرمایا: ہماری تحریروں کا بنیادی مضمون اور مرکزی موضوع جس کو قدر مشترک کہا جاسکتا ہے یہ ہے کہ اسلام کی صلاحیت اور ابدیت پر اعتماد بحال ہو جائے، اس کے اندر مسائل اور مشکلات کے حل ہونے کا یقین ہو، بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقے کے ذہن میں یہ بات پورے وثوق کے ساتھ بیٹھ جائے، اس کو ہم کئی دفعہ بیان کر چکے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۳۲)

۱۴۱۸/۹/۱۷ھ مطابق ۱۷/۱/ ۱۹۹۸ء

مولانا نذر الحفیظ صاحب کے اس سوال کے جواب میں کہ حضرت کی حضرت رائے پوری سے پہلی ملاقات کب ہوئی؟ وہ پوری تفصیل سنائی جو پہلے گزر چکی ہے(۱)، جب حضرت نے مولانا منظور صاحب نعمانی اور حاجی عبدالواحد کے ساتھ سہارنپور، رائے پور، لاہور، کوئٹہ اور پھر دہلی وغیرہ کا طویل دورہ کیا تھا، جس کا اصل سبب خاکسار کی تحریک کا زور پکڑنا تھا۔

صلحائے زمانہ سے تعلق کے بغیر کسی مدرسے، ادارے اور تحریک میں برکت نہیں رہتی

پھر حضرت نے حضرت رائے پوری، حضرت مولانا محمد الیاس، مولانا مدنی حضرت شیخ الحدیث وغیرہ اکابر کے ندوہ آکر خوشی کا اظہار کرنے کا ذکر کیا(۲)، پھر فرمایا: ندوے پر اس کا اثر پڑا، اور فرمایا: کسی مدرسے، ادارے اور تحریک کی ترقی اور اس میں برکت اور افادیت اس وقت تک نہیں ہو سکتی، جب تک اس زمانے کے صلحاء اور اہلِ قلوب سے اس کا تعلق نہ ہو، اور وہ اس سے خوش نہ ہوں۔ اور جب کوئی مدرسہ یا ادارہ اپنے زمانے کے اہلِ قلوب سے بے تعلق اور بے نیاز ہو جاتا ہے تو وہ فتنوں میں گھر جاتا ہے اور مصائب اور آزمائشوں کا اس کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔

حضرت رائے پوری کا اندازِ تربیت

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے پوچھا کہ حضرت رائے پوری کے یہاں تربیت کا کیا انداز تھا، ایک ہی طرز تھا یا لوگوں کے اعتبار سے مختلف تھا؟

حضرت نے اس کے جواب میں عرض کیا: ذکر پر خاص توجہ تھی اور اس کا بڑا اہتمام

www.abulhasanalinadwi.org

تھا، ایسا اہتمام شاید بہت کم جگہوں پر ہوگا۔ سلوک کی تعلیم دی جاتی اور اصل امتیاز حضرت کا جس کو ہم سمجھتے ہیں وہ ان کی حقیقت پسندی اور زمانہ شناسی ہے، وقت کے فتنوں سے واقف رکھنے کی کوشش کرتے، تازہ چیزوں کا علم بھی حضرت کو ہوتا تھا، روزانہ عصر بعد اخبار سنتے تھے۔

ایک سوال کے جواب میں فرمایا: ہم نے حضرت کے ساتھ کئی رمضان گزارے ہیں: ایک مسوری میں، ایک کوہ مری (جو پاکستان میں ہے) میں، اس کے علاوہ بھی کئی رمضان، حضرت ہر سال لاہور تشریف لے جاتے تھے، وہاں بڑا رجوع ہوتا تھا۔

حواشی مجلس (۱۳۲)

(۱) دیکھیے مجلس (۲۱) ص: ۲۱۹

(۲) اس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے، دیکھیے مجلس (۲۱) ص: ۲۲۰-۲۲۱

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۳۴)

۱۸/۹/۱۴۱۸ھ مطابق ۱۸/۱/۱۹۹۸ء

بہوگنا جی کے لڑکے کی حضرت سے ملاقات اور حضرت کا ان کے والد کے احسان کو یاد کرنا

یوپی کے سابق وزیر اعلیٰ بہوگنا جی (جن کے بارے میں حضرت کو ہم نے کئی بار فرماتے سنا کہ ان سے بہتر وزیر اعلیٰ کم از کم یوپی میں نہیں ہوا) کے لڑکے حضرت سے ملاقات کے لیے آئے تھے، وہ بار بار کہہ رہے تھے کہ حضرت کی دعائیں ہمارے ساتھ ہوں تو کافی ہے، عنقریب الیکشن بھی ہونے والا ہے، ہمارے بڑے بھائی کو کانگریس کی طرف سے ٹکٹ بھی ملا ہے، انھوں نے ہم سے اس کے لیے مہم چلانے کو کہا تو ہم نے کہا: ہم پہلے آپ سے مل کر آئیں گے، حضرت نے ان سے کہا: بہوگنا جی کا ندوے پر ایک بڑا احسان ہے، پھر حضرت نے ندوے کے لیے ان کے جگہ دلانے کی پوری تفصیل سنائی، اور ندوے کے پچاسی سالہ جشن کے موقع پر بھی انھوں نے جو پیش کش کی تھی اس کا بھی تذکرہ کیا(۱)۔

حضرت کی ''وندے ماترم'' رکوانے کے لیے اپنی طاقت استعمال کرنے کی ان سے درخواست

ان کے لڑکے نے اس کو سنا تو کہا: ہم بھی کوشش کرتے ہیں کہ اپنے والد کے نقش قدم پر رہیں، ہندوستان کی گندی سیاست کو ہم بالکل پسند نہیں کرتے، ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیں، ہم اس کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔ حضرت نے کہا: آپ ہمارا ایک کام کریں تو آپ کا بڑا احسان ہوگا، حاضرین چوکنا ہو گئے اور سب نے کان کھڑے کیے کہ دیکھیے حضرت کیا فرماتے ہیں: لیکن وہاں تو ذاتی منفعت کا نام ونشان بھی نہیں تھا، ہر وقت ملت کے غم میں ڈوبے رہتے تھے، فرمانے لگے: وہ یہ کہ خبر ہے کہ اتر پردیش کی حکومت نے

www.abulhasanalinadwi.org

سرکاری اسکولوں میں ''وندے ماترم'' کو لازم قرار دیا ہے اور یہ بھی طے کیا ہے کہ اسکولوں میں طلبہ کسی تصویر کے آگے آداب بجالائیں، یہ مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف ہے، اس سے ان کے مذہب پر حملہ ہوتا ہے، آپ کوشش کر کے اس کو رکوا دیں۔ انھوں نے کہا: جہاں تک ہمارا پاور، ہماری طاقت ہے، ہم اس کو رکوانے کی کوشش کریں گے، اس کے خلاف آواز اٹھائیں گے اور اعلیٰ حکام تک یہ بات پہنچادیں گے، آپ بے فکر رہیں۔ حضرت نے فرمایا: آپ یہ کام کریں تو آپ کا بہت بڑا احسان ہوگا۔ کچھ دیر کے بعد انھوں نے اجازت چاہی کہ آپ آرام فرمائیں۔

''قلب سلیم'' کا مطلب

ان کے جانے کے بعد مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا کہ قرآن میں ہے یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (۲) تو قلب سلیم کا کیا مطلب ہے؟

حضرت نے فرمایا: جتنے امراض ہیں: بغض، کینہ، حسد، دشمنی، عداوت وغیرہ، ان سب امراض سے پاک ہو، اور خدا اور اس کے رسول کی محبت عام چیزوں کی محبت پر غالب ہو، مال کی محبت کو دل میں جگہ نہ دے اور اولاد کو خدا اور رسول کے احکام پر ترجیح نہ دے، اس لیے اللہ نے مال واولاد کے ذکر کے بعد کہا ہے: اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ، جو قلب سلیم لے کر خدا کی بارگاہ میں حاضر ہو۔

دل کے امراض کا علاج کیسے ہو؟

اور دل کے امراض سے محفوظ ہونے کے لیے سب سے موثر چیز صلحاء واولیاء کی صحبت ہے، دیکھے کہ وہ کس طرح خدا سے تعلق رکھتے ہیں اور کس طرح لوگوں سے معاملہ کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان امراض کو معلوم کر کے ان کے علاج کی فکر کرے۔

استغنا کو اپنانے اور باطل تحریکات سے باخبر رہنے کی نصیحت

آج مولانا عبدالوحید صاحب فتحپوری (۳) (جن کا ابھی چند روز قبل اسی رمضان میں

www.abulhasanalinadwi.org

انتقال ہوا تھا) کے دو صاحبزادے آئے ہوئے تھے، حضرت نے مولانا بلال صاحب (۴) وغیرہ سے بار باران کا خیال رکھنے اوران کو آرام پہنچانے کی تاکید فرمائی، انھوں نے مجلس کے اختتام پر حضرت سے کچھ نصیحت کے لیے کہا تو حضرت نے فرمایا: استغنا کو اپنا شعار بنانا، اہل دنیا سے تعلق نہ رکھنا، ان کی دولت سے اجتناب کرنا، اکابر دیوبند ومظاہر علوم کے مسلک کو تھامے رکھنا، اس کو کبھی نہ چھوڑنا، ہمارے ندوے کا بھی یہی مسلک ہے۔ اپنے مدرسے کے طلبہ کو بھی اس کی تاکید کرنا، باطل تحریکات سے پوری طرح باخبر رہنا۔

حواشی مجلس (۱۳۳)

(۱) دیکھیے مجلس (۲۵) ص: ۲۴۸، ومجلس (۵۹) ص: ۴۰۸

(۲) سورۃ الشعراء، آیت: ۸۸-۸۹، قیامت کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دن مال واولاد کچھ کام نہیں آئے گی، سوائے اس شخص کے جو قلب سلیم لیے اللہ کے حضور حاضر ہو۔

(۳) مولانا محمد عبدالوحید صاحب فتحپوری: صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ فتحپور یوپی، ابتدائی تعلیم فتحپور میں مولانا سید ظہور الاسلام فتحپوری اور علی گڑھ میں مولانا وجیہ الدین رامپوری وغیرہ سے حاصل کرنے کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں علامہ شبیر احمد عثمانی اور مولانا بدرعالم میرٹھی وغیرہ سے دورِحدیث کی کتابیں پڑھیں، اساتذہ ان کی استعداد کے بڑے قائل تھے، فراغت کے بعد کچھ عرصہ دہلی میں پڑھایا، پھر پوری زندگی مدرسہ اسلامیہ فتحپور سے وابستہ رہے، مولانا شبیر احمد عثمانی کے درس بخاری کی تقریر مرتب کی، جو شائع ہوچکی ہے، اس کے علاوہ تیسیر القرآن مع لغات القرآن، چہل حدیث مشتمل برادعیہ، اور حیاتِ ظہور، ان کی تصنیفات ہیں، وفات: ۹/جنوری ۱۹۹۸ء، فتحپور (یہ حالات حیات ظہور کے مقدمے سے ماخوذ ہیں، اور تاریخ وفات ان کے صاحبزادے مولانا فضل الرحمٰن سے معلوم ہوئی، جس کے لیے ہم ان کے مشکور ہیں)

(۴) مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی: حضرت کے برادرزادۂ عزیز مولانا محمد الحسنی کے فرزند اصغر، مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی کے نائب ناظم اور موقر استاذ حدیث، مصنف سوانح مفکر اسلام وغیرہ۔ حضرت، خاندان کے چھوٹوں میں سب سے زیادہ ان کو عزیز رکھتے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۳۴)

۱۹/۹/۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹/۱/۱۹۹۸ء

ایک گستاخانہ بات تقدیر بدل سکتی ہے

آج کی مجلس میں کوئی نئی بات نہیں پیش آئی، خلیل عرب صاحب کا زیادہ ذکر رہا، انھوں نے ایک دفعہ غلطی سے حضرت کو جو مارا تھا اس کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: بسا اوقات ایک کلمہ تقدیر کو بناتا ہے یا بدل دیتا ہے۔ ایک گستاخانہ بات زبان سے نکلی اور پوری تقدیر بدل گئی(۱)۔

حواشی مجلس (۱۳۴)

(۱) تقریباً اس طرح کی بات پیچھے گزر چکی ہے، دیکھیے مجلس (۱۰۱) ص:۵۷۱

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۳۵)

۱۴۱۸/۹/۲۰ھ مطابق ۱۹۹۸/۱/۲۰ء

معتکفین کو نصیحت

آج رمضان کی اکیسویں شب تھیں، مسجد معتکفین سے بھری ہوئی تھی، معتکفین کی خاطر ہمیشہ کی طرح آج مجلس مسجد ہی میں ہوئی، مشہور حدیث من قام رمضان إیمانا واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه کی مختصر تشریح فرمائی، سال گزشتہ کے رمضان کی مجلس میں یہ گزر چکی ہے(۱)، اس لیے اعادے کی ضرورت نہیں۔ اور فرمایا: چوں کہ آپ لوگوں نے اعتکاف اسی لیے کیا ہے کہ لیلۃ القدر کی فضیلت کو پالیں، آپ لوگ اس کی اس طرح قدر کریں کہ اس کو ذکر، دعا، تلاوت اور نمازوں میں گزاریں، یا دینی کتابوں کا مطالعہ کریں، باتوں میں سونے میں ضائع نہ کریں، اگرچہ معتکف کا سونا بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے، لیکن اس کو ثواب کی حرص میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے اور عبادت میں مشغول رہنا چاہیے۔

بزرگوں کے لیے ایصالِ ثواب روحانی ترقی کا سبب ہوتا ہے

ایک بات اور کہتے ہیں: اعتکاف سے اس کا کوئی تعلق نہیں، مگر اس میں آپ کا فائدہ ہے اور یہ آپ کی روحانی ترقی کا سبب بھی ہوسکتا ہے اور سمجھیے کہ یہاں کے قیام کا ایک طرح سے حق بھی ہے کہ آپ لوگ حضرت شاہ علم اللہ صاحب جو اس مسجد کو بنانے والے اور اس بستی کو آباد کرنے والے ہیں اور ان کے صاجزادگان جو سب کے سب بڑے صاحبِ نسبت بزرگ تھے، اور حضرت سید احمد شہیدؒ جن کی نسبت نواب صدیق حسن خاں جیسا مورخ اور واقف کار لکھتا ہے کہ ایسا صاحب تاثیر صدیوں میں نہیں سنا گیا، نہ صرف ہندوستان میں بلکہ باہر ملکوں میں بھی۔ اور جن کے ذریعے دین کی اور جہاد فی سبیل اللہ کی ایسی قوی دعوت اٹھی اور موثر تحریک چلی جس کی نظیر شاید مل سکتی ہے، اور یہاں جتنے صلحاء و اولیاء مدفون ہیں سب کے

حق میں ایصالِ ثواب کریں، کم از کم سورۃ الفاتحہ ہی پڑھ کر۔ اس مسجد کی تاریخ اور شاہ علم اللہ صاحب کے ارادۂ ہجرت اور پھر اس کو فسخ کرنے کا ذکر کیا، یہ باتیں گزر چکی ہیں (۲)۔

فرمایا: اس خاندان کا تعلق ہمیشہ سے شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان سے رہا ہے۔

اعتکاف دو طرح کا ہوتا ہے: جسمانی اعتکاف اور ذہنی اعتکاف

فرمایا: اعتکاف دو طرح کا ہوتا ہے: ایک جسمانی اعتکاف، ایک ذہنی اعتکاف۔ جسمانی اعتکاف یہ ہے کہ آپ مسجد ہی میں رہیں اور مسجد سے باہر قدم نہ نکالیں، اِلا یہ کہ ضرورت بشریہ کے تحت ہو۔ اور ذہنی اعتکاف یہ ہے کہ ذہن کو ماسوی اللہ کے تصورات اور تفکرات سے بالکل پاک رکھیں، دنیا کی چیزوں میں بالکل نہ سوچیں کہ ہم عید کے دن یہ خوشی منائیں گے، فلاں چیز کھائیں گے، فلاں جگہ جائیں گے، گھومیں گے، یا یہ کہ شادی کی فلاں رسم ادا کریں گے، فلاں کی شادی میں جائیں گے، فلاں کام کریں گے۔ اس قسم کے بے شمار تفکرات ہو سکتے ہیں، عام طور پر اس میں بڑی کوتاہی ہوتی ہے، اور اکثر لوگوں سے اس میں غفلت ہوتی ہے، اس طرف خیال بھی نہیں جاتا کہ ذہنی اعتکاف بھی کوئی چیز ہے، جسم و جان سے مسجد میں رہنے ہی کو اعتکاف سمجھتے ہیں، حالاں کہ اعتکاف جسمانی اور ذہنی دونوں طرح سے ہو، تب ہی کامل ہوتا ہے کہ ہر ہر عضو خدا کے ساتھ مشغول رہے، آپ لوگ اس کی کوشش کریں کہ ہمارا یہ اعتکاف جسمانی اور ذہنی دونوں طرح کا ہوگا۔

لایعنی باتوں سے قلب پر سب سے زیادہ اثر پڑتا ہے

فرمایا: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے یہاں اعتکاف کرنے کے لیے بہت سے لوگ آتے تھے، ہم نے بھی حضرت شیخ کے یہاں کئی رمضان گزارے ہیں، ایک دفعہ اعلان کیا گیا، ہم بھی اس وقت موجود تھے کہ آپ لوگ جتنا چاہیں کھائیں اور جتنا چاہیں سوئیں، مگر باتیں نہ کریں۔

اس پر حضرت مولانا نے فرمایا: آپ لوگوں کو بھی ہماری یہی نصیحت ہے کہ باتیں

حتی الامکان کم سے کم کریں، تصوف سے اور خود تجربے سے یہ بات ثابت ہے کہ باتوں سے قلب پر جو اثر پڑتا ہے وہ نہ زیادہ کھانے سے پڑتا ہے اور نہ سونے سے۔ آپ میں سے بہت سے لوگ اپنے دوستوں، پہچان والوں اور اقارب کے ساتھ یہاں ہوں گے تو موقع غنیمت سمجھ کر کہ ایسا موقع اکٹھا ہونے کا بہت کم ملتا ہے باتوں کی نذر نہ کریں کہ آپ کا کیا مشغلہ ہے؟ کاروبار کیسے چل رہا ہے؟ آپ کا لڑکا کیا پڑھتا ہے؟

قرآن پڑھتے وقت اللہ اور اس کے کلام کی عظمت کا تصور ہونا چاہیے

اس سوال کے جواب میں کہ قرآن پڑھتے وقت کیا تصور ہونا چاہیے؟

فرمایا: خدا کے تقدس و کبریائی اور اس کے کلام کی عظمت کا تصور کریں، ہم جیسے حقیر و گنہ گار بندے اپنی زبان سے خدا کا کلام پڑھیں، اس کی توفیق پر خدا کا شکر ادا کریں، آدمی جب بادشاہ اور کسی بڑے آدمی کا کلام پڑھتا ہے تو اس کو بڑا سمجھتا ہے، اس کی عظمت کا تصور کرتا ہے، خوش ہوتا ہے اور فخر محسوس کرتا ہے تو پھر رب العالمین کا جب کلام پڑھے تو کس طرح غرق رہے!

استقامت کا مفہوم

آج تراویح میں آیت: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (۳) پڑھی گئی، اس کے پیشِ نظر مولانا نذر الحفیظ صاحب نے پوچھا کہ استقامت کا کیا مطلب ہے؟

فرمایا: سب سے پہلے تو عقیدہ درست رہے، پھر عبادات، معاشرت اور معاملات میں اسلام کے ہر حکم کو مدنظر رکھے اور زندگی بھر اس پر کاربند رہے۔

حواشی مجلس (۱۳۵)

(۱) دیکھیے مجلس (۶۳) ص: ۴۲۹

(۲) دیکھیے مجلس (۶۴) ص: ۴۳۳

(۳) سورۂ حم السجدہ، آیت: ۳۰، یعنی جنھوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر استقامت اختیار کی۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۳۶)

۲۲/۹/۱۴۱۸ھ مطابق ۲۲/۱/۱۹۹۸ء

کل کی مجلس میں تصوف وسلوک کی ضرورت بیان فرمائی تھی اور علمائے ربانیین کے اخلاق عالیہ کے چند واقعات ارشاد فرمائے تھے، یہ ساری باتیں گزر چکی ہیں۔

بیعت کرنے والوں کو کن چیزوں کی پابندی کرنی چاہیے؟

آج کی مجلس میں دریافت کیا گیا کہ حضرت سے جن کا بیعت کا تعلق ہے وہ مختلف قسم کے لوگ ہیں، علماء بھی ہیں، جدید تعلیم یافتہ طبقے کے افراد بھی ہیں، عام دینی معلومات رکھنے والے لوگ بھی ہیں اور بالکل جاہل اور گنوار بھی ہیں، سب کو بیعت کے وقت ذکر کی تلقین کی جاتی ہے تو ان کو اور کس چیز کا اہتمام کرنا چاہیے؟

حضرت نے فرمایا: محرمات، مشتبہات بلکہ مکروہات سے بھی بچیں، اکلِ حلال کی خاص طور پر فکر کریں، جن کی نسبت قوی ہوتی ہے، ذرا سی مشتبہ چیز کے پیٹ میں جانے سے ان کو احساس ہو جاتا ہے؛ نظر کی حفاظت کریں، نامحرم پر نظر نہ پڑے، اور جن چیزوں کا دیکھنا مکروہ ہو ان پر بھی نظر نہ ڈالے؛ لایعنی سے احتراز کریں، یہ بہت ضروری ہے، لایعنی باتوں سے قلب پر بہت برا اثر پڑتا ہے، اتنا کسی چیز کا نہیں پڑتا، یہ تجربے کی بات ہے، پھر حضرت شیخ الحدیث کی بات بیان فرمائی، جو گزشتہ مجلس میں گزر چکی ہے۔

بیعت کرنے والوں کو کن کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے؟

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے پھر سوال کیا کہ ان لوگوں کو کن کتابوں کے مطالعے کی ضرورت ہے؟

حضرت ایسے لوگوں کو زیادہ تر حضرت تھانویؒ کے ملفوظات ومواعظ اور رسائل کے مطالعے کی وصیت کرتے ہیں، لیکن حضرت نے شاید سوال کا منشا نہیں سمجھا، یا اس کو پوری

www.abulhasanalinadwi.org

طرح سن نہیں پائے، یا عام ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے جواب دیا۔ فرمایا: مغربی تہذیب سے رعب ختم کرنے اور اسلام کی صلاحیت، افادیت اور ابدیت پر اعتماد بحال کرنے کے لیے ہماری کتابوں میں "ماذا خسر العالم" (انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر)، "مسلم ممالک میں اسلامیت و مغربیت کی کشمکش" وغیرہ ضرور پڑھنی چاہیے۔

اور یہ جاننے کے لیے کہ اسلام کسی دور میں لاوارث نہیں، ہر دور میں ابھرنے والے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے لوگ پیدا ہوتے رہے، "تاریخ دعوت و عزیمت" بہت مفید ہے۔

اور نبی ﷺ اور صحابہ و سلف صالحین کی سیرت سے واقف رہیں، سیرت نبوی پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، مگر جاہلیت کی عالم گیر تصویر کسی نے نہیں کھینچی تھی، چوں کہ جاہلیت کا لفظ عربی ہے، اسی لیے کسی کا اس طرف خیال بھی نہیں گیا، اللہ نے ہمیں توفیق دی، "السیرۃ النبویۃ" میں اس کی ساری تفصیلات موجود ہیں۔

تاریخ میں سب کچھ موجود ہوتا ہے، لیکن لوگ گزر جاتے ہیں، غور نہیں کرتے۔

ایرانی سپہ سالار کے سامنے حضرت ربعی بن عامر کی تقریر اور اس کی معنویت

حضرت ربعی بن عامرؓ نے ایرانی سپہ سالار رستم کے سامنے جو تقریر کی، کہ "اللہ ابتعثنا لنخرج من شاء من عبادة العباد إلى عبادة الله وحده، ومن ضيق الدنيا إلى سعتها، ومن جور الأديان إلى عدل الإسلام (۱)" "یعنی اللہ نے ہمیں مبعوث کیا ہے، تاکہ جسے اللہ چاہے اس کو ہم بندوں کے بندگی سے نکال کر ایک اللہ کی بندگی میں لائیں، دنیا کی تنگی سے نکال کر اس کی وسعت میں لائیں، دوسرے ادیان کے جور وستم نکال کر اسلام کے عدل وانصاف کے سایے میں پناہ دیں"۔ سب سے زیادہ قابل غور ان کا یہ جملہ ہے، من ضيق الدنيا إلى سعتها، اگر وہ إلى سعة الآخرة کہتے تو تعجب کی بات نہیں تھی، اس لیے کہ مومن کا یہ عقیدہ ہے کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کچھ بھی نہیں، بالکل

www.abulhasanalinadwi.org

تنگ کوٹھری کی طرح ہے، اس کے بجائے وہ کہہ رہے ہیں: من ضيق الدنيا إلى سعتها یعنی دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا کی وسعت کا تم کو مزہ دلائیں! یہ کون کہہ رہا ہے؟ جن کے پاس دنیا گزارنے کا سامان نہیں تھا، یہ رومی و ایرانی، دنیا کی تنگی اور فقر و فاقے کا ان کو عار دلاتے تھے، اور کس سے کہہ رہے ہیں؟ ایرانیوں کے سپہ سالار سے، جس نے اپنی مجلس کو اعلی درجے پر سجا رکھا تھا، اور دنیا کی ریل پیل اس کے سامنے تھی، مال و دولت اور عیش و عشرت میں جو سرتاپا ڈوبے ہوئے تھے، ایک تہی دامن، فقر سے دوچار، بہ ظاہر معمولی شخص اس سے یہ بات کہہ رہا ہے؛ تو غور کرنے کی بات ہے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیسا ان کا ایمان تھا، کیسا ان کا طرز فکر تھا! ایرانیوں کی دنیا کو وہ بھی دیکھ رہے تھے، مگر وہ جانتے تھے کہ دنیا کی یہ وسعت وسعت نہیں، تنگی ہے، اس کی غلامی ہے، اس کے سامنے ہاتھ جوڑنا، اس کے ناز و انداز جھیلنا ہے؛ پھر یہ کہ دنیا کی فراوانی کے باوجود دل مزید چیزوں کی طرف لگا ہوتا ہے، دل کو سکون و اطمینان نہیں حاصل ہوتا، ایک تنگی ہی محسوس ہوتی ہے، مزید کی خواہش ابھرتی رہتی ہے، اور اس کی وجہ سے ایک کوفت رہتی ہے؛ مگر ایمان ہے تو ایسا کچھ بھی نہیں، اللہ کے علاوہ نہ کسی کی غلامی کرنی ہے، نہ کسی کے سامنے ہاتھ جوڑنا ہے، دو وقت کی روٹی میسر ہے اور کبھی یہ بھی نہیں، مگر دل اس کا مستغنی ہے، مطمئن ہے، اس میں حرص اور لالچ نہیں، دنیا کا مزہ درحقیقت یہی ہے (۲)۔

اتحاد پر قرآن کا زور آیت "إلا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد كبير" کی روشنی میں

اسی طرح فرمایا: قرآن میں ہے، سورۂ انفال کی آیت ہے: اِلَّا تَفۡعَلُوۡهُ تَكُنۡ فِتۡنَةٌ فِى الۡاَرۡضِ وَفَسَادٌ كَبِيۡرٌ (۳)، مقصود الخواجہ (۴) نے جدہ میں ہماری دعوت کی، ہم نے اس وقت تقریر میں کہا: یہ کس سے کہا جا رہا ہے، مدینے کے مسلمانوں سے، اور مدینے کے مسلمانوں کی تعداد کیا تھی؟ بخاری شریف میں آتا ہے کہ تین دفعہ آپ نے مدینے کی

www.abulhasanalinadwi.org

مردم شماری بلکہ مسلم شماری کرائی تو آخری مرتبہ تعداد چودہ پندرہ سو نکلی (۵)، صحیح تعداد اس وقت ذہن میں نہیں، اتنے تھوڑے لوگوں سے کہا جارہا ہے کہ اگر آپ نے ایک اتحاد قائم نہیں کیا تو روئے زمین میں ایک فتنہ ہوگا اور بہت بڑا فساد ہوگا، اس کا نظام بگڑ جائے گا!

قیمت اور قامت

ہم نے کہا: دو چیزیں ہوتی ہیں: ایک قامت، ایک قیمت، یہ چودہ پندرہ سو مسلمان ان کی قامت (۶) چھوٹی تھی، مگر یہ قیمت میں ساری دنیا کے لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے، اور دنیا کی قامت بڑی تھی، مگر قیمت کچھ نہیں تھی، ان پندرہ سو لوگوں کی قیمت یہ ہے کہ اگر یہ آپس میں اتحاد قائم نہ رکھیں تو دنیا کا نظام بگڑ جائے گا، اور زمین میں فتنہ وفساد ہوگا، تو غور کرنے کی ضرورت ہے!

حواشی مجلس (۱۳۶)

(۱) دیکھیے البدایۃ والنھایۃ، ج۹/ص:۶۲۲

(۲) یہ سب الفاظ میرے ہیں، جس زمانے میں حضرت نے مجلس میں یہ بات فرمائی تھی، اس وقت ہم نے صرف اشارہ کر کے چھوڑ دیا تھا، آج مورخہ ۱۴/ فروری ۲۰۱۱ء کو میں اپنے الفاظ میں اس کی وضاحت کر رہا ہوں، مگر یہ الفاظ حضرت کے الفاظ سے قریب تر ہیں، حضرت اسی طرح اس کی تشریح کرتے تھے، دسیوں موقعوں پر تقریروں اور مجلسوں میں ہم نے سنا ہے۔

(۳) سورۃ الانفال، آیت: ۷۳

(۴) مقصود الخواجہ: حافظ سید محمود، جنھوں نے حضرت کے اولین دورۂ حجاز میں حضرت کا بڑا تعاون کیا تھا اور جن کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے، مقصود الخواجہ ان کے بھتیجے ہیں، ان کا پورا خاندان حضرت کا معتقد اور بڑا قدرداں ہے۔

(۵) دیکھیے صحیح بخاری، بخاری میں اس کی صراحت تو نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ مردم شماری کرائی تھی، بلکہ آپ نے مسلم شماری کا حکم دیا تو تعداد پندرہ سو نکلی، اور ایک روایت میں پانچ سو، اور ایک میں چھ اور سات سو کے درمیان آیا ہے، الفاظ یہ ہیں، حضرت حذیفہ کہتے ہیں: قال النبی صلی

www.abulhasanalinadwi.org

اللہ علیہ وسلم: اکتبوا لی من تلفّظ بالإسلام من الناس فکتبنا له ألفاً وخمسمائة رجل، فقلنا نخاف ونحن ألف وخمسمائة؟ فلقد رأیتنا ابتلینا حتی إن الرجل لیصلی وحده وهو خائف، اور ایک طریق سے بخاری نے نقل کیا ہے: فوجدناهم خمسمائة اور ایک سند سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: مابین ست مائة إلیٰ سبع مائة (بخاری کتاب الجهاد والسیر، باب کتابة الإمام الناس، ح: ۳۰۶۰، اور بخاری کی تیسری سند کے مطابق مسلم نے بھی ذکر کیا ہے، دیکھیے کتاب الإیمان، باب الاستسرار بالإیمان للخائف، ح: ۱۴۹) اختلافِ تعداد میں تطبیق کی صورتوں کو ذکر کرتے ہوئے حافظ ابن حجر نے داؤدی کا قول نقل کیا ہے کہ شاید متعدد موقعوں پر مردم شماری ہوئی ہو، دیکھیے فتح الباری، ۷/۳۱۵ (۶/۱۷۸)

(۶) قامت لکھنؤ میں مونث اور دہلی میں مذکر ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۳۷)

۲۴/۹/۱۴۱۸ھ مطابق ۲۴/۱/۱۹۹۸ء

کل جمعۃ الوداع ہونے کی وجہ سے لوگوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی، ان مہمانوں کے علاوہ جن کا مستقل طور پر قیام ہے ہزاروں کی تعداد میں لوگ موجود تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پورا رائے بریلی امنڈ آیا ہے، علاوہ اس کے، اطراف واکناف سے آئے ہوئے لوگوں کی بھی اچھی خاصی تعداد تھی۔ تمام لوگوں کے کھانے سے فارغ ہونے تک کافی دیر ہوئی، اس لیے عشاء کی نماز سوا آٹھ کے بجائے نو بجے رکھی گئی، نتیجتاً تراویح میں تاخیر ہوئی، اس لیے کل کی مجلس منعقد نہیں ہوسکی۔

عوام قرآن سے کس طرح استفادہ کرسکتے ہیں؟

آج کی مجلس حسب معمول منعقد ہوئی، مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا کہ عوام قرآن سے کس طرح استفادہ کرسکتے ہیں؟

فرمایا: کسی معتبر ترجمے کے ذریعے وہ قرآن کو سمجھ سکتے ہیں، بغیر سمجھے ہوئے قرآن کی تلاوت بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے، یہ بھی زیادہ ثواب کا کام ہے، تو تلاوت کے وقت تلاوت کریں، ایسا نہ ہو کہ تلاوت بھی کرتے جارہے ہیں اور ترجمہ بھی دیکھتے جارہے ہیں، اس کے علاوہ وقت نکال کر کسی معتبر ترجمے اور مختصر حواشی کے ذریعے قرآن کو سمجھنے کی کوشش کریں، مثلاً شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ ہے، مولانا شبیر احمد عثمانی کے حواشی ہیں۔ مولانا عبدالماجد صاحب کی تفسیر میں بڑی کام کی باتیں مل جاتی ہیں، اور جدید تعلیم یافتہ لوگوں کے لیے مولانا مودودی کی تفسیر بھی مفید ہوسکتی ہے۔

عربی جاننے والے قرآن سے کیسے استفادہ کریں؟

اور جو عربی جانتے ہوں اور عربی کا ذوق رکھتے ہوں اور ان الفاظ کی قوت سے

www.abulhasanalinadwi.org

واقف ہوں، ان کو پہلے مجرد تلاوت کرنی چاہیے، بڑے تدبر سے ایک ایک لفظ پر غور کر کے ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھے اور اس کو سمجھنے کی کوشش کرے، پھر تفسیروں سے رجوع کرے، ایسا نہیں کہ ہمیں ایک منزل پڑھنی ہے، دو پارے پڑھنے ہیں، اس لیے جلدی میں پڑھتے جائے، بلکہ خود سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے، اس سے اس پر بہت سے نکات کھلیں گے اور لفظ لفظ میں کلام الٰہی کا اعجاز نظر آئے گا۔

پھر قرآن کے لفظی اعجاز کی کچھ مثالیں دیں، جو اس سے پہلے گزر چکی ہیں(۱)۔

موت کو قرآن میں اتنی تاکید سے بیان کرنے کی کیا وجہ ہے؟

مولانا اقبال ندوی لکھنوی صاحب (۲) نے سوال کیا کہ سورۂ مومنون کے شروع میں اللہ تعالیٰ انسانوں کی تخلیق کے مراتب کو بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے: ”ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ، ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُوْنَ“ (۳) میتون پر اِن کے ذریعے تاکید کے بعد مزید لام تاکید داخل کر رہا ہے، جب کہ مرنے کا سب کو یقین ہے، کوئی بھی اس کا منکر نہیں، لام تاکید کی کیا وجہ ہے؟

حضرت نے فرمایا: لوگوں میں ڈر اور خوف پیدا کرنے کے لیے، ان کو چوکنا کرنے کے لیے، اس لیے کہ اگر چہ کوئی مرنے کا منکر نہیں، مگر بہت سے لوگ اس سے غافل رہتے ہیں، اس لیے ان کو چوکنا کرتے ہوئے کہا: تم اس کے بعد ضرور مرنے والے ہو، اس لیے خدا کے دربار میں حاضر ہونے سے پہلے اپنی زندگی سنوارو۔

حواشی مجلس (۱۳۷)

(۱) مثلاً دیکھیے مجلس (۱) ص: ۹۳-۹۴، و مجلس (۶۲) ص: ۴۲۲

(۲) مولانا اقبال صاحب ندوی لکھنوی: ایک عرصہ شعبۂ عربی لکھنؤ یونیورسٹی سے منسلک رہے، پھر شعبہ علوم شرقیہ سے وابستہ ہوئے، ۱۹۹۵ء میں ریٹائرڈ ہوئے، مولانا جاوید اقبال ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء کے والد ہیں۔

(۳) سورۃ المومنون، آیت: ۱۵-۱۶، یعنی پھر تم اس کے بعد ضرور مرنے والے ہو اور پھر قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے جاؤ گے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۳۸)

۲۷/۹/۱۴۱۸ھ مطابق ۲۷/۱/۱۹۹۸ء

ذکر کا اثر زیادہ ہوتا ہے یا صحبت کا؟

آج کی مجلس میں برادرِ محترم مولانا محمود حسنی نے صوفی انیس صاحب کے ذریعے پچھوایا کہ صحبت کا اثر زیادہ ہوتا ہے یا ذکر کا؟

حضرت نے فرمایا: دونوں چیزیں موثر ہیں اور ضروری، مگر دونوں کی تاثیر مختلف ہے، ذکر کا ایک خاص اور محدود اثر ہوتا ہے؛ جب تک مرشد اور شیخ زندہ رہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ کامل ہو۔ اس کی صحبت سے فائدہ اٹھانا چاہیے، زیادہ سے زیادہ وقت اس کے پاس گزارے، ذکر کے آثار اس میں دیکھے اور اس کی زندگی کے حرکات وسکنات پر غور کرے، اس کے بعد خود ذکر کی بھی توفیق ہوگی اور اس میں جی لگے گا، شیخِ کامل کی صحبت میسر نہ ہو اور اس کی صورت میں ذکر کا اثر نہ دیکھے تو مجرد ذکر میں غفلت اور سستی کا بھی امکان ہے اور اس کی پابندی نہ کرنے کا بھی خدشہ ہے(۱)۔

تکیہ رائے بریلی کی خصوصیت۔ چار چیزوں کا اجتماع

پھر کچھ دیر بعد فرمایا: آپ میں سے بہت کم لوگوں کو خیال ہوگا کہ آپ جس جگہ اعتکاف کیے ہوئے ہیں وہاں سے لاکھوں لوگوں کو عقیدۂ توحید کا درس ملا، ذکرِ الٰہی کی توفیق ہوئی، وہاں سے علمِ جہاد بلند ہوا، اور زوردار اور طاقتور دینی دعوت چلی، جس کی تاریخ میں نظیر ملنی مشکل ہے، یہ چار چیزیں بہت کم جگہوں پر جمع ہوں گی: خالص عقیدۂ توحید، ذکرِ الٰہی، دعوتِ اسلامی اور جہاد۔

حضرت شاہ علم اللہؒ کی شاہ عبدالشکور مجذوب سے ملاقات اور ان کو نماز کی تاکید

پھر حضرت شاہ علم اللہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ہندوستان سے ہجرت کرنا

www.abulhasanalinadwi.org

چاہتے تھے، مگر ایک مجذوب شاہ عبدالشکور کے کہنے سے جو یہیں قریب کے رہنے والے تھے، ارادہ ترک کیا کہ آپ نہ جایئے، آپ سے اور آپ کی اولاد سے فائدہ ہوگا (۲)۔

شاہ عبدالشکور کے بارے میں فرمایا کہ وہ کامل مجذوب تھے، نماز نہیں پڑھتے تھے کہ ہماری روح پڑھ لیتی ہے، حضرت شاہ علم اللہ صاحب نے ان کے پاس ایک آدمی بھیجا کہ ان سے کہو کہ نماز روح پر بھی فرض ہے اور جسم پر بھی، وہ کہنے لگے کہ یہ تمھاری بات نہیں ان کی بات ہے، یعنی شاہ علم اللہ کی۔

بریلیوں کا تبلیغی جماعت والوں پر ظلم

فرمایا: آج کل بریلویوں نے بہت سر اٹھایا ہے، بمبئی کی جامع مسجد کے امام مولانا شوکت صاحب نے کہلا بھیجا ہے کہ بریلویوں نے یہاں دو تین تبلیغی جماعت کے متعلق نوجوانوں کو شہید کر دیا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ رمضان کے مہینے میں روزے دار مسلمانوں کو قتل کرے! آخرت کی بالکل فکر ہی نہیں۔ ہم ابھی حجاز جاتے ہوئے جب بمبئی گئے تھے، اس وقت وہاں بہت بڑا تبلیغی اجتماع ہوا تھا، لاکھوں کا مجمع تھا، اجتماع گاہ سے ہوائی اڈے تک بھیڑ تھی، بریلویوں سے یہ نہیں دیکھا گیا۔

حواشی مجلس (۱۳۸)

(۱) یہ الفاظ جامعِ ملفوظات کے ہیں، مگر حضرت کا منشا یہی معلوم ہو رہا تھا۔

(۲) یہ بات پیچھے گزر چکی ہے، دیکھیے مجلس (۶۴) ص: ۴۳۴

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۳۹)

۱۲/ ۱۰/ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۰/ ۲/ ۱۹۹۸ء

عراق کے دیہاتوں کی بے دینی اور عراقی مسلمانوں کی بے چینی

عالم اسلام کی موجودہ صورتحال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ایک آہ بھری، کاش وہاں صالح انقلاب آجائے!!

فرمایا: معلوم ہوا کہ بغداد کے کسان دین کے مبادی: کلمہ، نماز، روزہ وغیرہ تک سے بالکل ناواقف ہیں، ان کو معلوم ہی نہیں کہ اسلام کیا ہے، وہ بغداد جہاں امام شافعی (۱) رہے، امام ابوحنیفہ (۲) رہے، امام احمد (۳) پیدا ہوئے، شیخ عبدالقادر جیلانی اور امام غزالی رہے! یہ سب اثر ہے وہاں کی قیادت کا، عمداً ان کو دین سے ناواقف رکھا جاتا ہے، دین پسند طبقے سے وحشت سی ہے، ہم جب بغداد گئے (۴) اس وقت صدام (۵) صدر نہیں تھے، بکر (۶) تھے، اس وقت بھی وہاں کے دیندار حلقے میں ایک بے چینی کی کیفیت تھی، ہمارے ساتھ سرکاری آدمی ہر وقت لگا رہتا تھا کہ کوئی بات ملک کے خلاف نہ کہیں، وہاں کسی دعوت میں گئے ہوئے تھے، دعوت کا طرز یہ ہے کہ مختلف قسم کا کھانا میز پر لگا رہتا ہے، آدمی اپنی پسند کا لے کر کرسی پر بیٹھ کر کھاتا ہے، ہم بھی گئے، اس وقت ایک عراقی عالم سے ملاقات ہوئی، وہاں کوئی سرکاری آدمی نہیں تھا، انھوں نے آہستہ سے ہم سے کہا کہ دو برس سے ہم عذاب میں ہیں۔

ہم جمعہ پڑھنے کے لیے دور کی مسجد میں گئے، امام نے خطبہ میں اعلان کیا کہ شیخ ابوالحسن علی ندوی کی تقریر ہوگی، ہم نے بڑی احتیاط کے ساتھ تقریر کی کہ کسی جملہ پر گرفت نہ ہو۔

www.abulhasanalinadwi.org

حواشی مجلس (۱۳۹)

(۱) امام شافعی (محمد بن ادریس الشافعی) ناصر السنہ، محدث جلیل و امام فقہ، ائمہ اربعہ میں سے ایک، وفات: ۲۰۴ھ

(۲) امام ابوحنیفہ (نعمان بن ثابت) فقیہِ اعظم، یکے از ائمہ اربعہ، وفات: ۱۵۰ھ

(۳) امام احمد (احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی) امام اہل سنت، امام حدیث وفقیہِ کبیر، ائمہ اربعہ میں چوتھے امام، وفات: ۲۴۱ھ

(ائمہ اربعہ کے حالات میں دسیوں کتابیں ہیں، جو ہر جگہ دستیاب ہیں)

(۴) یہ اگست ۱۹۷۳ھ کی بات ہے (دیکھیے کاروانِ زندگی حصہ دوم، ص: ۱۶۶)

(۵) صدام حسین: عراق کے مشہور ترین صدر، دس سال ایران سے لڑتے رہے، پھر امریکہ کے اشارے سے کویت پر حملہ کیا، پھر امریکہ نے مختلف بہانوں سے خود ان کے ملک عراق پر حملہ کر دیا، جس کی تاریخ سب جانتے ہیں، بالآخر امریکہ کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور تختہ دار پر چڑھے، بہ تاریخ: ۳۰/ دسمبر ۲۰۰۶ء

(۶) بکر یعنی احمد حسن بکر: ۱۹۶۸ء میں عبدالرحمٰن عارف کی حکومت کا تختہ الٹ کر عراق کے صدر بنے تھے، یہ البعث پارٹی کی عراق پر حکومت کا آغاز ہے، گیارہ سال جبر وتشدد کے ساتھ حکومت کر کے ۱۶/ جولائی ۱۹۷۹ء کو مستعفی ہوئے اور صدام حسین نے ان کی جگہ سنبھالی اور اسی روش پر رہے، یہ دور اسلام پسندوں کے لیے بڑی مشکلات کا تھا، وفات: ۱۹۸۳ء (ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، ج ۳/ ص: ۳۱۶-۳۱۹، اِتمام الأعلام، ص: ۳۴)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۴۰)

۱۳/۱۰/ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۱/۲/ ۱۹۹۸ء

مولانا سید محمد امین نصیرآبادی کا ذکر

حضرت مولانا سید محمد امین حسنی نصیرآبادی کا ذکر آیا تو فرمایا کہ وہ ہمارے خاندان کے بڑے بزرگوں میں تھے، ہمارے آبائی اجداد اور ان کا سلسلہ ایک ہی ہے، ہم ان کو دیکھ سکتے تھے، ان کے انتقال کے وقت ہماری عمر چودہ پندرہ سال کی تھی، مگر کسی کو خیال نہیں آیا کہ ہمیں نصیرآباد لے جا کر ان سے ملائے اور دعا کرائے، ان سے بڑی اصلاح ہوئی، خاص طور پر عقائد کے سلسلے میں۔ ہمارے خاندان میں الحمدللہ ہمیشہ عقائدِ صحیحہ کا بڑا اہتمام رہا، حضرت مجدد صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب سے برابر تعلق رہا، دونوں نقشبندی سلسلے کے ہیں، نقشبندیہ کے یہاں ذکر بالجہر بھی نہیں۔

مدینہ منورہ میں ایک عرب کا ندوہ سے متعلق عجیب خواب

فرمایا: ایک عجیب واقعہ پیش آیا، ہم نے ابھی تک کسی سے ذکر نہیں کیا، رابع سے بھی بیان نہیں کیا، اس مرتبہ ہم جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو ایک عرب نے ہم سے خود بیان کیا کہ انھوں نے چند دن پہلے خواب میں دیکھا کہ کوئی بزرگ فرما رہے ہیں کہ خواجہ بہاء الدین نقشبند کی آج کل ندوۃ العلماء پر توجہ ہے، وہ حیران ہو گئے، انھوں نے کبھی خواجہ بہاء الدین نقشبند کا نام بھی نہیں سنا اور نہ ندوے سے واقف تھے، ایک عام عرب، وہ کہتے ہیں کہ میں اس کو بالکل سمجھ نہیں سکا، میں نے یہاں کے ایک بڑے عالم سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے تفصیل بتائی کہ خواجہ بہاء الدین نقشبند کون ہیں اور ندوہ کیا ہے! انھوں نے کہا: شیخ ابوالحسن علی ندوی آئے ہوئے ہیں جو ندوے کے ناظم ہیں، ان پر خواجہ بہاء الدین نقشبند کی توجہ ہے، اس پر حضرت نے فرمایا کہ ہاں محسوس بھی ہوتا ہے، ان کی خوشی کے کام ہو رہے ہیں۔

حضرت تھانویؒ کا روحانی مقام اور ان کا اخلاص

فرمایا: حضرت تھانوی لکھنؤ جاتے ہوئے رائے بریلی کے اسٹیشن پر اترے، اسی رات رابع کے دادا سید خلیل صاحب (۱) نے خواب میں شاہ علم اللہ صاحب کی زیارت کی، انھوں نے فرمایا کہ مولوی اشرف علی تھانویؒ اس طرف آئے ہوئے ہیں، ان کو ہمارے پاس لے آؤ، حضرت تھانویؒ گاڑی بدلنے کے لیے اسٹیشن پر اترے تھے، وہ لکھنؤ پہنچ گئے، سید خلیل صاحب نے فوراً ایک آدمی لکھنؤ بھیجا کہ حضرت تھانوی کو اس کی اطلاع کریں اور رائے بریلی لے آئیں، حضرت تھانویؒ نے کہا: -اور یہ ان کے اخلاص کی اور مرتبے کی بات ہے، انھی کے شایانِ شان ہے- کہ اس وقت جانے سے شہرت ہوگی کہ ایک بزرگ نے خواب میں کہا ہے، پھر آئیں گے، مگر پھر موقع نہیں ملا۔ یہ واقعہ خود شاہ عبدالغنی پھولپوری نے بھی سنایا، وہ حضرت تھانویؒ کے خلیفہ ومجاز تھے۔

لکھنؤ میں حضرت تھانویؒ کی مجالس میں ڈاکٹر عبدالعلی کی شرکت اور ان کے گھر حضرت کی تشریف آوری

لکھنؤ میں آئے تو مسجد خواص میں قیام تھا۔ وہیں مجلس لگتی تھی، ہمارے بھائی صاحب اس طرح پابندی سے حاضر ہوتے تھے جیسے طالب علم مدرسے جاتا ہے کہ کہیں سبق چھوٹ نہ جائے، ہم بھی جاتے تھے، ایک دن مجلس لگی ہوئی تھی، اتنے میں سر اٹھا کر بھائی صاحب کو دیکھا اور کہنے لگے کہ مولوی عبدالعلی آپ کے گھر آنے کا جی چاہتا ہے (۲)، اسی وقت اٹھے اور پیدل مسجد خواص سے ہمارے گھر آئے، کرسی پر بیٹھے اور دیر تک بزرگوں کی باتیں کرتے رہے، حضرت سید صاحب کا بھی تذکرہ کیا ہوگا، اسی اثنا میں محمد میاں کی بسم اللہ بھی کرائی۔

تقویۃ الایمان اور بریلوی حضرات

عقیدۂ توحید کو بیان کرتے ہوئے شاہ اسماعیل شہید کی "تقوية الايمان" کا ذکر آیا

توفرمایا: بریلویوں اوراہل بدعت کو یہی کتاب سب سے زیادہ کھٹکتی ہے،اس سے ان پر بڑی چوٹ پڑتی ہے۔

مولانا عمر صاحب لداخی ندوی نے عرض کیا کہ بریلویوں کا مقابلہ کس طرح کریں؟ فرمایا: تقویۃ الایمان کے طریقے پر۔

بزرگوں کے مزارات سے روحانی ترقی

صوفی انیس صاحب نے شاہ مینا(۳) کے مزار کے قریب اپنے مراقبے اوراس سے حاصل شدہ فائدے کا ذکر کیا تو فرمایا کہ اس کو لوگوں سے کہتے نہ پھرنا،اس پر مولانا شمس الحق صاحب نے حضرت کو یاددلایا کہ ابن الجوزی(۴) کے حالات میں آپ نے ''تاریخ دعوت وعزیمت'' میں لکھا ہے کہ وہ کہتے ہیں: جب میرے اندر تکدر کی کیفیت پیدا ہوتی ہے(جس کو صوفیہ کی اصطلاح میں قبض کہا جاتا ہے) تو میں فلاں بزرگ کے مزار کے پاس جاتا ہوں تو یہ قبض دور ہوجاتا ہے(۵)،فرمایا: بزرگوں کے مزارات سے یقیناً فائدہ ہوتا ہے اورروحانی ترقی محسوس ہوتی ہے(۶)۔

حواشی مجلس (۱۴۰)

(۱)مولوی سید خلیل الدین احمد: مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی کے پھوپھی زاد بھائی تھے، بڑے عقل مند شخص تھے،اخیر میں رائے بریلی میں آنریری مجسٹریٹ بھی ہوگئے تھے اور مقدمات فیصل کیا کرتے تھے، مولانا رشید احمد گنگوہی سے بیعت کا تعلق تھا،وفات:۱۹۳۲ء(خانوادۂ علم اللہی،ص:۲۵۴-۲۵۵)

(۲)دیکھیے پرانے چراغ،اول،ص:۱۲۵

(۳)شاہ مینا(محمد بن قطب الدین صدیقی لکھنوی،مشہور بہ شاہ مینا): نویں صدی کے مشہور بزرگ،کبار اولیاء اللہ میں تھے، وفات: ۸۸۴ھ، لکھنؤ، ان کا مزار لکھنؤ میں مرجع خلائق ہے(نزھۃ الخواطر ۳/۱۱۳-۱۱۵،تفصیل کے لیے دیکھیے تذکرۃ الشیخ مینا،از شیخ رئیس الحسن صدیقی)

(۴)ابن الجوزی:(ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی القرشی التیمی البغدادی): علامۂ زمانہ،امامِ وقت،مفسر، محدث اور مؤرخ اور وعظ وارشاد میں نادرۂ روزگار تھے۔وفات:۵۹۷ھ(ذیل طبقات الحنابلة

www.abulhasanalinadwi.org

۲/۴۵۸-۵۱۲، المنهج الأحمد فی تراجم أصحاب الإمام أحمد ۲/۲۶۲-۲۸۴)

(۵) اس میں اس طرح تو نہیں ہے، البتہ کچھ یہی مفہوم ہے، اپنے قلب کی تاریکی اور بے چینی پر جب اضطراب بڑھا اور کوئی علاج بن نہ آیا، تو اس پر لکھتے ہیں: آخر میں نے صالحین کی قبور کی زیارت کی اور اللہ سے اپنے دل کی اصلاح کی دعا کی، بالآخر اللہ نے لطف وکرم سے میری دستگیری کی...... (تاریخ دعوت وعزیمت اول، ص: ۲۲۸، اصل عبارت دیکھیے صید الخاطر فصل: ۴۶، ص: ۱۵۱-۱۵۲

(۶) علامہ ابن الجوزی نے صید الخاطر میں بھی کچھ اس طرح کی بات لکھی ہے، کہتے ہیں کہ آج صلحاء کم ملتے ہیں کہ جن کی صحبت سے دل کی ظلمت دور ہو، اس لیے مرید کو چاہیے کہ صلحاء کی قبروں کی زیارت اور کتابوں میں ان کے حالات پڑھ کر یہ فائدہ حاصل کرے۔ (دیکھیے فصل: ۲۶۴، ص: ۵۸۲-۵۸۳)

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۴۱)

۱۴/۱۰/ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۲/۲/ ۱۹۹۸ء

مولانا مسعود عالم ندوی اور جماعتِ اسلامی

مولانا شمس الحق صاحب نے دریافت کیا کہ مولانا مسعود عالم صاحب کا انتقال آپ کے جماعت اسلامی سے الگ ہونے (۱) کے بعد ہوا یا اس سے پہلے؟

حضرت نے فرمایا: ہمارے اس سے الگ ہونے کے بعد، وہ خود بھی اخیر میں یکسو ہوگئے تھے، اتفاق رہا ہو یا ان کی کچھ چیزوں سے اختلاف ہوا ہو۔

حواشی مجلس (۱۴۱)

(۱) حضرت مولانا کی جماعت اسلامی سے اپنی علاحدگی کے اسباب کے لیے دیکھیے کاروانِ زندگی اول، ص: ۲۴۳-۲۴۵

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۴۲)

۱۵/۱۰/ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۳/۲/ ۱۹۹۸ء

مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ کا ذکر

حضرت مولانا یوسف صاحب کا ذکر آیا تو فرمایا: بڑے صاحبِ کمال شخص تھے، بڑا علمی ذوق رکھتے تھے، بڑی صلاحیتیں تھیں، مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی استعداد بھی اچھی تھی، خاص طور پر حدیث میں۔

بزرگوں کے حالات وواقعات کی تاثیر

فرمایا: بزرگوں کے حالات وواقعات کا بڑا اثر زندگی پر پڑتا ہے جو بسا اوقات وعظ ونصیحت اور اچھی علمی کتاب کا نہیں پڑتا(۱)۔

حواشی مجلس (۱۴۲)

(۱) علامہ ابن الجوزی نے بار بار اور بہت زور دے کر صید الخاطر میں یہ بات لکھی ہے کہ حدیث وفقہ کا اشتغال بھی اصلاحِ قلب کے لیے کافی نہیں ہے، بلکہ سلف صالحین کی سیرت سے واقفیت اور بزرگوں کے حالات وواقعات کا مطالعہ اصلاحِ قلب کے لیے ناگزیر ہے، اس کا بڑا اثر زندگی پر پڑتا ہے، دلوں کے اندر رقت پیدا ہوتی ہے (مثلاً دیکھیے فصل:۱۵۶،ص:۳۶۷ وفصل:۲۳۰،ص:۵۱۸ وفصل:۲۶۰، ص:۵۷۶ وفصل:۳۳۷،ص:۷۰۶)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۴۳)

۱۷/۱۰/۱۴۱۸ھ مطابق ۱۵/۲/۱۹۹۸ء

مدینہ منورہ میں حضرت حسنؓ کے مکان میں حضرت مولانا کا رات گزارنا

فرمایا: ہم جب ۱۹۴۷ء میں حرمین میں حاضر ہوئے تو پرانے آثار باقی تھے، سادگی تھی، اب تمدن نے قبضہ کیا ہے، مسجد نبوی سے متصل ایک مکتبہ تھا: مکتبہ شیخ الاسلام، اس میں ہم جا کر مطالعہ کرتے تھے، اس کے مالک نے ہم سے بیان کیا کہ یہ حضرت حسنؓ کا مکان ہے، آپ کے جد امجد تھے، آپ اس میں ایک رات گزاریں، ہم سب گھر والوں کو لے کر آئے اور اس میں ایک رات گزاری، وہاں سے گنبد خضرا صاف نظر آتا تھی۔

عجمی شعراء میں عشق نبوی کی وجہ اور اس سلسلے میں شہیدی عجیب واقعہ

فرمایا: عجمی شعراء میں ذاتِ نبوی کے ساتھ جو عشق اور والہانہ تعلق تھا، عربی شاعری میں اس کا پتا نہیں چلتا، اس کی معقول وجہ بھی ہے، وہ ہے بُعدِ مسافت، یہاں سے وہاں جانا دشوار بھی تھا، اور ہر ایک جا بھی نہیں سکتا تھا، اس لیے اپنی محبت اور عقیدت کو اشعار میں پروتے تھے، عربوں میں یہ بات نہیں، وہ ہر وقت مرقدِ مبارک کو دیکھتے رہتے ہیں، یہاں کے ایک شاعر تھے شہیدی (۱)، وہ فوج میں تھے یا محاسب، ان کا شعر ہے:

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے　　قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا

وہ مدینے جا رہے تھے، کسی نے کہا: وہ دیکھیے گنبد خضرا، نظر اٹھا کر دیکھا اور یہ شعر پڑھا، اسی وقت روح پرواز کر گئی، خدا نے اپنے مخلص بندے کی تمنا پوری کی۔

جزیرۃ العرب کے درختوں پر نظر پڑنے پر سید احمد شہیدؒ کا شکرانے کی نماز ادا کرنا

حضرت سید احمد شہیدؒ حج کو جا رہے تھے، جزیرۃ العرب قریب آنے پر کسی نے کہا کہ حضرت دیکھیے کھجور کے درخت نظر آ رہے ہیں (۲)، ایسا لگتا ہے کہ جزیرۃ العرب کی

www.abulhasanalinadwi.org

سرحد شروع ہوگئی ہے، سید صاحب نے دیکھتے ہی فوراً شکرانے کی نیت باندھ لی کہ اللہ ہی کا شکر اور اس کا احسان ہے کہ اس نے جیتے جی جزیرۃ العرب دکھادیا، جزیرۃ العرب پر نظر پڑنے سے یہ حال طاری ہوا، آج لوگ حج کے لیے جاتے ہیں، بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں، قبر اطہر کی زیارت کرتے ہیں، مگر کوئی اثر ہی نہیں، جیسے کچھ ہوا ہی نہیں!

علامہ اقبال کا حرمین کا تخیلاتی سفر

ڈاکٹر اقبال حج نہیں کر سکے، انھوں نے حرمین کا تخیلاتی سفر کیا ہے، وہ اشعار بڑے درد آفریں ہیں، کہتے ہیں:

بایں پیری رہِ یثرب گرفتم　　نوا خواں از سرورِ عاشقانہ
چو آں مرغے کہ در صحرا سرِ شام　　کشاید پر بہ فکرِ آشیانہ (۳)

بالکل حقیقت ہے، پرندے دن بھر ادھر ادھر جاتے ہیں، مگر جب شام ہوتی ہے تو اپنے آشیانے ہی کا رخ کرتے ہیں، اسی طرح بندۂ مومن کا آشیانہ کعبۃ اللہ ہے تو اس بڑھاپے میں میرے اس سفر پر آپ کو تعجب کیوں ہے!

خدا اور رسول کی محبت ساری چیزوں کی جڑ اور بنیاد ہے

فرمایا: سیرت کی کتابوں کا مطالعہ انتہائی عشق و محبت، عقیدت اور وارفتگی کے ساتھ کرنا چاہیے، خدا اور اس کے رسول کی محبت ساری چیزوں کی جڑ اور بنیاد ہے، یہ تمام چیزوں پر غلبہ پاتی ہے، اور جب یہ جم جاتی ہے تو کوئی چیز اس پر غالب نہیں آسکتی، جب نبی سے تعلق اور عشق ہے تو سمجھ لو کہ اسلام موجود ہے، اس کے بغیر اسلام کسی کام کا نہیں، عاشقوں کے عجیب وغریب واقعات ہیں، اس سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔

اختر شیرانی کے عشق نبوی کی مثال

آخری مثال یہ ہے کہ مشہور شاعر اختر شیرانی (۴) اپنی جوانی میں دوستوں کے

www.abulhasanalinadwi.org

ساتھ مے خانہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور بالکل مست تھے، کسی کو خاطر میں نہیں لا رہے تھے، ان کے دوست ان سے پوچھ رہے تھے کہ فلاں کے شاعری کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟ فلاں ادب کیسا ہے؟ فلاں کیسا ہے؟ وہ اپنے مقابلے میں کسی کو خاطر میں نہیں لا رہے تھے، اتنے میں کسی نے پوچھا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے کیا خیال ہے؟ تو وہ آپے سے باہر ہو گئے کہ بد تمیز شرم نہیں آتی، اس گندی زبان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے رہے ہو! جام شراب ان کے ہاتھ میں تھا، اس کو اس کے منہ پر دے مارا، پھر تائب ہو گئے (۵)، ہم نے ان کو دیکھا ہے، ان کے والد حافظ محمود شیرانی سے بھی ملاقات کی ہے، یہ لوگ ٹونک کے تھے۔

دینی غیرت وحمیت کی خدا کے یہاں بڑی قدر ہے

فرمایا: یہ دینی غیرت اور حمیت بہت بڑی چیز ہے، خدا کے یہاں اس کی بڑی قدر ہے جو بڑے سے بڑے عمل کی نہیں۔

حواشی مجلس (۱۴۳)

(۱) شہیدی (کرامت علی شہیدی): اصل وطن بریلی تھا، لکھنؤ میں نشو ونما ہوا، مصحفی سے مشق سخن کی اور شعر وسخن میں کمال بہم پہنچایا، ابتدائے ملازمت میں نیمچہ کی چھاؤنی میں انگریزی سرکار کے ملازم ہوئے تھے، کمسریٹ یعنی سپاہیوں کی رسد رسانی کے محکمے سے ان کا تعلق تھا، پھر وارستہ مزاجی کی وجہ سے ملازمت سے ہاتھ دھونا پڑا، ۱۲۵۵ھ میں حج کے لیے روانہ ہوئے، حج ادا کر کے مدینہ منورہ جا رہے تھے کہ راستے میں بیمار پڑے، ۴/صفر ۱۲۵۶ھ کو جس وقت تمام منزلیں طے کرتے ہوئے ایسے مقام پر پہنچے جہاں سے روضۂ مطہرہ نظر آتا تھا ایک حسرت ناک نظر اس پر ڈالی اور طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا، اور ان کی وہ تمنا پوری ہوئی جو انھوں نے شعر میں ظاہر کی تھی۔ (اکمل التاریخ، ص: ۱۰۷-۱۰۸، گل رعنا، ص: ۳۳۶-۳۳۹)

(۲) وقائع احمدی (ص: ۱۱۱۳) میں عدن کے پہاڑ نظر آنے پر سید صاحب کی اس کیفیت کا ذکر ہے اور

www.abulhasanalinadwi.org

سیرت سید احمد شہید میں بھی حضرت مولانا نے وقائع کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ (جلد اول، ص:۳۵۶)

(۳) ارمغانِ حجاز فارسی، ص:۲۴ (دیکھیے کلیات اقبال فارسی، ص:۹۰۶)

(۴) اختر شیرانی (محمد داؤد خاں): اردو کے معروف رومانی شاعر وادیب، صحافی، مترجم، ڈرامہ وافسانہ نگار، فرزند حافظ محمود خاں شیرانی، والد ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی (ماہر تعلیم و محقق) و تلمیذ علامہ تاجور نجیب آبادی، متعدد رسالے نکالے، کئی شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں: نغمۂ حرم، لالۂ طور، صبح بہار، وغیرہ، نثری کتابوں میں تلخیص و تسہیل فسانۂ آزاد (۸/ حصے) بھی ہے، وفات: ۹/ ستمبر ۱۹۴۸ء، لاہور (نقوش شخصیات نمبر، ج ۲/ ص:۸۸۳-۹۰۰، سو عہد ساز شخصیات، ص:۱۷۸-۱۸۱، وفیاتِ نامورانِ پاکستان، ص:۱۱۵)

(۵)

مجلس (۱۴۴)

۱۸/۱۰/۱۴۱۸ھ مطابق ۱۶/۲/۱۹۹۸ء

غیر مسلموں کو اسلام سے متاثر کرنے کے لیے داعیوں کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے پوچھا کہ غیر مسلموں کو اسلام سے متاثر کرنے کے لیے داعیوں کو کیا طریقۂ کار اختیار کرنا چاہیے؟

حضرت نے ارشاد فرمایا: عملاً اپنی زندگی میں زہد پیدا کرے، اور دولت اور عزت سے استغنا ہو، اور اگر مخاطب کچھ پڑھ لیتا ہو تو سیرت نبوی کی کتابیں پیش کرے، اس میں بڑی تاثیر ہے اور قرآن کا ترجمہ دے، اصل چیز اپنی زندگی ہے، اخلاق و کردار کا جو اثر پڑتا ہے وہ کسی چیز سے نہیں، کتاب پڑھنے کے لیے وقت چاہیے اور استعداد چاہیے، ہزاروں صفحات کا وہ اثر نہیں ہوتا جو سیرت و کردار کا ہوتا ہے، مسلمان کی زندگی فرقان ہونی چاہیے، اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا (۱)، ایک امتیازی شان اور رویہ ہو کہ لوگ سوچنے پر مجبور ہو جائیں، اور یہ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ کوئی نئی چیز دیکھتا ہے تو اس کے دل میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا سرچشمہ کیا ہے؟ کیلے کا چھلکا پڑا ہے، آپ نے ہٹا دیا، پانی کا نل کھلا ہے، آپ نے بند کر دیا تو سامنے والا تعجب سے دیکھتا ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟ اس کا اس میں کیا نفع ہے؟ ہزاروں آدمی یہاں سے گزرے، کسی نے نہیں کیا!

یورپین ممالک میں تعلیم حاصل کرنے والے مسلم نوجوانوں کو اپنی زندگی میں امتیاز پیدا کرنا چاہیے

یورپین ممالک میں: لندن، جرمنی وغیرہ میں، جو مسلمان طلبہ پڑھنے کے لیے جاتے ہیں، ان کی زندگی اور وہاں کی عام زندگی میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا، وہ نماز پڑھتے

www.abulhasanalinadwi.org

ہوں اپنے کمروں میں اور ہوٹلوں میں، مگر عام زندگی میں ان کا کوئی اثر نہیں، ان کو تو ایسا ہونا چاہیے کہ وہاں کے لوگ متاثر ہو جائیں، چلتے پھرتے ایسے اخلاق کا مظاہرہ ہو اور امتیازی شان ہو کہ لوگ سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ ان میں یہ بات کہاں سے آئی، اس طرح اسلام کی اچھی تبلیغ ہو سکتی ہے، ہم نے وہاں تقریروں میں اسی کی دعوت دی کہ آپ میں اور یہاں کے لوگوں میں ایک امتیاز ہونا چاہیے!

صحابہ کی امتیازی شان اور دشمنوں کا اعتراف

صحابہ کا یہی حال تھا، جہاں بھی جاتے ان میں نمایاں امتیاز معلوم ہوتا، وہ اپنی ذات سے سراپا دعوت ہوتے، صحابہ کرام نے جب دمشق پر حملہ کیا تو وہاں ایک جنرل نے صحابہ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے دوسرے جنرل سے کہا کہ یہ ایسے لوگ ہیں: کسی شہر پر حملہ کرتے ہیں تو وہاں دکانوں کو نہیں لوٹتے، بلکہ پیسہ دے کر سامان خریدتے ہیں، اس طرح دوسرے اوصاف بیان کیے تو اس نے کہا: جب یہ ایسے لوگ ہیں تو یہاں ضرور قابض ہوں گے (۲)۔

تصوف کی حقیقت اور اس سے بدکنے والوں پر حیرت

کچھ دیر بعد کہنے لگے: آج اپنی کتاب "ربانية لا رهبانية" پر نظر پڑی، بہت ضروری کتاب ہے، ہم نے اس میں ان بزرگوں کا دفاع کیا ہے جن کو صوفی کہہ کر بدنام کیا جاتا ہے اور ان سے دور رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے، آج ایک طبقہ ان سے متوحش بلکہ موحش ہے، غور تو کرو! یہ خدا کی طرف سے لوگوں کی اصلاح کا انتظام تھا، جب دولت کی ریل پیل ہوئی اور لوگوں میں خدا اور رسول سے غفلت ہونے لگی تو اس وقت نہ صرف مدارس سے کام ہو سکتا تھا، نہ کسی اور کوشش سے، ان لوگوں نے توبہ کا دروازہ ان کے لیے کھول رکھا تھا، لوگ آتے اور ان کے ہاتھ پر توبہ کرتے تھے اور معاصی کو ترک کرنے اور اسلامی زندگی پر عمل پیرا ہونے کا عہد کرتے تھے۔ توحید کی جو تعلیم ان حضرات کے یہاں ہے، کیا کسی کے یہاں

www.abulhasanalinadwi.org

اس سے بڑھ کر ہوگی! پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے اس کی جو مثال دی ہے اس کو بیان کیا(۳)، اور اتباعِ سنت بھی ان کے یہاں سب سے ضروری چیز تھی۔

نام تصوف کا پڑ گیا تو بھاگنے لگے اور اس سے وحشت محسوس کرنے لگے، ان کے ساتھ بڑی ناانصافی کی گئی، پھر یہ آیت پڑھی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا، اِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ (۴)، جس کو تصوف کہا جاتا ہے وہ تو سراپا روحانیت ہے، ربانیت ہے اور تزکیہ ہے، ارے بھائی! ان کا کردار دیکھو، تلقین دیکھو، دعوت دیکھو، اثرات دیکھو!

حواشی مجلس (۱۴۴)

(۱) سورۃ الانفال، آیت:۲۹

(۲) ہرقل نے اپنے ایک سپاہی سے مسلمانوں کا حال پوچھا تو اس نے اسی طرح کے اوصاف بیان کیے تھے، ابن کثیر نے وقعۃ قنّسرین (جو دمشق کے مضافات میں ہے) کے تحت یہ بات بیان کی ہے۔ (دیکھیے البدایۃ والنھایۃ، ج۹/ص:۶۵۱) نیز یرموک کے موقعے پر بھی ہرقل نے مسلمانوں کے اوصاف معلوم کیے تھے، دیکھیے ایضاً ص:۵۶۹)

(۳) یہ بات پیچھے گزر چکی ہے دیکھیے مجلس (۶۰) ص:۴۱۴

(۴) سورۃ المائدۃ، آیت:۸، یعنی اے ایمان والو! اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ، عدل و انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو، اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم انصاف سے پھر جاؤ، عدل کرو، یہ تقویٰ اور خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۴۵)

۲۰/۱۰/۱۸ ۱۴ھ مطابق ۱۸/۲/۱۹۹۸ء

وسائل کی کثرت سے محنت، توجہ اور اہتمام میں کمی آتی ہے

مجلس لگی ہوئی تھی کہ بجلی غائب ہوگئی تو فرمانے لگے کہ ہمارے زمانے میں یہاں بجلی نہیں آئی تھی، ہم لالٹین میں پڑھتے تھے، مولانا نذرالحفیظ صاحب نے کہا کہ جب زیادہ سہولتیں ہوگئیں تو پڑھنے میں لوگوں کی توجہ بھی کم ہوگئی۔

حضرت نے اس پر فرمایا کہ جب وسائل کی کثرت ہوتی ہے تو محنت توجہ اور اہتمام میں کمی آتی ہے، ہر چیز کا یہی حال ہے، علم کے ساتھ ہی مخصوص نہیں، آپ دیکھ لیجیے، جیسے جیسے وسائل میں اضافہ ہوا، صلاحیتوں میں کمی آ گئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (١٤٦)

٢/١١/١٤١٨ھ مطابق ٢/٣/١٩٩٨ء

شیخ اور استاد سے کس طرح استفادہ کیا جائے؟

سوال کیا گیا کہ شیخ اور استاد سے کس طرح استفادہ کیا جائے؟

فرمایا: استاد کی عظمت اور اپنی ضرورت کا احساس ہو، اسی طرح شیخ کا بھی معاملہ ہے۔

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۴۷)

۱۴۱۸/۱۱/۴ھ مطابق ۱۹۹۸/۳/۴ء

حلب میں حضرت کا استقبال اور ایک بزرگ کو حضرت کی تقریر میں شرکت کا اشارۂ غیبی

شام کے سفر کا ذکر آیا تو فرمایا: ہم حمص اور حلب (۱) بھی گئے، حلب والوں نے بہت زیادہ استقبال کیا، شہر سے باہر لینے کے لیے آئے، آنے والوں میں وہاں کے علماء ومشائخ بھی تھے، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ (۲) بھی تھے، وہاں ہماری تقریریں بھی ہوئیں اور بڑی موثر ہوئیں، وہاں ایک بزرگ تھے، انھوں نے کہا کہ ہم ذکر میں مشغول تھے، ہمیں اشارہ ہوا کہ ان کی تقریر ہورہی ہے وہاں جاؤ۔

ایک ادیب کو پڑھنا چاہیے یا مختلف ادباء کو

مولانا نذرالحفیظ صاحب نے سوال کیا: کسی ایک ادیب کو پڑھ کر اس کی تقلید کی کوشش کرنی چاہیے یا مختلف ادباء کو پڑھنا چاہیے؟

فرمایا: جس کا ادب زیادہ پسند ہو اس کو زیادہ پڑھنا چاہیے، لیکن اسی پر اکتفا نہ کرے اور کسی کی تقلید نہیں چلتی، مختلف ادباء کو پڑھے گا تو اس کا خود ایک اسلوب بن جاتا ہے۔

حواشی مجلس (۱۴۷)

(۱) شام کے دو مشہور اور تاریخی شہر۔

(۲) شیخ عبدالفتاح ابوغدہ: علامۂ زمانہ، نامور محقق اور محدث جلیل، ہندوستانی علماء کے زبردست قدردان، انھوں نے ہندوستانی علماء اور بالخصوص مولانا عبدالحی فرنگی محلی کی دسیوں کتابوں کو بے نظیر

www.abulhasanalinadwi.org

تحقیقات کے ساتھ شائع کر کے زندہ کیا اور ان کو وقیع سے وقیع تر بنایا، اور ان کے علاوہ متعدد کتابوں کو ایڈٹ کیا اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں، شام اور جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی، وہ اصلاً حلب کے تھے، وہاں کے مفتی بھی تھے، پارلیمانی انتخابات میں بھی کامیابی حاصل کی، اور ممبر پارلیمنٹ منتخب ہوئے، کلیۃ الشریعہ دمشق میں تین سال پڑھایا، اور ۱۹۶۵ء میں سعودیہ منتقل ہوئے اور جامعۃ الإمام (الریاض) سے وابستہ ہوئے اور ۲۳ سال وہاں تدریسی خدمت انجام دی، اور وہیں مستقل بود و باش اختیار کی، ایک سے زائد بار ہندوستان کا سفر کیا، مشائخ سے سندیں حاصل کیں اور خود بڑا فائدہ پہنچایا، ۱۹۷۹ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں کئی دن قیام کر کے محاضرات (لکچرر) دیے اور خوب فائدہ پہنچایا، دنیا بھر کے مختلف سمیناروں اور کانفرسوں میں شرکت کی، حضرت مولانا سے بہت قریبی اور خصوصی تعلق تھا، ۱۴۱۵ھ میں علمی خدمات انجام دینے کی بنیاد پر سلطان برونائی ایوارڈ سے سرفراز کیے گئے، وفات: ۱۶/ فروری ۱۹۹۷ء، ریاض، تدفین: جنت البقیع، مدینہ منورہ (من أعلام الدعوة والحركة الإسلامية المعاصرة، ص: ۶۷۵-۶۸۳، علماء الشام فی القرن العشرون، إتمام الأعلام، ص ۲۴۵-۲۴۶، ونثر الجواهر والدرر ۲/ ۱۹۴۵-۱۹۵۴، پس مرگ زندہ، ص: ۳۶۴-۳۹۴، تفصیل کے دیکھیے إمداد الفتاح بأسانيد الشيخ عبدالفتاح)

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۴۸)

۱۰/۱۱/۱۴۱۸ھ مطابق ۱۰/۳/۱۹۹۸ء

غیر مسلموں میں دعوت

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے پوچھا کہ ہندوؤں میں تبلیغ کے لیے بھی حضرت رائے پوری کے یہاں اہتمام پایا جاتا تھا؟

فرمایا: یہ تو یاد نہیں، لیکن حضرت اس سے بہت خوش ہوتے تھے۔

اس سوال کے جواب میں کہ ہندوؤں میں دعوت کا کام کس طرح مؤثر ہوسکتا ہے؟

فرمایا: اپنے اخلاق و کردار سے جو دعوت دی جاتی ہے وہ سب سے موثر ہوتی ہے۔

ہندوستان کو چلانے کے تین دائمی اصول

الیکشن چل رہا تھا، اور بی جے پی کے اقتدار پر آنے کی اثرات تھے، فرمایا: بڑا خطرہ ہے، اگر خدانخواستہ بی جے پی آگئی، مسلمانوں ہی کے لیے نہیں، بلکہ اس ملک کے لیے بھی خطرہ ہے، ابھی جودھ پور میں (۱) ٹی وی کے نمایندے ہم سے ملے، انھوں نے ہندوستان کے موجودہ حالات کے پس منظر میں ہم سے انٹرویو لیا، ہم نے کہا: یہ کام چل نہیں سکتا، ملک کی خیریت نہیں، جب تک تین چیزوں پر وہ عمل پیرا نہ ہوں، جو چیزیں جنگ آزادی لڑنے والوں کے پیش نظر تھیں: ایک یہ کہ جمہوری ہو (Democratic)، دوسرے یہ کہ لا مذہبی ہو (Secular)، تیسرے یہ کہ غیر متشدد ہو (Non-violent)

حواشی مجلس (۱۴۸)

(۱) مارچ ۱۹۹۸ء کے اوائل میں حضرت نے جودھ پور کا سفر کیا تھا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے کاروانِ زندگی حصہ ہفتم، ص: ۸۳-۸۷)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۴۹)

۱۲/۱۱/۱۴۱۸ھ مطابق ۱۲/۳/۱۹۹۸ء

مستشرقین سامراجیوں کے آلۂ کار تھے

مستشرقین کا ذکر آیا تو فرمایا: ان کا اصل کام تشکک پیدا کرنا ہے، ان کو دراصل حکومت برطانیہ کی پشت پناہی حاصل تھی، ذہن ودماغ کو مسخر کرنے کا کام یہ کرتے تھے اور ملک کو مسخر وہ کرتے تھے، یہ قلم بردار تھے وہ علم بردار (۱)۔

حواشی مجلس (۱۴۹)

(۱) نیز اس سلسلے میں دیکھیے مجلس (۳) ص:۱۰۷، ومجلس (۲۶) ص:۲۵۹

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۵۰)

۱۳/۱۱/۱۴۱۸ھ مطابق ۱۳/۳/۱۹۹۸ء

حضرت کے پسندیدہ شعراء

مولانا نذر الحفیظ صاحب نے دریافت کیا کہ بچپن میں آپ کس شاعر سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے؟

فرمایا: سب سے پہلے مولانا حالی سے، ان کی مسدس اس زمانے میں گھر گھر پڑھی جاتی تھی، ہندوستان میں اور بالخصوص اردو داں حلقے میں ''مسدس حالی'' جتنی پڑھی گئی، شاید کوئی کتاب نہیں پڑھی گئی ہوگی، پھر مولانا ظفر علی خاں سے، ہم پہلے مولانا محمد علی سے زیادہ ان کو پسند کرتے تھے، ان کی بعض نظمیں مولوی اسماعیل میرٹھی کی سفینۂ اردو وغیرہ میں پڑھی تھیں۔ اس میں ایک نظم ہے:

ابر تھا چھایا ہوا، فصل تھی برسات کی   تھی زمیں پہنے ہوئے وردی ہری بانات کی

اسی طرح ''زمیندار'' میں جس کو وہ نکالتے تھے، سنڈے ایڈیشن میں پہلے ہی صفحے پر ان کی کوئی نہ کوئی نظم ضرور شائع ہوتی تھی۔ پھر اکبر اور آخر میں اقبال۔

اکبر مغربی تہذیب کے سب سے بڑے نقاد

تعجب ہوتا ہے کہ اکبر جو انگریزی داں تھے، الٰہ آباد میں جج تھے، مگر اس قدر مغربی تہذیب کے نقاد! تمام مشرقی ممالک میں کسی نے اکبر سے زیادہ مغربی تہذیب کا مذاق نہیں اڑایا، ان سے سخت کسی نے نقد نہیں کیا، مگر ظرافت کے پردے میں۔

حضرت مولانا کا اکبر کو عالم عرب میں متعارف کرانا

اللہ نے ہمیں توفیق دی کہ ان کا عالم عربی میں تعارف کرائیں، ہم نے ان پر مضامین لکھ کر مصر بھیجے، جو وہاں کے موقر مجلّہ ''الفتح'' میں قسط وار شائع ہوئے، پھر الگ سے

رسالے کی شکل میں بھی شائع ہوا، الحضارة الغربية الوافدة وأثرها فی الجیل المثقف، اللہ نے اکبر اور اقبال دونوں کو عالم عربی میں متعارف کرانے کی ہمیں سعادت دی، ذلك فضل اللّٰہ یؤتیه من یشاء، حالاں کہ اکبر کے کلام کو عربی میں منتقل کرنا بڑا مشکل اور نازک کام تھا، پھر فرمایا: طنز وظرافت کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا سب سے مشکل کام ہے، پھر اکبر کے اس قسم کے کچھ اشعار پڑھے جو پہلے بھی گزر چکے ہیں، مثلاً:

لکھے گا کلکِ حسرت دنیا کی ہسٹری میں　　اندھیر ہو رہا تھا بجلی کی روشنی میں

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۵۱)

۲۰/۱۲/۱۴۱۸ھ مطابق ۱۸/۴/۱۹۹۸ء

ایک فن کی متعدد کتابیں پڑھنی چاہیے، مگر متحد الخیال لوگوں کی

حضرت نے اپنے مطالعۂ قرآن کی سرگزشت میں لکھا ہے کہ ایک فن کی ایک کتاب پڑھنے سے فائدہ نہیں ہوتا، بلکہ اس فن کی متعدد کتابیں پڑھنی چاہیے، اس لیے کہ بسا اوقات غبی شخص ایک بات کو سمجھ لیتا ہے جو اچھوں اچھوں کے سمجھ میں نہیں آتی، حالاں کہ معمولی بات ہوتی ہے، اس کا حوالہ دیتے ہوئے مولانا نذر الحفیظ صاحب نے سوال کیا کہ یہ عام اصول ہے یا تفسیر کے ساتھ خاص ہے؟ فرمایا: نہیں یہ ایک عام بات ہے، جو بھی فن ہو، اس کی متعدد کتابیں پڑھنی چاہیے: لیکن یہ ضروری ہے کہ متحد الفکر اور متحد الخیال لوگوں کی کتابیں پڑھے، مختلف الخیال اور متضاد فکر لوگوں کی کتابیں پڑھنے سے الٹا اثر پڑتا ہے، اور اس کا ذہن سلبی ہو جاتا ہے، ایک فن کی متعدد کتابیں پڑھے، مگر سب کے مصنفین ہم خیال ہوں، مثلاً امام ابن تیمیہ، ابن قیم، مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ، یہ سب تقریباً متحد الفکر ہیں، جزئی فرق کے ساتھ، اسی طرح امام غزالی، ان سب کی بنیادی فکر ایک ہی ہے، لیکن اگر کوئی ان حضرات کی کتابوں کے ساتھ ابن عربی کو پڑھنا شروع کر دے تو اس کا ذہن الجھ کر رہ جائے گا، قاری پر مصنف کے خیالات اور افکار کا خواہی نہ خواہی اثر پڑتا ہی ہے، اسی وجہ سے صحیح العقیدہ لوگوں کی کتابیں پڑھنی چاہیے۔

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۵۲)

۲/۳/۱۴۱۹ مطابق ۲۷/۶/ ۱۹۹۸ء

عربوں کو دعوت دینا سب سے بڑھ کر فخر اور شکر کی بات

حضرت پر ان دنوں عربوں کی اصلاح کی فکر بہت غالب ہے کہ مغربی تہذیب وتمدن کا اثر نہ لیں اور صحیح اسلام کی طرف پلٹیں، فروعی چیزوں میں نہ الجھیں، ان میں دعوت کا کام ہو۔

اس سلسلے میں فرمایا: کسی عجمی کے لیے اس سے بڑھ کر فخر اور شکر بلکہ نیکی اور ثواب کا کام نہیں ہوسکتا کہ آپ عربوں کو دین کی دعوت دیں، وہ عرب جن سے ہم کو دین ملا، ان کو آپ غیرت دلائیں، آپ یہاں رہ کر اس کے لیے تیاری کریں، محنت کریں، اور ندوے سے بڑھ کر اس کے لیے کوئی جگہ موزوں نہیں، جہاں عربی زبان کا ذوق ہے، رواج ہے، دعوتی لٹریچر موجود ہے، مدارس میں اس طرف خیال نہیں جاتا تھا کہ عربوں میں بھی دعوت کا کام کرنا ہے، تفاسیر، حدیث کی شروحات اور فقہ کی کتابیں سمجھنے کی جس سے صلاحیت پیدا ہو، اس حد تک عربی زبان کی تعلیم دی جاتی تھی، کوئی شک نہیں یہ بڑے صالح اور نیک مقاصد تھے، اس کے بغیر چارہ نہیں، لیکن اس کے ساتھ دعوت کا مقصد بھی ہوتا تو بڑا اچھا ہوتا! ایک عجمی ہی سے عربوں کو غیرت آسکتی ہے کہ یہ عجمی پردیسی ہمیں دین کی غیرت دلا رہا ہے تو یقیناً وہ سوچنے پر مجبور ہوں گے!

دعوتی مصروفیت مطالعے کی کمی کا باعث نہیں ہونی چاہیے

اس کے ساتھ ساتھ آپ کو تفسیر وحدیث اور فقہ میں مہارت اور کمال پیدا کرنا چاہیے، دعوتی مصروفیت کے ساتھ اس میں کمی یا اس کی طرف سے غفلت ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔

مجلس (۱۵۳)

۱۰/۳/۱۴۱۸ھ مطابق ۷/۷/۱۹۹۸ء

طلبہ کو حدیث سے اشتغال رکھنا چاہیے

فرمایا: ہمارے طلبہ کو حدیث سے اشتغال رکھنا چاہیے، حدیث کی اہمیت اور افادیت اور ضرورت پر پورا ایمان اور شرحِ صدر ہو، بعض حلقوں کی طرف سے اس میں شک پیدا کرنے کی کوشش ہوتی ہے، جیسے پرویز(۱) وغیرہ کا حلقہ۔ آج کل ہم بخاری شریف پڑھوا کر سن رہے ہیں۔

حواشی مجلس (۱۵۳)

(۱) پرویز (غلام احمد پرویز) مشہور دانشور، تحریکِ انکارِ حدیث کا علم بردار، بانی ادارۂ طلوعِ اسلام لاہور (تاسیس ۱۹۵۵ء) بہت سی کتابیں لکھیں، مثلاً: اسباب زوالِ امت، آسمانی کتابیں، من ویزداں، تبویب القرآن، مفہوم القرآن، قرآنی قوانین، مقام حدیث، خدا اور سرمایہ دار، وفات: ۲۴/فروری ۱۹۸۵ء، لاہور، (وفیات ناموران پاکستان، ص: ۷۷-۵۷۸، وفیات مشاہیر اردو، ص: ۱۵۴-۱۵۵)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۵۴)

۱۱/۳/۱۴۱۹ھ مطابق ۸/۷/۱۹۹۸ء

مسلمانوں میں دین کا مخالف ہو تو کفار سے بدتر ہوتا ہے

بیٹھتے ہی آہ سرد بھری اور فرمایا: کوئی حسن البنا پیدا ہو، عالم عربی میں بڑا خلا ہے! ہماری ان سے ملاقات نہ ہو سکی، ۱۹۴۷ء میں ہم جس سال پہلی دفعہ حج کے لیے گئے تھے، اس سال وہ نہ آسکے، جب کہ ہر سال آتے تھے، پھر اگلے سال ان کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ سید قطب کو بھی بڑی اذیتیں دی گئیں، ان پر کتے چھوڑے جاتے تھے، سنا ہے کہ جمال عبدالناصر کی قبر بار بار اوپر آتی ہے، پھر ایک نکتہ ارشاد فرمایا کہ جب مسلمانوں میں دین کا کوئی مخالف ہوتا ہے تو کفار سے بدتر ہوتا ہے، بار بار اس کا تجربہ ہوا۔

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۵۵)

۱۴/۳/۱۹ ۱۴۱ھ مطابق ۱۱/۷/ ۱۹۹۸ء

سید احمد شہیدؒ کے حالات وواقعات کی تاثیر

سید صاحب کے حالات میں جو تاثیر ہے، اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے حالات پڑھنے سے نمازوں میں فرق محسوس ہوتا ہے، پھر کچھ دیر سید صاحب کی تاثیر ہی سے متعلق باتیں ہوئیں، فرمایا: آپ لوگوں کو بھی ''سیرت سید احمد شہید''، ''جب ایمان کی بہار آئی''، ''کاروانِ ایمان وعزیمت'' پڑھنی چاہیے۔

سب سے زیادہ توجہ کے مستحق قرآن وحدیث اور سیرت نبوی ہے

پھر فرمایا: لیکن سب سے بڑھ کر، سب سے بالاتر، سب سے مافوق نبوی سیرت ہے، ان بزرگوں کے یہاں بھی جو تاثیر ملتی ہے وہ سب اسی کا ایک حصہ ہے، سب سے زیادہ توجہ اور اہمیت کے مستحق قرآن وحدیث اور سیرت نبوی ہے، اسی کی سب سے زیادہ اشاعت ہونی چاہیے، پھر صحابۂ کرام کے حالات، کوئی بڑے سے بڑا ولی بھی صحابہ کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا، چاہے قطب ہو یا غوث ہو!

اطاعت وانقیاد کی اہمیت ریاضات ومجاہدات سے بڑھ کر ہے

مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کے ساتھ حج کے سفر کا ذکر کرکے فرمایا: ان بزرگوں کے یہاں سب سے زیادہ جس کی اہمیت اور قدر ہے وہ انقیاد اور استسلام ہے، یعنی بغیر کسی کشمکش اور گرانی کے بات ماننا، ریاضات ومجاہدات کی وہ اہمیت نہیں جو بات ماننے کی ہے، اور حقیقت بھی ہے کہ اپنے نفس کے خلاف، اپنے مفاد کے خلاف، اپنی عادت کے خلاف شیخ کی بات ماننا اور اپنے کو اس کے حوالے کرنا، اس سے جو اصلاح ہوتی ہے نفس کی، وہ بڑے بڑے مجاہدات اور ریاضات سے نہیں ہوتی۔

مجلس (۱۵۶)

۱۹/۳/۱۴۱۹ھ مطابق ۱۶/۷/۱۹۹۸ء

بھٹکل کے لیے دعا

امتحان قریب ہونے کی وجہ سے آج کل مجلس میں بہت کم طلبہ ہوتے ہیں، جتنے تھے ایک دو کے علاوہ، سب بھٹکل کے تھے، اور یہی آگے تھے، حضرت نے پوچھا: آپ سب لوگ بھٹکل کے ہیں؟ پھر فرمایا: ہم نے ''کاروانِ زندگی'' کے ساتویں حصے میں بھٹکل کے قیام کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے، پھر دعا دی کہ اللہ بھٹکل کو علمی اور دعوتی مرکز بنائے!

ہر ایک کا جاہ الگ ہوتا ہے اور حبِّ جاہ سب سے اخیر میں نکلتا ہے

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کی انتہائی درجے کی تواضع وانکساری کا ذکر کرتے ہوئے راولپنڈی کے اس قصے کا ذکر فرمایا کہ ایک شخص نے صبر کی حقیقت پوچھی، تو حضرت نے فرمایا: ہمیں نہیں معلوم، علی میاں سے پوچھو، حضرت مولانا نے کہا: چوں کہ یہ عربی لفظ ہے، ہم اس کے معنی جانتے ہیں، اس پر حضرت نے فرمایا: ہم یہ بھی نہیں جانتے، اس کو سنا کر حضرت مولانا نے فرمایا: بالکل فکر ہی نہیں کہ لوگ کیا کہیں گے، جب کہ بڑے بڑے لوگ آئے ہوئے تھے، ان کے پاس حبِ جاہ کے لیے کوئی جگہ ہی نہیں تھی، یہ حب جاہ سب سے آخر میں نکلتا ہے، اور ہر ایک کا جاہ الگ ہوتا ہے، مشائخ کا الگ ان کے مطابق، علماء کا ان کے مطابق، امراء اور اغنیاء کا ان کے مطابق، اور عوام کا جاہ ان کے مطابق، اور ہر ایک کی کیفیت وکمیت میں بھی فرق ہوتا ہے۔

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۵۷)

۱۷/۴/۱۴۱۹ھ مطابق ۱۱/ ۸/ ۱۹۹۸ء

تاریخ کا مطالعہ کس طرح کرنا چاہیے؟

تاریخ کا مطالعہ کس طرح کرنا چاہیے؟ اس سلسلے میں فرمایا: بہت سے لوگ تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں، کوئی معلومات کے لیے، کوئی زبان کا فائدہ حاصل کرنے کے لیے، مگر اصل یہ ہے: تاریخ کا مطالعہ اس احساس اور ارادے سے کرے کہ اس سے کام لینا ہے، کسی نتیجے تک پہنچنا ہے، اور زندگی کے میدانوں میں اس سے رہنمائی حاصل کرنی ہے، پڑھنے والا سمجھ دار ہو، اس کا ذہن اخاذ ہو، تہہ تک پہنچنے والا ہو، اور اس سے نتیجہ نکالنے والا ہو۔

فرمایا: تاریخ ایک عمارت ہے کہ جس کے نیچے بہت سی چیزیں دبی ہوئی ہیں، پڑھنے والے کا کام یہ ہے کہ وہ تلاش کرے اور دیکھے کہ کونسی چیز کہاں دبی ہوئی ہے، تاریخ کے بہت سے حقائق پر ابھی تک پردہ پڑا ہوا ہے، بہت سی چیزیں اس کے ملبے کے نیچے دبی ہوئی ہیں، اس کو ڈھونڈ نکالنا اور ترتیب دینا اور اس سے کوئی نتیجہ نکالنا محقق کا کام ہے۔

ہر واقعے کا ایک درجہ اور توازن ہوتا ہے

اس سلسلے میں ایک اور اہم بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ہر واقعے کا ایک توازن ہوتا ہے، ایک درجہ ہوتا ہے، اس کو وہی درجہ دینا چاہیے، پڑھتے پڑھتے یہ ملکہ پیدا ہوجاتا ہے، اس کے لیے اس کے پسِ منظر سے واقف ہونا بہت ضروری ہے، اس کے بغیر صحیح توازن نہیں قائم رکھا جاسکتا۔

ربیعہ کے لوگوں کے انکارِ زکاۃ کی ایک وجہ قبائلی تعصب

مثال کے طور پر کہتے ہیں: حضرت ابوبکرؓ کا مانعینِ زکاۃ سے قتال کا واقعہ ہے، ربیعہ کے لوگوں نے صرف اس لیے زکاۃ دینے سے انکار نہیں کیا تھا کہ وہ اس سے بچنا

چاہتے تھے اور مال نکالنا نہیں چاہتے تھے، بلکہ ہم سمجھتے ہیں کہ اس میں قبائلی تعصب کام کررہا تھا، وہ قریش سے (جو مضر سے تھے) سیادت وقیادت کو چھینا چاہتے تھے اور خاندانی عصبیت کو ہوا دے کر اختلاف پیدا کرنا چاہتے تھے، حضرت ابوبکرؓ کے ذہن میں یہ بات رہی ہوگی، اسی لیے انھوں نے فوراً نوٹس لیا اور قتال تک کے لیے تیار ہوگئے کہ کہیں یہ چیز نہ بھڑک اٹھے، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم فرمایا تھا!

عربوں کی قبائلی تقسیم اور خاندانی تعصب

دراصل عربوں میں قبائلی تقسیم اس طرح تھی: عدنان اور قحطان، عدنان نجد وحجاز میں زیادہ تر آباد تھے، اور قحطان یمن کے علاقے میں، پھر عدنان میں بھی تقسیم تھی: ربیعہ اور مضر۔ نجد والوں کا تعلق ربیعہ سے تھا اور قریش مضر سے تھے، کوئی عجمی عربوں کے اس قبائلی تعصب اور خاندانی حمیت کا اندازہ نہیں لگا سکتا، یہی چیز اندلس کے زوال کے اہم اسباب میں سے ہے، یہ ایک تحقیق کا موضوع ہے کہ اندلس کے زوال کے کیا اسباب تھے؟ اس پر ابھی تک کسی نے توجہ نہیں دی (۱)۔

اندلس کے زوال کا ایک اہم سبب دعوت سے غفلت ہے

ایک سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں میں اسلام کی جو تبلیغ کرنی چاہیے تھی، اس پر پوری توجہ نہیں دی گئی، وہاں بڑے بڑے محدثین، محققین، مصنفین، فلاسفہ، حکماء اور فقہاء پیدا ہوئے، جنھوں نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے، مگر دعوت کی طرف ان کی توجہ نہیں گئی اور ان کو اس خطرے کا احساس نہیں ہوا کہ ہم یورپ کے نرغے میں ہیں، چاروں طرف سے عیسائیوں سے گھرے ہوئے ہیں، ذرا سی غفلت سے وہ اپنے شکنجے میں کس سکتے ہیں، اور بہت سے اسباب ہوسکتے ہیں، اس پر مستقل کام کرنے کی ضرورت ہے!

حواشی مجلس (۱۵۷)

(۱) اس پر حاشیہ پیچھے گزر چکا ہے، دیکھیے حواشی مجلس (۸۵) حاشیہ (۹) ص: ۵۰۹

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۵۸)

۱۴۱۹/۴/۲۳ھ مطابق ۱۹۹۸/۸/۱۷ء

شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے ترجمۂ قرآن کا اعجاز

حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے ترجمۂ قرآن (اکثر مجلس میں جس کا ذکر رہتا ہے اور اس سلسلے میں پیچھے کئی جگہوں پر تفصیل گزر چکی ہے) سے ایک دو مثالیں دینے کے بعد فرمایا: یہ ترجمہ اردو کے سارے تراجم سے اہم اور سب پر فوقیت رکھتا ہے، بسا اوقات ایک ایک لفظ سے سارا مفہوم حل ہو جاتا ہے اور سارے اشکالات دور ہو جاتے ہیں، ان کا ایک لفظ کبھی تفسیروں سے بے نیاز کرتا ہے۔

قرآن کا ہر لفظ معجزہ ہے ربنا و لاتحمّلنا مالاطاقة لنا بہ کی مثال

پھر کچھ دیر بعد فرمایا: اب بھی قرآن پر بہت کچھ غور کرنا باقی ہے، ہر لفظ کا ایک مزاج اور اس کی خصوصیت ہوتی ہے جو اسی مفہوم کے دوسرے لفظ میں نہیں ہوتی، اہل زبان ہی یہ نزاکت سمجھ سکتے ہیں یا وہ جن کا اہلِ زبان سے بہت ربط اور تعلق رہا ہو، مثال کے طور پر قرآن میں ہے: رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ (۱)، یہاں طاقة کا لفظ استعمال کیا ہے، قوة کا نہیں، لاطاقة یعنی جس کی سکت نہ ہو، جس کو سہار نہ سکیں، اسی سے تکلیف مالایطاق کہتے ہیں، قوة کا لفظ ہوتا تو یہ معنی نہیں ہوتے، بلکہ مطلب یہ ہوتا: قوت تو نہیں مگر کوشش سے، محنت سے، اس کو اٹھا سکیں، طاقة میں یہ کہ کوشش اور محنت کے باوجود نہ اٹھا سکیں، اس کی بالکل سکت ہی نہ ہو، مگر اردو میں یہ دونوں مترادف استعمال ہونے لگے، فرمایا: قرآن معنوی، لفظی، صوتی ہر اعتبار سے مکمل معجزہ ہے۔

ہمارے سارے مدارس مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ کے مسلک پر قائم ہیں

کافی دیر خاموش رہے، پھر اچانک فرمانے لگے: آپ لوگوں کو شاہ ولی اللہ

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب اوران کے خاندان سے، شاہ اسماعیل شہید اوراسی طرح مجدد الف ثانی سے تعلق اورعقیدت پیدا کرنی چاہیے، یہاں سے یہ چیز لے جانی چاہیے۔

ہمارے سارے مدارس: دیوبند، سہارنپور، ندوۃ العلماء سب انھی کے مسلک پر قائم ہوئے ہیں، ان سب کی اساس یہی ہے، اگرچہ نصاب اورانتظام میں کچھ اختلاف ہو۔

قرآن سے تعلق پیدا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

مولانا نذرالحفیظ صاحب نے دریافت کیا کہ قرآن سے تعلق پیدا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا: ادب واحترام اور عظمت کے ساتھ اس کی تلاوت کی جائے اوراس کے فضائل اوراعجاز پر جو کتابیں لکھی ہوئی ہیں، ان کا مطالعہ کرے اوران کو نظر میں رکھے۔

شانِ نزول کے سلسلے میں شاہ صاحب کا موقف اوراس کی حقیقت

مولانا شمس الحق صاحب نے عرض کیا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے شانِ نزول کے بارے میں جو لکھا ہے کہ اس کو اہمیت نہیں دینی چاہیے، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی، حالاں کہ شانِ نزول کے ساتھ اس کا مفہوم اچھی طرح سمجھ میں آتا ہے۔

حضرت نے فرمایا: مطلب یہ ہے کہ اگرچہ شانِ نزول سے مفہوم سمجھنے میں مدد ملتی ہے، مگر اسی میں اس کو محدود نہ کرے، قرآن ہدایت ورہنمائی کی ابدی کتاب ہے۔

نسخِ قرآن کے سلسلے میں شاہ صاحب کا مسلک اوراس کی معنویت

اسی طرح نسخِ قرآن کے سلسلے میں شاہ ولی اللہ صاحب کا جو مسلک ہے کہ آیات منسوخ نہیں ہوئیں، جو منسوخ ہوئیں وہ چند ہی آیات ہیں، اس سلسلے میں حضرت نے فرمایا: یہ ان کے گہرے مطالعے کی دلیل ہے، یہ بالکل حقیقت ہے کہ نسخ کو زیادہ عوام کے سامنے نہیں کہنا چاہیے، اس سے قرآن کی اہمیت میں کمی آجاتی ہے۔

اردن کے تازہ سفر کے تاثرات

تقریباً پچیس روز کے بعد حضرت آج اردن کے سفر سے واپس تشریف لائے

www.abulhasanalinadwi.org

تھے، سفر اصل میں اردن ہی کا تھا، حرمین میں بھی واپسی میں چند روز قیام رہا، پھر بمبئی میں کچھ دن رک کر لکھنؤ واپس تشریف لائے۔

آج کی مجلس میں اس سفر کے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا: اب کے سفر میں دو چیزوں کا بڑی شدت سے احساس ہوا: ایک یہ کہ عرب ممالک میں دعوتی کام کرنے کی بڑی ضرورت ہے، عربی اسی نیت سے پڑھنی چاہیے اور اس پر ایسا عبور ہونا چاہیے کہ عربوں کو خطاب کر سکیں اور جھنجھوڑ سکیں، عربوں میں بہت سی کمزوریوں کے باوجود ذاتی شرافت اب تک ہے کہ وہ بات کو غور سے سنتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ ہمارے ہندوستان کے مدارس اور علماء و مشائخ کی قدر آئی، جن کی وجہ سے الحمدللہ آج بھی ایک حد تک یہاں دین کی قدر ہے، اور اس پر عمل ہوتا ہے، حضرت تھانویؒ، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور بہت سے علمائے ربانیین اور مشائخ، عرب ممالک میں اس کی بڑی کمی ہے، علم و ادب تو ہے، مگر جن کو علمائے ربانیین کہتے ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے، عوام پر علماء کی گرفت نہیں، بے پردگی عام ہے، مسجدوں میں ستر اسّی فیصد ننگے سر نظر آتے ہیں، سعودی عرب پھر بھی غنیمت ہے، اس کو ہم انشاء اللہ لکھیں گے(۲)۔

حواشی مجلس (۱۵۸)

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۸۶، یعنی خدایا! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال، جس کو اٹھانے کی ہمیں طاقت نہ ہو۔

(۲) پھر حضرت نے اپنے یہ تاثرات کاروانِ زندگی میں قلمبند کیے (دیکھیے حصہ ہفتم، ص: ۱۶۷-۱۶۸)

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۵۹)

۲۷/۵/۱۴۱۹ھ مطابق ۲۱/۹/۱۹۹۸ء

عرب ممالک میں دینی حمیت وغیرت کی کمی کی کیا وجہ ہے؟

دریافت کیا گیا کہ عرب ممالک میں دینی حمیت اور غیرت کی کمی کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا: ایک تو یہ کہ وہاں تزکیہ اور سلوک کا وہ طریقہ نہیں رہا، جو یہاں تھا، یعنی تصوف کے سلاسل نہیں رہے، جن کا عوام پر ایک اثر تھا، جو ان میں دینی غیرت اور اخلاقی بلندی اور شریعت کا احترام پیدا کرتے تھے، ایک تو اس چیز کی کمی، دوسرے مغربی تہذیب کا اثر، مغربی مفکرین نے بڑی دانشمندی کے ساتھ عرب ممالک پر اپنا اثر ڈالا، انھوں نے صحیح سوچا کہ جب عرب ممالک دین سے دور ہوں گے تو سارے مسلمانوں کا دین سے رشتہ کمزور ہو جائے گا، پھر یہاں جیسے آزادی کی تحریکات اٹھیں، جس سے عام پیمانے پر مغربی تہذیب سے نفرت پیدا ہوگئی تھی، سرِ بازار ولایتی کپڑوں کو جمع کر کے آگ لگادی جاتی تھی، اوران کی چیزوں کو روندد یا جاتا تھا، پھر وہ واقعہ سنایا اپنے کسی رشتہ دار کا کہ ان کو کوئی تمغہ ملا تھا مگر انگریزوں کی نفرت میں جس کو وہ پیروں سے روندتے تھے(۱)، عرب ممالک میں ایسی کوئی تحریک نہیں پیدا ہوئی، جس سے مغربی تہذیب سے جذباتی طور پر نفرت ہو جاتی، آزادی کی تحریک کا ایک بڑا فائدہ یہاں یہ بھی ہوا کہ مغربی تہذیب سے طبعی طور پر نفرت ہوگئی!

حواشی مجلس (۱۵۹)

(۱) یہ واقعہ گزر چکا ہے، دیکھیے مجلس (۱۱۵) ص: ۶۱۷

---

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱۶۰)

۱۰/۶/۱۴۱۹ھ مطابق ۳/۱۰/۱۹۹۸ء

کوئی پڑھی ہوئی چیز بیکار نہیں ہوتی

آدمی بہت سی چیزیں پڑھتا ہے، لیکن کچھ یاد نہیں رہتا، اکثر لوگوں کو اس کی شکایت ہوتی ہے، اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا: کوئی بھی مطالعہ ضائع نہیں جاتا، آدمی سمجھتا ہے کہ کچھ فائدہ نہیں ہوا، لیکن دراصل بڑا فائدہ ہوتا ہے، وہ چیز ذہن کے کسی خانے میں جمع ہوتی ہے اور موقع پر یاد آجاتی ہے، اس وقت آپ کو تعجب ہوتا ہے اور پڑھی ہوئی چیز کی قدر آتی ہے، مطالعہ ذہن کو غذا پہنچاتا ہے، بلکہ اس میں خون پیدا کرتا ہے، چاہے ایک حرف یاد نہ ہو، جس طرح غذا سے خون بنتا ہے، چاہے اس کا احساس نہ ہو، اسی طرح مطالعے سے بھی خون بنتا ہے، پھر مکرر فرمایا: ہم ایک نفسیاتی بات بتا رہے ہیں کہ ہر مطالعے کا فائدہ ہوتا ہے، کوئی پڑھی ہوئی چیز بیکار نہیں ہوتی، ذہن بھی بسا اوقات چوری کر لیتا ہے اور چھپا کر رکھتا ہے، موقع پر نکال دیتا ہے۔

امیر البیان شکیب ارسلان نے لکھا ہے: من قرأ شيئًا فقد استرقّه، فقد استحقّه (۱) (جس نے کوئی چیز پڑھ لی تو اس نے اس کو اپنا غلام بنالیا تو وہ اس کا مستحق ہو گیا)۔

ہم نے پہلے بہت سی چیزیں پڑھیں، جب "ماذا خسر" لکھنے بیٹھے تو ذہن سے چیزیں امنڈنے لگیں (۲)۔

احمد امین اور علامہ شبلی کا سنجیدہ علمی ادبی اسلوب

فرمایا: "فجر الإسلام" اور "ضحى الإسلام" کو ہم نے حرف بحرف پڑھا تھا، اس کا علمی اسلوب بہت پسند آیا اور ذہن نے اس کو قبول کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

احمد امین ان چوٹی کے ادباء میں ہیں جنھوں نے سجع وقافیہ سے کلی طور پر اجتناب کر کے خالص علمی اور سنجیدہ اسلوب اختیار کیا، یہاں ہندوستان میں علامہ شبلی نعمانی نے لکھنے کا ایک نیا طرز دیا، سنجیدہ علمی اور ادبی طرز!

حواشی مجلس (۱۶۰)

(۱) ______

(۲) یہ حضرت کے الفاظ نہیں، مفہوم یہی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس (۱٦١)

۱۹/٦/۱۴۱۹ھ مطابق ۱۲/۱۰/۱۹۹۸ء

ختم نبوت کا انعام اور چار طرح کا اتحاد

کل کانپور میں ختمِ نبوت کے سلسلے میں ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا تھا، حضرت تشریف لے گئے تھے، وہاں جو تقریر فرمائی، دریافت کرنے پر اس کا خلاصہ اس طرح بیان فرمایا: ہم نے کہا: ختم نبوت سے چار طرح کا اتحاد امت کو ملا (۱): اتحاد عقائدی، اتحاد ارکانی، اتحاد زمانی اور اتحاد مکانی۔

اتحاد عقائدی یہ ہے کہ اسلامی عقائد، کتاب وسنت میں پورے واضح ہیں، سارے مسلمان اسی پر کاربند ہیں، آپس میں کوئی بڑا اختلاف نہیں۔

اتحاد ارکانی یہ ہے کہ سارے مسلمانوں پر ایک ہی طرح کے فرائض ہیں، مثلاً: ہم نے ان سے شکر کے طور پر کہا کہ ہم نے ساری دنیا کی سیاحت کی، مغربِ اقصیٰ مراکش کے آخری سرے وجدہ تک گئے، ادھر بخارا وسمرقند کی بھی زیارت کی، اور کوئی عرب ملک نہیں چھوٹا، ہر جگہ ایک ہی طرح نماز پڑھی جاتی ہے، بعض جگہوں پر ہمیں نماز پڑھانی بھی پڑی، مگر نماز سے پہلے کوئی گائیڈ بک ہمیں نہیں دیا گیا اور نہ کہا گیا کہ یہاں اس طرح نماز پڑھی جاتی ہے، دیکھو، نماز سے پہلے یہاں یہ پڑھتے ہیں اور نماز کے بعد یہ طریقہ ہے، کچھ نہیں، بالکل اسی طرح ہم نے نماز پڑھی اور پڑھائی جس طرح یہاں پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔

اتحاد زمانی یہ ہے کہ پہلی صدی میں جو دین تھا آج بھی وہی دین ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

اتحاد مکانی یہ ہے کہ دنیا میں ہر جگہ ایک ہی دین ہے، عرب میں، عجم میں، یورپ میں، امریکہ میں، ہر جگہ مسلمانوں کا دین ایک ہی ہے۔

قادیانیت کی حقیقت- انگریزوں کا خود نوشتہ پودا

پھر ہم نے وہ بات کہی جو علامہ اقبال نے کہی تھی کہ دین وشریعت کی بقا کتاب

www.abulhasanalinadwi.org

وسنت سے ہے، مگر امت کی بقا ختم نبوت کے عقیدے سے ہے (۲)، ہم نے قادیانیت کی حقیقت بتائی کہ جب انگریزوں نے مسلمانوں میں جذبۂ جہاد دیکھا اور ان کو اپنی حکومت سے خوف محسوس ہونے لگا تو انھوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو کھڑا کیا کہ مسلمانوں میں انتشار پیدا کرے، خود اس نے صاف اعتراف کیا ہے کہ میں برطانیہ کا خود کاشتہ پودا ہوں، میں نے اور میرے خاندان نے پچاس سال برطانوی حکومت کی تائید میں کام کیا ہے (۳)۔

قادیانیت کے بارے میں گورنر جنرل کا سرسید کو انتباہ (ایک انکشاف)

ایک ایسی بات ہم نے بتائی جو بالکل انکشاف تھا، بہت سے لوگ اس سے ناواقف تھے، وہ یہ کہ سرسید نے جب تفسیر لکھنے کا ارادہ کیا تو لامحالہ اس میں ختم نبوت کی باتیں آجاتیں، تو گورنر جنرل نے سرسید کو خط لکھا کہ قادیانیوں کے بارے میں، ان کی مخالفت میں کچھ نہ لکھنا، یہ ہمارے مفاد میں ہے، یہ خط مسلم یونی ورسٹی کی لائبریری میں محفوظ تھا، ہم نے دیکھا تھا، اب دوبارہ ہم نے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ موجود نہیں ہے، ضائع کر دیا گیا ہے!

حواشی مجلس (۱۶۱)

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیے حضرت کی مطبوعہ تقریر ''امت کی بقا اور عقیدۂ ختم نبوت''

(۲) یہ بات پیچھے گزر چکی ہے، دیکھیے مجلس (۹) ص: ۱۳۴

(۳) تبلیغ رسالت جلد ہفتم، ص ۱۹، دیکھیے قادیانیت تحلیل و تجزیہ، ص: ۱۱۴، اس نے انگریزوں کے ساتھ اپنی وفاداری کا بار بار اور جگہ جگہ فخریہ اظہار اور اعلان کیا ہے، دیکھیے قادیانیت تحلیل و تجزیہ، ص: ۱۰۹-۱۱۴

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

وصلى الله تعالى على خاتم النبيين سيد المرسلين محمد وآله وصحبه أجمعين

ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، واحشرنا في زمرتهم يا إله العالمين۔ آمين

www.abulhasanalinadwi.org

فہرستِ مراجع تحقیق

عربی

(١)الآداب الشرعية والمنح المرعية، ابن مفلح (شمس الدين أبي عبدالله محمد بن مفلح المقدسي الحنبلي) مطبعة المنار بمصر، ١٣٤٨هـ
(٢) أبجد العلوم، نواب صديق حسن خان القنوجي، المكتبة القدوسية، اردو بازار لاهور، ١٤٠٣هـ/ ١٩٨٣ء
(٣)أطراف الغرائب والأفراد، للدارقطني، تصنيف: أبي الفضل محمد بن طاهر بن علي المقدسي (م٥٠٧هـ) تحقيق: محمود محمد محمود حسن نصار، والسيد يوسف، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان، الطبعة الأولى، ١٤١٩هـ/ ١٩٩٨م
(٤)إتمام الأعلام، د. نزار أباظة ومحمد رياض المالح، دار صادر بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٤هـ/ ٢٠٠٣م
(٥)الأعلام، خير الدين الزركلي، دارالعلم للملايين،بيروت- لبنان، الطبعة السادسة عشرة، ٢٠٠٥م
(٦)الأعلام الشرقية في المائة الرابعة عشرة الهجرية، ذكي محمد مجاهد، دار الغرب الإسلامي،بيروت، الطبعة الثانية ١٩٩٤م
(٧)الإعلام بمن في تاريخ الهند من الأعلام (نزهة الخواطر)، الشيخ عبد الحي بن فخرالدين الحسني، مكتبة دار عرفات، دارة الشيخ علم الله- رائے بريلي- الهند- ١٤١٢ه/ ١٩٩١م
(٨)الأغاني، أبوالفرج الأصبهاني، تحقيق: عبد أ.علي مهنا، وسمير جابر، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان، الطبعة الرابعة، ١٤٢٢هـ/٢٠٠٢م
(٩)الإفادة والاعتبار في الأمور المشاهدة والحوادث المعاينة بأرض مصر، موفق الدين عبداللطيف البغدادي، مطبعة وادي النيل، ١٢٨٦هـ الطبعة الأولى
(١٠)اقتضاء الصراط المستقيم ومخالفة أصحاب الجحيم، ابن تيمية، تحقيق: فؤاد بن علي حافظ، جمعية إحياء التراث الإسلامي، الكويت، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ/٢٠٠٠م
(١١)الإمام النووي، عبدالغني الدقر، دارالقلم دمشق، ١٤١٥هـ/ ١٩٩٤م
(١٢)الإمام النووي وأثره في الحديث وعلومه، أحمد عبدالعزيز قاسم الحداد،

www.abulhasanalinadwi.org

دارالكتب الإسلامية، ١٤١٣هـ
(١٣)إمداد الفتاح بأسانيد ومرويات الشيخ عبدالفتاح، محمد بن عبدالله آل رشيد،مكتبة الإمام الشافعي، الرياض، ١٤١٩هـ/ ١٩٩٩ء ط-١
(١٤)أمراء البيان، محمد كرد علي، دار الأمانة، بيروت-لبنان ١٣٨٨هـ/١٩٦٩م
☆البحر الزخار = مسند البزار
(١٥)البداية والنهاية، الإمام ابن كثير أبوالفداء عماد الدين محمد بن اسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (م ٧٧٤هـ)، تحقيق: د.عبدالله بن عبدالمحسن التركي، الرياض، الطبعة الثانية، ١٤٢٤هـ/٢٠٠٣م
(١٦)بغية الوعاة في طبقات اللغويين والنحاة، للسيوطي، تحقيق: محمد أبوالفضل إبراهيم، مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه، مصر، ١٣٨٤ه/ ١٩٦٤م
(١٧)تاريخ بغداد للخطيب البغدادي(أحمد بن علي) دار الكتب العلمية، بيروت
(١٨)تاريخ دمشق الكبير، ابن عساكرأبو القاسم علي بن الحسن(٥٧١هـ)، تحقيق: أبوعبدالله علي عاشور الجنوبي، دار إحياء التراث العربي، بيروت- لبنان، الطبعة الأولى، ١٤٢١هـ-٢٠٠١م
(١٩)تاريخ علماء دمشق في القرن الرابع عشر الهجري، محمد مطيع الحافظ ونزار أباظة، دار الفكر، دمشق ١٤١٢هـ/ ١٩٩١م
(٢٠)تتمة الأعلام للزركلي، محمد خير رمضان يوسف، دار ابن حزم، بيروت-لبنان، الطبعة الثانية ١٤٢٢هـ/٢٠٠٢م
(٢١)تعليم المتعلم، برهان الدين الزرنوجي، تحقيق: صلاح محمد الخيمي ونذير حمدان ادارهٔ علم وادب، ديوبند، ١٤٢٢هـ/٢٠٠٢م
(٢٢)تفسير الكشاف، جار الله محمود بن عمر الزمخشري، دار الكتب العلمية، بيروت- لبنان، الطبعة الأولى١٤١٥هـ/١٩٩٥م
(٢٣)تكملة معجم المؤلفين، محمد خير رمضان يوسف، دار ابن حزم، بيروت- لبنان، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ/١٩٩٧م
(٢٤)الثقافة الإسلامية في الهند، عبدالحي الحسني، المجمع العلمي العربي، دمشق، ١٣٧٧هـ/١٩٥٨م
(٢٥)الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع، للخطيب البغدادي،تحقيق: أبو عبدالرحمن صلاح بن محمد بن عويضة، دار الكتب العلمية، ١٤٢٤هـ- ٢٠٠٣م
(٢٦)حاضر العالم الإسلامي، تاليف: لو تروب ستوارد الأمريكي، مع فصول و

تعليقات لأمير البيان شكيب أرسلان ـ دارالفكر العربى
(٢٧)حسن البنا – الداعية الإمام المجدد الشهيد، أنور الجندى، دار القلم، دمشق، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ/٢٠٠٠م
(٢٨)حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، أبو نعيم أحمد بن عبدالله الأصبهانى، دار الكتاب العربى، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٠هـ - ١٩٨٠م
(٢٩)الدرر الكامنة فى أعيان المائة الثامنة، أحمد بن علي ابن حجر العسقلانى، دارالكتب العلمية، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ/١٩٩٧م
(٣٠)ديوان ابن جرير، دار صادر، بيروت
(٣١)ديوان الشريف الرضى، دار صادر، بيروت
(٣٢)ذيل الأعلام، أحمد العلاونة، دار المنارة ، جدة، السعودية، الطبعة الأولى، ١٤١٨هـ، ١٩٩٨م
(٣٣)الذيل على طبقات الحنابلة، عبدالرحمن بن أحمد بن رجب، تحقيق: محمد عبدالرحمن بن سليمان العثيمين، مكتبة العبيكان، الطبعة الأولى ١٤٢٥هـ/٢٠٠٥م
(٣٤)زعماء الإصلاح فى العصر الحديث، أحمد أمين، دارالكتاب العربى، بيروت-لبنان ١٩٧٩م
(٣٥)سبحة المرجان فى آثار هندوستان، غلام على آزاد بلكرامى، تحقيق: محمد فضل الرحمن الندوى،معهد الدراسات الإسلامية،جامعة على كراه،١٩٧٦م
(٣٦)سفراء النبى صلى اللّٰه عليه وسلم، محمود شيت خطاب، مؤسسة الريان، بيروت-لبنان،دار الأندلس الخضراء، جدة، السعودية، الطبعة الأولى، ١٤١٧هـ/١٩٩٦م
(٣٧)السلطان محمد الفاتح- فاتح قسطنطينية وقاهر الروم، د.عبدالسلام عبدالعزيز فهمى، دار القلم دمشق-بيروت، الطبعة الأولى١٣٩٥هـ/١٩٧٥م
(٣٨)سنن أبى داؤد،لأبى داؤد(سليمان بن اشعث السجستانى، م٢٧٥هـ) مكتبة الرشد، الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٦هـ/ ٢٠٠٥م
(٣٩)سنن ابن ماجه ،لابن ماجه (محمد بن يزيد بن ماجه القزوينى م٢٧٣هـ)مكتبة الرشد، الرياض ـ الطبعة الأولى ١٤٢٦هـ/٢٠٠٥م
(٤٠)سنن الترمذى، محمد بن عيسى الترمذى (م٢٧٩)،مكتبة الرشد، الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٦- ٢٠٠٥م

www.abulhasanalinadwi.org

(٤١)سنن الدار قطني، على بن عمر الدار قطنى (م٣٨٥)دار إحياء التراث العربى، بيروت، ١٤١٣هـ/١٩٩٣م
(٤٢)سنن الدارمي- عبدالله بن بهرام الدارمى (م٢٥٥)، تحقيق: عبدالغنى مستو، المكتبة العصرية، صيدا، بيروت
(٤٣)السنن الكبرى للبيهقي، أحمد بن الحسين البيهقى، تحقيق: عبدالقادر عطا، دار الكتب العلمية، بيروت،الطبعة الثالثة: ١٤٢٤هـ/ ٢٠٠٣هـ
(٤٤)السنن الكبرى للنسائى، أحمد بن شعيب النسائى (م٣٠٣)، تحقيق:عبدالغفار سليمان البغدادى، وسيد كسروى حسن، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان- الطبعة الأولى ١٤١١هـ-١٩٩١هـ
(٤٥)سير أعلام النبلاء- للإمام شمس الدين الذهبى (م٧٤٨) مؤسسة الرسالة، بيروت،،١٤١٠هـ-١٩٩٠م
(٤٦)السيرة النبوية لابن هشام، عبدالملك بن هشام (م٢١٨) تحقيق:جمال ثابت وآخرون،دار الحديث القاهرة، ١٤٢٤هـ-٢٠٠٤م
(٤٧)السيرة النبوية للشيخ أبى الحسن على الحسنى الندوى، دار ابن كثير دمشق، الطبعة الثالثة، ١٤٢٥هـ/٢٠٠٤م
(٤٨)سيرة عمر بن عبدالعزيز لأبى محمد عبدالله بن عبدالحكم، تعليق: أحمد عبيد، عالم الكتب، الطبعة السادسة
(٤٩)شذرات الذهب فى أعيان من ذهب، ابن العماد الحنبلى، دار المسيرة، بيروت
(٥٠)شرف أصحاب الحديث، للحافظ أحمد بن على الخطيب البغدادى، تحقيق: عمرو عبدالمنعم سليم، مكتبة ابن تيمية، القاهرة، ١٤٢٨هـ/٢٠٠٧م
(٥١)شكيب أرسلان- داعية العروبة والإسلام، أحمد الشرباصى، المؤسسة المصرية العلمية
(٥٢)الشيخ أحمد الحارون سيرته وكراماته، محمد عبدالرحيم، دار الإيمان، دمشق
(٥٣)صحيح ابن خزيمه، لأبى بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة النيسابورى (م٣١١هـ) تحقيق: د.محمد مصطفى الأعظمى، المكتب الإسلامى ، الطبعة الثالثة، ١٤٢٤/ ٢٠٠٣م
(٥٤)صحيح ابن حبان (الإحسان فى تقريب صحيح ابن حبان) - للإمام محمد بن حبان التميمى البستى (م٣٥٤)، تحقيق: شعيب الأرنؤوط، الطبعة الأولى ١٤٨٠هـ/١٩٨٨م، مؤسسة الرسالة ، بيروت

www.abulhasanalinadwi.org

(٥٥)صحيح البخاري للإمام محمد بن اسماعيل البخاري (م٢٥٦)۔مكتبة الرشد، الرياض۔ الطبعة الأولى ١٤٢٦هـ/ ٢٠٠٥م
(٥٦)صحيح مسلم للإمام مسلم بن الحجاج القشيري (م٢٦١)۔ مكتبة الرشد، الرياض۔ الطبعة الأولى ١٤٢٦هـ/ ٢٠٠٥م
(٥٧)صفحات من صبر العلماء على شدائد العلم والتحصيل، عبدالفتاح أبو غدة، اتحاد بك دبو، ديوبند
(٥٨)صيد الخاطر، لأبي الفرج عبدالرحمن بن علي ابن الجوزي (م٥٩٧هـ) تحقيق: عامر بن علي ياسين، دار ابن خزيمة، الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ/١٩٩٧م
(٥٩)الضوء اللامع في أعيان القرن التاسع، محمد بن عبدالرحمن السخاوي (م٩٠٢هـ) دار مكتبة الحياة، بيروت-لبنان
(٦٠)طبقات الشافعية الكبرى، تاج الدين السبكي، تحقيق: محمود محمد الطناحي وعبدالقادر الحلو، مطبعة عيسى البابي الحلبي، القاهرة،١٩٦٥م
(٦١)طبقات الشافعية لابن قاضي شهبة، تحقيق: عبدالعليم خان، عالم الكتب، بيروت ١٩٨٧م
(٦٢)طبقات الصوفية لأبي عبدالرحمن محمد بن الحسين السلمي(م٤١٢هـ) تحقيق: مصطفى عبدالقادر عطا، دارالكتب العلمية، بيروت-لبنان، الطبعة الثانية ١٤٢٤هـ٢٠٠٣م
(٦٣)عبدالحميد بن باديس- العالم الرباني والزعيم السياسي،مازن صلاح مطبّقاني،دارالقلم،دمشق، الطبعة الأولى١٤١٠هـ/١٩٨٩م
(٦٤)عبقرية عبدالله عباس الندوي،قمر شعبان الندوي،مجمع البحث العلمي،الهند، الطبعة الأولى ١٤٣٠هـ/٢٠٠٩م
(٦٥)العز بن عبدالسلام-سلطان العلماء وبائع الملوك، الداعية، المصلح القاضي،الفقيه، الأصولي، المفسر، للدكتور محمد الزحيلي، دار القلم، دمشق، الطبعة الأولى١٤١٢هـ/ ١٩٩٢م
(٦٦)عمل اليوم والليلة، لابن السني(أبي بكر أحمد بن محمد بن إسحاق الدينوري) م٣٦٤، تحقيق:حامد احمد الطاهر۔ المكتب الثقافي۔ القاهرة۔ ١٤٢٥-٢٠٠٤م
(٦٧)العسجد المسبوك والجوهر المحكوك في طبقات الخلفاء والملوك،

www.abulhasanalinadwi.org

الـمـلك الأشـرف الـغسـانـى، تحقيق: شاكر عبدالمنعم، دار البيان، بغداد-دار التراث الإسلامى بيروت ١٣٩٥هـ/١٩٧٥م
(٦٨)علـمـاء الشـام فـى القرن العشرين وجهودهم فى إيقاظ الأمة والتصدى لـلتيـارات الـوافـدة، مـحمد حامد الناصر، دارالمعالى، عمّان-الأدرن، الطبعة الأولى ١٤٢٤هـ/ ٢٠٠٣م
(٦٩)علـمـاء العربية ومساهماتهم فى الأدب العربى فى العهد الآصف جاهى، د. مـحـمـد سـلـطـان محى الدين، الجامعة النظامية حيدر آباد، الطبعة الأولى ١٤٢٦هـ/٢٠٠٥م
(٧٠)علماء ومفكرون عرفتهم، محمد المجذوب، دار الاعتصام، القاهرة
(٧١)عيـون الأنبـاء فى طبقات الأطباء لابن أبى أصيبعة، تحقيق: نزار رضا، دار مكتبة الحياة، بيروت، ١٩٦٥م
(٧٢)فتـح البارى بشرح صحيح البخارى، لابن حجر (م٨٥٢)ـ تحقيق: نضر محمد الفاريابى ـ دار طيبة، الرياض ـ الطبعة الأولى:١٤٢٧-٢٠٠٦م
(٧٣)فـوات الـوفيـات، مـحـمد بن شاكر الكتبى، تحقيق: إحسان عباس، دار صادر، بيروت
(٧٤)فتـوح الـغيـب لـلشيـخ عبـد القادر الجيلانى، ضبطه ووثقه محمد سالم البواب، دارالألباب، دمشق
(٧٥)قصص النبيين، الجزء الثالث، دار الكتب العربى، مصر
(٧٦)قـصـص من التاريخ، على الطنطاوى، دار المنارة، جدة، الطبعة الخامسة، ١٤١٢هـ/ ١٩٩١م
(٧٧)قـلائـد الـجـواهـر فـى مـناقـب الشيخ عبد القادر، محمد يحيى التادفى الحنبلى، المطبعة العثمانية، مصر ١٣٠٣هـ
(٧٨)الـكـامـل فـى التـاريـخ، ابـن الأثيـر الـجـزرى (م٦٣٠هـ) تحقيق: عمر عبـدالسـلام تـدمـرى، دار الـكتـاب الـعربـى، بيـروت، الـطبـعة الأولـى ١٤٧١هـ/١٩٩٧م
(٧٩) كتاب الشريعة للآجرى (أبى بكر محمد بن الحسين الآجرى الشافعى) جمعية إحياء التراث الإسلامى، الكويت،الطبعة الأولى،١٤٢١هـ/٢٠٠٠م
(٨٠) كشف الـخـفـاء و مـزيـل الإلبـاس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الـنـاس ، إسـمـاعيـل بـن محمد العجلونى (م١١٦٢هـ)، دار الكتب العلمية،

www.abulhasanalinadwi.org

بيروت ١٤٢٢هـ/٢٠٠١م
(٨١) كشف الظنون عن أسامى الكتب والفنون ، حاجى خليفه (م١٠٦٧هـ) دار الفكر ١٤٠٣هـ ١٩٨٢م
(٨٢)الكواكب الدرية فى السيرة النورية(تاريخ السلطان نور الدين محمود بن زنكى)، بدر الدين ابن قاضى شهبة(م٨٧٤هـ)، تحقيق: الدكتور محمود زايد، دار الكتاب الجديد، بيروت-لبنان، الطبعة الأولى ١٩٧١م
(٨٣)مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، نورالدين على بن أبى بكر الهيثمى، (م٨٠٧ هـ) دار الكتب العلمية، بيروت-١٤٠٨-١٩٨٨م
(٨٤)محمد تقى العثمانى - القاضى الفقيه والداعية الرحالة، لقمان حكيم، دارالقلم، دمشق، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ/٢٠٠٢م
(٨٥)محمد يوسف موسى - الفقيه الفيلسوف والمصلح المجدد، د.محمد الدسوقى، دارالقلم دمشق، الطبعة الأولى ١٤٢٤هـ/٢٠٠٣م
(٨٦)مختارات من أدب العرب، أبوالحسن على الحسنى الندوى، دار ابن كثير، دمشق، ١٤٢٠هـ/١٩٩٩م
(٨٧)مختصر قيام الليل لمحمد بن نصر المروزى (م٢٩٤)، اختصار: تقى الدين احمد بن عبدالقادر المقريزى (م٨٤٥)، تعليق: محمد حسن محمد حسن إسماعيل، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٥هـ- ٢٠٠٤م
(٨٨)مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح لعلى بن سلطان القارى (م١٠١٤هـ) تحقيق: جمال عيتانى، دار الكتب العلمية، بيروت- لبنان ١٤٢٢-٢٠٠١م
(٨٩)مريم جميلة، ذاكر الأعظمى، دار القلم دمشق، ١٤٣١هـ/٢٠١٠م
(٩٠)المستدرك على معجم المؤلفين، عمر رضا كحالة، مؤسسة الرسالة،بيروت، الطبعة الثانية، ١٤٠٨هـ/١٩٨٨م
(٩١)المسلمون فى الهند، أبوالحسن على الحسنى الندوى، المجمع الإسلامى العلمى، لكهنؤ
(٩٢)مسند أحمد، لأحمد بن حنبل الشيبانى (م٢٤١هـ)،النسخة الميمنية
(٩٣)مسند البزار، أبو بكر أحمد بن عمرو بن الخالق البزار- تحقيق:د. محفوظ الرحمن زين الله- مكتبة العلوم والحكم بالمدينة المنورة- الطبعة الأولى:١٤٠٩-١٩٨٨م

www.abulhasanalinadwi.org

(٩٤)مسند الشاميين، للإمام الطبراني(أبي القاسم سليمان بن أحمد (م٣٦٠هـ)، تحقيق: حمدي عبدالمجيد السلفي، مؤسسة الرسالة، بيروت-لبنان، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ/١٩٨٩م
(٩٥)مشكاة المصابيح، محمد بن عبدالله الخطيب التبريزي، تحقيق: الألباني، المكتب الإسلامي، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٥هـ-١٩٨٥م
(٩٦)مصطفى السباعي- الداعية المجدد، عدنان محمد زرزور، دارالقلم، دمشق ٢٠٠٠م
(٩٧)مصطفى السباعي- الداعية الرائد، والعالم المجاهد، عبدالله محمود الطنطاوي، دارالقلم، دمشق ٢٠٠١م
(٩٨)المعاصرون، محمد كرد على، دار صادر، بيروت، الطبعة الثانية ١٤١٣هـ/ ١٩٩٣م
(٩٩)معالم السنن-شرح سنن أبي داؤد، للإمام أبي سليمان حمد بن محمد الخطابي (م٣٨٨هـ)المكتبة العلمية، بيروت،الطبعة الثالثة ١٤٠١هـ-١٩٨١م
(١٠٠)معجم الأدباء، ياقوت الحموى، دار الفكر الطبعة الثالثة، ١٤٠٠هـ-١٩٨٠م
(١٠١)معجم المؤلفين، عمر رضا كحالة، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الثانية، ١٤١٤هـ/١٩٩٣م
(١٠٢)مقدمة ابن خلدون، عبد الرحمن بن خلدون-تحقيق الدكتور على عبدالواحد وافي، دار نهضة مصر للطبع والنشر، الفجالة، القاهرة
(١٠٣)من أعلام الدعوة والحركة الإسلامية المعاصرة، عبدالله العقيل، دارالتوزيع، القاهرة، الطبعة الثالثة ١٤٢٦هـ/٢٠٠٥م
(١٠٤)المنهج الأحمد فى تراجم أصحاب الامام أحمد لابى اليمن عبدالرحمن بن محمد العليمي المقدسي الحنبلي(م٩٢٨هـ) تحقيق: مصطفى عبدالقادر أحمد عطا، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ/١٩٩٩م
(١٠٥)المنتظم فى تواريخ الملوك والأمم، لابن الجوزى، تحقيق:د.سهيل زكار، دار الفكر، بيروت ١٤١٥هـ/ ١٩٩٥ء
(١٠٦)موسوعة أعلام القرن الرابع عشر والخامس عشر الهجرى فى العالم العربي والإسلامى، إبراهيم بن عبدالله الحازمى، دار الشريف، الرياض، الطبعة

www.abulhasanalinadwi.org

الأولى ١٤١٩هـ
(١٠٧)الموضوعات الكبرى (موضوعات كبير) على القارى، محمد سعيد اينڈ سنز، كراچى :
(١٠٨)موطأ للإمام مالك بن أنس (م١٧٩) ـ تحقيق:محمد فؤاد عبدالباقى، دار الحديث، القاهرة، ١٤٢٥هـ-٢٠٠٤م
(١٠٩)نثر الجواهر والدرر فى علماء القرن الرابع عشر وبذيله عقد الجوهر فى علماء الربع الأول من القرن الخامس عشر، إعداد: يوسف المرعشلى، دار المعرفة، بيروت- لبنان، الطبعة الأولى ١٤٢٧هـ/ ٢٠٠٦م
☆نزهة الخواطر- الإعلام بمن فى تاريخ الهند من الأعلام
(١١٠)نفح الطيب من غصن الأندلس الرطيب، المقريزى، تحقيق: إحسان عباس، دارصادر، بيروت ١٣٨٨هـ/١٩٦٨م
(١١١)نفحات الإيمان بين صنعاء وعمان، أبوالحسن على الحسنى الندوى، المجمع الإسلامى العلمى لكناؤ، ١٤٠٤هـ/١٩٨٤م
(١١٢)نفحة العنبر فى حياة إمام العصر الشيخ أنور، محمد يوسف البنورى، المجلس العلمى، كراتشى، ١٩٦٩م
(١١٣)النهضة الإسلامية فى سير أعلامها المعاصرين،محمد رجب البيومى، دارالقلم، دمشق، ١٤١٥هـ/١٩٩٥م
(١١٤)نور الدين محمود-سيرة مجاهد صادق، د.حسين مونس، الشركة العربية للطباعة والنشر، القاهرة، ١٣٧٨هـ/١٩٥٩م
(١١٥)النور السافر عن أخبار القرن العاشر، عبدالقادر بن شيخ بن عبدالله العيدروس(١٠٣٨هـ) تحقيق: د.أحمد حالو وآخرون، دار صادر، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٧هـ/٢٠٠٦م
(١١٦)هدي الساري مقدمة فتح البارى لابن حجر العسقلانى، تحقيق: أبوقتيبة نظر محمد الفاريابى، دار طيبة، الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٧هـ/ ٢٠٠٦م
(١١٧)وجيز الكلام فى الذيل على دول الإسلام، شمس الدين السخاوى، تحقيق: د.بشار عواد معروف وآخرون، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٦هـ/ ١٩٩٥م
(١١٨)وفيات الأعيان، لابن خلكان، تحقيق: إحسان عباس، دار صادر بيروت، ١٣٩٧هـ/ ١٩٧٧م

www.abulhasanalinadwi.org

اردو و فارسی

(آ-ا)

(۱۱۹) آب حیات، محمد حسین آزاد، اتر پردیش اردو اکیڈمی، لکھنؤ، ۱۹۹۳ء

(۱۲۰) آپ بیتی، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی، مکتبہ شیخ زکریا، مفتی اسٹریٹ، سہارنپور

(۱۲۱) آپ بیتی، مولانا عبدالماجد دریابادی، مکتبۃ الشباب العلمیہ لکھنؤ، ۲۰۱۰ء

(۱۲۲) آپ بیتی، سید امیر علی، ترجمہ: جمیل نقوی، مکتبۂ اسلوب کراچی، ۱۹۸۴ء

(۱۲۳) آپ کون ہیں؟ کیا ہیں؟ اور آپ کی منزل کیا ہے؟ مولانا محمد منظور نعمانی، الفرقان بک ڈپو، لکھنؤ ۲۰۰۸ء

(۱۲۴) آثار آل احمد سرور، مرتب: ڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاری، خدا اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۲۰۰۴ء

(۱۲۵) آثار رحمت، امداد صابری، دہلی ۱۹۶۶ء

(۱۲۶) آثار الصنادید، سر سید احمد خاں، اردو اکادمی، دہلی، ۲۰۰۰ء

(۱۲۷) ابقاء المنن (خودنوشت سوانح نواب سید صدیق حسن خان) تلخیص و تسہیل: مولانا خالد سیف، دار الدعوۃ السلفیہ، لاہور، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۶ء

(۱۲۸) ابوالکلام آزاد- احوال و آثار، مرتبہ مسعود الحسن عثمانی، مولانا آزاد میموریل اکیڈمی، لکھنؤ، ۱۹۷۷ء

(۱۲۹) اٹھارہ سو ستاون کے مجاہد، غلام رسول مہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور (اشاعت چہارم) ۱۹۸۲ء

(۱۳۰) احکامِ عالم گیری، حمید الدین خاں، اردو ترجمہ، مولوی خالد حسن قادری، لندن، مکتبۃ الحسنات، دہلی، ۲۰۰۵ء

(۱۳۱) احوال العارفین، غلام فرید، نذیر سنز پبلیشرز، لاہور۔ ۱۹۷۹ء

(۱۳۲) اردو دائرۃ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور

(۱۳۳) ارکان اربعہ، مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ،

www.abulhasanalinadwi.org

(۱۳۴)اشرف السوانح، خواجہ عزیز الحسن مجذوب وعبد الحق، مطبع نامی لکھنؤ، ۱۳۵۵ھ
(۱۳۵)اصحاب علم وفضل، محمد تنزیل الصدیقی الحسینی، اصلاح المسلمین پبلشرز، کراچی ۲۰۰۵ء
(۱۳۶)اکبر نامہ، مولانا عبد الماجد دریابادی، مرتبہ محمد ہاشم قدوائی، ادارۂ انشائے ماجدی، کلکتہ ۲۰۰۸ء
(۱۳۷)اکمل التاریخ، محمد یعقوب ضیاء قادری بدایونی، بدایوں۔ ۱۹۱۶ء
(۱۳۸)الانور، عبد الرحمٰن کوندو، ندوۃ المصنفین، دہلی
(۱۳۹)الحاج محی الدین منیری- حیات وخدمات، مرتب: محمد الیاس ندوی، مولانا ابوالحسن ندوی اسلامک اکیڈمی، بھٹکل، ۲۰۰۲ء
(۱۴۰)الغزالی، علامہ شبلی نعمانی، دار المصنفین، اعظم گڑھ
(۱۴۱)المرتضیٰ، مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ (طبع ششم) اکتوبر ۲۰۰۸ء
(۱۴۲)امام اہل سنت مولانا عبد الشکور صاحب فاروقی لکھنوی- حیات وخدمات، عبد الحی فاروقی، مکتبہ فاروقیہ، دریائی ٹولہ لکھنؤ ۲۰۰۰ء
(۱۴۳)امت کی بقا اور عقیدۂ خدمت نبوت، مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ (طبع دوم) ۲۰۰۸ء
(۱۴۴)امداد المشتاق، مولانا اشرف علی تھانوی۔ ضمیمہ از مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی، مکتبہ برھان، دہلی۔ ۱۹۸۱ء
(۱۴۵)امیر نامہ، بساون لال شاداں، ترجمہ (از فارسی) سید سعید احمد، مطبع احمدی، ٹونک، ۱۲۹۹ھ
(۱۴۶)انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج زوال کا اثر، مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ
(۱۴۷)انفاس امدادیہ، پروفیسر لطف اللہ، ادارہ نشر المعارف، کراچی، ۱۹۹۵ء
(۱۴۸)اودھ میں افتاء کے مراکز اور ان کی خدمات (انیسویں اور بیسویں صدی میں) ڈاکٹر اشتیاق احمد اعظمی، دار العلوم مئوناتھ بھنجن، یوپی، ۲۰۰۹ء
(۱۴۹)ایک شخص- ایک کارواں، مرتبہ مجیب الرحمٰن شامی، مرکزی مکتبۂ اسلامی، نئی دہلی
(۱۵۰)ایک مجاہد معمار، مولانا محمد سلیم کیرانوی مکی، مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ

www.abulhasanalinadwi.org

(ب-پ)

(۱۵۱) برصغیر پاک وہند میں علمائے اہل حدیث کے علمی کارنامے، عبدالرشید عراقی، علم وعرفان پبلشرز، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۱ء

(۱۵۲) بزمِ اشرف کے چراغ، پروفیسر احمد سعید، مصباح اکیڈمی، جامعہ اشرفیہ، لاہور (طبع دوم) ۱۹۹۲ء

(۱۵۳) بزمِ ارجمنداں، محمد اسحاق بھٹی، الکتاب انٹرنیشنل، نئی دہلی، ۲۰۰۲ء

(۱۵۴) بزمِ خوش نفساں، شاہد احمد دہلوی، مرتبہ جمیل جالبی، مکتبۂ اسلوب کراچی، ۱۹۸۵ء

(۱۵۵) بزمِ رفتگاں (اول) سید صباح الدین عبدالرحمٰن، مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی، ۱۹۸۱ء

(۱۵۶) بزمِ رفتگاں (دوم) سید صباح الدین عبدالرحمٰن، دارالمصنفین، اعظم گڑھ

(۱۵۷) بزمِ صوفیہ، سید صباح الدین عبدالرحمٰن، دارالمصنفین، اعظم گڑھ

(۱۵۸) بوستاں مترجم، شیخ سعدی، مترجمۂ مولانا جعفر علی صاحب، مقدمہ ونظر ثانی: ڈاکٹر محمد عبدالاحد خان خلیل، مطبع نول کشور لکھنؤ، ۱۹۷۹ء

(۱۵۹) بیسویں صدی کے اردو مصنفین (نصف اول) سنجیدہ خاتون، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۸ء

(۱۶۰) پرانے چراغ (اول ودوم) مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، مکتبۂ فردوس، مکارم نگر لکھنو

(۱۶۱) پرانے چراغ (سوم، اضافہ شدہ) مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، مکتبۂ فردوس، مکارم نگر لکھنو-مکتبۃ الشباب العلمیہ لکھنؤ، ۲۰۱۰ء

(۱۶۲) پسِ مرگ زندہ، از مولانا نور عالم امینی، ادارۂ علم وادب، افریقی منزل قدیم، دیوبند (تیسرا ایڈیشن) جون ۲۰۰۲ء

(ت،ث)

(۱۶۳) تاریخ اخلاق یورپ، ڈریپر، ترجمہ مولانا عبدالماجد دریابادی، نول کشور پریس لکھنؤ، ۱۹۱۷ء

(۱۶۴) تاریخ ٹیپو سلطان، محب الحسن، ترجمہ حامد اللہ افسر وعتیق صدیقی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی (دوسرا ایڈیشن) ۱۹۹۸ء

www.abulhasanalinadwi.org

(۱۶۵) تاریخ جنگ آزادی ہند ۱۸۵۷ء، سید خورشید مصطفیٰ رضوی، رامپور رضا لائبریری، رامپور، ۲۰۰۱ء

(۱۶۶) تاریخ جنوبی ہند، محمود خان محمود بنگلوری، پبلشرز یونائیٹڈ (بک ڈپو) چوک انارکلی لاہور (بار دوم) ۱۹۴۷ء

(۱۶۷) تاریخ دعوت وعزیمت (حصہ اول) مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ

(۱۶۸) تاریخ دعوت وعزیمت (حصہ دوم) مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ

(۱۶۹) تاریخ دعوت وعزیمت (حصہ سوم) مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ

(۱۷۰) تاریخ دعوت وعزیمت (حصہ چہارم) مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ

(۱۷۱) تاریخ دعوت وعزیمت (حصہ پنجم) مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ

(۱۷۲) تاریخ سلطنت خداداد، محمود خاں محمود بنگلوری، ہمالیہ بک ہاؤس، دہلی، ۱۹۹۳ء

(۱۷۳) تاریخ شیراز ہند جونپور، سید اقبال احمد، ادارہ شیراز ہند، پبلشنگ ہاؤس، جونپور، ۱۹۶۳ء

(۱۷۴) تاریخ صحافت اردو، امداد صابری، دہلی

(۱۷۵) تاریخ ندوۃ العلماء اول، مرتبہٴ مولانا اسحاق جلیس ندوی، ودوم، مرتبہٴ مولانا شمس تبریز خان، مجلس صحافت ونشریات، ندوۃ العلماء لکھنؤ

(۱۷۶) تحریک آزادی میں علماء کا کردار (۱۸۵۷ء سے پہلے) فیصل احمد ندوی بھٹکلی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ (بار اول) جون ۲۰۰۳ء

(۱۷۷) تحریک اخوان المسلمین، ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ (بار اول) ۲۰۰۳ء

(۱۷۸) تحریک اہلِ حدیث تاریخ کے آئینے میں، مولانا قاضی محمد اسلم سیف، الکتاب انٹرنیشنل،

www.abulhasanalinadwi.org

جامعہ نگر، نئی دہلی، ۱۹۹۶ء
(۱۷۹) تحریک شیخ الہند، مولانا سید محمد میاں، مکتبہ جاوید، دیو بند، ۲۰۰۲ء
(۱۸۰) تذکرۂ ابوالوفاء، عبدالرشید عراقی، وحید پبلیکیشنز، گونڈہ، یوپی-الکتاب انٹرنیشنل، جامعہ نگر
، نئی دہلی، ۱۹۹۸ء
(۱۸۱) تذکرۂ اولیاے کشمیر، پیرزادہ عبدالخالق طاہری، شیخ محمد عثمان اینڈ سنز تاجرانِ کتب، سری
نگر، کشمیر، ۲۰۰۳ء
(۱۸۲) تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ حسنی، مولانا محمد الحسنی، سید احمد شہید اکیڈمی، راے بریلی،
۱۴۳۰ھ
(۱۸۳) تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ،
مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ، بار چہارم، ۲۰۰۰ء
(۱۸۴) تذکرۂ خاندانِ عزیزی، حکیم سید ظل الرحمٰن ندوی، شفاء الملک میموریل کمیٹی، دودھ پور، علی
گڑھ، ۱۹۷۸ء
(۱۸۵) تذکرۃ الرشید، مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، مکتبۃ الشیخ محلہ مفتی، سہارنپور
(۱۸۶) تذکرۂ سلیمان، غلام محمد بی-اے، ادارہ مجلس علمی، کراچی، ۱۹۶۰ء
(۱۸۷) تذکرۃ الشیخ مینا، شیخ رئیس الحسن صدیقی، درگاہ شاہ مینا لکھنؤ
(۱۸۸) تذکرہ علامہ شیخ محمد بن طاہر، سید ابوظفر ندوی، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۵۴ء
(۱۸۹) تذکرہ علماے اعظم گڑھ، مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی، جامعہ اسلامیہ بنارس، ۱۹۷۶ء
(۱۹۰) تذکرہ علماے بہار، ابوالکلام قاسمی شمسی، جامعہ اسلامیہ قاسمیہ بالاساتھ، سیتامڑھی، بہار،
۱۹۹۵ء
(۱۹۱) تذکرہ علماے پنجاب، اختر راہی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، باردوم، ۱۹۹۸ء
(۱۹۲) تذکرہ علماے فرنگی محل، مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی، لکھنؤ
(۱۹۳) تذکرہ علماے ہند، رحمٰن علی، مرتبہ ومترجمہ محمد ایوب قادری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی،
کراچی (اشاعت دوم) ۲۰۰۳ء
(۱۹۴) تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری، محمد اسحاق بھٹی، الکتاب انٹرنیشنل، جامعہ نگر، نئی دہلی،

www.abulhasanalinadwi.org

طبع اول ۲۰۰۷ء

(۱۹۵) تذکرۂ کاملان رامپور، احمد علی خاں شوق، خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۱۹۸۶ء

(۱۹۶) تذکرۃ الکرام، محمود احمد عباسی، محبوب المطابع برقی پریس دہلی، ۱۹۳۲ء

(۱۹۷) تذکرۂ ماہ وسال، مالک رام، مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۹۱ء

(۱۹۸) تذکرۂ مسلم شعرائے بہار، از حکیم سید احمد اللہ ندوی، کراچی

(۱۹۹) تذکرۂ معاصرین (اول)، مالک رام، مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۷۲ء

(۲۰۰) تذکرہ مولانا کرامت علی جونپوری، مولانا مجیب اللہ ندوی، سید احمد شہید اکیڈمی، رائے بریلی، (طبع دوم) ۲۰۰۹ء

(۲۰۱) تراجم علماء حدیث ہند، ابویحییٰ امام خاں نوشہروی، جید برقی پریس، دہلی ۱۹۳۸ء

ترجمان القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، ساہتیہ اکیڈمی، دہلی

(۲۰۲) تفسیر القرآن (تفسیر ماجدی)، مولانا عبدالماجد دریابادی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ

(۲۰۳) تقصار جیود الاحرار وتذکار جنود الابرار (فارسی) نواب صدیق حسن خان، مطبع شاہ جہانی، بھوپال، ۱۲۹۸ھ

(۲۰۴) تلامذۂ غالب، مالک رام، مرکز تصنیف وتالیف، نکودر، پنجاب

(۲۰۵) ثاقب لکھنوی حیات اور شاعری، ڈاکٹر نظر الحسنین خیال لکھنوی، لکھنؤ، ۱۹۸۴ء

(ج، چ)

(۲۰۶) جدید شعرائے اردو، ڈاکٹر عبدالوحید، فیروز سنز پرنٹرز پبلشرز، لاہور

(۲۰۷) جماعت مجاہدین، غلام رسول مہر، کتاب منزل، لاہور

(۲۰۸) جنرل محمد ضیاء الحق شخصیت اور کارنامے، ضیاء الاسلام انصاری، جنگ پبلشرز لاہور (اشاعت اول) اگست ۱۹۹۰ء

(۲۰۹) جنگ آزادی ۱۸۵۷ء- واقعات وشخصیات، محمد ایوب قادری، پاک اکیڈمی، کراچی

(۲۱۰) جنھیں میں نے دیکھا، کوثر نیازی، جنگ پبلشرز، سر آغا خان روڈ، لاہور (اشاعت اول) مارچ ۱۹۸۹ء

(۲۱۱) جوہر اوران کی شاعری، مولانا عبدالماجد دریابادی، خواجہ برقی پریس، دہلی

www.abulhasanalinadwi.org

(۲۱۲) چند تصویر بتاں، مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی، مرتب: پروفیسر مشیر الحق (ندوی) مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی (پہلی بار) ستمبر ۱۹۸۹ء

(ح، خ)

(۲۱۳) حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، محمد حسن نقشبندی مجددی، مطبع احسن المطابع، مراد آباد

(۲۱۴) حالی از مالک رام، ساہتیہ اکیڈمی، دہلی، ۱۹۹۵ء

(۲۱۵) حدائق الحنفیہ، فقیر محمد جہلمی، مطبع نول کشور لکھنؤ، ۱۸۶۸ء

(۲۱۶) حضرات القدس، شیخ بدرالدین سرہندی، ترجمہ وحواشی: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، دانش پبلشنگ کمپنی، نئی دہلی، ۱۹۹۹ء

(۲۱۷) حضرت مجدد الف ثانی، سید زوار حسین، ادارۂ مجددیہ، ناظم آباد، کراچی، ۱۹۸۳ء

(۲۱۸) حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی - اکابر ومشاہیر امت کی نظر میں، مرتبہ مولانا ممشاد علی قاسمی

(۲۱۹) حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت، مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ، ادارۂ اشاعت دینیات، نئی دہلی

(۲۲۰) حکمائے اسلام، مولانا عبدالسلام ندوی، دارالمصنفین، اعظم گڑھ

(۲۲۱) حکیم اجمل خان، ظفر احمد نظامی، پبلی کیشنز ڈویژن، وزارت اطلاعات ونشریات حکومت ہند (پہلی بار) مارچ ۱۹۸۸ء

(۲۲۲) حیات اجمل، قاضی محمد عبدالغفار، انجمن ترقی اردو

(۲۲۳) حیات اجمل، شفاء الملک حکیم رشید احمد خان، عالمی اردو مرکز، دہلی (اشاعت دوم) ۲۰۰۲ء

(۲۲۴) حیات اسماعیل (اسماعیل میرٹھی - حیات وخدمات) ڈاکٹر سیفی پریمی، مکتبہ جامعہ، دہلی، ۱۹۷۶ء

(۲۲۵) حیات اکبر الہ آبادی، سید عشرت حسین، بزم اکبر، کراچی

(۲۲۶) حیات امداد، محمد انوار الحسن شیرکوٹی، مدرسہ عربیہ اسلامیہ، نیوٹاؤن، کراچی، ۱۹۶۵ء

(۲۲۷) حیات امیر شریعت از جانباز مرزا، مکتبہ تبصرہ، لاہور، ۱۹۷۰ء

(۲۲۸) حیات انیس، امجد علی اشہری، مطبع آگرہ اخبار

www.abulhasanalinadwi.org

(۲۲۹) حیات باقیہ، مولانا رحیم بخش دہلوی، افضل المطابع، دہلی، ۱۳۳۲ھ

(۲۳۰) حیات جاوید، مولانا الطاف حسین حالی، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۹۰ء

(۲۳۱) حیات سعدی، مولانا الطاف حسین حالی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۷۰ء

(۲۳۲) حیات سلیمان، شاہ معین الدین احمد ندوی، دار المصنفین، اعظم گڑھ

(۲۳۳) حیات شبلی، علامہ سید سلیمان ندوی، دار المصنفین، اعظم گڑھ

(۲۳۴) حیات شیخ الہند از مولانا سید اصغر حسین، ادارۂ اسلامیات، لاہور (جدید ایڈیشن) ۱۹۷۷ء

(۲۳۵) حیات ظہور، مولانا محمد عبد الوحید فتحپوری، شعبۂ نشر واشاعت مدرسہ اسلامیہ فتحپور، یوپی

(۲۳۶) حیات عبد الباری، محمود حسن حسنی ندوی، مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ، ۲۰۰۹ء

(۲۳۷) حیات عبد الحی، مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی، اردو مراٹھی پبلی کیشنز، پونہ، ۱۹۸۸ء

(۲۳۸) حیات عثمانی، محمد انوار الحسن شیر کوٹی، مکتبہ دار العلوم، کراچی، ۱۹۸۵ء

(۲۳۹) حیات عمران، مسعود الرحمٰن خان ندوی، مکتبہ دین ودانش، بھوپال، ۱۹۹۵ء

(۲۴۰) حیات مولانا گیلانی، مفتی ظفیر الدین مفتاحی، مولانا یوسف اکیڈمی، بنارس، ۱۹۸۹ء

(۲۴۱) حیات ولی، محمد رحیم بخش دہلوی، المکتبۃ السّلفیہ، لاہور، ۱۹۵۵ء

(۲۴۲) خاقانی ہند ذوق دہلوی (معتبر کوائف اور مستند کلام)، کالی داس گپتا رضا، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی

(۲۴۳) خاندان شریفی-شخصیات ومعمولات طب، حکیم سید محمد کمال الدین حسین ہمدانی، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، ۲۰۰۱ء

(۲۴۴) خانوادہ علم اللّٰہی، مولانا محمد ثانی حسنی، ترتیب وپیشکش محمد حمزہ حسنی، سید احمد شہید اکیڈمی، دار عرفات، دائرہ شاہ علم اللہ، رائے بریلی (بار دوم) ۲۰۰۹ء

(۲۴۵) خزینۃ الاصفیاء (فارسی) غلام سرور لاہوری، مطبع ثمر ہند، لکھنؤ ۱۸۸۴ء

(۲۴۶) خفتگان خاک لاہور، پروفیسر محمد اسلم، ادارۂ تحقیقات پاکستان، لاہور، ۱۹۹۳ء

(۲۴۷) خفتگان کراچی، پروفیسر محمد اسلم، ادارۂ تحقیقات پاکستان، لاہور، ۱۹۹۱ء

(۲۴۸) خم خانۂ جاوید، لالہ سری رام دہلوی، مطبع نول کشور، لاہور، ۱۹۰۸ء

(۲۴۹) خواجہ باقی باللہ، مولانا نسیم احمد فریدی، مکتبہ الفرقان، لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

(۲۵۰) خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی، مولوی محمد تقی انور علوی کاکوروی، تکیہ کاظمیہ کاکوری، لکھنؤ

(۲۵۱) خواجہ معین الدین چشتی، سید صباح الدین عبدالرحمن، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ

(د-ڈ-ذ-ر)

(۲۵۲) دار العلوم دیو بند-ادبی شناخت نامہ، حقانی القاسمی، آل انڈیا تنظیم علمائے حق، نئی دہلی، ۲۰۰۶ء

(۲۵۳) دعوات عبدیت، مولانا اشرف علی تھانوی، مکتبہ تھانوی، مسافر خانہ، ایم اے جناح روڈ، کراچی

(۲۵۴) دعوت اسلام، ٹی-ڈبلیو-ارنلڈ، مترجم: ڈاکٹر شیخ محمد عنایت اللہ، محکمۂ اوقاف، حکومت پنجاب، لاہور، ۱۹۷۲ء

(۲۵۵) دو ہفتے ترکی میں، مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، مکتبۂ اسلام، گوئن روڈ، لکھنؤ، دوسرا ایڈیشن، ۱۴۲۲ھ

(۲۵۶) دہلی اور اس کے اطراف، مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی، مرتبہ صادقہ ذکی، اردو اکیڈمی، دہلی، ۱۹۸۸ء

(۲۵۷) دید و شنید، رئیس احمد جعفری، رئیس احمد اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۷ء

(۲۵۸) دیوان ظفر، بہادر شاہ ظفر، فرید بک ڈپو، نئی دہلی، ۲۰۰۲ء

(۲۵۹) ڈاکٹر ذاکر حسین (شخصیت اور کارنامے) مرتب: پروفیسر گوپی چند نارنگ، اردو اکیڈمی، دہلی، ۱۹۸۸ء

(۲۶۰) ڈاکٹر سید محمود از سید صباح الدین عبدالرحمن، دار المصنفین، ۱۹۷۲ء

(۲۶۱) ذکر جمیل (شخصی خاکے)، عارف عزیز، مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی، بھوپال

(۲۶۲) ذکر خیر (سیدہ خیر النساء بہتر) مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، مکتبۂ اسلام، گوئن روڈ، لکھنؤ، (بار پنجم) ۲۰۰۹ء

(۲۶۳) رجال اقبال، مرتبہ عبدالرؤف عروج، نفیس اکیڈمی، اردو بازار کراچی (طبع اول) ۱۹۹۸ء

(۲۶۴) رشحات از ملا علی بن حسین الکاشفی، نول کشور، کانپور، ۱۹۱۲ء

(۲۶۵) روداد چمن، مولانا محمد الحسنی، مکتبۂ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، ۱۹۷۶ء

www.abulhasanalinadwi.org

(۲۶۶) رود کوثر، شیخ محمد اکرام، تاج کمپنی، نئی دہلی، ۱۹۹۱ء

(۲۶۷) ریاست ٹونک کے چند علماء و فضلاء، الموسومہ انوار علم و عرفاں، حکیم سید محمد احمد، مولانا ابوالکلام آزاد عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، راجستھان، ٹونک، ۱۹۹۸ء

(س-ش)

(۲۶۸) سخن جوہر، مولانا محمد علی جوہر، مرتبہ اختر بستوی، اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ، پہلا ایڈیشن، جنوری ۱۹۸۳ء

(۲۶۹) سفرنامۂ اسپین و فلسطین، وحید الدین خان، الرسالہ، دہلی

(۲۷۰) سفرنامۂ شام، فیصل احمد ندوی بھٹکلی، ادارۂ احیاے علم و دعوت، لکھنؤ، ۲۰۰۵ء

(۲۷۱) سفرنامۂ لاہور و لکھنؤ (سفرنامۂ مولانا تھانوی) لملقب بہ الفصل للوصل، مرتبہ سید مقبول حسین وصل بلگرامی، المکتبۃ الاشرفیہ، جامعہ اشرفیہ، لاہور

(۲۷۲) سوانح حضرت مولانا ابرار الحق حقی، مولانا محمود الحسن حسنی ندوی، صدق فاؤنڈیشن لکھنؤ،

(۲۷۳) سوانح حضرت مولانا عبد القادر راے پوری، مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، مکتبہ اسلام، گوئن روڈ، لکھنؤ (بار چہارم ۱۹۹۴ء)

(۲۷۴) سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی، مولانا محمد ثانی حسنی، مکتبہ اسلام، گوئن روڈ، لکھنؤ (باراول) ۱۹۶۷ء

(۲۷۵) سوانح حیات سید العارفین شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری، ڈاکٹر لالی دین اخگر، مکتبۂ خدام الدین، لاہور، ۱۹۸۵ء

(۲۷۶) سوانح قاسمی، مولانا سید مناظر احسن گیلانی، دار العلوم دیوبند

(۲۷۷) سورج، چاند، ستارے، از عارف عزیز، مدھیہ پردیش اردو اکادمی، بھوپال، ۲۰۰۴ء

(۲۷۸) سو عہد ساز شخصیات از حمیر ہاشمی، محمد اسلم انصاری، ممتاز حسین نعیم، علم و عرفان پبلشرز، مئی ۲۰۰۱ء

(۲۷۹) سید احمد شہید، غلام رسول مہر، اشرف پریس لاہور

(۲۸۰) سید صباح الدین عبد الرحمٰن: حیات و کارنامے، ڈاکٹر خورشید عالم، احسان بک ڈپو، لکھنؤ، ۲۰۰۹ء

www.abulhasanalinadwi.org

(۲۸۱) سید عطاء اللہ شاہ بخاری - سوانح وافکار، شورش کاشمیری، مطبوعات چٹان، لاہور، ۲۰۰۴ء

(۲۸۲) سیر الاولیاء (فارسی)، مولانا سید مبارک علوی کرمانی، معروف بہ میر خورد، مطبع محبّ ہند، دہلی، ۱۳۰۲ء

(۲۸۳) سیر الاولیاء، اردو ترجمہ: غلام احمد بریاں، نظر ثانی: حکیم مہر محمد اقبال قادری، مشتاق بک کارنر، الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

(۲۸۴) سیرت اشرف، منشی عبدالرحمٰن خان، ادارۂ نشر المعارف، ملتان، ۱۹۵۶ء

(۲۸۵) سیرتِ بدر عالم، حافظ محمد اکبر شاہ بخاری (مع کتاب جواہر الحکم از مولانا بدرِ عالم) جے ایم ایڈورٹائزر، اردو بازار، لاہور، ۲۰۰۴ء

(۲۸۶) سیرت ثنائی، مولانا عبدالحمید سوہدروی، سوہدرہ، پنجاب

(۲۸۷) سیرت سلطان ٹیپو شہید، مولانا محمد الیاس ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ، ۱۹۹۷ء

(۲۸۸) سیرت سید احمد شہید، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (اضافہ شدہ) مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ (آٹھواں ایڈیشن) ۱۹۹۴ء

(۲۸۹) سیرت محمد علی، رئیس احمد جعفری، جامعہ برقی پریس، دہلی

(۲۹۰) سیرت مولانا سید محمد علی مونگیری، مولانا محمد الحسنی، مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

(۲۹۱) سیرت مولانا کرامت علی جونپوری، مولانا عبدالباطن جونپوری، کریمی پریس، الہ آباد، ۱۳۶۸ھ

(۲۹۲) شاہ معین الدین احمد ندوی - حیات وخدمات، ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی، ادبی ادارہ، اعظم گڑھ، یوپی، ۲۰۰۷ء

(۲۹۳) شرق اوسط کی ڈائری، مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، ترجمہ مولانا شمس الحق ندوی، مکتبۂ فردوس، لکھنؤ (اشاعت دوم) ۱۹۸۴ء

(۲۹۴) شعر العجم، علامہ شبلی نعمانی، دار المصنفین، اعظم گڑھ

(۲۹۵) شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی - ایک سوانحی وتاریخی مطالعہ، فرید الوجدی، قومی گھر، ذاکر نگر، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی، اول ۱۹۹۲ء

www.abulhasanalinadwi.org

(۲۹۶) شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری اور ان کے خلفاء، قاری فیوض الرحمٰن ایم-اے، پاکستان بک سینٹر، اردو بازار، لاہور
(۲۹۷) شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے حیرت انگیز واقعات، حاکم علم، بیت العلم، ایف ۱۴۲، کورنگی، کراچی، ۱۹۹۶ء

(ص-ض)

(۲۹۸) صباح الدین عبدالرحمٰن، محمد حامد خان، ساہتیہ اکیڈمی، نئی دہلی، ۱۹۹۱ء
(۲۹۹) صحبتے با اہل دل، مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، مکتبہ الفرقان (طبع پنجم) لکھنؤ
(۳۰۰) صدر یار جنگ، مولانا شمس تبریز خاں، مکتبۂ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، ۱۹۷۲ء
(۳۰۱) صوفی امیر خسرو، سید صباح الدین عبدالرحمٰن،، دارالمصنفین، اعظم گڑھ
(۳۰۲) ضمیمہ مقامات مظہری، شاہ عبدالغنی مجددی، ترجمہ محمد اقبال مجددی، اردو سائنس بورڈ لاہور، ۱۹۸۳ء
(۳۰۳) عظمت رفتہ، ضیاء الدین احمد برنی، ادارۂ علم وفن، کراچی، ۲۰۰۰ء
(۳۰۴) علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے، مولانا سید محمد میاں، الجمعیہ بک ڈپو، دہلی
(۳۰۵) عیسائیت- تجزیہ ومطالعہ، پروفیسر ساجد میر، دارالسلام، ریاض-لاہور
(۳۰۶) فتنۂ قادیانیت اور مولانا ثناء اللہ امرتسری از صفی الرحمٰن اعظمی، بنارس، ۱۹۷۹ء
(۳۰۷) فتوح الغیب مع ترجمہ اردو، رموز الغیب از مولوی محمد عالم قیصری کاکوروی مطبع گلشن ابراہیم لکھنؤ
(۳۰۸) فہرست تالیفات حکیم الامت، ڈاکٹر عبدالحی عارفی، تزئین واضافہ مولانا محمد عبداللہ میمن، مکتبۂ دارالعلوم کراچی، ۱۴۰۷ھ

(ق-ک، گ)

(۳۰۹) قادیانیت- تحلیل وتجزیہ، حضرت مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ (بار پنجم) ۲۰۱۱ء
(۳۱۰) قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، احوال وآثار وباقیات ومتعلقات، مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی، مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ

www.abulhasanalinadwi.org

(۳۱۱) قافلۂ اہلِ دل (حضرت شاہ غلام علی مجددی اپنے ملفوظات اور مکتوبات کے آئینے میں) مرتبہ مولانا نسیم احمد فریدی، الفرقان بک ڈپو، لکھنؤ، ۱۹۸۹ء
(۳۱۲) قرآنی مقالات مولانا سید صبغۃ اللہ بختیاری، مرتب: سید کمال اللہ بختیاری ندوی (زیر طبع)
(۳۱۳) کاروانِ ایمان وعزیمت، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مکتبہ اسلام لکھنؤ، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء
(۳۱۴) کاروانِ رفتہ، مولانا اسیرادروی، دارالمولفین، دیوبند (طبع اول) ۱۹۹۴ء
(۳۱۵) کاروانِ زندگی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، مکتبۂ اسلام لکھنؤ
(۳۱۶) کاروانِ مدینہ، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ
(۳۱۷) کالا پانی، مولانا جعفر تھانیسری،
(۳۱۸) کاملانِ تھانیسر، ڈاکٹر محمد عامر الصمدانی القاسمی، مرکز ادب وتحقیق اسلامی، علی گڑھ، ۲۰۰۳ء
(۳۱۹) کلام صوفی، سید محمد عبدالرب صوفی، مرتب: محمد یونس صدیقی، مجلس دعوۃ الحق، کڈی اتر گجرات، ۱۹۷۸ء
(۳۲۰) کلیات اقبال (اردو) علامہ اقبال، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی (طبع سوم) ۱۹۹۴ء
(۳۲۱) کلیات اقبال (فارسی) شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، حیدرآباد، کراچی (اشاعت چہارم) ۱۹۸۱ء
(۳۲۲) کلیات مومن، حکیم محمد مومن خان مومن دہلوی، کتابی دنیا، دہلی (عکسی ایڈیشن) ۲۰۰۳ء
(۳۲۳) کلید بابِ رحمت، خیر النساء بہتر، مکتبۂ اسلام، گوئن روڈ لکھنؤ (بار پنجم)
(۳۲۴) گل رعنا، مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی، دارالمصنفین اعظم گڑھ
(۳۲۵) گنج ہائے گراں مایہ، رشید احمد صدیقی، مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۸۷ء

(م-ن)

(۳۲۶) مآثر صدیقی موسوم بہ سیرت والا جاہی (سوانح نواب صدیق حسن خاں)، نواب علی حسن خاں، مطبع نول کشور لکھنؤ، ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء
(۳۲۷) محمد علی - ذاتی ڈائری کے چند ورق، مولانا عبدالماجد دریابادی، صدق فاؤنڈیشن، لکھنؤ، ۲۰۰۳ء
(۳۲۸) محی الدین ابن عربی - حیات وآثار، ڈاکٹر محسن جہانگیری، ترجمہ احمد جاوید وسہیل، ادارۂ

www.abulhasanalinadwi.org

ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۸۹ء

(۳۲۹) مخزن احمدی، سید محمد علی، مطبع مفید عام، آگرہ، ۱۲۹۹ھ

(۳۳۰) مختصر تذکرہ حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی، مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی، مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ (ضلع مظفر نگر، یوپی) ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء

(۳۳۱) مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری - احوال وافکار، سید ضمیر الدین احمد، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۴ء

(۳۳۲) مردِ مومن، عبد الحمید خان، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور (باردوم) فروری ۱۹۶۴ء

(۳۳۳) مرزا مظہر جان جاناں اور ان کا کلام، عبد الرزاق قریشی، دار المصنفین، اعظم گڑھ، ۱۹۷۹ء

(۳۳۴) مرزا مظہر جان جاناں، ان کا عہد اور اردو شاعری، ڈاکٹر سید مبارک علی نقشبندی، مکتبہ جامعہ، دہلی

(۳۳۵) مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں، مرتب: مولانا محمد عمران خاں ندوی، ترتیب جدید وحواشی: فیصل احمد بھٹکلی ندوی، ادارۂ احیائے علم ودعوت، لکھنؤ، ۲۰۰۴ء

(۳۳۶) مشاہیر علمائے دیوبند، ڈاکٹر حافظ فیوض الرحمٰن ایم - اے، مکتبہ عزیزیہ، لاہور ۱۹۷۶ء

(۳۳۷) مصنفین اردو، از سید زوار حسین، حالی پبلشنگ ہاؤس، کتاب گھر، دہلی، ۱۹۳۹ء (سنہ تالیف)

(۳۳۸) معاصرین، مولانا عبد الماجد دریابادی، ادارۂ انشائے ماجدی، کلکتہ، ۱۹۹۵ء

(۳۳۹) معین الہند، ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، تاج پبلشرز، دہلی، ۲۰۰۱ء

(۳۴۰) مقالاتِ شروانی، نواب حبیب الرحمٰن خان شروانی، شروانی پرنٹنگ پریس، علی گڑھ

(۳۴۱) مقاماتِ مظہری، شاہ غلام علی، اردو ترجمہ وتحقیق محمد اقبال مجددی، اردو سائنس بورڈ، لاہور ۱۹۸۳ء

(۳۴۲) مفتی محمود ایک قومی راہنما، ترتیب: محمد فاروق قریشی، مفتی محمود اکیڈمی، پاکستان، کراچی

(۳۴۳) مفتی محمود سے ملئے، مرتبہ مولانا قطب الدین عابد، مفتی محمود اکیڈمی، پاکستان، کراچی

(۳۴۴) مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی، مرتبہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، کتب خانہ انجمن ترقی اردو، دہلی (طبع اول) ۱۹۵۲ء

www.abulhasanalinadwi.org

(۳۴۵) مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی۔ مطبع مجددی منشی نبی بخش، امرتسر، ۱۳۳۱ھ
(۳۴۶) مکتوبات شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری،
(۳۴۷) ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، ثروت صولت، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی،
(۳۴۸) مناقب الحضرات از خواجہ محمد امین بدخشی؛ خانقاہ فتحیہ آزاد کشمیر، ۲۰۰۲ء
(۳۴۹) منظورۃ السعداء فی احوال الغزاۃ والشہداء، مولانا سید جعفر علی نقوی۔ (قلمی) مخزونہ کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ
(۳۵۰) موازنہ انیس و دبیر، شبلی نعمانی، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ
(۳۵۱) مولانا ابوالکلام آزاد شخصیت اور کارنامے، مرتبہ خلیق انجم، اردو اکادمی، دہلی، ۱۹۸۶ء
(۳۵۲) مولانا ابوالکلام آزاد فکر ونظر کی چند جہتیں ضیاء الحسن فاروقی، مکتبہ جامعہ دہلی، ۱۹۹۴ء
(۳۵۳) مولانا انور شاہ کشمیری- حیات اور علمی کارنامے، ڈاکٹر قاری محمد رضوان اللہ، مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ، ۱۹۷۴ء
(۳۵۴) مولانا حسین علی (واں بچھراں) شخصیت، کردار، تعلیمات از میاں محمد الیاس، جمعیۃ اشاعت التوحید والسنہ، سرگودھا، پاکستان
(۳۵۵) مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور ان کے معاصرین، حکیم محمود احمد ظفر، تخلیقات، لاہور، ۲۰۰۷ء
(۳۵۶) مولانا سندھی کی سرگزشت کابل، مولانا عبداللہ لغاری، مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، دارالکتاب، لاہور، ۱۹۸۸ء
(۳۵۷) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی حیات وخدمات مختصر مختصر، احمد ابوسعید، حیدرآباد
(۳۵۸) مولانا ظفر علی خان- احوال وآثار، ڈاکٹر نذیر حسنین زیدی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۸۶ء
(۳۵۹) مولانا ظفر علی خان بحیثیت صحافی، ڈاکٹر نذیر حسنین زیدی، مکتبہ اسلوب، کراچی، ۱۹۸۵ء
(۳۶۰) مولانا عبیداللہ سندھی- حالات زندگی، تعلیمات اور سیاسی افکار، پروفیسر محمد سرور، سندھ ساگرا کادمی، لاہور، ۱۹۴۳ء
(۳۶۱) مولانا محمد علی- ایک مطالعہ، مرتبہ عبداللطیف اعظمی، علمی ادارہ، جامعہ نگر، نئی دہلی، ۱۹۸۰ء
(۳۶۲) مولانا محمد علی- شخصیت اور خدمات، مرتبہ سید نظر برنی، ادبی سنگم، جامعہ نگر، نئی دہلی،

www.abulhasanalinadwi.org

۱۹۷۶ء

(۳۶۳) مولانا محمود حسن حیات اور علمی کارنامے، اقبال حسن خاں، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۱۹۷۳ء

(۳۶۴) مولانا مفتی محمود - حیات وخدمات از نعیم آسی، مسلم اکادمی، وزیر پورہ سیالکوٹ

(۳۶۵) مومن شخصیت اور فن، ظہیر احمد صدیقی، غالب اکیڈمی، نظام الدین نئی دہلی، ۱۹۹۵ء

(۳۶۶) میری طالب علمی، مولانا محمد منظور نعمانی، الفرقان بک ڈپو، لکھنؤ، ۲۰۰۱ء

(۳۶۷) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، الفرقان بک ڈپو، لکھنؤ، ۲۰۱۰ء (تیرھواں ایڈیشن)

(۳۶۸) نثر نگارانِ اردو (اتر پردیش-۱) عرفان عباسی، لکھنؤ، ۱۹۹۱ء

(۳۶۹) نفحات الانس، مولانا عبدالرحمٰن جامی، مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ، ۱۹۱۵ء

(۳۷۰) نقش دوام، مولانا انظر شاہ، شاہ اکیڈمی، دیوبند

(۳۷۱) نقوش اقبال، مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، ترجمہ شمس تبریز خاں، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ (تیرھواں ایڈیشن) ۲۰۱۰ء

(۳۷۲) نقوش رفتگاں، مولانا محمد تقی عثمانی، دیوبند

(۳۷۳) نقوش بھوپال، مرتبہ ڈاکٹر رضیہ حامد و رفعت سلطان، باب العلم پبلی کیشنز، بھوپال، ۱۹۹۶ء

(۳۷۴) نقوش عظمت رفتہ، محمد اسحاق بھٹی، الکتاب انٹرنیشنل، طبع اول، اکتوبر ۲۰۰۳ء

(و-ہ-ی)

(۳۷۵) واقعات دار الحکومت دہلی، بشیر الدین احمد دہلوی، اردو اکادمی دہلی، ۱۹۹۵ء

(۳۷۶) وفیات ماجدی، مرتب: حکیم عبدالقوی دریابادی، ادارۂ انشائے ماجدی، کلکتہ، ۲۰۰۲ء

(۳۷۷) وفیات مشاہیر اردو، بشارت علی خاں فروغ، رامپور، ۲۰۰۰ء

(۳۷۸) وفیات مشاہیر بہار، مرتبہ ڈاکٹر سید شاہد اقبال، اپلائیڈ پبلی کیشنز پرائیوٹ لمیٹڈ، ۲۰۰۰ء

(۳۷۹) وفیات نامورانِ پاکستان، ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۲۰۰۶ء

(۳۸۰) وقائع احمدی، سید حیدر علی، (قلمی) مخزونہ کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ

(۳۸۱) ہمارے ذاکر صاحب، رشید احمد صدیقی، مکتبہ جامعہ، نئی دہلی، دوسری بار، ۱۹۸۵ء

www.abulhasanalinadwi.org

(۳۸۲)ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، مولانا سید مناظر احسن گیلانی، ندوۃ المصنفین، دہلی (تیسرا ایڈیشن) ۱۹۸۷ء

(۳۸۳)ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، مولانا سید مناظر احسن گیلانی، مکتبہ الحق جوگیشوری، بمبئی، ۲۰۰۷ء

(۳۸۴)یادرفتگاں، علامہ سید سلیمان ندوی، دارالمصنفین، اعظم گڑھ

(۳۸۵)یادرفتگاں از ماہر القادری، مرتبہ طالب الہاشمی، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی

(۳۸۶)یادرفتگاں (تذکرۂ انصار احمدیہ)، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

(۳۸۷)یادگار حالی، صالحہ عابد حسین، انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

(۳۸۸)یادگار سلف یعنی تذکرہ حضرت مولانا سید محمد امین حسینی، از نجم الدین اصلاحی، مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۳۸ء

(۳۸۹)یادگار غالب، حالی، اتر پردیش اکادمی لکھنؤ ۱۹۸۲ء

(۳۹۰)یارانِ کہن، عبدالمجید سالک، مطبوعات چٹان، لاہور

(۳۹۱)ید بیضاء (سوانح حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوری)، حامی عبیدی دین پوری، انجمن خدام الدین، لاہور

(۳۹۲)یوسف وزلیخا، از مولانا عبدالرحمٰن جامی، مطبع مصطفائی، ۱۳۱۶ھ

رسائل وجرائد

(۳۹۳)احوال وآثار (کاندھلہ) خصوصی شمارہ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب، مرتبہ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی

(۳۹۴)اردو بک ریویو (دہلی) شمارہ: جولائی- اگست ۲۰۰۲ء

(۳۹۵)اردو ڈائجسٹ، جنرل محمد ضیاء الحق نمبر

(۳۹۶)اکادمی (دوماہی) جگر مرادآبادی نمبر، شمارہ جنوری تا جون ۱۹۹۲ء، لکھنؤ

(۳۹۷)البعث الاسلامی، ندوۃ العلماء لکھنؤ متعدد شمارے

(۳۹۸)ماہنامہ البلاغ بمبئی، غریب نمبر، جلد: ۱۷، شمارہ: ۶، ستمبر ۱۹۶۷ء

(۳۹۹)ماہنامہ تدبر، لاہور خصوصی اشاعت مولانا امین احسن اصلاحی نمبر

www.abulhasanalinadwi.org

(۴۰۰)ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، اشاعت خاص بہ سلسلۂ یوم ولادت مولانا مودودی ۱۹۰۳ء-۲۰۰۳ء

(۴۰۱)تعمیر افکار، رائے بریلی، شمارہ: جولائی-ستمبر ۲۰۰۸ء

(۴۰۲)تعمیر حیات، مولانا شاہ معین الدین نمبر

(۴۰۳)تعمیر حیات، مولانا عبداللہ عباس نمبر

(۴۰۴)تعمیر حیات، دیگر متعدد شمارے

(۴۰۵)سہ ماہی حسن تدبیر، حکیم الامت نمبر

(۴۰۶)ماہنامہ خدام الدین لاہور، امام الاولیاء حضرت لاہوری نمبر

(۴۰۷)رفیق منزل خصوصی شمارہ، جلد:۴، شمارہ: ۱۱، اکتوبر ۱۹۹۱ء، مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی-حیات وخدمات، مدیر طارق فارقلیط

(۴۰۸)ماہنامہ عصمت دہلی، علامہ راشد الخیری نمبر، جولائی-اگست ۱۹۳۶ء

(۴۰۹)ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، مولانا محمد منظور نعمانی نمبر

(۴۱۰)ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، شاہ ولی اللہ نمبر

(۴۱۱)ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، وفیات نمبر

(۴۱۲)مجلّہ فکر ونظر، اسلام آباد، اکتوبر-دسمبر ۱۹۸۹ء، مضمون از مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی

(۴۱۳)سہ ماہی فکر ونظر، خصوصی اشاعت، ناموران علی گڑھ تیسرا کارواں، جلد دوم، ص:۴۳-۵۴

(۴۱۴)سہ ماہی، فکر ونظر، علی گڑھ، خصوصی شمارہ شخصیات، جلد: ۳۷، شمارہ: ۳، ۲۰۰۰ء

(۴۱۵)سہ ماہی فکر ونظر علی گڑھ، حالی نمبر

(۴۱۶)ماہ نامہ کتاب نما، خصوصی شمارہ: عبداللطیف اعظمی-حیات وخدمات

(۴۱۷) المسلمون، شعبان ۱۳۸۳ھ/ جنوری ۱۹۶۴ء

(۴۱۸)نقوش آپ بیتی نمبر

(۴۱۹)نقوش لاہور نمبر

(۴۲۰)نقوش شخصیات نمبر اول

(۴۲۱)نقوش شخصیات نمبر دوم

www.abulhasanalinadwi.org

اشاریہ

(INDEX)

مجالس حسنہ

یہ اشاریہ صرف اصل مجالس اور ان کی تمہید کے اعلام پر مشتمل ہے نیز مقدمہ اور ابتدائی مضامین کو بھی اس میں شامل کیا گیا ہے، بین القوسین کے نمبر کا مطلب یہ ہے کہ حواشی کے مذکورہ صفحے میں اس شخصیت کا حال یا کتاب کا تعارف درج ہے، البتہ حواشی کے اعلام ومقامات اور کتابوں وغیرہ کو اشاریے میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

(حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم: ۱۰۷، ۱۱۴، ۲۶۵، ۲۷۴، ۲۹۹، ۳۳۳، ۳۴۴، ۳۵۶، ۴۱۲، ۴۲۶، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۶، ۴۷۱، ۵۲۵، ۵۲۸، ۵۳۳، ۵۶۲، ۵۸۳، ۵۸۶، ۵۹۲، ۶۱۴، ۶۱۹، ۶۵۶، ۶۷۴

(آ-ا)

(سید) آدم بنوری: ۱۸۴، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۳ (۱۹۴) ۳۰۹، ۴۳۳

(پروفیسر) آرنلڈ: ۶۲۱ (۶۴۳)

آزاد صاحب = سید مسعود علی آزاد

(ڈاکٹر محمد) آصف قدوائی: ۲۳۷، (۲۳۹)

آل احمد سرور: ۲۸۱، (۲۸۶)

(حضرت ابان بن عثمان: ۳۶۸

(مولانا) ابرار الحق صاحب: (۳۰۱) ۴۳۸

(حضرت) ابراہیمؑ ۴۲۶، ۴۹۰، ۶۰۳

(حضرت) ابراہیمؓ (صاحبزادۂ رسول ﷺ): ۳۳۳، ۴۴۳

ابراہیم باشا: ۲۴۷، (۲۵۳)

(امام) ابن تیمیہ: ۱۲۸، ۲۷۹ (۲۸۵) ۳۴۸، ۳۹۹، ۴۵۴، ۵۴۰، ۶۰۷، ۶۸۷

(امام) ابن جوزی: (۶۶۸) ۶۶۹، ۶۷۱

ابن خلدون: ۳۳۵، ۵۷۷ (۵۷۸)

ابن خلکان: ۲۷۹ (۲۸۶)

ابن سینا: ۴۹۵ (۵۰۰)

ابن عربی: ۳۴۴ (۳۴۶) ۶۸۷

(امام) ابن قیم: ۲۷۹ (۲۸۵) ۳۴۸، ۶۸۷

(حضرت) ابن مسعودؓ: ۸۷، ۱۴۵

ابن المقفع: ۴۹۵ (۵۰۰)

ابو اسحاق الصابی: ۴۹۵ (۵۰۰)

(مولانا سید) ابو الاعلیٰ مودودی: ۱۲۹، ۱۳۰ (۱۳۱) ۲۱۹، ۲۶۵، ۲۹۵، ۳۲۲، ۳۸۵، ۴۶۱، ۴۸۸، ۵۹۴، ۶۶۰

(حضرت) ابو ایوب انصاریؓ: ۵۵۵

(حضرت) ابو بکرؓ: ۸۳، ۱۰۵، ۱۲۹، ۳۶۷، ۳۶۸، ۴۵۰، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۶، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۶، ۶۹۳، ۶۹۴

(مولانا) ابو بکر محمد شیث فاروقی: ۵۵۳ (۵۵۴)

(مولانا سید) ابو بکر حسنی: ۹۰، ۱۴۲ (۱۴۶) ۳۵۳، ۴۳۱، ۴۴۵، (۴۴۶)، ۴۴۷، ۵۲۸

ابو بکر الخوارزمی: ۴۹۵، (۵۰۰)

ابو تمیم انصاری: ۳۰۹

(امام) ابو الحسن اشعری: ۵۴۰ (۵۴۲)

(مولانا سید) ابو الحسن علی حسنی ندوی: ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۲۹، ۱۴۲، ۱۵۰، ۱۷۲، ۱۸۱، ۲۰۸، ۲۱۲، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۹، ۲۳۳، ۳۱۲، ۳۱۹، ۳۳۲، ۳۷۲، ۴۱۶، ۴۱۸، ۴۳۶، ۵۳۲، ۵۵۳، ۵۵۵، ۵۶۹، ۵۷۶، ۵۸۲، ۶۶۴، ۶۶۶، ۶۹۲

(امام) ابو حنیفہ: ۶۶۴ (۶۶۵)

ابو حیان توحیدی: ۲۶۰ (۲۶۲)

(حضرت) ابو درداء: ۷۴

ابو رزین: ۷۰، ۷۱، ۵۱۶

(شاہ) ابو سعید حسنی: ۲۵۱ (۲۵۵) ۲۶۴، ۳۶۲

(حضرت) ابو سعید خدریؓ: ۷۰

www.abulhasanalinadwi.org

(حضرت) ابوسفیانؓ: ۱۲۰، ۱۴۰، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴
(حضرت) ابوطلحہؓ: ۳۵۶
ابوالعباس بن عطاء: ۶۷
ابوالعتاہیہ: ۲۵۹ (۲۶۲)
ابوالفضل: ۲۱۰ (۲۱۷)
(مولانا) ابوالکلام آزاد: ۱۲۳ (۱۲۸) ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۷، ۱۶۳، ۱۶۴، ۲۰۳، ۳۱۶، ۳۷۸، ۵۱۱، ۵۷۳، ۶۱۰، ۶۱۱
(مولانا) ابواللیث اصلاحی ندوی: ۲۰۹ (۲۱۶) ۳۴۳، ۴۹۳
(سید) ابواللیث حسنی: ۲۶۴ (۳۶۶)
(حضرت) ابوموسیٰ الاشعریؓ: ۶۹
(حضرت) ابوہریرہؓ: ۶۷، ۱۶۹، ۳۲۵، ۳۵۸
(ڈاکٹر سید محمد) اجتباء ندوی: ۲۵۰ (۲۵۳)
(حکیم) اجمل خان: ۲۷۹ (۲۸۴)
(پروفیسر) احسان رشید صدیقی: ۵۵۷ (۵۶۰)
(امام) احمد: ۷۷، ۳۲۵، ۶۶۴ (۶۶۵)
احمد امین: ۱۱۰ (۱۱۳) ۱۵۶، ۱۷۵، ۱۹۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۴۱، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۷۰، ۴۹۹، ۶۲۴، ۶۹۹، ۷۰۰
احمد حسن بکر: ۶۶۴ (۶۶۵)
(سید) احمد الحسنی: ۱۸۰ (۱۸۵) ۲۰۹، ۲۱۰، ۳۲۷، ۴۱۷، ۴۶۲
احمد حسین: ۵۱۱
(سید) احمد شریف سنوسی: ۱۷۹ (۱۸۴) ۳۲۲، ۳۹۸
احمد عبدالغفور عطار: ۱۹۶ (۱۹۸) ۲۲۲
(مولانا) احمد علی لاہوری: ۸۰، ۸۱، ۸۷، ۸۹، ۹۶، ۹۸، ۹۹ (۱۰۱) ۱۸۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۶، ۲۷۸، ۲۸۹، ۳۰۵، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۴۰۹، ۴۶۴، ۵۳۳، ۵۷۵، ۵۸۲، ۵۸۴، ۵۸۵، ۶۱۹، ۶۳۱، ۶۳۸
(حاجی) احمد غریب: ۵۴۷ (۵۴۹)
(شیخ) احمد کفتارو: ۵۵۶ (۵۵۹)
(مولانا) احمد لاٹ: ۵۹۹ (۶۰۲)
اختر شیرانی: ۶۷۳ (۶۷۵)
ارشد = عبدالرشید ارشد
(سید) اسماعیل: ۱۰۹، ۴۶۲
(مولانا شاہ) اسماعیل شہیدؒ: ۹۷، ۲۰۳ (۲۰۵) ۲۳۳، ۳۰۲، ۳۰۴، ۳۲۸، ۳۹۰، ۴۷۵، ۵۰۳، ۶۲۵، ۶۶۷، ۶۹۶
(مولانا) اسماعیل میرٹھی: ۱۶۱ (۱۶۴) ۳۱۶، ۶۸۵
(ڈاکٹر) اشتیاق حسین قریشی: ۵۰۷ (۵۱۰)
(حکیم الامت مولانا) اشرف علی تھانوی: ۶۳، ۷۸، ۷۹، ۸۸، ۱۰۱ (۱۰۶) ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۸، ۱۴۱، ۱۴۲، ۲۸۳، ۳۲۹، ۳۴۹، ۳۶۶، ۳۹۰، ۳۹۸، ۴۱۷، ۴۲۰، ۵۲۸، ۶۲۳، ۶۲۹، ۶۳۱، ۶۳۵، ۶۳۷، ۶۵۵، ۶۶۷، ۶۹۷
اصغر علی (تاجر عطر): ۱۳۰، ۵۱۴
(علامہ) اقبال: ۹۹ (۱۰۳) ۱۳۴، ۲۰۱، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۲۸، ۲۳۶، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۵، ۲۵۹، ۲۷۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۴۵۶، ۴۷۱، ۴۸۲، ۴۸۶، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۶، ۵۳۱، ۵۴۳، ۶۱۴،

www.abulhasanalinadwi.org

۶۷۳، ۶۸۶، ۷۰۱
(مولانا محمد) اقبال صاحب ندوی لکھنوی: (۶۶۱)
(شہنشاہ) اکبر: ۴۹۶، ۵۰۳
اکبر الہ آبادی: ۲۱۱ (۲۱۸) ۲۵۹، ۲۸۸، ۴۵۶،
۵۳۱، ۶۸۵، ۶۸۶
(مفتی) الٰہی بخش کاندھلوی: ۹۷، ۲۲۳، ۲۲۴
(۲۲۷) ۴۷۵
(حضرت مولانا محمد) الیاس کاندھلوی: ۸۱، ۸۶،
۸۷، ۸۸، ۱۷۳ (۱۷۷) ۱۸۰، ۲۱۹، ۲۲۰،
۲۲۴، ۲۵۷، ۲۸۳، ۲۸۸، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۲۸،
۳۶۵، ۳۶۹، ۴۱۷، ۴۲۰، ۴۳۰، ۴۳۷، ۴۵۸،
۴۷۵، ۴۷۷، ۵۳۳، ۵۵۲، ۵۶۱، ۵۸۳،
۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۴، ۶۲۹، ۶۳۵، ۶۴۶، ۶۹۷،
(مولانا محمد) الیاس ندوی بھٹکلی: ۳۶۴ (۳۶۶)
۳۹۸
الیاسی = جمیل احمد الیاسی
امبیڈکر: ۱۶۸، ۱۶۹، ۴۵۲، ۵۴۶، ۵۴۷
(سیدہ) امۃ اللہ تسنیم: ۳۱۳ (۳۱۵)
(حاجی) امداد اللہ مہاجر مکی: ۹۷، ۲۹۸، ۳۰۳،
(۳۰۷) ۳۶۹، ۳۸۸، ۵۶۴
(نواب) امیر خان: ۴۰۷ (۴۱۰)، ۶۰۹
امیر خسرو: ۵۸۷ (۵۸۸)
(سید) امیر علی: ۴۹۹ (۲۰۵)
(مولانا) امین احسن اصلاحی: ۵۱۲ (۵۱۶)
(مفتی) امین الحسینی: ۱۲۹ (۱۳۱)
اندرا گاندھی: ۲۳۳
(مولانا) انعام الحسن کاندھلوی: ۱۷۳ (۱۷۷)
۲۳۳، ۶۳۰، ۶۷۱
(مولانا) انور شاہ کشمیری: ۱۷۱ (۱۷۶) ۲۷۸،
۳۲۹، ۶۲۳
(مولوی) انور = عبید اللہ انور
انیس (شاعر): ۲۴۱ (۲۴۴)
(صوفی) انیس صاحب: ۴۳۶ (۴۳۸) ۴۴۵،
۵۳۳، ۶۶۴، ۶۶۸
اورنگ زیب عالم گیر: ۱۹۱، ۱۹۲ (۱۹۴) ۲۵۰،
۲۵۲، ۳۶۸، ۴۰۶، ۴۳۳، ۴۹۶، ۴۹۷
اویس قرنی: ۷۷

(ب)

(خواجہ) باقی باللہ: ۱۴۹ (۱۵۴) ۳۰۶
(امام) بخاری: ۹۸ (۱۰۳) ۳۴۹، ۴۳۰
(جنرل) بخت خان: ۴۴۱ (۴۴۴)
(حضرت) بختیار کاکی: ۳۰۶ (۳۰۸)
(مولانا) بدر عالم میرٹھی: ۲۶۳ (۲۶۸)
(اے کے) بروہی، اللہ بخش: ۵۵۷ (۵۶۰)
(مولانا) برہان الدین سنبھلی: ۵۵، ۵۹ (۶۴)
۱۳۸، ۲۵۹، ۴۶۱
بشر حافی: ۶۷، ۷۷
بکر = احمد حسن بکر
(مولانا) بلال عبدالحی حسنی: ۸۰ (۶۵۰)
بہادر شاہ ظفر: ۴۴۴
(نواب) بہادر یار جنگ: ۵۱۱ (۵۱۶)
(خواجہ) بہاء الدین نقشبند: ۱۴۹ (۱۵۴)
۳۴۹، ۶۶۶

www.abulhasanalinadwi.org

(علامہ) بہجۃ البیطار: ۱۲۲، ۱۸۳ (۱۸۶) ۲۴۱

بہوگنا جی: ۲۴۸، ۲۴۹ (۲۵۳) ۵۶۹، ۶۱۲، ۶۴۶

(ت۔ٹ)

(مولانا سید) تاج محمود امروٹی: ۳۸۵ (۳۸۶)

(علامہ) تاجور نجیب آبادی: ۹۹ (۱۰۴)

تغلق تیمور: ۴۸۴، ۴۸۵

(ڈاکٹر) تفضّل حسین: ۵۵۳

(علامہ) تقی الدین الہلالی: ۸۰، ۱۲۳ (۱۲۸) ۲۰۹، ۲۷۱، ۲۸۰، ۳۴۰، ۳۴۳، ۶۰۳

(مولانا) تقی الدین ندوی مظاہری: ۴۳۶، ۴۳۷ (۴۳۸)

(مولانا محمد) تقی عثمانی: ۵۹۳، ۵۹۴ (۵۹۷)

(قاضی) تلمذ حسین: ۲۱۱ (۲۱۸)

ٹیپو سلطان: ۲۵۱ (۲۵۵) ۳۶۴، ۴۷۸، ۵۵۵، ۶۲۶

(ث)

ثاقب لکھنوی: ۴۵۶ (۴۵۷)

(مولانا) ثناء اللہ امرتسری: ۱۳۴ (۱۳۶)

(قاضی) ثناء اللہ پانی پتی: ۳۴۸ (۳۵۱)

(ج)

جاحظ: ۲۶۰ (۲۶۲)

جاد الحق علی جاد الحق: ۴۵۰ (۴۵۱)

جاد المولیٰ: ۱۵۰ (۱۵۶)

(مولانا محمد) جعفر تھانیسری: ۳۸۹ (۳۹۱)

(مولانا سید) جعفر علی نقوی: ۴۰۵ (۴۱۰)

جگ جیون رام: ۴۵۳

جگر مراد آبادی: ۱۴۰ (۱۴۵) ۴۵۶، ۵۹۳

(مولانا) جلال الدین رومی: ۲۱۱ (۲۱۷) ۲۵۹، ۲۸۸، ۵۱۴

جلال سعید حفناوی: ۵۴۳

جمال الدین افغانی: ۲۹۴، ۲۹۵ (۲۹۶)

جمال الدین ایرانی: ۴۸۴، ۴۸۵

جمال عبد الناصر: ۲۴۱، ۳۴۵ (۳۴۷) ۶۹۰

جمال میاں: ۱۴۹ (۱۵۵)

(حضرت) جنید بغدادی: ۶۰۷ (۶۱۳)

جواد المرابط: ۱۷۵ (۱۷۸)

جواہر لال نہرو: ۴۹۲

جوش ملیح آبادی: ۱۴۰ (۱۴۵) ۴۵۶

(شہنشاہ) جہانگیر: ۴۹۶

(ح)

شیخ حارون العسل: ۱۴۳ (۱۴۶)

حافظ سید محمود = محمود الحافظ

(مولانا) حالی: ۲۲۸ (۲۳۴) ۲۶۳، ۵۴۳، ۶۸۵

(حافظ) حبیب الرحمٰن: ۴۱۷ (۴۲۱)

حبیب الرحمٰن چغانی: ۵۵۳ (۵۵۴)

(مولانا) حبیب الرحمٰن خان شروانی: ۱۳۲ (۱۳۳) ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۷۱، ۳۱۷، ۳۸۸، ۵۱۴، ۵۵۳

(مولوی) حبیب اللہ بن مولانا احمد علی لاہوری: ۹۹ (۱۰۴) ۲۰۴

www.abulhasanalinadwi.org

حریری:۱۲۱،۳۳۵(۵۷۷)
حسرت موہانی:۴۵۶،۴۵۷
(حضرت)حسن بن علیؓ:۳۶۸،۴۵۰،۵۱۳،۶۷۲
حسن البنا:۳۹۸(۳۹۹)۴۹۹،۶۰۸،۶۱۸،
۶۱۹،۶۹۰
(شاہ)حسن ثانی(شاہ مراکش):۵۱۸(۵۲۱)
۵۵۷
(حضرت)حسینؓ:۴۵۰،۶۱۶
(مولانا)حسین احمد مدنی:۸۹،۱۲۳(۱۲۷)
۱۵۰،۱۵۱،۱۵۲،۱۷۱،۱۷۹،۲۴۱،۲۵۷،۲۹۹،
۳۲۹،۳۵۳،۳۶۹،۳۹۰،۴۷۷،۵۸۳،
۵۸۴،۶۲۳،۶۲۹،۶۴۶
(شیخ)حسین بن محسن انصاری:۱۶۷(۱۷۰)
۴۰۵
(مولانا)حسین علی شاہ واں بچھرانوی:۲۰۳(۲۰۵)
(علامہ)حسین میر کاشمیری:۱۸۲(۱۸۶)
حفیظ جالندھری:۹۹(۱۰۴)۲۴۱
(مولانا شاہ)حلیم عطا:۴۰۲(۴۰۴)
حماد بن واقد الصفار:۴۷
(مولانا سید)حمزہ حسنی ندوی:(۳۷۳)۴۰۸
(مولانا)حیدر حسن خان ٹونکی:۸۰،۱۶۷(۱۷۰)
۱۷۱،۳۴۰،۳۴۳،۴۰۶،۵۶۴
حیدر علی:۲۵۱(۲۵۵)
(استاذ)حیدر غدیر:۲۵۸(۲۶۱)

(خ)

(سلطان)خادی خان:۳۷۲
(شاہ)خالد:۵۱۹(۵۲۲)
(مولانا)خالد غازیپوری ندوی:۵۰۵(۵۰۹)
(امام)خطابی: ۳۴۸(۳۵۱)
(مولانا)خلیفہ غلام محمد دین پوری:۸۱،۳۸۴
(۳۸۵)۴۴۶
(پروفیسر)خلیق احمد نظامی:۴۱۲(۴۱۶)
(مولوی سید)خلیل الدین احمد رائے بریلوی:
۲۶۹،۲۶۷(۲۶۸)
(مولانا)خلیل الرحمٰن سہارنپوری:۳۸۸(۳۹۰)
۴۵۸
(شیخ)خلیل عرب: ۸۰، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷،
۱۶۸(۱۶۹)۲۰۹، ۲۳۰، ۲۷۹، ۲۹۱، ۳۰۰،
۳۴۳، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۵۲، ۵۴۷، ۵۷۱، ۶۱۵،
۶۲۵، ۶۵۱
(مفتی)خلیلی:۲۱۲(۲۱۸)
خمینی:۱۲۹،۱۳۰(۱۳۱)
(حضرت)خواجگی:۴۳۴(۴۳۵)
خواجہ احمد الدین لاہوری:۲۴۲(۲۴۵)
خوارزم شاہ:۴۴۰
(پروفیسر)خورشید احمد:۲۱۳(۲۱۸)
(نواب)خورشید جاہ بہادر:۱۳۲
خیر النساء بہتر(والدہ صاحبہ):۹۴(۹۵)۹۹،
۱۰۰،۱۱۰،۲۲۱،۲۲۸،۲۲۹،۲۹۵،۲۹۸،۲۹۹،
۳۰۰،۳۱۱،۳۱۳،۳۲۳،۳۸۸،۳۹۳،۴۵۲،
۴۶۹،۵۷۱،۶۳۹

(د-ڈ-ذ)

(مولانا سید)داؤد غزنوی:۲۳۳(۲۳۵)۲۷۹
دیوے گوڑا(وزیر اعظم ہند):۱۳۲،۴۹۲

www.abulhasanalinadwi.org

ڈریپر:۲۶۷
(ڈاکٹر) ذاکر حسین: ۱۱۰ (۱۱۲) ۲۳۱، ۲۳۱، ۲۸۱،
۵۵۲، ۵۵۳
ذوق دہلوی:۲۴۱(۲۴۴)
(حضرت) ذوالنون مصری:۷۵

(ر-ز)

رابعہ بصریہ:۷۶
راجیو گاندھی:۴۹۲
(سر) راس مسعود:۴۹۸(۵۰۱)
راشد الخیری:۳۱۶(۳۲۰)۴۵۵
رافعی:۲۶۵(۲۶۹)
(حضرت) ربعی بن عامرؓ:۶۵۶
(منشی) رحمت اللہ:۳۵۳
(مولانا) رحمت اللہ کیرانوی:۵۹۴(۵۹۷)
رستم:۴۲۶، ۶۵۶
(پروفیسر) رشید احمد صدیقی: ۴۹۹(۵۰۲)
۵۵۲، ۵۵۷، ۵۶۱
(مولانا) رشید احمد گنگوہی: ۹۷، ۳۰۴، ۳۹۰
(۳۹۲)
(مولانا قاری سید) رشید الحسن ندوی: ۳۱۸
(۳۲۰)۵۹۳
(علامہ سید) رشید رضا:۲۰۹(۲۱۶)۲۸۰
رشید الفارسی:۱۹۶(۱۹۹)
رشید الدین:۴۸۵
(شاہ) رفیع الدین دہلوی:۴۲۳(۴۲۷)
رنجیت سنگھ:۹۷

(مولوی) زبیر ندوی:۳۴۱
(شیخ الحدیث مولانا محمد) زکریا کاندھلوی:۸۱،
۹۲، ۱۵۲(۱۵۷)۱۷۲، ۱۷۹، ۱۸۰، ۲۱۹، ۲۳۳،
۲۵۷، ۲۵۸، ۳۰۵، ۳۱۲، ۳۲۷، ۳۵۳، ۳۶۹،
۳۹۰، ۴۱۲، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۲۰، ۴۳۶، ۴۳۷،
۴۳۸، ۴۴۵، ۴۵۸، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۶۴، ۵۸۳،
۵۹۰، ۶۰۴، ۶۲۹، ۶۴۶، ۶۵۳، ۶۵۵
زلیخا:۴۴۲
زمخشری:۹۴(۹۵)۴۹۵
زیات، احمد حسن: ۲۶۵(۲۷۰)

(س)

سالک، عبدالمجید:۱۶۱(۱۶۴)
(مولانا) سراج الحق مچھلی شہری:۱۹۷(۱۹۹)
سرسید احمد خان: ۳۵۳(۳۵۴)۴۲۵، ۴۹۹،
۷۰۲
(شیخ) سعد بزادہ:۲۳۱
(حضرت) سعد بن عبادہؓ:۴۴۲، ۴۴۳
(شیخ) سعدی:۲۵۹(۲۶۲)
(شیخ) سعدی یاسین:۴۲۴(۴۲۸)
(شاہ) سعود:۳۷۵، ۵۱۹(۵۲۱)
(مولانا) سعید احمد اکبر آبادی: ۲۲۴(۲۲۷)
۲۸۱، ۵۱۴، ۵۵۲
(شیخ) سعید حلبی:۲۴۶، ۲۴۷(۲۵۳)۵۶۷
(مفتی محمد) سعید ندوی:۳۳۹(۳۴۲)
(مولانا) سعید الرحمٰن اعظمی ندوی:۵۴۰(۵۴۲)
۵۷۳

www.abulhasanalinadwi.org

(شیخ) سعید رمضان: ۵۰۷ (۵۱۰) ۵۴۵، ۶۰۸، ۶۱۸، ۶۱۹
سعید العامودی: ۱۹۶ (۱۹۹)
(مولانا) سعید مرتضیٰ: ۴۰۵ (۴۱۰)
(حضرت) سفیان ثوری: ۴۷، ۵۷، ۶۷
(حضرت) سفیان بن عیینہ: ۵۷
(شیخ) سلطان بلیاوی: ۱۹۰ (۱۹۳) ۳۰۹، ۴۳۳
سلطان ٹیپو = ٹیپو سلطان
(نواب) سلطان جہاں بیگم: ۴۰۰ (۴۰۳)
(مولانا سید) سلمان حسینی ندوی: ۲۳۶ (۲۳۸)
(مولانا محمد) سلیم کیرانوی مکی: ۵۹۴ (۵۹۸)
(علامہ سید) سلیمان ندوی: ۸۱، ۹۰، ۱۲۳ (۱۲۸) ۱۳۹، ۱۴۱، ۲۲۳، ۲۳۱، ۲۶۴، ۲۶۶، ۲۷۱، ۲۷۷، ۲۷۸، ۳۳۴، ۳۳۹، ۳۴۰، ۴۱۰، ۴۲۷، ۴۸۸، ۴۹۸، ۵۰۸، ۵۱۴، ۵۵۳، ۶۰۶، ۶۳۷، ۶۳۸
(مولانا سید) سلیمان اشرف بہاری: ۲۳۱ (۲۳۵)
(مولانا شاہ سید) سلیمان پھلواروی: ۱۱۰ (۱۱۳) ۲۳۱
(قاضی) سلیمان منصور پوری: ۱۰۹، ۱۱۰ (۱۱۲) ۲۳۱
سنوسی = احمد شریف سنوسی
سودا: ۴۲۴ (۴۲۸)
سہراب: ۴۲۶
سہیل بن عمرو: ۳۵۶
سید احمد شہید: ۸۶، ۸۹، ۹۸ (۱۰۲) ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۴، ۱۷۹، ۱۸۰، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۹، ۲۳۳، ۲۷۹، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۲۸، ۳۶۰، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۹، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۸۰، ۳۹۵، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۱۳، ۴۱۷، ۴۲۳، ۴۳۰، ۴۴۹، ۴۶۲، ۴۶۴، ۴۷۵، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۹۰، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۶۴، ۵۷۹، ۵۸۴، ۵۹۰، ۶۰۱، ۶۰۷، ۶۱۰، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۸، ۶۵۴، ۶۶۷، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۹۱
سیبویہ: ۴۹۵ (۵۰۰)
سید قطب: ۲۰۸ (۲۱۶) ۲۴۱، ۴۲۷، ۴۸۶، ۴۹۹، ۶۲۴، ۶۹۰
سینٹ پال: ۳۹۴، ۴۷۳، ۵۳۹

(ش)

شاداں بلگرامی: ۹۹ (۱۰۴) ۲۴۲
(امام) شافعی: ۴۷، ۶۷، ۶۶۴ (۶۶۵)
شاہ جہاں: ۱۹۲، ۳۰۹، ۴۳۳
شاہ مینا: (۶۶۸)
(علامہ) شبلی نعمانی: ۱۰۷، ۱۶۱، ۱۹۱ (۱۹۴) ۲۰۷، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۳۱۶، ۳۳۴، ۳۳۷، ۴۵۵، ۴۸۸، ۵۱۴، ۵۹۱، ۶۱۱، ۶۹۹، ۷۰۰
(مولانا) شبلی (مدرس): ۳۴۰ (۳۴۲)
(مولانا) شبیر احمد عثمانی: ۳۲۹ (۳۳۱) ۶۶۰
(شیخ) شرف الدین یحییٰ منیری: ۳۹۷ (۳۹۸) ۶۰۵
(امام) شعبی: ۵۷
(مفتی محمد) شفیع: ۹۰، ۵۹۳، ۵۹۴ (۵۹۶)
شکری فیصل: ۲۰۸ (۲۱۵)
شکیب ارسلان: ۲۰۹ (۲۱۶) ۶۹۹

www.abulhasanalinadwi.org

(مولانا) شمس تبریز خان: ۴۹۹ (۵۰۲)
(نواب سید) شمس الحسن خان: ۱۴۰ (۱۴۵)
(مولانا) شمس الحق ندوی: ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۹، ۶۴ (۶۵) ۱۱۱، ۲۴۶، ۲۴۹، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۷۸، ۲۸۴، ۲۹۱، ۲۹۴، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۲، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۳، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۴، ۳۲۷، ۳۳۴، ۳۳۷، ۳۵۵، ۳۶۰، ۴۶۶، ۴۶۷، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۶۸، ۶۷۰، ۶۹۹
شنقیطی، محمود: ۲۳۱ (۲۳۵)
(مولانا) شوکت صاحب (امام جامع مسجد ممبئی): ۵۴۷ (۵۴۹) ۶۶۳
شہیدی، کرامت علی: ۶۷۲ (۶۷۴)
(ڈاکٹر) شے: ۳۱۲
شیبی، کلید بردار کعبہ: ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۷۴، ۳۷۵
شیخ الازہر، عبدالحلیم محمود: ۱۷۴ (۱۷۷) ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۵۰
شیخ الازہر، عبدالمجید سلیم: ۲۹۴ (۲۹۶)
شیخ الہند = محمود حسن دیوبندی
شیکھر، راج وی ٹی: ۱۶۹ (۱۷۰)

(ص)

(محمد) صادق مجددی: ۱۴۸، ۱۴۹ (۱۵۴) ۳۰۸، ۶۱۰
(حضرت) صالح علیہ السلام: ۴۲۶
(مولانا سید) صبغۃ اللہ بختیاری: ۱۵۳ (۱۵۸)
صدام حسین: ۶۶۴ (۶۶۵)
(مولانا قاری سید) صدیق احمد باندوی: ۹۲، ۱۳۸ (۱۴۳) ۴۳۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۹
(نواب سید) صدیق حسن خان: ۲۹۶، ۳۱۸، ۳۶۰ (۳۶۳) ۴۱۳، ۶۵۲
(سلطان) صلاح الدین ایوبی: ۱۸۸ (۱۹۲) ۴۸۴، ۵۵۵

(ض)

(جنرل محمد) ضیاء الحق: ۵۵۷، ۵۵۸ (۵۵۹)
ضیاء اللہ شریف: ۳۶۵ (۳۶۶)
(مولانا سید شاہ) ضیاء النبی: ۱۰۰ (۱۰۶) ۲۹۹، ۵۸۲، ۵۹۹

(ط)

طاہر پٹنی = محمد طاہر پٹنی
(مولوی سید) طفیل احمد منگلوری: ۱۱۵ (۱۱۸) ۳۰۳
(مولانا سید) طلحہ حسنی: ۹۸، ۱۲۳ (۱۲۸) ۲۴۲، ۳۲۸، ۴۶۹، ۶۲۵
(مولانا) طلحہ کاندھلوی: ۲۲۱ (۲۲۶)
طٰہٰ حسین: ۱۹۶ (۱۹۹) ۲۴۱، ۶۲۴
(مولانا قاری محمد) طیب صاحب: (۶۳۵)

(ظ)

(مولانا سید محمد) ظاہر حسنی: ۱۱۵ (۱۱۸) ۲۲۹، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۴۹
(مولانا) ظفر احمد عثمانی تھانوی: ۱۸۰ (۱۸۵)

www.abulhasanalinadwi.org

۴۱۷، ۶۳۰
(مولانا) ظفر علی خان: ۹۹ (۱۰۳) ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۲۱۰، ۲۲۸، ۲۳۱، ۲۵۹، ۲۶۳، ۴۷۰، ۴۸۱، ۵۱۱
ظفریاب جیلانی: ۳۵۵ (۳۵۷)
(مفتی محمد) ظہور ندوی: ۳۳۹ (۳۴۲)

(ع)

(مولوی) عابد حسین مظفر نگری ندوی: ۱۳۴
(مولانا) عاشق الٰہی بلند شہری: ۵۹۰ (۵۹۵)
عالم علی (تاجر عطر): ۱۳۰، ۵۱۴
عالم گیر = اورنگ زیب
(ڈاکٹر) عباد الرحمٰن نشاط: ۱۹۰، ۳۰۹، ۳۶۲، ۴
(حضرت) عباسؓ: ۴۴۲
عباس محمود العقاد: ۱۷۵ (۱۷۸) ۲۴۱
(مولانا) عبدالباری ندوی: ۱۴۰ (۱۴۵) ۱۷۹، ۲۶۶، ۴۴۶، ۶۲۳
(استاذ) عبدالباسط بدر: ۲۵۸ (۲۶۱)
(شیخ) عبدالجلیل براده: ۲۳۱ (۲۳۵)
(استاد) عبدالحکیم عابدین: ۲۷۲ (۲۷۳)
عبدالحلیم محمود = شیخ الازہر
عبدالحمید بن بادیس: ۱۷۹ (۱۸۵) ۳۹۹
(مولانا) عبدالحنان: ۵۷۵ (۵۷۶)
(مولانا) عبدالحی بڈھانوی: ۷۹، ۳۰۲ (۳۰۶) ۲۲۸، ۴۷۵، ۵۰۳
(مولانا) عبدالحی حسنی (والد صاحب): ۸۶، ۱۰۰، ۱۰۱ (۱۰۵) ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۴۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۶۷، ۱۷۱، ۲۲۸، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۴۰، ۲۴۳، ۲۴۸، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۷، ۲۹۱، ۲۹۵، ۲۹۸، ۳۰۶، ۳۱۰، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۲۳، ۳۲۹، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۴۰۵، ۴۰۷، ۴۲۵، ۴۳۲، ۴۳۴، ۴۴۹، ۴۵۵، ۴۵۸، ۴۶۱، ۴۶۴، ۴۶۹، ۴۹۹، ۵۱۹، ۵۶۵، ۵۸۲، ۵۹۰، ۵۹۵، ۶۰۳، ۶۲۳
(خواجہ) عبدالحی فاروقی: ۵۷۵ (۵۷۶)
(صوفی) عبدالرب ایم-اے: ۳۸۸ (۳۹۱)
(مولوی) عبدالرحمٰن جموی: ۱۵۲ (۱۵۵)
(سید) عبدالرحمٰن: ۲۹۵
(صوفی) عبدالرحمٰن: ۱۴۹ (۱۵۵)
(مولانا) عبدالرحمٰن مبارکپوری: ۳۴۳ (۳۴۶)
(مولانا) عبدالرحمٰن نگرامی ندوی: ۱۲۱ (۱۲۵)
(ملا) عبدالرحیم رامپوری: ۲۸۲ (۲۸۶) ۴۰۷، ۵۶۷، ۶۰۹
(حاجی) عبدالرحیم ولایتی: ۳۰۳، ۳۰۴ (۳۰۷) ۴۷۵
(حاجی) عبدالرزاق: ۶۱
(حاجی) عبدالرشید ارشد: ۳۱۸، ۳۱۹ (۳۲۰) ۶۵۱، ۶۵۲
(مولانا) عبدالرشید ندوی اعظمی: ۱۷۴ (۱۷۸) ۱۹۰
(مولانا) عبدالسلام ندوی: ۲۶۶ (۲۷۰)
(مولانا) عبدالسلام قدوائی ندوی: ۱۷۲ (۱۷۶) ۲۸۰، ۴۹۳

www.abulhasanalinadwi.org

(مولانا سید) عبدالسلام ہنسوی: ۱۰۱(۱۰۶)
(مولانا) عبدالشکور فاروقی: ۱۰۱(۱۰۶)۱۲۹
(شاہ) عبدالشکور (مجذوب): ۴۳۴، ۶۶۲،
۶۶۳، ۶۹۱
(شاہ) عبدالعزیز دہلوی: ۹۷، ۲۲۴ (۲۲۷)
۲۲۹، ۳۰۲، ۴۰۶، ۴۲۳، ۴۷۵، ۴۷۸، ۵۱۴
(شیخ) عبدالعزیز بن باز: ۱۱۶(۱۲۰)۲۹۶، ۳۴۴
(مولانا) عبدالعزیز بھٹکلی ندوی: ۳۶۵(۳۶۶)
۳۶۷
(افسر الاطباء حکیم) عبدالعلی: ۱۵۲(۱۵۸)
(ڈاکٹر سید) عبدالعلی (بھائی صاحب): ۸۱،
۸۴، ۸۵، ۹۹، ۱۰۰ (۱۰۵) ۱۴۱، ۱۶۸، ۱۷۱،
۱۷۴، ۲۰۹، ۲۲۰، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۴۲،
۲۶۶، ۲۷۲، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۹۱، ۲۹۵، ۳۰۰،
۳۱۰، ۳۱۱، ۳۲۳، ۳۲۹، ۳۳۹، ۳۴۸، ۳۵۲،
۳۵۳، ۳۶۹، ۳۸۷، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۴۳،
۴۵۲، ۴۶۹، ۴۹۸، ۵۳۰، ۵۴۷، ۵۷۵،
۶۲۳، ۶۶۷
(مولوی سید) عبدالعلی (پردادا) ۴۴۹
(مولانا) عبدالغفار نگرامی ندوی: ۱۷۲(۱۷۶)
۲۲۴
(مولانا سید) عبدالغفور شرر ندوی: ۲۷۱(۲۷۳)
(مولانا شاہ) عبدالغنی پھولپوری: ۱۰۱ (۱۰۶)
۳۶۶، ۶۶۷
(شیخ) عبدالفتاح ابوغدہ (۶۸۱)
(الامیر) عبدالقادر الجزائری ۳۹۸ (۳۹۹)
(شیخ) عبدالقادر جیلانی ۳۹۷ (۳۹۸) ۴۱۲،
۴۱۴، ۴۵۴، ۵۰۳، ۶۰۷، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۶۴،
۶۷۸
(شاہ) عبدالقادر دہلوی: ۹۴ (۹۵) ۳۰۲، ۳۳۰،
۴۲۳، ۴۲۴، ۵۳۶، ۶۶۰، ۶۹۵
(مولانا شاہ) عبدالقادر رائے پوری: ۸۱، ۸۶،
۸۹، ۱۳۴ (۱۳۶) ۱۷۳، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۹،
۲۰۷، ۲۲۰، ۲۵۷، ۲۸۲، ۲۸۹، ۳۲۲، ۳۲۴،
۳۲۷، ۳۲۸، ۳۳۲، ۳۸۳، ۳۹۰، ۳۹۷،
۴۱۷، ۴۲۰، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۴۵، ۴۵۸، ۴۸۸،
۵۱۱، ۵۲۵، ۵۳۳، ۵۵۸، ۵۸۳، ۶۰۷،
۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۹، ۶۴۶، ۶۸۳، ۶۹۱، ۶۹۲
(قاضی) عبدالقادر: ۴۱۸
(استاذ) عبدالقدوس ابوصالح: ۲۵۸، ۲۵۹ (۲۶۱)
(حکیم) عبدالقوی: ۲۲۸ (۲۳۴)
(شیخ) عبدالکبیر یمنی: ۳۴۴ (۳۴۶)
(مولانا) عبدالکریم پاریکھ: ۲۳۶ (۲۳۸)
(ملک) عبداللہ: ۲۰۸ (۲۱۵)
عبداللہ ابراہیم الانصاری: ۵۹۴ (۵۹۸)
(مولانا) عبداللہ حسنی: ۸۷، ۳۶۷ (۳۷۰)
(شیخ) عبداللہ خیاط: ۳۲۳ (۳۲۶)
(ڈاکٹر) عبداللہ الزائد: ۱۱۵ (۱۱۹)
عبداللہ بن سبا: ۵۱۵
(مولانا ڈاکٹر) عبداللہ عباس ندوی: ۱۹۰ (۱۹۳)
۲۳۲، ۳۰۰
عبداللہ العقیل: ۲۷۴ (۲۷۶)

www.abulhasanalinadwi.org

(مولانا) عبداللہ مغیثی: ۸۹، ۴۲۰ (۴۲۱)
عبداللطیف اعظمی: ۳۴۰ (۳۴۲)
(مولانا) عبدالماجد دریابادی: ۹۱، ۱۴۰، ۱۴۱ (۱۴۵)
۱۹۰، ۲۱۱، ۲۲۸، ۲۸۱، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۴۶،
۴۶۷، ۴۷۳، ۵۳۵، ۵۹۲، ۵۹۳، ۶۲۳، ۶۶۰
(شیخ) عبدالمجید زندانی: ۲۵۸ (۲۶۰) ۳۲۲
(ڈاکٹر) عبدالمعید خان: ۱۵۱ (۱۵۶)
(ایڈوکیٹ) عبدالمنان: ۳۵۵ (۳۵۷)
(ملا) عبدالنبی احمد نگری: ۱۲۲ (۱۲۷)
(حاجی) عبدالواحد: ۲۱۹، ۳۸۳، ۵۳۲، ۶۴۶
عبدالواحد بن زیاد: ۵۷
(مولانا) عبدالوحید فتح پوری: ۶۴۹ (۶۵۰)
(شیخ) عبدالوہاب الصلاحی: ۱۸۸ (۱۹۳) ۲۷۵
عبدالوہاب النجار: ۶۳۷ (۶۳۸)
عبید عرب: ۴۰۰
(خواجہ) عبیداللہ احرار: ۱۴۹ (۱۵۴) ۳۴۹
(مولانا) عبیداللہ انور: ۲۰۴ (۲۰۶)
(مولانا) عبیداللہ بلیاوی: ۲۲۳ (۲۲۷)
(مولانا) عبیداللہ پائلی: ۱۵۲ (۱۵۷) ۳۴۹
(مولانا) عبیداللہ سندھی: ۱۵۲ (۱۵۵) ۳۸۳،
۳۸۴، ۴۰۹، ۵۷۵، ۶۳۱
(مولانا) عتیق احمد بستوی: ۱۲۱ (۱۲۵) ۱۵۹،
۱۶۲
(مفتی) عتیق الرحمٰن عثمانی: ۲۲۴ (۲۲۷)
(حضرت) عثمانؓ: ۴۵۰، ۴۵۱، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۲۱
(شیخ) عزالدین بن عبدالسلام: ۵۱۹، ۵۲۰،
(۵۲۳) ۶۰۸
(مولانا سید) عزیزالرحمٰن حسنی: ۳۵۳ (۳۵۴)
(مولانا) عطاء اللہ شاہ بخاری: ۴۱۹ (۴۲۱)
۵۱۱، ۵۷۵
عقاد = عباس محمود العقاد
(حضرت) عکرمہ بن ابی جہل: ۳۵۶، ۵۷۲
(ڈاکٹر) علاء الدین: ۲۸۰
(شاہ) علم اللہ: ۱۷۹ (۱۸۴) ۱۹۰، ۲۵۱، ۲۹۸،
۳۰۹، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۸۹،
۴۰۶، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۴۰، ۶۲۶، ۶۵۲، ۶۵۳،
۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۷
(حضرت) علیؓ: ۴۷، ۱۶۱، ۴۵۰، ۴۵۱، ۵۱۲،
۵۱۳، ۵۱۴، ۵۲۱
(مولانا) علی احمد گجراتی ندوی: ۶۲۲ (۶۲۳)
(نواب سید) علی حسن خان: ۱۴۰ (۱۴۵) ۳۸۸
علی حسن فدعق: ۱۹۶ (۱۹۹) ۲۲۲، ۳۴۵
(شیخ) علی طنطاوی: ۱۹۱ (۱۹۴) ۲۱۲، ۳۳۶،
۳۶۷، ۴۲۷، ۴۷۸، ۴۹۶، ۶۲۲
(شیخ) علی المتقی: ۱۲۱، ۱۲۲ (۱۲۶)
(سید) علی ہمدانی: ۵۸۷ (۵۸۸)
(مولانا سید) عمار حسنی ندوی: ۴۲۹
(حضرت) عمرؓ: ۷۳، ۷۸، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۷۱،
۵۱۳، ۵۱۴، ۵۲۱
(شیخ) عمر بن حسن آل الشیخ: ۲۲۲ (۲۲۶)
(حضرت) عمر بن عبدالعزیزؒ: ۱۱۷، ۱۹۱ (۱۹۵)
۳۶۷

(مولانا محمد) عمر پالن پوری: ۳۱۱، ۳۱۲ (۳۱۵)
عمر رضا کحالہ: ۵۶۴ (۵۶۶)
(مولانا) عمر لداخی: ۴۰۹ (۴۱۱) ۶۳۶، ۶۳۹
(مولانا محمد) عمران خان ندوی: ۱۷۲ (۱۷۷) ۲۲۰، ۲۲۴، ۴۰۰، ۴۰۱، ۵۲۷، ۶۳۵
(حضرت) عمرو بن العاص: ۴۵۱
عنایت اللہ مشرقی: ۲۱۹ (۲۲۶) ۵۷۹
(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام: ۳۹۴، ۴۲۶، ۴۷۳، ۴۷۴، ۵۳۹

(غ)

غالب: ۲۴۱ (۲۴۴) ۵۹۰، ۵۹۱
(امام) غزالی: ۴۹۵ (۵۰۰) ۵۴۰، ۶۰۷، ۶۶۴، ۶۸۷
(مولانا محمد) غزالی بھٹکلی ندوی: ۲۱۹ (۲۲۵)
غلام احمد پرویز: (۶۸۹)
غلام رسول مہر: ۱۶۱ (۱۶۴) ۴۴۹، ۴۸۰
(شاہ) غلام علی دہلوی: ۳۰۶ (۳۰۸) ۴۰۷، ۶۰۸
(مرزا) غلام احمد قادیانی: ۱۳۴، ۱۳۵، ۴۷۲، ۴۸۸، ۷۰۲

(ف)

فارابی: ۴۹۵ (۵۰۰)
(سید) فاروق احمد ندوی: ۵۹۱ (۵۹۶)
(مولانا قاضی محمد) فاروق ندوی بھٹکلی: ۵۷۳ (۵۷۴)
فاروق بھائی: ۲۱۹
(مولانا) فتح محمد جالندھری: ۵۹۱، ۵۹۲ (۵۹۶)
(حافظ) فخر الدین: ۱۸۰ (۱۸۵) ۶۳۰
(حکیم) فخر الدین خیالی: ۲۲۹ (۲۳۴) ۳۸۷، ۴۴۹
فرعون: ۴۶۹، ۵۳۶
(نواب) فرزند علی: ۴۹۰
(شیخ) فرید الدین گنج شکر: ۴۱۳ (۴۱۵)
فصیح احمد صدیقی: ۵۶۲ (۵۶۳)
(مولانا) فضل رحمٰن گنج مرادآبادی: ۲۴۰، ۲۹۸ (۳۰۱) ۳۳۰، ۳۸۸، ۳۸۹
(شاہ) فہد: ۳۷۵، ۵۱۹ (۵۲۳)
(شاہ) فیصل: ۲۹۶، ۳۵۲، ۵۱۹ (۵۲۲) ۵۵۷
فیضی: ۲۱۰ (۲۱۷)

(ق)

(قاری محمد) قاسم: ۱۶۵، ۱۶۶
(مولانا محمد) قاسم نانوتوی: ۹۷، ۳۹۰ (۳۹۲)
(امیر سید) قطب الدین مدنی: ۳۰۹ (۳۱۴)
(شیخ) قطب الدین منور: ۵۲۰ (۵۲۴)
(سید) قطب الہدیٰ حسنی: ۲۲۹ (۲۳۴) ۴۰۶، ۴۴۹
(حضرت) قیس بن سعد بن عبادہ: ۴۴۳

(ک)

کامل کیلانی: ۴۲۶
(مولانا) کرامت علی جونپوری: ۳۲۸ (۳۳۰)

www.abulhasanalinadwi.org

۴۴۱

کرد علی:۲۴۱(۲۴۴)۵۰۶

(مولانا)کلیم صدیقی:۴۶۸

(مولوی)کلیم احمد بہرائچی ندوی:۱۰۹

کمال اتاترک:۲۰۴(۲۰۶)

(گ)

گاما(پہلوان)۹۹(۱۰۴)۲۴۲

گاندھی جی:۱۶۸، ۲۳۶، ۲۳۷، ۴۹۲، ۴۹۴

گجرال(وزیر اعظم ہند):۴۹۲

گوتم بدھ:۵۱۸

(ل)

لیلیٰ:۲۶۷

(مولانا محمد) لقمان خان ندوی: ۴۰۰، ۴۰۱،
۴۰۲(۴۰۳)۴۲۰، ۶۳۵

(م)

مالک بن دینار:۴۷

(ڈاکٹر)مامنی:۳۱۲

ماہر القادری:۴۵۲(۴۵۴)۵۹۲، ۵۹۳

مجدد الف ثانی:۱۴۸، ۱۹۱، ۳۰۶، ۳۴۴(۳۶۴)
۳۶۰، ۳۸۰، ۳۹۷، ۴۹۶، ۵۰۳، ۵۸۷،
۶۰۵، ۶۶۶، ۶۸۷، ۶۹۶

(ملا)محب اللہ بہاری:۱۲۱(۱۲۵)

(مولانا)محب اللہ لاری:۱۴۱(۱۴۶)

محسن احمد باروم:۱۹۶(۱۹۹)۲۲۲

(شاہ)محمد آفاق:۳۰۶(۳۰۸)

محمد اسد:۲۹۵(۲۹۷)۳۲۲

(مولانا)محمد احمد پھول پوری:۹۱

(مولانا)محمد اسلم شیخوپوری:۵۶۱(۵۶۳)

(مولانا)محمد اعلیٰ تھانوی:۱۲۲(۱۲۷)

(مولانا سید)محمد امین نصیر آبادی:۳۱۰(۳۱۵)
۴۴۹، ۶۶۶

(شیخ)محمد بن عبد الوہاب:۲۲۳(۲۲۷)۳۰۵،
۳۲۲، ۳۹۰، ۳۹۸

محمد بھائی:۱۴۹(۱۵۵)۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸

(مولانا)محمد ثانی حسنی: ۲۲۱(۲۲۶)۳۰۵، ۵۹۰

(سید)محمد جی حسنی:۲۵۰(۲۵۴)۴۰۶، ۴۰۷

(مولانا)محمد الحسنی (محمد میاں):۲۷۲(۲۷۳)
۴۲۹، ۶۶۷

محمد حسین:۵۱۴

محمد حسین آزاد:۲۴۰(۲۴۳)۳۱۶

(مولانا سید)محمد رابع حسنی:۱۹۰(۱۹۳)۲۰۸،
۲۵۹، ۲۷۹، ۳۱۲، ۳۷۱، ۳۸۸، ۴۰۰، ۴۰۱،
۴۹۳، ۵۷۳، ۶۶۶

(شیخ) محمد سرور الصبان: ۱۸۹، ۱۹۰ (۱۹۳)
۱۹۷، ۵۵۷

(پروفیسر)محمد شفیع:۲۴۲(۲۴۵)۲۶۶

(شیخ)محمد صالح قزاز:۱۸۹(۱۹۳)۳۱۲، ۵۴۴

(شیخ)محمد طاہر پٹنی:۱۲۱، ۱۲۲(۱۲۶)۲۳۰

www.abulhasanalinadwi.org

(شیخ مفتی) محمد عبدہ: ۲۹۴ (۲۹۷)
(شیخ) محمد عرب: ۱۶۷ (۱۷۰)
(مولانا سید) محمد علی حسنی: ۶۲۵ (۶۲۷)
(مولانا سید) محمد علی مونگیری: ۲۵۶ (۲۶۰)
۳۳۷، ۳۸۸، ۳۹۴، ۶۵۸، ۶۱۱
(مولانا) محمد علی جوہر: ۱۱۰ (۱۱۳) ۱۶۲، ۲۲۸،
۲۳۰، ۲۳۱، ۵۱۱، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۳۷، ۶۸۵
محمد علی لاہوری: ۴۱۹ (۴۲۱) ۴۸۹
محمد علی باشا: ۲۴۶ (۲۵۳)
محمد علی (تاجر عطر): ۱۳۰
محمد علی الحرکان: ۵۵۵ (۵۵۶)
محمد الغزالی: ۲۷۵ (۲۷۶) ۶۰۸
(سلطان) محمد الفاتح: ۱۸۸ (۱۹۲) ۵۵۵
محمد قطب: ۲۰۱ (۲۰۲)
محمد المبارک: ۱۸۳ (۱۸۶) ۲۴۱
محمد معروف الدوالیبی: ۱۳۵ (۱۳۷) ۴۱۸
(خواجہ) محمد معصوم: ۱۹۱ (۱۹۴) ۴۹۷
(ڈاکٹر) محمد ناصر (وزیر اعظم انڈونیشیا): ۵۹۴
(۵۹۷)
(مولانا مفتی) محمود (پاکستان): ۱۱۶ (۱۱۹)
محمود الحافظ: ۱۹۶ (۱۹۸) ۲۲۲
(ڈاکٹر سید) محمود: ۲۳۷ (۲۳۹)
(ملا) محمود جونپوری: ۱۲۱ (۱۲۵)
(شیخ الہند مولانا) محمود حسن دیوبندی: ۱۷۱
(۱۷۶) ۲۷۸، ۳۲۹، ۳۸۵، ۶۲۳
(مولانا سید) محمود حسن حسنی: ۴۶۰ (۴۶۳)
۵۳۴، ۶۶۲
(حافظ) محمود خان شیرانی: ۹۹ (۱۰۴) ۶۷۴
(شیخ) محمود شلتوت: ۲۹۴ (۲۹۶)
(مولانا) محی الدین قصوری: ۲۷۹ (۲۸۶)
(مولانا سید) مرتضیٰ حسینی: ۱۴۹ (۱۵۵) ۵۹۰
مرزا صاحب = غلام احمد قادیانی
مریم جمیلہ: ۵۳۹ (۵۴۲)
(امیر) مساعد: ۵۱۹ (۵۲۲)
(مولانا) مسعود عالم ندوی: ۱۹۸ (۲۰۰) ۲۰۹،
۲۸۰، ۳۴۱، ۳۴۳، ۴۵۵، ۴۵۶، ۵۵۳، ۶۷۰
(مولانا) مسعود علی ندوی: ۳۴۰، ۳۴۱، ۱۱۱، ۶۱۱ (۶۱۳)
(سید) مسعود علی آزاد: ۴۳۶ (۴۳۹)
(علامہ) مشرقی = عنایت اللہ مشرقی
مصطفیٰ الزرقاء: ۲۴۱ (۲۴۴) ۴۱۸
مصطفیٰ السباعی: ۱۴۳ (۱۴۷) ۱۸۳، ۲۴۱، ۲۸۱،
۵۳۹
(مولانا سید) مظفر حسین کشمیری: ۱۱۱ (۱۱۳)
(مرزا) مظہر جانِ جاناں: ۳۰۶ (۳۰۸) ۵۹۰
(حضرت) معاذ بن جبلؓ: ۱۷
معروف الدوالیبی = محمد معروف
(مولانا) معین اللہ ندوی: ۱۷۴ (۱۷۸) ۱۹۰،
۲۲۰، ۳۰۰

www.abulhasanalinadwi.org

(مولانا شاہ) معین الدین ندوی: ۲۶۳ (۲۶۹)

(خواجہ) معین الدین چشتی اجمیری: ۴۱۲، ۴۵۴، ۵۸۷ (۵۸۸)

مقصود الخواجہ: ۶۵۷ (۶۵۸)

(میر) مقصود علی خان: ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۲ (۱۶۳)

ملا علی قاری: ۱۷

(مولانا سید) مناظر احسن گیلانی: ۹۰، ۱۲۳ (۱۲۸) ۱۵۰، ۲۸۱، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۲، ۴۷۷، ۵۵۳، ۵۶۸

منصوری، اسماعیل: ۵۴۶ (۵۴۹)

(مولانا محمد) منظور نعمانی: ۱۲۹، ۱۳۰ (۱۳۱) ۱۴۷، ۲۰۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۳۷، ۳۸۳، ۴۰۲، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۳۱، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۴، ۴۶۸، ۵۳۲، ۶۴۶

(مولانا) منظور چنیوٹی: ۱۳۴ (۱۳۶)

منفلوطی: ۲۶۵ (۲۶۹)

منیری، محی الدین: ۵۴۷ (۵۴۹)

مہر = غلام رسول مہر

موتی لال: ۴۹۲

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام: ۵۲۶

مولانا روم = جلال الدین رومی

مومن (مومن خان دہلوی): ۵۹۰ (۵۹۵)

میر، محمد تقی میر: ۲۴۱ (۲۴۴) ۳۱۷

میمون بن مہران: ۷۵

(ن)

نادر شاہ: ۴۹۸ (۵۰۱)

ناصر = جمال عبد الناصر

(مولانا) ناصر الاسلام ندوی: ۲۲۵ (۲۲۷)

(مولانا محمد) ناظم ندوی: ۱۹۸ (۲۰۰) ۲۰۹، ۲۸۰، ۳۴۱، ۳۴۳، ۴۵۵

(مولانا) نذر الحفیظ ندوی: ۵۹ (۶۴) ۶۵، ۶۶، ۹۶، ۹۹، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۵، ۱۲۲، ۱۲۶، ۱۳۲، ۱۳۵، ۱۴۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۷۲، ۱۷۹، ۱۸۷، ۱۹۶، ۲۱۰، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۹، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۴۰، ۲۴۷، ۲۷۴، ۲۷۷، ۲۸۰، ۲۸۳، ۲۸۴، ۳۲۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۴۱، ۳۴۳، ۳۴۵، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۲، ۳۵۵، ۳۷۱، ۳۷۴، ۳۷۷، ۳۷۹، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۳، ۳۹۷، ۴۰۲، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۲۲، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۹، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۴۸، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۵، ۴۵۸، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۵، ۴۶۹، ۴۷۱، ۴۷۵، ۴۷۷، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۵، ۵۰۰، ۵۰۳، ۵۰۵، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۷، ۵۲۵، ۵۲۷، ۵۳۲، ۵۳۵، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۵۰، ۵۵۲، ۵۵۵، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۵، ۵۷۱، ۵۷۳، ۵۷۵، ۵۷۹، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۹۹، ۶۰۰،

www.abulhasanalinadwi.org

۶۰۷،۶۱۴، ۶۲۶، ۶۲۹، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۶،
۶۳۹، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۹، ۶۵۴،
۶۵۵، ۶۶۰، ۶۶۶، ۶۷۶، ۶۷۹، ۶۸۱، ۶۸۳،
۶۸۵،۶۸۷،۶۹۶
نرسمہاراؤ (وزیراعظم ہند):۵۶۹
(حاجی) نسیم (بٹن والے):۲۲۰
نشاط=عبادالرحمٰن
(حضرت) نظام الدین اولیاء: ۱۳۸ (۱۴۳)
۲۴۳،۴۱۳،۵۶۷،۵۸۷،۶۰۵،۶۰۸
(مولانا محمد) نعیم فرنگی محلی: ۳۸۸ (۳۹۰)
(خواجہ) نقشبند= بہاء الدین نقشبند
(نواب) نورالحسن خان: ۲۹۵ (۲۹۷) ۴۶۹،
۴۷۰
(میاں) نور محمد جھنجھانوی: ۳۰۳ (۳۰۸) ۳۶۹
(امام) نووی: ۳۴۸ (۳۵۱)
(حکیم) نورالدین: (۴۸۹)
(سلطان) نورالدین زنگی: ۵۵۵ (۵۵۸)
(و-ہ)
(مولانا سید محمد) واضح رشید حسنی ندوی: ۲۱۳
(۲۱۸) ۵۷۳
(مولانا شاہ) وصی اللہ: ۹۰، ۱۱۴، ۳۱۰، ۳۱۱
(۳۱۵) ۴۴۶
(شاہ) ولی اللہ: ۱۱۵، ۱۹۱ (۱۹۴) ۲۶۰، ۳۰۶،
۳۲۲، ۳۳۰، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۶۰، ۳۸۹،
۳۹۷، ۴۲۳، ۵۱۴، ۵۷۷، ۶۵۳، ۶۶۶،
۶۸۷،۶۹۵،۶۹۶
(اچاریہ) ونوبا بھاوے: ۲۳۷، ۴۹۴
ولیم میور: ۱۰۸
(جنرل) ہارس: ۳۶۵
(مسٹر) ہاکنس: ۲۸۲
ہرقل: ۱۱۷، ۱۱۸
(حضرت) ہود علیہ السلام: ۵۲۵
(ی)
یاسر عرفات: ۵۵۵ (۵۵۹)
یحییٰ بن اکثم: ۶۷
(شاہ) محمد یعقوب مجددی بھوپالی: ۹۱، ۴۴۵،
۴۴۶ (۴۴۷) ۵۵۲
(حضرت) یوسف علیہ السلام: ۳۷۷، ۳۷۸،
۳۷۹،۳۸۰،۴۴۲،۶۳۲
(مولانا سید محمد) یوسف بنوری: ۹۰، ۴۱۸ (۴۲۱)
یوسف صالح قراچہ: ۲۰۵ (۲۰۶)
(ڈاکٹر) یوسف القرضاوی: ۹۲، ۲۱۱ (۲۱۷)
۲۵۶،۲۷۴،۲۷۵،۲۸۸،۲۸۹،۲۹۳،۲۹۴
(مولانا محمد) یوسف کاندھلوی: ۹۲، ۲۲۱، ۲۲۲
(۲۲۶) ۲۵۶، ۲۷۵، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۳، ۲۹۴،
۲۳۷، ۶۷۱
(ڈاکٹر) یوسف موسیٰ: ۲۰۸ (۲۱۵)

(مقامات)

www.abulhasanalinadwi.org

(مقامات)

(آ-ا)

آکسفورڈ:۸۲،۱۶۲،۲۱۴

اتر پردیش(یوپی):۸۲، ۱۰۸، ۱۹۰، ۲۴۸، ۳۰۶،۳۰۹،۲۲۴،۴۰۸،۴۳۳،۴۹۲،۶۴۸

اجاڑہ:۴۲۰

اردن:۲۰۸،۳۹۳،۶۹۶،۶۹۷

استانبول:۲۱۰

اسپین: ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۱۸، ۵۴۳، ۵۴۴،۵۴۵،۵۴۶،۶۹۴

اسرائیل:۱۱۶،۴۸۵،۵۵۷،۵۵۸،۶۳۴

اسلام آباد:۵۵۷

اشبیلیہ:۵۰۶

اعظم گڑھ:۳۱۰،۳۲۱،۴۴۶،۴۴۹

افریقہ:۴۱۴،۴۷۱

افغانستان:۱۴۸،۳۴۹،۴۴۰،۴۹۸،۶۱۰

الہ آباد:۱۱۴،۶۸۵

الجزائر:۲۷۴،۲۷۹،۴۴۱،۵۲۹

الخلیل:۶۳۲

الدارالبیضاء:۵۱۸

امرتسر:۲۷۹

امریکہ:۱۱۶،۱۹۰،۲۴۲،۲۶۰،۳۱۱،۳۱۲،۴۷۰، ۴۸۵،۴۹۲،۵۳۸،۵۵۷،۶۳۴،۷۰۱

اناؤ:۲۳۶

اندلس=اسپین

انڈونیشیا:۵۹۴

انگلستان:۲۱۴

ایران: ۱۲۹، ۳۳۵، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸،۶۴۱

ایشیا:۲۴۱،۳۱۷

(ب-پ)

بالاکوٹ:۱۱۱،۳۰۵،۳۷۱،۶۲۵

باندہ:۵۸۹

برطانیہ:۵۱۸،۶۸۴،۷۰۲

برقہ:۱۷۹

برونائی:۸۲

بخارا:۷۰۱

بریلی:۲۲۰،۲۸۲،۵۳۹،۵۶۸،۶۰۹

بغداد:۶۰۹،۶۴۱،۶۶۴

بلیا:۱۹۰،۳۰۹،۴۳۳

بمبئی=ممبئی

بنارس:۵۱۹

www.abulhasanalinadwi.org

بنگلور:۱۵۸، ۵۳۵

بہار:۱۹۰، ۳۰۹، ۳۲۴، ۴۳۳، ۶۰۵، ۶۱۶

بھاولپور:۴۶۴

بہٹ:۱۸۱

بھٹکل:۵۸، ۶۰، ۱۲۹، ۲۲۵، ۲۸۹، ۳۶۴، ۶۹۴

بھوپال: ۱۶۵، ۲۹۵، ۲۹۶، ۴۰۰، ۴۰۵، ۵۵۲، ۶۳۵

بیروت:۵۶۴

بیت المقدس:۱۶۲

پاکستان:۱۱۶، ۱۳۴، ۲۳۳، ۲۴۲، ۴۱۸، ۴۸۸، ۴۹۸، ۵۰۵، ۵۳۹، ۵۴۶، ۵۸۴، ۵۹۱، ۵۹۴، ۵۹۵، ۶۴۶:

پرتاب گڑھ:۴۴۹

پشاور:۳۷۱، ۵۶۱، ۵۶۲، ۶۲۶

پنجاب:۹۶، ۱۲۴، ۱۶۱، ۲۰۳، ۲۱۲، ۲۱۹، ۳۸۳، ۴۶۹، ۵۱۲، ۵۷۵

پونہ:۹۷

(ت-ٹ)

تاشقند:۱۴۹

ترکی:۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۷، ۲۰۹، ۲۱۱، ۳۹۳، ۵۲۹، ۵۳۰

تکیہ:۱۵۲، ۲۹۸، ۳۲۳، ۳۶۴، ۳۶۹، ۴۵۶، ۶۲۵، ۶۶۴

تھانہ بھون:۴۶۴

تیونس:۵۴۳

ٹونک:۳۲۸، ۴۰۰، ۴۶۲، ۵۶۴، ۶۰۸، ۶۷۴

(ج-چ-ح-خ)

جاپان:۳۱۹، ۴۷۰، ۵۳۸، ۵۶۱

جالندھر:۵۹۲

جرمنی:۲۱۵، ۲۳۱، ۲۴۲، ۲۶۰، ۴۷۰، ۵۳۸، ۶۷۶

جمشید پور:۲۳۶، ۴۹۳، ۵۱۱

جودھ پور:۶۸۳

جون پور:۱۱۵

جھنجھانہ:۴۶۴

چین:۶۴۱

حجاز:۱۷۳، ۱۷۴، ۱۸۱، ۱۹۶، ۲۰۲، ۲۰۸، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۳۶، ۲۷۲، ۲۷۴، ۲۹۱، ۲۹۶، ۳۶۰، ۴۷۲، ۵۰۳، ۵۹۳، ۶۱۸، ۶۹۴

حدیبیہ:۳۵۶

حلب:۶۸۱

حمص:۶۸۱

حیدرآباد:۱۵۰، ۱۵۱، ۱۶۷، ۲۶۷، ۴۰۰

www.abulhasanalinadwi.org

خٹک: ۶۲۶

(د-ر)

دبئی: ۵۱، ۸۱، ۲۳۶، ۵۷۳، ۶۴۴

دریاباد: ۱۹۰

دمشق: ۸۱، ۱۲۲، ۱۴۲، ۱۵۵، ۱۸۳، ۱۸۸، ۲۴۷، ۲۷۴، ۲۸۱، ۲۸۲، ۳۳۶، ۳۳۷، ۴۷۱، ۴۷۹، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۹۴، ۶۷۷

دوحہ: ۵۹۴، ۵۹۵

دہلی: ۱۵۱، ۱۸۰، ۲۲۰، ۲۲۴، ۲۳۲، ۳۰۲، ۳۰۶، ۳۴۰، ۳۶۱، ۳۸۹، ۴۱۷، ۴۲۳، ۴۲۵، ۵۲۷، ۵۸۷، ۵۹۳، ۶۳۰، ۶۴۶

دیوبند: ۸۲، ۱۱۵، ۱۷۱، ۲۰۳، ۲۱۹، ۲۳۳، ۲۷۸، ۳۲۹، ۳۸۵، ۳۹۰، ۴۴۶، ۴۶۴، ۴۶۹، ۵۶۱، ۵۷۵، ۶۲۳، ۶۹۶

راجستھان: ۴۱۳

رام پور: ۴۰۰، ۵۶۸

راوڑکیلا: ۲۳۶، ۴۹۳، ۵۱۱

راولپنڈی: ۳۳۲، ۴۳۶، ۵۱۸، ۶۹۲

رائے بریلی: ۴۷، ۷۹، ۸۰، ۹۸، ۱۱۲، ۱۵۲، ۲۱۲، ۲۵۰، ۲۹۸، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۱۸، ۳۴۱، ۳۵۲، ۳۶۴، ۴۶۰، ۴۹۳، ۵۲۷، ۶۰۴، ۶۶۰، ۶۶۲، ۶۶۷

رائے پور: ۱۸۱، ۲۱۹، ۲۲۰، ۳۸۳، ۴۲۰، ۴۳۶، ۶۴۶

ردولی: ۶۲۱

روس: ۱۴۸، ۴۳۰

روم: ۱۳۲، ۳۵۶

روہیلکھنڈ: ۲۸۲

(س-ش-ص-ط)

سرحد: ۱۱۶، ۳۷۲، ۶۲۶

سرگودھا: ۵۵۸

سرنگاپٹنم: ۳۶۴

سعودیہ: ۱۱۷، ۲۳۶، ۳۲۲، ۴۰۱، ۴۵۳، ۵۰۵، ۶۹۷

سنبھل: ۲۲۰

سندھ: ۶۲۵

سندیلہ: ۵۶۵

سوڈان: ۲۷۴، ۵۴۳

سورت: ۲۳۰، ۲۳۱، ۳۲۴

سوریہ=شام

سہارنپور: ۱۱۱، ۱۷۲، ۱۸۱، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۳۷، ۴۶۲، ۵۲۷، ۵۳۲، ۵۹۰، ۶۴۶، ۶۹۶

www.abulhasanalinadwi.org

سیتا پور: ۳۱۱، ۴۳۶

شام: ۱۲۲، ۱۷۴، ۱۸۴، ۲۳۲، ۲۴۱، ۲۴۷، ۲۷۴، ۳۵۰، ۴۹۱، ۵۳۰، ۶۸۱

شملہ: ۱۸۰

طائف: ۱۸۹، ۱۹۷

طرابلس: ۱۷۹، ۵۴۳

طلیطلہ: ۵۷۶

(ع-غ-ف)

عراق: ۱۸۴، ۶۶۴

علی گڑھ: ۱۶۱، ۱۶۲، ۲۳۰، ۲۳۶، ۲۶۳، ۲۸۱، ۳۳۷، ۵۵۳

عمّان: ۳۹۳

عُمان: ۵۵۰

غازی پور: ۱۱۵، ۴۹۰

غرناطہ: ۵۰۶، ۵۰۷

فارس: ۱۳۲

فتح پور: ۴۳۶

فرانس: ۵۵۷

فرنگی محل: ۹۹

فلسطین: ۱۸۴، ۳۹۵، ۶۳۴

(ق-ک-گ)

قاہرہ: ۲۰۴، ۲۸۰، ۴۸۶، ۵۶۴، ۵۷۲

قرطبہ: ۵۰۶، ۵۴۴

قسطنطنیہ: ۲۰۵

قطر: ۵۰۴، ۶۴۴

قم: ۳۳۵

قنوج: ۳۴۰

قونیہ: ۲۱۱

کالی کٹ: ۱۱۱

کانپور: ۱۱۰، ۱۴۲، ۲۳۰، ۶۲۵، ۷۰۱

کاندھلہ: ۲۲۳، ۲۲۴، ۴۶۴

کراچی: ۳۱۸، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۹۳، ۵۹۴

کُرسَت: ۲۳۶

کرنال: ۳۴۰

کڑا مانک پور: ۴۳۴

کشمیر: ۱۱۱، ۵۸۷

کلکتہ: ۱۱۴، ۳۰۳، ۳۶۴، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۷۸

کوئٹہ: ۴۳۱، ۶۰۰، ۶۲۶، ۶۴۶

کوہ مری: ۵۴۷

کویت: ۴۲۰

کیرانہ: ۴۶۴

کیرلا: ۱۱۱

www.abulhasanalinadwi.org

کیمبرج:۲۱۵
گجرات:۲۳۰،۳۰۶،۳۱۰
گلبرگہ:۲۲۵
گوالیار:۳۶۶،۴۰۳
گنج مرادآباد:۱۳۲،۲۴۰،۳۸۸
گنگوہ:۲۱۹،۴۶۴
گونڈہ:۳۵۲،۵۵۳
گیلان:۵۰۹،۶۱۰

(ل-م-ن)

لاتور:۳۲۴
لاہور:۹۷، ۹۸ (۱۳۵)۱۶۱، ۱۹۰، ۲۱۰، ۲۱۹،
۲۴۱، ۲۴۲، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۴۱،
۳۶۴، ۳۷۲، ۵۲۷، ۵۸۳، ۶۲۴، ۶۴۶، ۶۴۷
لائل پور:۳۲۸
لبنان:۴۲۴
لکھنؤ:۱۰۹، ۱۲۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۵۲، ۱۷۹، ۲۳۰،
۲۹۵، ۲۹۸، ۳۰۰، ۳۰۳، ۳۱۱، ۳۱۷، ۳۱۸،
۳۴۳، ۳۷۲، ۳۸۸، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۳۱، ۴۵۶،
۴۶۰، ۴۷۹، ۴۹۲، ۵۱۴، ۵۲۵، ۵۲۷، ۵۶۲،
۵۶۳، ۵۶۵، ۵۷۵، ۵۸۹، ۶۰۴، ۶۱۶،
۶۶۷، ۶۹۷
لندن:۱۶۲، ۱۸۲، ۲۰۴، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۴۲،
۲۸۸، ۳۱۲، ۳۱۳، ۴۷۰، ۴۸۱، ۵۲۹، ۵۳۰،
۵۳۸، ۶۳۷، ۶۷۶
لوہانی پور:۴۲۹
لیبیا:۴۴۱
ماسکو:۱۴۸
مالقہ:۵۰۱
مدراس:۱۶۵، ۳۰۹
مدینہ منورہ:۸۲، ۱۵۰، ۱۷۳، ۱۸۳، ۲۲۱، ۲۳۱،
۲۵۸، ۲۶۷، ۲۷۲، ۲۸۱، ۳۰۵، ۳۱۲، ۳۱۹،
۳۴۳، ۳۴۴، ۳۶۸، ۳۹۴، ۴۱۴، ۴۹۸،
۵۱۳، ۵۴۴، ۶۵۷، ۶۶۶، ۶۷۲
مراکش:۲۷۴، ۴۷۱، ۵۰۶
مسقط:۲۱۲
مسوری:۶۴۷
مظفرنگر:۴۶۴
مصر:۱۷۴، ۱۷۵، ۲۰۲، ۲۰۸، ۲۳۱، ۲۳۲،
۲۴۱، ۲۴۶، ۲۵۹، ۲۶۶، ۲۷۴، ۲۹۱، ۲۹۴،
۳۷۹، ۳۸۳، ۴۵۰، ۵۷۳، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۴۳،
۵۷۳، ۶۰۱، ۶۱۸، ۶۲۴، ۶۴۰، ۶۸۵
مغرب (مغرب اقصیٰ):۲۰۲، ۵۱۸، ۵۷۷،

www.abulhasanalinadwi.org

۷۰۱
مکہ مکرمہ: ۱۲۹، ۱۷۴، ۱۷۹، ۱۸۳، ۱۸۷، ۲۴۱، ۲۵۸، ۲۷۲، ۲۷۵، ۳۴۵، ۳۹۴، ۴۲۴، ۴۴۲، ۴۵۶، ۴۶۲، ۴۷۹، ۶۳۷
ممبئی: ۱۴۹، ۱۶۸، ۲۶۳، ۳۱۰، ۳۴۹، ۳۵۲، ۳۵۵، ۴۴۱، ۵۱۹، ۵۲۷، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۹۲، ۶۶۳، ۶۹۷
منگلور: ۱۱۵
میڈرڈ: ۵۰۶، ۵۴۴
میرٹھ: ۲۳۳، ۳۴۰
میسور: ۳۶۴
میوات: ۲۲۰، ۵۵۲
نانوتہ: ۲۱۹، ۴۶۴
ناگور: ۴۴۹
نجد: ۶۹۴
نصیرآباد: ۶۶۶
نظام الدین: ۱۷۲، ۲۱۹، ۲۲۱، ۲۲۴، ۲۳۳، ۳۱۲، ۳۲۷، ۳۲۸، ۴۱۷، ۴۳۷، ۵۳۲، ۵۵۲، ۵۶۱
نوٹنگھم: ۲۱۳
نئی دہلی: ۲۱۹
نیویارک: ۴۸۱، ۵۶۲

(ہ-و-ی)

ہردوئی: ۳۰۱، ۴۳۸
ہندوستان (ہند): ۱۰۷، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۳۲، ۱۳۵، ۱۵۴، ۱۷۳، ۱۹۱، ۲۰۲، ۲۰۴، ۲۰۷، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۶، ۲۵۷، ۲۵۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۹۱، ۲۹۴، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۳۷، ۳۴۴، ۳۴۸، ۳۵۲، ۳۹۵، ۳۹۸، ۴۱۴، ۴۲۳، ۴۲۵، ۴۳۶، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۶۲، ۴۷۲، ۴۹۲، ۴۹۶، ۴۹۸، ۵۰۳، ۵۰۶، ۵۱۱، ۵۴۰، ۵۴۳، ۵۴۶، ۵۵۰، ۵۵۷، ۵۶۹، ۵۷۷، ۵۸۸، ۵۹۴، ۵۹۵، ۶۰۳، ۶۱۰، ۶۲۲، ۶۲۶، ۶۳۷، ۶۴۸، ۶۵۲، ۶۶۲، ۶۸۱، ۶۹۷، ۷۰۰
ہنٹر: ۶۲۶
وجدہ: ۵۱۸
یرموک: ۳۵۰، ۳۵۶، ۵۷۲
یوپی = اترپردیش
یورپ: ۱۵۳، ۴۷۰، ۴۹۲، ۵۰۶، ۵۹۳، ۶۹۴، ۷۰۱
یونان: ۳۳۹، ۵۴۰
یمن: ۷۸، ۱۶۶، ۲۱۲، ۳۶۰، ۴۰۱، ۶۹۴

(کتابیات)

www.abulhasanalinadwi.org

(آ-ا)

آب حیات:۲۴۰، ۲۴۱، ۳۱۶، ۳۱۷، ۵۹۱

ابوداؤد شریف:۱۷۲

ابن خلکان (وفیات الاعیان):۲۷۹

اپنے گھر سے بیت اللہ تک:۲۸۹

إحیاء العلوم:۲۷۹، ۳۴۸

اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ:۳۳۴

ازالۃ الخفاء:۵۱۴(۵۱۶)

استفادہ:۲۴۰(۲۴۳)

اسرار خودی:۴۹۷

Islam at the Cross Road:

۲۹۵، ۵۳۸

اسلامیت و مغربیت کی کشمکش:۴۶۹

اسمعی یا مصر:۴۸۶

اشاریہ قرآنیہ:۵۹۲

اظهار الحق:۵۹۴(۵۹۸)

إلیٰ ممثلی البلاد الإسلامیة:۲۲۳

انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر:

۲۵۸، ۶۵۶

انقلاب (روزنامہ):۱۶۱، ۴۸۱

أوجز المسالك:۱۷۲

اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر:۱۹۱

(ب-پ)

بال جبریل:۴۹۸

بانگ درا:۴۹۸

بخاری شریف:۱۷۱، ۱۷۲، ۳۴۸، ۴۰۲، ۴۳۰،

۴۷۸، ۶۵۷

البدایة والنهایة:۲۲۱(۲۲۶)۶۴۰

بڑوں کا بچپن:۵۶۱

البعث الإسلامی (مجلّہ):۲۷۲

البلاغ (مولانا آزاد):۱۶۰(۱۶۳)

البلاغ (کراچی):۵۹۲

بوستان:۱۰۰

بہشتی زیور:۳۴۹

بین العالم وجزیرة العرب:۱۹۶

پاجا سراغ زندگی:۴۸۱

پرانے چراغ:۳۵۰

پس چہ باید کرد:۴۹۷

(ت-ث)

تاریخ اخلاق یورپ:۵۳۸

تاریخ دعوت وعزیمت: ۲۰۵، ۲۵۸، ۳۲۲،

۳۹۷، ۳۹۸، ۵۰۴، ۵۳۹، ۵۵۲، ۶۳۹،

۶۶۸،۶۵۶،۶۴۰

تأملات فی سورة الکهف:۳۹۴،۳۹۳

تحفۂ اثنا عشریہ:۵۱۴

تحفة الأحوذی:۳۴۳

تحفۃ الندوہ:۱۳۵

تحفۃ الہند:۱۵۲(۱۵۷)

تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی:

۵۵۲،۳۸۹

ترجمان القرآن(آزاد):۳۷۸

ترجمة الإمام أحمد بن عرفان الشهید:۲۸۰

ترمذی شریف:۱۷۱،۱۷۲،۳۲۹،۴۰۶

تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک:۴۵۳

تقویۃ الایمان:۳۰۴،۳۹۰،۶۶۷،۶۶۸

توحید(رسالہ):۲۷۹

تهذیب الأخلاق:۶۶۵،۶۹۵

الثقافة الإسلامیة فی الهند:۱۲۲،۲۷۱

(ج-ح-خ)

جب ایمان کی بہار آئی(جب ایمان کی بادبہاری چلی):۱۱۴،۶۹۱

حاجة العالم إلیٰ مجتمع مثالي أفضل:۳۶۰

الحج(رسالہ):۱۹۶

حجة الله البالغة:۱۸۲،۲۷۸،۳۳۵،۵۷۷

حجة الوداع و عمرات النبی ﷺ:۱۷۲

حیات شبلی:۳۴۰

حیات عبدالحی:۳۱۷

چودہ میزائل:۱۳۴

خطبات اقبال:۵۳۸

خطبات مدراس:۲۴۰ (۲۴۳)۲۶۴،۳۱۶،۳۳۴،۴۵۵،۶۳۷

خیر المسالک:۱۱۵(۱۱۹)،۶۰۴

(د-ر-ز)

دائی حلیمہ:۲۲۸

دستورِ حیات:۳۴۹،۴۸۱

دستور العلماء:۱۲۲(۱۲۶)

دلائل الإعجاز:۱۶۷

ولت وائس(رسالہ):۱۶۹

دور الحضارة الغربیة الوافدة وأثرها فی الجیل المثقف:۵۳۱،۶۸۶

دومتضاد تصویریں:۵۱۴

دیوان نابغہ:۲۰۹

Decline and fall of the Roman Empire۵۳۸

ربانية لا رهبانية: ۴۱۳، ۴۵۳، ۴۹۰، ۵۸۶، ۶۷۷

رجال الفكر والدعوة: ۲۶۰، ۳۲۲

رحمة للعالمین: ۱۰۹، ۱۱۰، ۲۴۰ (۲۴۳) ۳۱۶

رموز بے خودی: ۴۹۷

روائع اقبال: ۲۱۲، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۳۱

Road to Macca ۲۰۵

زاد المعاد: ۳۴۸، ۳۴۹

زبور عجم: ۴۹۷

زمیندار (روزنامہ): ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۳، ۲۲۸، ۴۸۱، ۶۸۵

(س-ش)

سالار (روزنامہ): ۱۵۹

سفینۂ اردو: ۱۶۱، ۳۱۶، ۶۸۵

سُلّم: ۱۲۱ (۱۲۵)

سوانح احمدی: ۵۷۹

سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری: ۲۸۹، ۳۸۹، ۶۰۷

سوانح یوسفی: ۳۲۷

سیرت خیر البشر: ۱۰۹، ۴۱۹، ۴۸۹

سیرت سلطان ٹیپو: ۳۴۶

سیرت سید احمد شہید: ۱۱۲، ۱۷۹

سیرت الصدیق: ۱۱۲، ۱۷۹، ۲۲۴، ۲۸۹، ۳۷۲، ۳۷۳، ۴۱۷، ۴۶۲، ۴۷۷، ۵۶۴، ۵۷۹

سیرت عائشہ: ۴۵۵، ۶۳۷

السيرة النبوية (سیرت نبویہ): ۲۶۵، ۳۱۱، ۳۳۳، ۳۵۶، ۵۱۷، ۵۴۸، ۵۹۵، ۶۵۶

سیرت النبی ﷺ: ۲۶۳، ۲۶۴

شام زندگی: ۳۱۶، ۴۵۵

شحنۂ ہند (اخبار): ۱۵۲ (۱۵۸)

شرح شذور الذهب: ۲۰۹

شعر العجم: ۵۹۱

(ص-ض-ط-ظ)

صبح زندگی: ۳۱۶، ۴۵۵

الصراع بين الفكرة الإسلامية والفكرة الغربية: ۴۶۹، ۵۲۹، ۵۳۰

صورتان متضادتان: ۵۵۰

ضحى الإسلام: ۱۱۱، ۲۶۵، ۶۹۹

الطريق إلى المدينة: ۵۱۷

ظهر الإسلام: ۲۶۵

(ع-غ-ف)

عثمان ذی النورین: ۵۱۴

www.abulhasanalinadwi.org

عوارف المعارف بأنواع العلوم والمعارف=الثقافة الإسلامية فی الهند

العوامل الأساسية التی كونت شخصية إقبال:۴۹۵

العوامل الأساسية لكارثة فلسطين:۳۹۵

غابر الأندلس وحاضرها:۵۰۶

الغزالی:۲۶۳

فاران (رسالہ):۴۵۲

الفاروق:۲۴۰،۳۶۳،۴۵۵،۵۱۴

الفتح (اخبار):۶۸۵

فتح الباری:۳۴۸(۳۵۱)

فجر الإسلام:۱۱۱،۲۶۵،۶۹۹

الفرائد:۱۲۱(۱۲۵)

فصوص الحكم:۳۴۴

فوائد الفواد:۱۳۸(۱۴۳)۵۸۷،۶۰۵

(ق-ک-گ)

قادیانیت:۱۳۴

القاديانية ثورة على الرسالة المحمدية: ۱۳۵،۴۸۸

القاديانی والقاديانية:۱۳۶

القراءة الراشدة:۳۳۶،۴۲۷

قصص النبيين:۱۱۱،۳۳۶،۴۲۶

قصص من التاريخ الاسلامی: ۳۶۷

قوت القلوب:۱۳۸(۱۴۴)

قومی آواز (روزنامہ):۳۰۰

کاروانِ ایمان وعزیمت:۶۹۱

کاروانِ زندگی:۳۳۶،۴۵۰،۶۹۲

کاروانِ مدینہ:۲۸۹،۵۶۱

كتاب التوحيد:۳۰۵

كشاف اصطلاحات الفنون:۱۲۲(۱۲۷)

كليلة ودمنة:۴۹۵

كنز العمال:۱۲۲(۱۲۶)

A Gide of European ۵۳۸

گل رعنا:۲۴۱،۲۷۱،۳۱۶،۳۱۷،۳۱۸،۳۱۹، ۴۹۹،۵۹۱

گلستان:۱۰۰

(ل-م-ن)

Life of Mohammad ۱۰۸

ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمين: ۱۵۰،۱۷۴،۱۷۵،۱۸۳،۱۹۷، ۲۰۷، ۲۶۷، ۲۷۴،۳۲۲،۵۱۷،۵۳۰،۵۳۱،۵۷۳،۶۰۱، ۶۲۲،۶۵۶،۶۹۹

www.abulhasanalinadwi.org

مالا بدمنہ:۳۴۸

المامون:۲۶۳

مجمع بحار الأنوار:۱۲۲(۱۲۶)۲۳۰

مختارات:۳۳۶، ۳۳۷، ۴۲۷،۶۲۲

المد والجزر فی تاریخ الإسلام:۲۲۱،۲۲۳

مذہب وتمدن:۵۵۲

المرتضی::۴۵۰،۵۱۲،۵۱۴،۵۴۸،۵۵۰

مسدس حالی:۲۲۸،۶۸۵

مُسلَّم (مسلم الثبوت):۱۲۱(۱۲۵)

مسلم شریف:۴۰۲،۶۱۵

مسلم ممالک میں اسلامیت ومغربیت کی کشمکش:

۲۵۸،۶۵۶

المسلمون (اخبار):۵۰۷

معارف الحدیث:۴۶۲

معالم السنن:۳۴۸

معجزات اہل بیت:۲۲۸

معجم المصنفین:۵۶۴

معجم المؤلفین:۵۶۴

معرکۂ ایمان ومادیت:۳۹۳،۳۹۴

معرکۂ مذہب وسائنس:۵۳۸

مکتوبات امام ربانی:۶۰۵

مکتوبات (منیری):۶۰۵

ملة إبراهيم وحضارة الإسلام:۱۱۱

ملہمات احمدیہ:۴۷۵

مناقب ومدح صحابہ کے جلسوں کا پیغام:۱۲۹

منصب امامت:۴۷۵

منظورة السعداء:۱۱۲(۱۱۳)۴۰۵

من العالم إلى جزيرة العرب:۱۹۶

من جزيرة العرب إلى العالم :۱۹۷

مہر جہاں تاب:۲۲۹

الموقف الحضاری تجاه الغرب:۵۲۹

Making of Humanity ۲۶۷،۵۳۸

النبوة والأنبياء فی ضوء القرآن:۳۴۵

نبی رحمت ﷺ:۱۳۲

نزهة الخواطر:۱۲۲،۱۲۴،۱۵۰،۱۵۱،۱۵۴،
۲۴۳،۲۷۱، ۳۱۷، ۳۴۹،۳۵۳، ۴۲۵،۴۳۴،
۵۸۲،۶۰۳

النظرات:۲۶۵

نقوش اقبال:۵۳۱

نکات الشعراء:۳۱۷

نهج البلاغة:۱۶۷

نیرنگ خیال:۲۴۰،۳۱۶

www.abulhasanalinadwi.org

(ہ-و-ی)

ہدایت الحکمہ :۳۳۹

ہدیہ سعیدیہ:۳۳۹

ہرنی نامہ:۲۲۸

History of the conflict bet- ween Religion andscience ۵۳۸

History of European Morals۵۳۸

الہلال (اخبار):۱۹۰ (۱۶۳)

ہمدرد (اخبار):۱۶۰ (۱۶۳) ۲۲۸

الهند فی العهد الإسلامی :۲۷۱

وحی الرسالة:۲۶۵

وحی القلم:۲۶۵

وفود الأمة بين يدی نبيها:۵۶۲

وقائع احمدی:۱۱۱،۱۱۲ (۱۱۳)

یادایام:۲۲۹،۲۳۰،۲۷۱،۳۰۶،۴۵۵

یادوں کی برات:۵۹۳

ادارے، تنظیمیں: جامعات

ادارۂ تعلیمات اسلام لکھنؤ:۲۳۶

اورینٹل کالج پنجاب:۲۱۲،۴۶۹

بریلی کالج:۲۸۲

جامعہ ازہر:۲۹۴،۵۶۵

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ: ۸۱، ۱۷۳، ۲۵۸، ۲۸۱،۳۰۵،۳۴۳،۳۴۴

جامعہ ام القریٰ:۱۹۰،۳۰۹

جامعہ عثمانیہ:۲۸۱

جامعۃ القاہرہ:۴۹۹

جامعہ ملیہ:۳۴۰،۳۴۱،۵۵۲

جمعیت شباب الاسلام:۲۳۶

جمعیت علماے ہند:۱۵۱

حلیم مسلم کالج کانپور:۲۳۰

خدابخش لائبریری پٹنہ:۵۵۳

دارالشروق جدہ:۴۶۸

دارالعلوم دیوبند: ۱۱۵، ۱۵۳، ۱۷۱، ۲۳۳، ۳۲۹، ۴۶۹،۶۳۵،۶۵۰،۶۹۶

دارالعلوم قاہرہ:۴۹۹

دارالمصنفین :۲۶۳،۲۶۶،۲۷۱،۴۶۵

دائرۃ المعارف:۱۵۰،۱۵۱

دمشق یونی ورسٹی:۱۸۸

رابطۂ ادب اسلامی:۸۱،۲۵۸،۲۸۸،۵۴۳،۶۲۴

رابطة الجامعات الإسلامية:۵۱۸

رابطۂ عالم اسلامی:۸۱، ۱۱۶، ۱۲۹، ۱۳۰،۱۸۹،۳۷۴، ۵۴۴،۵۵۵،

www.abulhasanalinadwi.org

سیرت کمیٹی: ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۷۱، ۵۶۱
کلیۃ الشریعہ دمشق: ۱۴۲، ۲۸۱، ۵۳۹
لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر (مصر): ۲۶۷
المجمع العلمی دمشق: ۸۱، ۱۲۲، ۱۷۵،
المجمع العلمی اردن: ۳۹۳
محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ: ۲۳۰
مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ: ۵۹۴
مسلم پرسنل لا بورڈ: ۸۱، ۳۵۵، ۴۹۲
مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ: ۱۶۱، ۲۸۱، ۵۵۳، ۷۰۲
مظاہر علوم سہارنپور: ۲۲۰، ۲۲۱، ۶۳۵، ۶۵۰، ۶۹۶
ندوۃ العلماء لکھنؤ: ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۵۹، ۱۷۱،
۱۷۳، ۱۸۲، ۱۹۸، ۲۰۸، ۲۱۰، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱،
۲۳۰، ۲۳۱، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۶، ۲۵۷،
۲۷۸، ۲۸۳، ۳۲۹، ۳۳۷، ۳۴۱، ۳۷۹، ۳۸۸،
۳۹۴، ۴۰۰، ۴۰۶، ۴۰۸، ۴۵۶، ۴۶۹، ۵۰۸،
۵۱۴، ۵۱۹، ۵۴۶، ۵۵۰، ۵۶۲، ۵۶۹، ۶۰۶،
۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۶، ۶۲۳، ۶۳۵، ۶۴۶، ۶۴۸،
۶۵۰، ۶۶۶، ۶۹۶

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org